آتش
ایم اے راحت
1

دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے لوٹا رہا ہوں میں

شاعر نے تو یہ شعر نہ جانے کب اور کیوں کہا تھا، مگر یہ اس کہانی کے مرکزی کردار پر بالکل صادق آتا ہے، جو ''آتش'' کے نام سے پیش کی جارہی ہے۔

یہ اُس شوریدہ سر نوجوان کی کہانی ہے جسے اپنے خاندان کی تباہی وراثت میں ملی تھی۔ یہ قصور اُس کے بڑوں کا تھا جنہوں نے اپنی عیش و عشرت کی خاطر آنے والی نسل کی امانت کی حفاظت کی بجائے اسے دونوں ہاتھوں سے لٹایا تھا۔ ''کین'' فیملی کے اس نوجوان نے اپنے خاندان کی جاہ و دولت اور کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرنے کے لئے جرائم کی راہ اختیار کی۔ اور پھر وہ کوئی عام مجرم نہیں رہا......

''سیکرٹ پیلس'' نامی زیر زمین ایک ایسے ادارے سے جرائم کی خصوصی تربیت حاصل کی جو ساری دنیا میں اپنے معیار اور لاثانی کارکردگی کا واحد ادارہ تھا۔ اگرچہ ''ڈن کین'' نامی یہ نوجوان خود بھی حسن کا رسیا تھا۔ مگر اعتدال پسند تھا۔ پھر اُس نے ''سیکرٹ پیلس'' سے نکلتے ہی ہر طرف تہلکہ مچا دیا۔ یہ وہ تاریخی دور تھا جب ہٹلر کے دنیا پر حکومت کرنے کے خواب نے پوری دنیا کو جنگ میں جھونک دیا تھا۔ ''ڈن کین'' نے اپنے ایک حمایتی ملک کی طرف سے اس جنگ میں جو کارنامے سرانجام دیئے اور نازی فوجوں کے قید و بند کے مضبوط نظام کی دھجیاں اُڑاتا ہوا، سمندر اور پہاڑی سلسلوں کو چیرتا ہوا جس طرح واپس پہنچا، یہ سب رونگٹے کھڑے کر دینے والا ایک سنسنی خیز سلسلہ ہے جو مدتوں ذہنوں پر اپنا تسلط قائم رکھے گا۔

یہ مقبول سلسلہ ''نئے اُفق'' میں ''درندہ'' کے نام سے قسط وار شائع ہوئے تہلکہ مچا چکا ہے۔ ادارہ حسب روایت اس مقبول داستان کو ایک نئی آب و تاب کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ ''درندہ'' نام کا ایک ناول ادارے سے پہلے بھی شائع ہو چکا ہے، اس لئے اس کا نام ''آتش'' رکھنا پڑا۔ اُمید ہے کہ یہ نام یقیناً آپ کو بھی پسند آئے گا۔ یقین واثق ہے کہ حسب سابق ایم اے راحت کی یہ تحریر بھی آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔

محمد علی قریشی

زندگی کی کہانی تو اس وقت سے شروع ہو جاتی ہے جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ ابتدائی حالات، شعور نہ ہونے کی وجہ سے ذہن سے اوجھل ہوتے ہیں۔ لیکن چھوٹے چھوٹے قابل ذکر واقعات کسی نہ کسی طور معلوم ہو جاتے ہیں۔ سنی سنائی باتوں کو زندگی کی کہانی میں شامل کرنا میرے خیال میں نامناسب ہے، خصوصاً اس وقت، جب انسان کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ آج اپنا محاسب وہ خود ہے۔ وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور نہ کوئی اُس کی بات پر گرفت کرنے والا ہے۔ اس وقت دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اپنی زندگی کے کسی پہلو کو خود سے پوشیدہ نہ رکھا جائے۔ بھلا خود کو خود سے چھپانے میں کیا مزہ؟ اور یہ دَور ہر صاحب شعور پر آتا ہے۔ ہاں! وہ جو سوچ سے نابلد ہوتے ہیں، جو کسی کے بارے میں نہیں سوچتے، وہ اپنے بارے میں بھی نہیں سوچتے۔ اُن کے ذہن کی رسائی صرف اُن چیزوں تک ہوتی ہے، جو اُن کے سامنے آتی رہتی ہیں یا جن سے اُن کا کوئی خاص تعلق ہوتا ہے۔ وہ سطحی طور پر اُن کے بارے میں سوچتے ہیں، سطحی انداز میں عمل کرتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں۔ گویا اُن کی نگاہوں میں دنیا کی ہر چیز بے مقصد ہوتی ہے، وقتی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی، جس کے بارے میں اُنہیں علم ہوتا ہے کہ ایک دن اپنی مرضی کے خلاف فنا ہو جائیں گے۔ بلکہ بعض لوگ تو زندگی کے اس اختتام سے جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر ہر شے کو وقتی سمجھنے لگتے ہیں اور اس سے عدم دلچسپی اُن کی فطرت کا ایک غیر محسوس جزو بن جاتی ہے۔

میں، ڈن کین اپنی زندگی کے ان واقعات کو اس لئے قلمبند کر رہا ہوں کہ اَب، جب میں زندگی کے اس دور میں داخل ہو چکا ہوں، جہاں دل کی دھڑکنیں گراموفون کے اُس ریکارڈ کے دُھن میں تبدیل ہو جاتی ہیں جو چابی ختم ہو جانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ گھومتا ہے، اپنا جائزہ تو لوں۔ جائزے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ میں پیرس کے ایک خوبصورت علاقے میں رہتا ہوں۔ اچھا مکان ہے جس کے باہر کے مناظر مجھے بہت پسند ہیں۔ میرے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ سب کے سب شادی شدہ بلکہ بچے شدہ ہیں۔ یعنی میں نانا بھی ہوں اور دادا

بھی۔ اور میری زندگی کا مشغلہ صرف یہ ہے کہ مختصر کھاؤں، مختصر سوؤں، چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچوں کے ساتھ کھیل کر اپنا اور اُن کا دِل بہلاؤں، یا پھر اُن کے ساتھ کہیں سیر کو نکل جاؤں۔ گویا ماحول میں ایک ٹھہراؤ ہے۔ کوئی جدوجہد نہیں ہے اور میں نے بھی محسوس کر لیا ہے کہ اَب اعضاء میں جدوجہد کی قوت نہیں رہی ہے۔ گویا میں نے اعضاء سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ سو اِن فرصت کے لمحات میں ماضی پر ایک نگاہ کیوں نہ ڈال لوں؟ ہر انسان کا ماضی اُس کے بوڑھے بدن کی کمزور شریانوں میں خون کی روانی میں تیزی کا سبب بن سکتا ہے۔ یعنی وہ جو جدوجہد کے قابل نہ رہا ہو، ماضی کی یادوں کا سہارا لے کر حال میں خوشی محسوس کرتا ہے اور خوشی کا حصول جہاں سے بھی ہو سکے، اسے گنوانا نہیں چاہئے۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ جائزے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے، ممکن ہے آپ اس سے متفق نہ ہوں کہ اگر ہم اپنی سوچ کو صرف اپنے تصورات کے میدان میں دوڑاتے رہیں تو واقعات کوئی مربوط حیثیت نہیں اختیار کر پاتے۔ کبھی کوئی خیال ذہن پر حملہ آور ہوتا ہے اور کبھی کوئی سبقت وہ خیال لے جاتا ہے جو ہمارا پسندیدہ ہو۔ اور وہ خیالات، پسندیدہ خیالات کے بوجھ تلے دبتے چلے جاتے ہیں جن میں ہماری پسند شامل نہ ہو۔ جبکہ ان کی حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ اور جب انسان خود اپنا محاسب ہے تو اُسے اپنے ماضی کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنا چاہئے۔ اس کا بہتر طریقہ میرے خیال میں یہی ہے کہ زندگی کی کتاب کا پہلا ورق اُلٹا جائے اور اُس وقت تک دوسرے ورق پر نگاہ نہ ڈالی جائے جب تک اس پہلے ورق کا ایک ایک لفظ نہ دیکھ لیا جائے۔ یہ خیال اس تحریک کا محرک بنا ہے۔ خوبی یہ ہے کہ میں نے اپنی داستان کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ میں نے ہر اُس لمحے کو تحریر کیا ہے جو میری زندگی میں شامل ہے۔

مجھے اندازہ ہے کہ یہ تحریر میری رسوائی کا سبب بھی ہے۔ اور مجھ سے محبت کرنے والے، مجھ سے عقیدت رکھنے والے جب میرے مکمل کردار سے آشنا ہوں گے تو اُن کے جذبات، اُن کے احساسات کو ٹھیس پہنچے گی۔ لیکن بات وہی آ جاتی ہے کہ اگر انسان خود اپنا احتساب کرے تو خود کو خود سے کس طرح چھپائے؟ اگر وہ کچھ لوگوں کے سامنے اپنی شخصیت کی برتری قائم رکھنا چاہے تو پھر ضمیر کو کس طرح مطمئن کرے؟ چنانچہ اس حساب سے یہ تحریر میرے ضمیر کے لئے ہے اور میں نے اپنی ذات سے سارے نقاب اُٹھا کر اپنے ضمیر کو زندہ رکھا ہے۔

کہانی یوں شروع ہوتی ہے کہ فن لینڈ کا ایک نیک نام خاندان اچانک برے حالات کا

شکار ہو گیا۔ یہ خاندان، خاصی اچھی شہرت رکھتا تھا۔ اُمراء میں اُسے ایک مقام حاصل تھا۔ اُس کی بڑی ساکھ تھی اور اس ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے اس خاندان کے بزرگوں نے کافی جدوجہد کی تھی۔ خاندانی دولت اور روایات کا تحفظ کیا تھا۔ اور پھر معمول کے مطابق اولاد در اولاد منتقل ہونے والی عزت، دولت اور شہرت دو بھائیوں میں منتقل ہو گئی۔ ان میں ایک کا نام پام کین اور دوسرے کا جان کین تھا۔ لیکن کین خاندان کی بدبختی تھی کہ یہ دونوں نوجوان بزرگ، عمر کے اس حصے میں تھے جہاں بزرگی کا احساس ہوتا ہے اور نہ خاندانی روایات برقرار رکھنے کا۔ اور پھر جب برتری اور دولت اچانک ہاتھ آ جائے تو عمر کا تجربہ تو سہارا دے سکتا ہے، جوانی کا طوفان نہیں۔ گو بڑے بھائی جان کین کی شادی خاندان کی ایک لڑکی سے ہو چکی تھی اور اُس نے مستقبل کا کین، خاندان کا بزرگ، یعنی میں، بھی پیدا کر لیا تھا۔ لیکن جدید سوچ کے حامل نوجوانوں کو خاندان کی دولت کے سہارے کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ شہر کی فاحشائیں تو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتی ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے دونوں بھائیوں پر حسن و جمال کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر حملہ کر دیا اور یوں اُن سے آ چمٹیں جیسے تازہ کھلے ہوئے پھول پر شہد جمع کرنے والی مکھیاں...... پھول آزاد تھے۔ مکھیوں کو پورا پورا موقع ملا اور اُنہوں نے کین خاندان کا سارا رَس چوس لیا۔ کچھ عرصہ ساکھ نے ساتھ دیا۔ لیکن خالی ساکھ کہاں تک ساتھ دے سکتی ہے؟ صرف بارہ سالوں میں یہ خاندان مکمل طور پر کھوکھلا ہو گیا اور اچانک اُس پر برے وقت کی آمد کا اعلان کر دیا گیا۔ برے وقت کا اعلان دوسروں کے لئے صرف ایک خبر ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ اس کا شکار ہوتے ہیں، اُن کی زندگی میں بے شمار تبدیلیاں آتی ہیں۔ میں اُن تبدیلیوں کا چشم دید گواہ ہوں۔ عمر کی تیرھویں سیڑھی پر تھا۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں بیدار ہو گئی تھیں۔ گو اُن میں ابھی پختگی کا تصور نہیں تھا لیکن سوچ سمجھ لینا ہی کافی ہوتا ہے۔ کم از کم اتنا اندازہ تو کر ہی سکتا تھا کہ اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں سے تربیت حاصل کرنے کی بجائے اَب ایک معمولی سے سکول میں جانا پڑتا ہے۔ اعلیٰ ترین کوٹھی سے منتقل ہو کر اَب ایک چھوٹے سے مکان میں گزارا کرنا پڑتا ہے۔ رولز رائس کار میں سفر کرنے کی بجائے اَب بائیسکل کے ذریعے سکول جانا پڑتا ہے۔ حسین ترین لباس چھوڑ کر اَب معمولی کپڑے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ پسندیدہ ترین خوراک کی بجائے اَب معمولی کھانے پر گزارا کرنا ہوتا ہے۔ ان ساری باتوں کا میرے ذہن پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ ماضی کے نقوش، ذہن پر منجمد تھے۔ اسلاف کی داستانیں اجنبی سی لگتی تھیں۔ اور میں سوچتا تھا کہ کیوں،

ایسا کیوں ہے؟''

تجربے کے چند مزید سالوں نے اس کا جواب بھی دے دیا۔ پندرہ سال کی عمر میں پ
چل گیا کہ اس کے ذمہ دار کین خاندان کے موجودہ بزرگ ہیں جو اَب غمزدہ زندگی گزا
رہے ہیں۔ اُنہوں نے کین خاندان سے سب کچھ چھین لیا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گ
ہیں۔ خاندان کے نالاں لوگوں نے میرے جذبات کو ہوا دے کر دل کا بخار نکالا۔ اُنہو
نے مجھے بتایا کہ خاندان کی بے پناہ دولت ان لوگوں کے لئے تو نہیں تھی جنہوں نے اُ
ضائع کر دیا۔ وہ تو صرف اُس کے امین تھے اور اُن پر ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ اُ
میرے سپرد کر دیں اور میں اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر اُسے بڑھاؤں اور معمول کے
مطابق اپنی آئندہ نسل کے سپرد کر دُوں۔ لیکن ان بزرگوں نے تو آئندہ نسلوں کو ہی برباد ک
دیا تھا۔ میرے باپ اور چچا تھے۔ اس لئے یہ جرات تو نہیں کر سکا تھا کہ اُن سے جواب
طلب کروں۔ ہاں! دوسرے طریقوں سے اپنے غصے کا اظہار ضرور کر سکتا تھا۔ سائیکل کھنچ
میرے بس کی بات نہیں تھی۔ عام انسانوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے، وہ مجھے گوارا نہ
تھا۔ جس طرح زندگی گزارنی پڑ رہی تھی، اس کا ایک لمحہ بھی مجھے پسند نہیں تھا۔ جو کچھ وہ ضا
کر چکے تھے، اُسے واپس نہیں لا سکتا تھا۔ پھر میں کیوں اپنی زندگی کو اُن کے بنائے ہوئے
اصولوں پر چلاؤں؟ میں کیوں اس خاندان کی روایتی دُم پکڑے رہوں۔ مجھے نئے سر
سے زندگی کا تعین کرنا ہے۔ مجھے اپنے لئے نئے میدان بنانے ہیں۔ بزرگوں کو سخت سست ک
کر دل کا بخار نکالنے کی جرات نہیں رکھتا تھا۔ ذہن پر بغاوت بلکہ ایک طرح سے جھنجھلاہ
طاری تھی۔ چنانچہ ناپختہ ذہن نے جو فیصلہ کیا، اس میں جھنجھلاہٹ مکمل طور سے شامل تھ
میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ اَب اس خاندان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ میں جوا
ہو گیا تو کوئی یہ سوچ کر مجھے سہارا نہیں دے گا کہ میں مشہور زمانہ کین خاندان کا فرد ہو
اور جب میری عملی زندگی کا دور شروع ہو گا تو میں ایک تعلیم یافتہ نوکر ہوں گا۔ لوگ قطعی نہ
سوچیں گے کہ اس سے قبل وہ اس خاندان کے نوکر تھے۔ چنانچہ میں غلامی کی زندگی کیو
قبول کروں؟ میں بے صلاحیت تو نہیں ہوں۔ اگر کین خاندان کا وقار برقرار رہنے دیا جا
میں اپنی صلاحیتوں سے اس میں چار چاند لگا سکتا تھا۔ لیکن اَب میں اپنی صلاحیتوں کو ا
لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دی
سکول چھوڑ دیا اور اَب میری نشست فن لینڈ کے جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ ہونے لگی۔

میری عمر اَب سترہ سال تھی۔ لیکن واقعات اور کھلے ہوئے ماحول نے مجھے اپنی عمر سے
دس سال آگے کا تجربہ بخش دیا تھا۔ ابتداء معمولی قسم کے جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ کی تھی۔
لیکن خداداد پھرتی اور چالاکی سے بہت جلد اِن میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ وہ لوگ جو
سوچتے تھے، میں کر ڈالتا تھا۔ تجربات نے اُنہیں بزدلی بخشی تھی۔ ناتجربہ کاری نے مجھے نڈر بنا
دیا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک معقول حیثیت حاصل کر لی۔ میرا ذہن خاص لائنوں پر کام کر رہا
تھا۔ میری جدوجہد کی اطلاع، میرے بزرگوں کو بھی مل گئی۔ لہٰذا ایک دن مجھے اُن کی عدالت
میں طلب کر لیا گیا۔ والد صاحب بھی تھے، چچا جان بھی تھے، میری والدہ اور دوسرے لوگ
بھی۔ اور پھر دفتر باز پرس کھل گیا۔ میرے بارے میں اُن افواہوں کا تذکرہ کیا گیا جو اُن
تک پہنچی تھیں۔ مجھ سے سوال کیا گیا کہ ان میں کیا حقیقت ہے؟ لیکن میرا جواب بہت سخت
تھا......

''مجھے خوشی ہے کہ میرے بارے میں صرف وہ باتیں لوگوں کے سامنے آئی ہیں جنہیں
میں نے چھپانا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے جن باتوں کو چھپانے کی کوشش کی ہے، وہ آج
تک محفوظ ہیں۔'' تو قابل احترام بزرگو......! کیا آپ حضرات کو اس بات کا احساس ہے کہ
اَب ہماری عزت اور ہماری حیثیت کیا رہ گئی ہے؟'' میرے لہجے اور میرے سوال پر بے چینی
سے پہلو بدلے گئے تھے۔

''ہمارا دور خراب ہو گیا، ہمارے مالی حالات تباہ ہو گئے۔ لیکن بہرحال! لوگ آج بھی
ہمیں کین فیملی کے افراد کی حیثیت سے جانتے ہیں جو ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھی۔'' میرے چچا
جان نے کہا اور میں نے بڑے پیار سے اُن کی طرف دیکھا۔ پھر بڑے پیار ہی سے کہا۔

''میرے پیارے چچا جان! کیا لوگ کین فیملی کی تباہی کے اسباب نہیں جانتے ہوں
گے؟ کیا اُن کے ذہن میں یہ سوال نہیں اُبھرتا ہو گا کہ کین فیملی پر یہ وقت کیوں آ پڑا؟ رہی
میری بات تو آپ یقین کریں! ان لوگوں کو میرے بارے میں نہایت مختصر معلومات حاصل
ہوئی ہیں۔ اصل باتیں تو آج تک پوشیدہ ہیں اور مجھے یقین ہے، پوشیدہ ہی رہیں گی۔ کیونکہ
میں نہایت احتیاط سے جرائم کرتا ہوں۔ مجرمانہ زندگی اختیار کر کے میں اپنے طور پر وہ حیثیت
حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، جو میرے تصورات میں تھی۔ مجھے اپنے خاندان کے قصے
معلوم ہیں۔ مجھے علم ہے کہ ہماری زندگی کیسے بسر ہوتی تھی؟ میری زندگی اس سے مختلف
ہے۔ آخر کیوں؟ شاید آپ لوگوں کی وجہ سے۔ بہرحال! آپ کو خوشی ہونی چاہئے کہ میں

جدوجہد کر کے وہی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جو آپ گنوا چکے ہیں۔ حالانکہ میں آپ سے اس کا حساب طلب کر سکتا ہوں۔"

والد، چچا، ماں اور دوسرے اقارب کو میں نے خلوصِ دل سے اس لئے معاف کر دیا کہ میری اِن چبھتی ہوئی باتوں نے اُن کے ہونٹ سی دیئے تھے۔ شاید اُنہیں میری اِس گرفت کا شبہ بھی نہیں ہوگا۔ وہ تو بزرگوں کی حیثیت سے بیٹھے تھے اور مجھے سرزنش کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اچانک اُنہیں احساس ہوا تھا کہ وہ سب میرے مجرم ہیں۔ بلاشبہ کین فیملی کی باگ ڈور اَب میرے ہاتھ ہی آئی تھی۔ یوں سمجھا جائے کہ جو خوبصورت زندگی، میرے اہلِ خاندان گزار چکے تھے، وہ اَب میرا حصہ تھی اور ان لوگوں نے میرا حصہ غصب کر لیا تھا۔ شاید اُنہوں نے ذہن سے یہ بات فراموش کر دی تھی اور مجھے باز پرس کے لئے طلب کر لیا تھا۔ لیکن میرے الفاظ نے اُن کو ہلا دیا۔ کیا مجال جو کسی نے اس کے بعد ایک لفظ بھی کہا ہو۔

"کیا میں جاؤں؟" میں نے بڑی محبت سے پوچھا۔

جھکی ہوئی نگاہیں اور بند ہونٹوں نے کچھ نہ کہا۔ میں خاموشی سے اُن کے درمیان سے اُٹھ آیا۔ لیکن اَب میں نے کچھ اور باتیں سوچیں۔ جو مجرمانہ زندگی میں نے اختیار کی تھی، وہ کوئی نمایاں حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ تھوڑے سے مالی فائدے ضرور حاصل ہونے لگے تھے۔ لیکن یہ میرے شایانِ شان نہیں تھے۔ جو چھوٹے موٹے جرائم میں کرتا تھا، وہ میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ اس زندگی میں بھی کاملیت حاصل کروں۔ چنانچہ میں ان تمام طریقوں سے آشنا ہونے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ اس سلسلے میں لٹریچر بھی پڑھتا تھا اور جدید معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ پھر مجھے ایک ایسے ادارے کا پتہ چلا جو جرائم کی تربیت دیتا تھا۔ یہ ادارہ لندن میں تھا۔ چنانچہ میں نے لندن جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اجازت کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اُن لوگوں کے پاس اَب دُعاؤں کے الفاظ بھی باقی نہ رہے تھے۔ وہ اُنہیں بھی گنوا چکے تھے۔

چنانچہ میں ضروری تیاریوں کے ساتھ لندن چل پڑا۔ اپنا رازداں میں خود تھا۔ اور یہ اصول میری زندگی کا بہترین اصول رہا ہے۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اپنے معاملات، اپنی ذات تک محدود رکھوں اور بعض اُلجھنوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ اصول اچھا ہی ثابت ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ یوں خود اعتمادی بڑھتی ہے اور اس کے علاوہ کارکردگی کا حوصلہ بھی۔ کیونکہ یہ احساس رہتا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے، تنہا ہی کرنا ہے۔ غلط کیا تو نقصان ہوگا۔

ممکن ہے، آپ مجھ سے متفق نہ ہوں۔ لیکن ظاہر ہے، اپنے اپنے نظریات ہوتے ہیں۔

لندن کی تیز زندگی میں، میں نے چند شب و روز خاموشی سے گزارے، بالکل سکون سے اور اپنی جگہ محدود رہ کر سوچتے ہوئے۔ البتہ یہاں کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا تھا۔ لندن کے متعلق سارا لٹریچر میں نے فراہم کر لیا تھا اور یوں نقشوں کی مدد سے پورے لندن سے واقف ہو گیا تھا۔ میں نے یہاں کے ایک ایک گلی کوچے، ذرائع آمد و رفت اور علاقائی خصوصیت ذہن نشین کر لی تھی۔ اَب اس ادارے تک پہنچنا تھا، جس کے لئے میں نے یہ سفر کیا تھا۔ ظاہر ہے، یہ اِدارہ منظرِ عام پر نہیں تھا اور اُسے تلاش کرنا بھی آسان نہیں تھا۔ میں کسی احمقانہ کوشش کا قائل نہیں ہوں۔ ہمیشہ وہ قدم اُٹھاؤ، جس میں کامیابی کی سو فیصدی اُمید نہ سہی، اسّی فیصد ضرور ہو۔ چنانچہ ایک مخصوص وقت گزارنے کے بعد میں نے لندن کی سڑکوں پر آوارہ گردی شروع کر دی۔ مجھے ایک مخصوص شخصیت کی تلاش تھی۔

رات کی تاریکی اور لندن کی کہر آلود راتیں، جرائم کی پرورش کے لئے ماں کی آغوش کی مانند ہوتی ہیں۔ ایسی راتوں میں لندن پولیس کی مصروفیات خاصی اہم ہوتی ہیں۔ لیکن جرائم کرنے والے، پولیس کی کارکردگی پر ہمیشہ گہری نگاہ رکھتے ہیں اور اُن کی مصروفیات کو مدنظر رکھ کر ہی عمل کرتے ہیں۔ میں نے یہاں کے سارے ضروری کاغذات حاصل کر لئے تھے اور اپنی پوزیشن مستحکم کر لی تھی۔ اس لئے کئی بار پولیس نے مجھے چیک کیا لیکن میرے اُوپر کوئی شبہ نہیں کر سکی اور میں اپنے کام میں مصروف رہا۔ بس! راتوں کو مختلف سڑکوں، علاقوں میں آوارہ گردی ہوتی تھی اور دن بھر اپنے ہوٹل میں پڑا رہتا تھا۔

تقریباً ایک ماہ خاموشی سے گزر گیا۔ اگر کسی نے میرے اُوپر نگاہ بھی رکھی ہوگی تو مطمئن ہو گیا ہوگا۔ اُس نے سوچا ہوگا کہ یا تو میں کوئی خبطی انسان ہوں یا پھر کوئی کلاسیکل عاشق جو خاموش اور سنسان راتوں کا شیدائی ہے۔

پھر ایک دن وہ ہو گیا، جس کا میں خواہش مند تھا۔ پولیس گاڑیوں کے سائرن بج رہے تھے اور بریکوں کی تیز چرچراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر وہ تیز روشنیاں ایک موڑ کی دیوار پر پڑیں اور اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ سنائی دیا۔ کار، ڈرائیور کے قابو سے باہر ہو گئی تھی اور ایک دیوار سے ٹکرا گئی تھی۔ کار کا ہارن دبا رہ گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس وقت ایک لمحے کی تاخیر نہ صرف میرے لئے بلکہ اُس شخص کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی، جو اُس کار میں پھنسا رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں بلی

کی سی پھرتی سے لپکا اور کار کا دروازہ کھول دیا۔ پھر میں نے سیاہ سوٹ میں ملبوس اُس شخص کو باہر کھینچ لیا، جس کے دوسرے ہاتھ میں سیاہ رنگ ہی کا ایک بریف کیس دبا ہوا تھا۔ میں اُسے لئے ہوئے اُس گلی کی طرف لپکا جو میرے بائیں سمت تھی اور گلی میں گھستا چلا گیا۔ اُس شخص کو میں بری طرح سے گھسیٹ رہا تھا۔ پولیس کی گاڑیوں کے سائرن اَب گلی کے سامنے سنائی دے رہے تھے۔

یقیناً پولیس والے پہلے اس گاڑی کی تلاشی لیں گے اور پھر وہ گلی کی طرف دوڑیں گے۔ اس لئے کسی منزل کی تلاش ضروری ہے۔ میرے ساتھ دوڑنے والے شخص کے منہ سے ایک دو بار کراہ نکل گئی تھی جس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ زخمی ہے۔ پھر گلی میں مجھے ایک زینہ نظر آیا اور میں اُسے زینے کی طرف گھسیٹنے لگا۔

''اوہ...... اُدھر نہیں۔ ہم پھنس جائیں گے......'' اُس شخص کی بھاری آواز پہلی بار سنائی دی۔

''آجاؤ! پولیس، کار کے کھلے دروازے کو دیکھ کر اسی طرف آئے گی۔'' میں نے اُسے بدستور کھینچتے ہوئے کہا اور وہ تیزی سے میرے ساتھ سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ ایک بار...... دوسری بار...... اور پھر تیسری بار۔ تب قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کسی نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن دروازہ کھولنے والے کو ایک خوفناک گھونسے کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے لمحے میں نے یہ اندازہ لگائے بغیر کہ اُس کی کیفیت کیا ہے، اُس کی گردن پکڑ لی اور سر کے مخصوص حصے میں گھونسے کی ایک اور ضرب نے دروازہ کھولنے والے کے حواس چھین لئے۔

میں نے اپنے ساتھی کو اندر گھسیٹ کر دروازہ بند کر لیا۔ اور پھر میں نے اُس سے پوچھا۔ ''پستول ہے تمہارے پاس؟''

''نہیں۔'' اُس نے جواب دیا۔ اُس کے انداز میں کسی قدر ہچکچاہٹ تھی۔

''خیر، کوئی بات نہیں ہے۔ آؤ!'' میں نے کہا اور وہ تیزی سے میرے ساتھ اندر چل پڑا۔ صرف دو کمروں کا فلیٹ تھا۔ فلیٹ کا دوسرا حصہ شاید کسی اور کے پاس تھا اور اُس کا دروازہ بلڈنگ کی دوسری سمت تھا۔ دونوں کمرے خالی تھے۔ گویا یہاں اُس شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ یہ بات ہم لوگوں کے حق میں جاتی تھی۔ میرا ساتھی بھی میرے ساتھ تھا۔ ہم اندرونی کمرے میں پہنچ گئے۔

''تم زخمی ہو؟'' میں نے اُس سے پوچھا۔ نیم تاریکی کی وجہ سے میں اُس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکا تھا۔

''اوہ...... معمولی سی چوٹ لگ گئی ہے۔ کوئی سنجیدہ بات نہیں ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''تمہارا کیا خیال ہے...... کیا پولیس اس طرف کا رُخ کرے گی؟''

''گلی میں داخل ہوئی تو اس بات کا امکان ہے۔ کیونکہ زینہ کھلا ہوا ہے۔'' اُس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد میں نے پھرتی سے اپنا کوٹ اور جوتے اُتارے، پھر کمرے سے باہر آ گیا۔ سب سے پہلے میں نے دروازے کے قریب پڑے ہوئے شخص کو اُٹھایا اور کندھے پر لاد کر کچن میں داخل ہو گیا جو مناسب حد تک کشادہ تھا۔ بے ہوش شخص کو کچن میں ڈال کر میں نے کچن کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور پھر واپس اُس شخص کے پاس آ گیا۔ وہ ایک کرسی پر خاموش بیٹھا ہوا تھا اور بریف کیس اَب بھی اُس کے پاس بڑی احتیاط سے رکھا ہوا تھا۔

ہمارا اندازہ درست ہی نکلا۔ چند ہی منٹ کے بعد دروازے پر دستک ہوئی تھی اور ظاہر ہے، یہ پولیس والوں کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا؟ میں نے بال بکھرائے، آنکھیں زور زور سے ملیں اور شکل بگاڑ لی۔ میرا اجنبی ساتھی مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا تھا۔ ''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں...... میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ تاہم ہوشیار ضرور رہو۔'' میں نے کہا۔

دستک دو تین بار ہوئی تھی۔ اور میں نے دروازہ کھولا، پھر دیوار میں لگا سوئچ آن کر دیا اور زور سے چیخا۔ ''ارے کون ہے؟ کیوں دروازہ توڑے دے رہے ہو؟ آ گیا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ کھولا اور برا سا منہ بنا کر بولا۔ ''کون ہے...... کیا بات ہے؟''

''پولیس۔'' جواب ملا۔

''کیوں...... پولیس کیوں آئی ہے؟ قتل کیا ہے میں نے، چوری کی ہے، کیا بات ہے؟''

''معاف کیجئے گا مسٹر! ہم ایک شخص کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔'' ایک پولیس مین نے کہا۔

''کیا وہ میں ہوں؟'' میں جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''کیا پولیس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ سوتے ہوئے لوگوں کو جگا دے؟ نہ جانے کس طرح نیند آئی تھی۔ کیا تمہیں معلوم ہے، میں

بے خوابی کا مریض ہوں؟''

''ہم معذرت خواہ ہیں۔ لیکن آپ ہمارے فرائض کو ذہن میں لا کر ہمیں معاف کر دیں۔'' پولیس والے نے کہا اور پھر وہ پلٹ کر نیچے اُتر گئے۔ میں نے خاصی آواز سے دروازہ بند کرلیا تھا۔ اور پھر روشنی گل کر کے کمرے میں واپس آ گیا۔

''اَب اگر تم اجازت دو تو میں روشنی کر دُوں؟'' میں نے پوچھا۔

''چند منٹ صبر کرو۔ اُنہیں دُور چلے جانے دو۔'' اُس نے جواب دیا۔ لیکن اُس کی آواز میں کمزوری میں نے صاف محسوس کی تھی۔

''وہ اَب واپس نہیں آئیں گے۔ کیونکہ میں بے خوابی کا مریض ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں سن چکا ہوں۔ بلا شبہ تم ایک شاندار آدمی ہو۔'' میرے ساتھی نے جواب دیا اور میں نے اندازہ لگا کر کمرے کی تیز روشنی کا سوئچ آن کر دیا۔ روشنی ہونے کے بعد میری نگاہ پہلے جس چیز پر پڑی وہ پستول کی نال تھی اور پستول اُس کے ہاتھ میں تھا۔ میں اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ بریف کیس، اُس کی گود میں رکھا ہوا تھا۔ اُدھیڑ عمر کا شخص تھا۔ چہرے سے جرائم پیشہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ خاصا پر وقار چہرہ تھا اور فوری طور پر اُس کے بارے میں کوئی بری رائے قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔ پھر اُس کے ہونٹوں سے ایک انتہائی سرد آواز اُبھری۔

''تم نے میری جو مدد کی ہے، اس کا شکریہ۔ لیکن اَب تم اپنے بارے میں بتا دو۔ تم کون ہو؟ اور کہاں سے میرے تعاقب میں ہو؟''

میں نے پر سکون نگاہوں سے اُس کی شکل دیکھی۔ میں خود بھی ایک کرسی کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ ایک لمحے میں، میں نے فیصلہ کرلیا اور پھر میں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔

''تم نے کہا تھا، تمہارے پاس پستول نہیں ہے۔'' میں آہستہ سے بولا۔

''ہاں...... کہا تھا۔ لیکن اُس وقت صورت حال ایسی تھی کہ میں تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتا سکتا تھا۔ اور پھر میں پولیس کے مقابلے میں پستول استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے بعد اس سے چھٹکارا ممکن نہیں تھا۔ پھر پستول تمہارے ہاتھ میں دے کر میں خود کو بے بس نہیں کرنا چاہتا تھا۔''

''لیکن میں تو تمہارا مددگار تھا۔'' میں نے بدستور اُسی انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن میں ابھی تک تمہاری نیت سے واقف نہیں ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔ ''مجھے بتاؤ، تم کہاں سے میرا تعاقب کر رہے تھے؟ اور......'' لیکن میں نے اُس کا جملہ پورا نہ ہونے دیا۔ جس کرسی کے قریب میں کھڑا تھا، وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اُس پر جا پڑی اور اس کے بعد فوراً پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور وہ اپنی کرسی سے نیچے گر پڑا تھا۔ دوسرے لمحے اُس کا پستول میرے قبضے میں آ گیا اور میں اُس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔ اُس نے اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن کوشش کے باوجود اُس کی کراہیں نہ رُک سکیں۔ اُٹھنے کی کوشش میں ناکام ہو کر اُس نے تھوڑے فاصلے پر پڑے ہوئے بریف کیس کو دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور بریف کیس اُٹھا لیا۔ اور پھر اُس کے بالکل سامنے پہنچ کر میں نے پستول کا چیمبر کھول کر اُس کی گولیاں نکال لیں۔ پھر پستول، بریف کیس پر رکھ کر اُس کے سامنے کر دیا۔ اُس نے کسی قدر اُلجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھا تھا۔

''تم نے شاید دوسرا جھوٹ بھی بولا تھا کہ تم زخمی نہیں ہو۔ کیا میں تمہیں سہارا دُوں؟ مجھے بتاؤ! تمہارے جسم پر کہاں چوٹ ہے؟'' میں نے پوچھا۔

اُس نے ایک طویل سانس لی۔ پھر بولا۔ ''میرا خیال ہے، میرا بایاں ہاتھ، بازو کے پاس سے ٹوٹ گیا ہے۔''

میں آگے بڑھا اور اُسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ ''یہاں زیادہ دیر رُکنا مناسب نہیں ہے۔ حالانکہ پولیس یہیں قرب و جوار میں چکرا رہی ہو گی۔ لیکن کچن میں قید شخص، ہوش میں بھی آ سکتا ہے۔''

''یوں کرو، تم اسے وہیں باندھ کر ڈال دو اور اس کے منہ پر پٹی کس دو۔ ابھی یہاں سے نکلنا ٹھیک نہ ہو گا۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ ہمارے پاس سواری کا بندوبست بھی نہیں ہے۔'' اُس نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا اور پھر میں اُس کمرے سے نکل آیا۔ دوسرے کمرے میں سے میں نے ایسی چیزیں تلاش کیں جن سے اُس شخص کو باندھا اور اُس کا منہ بند کیا جا سکتا تھا۔ پھر نہ صرف میں نے یہ دونوں کام کر دیئے، بلکہ کچن میں کافی کا سامان موجود پا کر کافی کا پانی بھی رکھ دیا۔ اس کے بعد میں اسی دوسرے کمرے سے کچھ ضروری چیزیں لے کر واپس اُس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ آہٹ سن کر

اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کے قریب پہنچ کر میں نے اُس کا کوٹ اُتارا اور پھر اُس کے ٹوٹے ہوئے بازو کو دیکھا۔ اس وقت میں اس کے سوا کچھ اور نہیں کر سکتا تھا کہ اُس کے بازو کو کس کر اس طرح گردن میں ڈال دُوں کہ وہ نیچے نہ رہے۔ چنانچہ پہلے تو میں نے اُس پر خوب کپڑا لپیٹا۔ اور پھر ایک چادر پھاڑ کر اُس کی پٹی بنائی اور اس میں گرہ لگا کر بازو کو گردن میں ڈال دیا۔ پھر میں نے اُسے سہارا دے کر مسہری پر بٹھا دیا۔ اُس کی آنکھیں سپاٹ تھیں اور وہ میری حرکات کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے بریف کیس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اس بریف کیس میں تقریباً آٹھ لاکھ پونڈ کے نوٹ ہیں۔ اور بلا مبالغہ اتنی ہی مالیت کے ہیرے ہیں۔ یہ میں نے ایک بینک سے اُڑائے ہیں۔''

''خوب...... اچھی رقم ہے۔ لیکن میں اسے تمہاری امانت سمجھتا ہوں۔ ازراہِ شرافت نہیں، بلکہ تم سے میرا ایک عظیم مفاد وابستہ ہے۔''

''مفاد......؟'' اُس نے حیرانی سے میری طرف دیکھا۔

''ہاں......'' میں نے جواب دیا۔

''تو کیا تم مجھے جانتے ہو؟''

''نہیں۔''

''پھر تم مجھے اپنے لئے مفید کیوں سمجھتے ہو؟''

''میرا اندازہ ہے۔ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں، تمہاری منزل تک پہنچا سکتا ہوں۔ معاوضہ کچھ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پستول سے نکالی ہوئی گولیاں بھی واپس کر دُوں گا۔''

''برے آدمی ہو، تب بھی اچھے ہو۔ قدرتی بات ہے کہ اس وقت تم میرے اُوپر حاوی ہو۔ جو سلوک چاہو، کر سکتے ہو۔ لیکن اس کے باوجود تم شرافت سے کام لے رہے ہو۔ بہرحال! میں اگر تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں تو ضرور آؤں گا۔ بتاؤ! کیا چاہتے ہو؟ اور ہاں...... یہ بات بتاؤ! کہ کیا تم میرا تعاقب کر رہے تھے؟''

''بڑا احمقانہ سوال ہے۔ تمہارا تعاقب پولیس کر رہی تھی، میں نہیں۔ اور پھر ظاہر ہے، اگر میں تمہارے پیچھے ہوتا تو پولیس کی نگاہوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔''

''تو پھر بروقت مجھ تک کیسے پہنچ گئے؟''

''محض اتفاق ہے۔ میں اُس وقت تم سے زیادہ دُور نہیں تھا، جب تمہاری گاڑی حادثہ کا شکار ہوئی۔''

''اوہ...... ایسی صورت میں تمہاری وہ بات، بے اثر ہو جاتی ہے۔ یعنی مجھ سے مفاد کی بات۔''

''تمہیں کسی مناسب جگہ پہنچا دُوں، اس کے بعد اس بارے میں بھی بتا دُوں گا۔ اور ایک منٹ رُک جاؤ۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔'' میں اُس کے جواب کا انتظار کئے بغیر باہر آیا، اور پھر دو کپ کافی بنا کر لے گیا۔ ایک کپ میں نے اُس کے ہاتھ میں تھما دیا اور دوسرا خود لے کر اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہر لحاظ سے مناسب آدمی ہو۔ خاص طور سے تمہارے اعصاب بے حد مضبوط ہیں۔ لیکن مالک مکان کہاں ہے؟ کیا تم نے اُس کا مناسب بندوبست کر لیا ہے؟''

''نہایت مناسب......!'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک...... اپنا نام نہیں بتاؤ گے؟ ویسے میرا نام کلارک ہے۔ کلارک ہم۔''

''مجھے ڈن کے نام سے پکار سکتے ہو۔''

''مقامی نہیں معلوم ہوتے۔ تمہارا لہجہ بتا رہا ہے۔''

''فن لینڈ کا باشندہ ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''خوب...... میرا بھی یہی اندازہ تھا۔'' اُس نے کہا اور اس کے بعد کافی کے گھونٹ لینے لگا۔ بہت دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر اُس نے کافی ختم کر کے کپ رکھ دیا۔ بازو کی تکلیف، اُس کے چہرے سے عیاں تھی۔ لیکن وہ برداشت کر رہا تھا۔ اس کے بعد کافی دیر تک گفتگو نہیں ہوئی۔ پھر اُس نے کہا۔ ''یہاں، اس فلیٹ میں ٹیلی فون موجود نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر تم باہر نکل کر کوئی ٹیلی فون تلاش کر سکو تو میں تمہیں ایک نمبر دے دُوں۔ اس نمبر پر رِنگ کر کے تم کسی قریبی جگہ گاڑی منگوا سکتے ہو۔''

''نمبر دو......!'' میں نے کہا اور اس نے مجھے ایک نمبر دے دیا اور کہا۔

''کوئی لڑکی بولے گی۔ اُس کا نام ماریا ہے۔ اُس سے کہنا، کلارک پریشانی میں مبتلا ہے۔ گاڑی لے کر پہنچ جائے اور انتظار کرے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا اور کھڑا ہو گیا۔

''اور سنو! نہایت ہوشیاری سے جانا۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ یہ خیال ذہن میں نہ

لانا کہ اس طرح تمہیں بھیج کر میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں اور ناشکرا نہیں ہوں۔''

''ٹھیک ہے مسٹر کلارک! میں اعتبار کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ میں نہایت احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ٹیلی فون بوتھ زیادہ دُور نہیں تھا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ پولیس بھی زیادہ دُور نہیں ہوگی۔ اس لئے اس کی نگاہوں سے خود کو چھپانا بھی تھا۔ میں نہایت احتیاط کے ساتھ ٹیلی فون بوتھ پر پہنچا اور پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ذہن میں ایک بار خیال ضرور آیا تھا کہ کہیں کلارک نکل جانے کی کوشش نہ کرے۔ لیکن ابھی تو سارے کام صرف اُمید پر چل رہے تھے۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ میرے لئے کام کا آدمی ہی ثابت ہو۔ ممکن تھا کہ وہ بے مصرف شخص نکلے۔ اگر وہ بھاگ بھی جاتا تو کوئی بہت بڑا نقصان نہیں ہوسکتا تھا۔ دوسری طرف سے نمبر مل گیا۔ بولنے والی ماریا ہی تھی۔ میں نے اُسے مسٹر کلارک کا پیغام دیا۔ عورت کی آواز سے پریشانی جھلکنے لگی۔

''آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟''

''کلارک کا ایک دوست ہوں۔ لیکن براہِ کرم! آپ سوالات میں وقت ضائع نہ کریں اور بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ جائیں۔ آپ نہایت خاموشی سے وہاں ہمارا انتظار کریں گی۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر میں واپس چل پڑا۔ اور واپسی میں میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ چنانچہ میں نے ایک خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرلیا اور چاروں طرف دیکھنے کے بعد تباہ شدہ کار کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ پولیس کے سپاہی، کار کے پاس موجود نہیں ہیں۔ اگرچہ مشکل کام تھا، لیکن میں نے نہایت ہوشیاری اور مہارت سے کار کی نمبر پلیٹ اُتار لی اور پھر میں خیریت کے ساتھ واپس فلیٹ پر پہنچ گیا۔ فلیٹ میں داخل ہوکر میں تیر کی طرح کمرے میں پہنچا اور کلارک کو اُسی طرح موجود دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی تھی۔ کلارک نے تکلیف کی وجہ سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ میرے قدموں کی چاپ پر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

''کام ہوگیا......؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں!'' میں نے جواب دیا اور کلارک میرے ہاتھ کی طرف دیکھنے لگا۔

''یہ کیا ہے؟''

''اوہ......! میں نے سوچا کہ تمہاری کار کی نمبر پلیٹ اُتار لوں۔'' میں نے کہا اور نمبر

پلیٹ اُس کے سامنے کر دی۔ کلارک کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی اور پھر اُس نے ممنونیت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم بعد میں بے شک مجھ سے کوئی مطالبہ کرو، لیکن یقین کرو! تمہاری کارکردگی اور ہمدردی کا میں بے حد ممنون ہوں۔ کار کی نمبر پلیٹ جعلی تھی اور اِس کے ذریعے مجھ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ دراصل! یہ پروگرام پہلے سے طے شدہ تھا۔ یہ ایک غیر متوقع بات ہوگئی، جس کی وجہ سے مجھے یہ پریشانی اُٹھانی پڑی۔ مجھے بینک کی عمارت میں ہونے والی اُس میٹنگ کے بارے میں معلوم نہیں تھا جو تیسری منزل پر ہو رہی تھی۔ میں نے نہایت ہوشیاری سے کام کیا تھا۔ لیکن تھوڑی سی چوک ہوگئی۔'' وہ مسکرا دیا، پھر بولا۔ ''ماریا نے کتنی دیر میں پہنچنے کا وعدہ کیا ہے؟''

''میں نے اُسے جلد از جلد پہنچنے کی ہدایت کر دی ہے۔''

''پھر کیا خیال ہے، چلیں؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں......چلو! میں نے جواب دیا۔ اور پھر اُسے اُس کا کوٹ پہنایا۔ حلیہ درست کیا اور پھر اُسے سہارا دے کر نکال لایا۔ فلیٹ سے باہر نکلنے سے پہلے میں نے اُس سے پستول طلب کیا اور گولیاں اُس میں ڈال دیں۔ پھر پستول میں نے اُس کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن کلارک نے میرا شانہ تھپتھپایا اور مسکرا کر بولا۔

''اسے تم ہی استعمال کر سکتے ہو میرے دوست۔ براہِ کرم! اسے بھی سنبھال لو۔ میری حالت زیادہ بہتر نہیں ہے۔'' اُس نے بریف کیس میری طرف بڑھا دیا اور میں نے گہری سانس لے کر پستول اور بریف کیس اُس سے لے لیا۔ پھر انتہائی احتیاط سے ہم دونوں باہر نکل آئے۔ دُور پولیس والوں کے جوتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ظاہر ہے، اُنہیں یقین تھا کہ مجرم یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ممکن ہے، اُنہوں نے مزید پولیس طلب کر لی ہو تاکہ اس پورے علاقے کا محاصرہ کرلیا جائے۔ دن کی روشنی میں مجرم کی گرفتاری میں آسانی ہوگی۔

تقدیر اور تدبیر ہمیں، ہماری مطلوبہ جگہ لے آئی اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دُور سے ایک کار کی روشنیاں نظر آئیں۔ کار قریب پہنچی تو کلارک نے پُرمسرت آواز میں کہا۔ ''ماریا ہی ہے۔'' کار قریب پہنچ گئی اور جونہی وہ رُکی، میں نے دوڑ کر اُس کا عقبی دروازہ کھول دیا۔ کلارک جلدی سے اندر داخل ہوگیا تھا اور اُس کے ساتھ ہی میں بھی۔

''واپس چلو ماریا!'' کلارک نے کہا اور لڑکی نے یوٹرن لے کر کار پوری رفتار سے آگے بڑھا دی۔ وہ عقب نما آئینے کا رُخ بدل کر ہمیں دیکھ رہی تھی۔ اُس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

''تم ٹھیک تو ہو کلارک؟''

''ہاں ڈارلنگ...... ٹھیک ہوں۔ لیکن تم رفتار اور بڑھاؤ۔ پولیس یہاں موجود ہے۔ ممکن ہے، کار دیکھ لی گئی ہو اور وہ تعاقب کرنے کی کوشش کرے۔''

''اوہ......!'' لڑکی کے منہ سے نکلا اور اُس نے رفتار بڑھا دی۔ لڑکی بھی تربیت یافتہ معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے کار کو مختلف سڑکوں پر موڑنا شروع کر دیا تاکہ تعاقب کا اندازہ ہو سکے۔ پوری طرح اندازہ کرنے کے بعد بالآخر ایک سڑک پر اُس نے رفتار سست کر دی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چھوٹے سے ایک منزلہ بنگلے کے سامنے رُک گئی تھی۔ دو بار ہار دینے پر پھاٹک کھل گیا اور لڑکی کار اندر لے گئی۔ ''پھاٹک بند کر دو۔'' اُس نے شاید پھاٹک کھولنے والے سے کہا تھا۔ اور پھر پورچ میں کار روک کر وہ جلدی سے نیچے اُتر آئی۔ ''میرا خیال ہے، تم زخمی ہو کلارک!''

''ہاں...... تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ لیکن خطرناک زخمی نہیں۔'' کلارک نے جواب دیا اور میں نے اور لڑکی نے سہارا دے کر اُسے نیچے اُتارا۔ پھر ہم دونوں اُسے اندر لے گئے۔ لڑکی اُسے بیڈ رُوم تک لے گئی تھی۔ ساتھ ہی وہ کلارک کے بدن کو بھی ٹٹولتی جا رہی تھی۔ اس بات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اُس سے خاص دِلی اُنسیت رکھتی ہے۔

''چوٹ صرف ہاتھ میں ہے کلارک؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں...... شاید بازو ٹوٹ گیا ہے۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ...... تم فکر مت کرو ڈارلنگ! میں ابھی بینڈیج کرتی ہوں۔'' ماریا دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی اور کلارک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ماریا ایک عمدہ ڈاکٹر بھی ہے۔'' اُس نے مجھے بتایا اور میں نے احمقوں کی طرح گردن ہلا دی۔ ظاہر ہے، میں کیا بولتا؟ لڑکی نے بدحواسی میں میرا تعارف بھی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک بکس اُٹھائے اندر آ گئی۔ اس کے بعد اُس نے ایک الماری سے برانڈی نکالی اور اُس کا ایک بڑا پیگ بنا کر کلارک کو دیا۔

''تھینک یو ڈیئر!'' کلارک نے برانڈی، حلق میں اُنڈیل لی۔ لڑکی اس دوران اُس کا

بازو کھول رہی تھی۔ اور پھر اُس نے اُس کے بازو پر کئی لوشن لگائے۔ کلارک نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔ بہرحال! لڑکی نے بینڈیج کر دی اور پھر دو انجکشن بھی کلارک کو دیئے۔

''اگر تم ضرورت محسوس کر رہے ہو تو ابھی ڈاکٹر سے رابطہ قائم کریں؟'' ماریا نے پوچھا۔

''تم میرے دوست کے سامنے مجھے کمزور فطرت ثابت کرنا چاہتی ہو؟'' کلارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ...... نہیں۔ بس! میں پریشان ہوں۔'' لڑکی نے کہا۔

''تم نے میرے دوست کا تعارف بھی نہیں حاصل کیا۔''

''ہاں...... مجھے اس حماقت کا احساس ہے۔ لیکن میں بے قصور ہوں جناب۔ براہِ کرم! آپ خیال نہ کریں۔ میرا نام ماریا ہے۔ غالباً مجھے ٹیلی فون آپ نے ہی کیا تھا۔'' اُس نے مجھ سے کہا۔

''جی...... میں نے ہی کیا تھا۔''

''کلارک! میں نے تمہارے دوست کو پہلے نہیں دیکھا۔ ان کا تعارف کراؤ۔''

''نام اِن کا، ڈن ہے۔ فن لینڈ کے باشندے ہیں۔ بس! اس سے زیادہ میں نہیں بتا سکتا۔'' کلارک نے کہا۔

''اوہ...... لیکن کیوں؟ میرا خیال ہے، یہ تعارف نامکمل ہے۔ معاف کیجئے گا! آپ کیا پینا پسند کریں گے؟''

''شکریہ! اس وقت کچھ نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیوں؟''

''ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے کافی پی ہے۔ شراب کے لئے اوقات کا پابند ہوں۔''

''اوہ...... لیکن یہ تعارف اتنا نامکمل کیوں ہے کلارک؟ اور کیا میں نے غلط کہا؟ کیا میں انہیں پہلے بھی دیکھ چکی ہوں......؟ میرا خیال ہے نہیں۔''

''میں نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ اور اس سے زیادہ تعارف اِس لئے نہیں کرایا جا سکتا کہ میں خود نہیں جانتا۔''

''انوکھی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ ہی بتا دیں جناب! کیا آپ حال ہی میں فن لینڈ سے آئے ہیں؟'' اُس نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں......! یہاں تک تو درست ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کلارک سے آپ کی دوستی کتنی پرانی ہے؟''

''ایک گھنٹہ دس منٹ پرانی۔'' میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے جواب دیا اور لڑکی پریشانی سے ہم دونوں کی شکل دیکھنے لگی۔

''بس بھئی بس......! میں اپنی ماریا کو اس سے زیادہ پریشان نہیں کر سکتا۔ دراصل ماریا! آج میں نے پروگرام نمبر تیئس کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ صورتِ حال بگڑ گئی اور پولیس میرے پیچھے لگ گئی۔ ایک جگہ کار بے قابو ہو گئی اور میں پکڑا جاتا اگر یہ مدد نہ کرتے۔'' کلارک نے اُسے تفصیل سنا دی۔ اس نے میرے مفاد کے بارے میں بھی بتا دیا۔ ماریا تعجب سے سن رہی تھی۔ کلارک کے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ دیر تک خاموش رہی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

''مجھے تعجب ہے کلارک! مسٹر ڈن نے عجیب و غریب کردار کا ثبوت دیا ہے۔ میرے خیال میں یہ بہ آسانی تم پر قابو پا سکتے تھے۔ اور جو کچھ تمہارے بریف کیس میں موجود ہے، میرا خیال ہے وہ سارے مفادات سے زیادہ قیمتی ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں تجسّس نہیں ہے کہ آخر مسٹر ڈن تم سے کیا چاہتے ہیں؟''

''زبردست......لیکن میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے میں ان کے دل کا حال معلوم کر سکوں۔'' کلارک نے بے بسی سے کہا۔

''خاتون ماریا کا مکمل تعارف نہیں حاصل ہو سکا مسٹر کلارک......!'' میں نے کہا۔

''میری منگیتر، میری محبوبہ اور بہت جلد ہو جانے والی بیوی۔ اور اَب، جب آپ سے تعارف ہی اِن حالات میں ہوا ہے تو یہ بات چھپانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میری ہم پیشہ بھی۔ لیکن میرے شدید اصرار پر ماریا نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ میں اِسے کسی اُلجھن میں نہیں دیکھنا چاہتا۔''

''اوہ......! میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ شامل ہیں۔''

''شکریہ ڈن! لیکن کیا تم ہماری اُلجھن دُور نہیں کرو گے؟''

''میرا خیال ہے، حالات پرسکون ہیں۔ چنانچہ اَب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں ہمہ تن گوش ہو گئے۔

''مسٹر کلارک! میرا تعلق فن لینڈ کی ایک معزز فیملی سے ہے۔ میں اس کے بارے میں تفصیل نہیں بتاؤں گا۔ بہرحال! یوں سمجھیں کہ یہ فیملی اپنی اقدار کھو بیٹھی اور قلاش ہو گئی۔ میں

نے اپنے بزرگوں سے انتقام لینے کی غرض سے غلط راستے اپنائے اور کئی چھوٹے چھوٹے جرائم کیے۔ اس کے بعد میں نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ یہاں میں ایک خاص مقصد لے کر آیا ہوں۔ زیادہ دن نہیں گزرے، ایک ہوٹل میں قیام ہے۔ میں یہاں جرائم کی سائنٹفک تربیت لینا چاہتا ہوں۔ اور مجھے کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو میری رہنمائی کر سکے۔ راتوں کو میں ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلتا ہوں۔ بلاشبہ! جرائم کی تربیت لینے کے بعد میں بھی یہی سب کچھ کروں گا۔ لیکن اس طرح نہیں۔ میں اپنے فن میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے دولت، کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔''

کلارک، تعجب سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ماریا کی بھی یہی کیفیت تھی۔ پھر کلارک نے گہری سانس لی اور بولا۔ ''میں تمہیں ایک ناتجربہ کار شخص نہیں کہوں گا ڈن! کیونکہ جس انداز میں تم نے میرے اُوپر قابو پا لیا تھا اور پھر بقیہ کام تم نے جس مہارت سے کیے تھے، وہ تمہیں ایک ذہین ترین انسان ثابت کرتے ہیں۔ رہی دولت کی بات تو میرے خیال میں جرائم کی طرف راغب کوئی شخص اتنی بڑی دولت سے اس قدر بے نیازی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ مظاہرہ ثابت کرتا ہے کہ تمہارا تعلق کسی معمولی گھرانے سے نہیں ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ عمل کی دنیا میں تم ایک بلند انسان ثابت ہو گے۔''

''کیا تمہارے ذریعے میرا کام بن سکتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہم برے لوگ کسی کے بارے میں بہت اچھے انداز سے نہیں سوچتے ڈن! لیکن اگر تم یقین کر سکتے ہو تو کر لو۔ اگر تم میرے اُوپر یہ احسان نہ بھی کرتے اور کسی دوسرے ذریعے سے مجھ تک پہنچتے، تب بھی میں تمہاری پوری پوری مدد کرتا۔ میرا خیال ہے تمہاری پہلی ہی کوشش کامیاب رہی ہے۔ میں تمہیں ایک ایسے ادارے تک پہنچا سکتا ہوں، جو جرائم کی تربیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اُس کے تربیت دیتے ہوئے لوگوں نے دنیا بھر میں دھوم مچا رکھی ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے مالک اپنے خفیہ شعبوں کے لوگوں کو بھی اس ادارے میں داخل کرانے کے خواہش مند ہیں۔ ایسے کئی افراد یہاں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔''

میں خوش ہو گیا۔ یہی تو سوچا تھا میں نے۔ ماریا، بار بار میری شکل دیکھنے لگتی تھی۔

''تمہارے بازو کی تکلیف کی کیا کیفیت ہے کلارک؟'' اُس نے پوچھا۔

''تمہارے دیئے ہوئے انجکشنوں نے بہت سکون دیا ہے ماریا۔ شکریہ! لیکن میرا خیال ہے، اَب تم مسٹر ڈن کے آرام کا بندوبست کرو۔ اور مسٹر ڈن! اتنا تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں

گے کہ اَب آپ یہاں سے کہیں نہیں جا سکتے۔''

''میں نہیں سمجھا......'' میں نے تعجب سے کہا۔

''برے لوگ، اچھے دوست بھی بن جاتے ہیں۔ بہت مختصر وقت میں ہم ذہنی طور پر قریب آ گئے ہیں۔ کیوں ماریا؟ کیا ہماری موجودگی مین مسٹر ڈن کسی ہوٹل میں قیام کریں گے؟'' کلارک نے پوچھا۔

''ناممکن۔'' ماریا نے جواب دیا۔

''اوہ......مسٹر کلارک! یہ بہت زیادہ ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے، اتنی تکلیف آپ لوگوں کو دینا مناسب نہیں۔ ہوٹل میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اور پھر میرے پاس اچھی خاصی رقم بھی موجود ہے۔ اگر ختم ہو جائے گی تو کم از کم اپنے گزارے کے لئے رقم حاصل کر لینا میرے لئے زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا۔ تاہم اس پیشکش پر میں، آپ دونوں کا ممنون ہوں۔''

''تمہیں ہوٹل میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لیکن ہمیں، تمہارے ہوٹل میں رہنے سے تکلیف ہو گی۔ میری بات مان لو، ڈن! بس...... میں نے زندگی میں پہلی بار کسی کے لئے اپنے دل میں اتنا خلوص محسوس کیا ہے۔ بہر حال! مسٹر کلارک نے میری ایک نہ چلنے دی۔

☆......☆......☆

کلارک کا مکان بھی کافی خوبصورت تھا۔ لندن جیسے شہر میں وہ عمدہ زندگی گزار رہا تھا۔ کئی ملازم تھے۔ جن میں اُس کا پرسنل سیکرٹری بھی تھا۔ کلارک نے سب سے پہلے پرسنل سیکرٹری کو حکم دیا کہ ڈاکٹر کو طلب کیا جائے۔ اور پھر دوسرے ملازموں کو بلا کر میرے لئے ایک کمرہ درست کرنے کی ہدایت کر دی۔ کلارک کو میں نے اپنے قول میں مخلص پایا تھا۔ اس لئے اَب اُس کے ساتھ قیام میں زیادہ ردّ و قد مناسب نہیں تھی۔ میں نے اُس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کی۔ اور پھر سچی بات یہ تھی کہ میں بھی اس عمدہ سہارے کو غنیمت سمجھتا تھا۔ مالی مشکل کوئی نہیں تھی۔ لیکن کسی ایسے شخص کا ساتھ جو میرا ہم پیشہ بھی ہو، مجھے بہت پسند تھا۔ کم از کم اس عظیم شہر میں، میں اجنبیت اور تنہائی نہیں محسوس کرتا۔

''یہ مکان، تمہارے لئے اپنے مکان کی مانند ہے۔ بلاشبہ تم ماریا کے ساتھ رہ سکتے تھے۔ لیکن وہاں شاید تم کھل نہ پاتے۔ اور سنو! تمہیں یہاں اپنی دوستوں کو لانے کی اجازت ہے۔ کیونکہ عورت کے بغیر زندگی کا تصور زیادہ دلکش نہیں ہوتا۔''

''اوہ...... کلارک، میرے دوست! شاید تمہیں حیرانی ہو۔ شاید تمہیں یقین نہ آئے۔ عورت اس حیثیت سے میری زندگی میں کبھی نہیں آئی اور نہ ہی میں نے عورت کو اپنی ضرورت سمجھا۔''

''کیا واقعی......؟'' کلارک نے شدید حیرت کا مظاہرہ کیا۔

''جھوٹ میں شاذ ہی بولتا ہوں۔''

''لیکن کیوں...... آخر کیوں......؟'' کلارک نے بدستور متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''اس میں کسی حد تک نفسیاتی وجوہ بھی شامل ہیں۔''

''مثال کے طور پر......؟''

''مختصراً بتا چکا ہوں کہ میرا خاندان اپنی حیثیت کھو بیٹھا ہے۔ اس میں اس خاندان کے کچھ لوگوں کی عورت پرستی کو بھی دخل ہے اور اس خاندان کی تباہی کا براہِ راست شکار میں

ہوں۔"

"اوہ...... انوکھی بات ہے۔ لیکن معاف کرنا، اس میں عورت کا قصور نہیں ہے۔ عورت بذات خود یہ حیثیت نہیں رکھتی کہ کسی کو تباہ کر دے۔ ہاں! عقل کی شمولیت ہر معاملے میں ضروری ہے۔ بہر حال! اگر تم عورت سے دُور ہو تو بری بات بھی نہیں ہے۔ ہاں! ذہنی تھکن دُور کرنے میں یہ سب سے عمدہ معاون ہوتی ہے۔ اور اگر ذہن سے ہم آہنگ بھی ہو تو ایک اچھی ساتھی، مخلص اور چاہنے والی دوست بھی۔ اگر یہ ساری باتیں اس میں مل جائیں تو پھر اُسے بیوی بھی بنایا جا سکتا ہے۔" کلارک نے کہا۔

"میں تمہارے تجربات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے مجھے حیرت ضرور ہوئی ہے۔ بہر حال! اپنے بارے مین تمہیں چند باتیں اور بتاؤں گا۔ یہاں میں ایک نیک نام انسان کی حیثیت سے رہتا ہوں۔ لندن کی ایک بارونق شاہراہ پر میرا ایک جنرل سٹور ہے۔ میری مصنوعی حیثیت یہ ہے۔"

"اوہ...... عمدہ طریقہ کار ہے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

پھر ڈاکٹر آ گیا اور کلارک نے اُسے غسل خانے میں پھسل جانے کی کہانی سنائی۔ ہڈی واقعی ٹوٹ گئی تھی۔ ڈاکٹر نے پلاسٹر چڑھا دیا۔

کلارک کے بارے میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عمدہ انسان ہے۔ فراخ دل، فراخ ذہن اور دوست نواز انسان۔ اپنی فطرت سے میں اچھا انسان کبھی نہیں رہا۔ میرے سوچنے کا انداز ذرا سا مختلف ہے جس کا اظہار میری آئندہ زندگی کی داستان سے ہوگا۔ لیکن ابتدائی دور میں کم از کم اتنی انسانیت ضرور تھی کہ کسی بے غرض انسان سے متاثر ہو جاتا تھا۔ لیکن یہ ابتدائی دور کی بات ہے، جبکہ میرے ذہن کی اس انداز میں تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ کلارک نے کئی بار کہا کہ اگر میں چاہوں تو وہ میرے کام کے لئے چل سکتا ہے۔ لیکن میں نے اُسے جواب دیا کہ وہ پوری طرح صحت یاب ہو جائے، کام اس کے بعد ہو جائے گا۔ بہر حال! جرائم کی بنیادی باتیں اپنے تجربے کے مطابق مجھے کلارک نے بتائیں۔

فن لینڈ کے معمولی قسم کے جرائم پیشہ لوگوں میں، میں نے ایک ممتاز حیثیت ضرور حاصل کر لی تھی۔ لیکن کلارک اپنی محدود فیلڈ میں کافی ذہین انسان تھا۔ اور درحقیقت میں اُس سے بہت کچھ سیکھ رہا تھا۔ پھر وہ تندرست ہو گیا۔ جس دن اُس کے ہاتھ کا پلاسٹر کھلا اور اُس نے

اُسے ہلا جلا کر دیکھا اور اُسے ٹھیک پایا تو پہلی بات اُس نے جو کہی، وہ یہ تھی۔

"ہم کل چل رہے ہیں۔"

"کہاں مسٹر کلارک؟" میں نے پوچھا۔

"نزدیک کے ایک قصبے تک۔ وہاں میرا دوست گرین رہتا ہے جسے میں بلیک کہتا ہوں۔ کیونکہ وہ نیگرو ہے۔" کلارک نے جواب دیا۔

"اوہ...... کوئی کام ہے؟"

"ہاں...... بے حد ضروری۔"

"مجھے بھی چلنا ہوگا؟"

"یقیناً......" کلارک نے جواب دیا اور دوسرے دن ہم لندن کے نواحی قصبے کی طرف چل پڑے۔ ماریا، ڈرائیونگ کر رہی تھی اور کلارک کے صحت یاب ہو جانے پر بہت خوش تھی۔ راستے میں اُس نے انکشاف کیا کہ بہت جلد اُن کے کلب کا افتتاح ہو جائے گا۔"

"کلب؟" میں نے مداخلت کی۔

"ہاں مسٹر ڈن! کلب کا نام ماریا ہے۔ دراصل یہ ماریا کی دیرینہ خواہش تھی کہ وہ ایک کلب قائم کرے۔ اسّی فیصد کام مکمل ہو چکا تھا۔ باقی بیس فیصد کے لئے فنڈ کی کمی پڑ گئی تھی جو اِس وقت پوری ہو گئی۔" کلارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس طرح تمہارے اس احسان کی زد میں ماریا بھی آتی ہے۔"

"مسٹر ڈن نے تو میرے اُوپر سب سے بڑا احسان تمہاری زندگی بچا کر کیا ہے۔ مسٹر ڈن! دولت جمع کرنے کا شوق کسے نہیں ہوتا؟ میں بھی لندن کی ایک ممتاز شخصیت بننا چاہتی ہوں۔ لیکن کلارک نے میرے راستے بند کر دیئے۔ اس نے مجھے جدوجہد سے روک دیا۔ آپ جانتے ہیں کیوں؟"

"آپ بتائیں مس ماریا!" میں نے کہا۔

"صرف اس لئے کہ میں کسی اُلجھن میں نہ پھنس جاؤں۔ تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ صرف کلارک اپنی محنت میں کامل ہے؟ میرے اُوپر بھی تو اس کی ذمہ داری آتی ہے۔ میں کلارک کو جرائم کی زندگی میں نہیں رہنے دینا چاہتی۔ ہم ایک مناسب حیثیت حاصل کرنے کے بعد یہ زندگی چھوڑ دیں گے اور پھر ایک پُرسکون زندگی گزاریں گے جو خدشات سے پاک ہوگی۔"

"اوہ، ماریا...... تم ڈن کے سامنے یہ بات کہہ رہی ہو، جو اِس زندگی میں قدم رکھ رہا

ہے۔ جس نے ابھی اپنے کام کی ابتداء بھی نہیں کی ہے۔'' کلارک نے کہا۔

''کیوں...... اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہم نے بھی اپنے سنہرے مستقبل کا آغا
کام سے کیا ہے۔ اور میری دُعا ہے کہ نوجوان ڈن کو بھی زندگی کا ہمدرد اور محبت کر
ساتھی مل جائے اور وہ بھی انہیں یہی مشورہ دے کہ کوئی منزل پانے کے بعد سکون کی زن
اپنالیا جائے۔'' ماریا نے خلوص سے کہا۔

''کیوں بھئی ڈن! کیا خیال ہے؟''

''میرے ذہن میں تو ابھی ایسی کوئی خواہش نہیں اُبھرتی۔ ہاں! ماریا کے لہجے کے خ
کو ضرور محسوس کر رہا ہوں۔ یہ الفاظ یاد رہیں نہ رہیں لیکن یہ خلوص ضرور یاد رہے گا اور
میں اگر ایسی کوئی منزل سامنے آئی تو شاید اسی خلوص کے تصور سے یہ الفاظ بھی یاد آ ج
گے۔ اور بعض اوقات یادیں بھی منزل بن جاتی ہیں۔''

''خوب...... لیکن ڈن! تمہارے ذہن میں مستقبل کا کوئی پروگرام تو ضرور ہو
کلارک نے پوچھا۔

''یقیناً...... ہر تحریک کسی پروگرام کے تحت عمل میں آتی ہے۔''

''بتانا پسند کرو گے؟''

''بات زیادہ دانشمندانہ نہیں ہے۔ کیونکہ قبل از وقت ہے۔ بس! تھوڑا سا اندازہ لگا
لو کلارک! کہ میرا یہ رُخ ایک جھنجھلاہٹ اور ایک انتقامی جذبے کے تحت ہے۔ میں
نفسیاتی گرہیں تلاش نہیں کر سکا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے، میں جرائم کی زندگی میں بھی
مقام حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مقام کے حصول کی طلب شاید اُس جھنجھلاہٹ نے پیدا کی
جو میرے اہل خاندان کی بداعمالیوں کی وجہ سے پیدا ہوئی، اور وہ اچھی حیثیت مجھے نہ ملی
جو ورثے میں منتقل ہوتی آ رہی تھی۔ اور جرائم کی زندگی کا انتخاب، انتقام کا نتیجہ ہے۔
اگر صرف دولت کی ہوتی تو چھوٹے چھوٹے جرائم کر کے بھی اکٹھی کی جا سکتی تھی۔ لیکن
یہ نہیں چاہتا۔ بس! جرائم کی دنیا میں نام پیدا کرنا چاہتا ہوں۔''

''اور میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ مستقبل ایک خطرناک مجرم کا منتظر ہے۔'' کلارک
کہا۔ ماریا نہ جانے کیوں خاموش ہو گئی تھی۔

قصبہ زیادہ دُور نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سرسبز لہلہاتے کھیتوں کے درمیان پہنچ
جس کے دوسری جانب قصبے کی چھوٹی چھوٹی مخصوص طرز کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔

پیلے اور گہرے نیلے پتھروں سے رنگی ہوئی ایک عمارت کے سامنے ماریا نے کار روک
دی۔ عمارت کے رنگ نہایت بے ہودہ تھے۔ نہ جانے اس میں رہنے والا کون احمق تھا؟ ماریا
نے کار اس طرح پارک کی تھی جیسے یہاں خاصی دیر رُکنے کا پروگرام ہو۔ کلارک، مکان کے
دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اُس نے کال بیل پر اُنگلی رکھ دی۔ اندر گھنٹی بجنے کی آواز
سنائی دی اور چند ساعت کے بعد کسی نے دروازہ کھول دیا۔ ایک لمبا تڑنگا نیگرو تھا جو چست
پتلون پہنے ہوئے تھا۔ سر، شیشے کی طرح چمک رہا تھا اور اُوپری بدن پر کوئی لباس نہیں تھا۔
اُس پر بال ہی بال نظر آ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں یہ تصور ذہن میں اُبھرتا تھا جیسے سر کے
سارے بال اُتار کر بدن پر چپکا لئے گئے ہوں۔ اُس نے خونخوار نگاہوں سے کلارک کی
طرف دیکھا اور دوسرے لمحے اُس کا گھونسا، کلارک کی طرف بڑھا جسے کلارک نے نہایت
پھرتی سے کلائی پر روکا اور پھر جھکائی دے کر فوراً ہی نیگرو پر حملہ کر دیا۔ اُس کا گھونسا، نیگرو کی
گردن کے ایک حصے پر پڑا اور نیگرو دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''ہیلو مسٹر بلیک!'' کلارک مسخرے پن سے مسکرایا۔

''گرین۔'' وہ غرایا۔

''ہرگز نہیں۔ اگر تم خود پر بالکل لائٹ گرین پینٹ بھی کرا لو، تب بھی ڈارک گرین نظر آؤ
گے۔ تم چاہو تو میں اخلاقاً تمہیں ڈارک گرین کہہ سکتا ہوں۔'' کلارک نے کہا۔

''کمینے ہو۔ اندر آ جاؤ۔'' نیگرو برا سا منہ بنا کر بولا اور مُڑ گیا۔ پھر ایک دم پلٹا۔ ''مس
ماریا! آپ اِسے ابھی تک ٹھیک نہیں کر سکیں؟''

''تم کتنے دن سے کوشش کر رہے ہو؟'' ماریا ہنس پڑی۔

''جس روز ایک پڑ گیا، ناک آؤٹ ہو جائے گا۔'' نیگرو نے دانت پیستے ہوئے کہا اور
میں اس عجیب و غریب دوستی پر غور کرنے لگا۔ ہم چاروں ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔
نیگرو نے ہمیں بیٹھنے کے لئے کرسیاں پیش کی تھیں۔

''اور سناؤ...... کیسے ہو کالے؟'' کلارک نے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں...... اتنے دن بعد کیوں آئے، کہاں تھے؟''

''بستر پر۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ، کیوں......؟'' نیگرو چونک پڑا۔

''ایک ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ، کون سا...... کیسے؟'' نیگرو کے انداز میں اضطراب تھا۔

''وہی...... جس پر تمہارا گھونسا روکا تھا۔''

''اوہ تھینکس گاڈ...... اَب تو فٹ ہے؟''

''ہاں...... اَب ٹھیک ہے۔''

''مگر ٹوٹ کیسے گیا تھا؟''

''بس! ورزش کرتے ہوئے۔'' کلارک نے ہنس کر کہا اور نیگرو، ناک سے شوں کرنے لگا۔ پھر اُس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

''یہ کون ہے؟''

''ڈن...... تمہارا مہمان۔'' کلارک نے جواب دیا اور نیگرو اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ نے بڑے تپاک سے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ میں نے بھی اسی گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔ تب نے پوچھا۔

''کیا پیو گے تم لوگ؟ میں تمہیں آبی کیڑوں کا تازہ سوپ بھی پیش کرسکتا ہوں اور کی میٹھی شراب بھی۔''

''اُلٹی سیدھی چیزیں کھانے پینے کا شوق مسٹر بلیک کے پاس آ کر باآسانی پورا ہے۔ اس کے کچن میں تمہیں وہ کچھ نظر آئے گا، جس کا تصور بھی مشکل ہے۔'' کلارک اور گرین، آنکھیں بھینچ کر ہنسنے لگا۔ پھر وہ اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ تب کلارک کہنے لگا۔

''اخروٹ کی طرح اُوپر سے سخت اور اندر سے آلو کی طرح نرم۔ ایسے لوگوں کے خلو شک کفر ہے۔ زندگی میں کبھی دوستوں کی تلاش ہو ڈن! تو ایسے ہی لوگوں کو تلاش کرنا۔ ملائی بن کر ملیں، مخلص نہیں ہوتے۔ اُن میں پھسلن ہوتی ہے۔'' میں نے اُس کی بات اتفاق کیا تھا۔ گرین واپس آ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں دو پلیٹیں اور چند گ تھے۔ گلاس میں بھدے رنگ کا مشروب تھا اور پلیٹوں میں کوئی سرخ سرخ شے۔ اُس چمچے اور پلیٹیں ہمارے سامنے رکھ دیں۔

''یہ کیا ہے؟''

''خاموشی سے کھالو اور بتاؤ! کیسی ہے؟'' گرین غرایا۔

''ہوں......'' کلارک نے ابتداء کی۔ پھر اُس نے ماریا کو اور مجھے بھی اشارہ کیا۔ جل یہ شے مزیدار تھی اور میٹھی شراب کا بھی کوئی جواب نہیں تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چیز

کے انڈوں سے تیار کی گئی تھی۔ اس کے بعد کلارک، مطلب پر آ گیا۔

''گرین ڈارلنگ! میں تمہارے پاس ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔'' اُس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''مکاری کی تو یہ ساری پلیٹیں اور گلاس تمہارے سر پر توڑ دوں گا۔ کام بتاؤ!'' گرین بھڑک اُٹھا۔

''تو اے سیاہ رُو! میرا دوست ڈن، میرے لئے نہایت معزز ہے اور میں خود کو اس کے لئے آمادہ پاتا ہوں کہ اس کی خاطر ہر کام کیا جائے۔ اور اس کی اطلاع تجھے بھی دے رہا ہوں۔ چنانچہ مجھے یقین ہے کہ تیرے پاس سیکرٹ پیلس کا کوئی نہ کوئی فارم ضرور ہو گا۔''

''اوہ......! تو کیا مسٹر ڈن، سیکرٹ پیلس میں داخلے کے خواہش مند ہیں؟'' گرین سنجیدہ ہو گیا۔

''اور میں اسی لئے انہیں تمہارے پاس لایا ہوں۔''

''اِن کا تعلق کہاں سے ہے؟''

''فن لینڈ کی ایک معزز فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''مقصد؟''

''پیشہ......'' کلارک نے جواب دیا۔

''کسی ملک کے تحت، کیا حکومت فن لینڈ اِن کی کفالت کرے گی؟''

''نہیں...... حکومت برطانیہ۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟'' گرین چونک پڑا۔

''مطلب یہ کہ اپنی کفالت یہ خود کریں گے، اور اسی شہر میں رہ کر۔'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ......!'' گرین، گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ''اس ادارے کے کچھ قوانین ہیں مسٹر ڈن! جن کی پابندی بہرحال! کرنا ہوتی ہے۔ تین سال کا کورس ہوتا ہے۔ چھ مراحل ہوتے ہیں۔ تین سال کے بعد آپ کو آزادی مل سکتی ہے۔ اس سے قبل صرف موت ہی آپ کو اس ادارے سے علیحدہ کرسکتی ہے۔ اور ایسی کوئی کوشش بھی موت کے مترادف ہوتی ہے۔ ادارے کے لوگ ایسے شخص کو تلاش کر کے قتل کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے امتحانات بھی سخت ہوتے ہیں۔''

''میں اپنی طلب میں مخلص ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مکمل جواب ہے۔ میرا تعلق بھی اُس کے منتظمین ہی میں سے ہے۔ ہم سب کے لئے داخلے کا کوٹہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ میرے کوٹے کے آخری فرد ہوں گے۔ میں فارم لے آتا ہوں۔ براہِ کرم! آپ پچیس ہزار پونڈ کی رقم نکال لیں۔'' گرین اُٹھ گیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا تھا۔ ظاہر ہے، اتنی رقم تو میں لے کر بھی نہیں آیا تھا اور نہ ہی یہ میرے تصور میں تھا۔ لیکن ماریا نے اپنا بیگ کھول کر اُس میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور اُن میں سے پورے پچیس ہزار پونڈ گن دیئے۔

''اوہ...... مسٹر کلارک!'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''دوستوں میں قرض کی روایت پرانی ہے۔ اس لئے تم خاموش رہو گے۔'' کلارک نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ بہر حال! میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں کلارک کو یہ رقم واپس کر دوں گا۔ گرین، فارم لے آیا۔ اُس نے فارم بھرنے کے بعد مجھے پچیس ہزار پونڈ کی رسید دی تھی۔ گارنٹی خود اُس نے اور کلارک نے دی تھی۔ یوں میں اُس ادارے کا رُکن بن گیا۔ پھر کلارک اور ماریا نے مجھے مبارکباد دی۔

''مناسب وقت پر آپ کو سیکرٹ پیلس میں طلب کر لیا جائے گا مسٹر ڈن! اس دوران ضروری کارروائیاں ہوں گی۔'' گرین نے کہا۔

''چنانچہ اَب اجازت دو۔'' کلارک نے کہا اور گرین نے گردن ہلا دی۔ ہم تینوں اُن سے رُخصت ہو کر واپس چل پڑے۔ یہ کام جتنی آسانی سے ہو گیا تھا، مجھے اس کی اُمید نہیں تھی۔ تاہم میں خوش تھا۔ کلارک اور ماریا بھی اتنے ہی خوش نظر آ رہے تھے۔ میں نے کلارک کو پچیس ہزار پونڈ ادا کر دیئے تھے۔ تاہم میں نے وعدہ کر لیا تھا کہ مزید رقم کی ضرورت پڑی تو میں تکلف نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے سوچنا شروع کر دیا تھا، ممکن ہے سیکرٹ پیلس کی ضروریات توقع سے زیادہ ہوں۔ اس کے لئے دوسروں کا محتاج رہنا مناسب نہیں۔ تاش کا کھیل میں نے اپنے وطن میں سیکھا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ لندن میں شارپنگ کا معیار کیا ہے؟ لیکن اس وقت ابتدائی شریفانہ کام یہی تھا کہ جوئے میں کچھ رقم جیتنے کی کوشش کروں تاکہ پریشانی نہ ہو۔ اگر کامیاب نہ ہوا تو پھر کوئی دوسری کوشش کروں گا جو میں ابھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے ماریا اور کلارک کو اپنے پروگرام سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ لیکن جس دن یہ خیال

ذہن میں آیا، اُسی شام کسی مناسب کلب کو تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جتنی رقم موجود تھی، سب جیبوں میں ٹھونس لی اور رات کو کسینو میں چلا گیا۔ اچھا کھیل ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک جائزہ لیتا رہا اور پھر ایک میز پر ڈٹ گیا۔ کھیل شروع ہوا اور میں نے تین ہاتھ ڈھیلے چھوڑے۔ چوتھے ہاتھ میں جتنا ہارا تھا، اُسے دُگنا کر کے کھینچ لیا۔ پھر دو ہاتھ چھوڑے۔ میرے مقابل شریف لوگ تھے۔ نہ تو شک کر سکے اور نہ خود کو بچا سکے۔ فن لینڈ کا فن کام آ گیا تھا۔ خاصی بڑی رقم جیت لی۔ جسے جیبوں میں رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ لیکن جب کوپن کیش کرائے تو مبارکباد کے ساتھ مجھے ایک خوبصورت بیگ بھی پیش کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اصول کے مطابق پندرہ فیصد کمیشن بھی جیتی ہوئی رقم سے کاٹ لیا گیا تھا۔ وہ بھی خاصی معقول رقم بنی تھی۔ اتنی جتنی میں یہاں لے کر بھی نہیں داخل ہوا تھا۔

بیگ لے کر میں خوشی خوشی باہر چل پڑا۔ باہر آ کر ٹیکسی روکی اور اُسے کلارک کے گھر کا پتہ بتا دیا۔ موڈ بے حد خوشگوار تھا۔ لیکن اس وقت خراب ہو گیا جب ڈرائیور نے ایک سنسان سڑک پر اُسے روک لیا اور تین آدمی ٹیکسی کے دونوں طرف آ کر کھڑے ہو گئے۔ پستول کی نال میری پیشانی سے آ لگی تھی......

''براہِ کرم! نیچے تشریف لے آئیے۔ بیگ، ٹیکسی میں ہی رہنے دیں۔ نوازش ہو گی۔ ہاں، ہاں...... کوئی حرکت نہ کریں۔ خواہ مخواہ زحمت ہو گی۔'' تیز نگاہ شخص نے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا تھا۔ ظاہر ہے، وہ بھی اُنہی کا گرگا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ ذہن، برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ مجھے پستول سے کور کرنے والے کا ہاتھ کلائی تک اندر تھا۔ میں نے دروازہ کھولنے والے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انداز نیچے اُترنے کا سا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے شیشہ گھمانے والے ہینڈل کو پکڑا اور اُسے پوری قوت سے گھما دیا۔ شیشہ اتنی برق رفتاری سے چڑھا تھا کہ پستول والا سوچ بھی نہیں سکا۔ میں نے پیچھے ہو کر خود کو پستول کی زد سے بچا لیا تھا۔ اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ لیکن پستول اَب میرے ہاتھ میں تھا۔ اور پھر میں نے پوری قوت سے دروازے کو دھکا دیا اور باہر نکل آیا۔ میں نے اندھا دُھند اُن تینوں پر فائرنگ کر دی۔ پستول میں سائلنسر لگا ہوا تھا۔ ذز، ذز کی آوازیں پیدا ہوئیں اور میں نے اُن میں سے ایک کو اُچھل کر گرتے ہوئے دیکھا۔ ڈرائیور اور دوسرا آدمی اُچھل کر بھاگے تھے۔ میں نے دو فائر اُن پر بھی جھونک دیئے۔ لیکن وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس شخص کے گولی لگی تھی، وہ اوندھا پڑا ہوا تھا۔

میں ۔ نے پاؤں سے اُسے سیدھا کیا۔ اُس کے سینے سے خون اُبل رہا تھا۔ بری حالت اُس شخص کی تھی جو ابھی تک کار کے شیشے میں پھنسا ہوا تھا۔ اُس کی پوزیشن ایسی تھی کہ مُڑ کر دوسرا ہاتھ بھی نہیں استعمال کر سکتا تھا۔

میں نے اُس کے کوٹ کا، کالر پکڑ کر اُسے سیدھا کیا اور اُس نے تکلیف سے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ ''پلیز ..... میرے کوٹ کی جیب سے سے وائٹ کارڈ نکال لو۔ میں سیکرٹ پیلس کا آدمی ہوں۔''

''کیا بکواس ہے.....؟'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''گریچر پلیز! کھڑے ہو جاؤ۔ میں سخت تکلیف میں ہوں۔'' اُس نے کراہتے ہوئے کہا اور وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا جس کے سینے سے خون اُبل رہا تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اُسے دیکھا۔ اُس کے انداز سے کسی تکلیف کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ حالانکہ اُس کے سینے سے خون ابھی تک بہہ رہا تھا۔

''مسٹر ڈن! براہِ کرم! اجازت دیں۔ میں فرائنڈ کو نکال دُوں۔'' اُس نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا ہوں۔'' میں نے کہا۔ لیکن میں پوری طرح اُن سے ہوشیار تھا۔

''مسٹر ڈن! صرف اتنا جان لیں کہ ہم سیکرٹ پیلس کے نمائندے ہیں، جس کے آپ سٹوڈنٹ بن گئے ہیں۔ یہ آپ کا امتحان تھا۔ براہِ کرم! چند ساعت کسی کارروائی سے پرہیز کریں۔'' اُس نے آگے بڑھ کر کار کا شیشہ کھول دیا اور دوسرا آدمی نیچے گر پڑا۔

''شاید میری کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اور پھر وہ دونوں بھی واپس آ گئے جو بھاگ گئے تھے۔ میں نے اَب ایسی پوزیشن لے لی تھی کہ سب کو کور رکھوں۔

''اوہ..... مسٹر ڈن! پستول خالی ہے۔ اور میرے سینے سے بہنے والا خون مصنوعی ہے۔ ورنہ آپ خود دیکھ لیں۔ حوالے کے لئے مسٹر گرین کا نام کافی ہونا چاہئے۔ اَب آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ دیکھئے نا! ہم آپ کا نام بھی جانتے ہیں۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ہم آپ کے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ براہِ کرم! تھوڑا سا رِسک لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ درحقیقت تھوڑا سا رِسک لے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے گہری سانس لی اور پستول اُن کی طرف اُچھال دیا جسے اُن میں سے ایک

نے لپک لیا تھا۔

''کیا آپ ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے مسٹر ڈن؟'' ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

''کہاں.....؟'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''ونر! تم مسٹر ڈن کو ان کے مکان پر چھوڑ آؤ۔ میں شدت سے تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ ہم اپنی کار میں چلیں گے۔ مسٹر ڈن سے کل بھی ملاقات ہو سکتی ہے۔''

''او کے.....!'' ٹیکسی ڈرائیور نے کہا اور میں اطمینان سے دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ خطرہ مول لے ہی لیا تھا۔ اَب کسے پرواہ ہوتی؟ ونر نے ٹیکسی دوبارہ سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اَب وہ خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

''تمہارا نام ونر ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں جناب!''

''مگر ونر ڈیئر! بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''بات کچھ بھی نہیں تھی مسٹر ڈن! آپ نے ادارے میں شمولیت کا فارم بھرا تھا۔ ادارے کے اصول کے تحت ایک انسٹرکٹر اپنے تین ماتحتوں کے ساتھ طالب علم کی صلاحیتوں کا جائزہ لیتا ہے۔ یہ ان میں سے ایک تھا۔ ہم اس وقت سے آپ کے تعاقب میں تھے جب آپ گھر سے نکلے تھے۔ ہمیں علم ہے کہ آپ نے ایک بڑی رقم جیتی ہے۔''

''اوہ..... تو یہ امتحان تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''جی.....!'' ونر نے جواب دیا۔

''تو اُس شریف انسان کی تو کلائی ٹوٹ گئی۔''

''کسی انسٹرکٹر کے ساتھ یہ پہلا واقعہ ہے۔ لیکن ایسی حیرت انگیز اور فوری مزاحمت اس سے قبل نہیں کی گئی۔ ہمارے ہاں کچھ اصول ہوتے ہیں۔ آپ نے پہل کر کے سچویشن پر کنٹرول حاصل کر لیا تھا اس کے بعد کام ختم ہو گیا تھا۔ اگر آپ باہر نکلتے تو ہم آپ کو مارتے اور پھر آپ کی مزاحمت کا جائزہ لیتے۔ لیکن پہلا اصول یہی تھا کہ سٹوڈنٹ کو سچویشن پر قابو نہ پانے دیا جائے۔''

''اوہ.....!'' میں نے گہری سانس لی۔ پھر ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے کلارک کے مکان پر چھوڑ دیا۔ کلارک موجود نہیں تھا۔ شاید اپنی محبوبہ کے ساتھ کہیں رنگ رلیاں منانے چلا گیا تھا۔ بہرحال! یہ گھر اَب میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ لباس تبدیل کر کے آرام کرنے لیٹ

گیا۔ رقم کا بیگ میرے پاس موجود تھا۔

دوسری صبح نہ جانے کیوں دیر سے آنکھ کھلی۔ بہرحال! خوب دن چڑھ آیا تھا۔ مجھے جاگتا محسوس کر کے ایک ملازم اندر داخل ہو گیا۔ سلام کرنے کے بعد اُس نے بتایا کہ ناشتے کی میز پر میرا انتظار ہو رہا ہے۔ مسٹر کلارک نے کہا تھا کہ جونہی آپ جاگیں، آپ کو پیغام دے دیا جائے۔

''اوہ...... تم نے مجھے جگا کیوں نہیں لیا؟'' میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''اس کے لئے منع کر دیا گیا تھا جناب!'' ملازم نے جواب دیا اور میں باتھ رُوم کی طرف مُڑ گیا۔ تیاری میں، میں نے چند منٹ سے زیادہ کا وقفہ نہیں لیا تھا۔ اور پھر میں ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں کلارک کے ساتھ ماریا اور گنجا، گرین بھی موجود تھا۔

''ہیلو مسٹر گرین! آپ اتنی جلد...... خوشی ہوئی۔'' میں نے اُس سے مصافحہ کیا۔ پھر کلارک اور ماریا سے ہاتھ ملایا اور پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ کلارک بہت خوش ہے۔ ماریا اور گرین بھی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

''رات کو حالانکہ تم، ہم سے پہلے واپس آ گئے تھے۔ میں اور ماریا تقریباً پونے تین بجے واپس آئے تو تمہیں گہری نیند سوتے پایا تھا۔ پھر آج خلافِ معمول جاگنے میں اتنی دیر کیسے ہو گئی؟''

''بس! نہ جانے کیوں؟ حالانکہ رات کو آرام سے سویا۔ بہرحال! معذرت خواہ ہوں۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو! ناشتہ شروع کرو۔ ویسے میرا ہاضمہ خراب ہے۔ اس لئے اپنی خوشی کو دبا نہیں سکتا۔ کیا فائدہ کہ آدمی دل میں کوئی بات رکھ کر ناشتہ کرے۔ چنانچہ کالے! مجھے اجازت دو۔'' کلارک نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے۔ لیکن صرف تم بولو گے۔ ناشتے سے پہلے مجھ سے کوئی سوال مت کرنا۔'' گرین نے ناشتے پر ٹوٹتے ہوئے کہا اور ماریا ہنسنے لگی۔ میں نے بھی ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے تھے۔

''کوئی خاص بات ہے کلارک؟'' میں نے پوچھا۔

''خاص بات ہی نہیں ہے۔ سیکرٹ پیلس کے ایک اہم رُکن کا ہاتھ توڑ آئے ہو اور کوئی خاص بات ہی نہیں ہے؟'' کلارک نے جواب دیا۔

''اوہ......! تو اُن لوگوں نے ٹھیک ہی کہا تھا۔'' میں نے سکون سے کہا۔

''ہاں......!'' گرین کی پھٹی پھٹی آواز منہ سے نکل پڑی۔ ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کسی نے اچانک اُس کا پیٹ دبا دیا ہو اور آواز نکل پڑی ہو۔

''مسٹر بلیک ہی اطلاع لے کر آئے ہیں۔'' کلارک نے بھی ناشتہ شروع کر دیا۔ اور پھر ناشتے کے بعد کافی پیتے ہوئے اس موضوع پر باقاعدہ گفتگو ہونے لگی۔ اَب گرین نے بھی اس گفتگو میں پوری پوری دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ یوں لگا، جیسے اَب تک وہ موجود ہی نہ ہو۔ اُس نے کھڑے ہو کر بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا تھا اور پھر سفید سفید دانت نکالتے ہوئے بولا۔

''ادارے کے ریکارڈ میں ایک اضافہ ہوا ہے۔ انسٹرکٹر بہت سے مراحل سے گزرتا ہے، تب اُسے یہ پوسٹ دی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے فریڈ، معمولی آدمی نہیں تھا۔ یوں سمجھو! یہ ہزار آنکھوں کے مالک کہلاتے ہیں۔ لیکن...... ارے! تم نے تو کمال ہی کر دیا۔ یہ آئیڈیا پہلے سے تمہارے ذہن میں تھا یا فوری طور پر عمل ہوا تھا؟''

''ہاتھ کے سلسلے میں؟''

''ہاں......!''

''نہیں...... پہلے سے کوئی خیال نہیں تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''غیر معمولی...... اور اس کا صلہ بھی غیر معمولی ہی ہے۔ خود فریڈ نے تمہارے بارے میں جو رپورٹ لکھوائی ہے، وہ بہت شاندار ہے اور یہ فریڈ کی خوبی ہے۔ درحقیقت انصاف کا یہی تقاضہ ہے۔ بات یوں ہے مسٹر ڈن! کہ ادارہ اپنے سٹوڈنٹ کو مکمل طور پر داخلہ دینے سے قبل اُس کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے امتحان لیتا ہے۔ پھر اُس کے لئے گریڈ مقرر کرتا ہے۔ اس امتحان کے دو مرحلے ہوتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں کامیابی پر سفید کارڈ ملتا ہے اور دوسرے مرحلے میں گرین کارڈ۔ ہوتا یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں اگر سٹوڈنٹ کسی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کرتا تو اُسے سیکرٹ برانچ میں بھیجا جاتا ہے۔ وہاں اُسے تربیت دی جاتی ہے اُس وقت تک اُسے اس امتحان سے روشناس نہیں کرایا جاتا۔ اس سلسلے میں بھی سائنٹفک انداز میں کام کیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ انسٹرکٹر کسی ایسے شخص کے انداز میں ملتا ہے جو خواہ مخواہ دشمنی مول لینے والوں میں سے ہو۔ وہ ایک طرح کی دشمنی کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ اور پھر بار بار دشمن کے رُوپ میں ملتا ہے۔ اس وقت تک جب تک اُسے کوئی نمایاں کام نہ دکھایا جائے۔ اسی طرح دوسرے مرحلے کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن جانتے ہو، فریڈ نے تمہارے لئے

وائٹ اور گرین کارڈ دونوں بیک وقت دینے کی سفارش کی ہے۔ اُس نے دوسرے لوگوں کو چیلنج کر دیا ہے کہ اگر کسی کو اُس کی سفارش پر اعتراض ہو تو وہ اپنی کوشش بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی نے یہ چیلنج منظور کر لیا تو پھر تمہیں جو مقابلہ کرنا پڑے گا، وہ سیکرٹ پیلس میں ہو گا۔ اور تم اس سے واقف ہو۔''

''ونڈرفل...... بے حد شاندار...... ذرا پوری کہانی تو سناؤ بلیک!'' کلارک نے کہا۔

''بکواس بند کرو......'' گرین دھاڑا۔

''ڈیئر گرین! پلیز......'' کلارک نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

''ہاں...... اَب ٹھیک ہے۔ داستان مختصر ہے۔ فریڈ نے بتایا کہ وہ چاروں بوکھلا گئے تھے۔ اگر اتفاق سے مسٹر ڈن کے پاس اپنا پستول ہوتا تو اُن چاروں کی زندگی گئی تھی۔ کیا تم اُنہیں قتل کر دیتے ڈن؟''

''ضروری نہیں تھا۔ میں اُنہیں ڈاکو قسم کا انسان سمجھا تھا۔ قتل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اگر مزاحمت سخت ہو تو قتل کا امکان بڑھ جاتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہرحال! تمہیں براہِ راست سیکرٹ پیلس جانا ہے۔''

''مجھے خوشی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تمہارے دونوں کارڈ ہیں۔ یوں سمجھو! تم نے ایک لمبی چھلانگ لگائی ہے اور وقت کا طویل فاصلہ طے کر لیا ہے۔'' گرین نے کہا اور پھر اُس نے دو کارڈ نکال کر میرے حوالے کر دیئے۔

میں نے شکریہ ادا کر کے کارڈ لے لئے تھے۔ پھر گرین نے مجھے سیکرٹ پیلس کے خصوصی آداب بتائے۔ اَب دوسرے دن سے میں اپنی تربیت گاہ میں جا سکتا تھا۔ میں نے سارے آداب ذہن نشین کر لئے تھے۔ پھر گرین کے جانے کے بعد میں نے بریف کیس، کلارک کے سامنے رکھ دیا اور کلارک اُسے دیکھ کر چونک پڑا۔

''یہ تو...... یہ تو...... اوہ! تو کیا تم نے رات جوا کھیلا تھا؟''

''ہاں...... اور میرا خیال ہے کلارک ڈیئر! تم اس پر اعتراض نہیں کرو گے۔ میں تمہارے زیرِ کفالت ہوں اور میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو کسی طور خطرناک اور قبل از وقت ہو۔ ظاہر ہے، جس ادارے کی داخلہ فیس اتنی زبردست ہو، اُس کے اخراجات کتنے وسیع ہوں گے؟''

''ماریا! بیگ رکھ لو۔ جانتی ہو یہ بیگ کتنی رقم پر ملتا ہے؟'' کلارک نے کہا۔

''جانتی ہوں۔'' ماریا نے جواب دیا اور پھر بولی۔ ''ڈن! کیا تم شارپنگ کر لیتے ہو؟''

''ہاں...... اس حد تک کہ اپنا کام چلا سکوں۔''

''افسوس...... تم سے دیر سے ملاقات ہوئی، اس وقت جب میں یہ کام چھوڑ چکی ہوں۔ ورنہ شارپنگ سیکھنے کا مجھے بہت شوق تھا۔ بہرحال! پھر بھی تفریحاً تم سے شارپنگ ضرور سیکھوں گی۔''

''ضرور مس ماریا!'' میں نے جواب دیا۔ کلارک اور ماریا میرے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ اور پھر اُنہوں نے اپنے طور پر کچھ تیاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سیکرٹ پیلس لے جانے کے لئے گرین، بذاتِ خود میرے پاس آیا تھا اور اس وقت کلارک نے نئی اسپورٹس کار کی چابی میرے حوالے کی تھی جو اُس نے میرے استعمال کے لئے خریدی تھی۔ بلاشبہ! یہ شخص بے حد مخلص تھا اور آخر تک مخلص رہا۔

سیکرٹ پیلس کی تفصیلات طویل ہیں۔ وہ ایک ایسی عمارت میں قائم تھا جو شاید پہلی جنگ عظیم میں کسی خاص مقصد کے لئے تیار ہوئی تھی۔ اور اَب عوامی استعمال میں تھی۔ پرانے طرز کی وسیع و عریض عمارت اپنے اندر ہزاروں راز ہائے سربستہ رکھتی تھی۔ اس میں قدم رکھتے ہی ایک عجیب سی پراسرار کیفیت کا احساس ہوتا تھا۔ ایک کمرے میں پہنچ کر مجھے نقاب دے دیا گیا اور پھر عمارت کے خاص لوگوں کے سامنے مجھے پیش کر دیا گیا۔ نقاب دیتے وقت گرین نے مجھے بتایا تھا کہ یہاں ہمیشہ سیاہ نقاب استعمال کیا جاتا ہے۔ لوگ عموماً ایک دوسرے کی صورت سے ناآشنا تھے۔ یہاں وہ اُن کے لباس کے نمبر سے اُنہیں پہچان سکتے تھے۔ خاص لوگوں کے تاریک کمرے میں مجھے پیش کر دیا گیا جہاں گرین میرے ساتھ نہیں تھا۔

''مسٹر ڈن کین......!'' ایک شخص کی بھاری آواز اُبھری اور میں نے دانت بھینچ لئے۔ لندن میں پہلی بار مجھے پورے نام سے پکارا گیا تھا۔ یہ ادارے کی کارکردگی کا پہلا ثبوت تھا۔

''آپ اپنے بچپن سے آج تک کی تفصیلات ہم سے پوچھ سکتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ آپ کا تعلق کین فیملی سے ہے۔ آپ کے والد اور چچا نے اس خاندان کی وقعت کھو دی اور قلاش ہو گئے۔ آپ نے ایک مخصوص وقت تک تعلیم حاصل کی اور پھر جرائم کی زندگی اپنا لی۔ لندن آئے ہوئے آپ کو بہت مختصر وقت گزرا ہے۔ براہِ کرم! ان معلومات میں جہاں جھول ہو،

آپ ہمیں آگاہ کریں۔'' بولنے والا خاموش ہوگیا۔

میرے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ جہاں میں اُن لوگوں کی شاندار معلومات پر متحیر تھا جو اتنے مختصر وقفے میں مہیا کر لی گئی تھیں، وہاں میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ یہ بہتر نہیں ہوا۔ میں خود کو ایک مخصوص وقت تک پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

''مسٹر ڈن......! براہِ کرم! جواب دیں۔''

''معلومات درست ہیں۔ لیکن میرے لئے یہ بات ناپسندیدہ ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے بارے میں کسی کو معلوم ہو۔''

''اِس ادارے کی نازک حیثیت کا آپ کو احساس ہوگا۔ ہم، لوگوں کے بارے میں پوری معلومات ریکارڈ رکھتے ہیں اور اس طرح اس ادارے کے راز آپ کے سینے میں اس کی امانت رہیں گے۔ اس طرح اِدارہ آپ کی زندگی کے کسی حصے میں آپ کے کسی راز کو افشا نہیں کرے گا۔ یہ ہمارا اصول ہے۔ آپ کی اصل حیثیت سے صرف پانچ افراد واقف ہوں گے۔ چھٹا زندگی بھر نہیں۔'' جواب ملا۔

''تب ٹھیک ہے۔'' میں نے سکون کی سانس لی۔

''ہم کوشش کرتے ہیں مسٹر ڈن! کہ ہمارے سٹوڈنٹ، ہم سے محبت کریں اور ہمارے بارے میں کوئی غلط نظریہ قائم نہ کریں۔ ہم ان سے اسی جذبے کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اِس ادارے کے راز، آپ کے ساتھ قبر میں جانے چاہئیں۔ اس عمارت کے باہر جانے کے بعد اس کی حفاظت کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں، ایسا ہی ہوگا۔''

''دوسری صورت میں اِدارہ آپ کا دشمن بن جائے گا۔ اِس بات کو مدنظر رکھیں۔''

''ادارے کو مجھ سے شکایت نہیں ہوگی۔'' میں نے جواب دیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ادارے کو کبھی مجھ سے شکایت نہ ہوئی۔ زندگی بڑی باغ و بہار تھی۔ سیکرٹ پیلس کے اصول مجھے بے حد پسند تھے۔ اس میں بے شمار لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ سب ایک دوسرے کی صورت سے نا آشنا...... سب ایک ہی لباس میں ملبوس...... لڑکیوں کا اندازہ صرف اُن کے جسموں کے نقوش یا اُن کی آواز سے لگایا جا سکتا تھا۔ کسی کو کسی سے عشق کی اجازت نہیں تھی۔ اگر کہیں ایسا شبہ پایا جاتا تو دونوں کو لڑا دیا جاتا تھا۔ اور جب تک اُن میں سے کوئی دو تین ماہ کے لئے ناکارہ نہ ہو جائے، دوسرے کو اجازت نہیں تھی کہ اُسے چھوڑ دے۔ سب ایک دوسرے کے

نام سے ناواقف تھے۔ نہ کسی کو بتانے کی اِجازت تھی۔ ہاں! البتہ وہ نمبروں سے ایک دوسرے کو شناخت کر لیتے تھے۔ تربیت کی ابتداء تھیوری سے کی گئی تھی۔ جرائم کی اقسام، اُن کے نفسیاتی نقائص، اُن کی تحریک، اُن کے لئے موزوں شخص کی خصوصیات اور پھر اُن میں سے ایک ایک سبق کا عملی تجربہ، اُنہیں خوش اسلوبی سے کرنے کا انداز، تجوریاں توڑنا، نقب لگانا، دشمن کو زیر کرنا، لوگوں کی نفسیات، بینک توڑنے کے سائنٹفک طریقے اور اُن کے لئے موزوں اوقات۔ اس کے بعد جسمانی ورزش، دشمن کو زیر کرنے کے قدیم اصول، جاپانی، چینی، برمی فنونِ حرب و ضرب، جوڈو، جیو جٹسو کراٹے، نن چقو، یت کیڈو، شمشیر زنی، خنجر زنی، دنیا کی بے شمار زبانوں کی تعلیم، دنیا کے لوگوں کے رہن سہن اور اُن کا طرزِ زندگی، ہوائی جہاز اُڑانے کی تربیت، ہیلی کاپٹر اُڑانے کی تربیت...... غرض کیا نہ تھا جو اُن تین سالوں میں میرے سینے میں نہ اُتار دیا گیا تھا۔ ہر سٹوڈنٹ یہاں کے آداب کا پابند تھا۔ شاذ و نادر ہی کوئی معتوب ہوتا تھا اور میں اُن خوش نصیبوں میں سے تھا، جن سے کبھی کوئی لغزش نہیں ہوئی تھی۔

اس دوران ادارے کے تربیتی کورس کے علاوہ کوئی جرم کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ دورانِ تعلیم مجھے تقریباً تیس انسانوں کو قتل کرنا پڑا تھا۔ اور اَب انسانی زندگی کی کوئی وقعت نہیں تھی میری نگاہ میں۔ اپنے انتہائی مہنگے تعلیمی اخراجات پورے کرنے کے لئے میں صرف تاش کا سہارا لے رہا تھا۔ بے چارہ کلارک اَب ایک شریف انسان تھا۔ ماریا اُس کی بیوی تھی اور اُس کے بچے کا نام مارک تھا۔ ماریا کلب البتہ خوب چمک اُٹھا تھا اور اُن شریف لوگوں نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ یعنی میں اُنہی کے ساتھ رہتا تھا اور وہ ہر طرح میرا خیال رکھتے تھے۔ شاید پوری دنیا میں صرف یہ دو انسان تھے جن سے میں بحیثیت انسان مطمئن تھا۔ ورنہ نہ جانے میری فطرت میں نفرت کا ایک پہلو کیوں پیدا ہو گیا تھا؟ میں لوگوں کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتا تھا۔ ادارے کی جانب سے اگر کسی مہم کے احکامات ملتے اور کسی کی زندگی چھیننے کے لئے کہا جاتا تو میں بڑی طمانیت محسوس کرتا تھا اور اُس شخص سے مجھے بے پناہ نفرت ہو جاتی جسے قتل کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ پھر اُس وقت تک میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا تھا جب تک اپنا کام پورا نہ کر لوں۔ یہ ادارہ سیاسی قتل بھی کراتا تھا۔ عموماً اُن لوگوں کی شامت آتی تھی جو اِدارے سے باغی ہو جاتے تھے اور یا تو درمیان میں اُسے چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش کرتے تھے یا کوئی اور اختلاف ہو جاتا تھا، ایسے لوگوں کو قتل کرا دیا جاتا تھا۔

ایسی ہی ایک مہم کے دوران ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا تھا۔ غالباً یہ ایک پیشہ ورانہ قتل ت
این ہوپ ایک مشہور صنعت کار تھا۔ بے پناہ دولت مند...... خود اُس کا اپنا ایک جزیرہ تھا
وہاں ایک طرح سے اُس نے اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ گو اُس کا رابطہ حکومت سے تھا
بظاہر وہ حکومت کے قوانین کا احترام کرتا تھا۔ لیکن اپنے جزیرے پر اُس نے حکومت ک
سارے قوانین بھلا دیئے تھے۔ وہاں اُس نے اپنے محافظ مقرر کئے تھے جو جدید تر
ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ حکومت کے اہم ترین عہدیداروں سے اُس کی ملی بھگت تھی او
بھی اُس کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے شدید ترین مخالفین ک
پکڑوا کر جزیرے پر لے جاتا تھا اور پھر یا تو وہ زندگی بھر کے لئے اُس سے مخالفت چھ
دیتے تھے یا پھر اُنہیں جزیرے سے واپسی ہی نصیب نہیں ہوتی تھی۔

اور یہ اُس کی بدنصیبی ہی تھی کہ اُس کے کسی مخالف نے سیکرٹ پیلس کی خدمات حاصل
لی تھیں۔ چنانچہ اُس کے قتل کے لئے میرا انتخاب کیا گیا اور حسب معمول مجھے آپریشن ر
میں طلب کر لیا گیا۔ این ہوپ کے بارے میں پوری تفصیلات بتائی گئیں۔ نقشے اور تصویر
کی مدد سے این ہوپ کے جزیرے کی تفصیل سمجھائی گئی اور میرے ساتھ ایک معاون مقر
دیا گیا۔ معاون کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ کون ہے۔ ہم دونوں کو میک اَپ میں ا
تک جانا تھا۔ اس لئے اصلی شکل ایک دوسرے کے سامنے آنے کا سوال ہی نہیں پیدا
تھا۔ طے یہ کیا گیا کہ ایک طیارہ، پیراشوٹ سے ہمیں وہاں اُتار دے گا اور اس کے بعد ہم
اپنا کام کرنا ہے۔

تیاریوں کے بعد ایک رات ایک خصوصی طیارہ ہمیں لے کر چل پڑا۔ ہمیں اُتارنے
جگہ کا تعین کر لیا گیا تھا۔ یہ کام اُن لوگوں کا تھا۔ پیراشوٹ سے چھلانگ لگانے کی مشق
نے خوب کر لی تھی۔ لیکن میرا طویل القامت ساتھی شاید میری طرح ماہر نہیں تھا۔ جزیرہ
اتنا طویل و عریض نہیں تھا کہ ہم زیادہ بلندی سے کودتے۔ بلندی سے کودنے میں خو
کنٹرول کرنے کا خاصا وقت مل جاتا ہے اور زیادہ اطمینان سے نیچے اُترا جا سکتا ہے کیو
نیچے کے پھیلاؤ کا اطمینان ہوتا ہے۔ لیکن چھوٹی جگہ کے لئے مہارت کی ضرورت ہوتی
بہر صورت! ہم جزیرے پر کودے۔ لیکن میرا ساتھی خود کو کنٹرول نہیں کر سکا اور کسی قدر
ڈھب انداز میں زمین پر آیا۔ اُس کی بائیں ٹانگ میں شدید چوٹ آ گئی۔ سر سے بھی خو
بہنے لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں اپنا پیراشوٹ کھول کر اُس کی طرف دوڑا۔ مجھے اُس

گرنے سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ صورت حال اچھی نہیں رہی ہے۔ پھر میں نے اُسے بے
ہوش پایا تو کسی قدر اُلجھن کا شکار ہو گیا۔

ہمیں یہاں کام کے لئے چار دن دیئے گئے تھے۔ چوتھے دن کی آخری رات کو ہمیں
واپس لینے والوں کو آنا تھا۔ پورے پروگرام میں میرے ساتھی کا بھی اہم کام تھا۔ لیکن اچانک
صورتِ حال بگڑ گئی تھی۔ بہر حال! پریشانی نے آج تک کوئی کام نہیں بنایا۔ اس لئے بہت جلد
میں نے اپنے ذہن سے اُلجھنیں جھٹک دیں اور اس نئی صورت حال کے لئے خود کو تیار کر
لیا۔ سب سے پہلے میں نے ایک بلند جگہ پہنچ کر قرب و جوار کی صورت حال دیکھی۔ یہ
جزیرے کا مشرقی کنارہ تھا اور یہاں اُونچی نیچی پہاڑیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ دُور تک چلا
گیا تھا۔ ممکن ہے، اِن تمام پہاڑیوں میں جزیرے کے محافظ موجود ہوں۔ گو بظاہر اُن کا کوئی
نشان نہیں ملتا تھا۔ باقی حالات پُرسکون تھے۔ یعنی قرب و جوار میں اور کوئی تحریک نہیں تھی
جس سے کوئی اُلجھن پیدا ہو۔

اتنا تو میں سمجھ گیا تھا کہ میرا ساتھی اَب کسی کام کے قابل نہیں رہ گیا ہے۔ چنانچہ اَب وہ
میرے لئے ایک بوجھ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بہر حال! اس بوجھ کو بھی مجھے ہی سنبھالنا تھا۔
ظاہر ہے میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے کام شروع کر دیا۔ پہلے تو میں نے اُس
کے بدن سے پیراشوٹ کھولا اور دونوں پیراشوٹ سنبھال کر ایک جگہ رکھ دیئے۔ اس کے بعد
''ضروریات کا تھیلا'' بھی اُس کے سینے سے علیحدہ کر دیا۔ جس میں واقعی ضروریات کا سامان
موجود تھا۔ اُس کا وزن کافی تھا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر میں نے کسی ایسی جگہ کی تلاش کا
فیصلہ کیا، جہاں اُس کی آرام گاہ بنائی جا سکے اور اس کے لئے اُن پہاڑیوں کا رُخ کرنا ہی
مناسب تھا۔

بعض اوقات تقدیر ہمیں ایسی سہولتیں مہیا کر دیتی ہے کہ یقین نہیں آتا۔ مجھے بھی اس
وقت کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ پہاڑیوں کے قریب پہنچ کر اندازہ ہوا کہ سب کی سب کھوکھلی
ہیں۔ لاتعداد غار بکھرے ہوئے تھے۔ ایک جیسے دہانوں والے، اندر سے خوب کشادہ اور
صاف ستھرے...... چنانچہ میں نے ایک غار کا انتخاب کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد میرا ساتھی
غار میں منتقل ہو گیا۔ ربڑ کے پتلے سے گدے اور تکیے میں ہوا بھر کر میں نے اُسے اُس پر لٹا
دیا اور پھر گیس لیمپ روشن کر کے ایسے رُخ پر رکھ دیا کہ اُس کی روشنی، غار کے دہانے کی
طرف نہ جا سکے۔ اس کے بعد میں اُس کے زخموں کو دیکھنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے فرسٹ ایڈ

بکس ہم دونوں کے سامان میں موجود تھے۔ اُس کے پاؤں کی ہڈی اُتر آئی تھی جسے میں فٹ کیا تو تکلیف سے اُسے ہوش آ گیا اور وہ کراہنے لگا۔ لیکن میں اپنے کام میں مشغول اور میں نے اُس کا پاؤں کس دیا۔ سر کا زخم بھی کافی تھا۔ لیکن اُس کی بینڈ یج کے لئے اَپ اُتارنا ضروری تھا۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر اُس کا میک اُتارنے لگا۔ لیکن میرے ساتھی کے حواس بیدار تھے۔ اُس نے مجھے روک دیا اور پرُ لہجے میں بولا۔

''مسٹر...... مسٹر...... یہ مناسب نہیں ہے۔''

''لیکن تمہارے زخم کی بینڈ یج ضروری ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''ذاتی طور پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ ادارے کے اصول کے خلاف نہ گا؟''

''ہم ادارے کو اس سے لاعلم نہیں رکھیں گے۔ صورت حال واضح ہونے کے بعد ہمارے اُوپر کوئی جرم، قائم نہیں ہوتا۔ تم فکر مت کرو۔ میں جوابدہی کرلوں گا۔ میری نیت ادارے سے کسی قسم کی بددیانتی نہیں ہے بلکہ ایک مجبوری کے تحت ایسا کرنا پڑ رہا ہے۔'' میں نے جواب دیا اور اُس کے چہرے سے میک اَپ صاف کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کے زخم کو صاف کر کے پٹی باندھ چکا تھا۔

''شکریہ دوست......'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تیکھے خدوخال کا نوجوان تھا۔ سفید نسل سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ لیکن اُس کی زبان خاصی سخت تھی جس سے اُس کی نوعیت اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔

''شکریئے کی کوئی بات نہیں ہے...... ظاہر ہے، تم میرے ساتھی ہو۔''

''تم مجھے اپنا اصل چہرہ نہیں دکھاؤ گے؟'' اُس نے پوچھا۔

''یہ مناسب نہ ہو گا۔ تمہاری طرح مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن کیا اِسے ضروری نہ قرار دیا جائے گا؟'' میں نے حلیمی سے جواب دیا۔

''اوہ...... ہاں! یہ درست ہے۔''

''بہرحال! اَب تم کیا محسوس کر رہے ہو؟''

''ٹھیک ہوں۔ میں اَب تمہارے کس کام آ سکوں گا؟''

''تمہارا پاؤں اس قابل نہیں ہے۔''

''ہاں...... میں کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔''

''بہرحال! اس کے باوجود ہمیں کام کر کے واپس چلنا ہو گا۔''

''تنہا......؟''

''ہاں......!'' میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''لیکن یہ قابل اعتراض بات نہ ہو۔'' اُس نے تشویش سے کہا۔

''بات، مقصد پورا ہونے کی ہے۔ ہم یہاں خاموش بیٹھ کر واپسی کا انتظار نہیں کر سکتے۔ ادارے کا مقصد پورا ہونا چاہئے۔ یوں بھی ہمیں اُنگلی پکڑ کر نہیں چلنا چاہئے۔ کیونکہ بہرحال! عملی زندگی میں بھی آنا ہے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔ لیکن تم تنہا کسی مصیبت میں بھی گرفتار ہو سکتے ہو۔''

''خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔''

''پروگرام کیا رہے گا؟''

''لوڈڈ پستول تمہارے پاس رہے گا اور تم اِس غار میں وقت گزارو گے۔ کھانے پینے کی چیزیں بھی موجود ہیں۔ اس لئے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اس دوران میں اپنا کام کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''جیسا تم مناسب سمجھو......'' اُس نے جواب دیا۔ اُس کی آنکھوں سے پریشانی جھانک رہی تھی۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے مسٹر......''

''ڈورکن......'' اُس نے بے اختیار کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُسے بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا چنانچہ وہ بھی مسکرانے لگا۔ ''اَب اس میں اتنا حرج بھی نہیں ہے۔ آخر ہمیں عملی دنیا میں بھی آنا ہے۔ اور پھر ادارے کا اس میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ویسے تم برٹش نہیں معلوم ہوتے۔''

''میں برٹش نہیں ہوں۔''

''میں جرمن باشندہ ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''بس...... بس...... کافی ہے میرے دوست! ہمیں حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔''

میں نے اُس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔

''سوری......'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''یہ پیرا شوٹ، تمہارے کام آئیں گے۔ لیکن میری درخواست ہے کہ اس غار سے باہر جانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر خود کو بہتر بھی محسوس کرو، تب بھی یہیں رہنا تاکہ مجھے تمہیں تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔''

''بہتر......'' اُس نے جواب دیا اور میں غار سے باہر نکل آیا۔ رات کا وقت تھا اور یہاں بے شمار غار موجود تھے۔ یہ غار میرے ذہن سے نکل بھی سکتا تھا اس لئے کچھ پتھر جمع کر کے میں نے ایک مخصوص نشان بنا لیا اور پھر وہاں سے چل پڑا۔

جزیرے کے مکانات کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں جن سے آبادی کی سمت کا تعین کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں چلتا رہا۔ راستے میں میرا ذہن اپنے کام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ فضا میں اُترنے کا لباس میں نے بدل لیا تھا۔ تھیلے کی ضروری چیزوں کو بھی میں نے جیبوں میں منتقل کر لیا تھا۔ بات اَب این ہوپ کی تلاش اور اُس تک رسائی کی تھی۔ ظاہر ہے اُس کے جزیرے پر کسی اجنبی کی موجودگی آسانی سے ظاہر ہو سکتی تھی۔ اس لئے راتوں رات اپنے پوشیدہ ہونے کا بھی بندوبست کرنا تھا۔ ذرا سا غلط انتخاب، کام بگاڑ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں بستی میں داخل ہو گیا۔ میری انتہائی کوشش یہ تھی کہ میں بستی والوں کی نگاہوں سے محفوظ رہوں۔ جزیرے کا پورا نقشہ مجھے ذہن نشین کرا دیا گیا تھا۔ اس لئے این ہوپ کی قیام گاہ تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یوں بھی اتنا خوب صورت محل کسی اور کا نہیں ہو سکتا تھا۔ دُور ہی سے پتہ چلتا تھا کہ این ہوپ کی حیثیت کیا ہے......

☆......☆......☆

این ہوپ کی قیام گاہ کے چاروں طرف خوب صورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ اُن کی ترتیب خاص تھی اور پھر اُن سے کافی فاصلے پر بستی کے دوسرے مکانات پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے ایک مکان کے سائے میں رُک کر جائزہ لیا اور پھر ایک دوسرے مکان کا انتخاب کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اُس مکان میں داخل ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا اور ظاہر ہے یہ میرے لئے مشکل کام نہیں تھا۔ میں مکان میں داخل ہو گیا۔ چار کمروں کا ایک خوب صورت مکان تھا۔ قیمتی فرنیچر سے آراستہ...... میں دبے پاؤں، مکینوں کو تلاش کرنے لگا۔ مجھے تعجب ہوا، پورے مکان میں صرف ایک کمرہ روشن تھا۔ شیشوں سے جھانکنے پر محسوس ہوا کہ خواب گاہ ہے اور اس خواب گاہ میں صرف ایک بستر تھا جس پر کوئی سو رہا تھا۔

تقدیر ساتھ دے رہی تھی۔ اگر زیادہ لوگ ہوتے تو مشکل پیش آ سکتی تھی۔ خواب گاہ کے دروازے پر کھڑے کھڑے میں نے ذہن میں ایک پروگرام مرتب کر لیا اور پھر میں نے خواب گاہ کے دروازے کو دھکیل کر دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ تب میں نے پستول چیک کیا اور دروازے پر دستک دی...... تیسری دستک پر بستر پر سونے والا جاگ گیا اور میری آنکھوں میں تمسخر کے آثار اُبھر آئے...... وہ لڑکی تھی اور بے لباس تھی۔ ظاہر ہے، گھر میں تنہا تھی اس لئے لباس کوئی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن تیز روشنی جلانے سے قبل اُس نے ایک گاؤن، بدن پر ڈال لیا تھا اور پھر اُس نے مدھم بلب بجھا کر تیز روشنی کر دی اور دروازے پر پہنچ گئی۔ مجھے دیکھ کر اُس نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ وہ آہستہ سے بولی۔

''لباس بدل لوں...... کیا تم انتظار کرو گے؟'' اُس کے لہجے میں بیزاری تھی۔

''میں سمجھا نہیں مس......'' میں نے تعجب سے کہا۔

''کیا نہیں سمجھے؟'' لڑکی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اُس کے انداز میں ناگواری تھی۔ عجیب سے خدوخال کی پرکشش لڑکی تھی۔ قد، کسی قدر چھوٹا تھا لیکن بدن میں لوچ محسوس ہوتا تھا۔ رنگ سے کسی ایشیائی ملک کی معلوم ہوتی تھی۔

''جو آپ کہہ رہی ہیں۔ میں کیوں انتظار کروں اور آپ لباس کیوں تبدیل کریں؟''

''باس نے طلب نہیں کیا؟'' وہ کسی قدر تعجب سے بولی۔

''جی نہیں......'' میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

''تو پھر تم کیوں آئے ہو؟''

''کیا آپ یہ سارے سوالات ایک دم کر لیں گی، اور اسی جگہ دروازے پر کھڑے ہو کر؟''

''تم کون ہو......اور......اور......'' اُس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میں اندر آنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور کسی قدر پس و پیش کے بعد وہ کچھ سوچ کر پیچھے ہٹ گئی۔

میں اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر میں دروازہ بند کرتے ہوئے اُس کی طرف مُڑا۔ اُس کی آنکھوں میں خوف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ البتہ وہ متحیر ضرور تھی۔

''اَب بتاؤ...... نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ تم جزیرے میں اجنبی ہو۔''

''تمہارا خیال درست ہے۔'' میں ایک صوفے میں دھنس گیا۔

''کہاں سے آئے...... کیسے آ گئے؟'' وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

''کہانی مختصر ہے۔ لیکن تم پریشان کیوں ہو گئیں؟'' میں نے سکون سے کہا۔

''اوہ...... اس کا مطلب ہے تم کچھ نہیں جانتے۔ یہاں کے باشندے بھی نہیں معلوم ہوتے۔ کسی کی نگاہ تو نہیں پڑی تم پر؟'' اُس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

''نہیں...... کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن تم......؟''

''تمہیں معلوم ہے، یہ جزیرہ کس کا ہے؟''

''نہیں......!''

''این ہوپ کا۔ اور این ہوپ کا انسانوں کی کسی نسل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ جانے کیوں اُسے شکل اور عقل انسانوں جیسی مل گئی ہے۔ نہ جانے کیوں......؟''

''کیا وہ بہت خطرناک ہے؟''

''خطرناک......؟'' لڑکی نے نفرت سے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔ چھوٹی سی ناک تھی۔ اُس کا یہ انداز بھی دلکش تھا۔ ''تم کسی مُردہ خور گدھ کو خطرناک کہہ سکتے ہو۔ بے شک وہ مُردے کھاتا ہے۔ بس...... نہ جانے کیوں وہ کسی ویرانے میں، سڑی ہوئی لاشوں کے

درمیان کھڑا، گدھ معلوم ہوتا ہے۔ اور اُس کی خصلت...... بس! وہ تمہیں جزیرے پر زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ بیرونی لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔ یہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ عجیب انسان ہے۔ میں تمہیں اُس کے بارے میں کیا، کیا بتاؤں؟''

''میرے یہاں آنے سے ناخوش ہو مس......؟''

''یہ جان کر نہیں کہ تمہارا تعلق یہاں سے نہیں ہے۔''

''کیا تم جزیرے کے لوگوں سے نفرت کرتی ہو؟''

''ہاں...... سب کے سب اُس کے غلام، اُس کی بیہودہ باتوں پر ہنسنے والے، اُس کی غلیظ ترین حرکتوں پر داد برسانے والے۔ اُن کی اپنی کوئی شخصیت نہیں ہے۔ وہ سب انسان سے زیادہ مشین معلوم ہوتے ہیں۔ اور جس کی کوئی شخصیت نہ ہو کیا اُس سے خوش بھی ہوا جا سکتا ہے؟''

''اَب تو میں یہاں آ ہی گیا ہوں۔ کیا تم مجھے اپنا مہمان بنانا پسند کرو گی؟ میں حالات کا شکار ہوں۔ دو تین دن گزار کر واپس چلا جاؤں گا۔ کیا تم یہ بات پسند کرو گی؟''

لڑکی چند ساعت سوچتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ہم دونوں کو خطرہ ہے۔ مجھے تو اپنی زندگی اور موت سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن تم ہی مارے جاؤ گے۔ جزیرے پر تمہاری زندگی خطرے میں ہے، اس وقت تک جب تک تم کسی طرح یہاں سے نکل نہ جاؤ۔ ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ لیکن سخت ہوشیار رہنا ہو گا۔ یہاں کسی بھی وقت، کوئی بھی آ سکتا ہے، مجھے طلب کرنے۔ خواہ دن ہو یا رات...... بہرحال! تم بھی خیال رکھنا۔ مجھے اعتراض نہیں ہے تمہیں مہمان بنانے پر۔''

''بہت بہت شکریہ مس...... کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟''

''سویا...... برمیز ہوں۔ تعلیم حاصل کرنے آئی تھی، اغواء کر لیا گیا۔ چھ سال سے یہاں ہوں اور نکلنے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے سفارت خانے نے اَب میری فائل بھی بند کر دی ہو گی اور میرے گھر والے صبر کر چکے ہوں گے۔'' اُس کا لہجہ جذبات سے عاری تھا۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ ''چند ساعت انتظار کرو۔ میں ابھی آئی۔ اور سنو...... کیا تم دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے؟''

''نہیں...... کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''یونہی پوچھا تھا۔ دروازہ کھلا رہتا ہے۔ نہ جانے کب اُس پر خناس سوار ہو جائے۔ نہ

جانے کون یاد آ جائے۔'' اُس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی اور میں
اُسے دیکھنے لگا۔

''کیا تم نے دروازہ بند کر دیا؟''

''نہیں...... میں دُور تک دیکھ آئی ہوں۔ اور ایک گملا دروازے کے نزدیک اس طرح رکھ دیا ہے کہ اگر کوئی دروازہ کھولنے کی کوشش کرے تو گملا گر پڑے۔ اس طرح ہمیں آنے والے کے بارے میں پتہ چل جائے گا۔''

''اوہ......!'' میں نے ممنون انداز میں اُسے دیکھا۔ ''تمہیں میرے لئے کافی تکلیف اُٹھانی پڑ رہی ہے۔ میرا خیال ہے تم سونے کے لئے لیٹ چکی تھیں۔ اس طرح میں نے تمہاری نیند بھی خراب کی۔''

''اَب رسمی گفتگو مت کرو۔ مجھے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی ہے۔ ساری رسموں سے نفرت ہو گئی ہے۔''

''دیکھو سویا! تم نے مجھے پناہ دے دی ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ ناواقفیت کی بنا پر میں یہاں مارا جاتا۔ تمہارے اس احسان اور اخلاق سے میں ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتا۔ اگر تمہیں نیند آ رہی ہے تو سونے کے لئے کوئی مختصر سی جگہ مجھے بتا کر سو جاؤ۔''

''کیا نام ہے تمہارا؟'' اُس نے خفیف سی مسکراہٹ سے پوچھا۔

''بریکیزم...... پام بریکیزم۔'' میں نے ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر جواب دیا۔

''تمہارے بارے میں جانے بغیر بھلا نیند آ سکتی ہے بریگز! تم خود سوچو، ساری رات جاگتی اور تمہارے بارے میں سوچتی رہوں گی۔'' وہ کسی قدر بے تکلفی سے بولی۔

''اوہ...... میں پوری رات تمہارے پاس بیٹھنے کے لئے تیار ہوں۔''

''اتنی بے درد نہیں ہوں میں۔ جوتے اُتار دو، آرام کرو۔ چلو...... پہلے ٹھیک ہو جاؤ۔ اس کے بعد باتیں کریں گے۔'' اُس نے جھک کر میرے جوتے اُتارنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اُسے یہ تکلیف نہیں دی۔ اور پھر میں نے احتیاط سے اپنا لباس اُتارا۔ میرے کوٹ میں بہت کچھ تھا۔ میں نے اُس سے ایسی کوئی جگہ پوچھی، جہاں یہ سب کچھ رکھ سکوں۔''

''میں نہیں چاہتا کہ اتفاق سے کوئی آ جائے تو تمہیں میرا لباس اور جوتے چھپانے کے لئے بھاگ دوڑ کرنا پڑے۔ اس لئے اِن چیزوں کا پہلے ہی بندوبست کر دو۔''

''ہاں...... ٹھیک ہے۔ تم اُس الماری کے خفیہ خانے میں اپنا لباس وغیرہ رکھ دو۔ آؤ! میں

اُسے کھول دُوں۔'' بری لڑکی نے کہا اور میں نے اُس کے کہنے پر عمل کیا۔ اس طرح میرا خطرناک کوٹ، الماری میں منتقل ہو گیا۔ اَب میں صرف بنیان اور پتلون میں تھا۔ میں ایک کرسی کی طرف بڑھا تو اُس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''تکلف نہ کرو بریگیز! اس کرسی پر تم رات نہیں گزار سکتے۔ اس کے علاوہ میں صاحب اختیار نہ سہی، لیکن مہمان کے ساتھ یہ سلوک تو نہیں کیا جا سکتا۔'' وہ مجھے مسہری تک لے گئی اور پھر آہستہ سے مجھے اُس پر دھکا دے دیا۔

ایک لمحے کے لئے میرا ذہن چکرایا تھا۔ آثار کچھ اچھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ لڑکی جوان تھی، پرکشش تھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اُسے ناپسند کرتی تھی، جس کے تصرف میں تھی۔ اور اُس کی ناپسندیدگی جس حد تک بڑھی ہوئی تھی، اُس کا اندازہ مجھے ہو چکا تھا۔ ایسی حالت میں وہ میرے ذریعے اُس ناپسندیدہ شخص سے پورا پورا انتقام لے گی۔ لیکن ذریعہ......

آج تک کی زندگی میں تو عورت کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ حسن و جمال مجھے متاثر نہ کرتے تھے، بھرپور جوانیاں میرے ذہن پر اثر انداز نہ ہوتی ہوں۔ لیکن میں نے خود کو اُن کے طلسم میں پھنسانے کی کوشش کبھی نہیں کی تھی اور اس کی وجہ میرے ذہن پر چھایا ہوا ہلکا سا خوف تھا۔ میں سوچتا تھا کہ حسن و عشق کے چکر میں پڑ کر میں اپنی منزل نہ کھو بیٹھوں۔ زندگی کو طویل سمجھا جاتا ہے۔ کم از کم زندہ انسان اس کے اختتام کا کوئی تعین نہیں کر پاتا۔ اس لئے منزل پانے کے بعد اگر زندگی کا رُخ اس طرف موڑ دیا جاتا تو کوئی حرج نہیں تھا۔ لیکن اس سے پہلے......

لڑکی کے بستر پر لیٹتے ہوئے خیالات کا ایک ریلا یوں آیا اور گزر گیا۔ تب میں نے سوچا کہ عملی زندگی میں آنے کے بعد بہت سے مراحل غیر متوقع ہوتے ہیں۔ انہیں اگر وقت کی ضرورت قرار دے دیا جائے، تب کوئی حرج نہیں ہے۔ یہاں آنے کے بعد میرا ساتھی زخمی ہو گیا۔ ظاہر ہے، یہ بات خلاف توقع تھی۔ یہ لڑکی بھی خلاف توقع ہے۔ لیکن اس ذریعے سے میرا کام نہایت آسان ہو گیا تھا۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ ذریعے، ضروری ہوتے ہیں۔ میں اس کے انتقام کا ذریعہ ہوں اور وہ میری کامیابی کا۔

میں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور لڑکی بھی میرے پاس ہی آ گھسی...... البتہ اُس نے پہلے جیسی پوزیشن میں آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یعنی وہ گاؤن پہنے ہوئے تھی جو اُس نے میری آمد پر پہنا تھا۔ اُس نے مسہری کا ایک تکیہ اپنی پشت کے نیچے رکھا اور نیم دراز ہو گئی۔ کسی

عورت کا لمس میری زندگی میں اجنبی تھا۔ اُس کی حرارت مجھے لذت انگیز لگ رہی تھی اور
غیر معمولی حد تک خاموش ہو گیا تھا۔ تب اُس کی آواز اُبھری۔

''اگر تمہیں نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ۔'' میں نے اس آواز کے تاثر کو جانچنے کی کوشش
لیکن اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تب میں نے سوچا کہ مجھے عورت کے جذبا
جانچنے کی کوئی تربیت نہیں دی گئی۔ اور میرا ذاتی تجربہ بھی کچھ نہیں ہے۔ سوائے سنی
باتوں کے۔''

''غالباً تم سو گئے؟'' وہ بولی۔

''نہیں سویا...... نیند کہاں آئے گی؟''

''تو پھر خاموش کیوں ہو؟''

''بس...... ایسے ہی کچھ خیالات ذہن میں آ گئے تھے۔

''میری خواہش نہیں پوری کرو گے......؟'' وہ آہستہ سے بولی اور ایک گرم لہر میر
ذہن سے گزر گئی۔ چند ساعت میں خاموش رہا۔ درحقیقت زندگی میں پہلی بار خود کو اُلو محسو
کر رہا تھا۔ مغربی ملک کے اور میری عمر کے نوجوان کو کسی عورت کی خواہش سے اس قد
بے خبر نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ عورت کی ایسے وقت کی خواہش پ
کرنے کا پہلا مرحلہ کیا ہوتا ہے؟ بہرحال! میں اُسے بددل نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ م
معاون تھی۔ چنانچہ میں نے اُس کی طرف چہرہ کر لیا۔ اور پھر آہستہ سے بولا۔

''کیا چاہتی ہو......؟'' اپنی آواز مجھے کسی گدھے کی آواز محسوس ہوئی تھی۔

''مجھے اپنے بارے میں بتاؤ......!'' اُس نے کہا اور ایک بار پھر ذہن کو شدید جھٹکا لگا
گویا میں نے اُس کی خواہش کو غلط سمجھا تھا۔ لیکن کسی حد تک سنبھل گیا تھا اور فیصلہ کر لیا تھا
اَب، جب تک وہ خود کوئی ایسا عمل نہیں کرے گی، میں ان لائنوں پر نہیں سوچوں گا۔

''بس...... مختصر کہانی ہے سویا! ایک اچھے خاندان کا آدمی ہوں۔ لیکن غلط دوستوں
رفاقت نے برے راستوں پر لگا دیا۔ لاکھوں کمائے اور گنوا دیئے۔ پھر ایک ایسے گروہ
چکر میں پھنس گیا جو ہر قسم کی مجرمانہ کارروائیاں کرتا تھا۔ اس کا مقروض ہو گیا اور گروہ
مجھے بھی جرائم کی راہ پر لگانا چاہا۔ دل نے قبول نہ کیا تو سزا کے طور پر سمندر میں پھینک
گیا۔ یہ اتفاق تھا کہ خشکی زیادہ دُور نہیں تھی۔ چنانچہ اس جزیرے پر پہنچ گیا۔'' میں نے
البدیہہ یہ کہانی سنا دی اور وہ خاموش ہو گئی۔

''افسوس...... انسان کس قدر بے حقیقت ہے۔ اتنی کمزور شے پر زندگی کی کتنی بڑی ذمہ
داری لاد دی گئی ہے۔ انسان اس بوجھ کو کیسے اُٹھا سکتا ہے؟ کیا ہوتا ہے، کیا بن جاتا ہے۔
اس کے بس میں کچھ بھی تو نہیں ہے۔'' سویا کی آواز میں بے چارگی تھی۔ میری کہانی نے نہ
جانے کس انداز میں اُسے متاثر کیا تھا۔

''ہاں سویا...... یہ حقیقت ہے۔''

''اَب کیا کرو گے؟'' اُس نے پوچھا۔

''یہی سوچ رہا ہوں۔'' میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کاش تمہاری زندگی، تمہیں کسی اور مقام پر لے جاتی۔ سمندر نے تمہاری موت کا ذمہ
دار بننا پسند نہیں کیا۔ لیکن تمہیں ایک اور خوفناک دلدل میں لا پھینکا۔ زندگی ایسے ہی مذاق
کرتی ہے۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

''سویا...... میں خطرات سے نہیں ڈرتا۔ تم دیکھ لینا، اگر تم نے میری صرف اعانت کر دی
کہ مجھے چند روز یہاں چھپا لیا تو میں یہاں سے نکلنے کا ضرور بندوبست کر لوں گا۔''

''کاش...... تم کامیاب ہو جاؤ۔ رہی میری بات، تو میں زندگی کی قیمت پر بھی تمہاری
زندگی بچانے کے لئے تیار ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ سویا......!'' میں نے جواب دیا اور سویا کی نظریں چھت پر جا ٹکیں۔ وہ
کسی غیر مرئی دھبے کو دیکھ رہی تھی۔ اس دوران مجھے اُس کے چہرے کا جائزہ لینے کا پورا پورا
موقع مل گیا۔ میں نے اُس کا چہرہ ایسے جذبات سے عاری پایا جن کا میں نے تصور کیا تھا۔
تب میں نے اپنی حماقت پر خود کو دل ہی دل میں برا بھلا کہا۔ اور پھر میں نے اُسے مخاطب
کیا۔ ''تم کیا سوچنے لگیں سویا؟''

''میں تمہارے بارے میں ہی سوچ رہی تھی۔ میری دلی خواہش ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو
جائے، تمہیں یہاں سے زندہ ہی جانا چاہئے۔''

''تم پریشان نہ ہونا۔ البتہ اگر تم پسند کرو تو این ہوپ کے بارے میں بتاؤ۔''

''آہ...... یہ نام بھی ذہن میں کانٹا بن کر چبھتا ہے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں، وہ مُردہ خور
گدھ کی مانند ہے۔ اپنی زندگی میں کامیاب ترین لیکن ناکام انسان۔''

''انوکھی بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آئی۔'' میں نے کہا اور وہ آہستہ سے ہنس دی۔

''ہاں...... انوکھی بات ہے۔''

"کیا وہ عیاش انسان ہے؟ تمہیں اغواء کرانے کی وجہ......؟"

"وہ بھی انوکھی ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"اُسے لڑکیاں پالنے کا شوق ہے۔"

"اوہ......!"

"ان پنجروں میں تمہیں بھانت بھانت کی لڑکیاں ملیں گی۔ افریقی، مصری، جاپانی، چینی اور یورپ کے بے شمار ممالک کی لڑکیاں...... اُس نے ہر ورائٹی جمع کی ہے۔" سویا نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔

"اور یہ سب کی سب غیر قانونی طریقے سے یہاں لائی گئی ہیں؟"

"قانون...... ہونہہ......" اُس نے طنز سے کہا۔ "قانون کیا ہے؟ یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میرے خیال میں قانون صرف چند لوگوں کے تحفظ کا نام ہے۔ چند لوگوں کو ایذا پہنچانے کے لئے اس کی تشکیل ہوئی ہے اور بس...... اس جزیرے پر قانون آتا ہے، این ہوپ کی زیر میز بانی ضیافت اُڑاتا ہے، عیاشی کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔"

"اوہ...... ظاہر ہے، این ہوپ کے اثر ورسوخ ہوں گے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اس جیسے تمام لوگوں کے ہوتے ہیں۔" اُس نے نفرت سے کہا۔

"یہ تمام لڑکیاں، این ہوپ سے تمہاری طرح ہی بیزار ہوں گی؟"

"صبر کر چکی ہیں سب کی سب میری طرح۔"

"تمہارا مصرف اس کے سوا کچھ نہیں ہے؟ میرا مطلب ہے، تم نے کہا تھا نا کہ وہ جس وقت چاہے، تمہیں طلب کر سکتا ہے۔"

"ہاں...... جب بھی اُس پر دیوانگی کا حملہ ہو جائے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ وہ ایک کامیاب ترین لیکن ناکام انسان ہے۔"

"یہ دوسری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اُس نے چند لڑکیوں کی زندگی چھینی ہے۔ قدرت نے اُس سے اُس کی خوشیاں چھین لی ہیں۔ جانتے ہو، وہ اپنی عیش گاہ میں کیا کرتا ہے؟ وہ لباس سے عاری لڑکیوں کو ہال میں دوڑنے اور عجیب وغریب حرکات کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود پھوٹ پھوٹ کر روتا رہتا ہے۔ اپنے بدن کو نوچ نوچ کر لہولہان کر لیتا ہے یا پھر بڑے بڑے سرکاری افسران کو مدعو کرتا

ہے۔ اُنہیں یہ لڑکیاں پیش کرتا ہے اور خود چھپ چھپ کر اُنہیں دیکھتا رہتا ہے۔"

"اوہ......!" میں نے شدت حیرت سے گردن ہلائی اور سویا ہنس پڑی۔

"بڑی بے بسی طاری ہوتی ہے اُس پر۔ اتنا بزدل ہے کہ آج تک کسی لڑکی سے تیز لہجے میں گفتگو نہیں کی۔ ہاں...... اگر کوئی اُس سے بغاوت کرے یا اُس کی توہین کرے تو اُسے خاموشی سے مروا دیتا ہے۔"

این ہوپ کی یہ خصوصیات سن کر میں حیران رہ گیا تھا۔ بڑی عجیب وغریب شخصیت کا مالک تھا۔ لیکن افسوس...... اُس شخص کے قریب رہ کر اُسے دیکھنے کا موقع نہیں تھا۔ مجھے اپنا کام کرنا تھا اور اس کے لئے میدان تیار کرنا تھا۔ سویا میرے اُوپر کسی خاص حیثیت سے اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ لیکن تھوڑی سی ہمدردی اُس سے ضرور ہو گئی تھی اور میں اُس کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ گو، اپنے اُوپر عائد شدہ پابندیوں کا احساس بھی تھا۔ لیکن بہرحال! میں ادارے کے مفادات کا پابند تھا۔ اُس کا غلام تو نہیں تھا۔ لڑکی نے میری اعانت کی تھی۔ اگر میں اُس کے ساتھ بہتر سلوک کروں گا تو یہ کوئی بری بات تو نہیں ہو گی۔

"بس ڈیئر...... اَب سو جاؤ! رات ابھی تھوڑی ہی باقی رہ گئی ہے۔ دیکھو، تقدیر تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ میں بھی سو رہی ہوں۔" اُس نے کروٹ بدل لی اور میں نہ جانے کیا سوچتا سوچتا سو گیا۔

دوسرے دن آنکھ کھلی تو سویا میرے پاس موجود نہیں تھی۔ البتہ کچن سے کچھ خوشبوئیں اُٹھ رہی تھیں۔ یوں بھی دن کے دس بجے تھے۔ میں اُٹھ گیا۔ ظاہر ہے، رات کو دو تین بجے سویا تھا اس لئے دیر سے آنکھ کھلی تھی۔ میں نے بستر پر لیٹے لیٹے کمرے کا جائزہ لیا۔ باتھ رُوم موجود تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باتھ رُوم سے نکل آیا۔ پوری طرح سے چاق و چوبند ہو گیا تھا۔ سویا شاید دیکھ گئی تھی کہ میں جاگ گیا ہوں۔ چنانچہ وہ ناشتہ لے کر ہی آئی تھی۔ دن کی روشنی میں وہ اور پیاری لگ رہی تھی۔ درحقیقت وہ اپنے خدوخال میں منفرد تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ تھی۔

"ناشتہ......!" اُس نے کہا اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"میری وجہ سے......" میں نے کہنا چاہا تو اُس نے درمیان میں میری بات کاٹ دی۔

"بس، بس...... اِن باتوں میں الفاظ مت ضائع کرو۔ مجھے بڑا عجیب لگ رہا ہے۔ نہ جانے کیوں محسوس ہو رہا ہے، جیسے میں زندہ ہو گئی ہوں۔ کسی کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ

میرے ذہن میں کبھی کا سرد ہو گیا تھا۔ تم نے اسے نئی زندگی بخش دی ہے۔ یہ خوشی جز
کے لئے بھی ملی ہے، اسے برقرار رہنے دو۔"

"اوہ، سویا! تم عظیم ہو۔"

"ہاں، ہاں...... مجھے اپنی عظمت کا پورا پورا احساس ہے۔" اُس نے مسکراتے ہوئے
لیکن اُس کی مسکراہٹ میں بلا کی تلخی تھی۔ میں ناشتہ کرتے کرتے رُک گیا۔ پھر میں نے
کی طرف دیکھا۔

"ایک بات کہوں سویا! برا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں مانوں گی، وعدہ...... ناشتہ کرو۔" اُس نے میرے لئے ٹوسٹ بناتے ہوئے

"اس دنیا میں انسانوں کی سینکڑوں شکلیں موجود ہیں۔ بیشتر گھناؤنی ہیں۔ اُنہیں د
کے بعد دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے۔ لیکن بہرحال! چند لوگ تو ایسے ضرور ہوں گے جن
لاکھوں برائیوں کے ساتھ کم از کم ایک اچھائی ضرور ہو گی۔"

"کیوں نہیں؟ میں دنیا سے اتنی بد دِل تو نہیں ہوں۔" سویا نے کہا۔

"میں اپنی وکالت کر رہا ہوں سویا! میں زندگی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ تم نے
دل سے میری مدد کی۔ کیا میں اتنا ناسپاس ہوں کہ اس بات کا احساس نہیں کروں گا؟"

"اوہ بریگیز! اس بات کو بھول جاؤ۔ اس کا اتنا احساس مت کرو۔ میں بے بس ہ
اپنے لئے کچھ نہیں کر سکی تو دوسرے کے لئے کیا کر لوں گی؟" اُس نے اُداسی سے کہا۔

"تم نے کبھی اس سے چھٹکارہ پانے کے بارے میں سوچا؟"

"درجنوں بار۔ اور پھر میں نے ہی نہیں سوچا، درجنوں نے سوچا۔ لیکن اُس کے
شیطان کی رُوح حلول کر گئی ہے۔ وہ ہزار آنکھیں رکھتا ہے۔ چند غیور لڑکیوں نے اُ
کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جانتے ہو اُن کا کیا حشر ہوا؟ اُن کی ٹانگیں، گردن تک
گئیں اور اُنہیں سر عام لٹکا دیا گیا۔"

"تم بھی اُس سے اتنی ہی نفرت کرتی ہو گی۔ کیا تم نے اُسے قتل کرنے کے بار
سوچا؟"

"دوسروں کا حشر دیکھ کر تائب ہو گئی۔" وہ مسکرا دی۔

"گویا تمہارے دل میں یہ خیال آیا تھا۔"

"اتنی بے حس تو نہیں ہوں میں۔ میری خواہش ہے کہ اپنے دانتوں سے اُس کا

اُدھیڑ دوں۔ کچا چبا جاؤں اُسے......" اُس کی آنکھوں میں نفرت اُبھر آئی۔

"ہوں......" میں نے کافی پیتے ہوئے کہا۔ "ویسے تو تم اس وقت زیادہ خوف زدہ نہیں
ہو۔ کیا دن میں کوئی ادھر نہیں آتا؟"

"نہیں...... یہ بات نہیں ہے۔ اُس پر جنون کسی وقت بھی سوار ہو جاتا ہے۔ دن رات کی
کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن وہ صبح ہی صبح چلا جاتا ہے۔"

"کہاں......؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"غالباً شہر۔ اکثر جاتا رہتا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہے......؟"

"میں نے اُسے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"اوہ...... کیا تم باہر گئی تھیں؟"

"نہیں...... اُسے یہاں سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔"

"کس جگہ سے......؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"کچن کی کھڑکی سے۔ آؤ! تمہیں دکھاؤں۔" سویا نے کہا اور میں کافی کے بڑے بڑے
گھونٹ لینے کے بعد اُٹھ گیا۔ تب میں نے کچن کی کھڑکی سے این ہوپ کے مکان کی طرف
دیکھا۔ بڑا دروازہ صاف نظر آ رہا تھا۔ "ہیلی کاپٹر سامنے ہی اُترتا ہے اور پھر وہ اپنی مخصوص
چال سے اندر چلا جاتا ہے۔"

میرے بدن میں مسرت کی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ اتنی عمدہ جگہ مل جائے گی، میرے گمان
میں بھی نہیں تھا۔ درحقیقت! تقدیر میرا پورا پورا ساتھ دے رہی تھی۔ یہاں سے تو میں اپنا کام
بخوبی کر سکتا تھا۔ میں دیر تک کھڑکی سے اُس جگہ کو دیکھتا رہا۔ ابھی میں نے سویا پر اپنے
ارادے کا اظہار مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لڑکی تھی۔ ممکن ہے، برداشت نہ کر پاتی۔ پھر میں ایک
ٹھنڈی سانس لے کر واپس پلٹ پڑا۔

"وہ شہر عموماً جاتا رہتا ہے؟"

"ہاں......"

"واپس کتنے عرصے کے بعد آتا ہے؟"

"رات کو عموماً واپس آ جاتا ہے۔ یا پھر کوئی خاص ہی مسئلہ ہو تو شہر میں رُک جاتا ہے۔
ورنہ عموماً وہ رات، جزیرے پر ہی گزارتا ہے۔"

''اصول پرست انسان ہے؟''

''ہاں...... اپنے معمولات میں تبدیلی نہیں کرتا۔''

''کیا معمولات ہیں اُس کے؟''

''کوئی خاص نہیں۔ نہ جانے کیا کرتا رہتا ہے۔ لیکن صبح سات بجے اور شام کو سات بجے یہاں چہل قدمی ضرور کرتا ہے۔ شاید ہی کبھی اُس کے معمولات میں فرق آیا ہو۔''

ایک بار پھر میرے ذہن میں سنسناہٹ اُبھر آئی۔ یہ ایک اور عمدہ بات تھی۔ بہرحال میں پرسکون ہو گیا اور واپس کمرے میں آ گیا۔

''اُس کی غیر موجودگی میں تو کوئی اِدھر نہیں آتا؟''

''کبھی نہیں۔ کم از کم شام کو اُس کے واپس آنے تک اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔'' سویا نے جواب دیا اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر مجھے دیکھنے لگی۔ تب میں نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''سویا! اگر تمہیں کبھی یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے تو کیا کرو گی؟''

میرے سوال پر وہ خاموش ہو گئی۔ اور پھر کافی دیر تک چپ رہنے کے بعد بولی۔ ''پہلے ایسے خواب دیکھتی تھی۔ اَب نہیں۔''

''تمہارے والدین، تمہیں بھولے تو نہ ہوں گے۔''

''معلوم نہیں۔ لیکن اَب میں اُن کے ذہنوں میں ایک مرحوم یاد سے زیادہ نہ ہوں گی۔'' اُس نے سسکی سی لی اور پھر گردن جھٹک کر بولی۔ ''ایسے سوالات مت کرو بریگیز! جو ذہن کو زخمی کر دیں۔ ہمیں ابھی بہت کچھ سوچنا ہے۔ کاش! وہ آج رات واپس نہ آئے۔ اُس کے چلے جانے کے بعد اُس کے غلام زیادہ چاق و چوبند نہیں رہتے۔ ممکن ہے، تمہیں نکلنے کا موقع مل جائے۔''

''کیا تم میرے ساتھ نہیں چلو گی؟''

''میں......؟'' اُس نے عجیب حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں سویا...... اگر میں یہاں سے نکل سکا تو تمہیں ضرور ساتھ لے جاؤں گا۔ اور پھر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ زندگی کی جدوجہد، جہاں میں اپنے لئے کروں گا، وہاں تمہارے لئے بھی۔ میری دلی خواہش ہے کہ تمہیں اس کے چنگل سے آزاد کرا کے تمہیں اپنوں تک پہنچا دوں۔'' میں نے کہا اور سویا کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اور پھر وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا

کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''میں نہیں جا سکتی...... مجھے یقین ہے، میں کبھی یہاں سے نہیں جا سکتی۔ میری تقدیر کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ نہیں...... نہیں! مجھے اپنے ساتھ شامل مت کرو۔ ورنہ میری نحوست کا سایہ تمہیں بھی برباد کر دے گا۔'' وہ روتی رہی اور میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس کے قریب پہنچ گیا۔ میرا ہاتھ اُس کے سر پر تھا اور وہ بچوں کی طرح بلک رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ روتی رہی۔ پھر اچانک بولی۔ ''سمجھے...... میرا نام، اپنے نام کے ساتھ شامل نہ کرو۔''

''اچھا، اچھا...... ٹھیک ہے۔ چپ ہو جاؤ...... خاموش ہو جاؤ سویا! ورنہ میں بھی اُداس ہو جاؤں گا۔'' وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گئی۔ چند منٹ ناک سے شوں شوں کرتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔

''ارے...... کافی وقت ہو گیا۔ مجھے کھانا بھی تیار کرنا ہے۔''

''اپنا کھانا خود تیار کرتی ہو؟''

''ہاں...... یہ سانس بہت سے جھگڑوں کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن آج میں دل سے کھانا پکاؤں گی۔ تمہاری آمد سے مجھے بہت خوشی ملی ہے۔ میں اس لمحاتی خوشی کو زندگی کے آخری سانسوں تک نہیں بھلاؤں گی بتاؤ! تم کھانے میں کیا پسند کرو گے؟ ہر قسم کی خوراک کے ڈبے موجود ہیں۔ بتاؤ......''

میں اُس کی ذہنی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہا تھا اس لئے میں نے اُسے چند چیزیں بتائیں اور پھر خود بھی اُس کے ساتھ کچن میں چلا آیا۔ میں اُس کا ہاتھ بٹانے لگا۔ اُس کے چہرے سے مسرت پھوٹ رہی تھی۔ میں اُس کے ساتھ کام بھی کر رہا تھا۔ وہ کئی بار کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میرا اپنا کام بھی جاری تھا۔ میں کھڑکی سے باہر کا جائزہ بھی لے رہا تھا اور میں نے اُسے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔

دوپہر کا کھانا ہم نے کافی دیر سے کھایا۔ سویا، بار بار خیالات میں ڈوب جاتی تھی۔

''اپنے پسندیدہ لوگوں کے ساتھ وقت گزارنا بھی کتنا حسین ہوتا ہے......'' اُس نے کہا۔

رات کو ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی اور ہم دونوں دوڑ کر کچن میں پہنچ گئے۔ یہاں سے میں نے پہلی بار این ہوپ کو دیکھا۔ وہ درمیانے بدن کا مجہول سا انسان تھا۔ قیمتی سوٹ میں ملبوس، لیکن لوگ جس طرح اُس کی راہ میں بچھ رہے تھے، اس سے اُس کی حیثیت کا احساس ہو رہا تھا۔

سویا میری آنکھوں کی خوف ناک چمک نہیں دیکھ سکی۔ لیکن وہ پھر مرجھا گئی تھی۔ رات
دونوں نے پہلے کے سے انداز میں گزاری۔ وہ آج زیادہ بے تکلف تھی۔ لیکن رات کے
حصے میں، میں نے اُس کے اندر عورت کی تحریک نہ پائی۔ خود میرے جذبات نے بھی
خاص طلب نہیں کی تھی۔ ہاں! تھوڑا سا عجیب ضرور لگا تھا۔ لیکن پھر مظلوم سویا کی حیثیت
میرے ذہن میں اُبھر آئی تھی۔ میں اُس کی خوشیوں کے خواب نہیں توڑ سکا تھا۔ کئی بار میرے
ذہن میں اپنے جرمن ساتھی کا خیال بھی آیا تھا۔ نہ جانے بے چارہ کس حال میں ہوگا۔ لیکن
میں تو ایک مخصوص وقت تک اُس کے لئے کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔

اس رات بھی سویا کو نہیں طلب کیا گیا۔ البتہ میں علی الصبح اُٹھ گیا۔ سویا کو میرے جاگنے کا
احساس بھی نہ ہوا۔ میں کچن میں آ گیا تھا۔ ابھی سوا چھ بجے تھے۔ پون گھنٹے تک انتظار کرنا
پڑا۔ میری خواہش تھی کہ سویا نہ جاگے۔ ٹھیک سات بجے میں نے این ہوپ کو دیکھا۔ دن کی
روشنی میں، میں نے اُس کا بخوبی جائزہ لیا۔ اس وقت بھی دو باڈی گارڈ اُس کے ساتھ تھے
اور ادب سے اُس کے پیچھے چل رہے تھے۔ این ہوپ جتنی دُور تک گیا، نظر آتا رہا۔ صورتِ
حال میرے لئے پوری طرح سازگار تھی۔ میرے پاس جو کچھ موجود تھا، وہ نہایت کارآمد تھا
اور مجھے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔

پھر اُس شام سات بجے بھی میں نے این ہوپ کی مشغولیات کا جائزہ لیا۔ اُس کے مکان
کے گرد زیادہ بھیڑ نہیں ہوتی تھی اور صرف دو آدمی ہی اُس کے ساتھ ہوتے تھے۔ اس
کے بعد وہ کہیں باہر بھی نہ گیا۔ بہرحال! جوں جوں وقت قریب آتا جا رہا تھا، میرے
اعصاب میں تناؤ پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ بالآخر کام کا دن آ پہنچا...... سویا حسب معمول خوش تھی
لیکن اُس نے میرے اندر تبدیلی محسوس کر لی اور پوچھ بیٹھی۔ اس وقت ہم، شام کی چائے
رہے تھے۔ ''کیا بات ہے بریگیز! آج تم خاموش خاموش سے ہو۔''

''ہاں سویا...... آج میں اُداس ہوں۔''

''تم خود سوچو سویا! جس طرح ہم وقت گزار رہے ہیں، اس میں کیا پائیداری ہے؟
بھی خطرے میں ہو اور میں بھی۔ اتفاق ہے کہ ابھی تک تمہیں طلب نہیں کیا گیا۔ لیکن کسی
وقت کوئی آ سکتا ہے۔ کیا یہ سب کچھ پریشانی کے لئے کافی نہیں ہے؟ اگر مجھے تمہارے ساتھ
زندگی گزارنے کی آزادی حاصل ہوئی تو تم جیسی دوست کے ساتھ پوری عمر بھی گزاری
سکتی ہے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو بریگیز!'' سویا نے بھی اُداس ہو کر کہا۔

''اس لئے سویا! میں کچھ کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا......؟'' وہ شاید میرے لہجے پر چونک پڑی۔

''کوئی بھی ایسا کام جو فیصلہ کن ہو۔''

''تمہارے ذہن میں کیا ہے بریگیز......؟''

''میں اسے ممکن بنا دُوں گا سویا!''

''نہیں بریگیز...... نہیں! یہ مشکل ہے...... یہ ناممکن ہے۔''

''تم میرا ساتھ دو گی سویا!''

''میں تم پر زندگی نچھاور کر سکتی ہوں بریگیز! لیکن میں...... میں تمہیں کسی حادثے کا شکار
نہیں ہونے دُوں گی۔''

''میرے بارے میں اگر تمہیں یہ معلوم ہو کہ میں کسی قدر اجنبی ہوں، وہ نہیں ہوں جو
میں نے تم سے کہا تھا تو تمہارے احساسات کیا ہوں گے......؟'' میں نے ایک خطرناک
سوال کیا۔

''میں نہیں سمجھی؟'' سویا نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

''میری شخصیت تمہیں تھوڑی سی اُلجھی ہوئی نظر آئے گی سویا! یوں سمجھو، میرے بھی کچھ
ہمدرد ہیں جو بہرحال! میری تلاش میں ہوں گے۔ میرے دشمنوں نے میری زندگی لینے کی
کوشش ضرور کی تھی۔ لیکن وہ مجھ سے پورے طور واقف نہیں تھے۔''

''میں اَب بھی کچھ نہیں سمجھی بریگیز!'' سویا نے کہا۔

''بس...... میری ایک درخواست ہے سویا! میں جس وقت تک کامیاب ہو کر اپنی منزل پر
پہنچ جاؤں، تم مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔ میں ہر قیمت پر این ہوپ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ......! لیکن کس طرح؟''

''تم ایک خاموش تماشائی کی حیثیت اختیار کرو۔ آؤ...... اندر چلیں۔'' میں نے کہا اور
پریشان سویا میرے ساتھ اندر آ گئی۔ تب میں نے الماری کھول کر اُس میں سے اپنا کوٹ
نکال لیا اور پہلی بار سویا نے یہ عجیب وغریب کوٹ دیکھا جس میں پلاسٹک کا استر لگا ہوا تھا۔
اس استر میں نہ جانے کیا کیا تھا۔ میں نے ایک پتلی لیکن لمبی نال نکالی۔ کنڈوں کے دو
چھوٹے چھوٹے پیس نکالے اور اُنہیں فٹ کرنے لگا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو استر میں جگہ

جگہ لگے ہوئے تھے، ایک دوسرے سے جڑتے گئے۔ اور پھر ایک عجیب وغریب ساخ
لمبی رائفل تیار ہو گئی۔ آخر میں، میں نے اُس میں سائیلنسر کی نال فٹ کی اور پھر
کارتوس نکال کر اُس کے چیمبر میں ڈالنے لگا۔ سویا، سکتے کے عالم میں بیٹھی یہ سب
رہی تھی۔

اپنے کام سے فارغ ہو کر میں مسکرایا۔ ''یہاں سے کچھ لینا چاہتی ہو سویا؟'' م
پوچھا۔

''میں...... میں سمجھی نہیں۔'' وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

''ٹھیک ساڑھے سات بجے ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔'' میں نے اپنی پتلو
اندرونی حصے سے ایک شاندار آٹو میٹک ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ سویا کی آواز ہی بن
تھی۔ ''اسے استعمال کر سکتی ہو......؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں......'' وہ مشینی انداز میں بولی۔

''خیر...... کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے کوٹ پہن کر ریوالور جیب میں ڈالتے ہ
اور پھر جوتے پہننے لگا۔ ''سویا! اس قدر متحیر نہ ہو۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میری
تھوڑی سی بدل جائے گی۔ لیکن میں تمہارا دوست ہوں اور تمہیں یہاں سے نکال لے
گا۔ تم میرے اُوپر کوئی شک نہ کرنا سویا! خود پر بھروسہ رکھو۔''

سویا نے اَب بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر میں نے خود ہی اُسے تیار کر لیا۔ تیار
تھا؟ میں نے اپنی پسند سے اُسے ایک چست لباس پہنا دیا اور جوتے وغیرہ پہنا کر اُ
ساتھ کچن میں لے آیا۔ اَب شاید سویا، میری کچن سے دلچسپی کا مقصد بھی سمجھ گئی ہو
نے رائفل، کھڑکی میں فٹ کر لی اور گھڑی دیکھنے لگا۔ سویا بے جان سی ہو رہی تھی۔

''مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے سویا! اگر تم اتنی بد حال ہو گئیں تو مجھے میرے
دشواری ہو گی۔'' میں نے اُسے خود سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

''بریگیز...... بریگیز! میں...... میں......''

''کیا تمہیں میرے اُوپر بھروسہ نہیں رہا؟''

''یہ بات نہیں ہے بریگیز!''

''پھر کیا بات ہے سویا؟''

''مجھے اپنی تقدیر پر بھروسہ نہیں رہا۔ کیا میں واقعی یہاں سے نکل سکوں گی؟ کیا

ہے؟''

''میں سانس لیتا ہوا زندہ انسان ہوں سویا! اور کمزور بھی نہیں ہوں۔ ہم زندگی کی بھرپور
کوشش کریں گے۔ اس نفرت انگیز انسان کی قید سے رہائی کی بھرپور کوشش ہر قیمت پر کرنی
چاہئے۔ زندگی رہے یا نہ رہے۔''

''آہ......! تم ٹھیک کہتے ہو بریگیز! مجھے ایسے ہی کسی سہارے کی ضرورت تھی۔ ہاں......
ٹھیک ہی تو ہے۔ پھر یہ کوشش کیوں نہ کی جائے؟ اَب میں تنہا تو نہیں ہوں۔''

''ہم دونوں زندگی اور موت کے ساتھی ہیں سویا! یہاں سے جائیں گے تو ساتھ ہی جائیں
گے۔ لاؤ...... ہاتھ ملا کر عہد کرو۔'' میں نے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور سویا کے ہونٹوں پر پھیکی سی
مسکراہٹ آ گئی۔ اُس نے اپنا ہاتھ، میرے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

ٹھیک سات بجے این ہوپ، دروازے سے نمودار ہوا۔ میں نے سویا کو خود سے الگ کر
دیا تھا اور اَب میری پوری توجہ اپنے نشانے پر تھی۔ میرے اندر کا مضبوط انسان مطمئن تھا اور
میری آنکھوں میں فطری درندگی اُبھر آئی تھی۔ میں خونخوار نگاہوں سے این ہوپ کو دیکھ رہا تھا
جو ایک خوب صورت چھڑی ٹیک ٹیک کر چل رہا تھا۔ میری اُنگلی، رائفل کی لبلبی پر سخت ہوتی
جا رہی تھی۔ اور پھر میں نے لبلبی دبا دی...... ہلکی سی آواز ہوئی اور این ہوپ کئی فٹ اُچھل
پڑا۔ وہ گرا تو میں نے دوسرا فائر کیا اور پھر تیسرا...... تینوں کامیاب نشانے لگانے کے بعد میں
نے اُس کے متحیر نگہبانوں کو نشانہ بنایا جو پہلے این ہوپ کی طرف جھکے تھے اور پھر پستول نکال
کر چاروں طرف دیکھنے لگے تھے۔ لیکن اَب وہ بھی اُس سے چند گز کے فاصلے پر زمین پر
تڑپ رہے تھے۔ یہ منظر، سویا نے بھی دیکھ لیا تھا۔ دوسرے لمحے اُس نے اُچھل کر میری
گردن میں بانہیں ڈال دیں اور اُس کا بدن بری طرح کانپ رہا تھا۔ اُس نے میرے
چہرے کے کئی بوسے لے لئے۔ نہ جانے وہ اپنے جذبات کا اظہار کن الفاظ میں کرنا چاہتی
تھی؟ لیکن اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو گئی تھی۔

''سویا......! حواس پر قابو رکھو۔ اس وقت یہ نہایت ضروری ہے۔'' میں نے کہا اور پھر
میں نے اپنی رائفل کچن میں چھپا دی۔ اَب مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر میں سویا کا
ہاتھ پکڑے ہوئے دروازے تک آ گیا۔ سویا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس طرح باہر
آنے کی جرات کروں گا۔ لیکن میرا ذہن اس وقت پوری طرح قابو میں تھا۔ کوئی انتشار نہیں
تھا۔ میں اُسے لئے ہوئے ایک طرف چل پڑا۔ اِکا دُکا لوگ نظر آ رہے تھے۔ ابھی تک کسی

کی نگاہ این ہوپ پر نہیں پڑی تھی۔ باڈی گارڈز کو قتل کر کے میں نے عقلمندی کی تھی۔ ور
اَب تک ہنگامہ ہو گیا ہوتا۔ سویا بھی میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اُس کے ہاتھ کی گرفت
میں اُس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ لیکن بہرحال! میں نے اپنی چال پر قابو پایا
تھا۔

اور پھر ہم نے عقب میں شور سنا۔ ہم خاصی دُور نکل آئے تھے۔ سویا کے حلق سے عجیب
آواز نکلی۔ ''پتہ..... پتہ چل گیا! آہ..... پتہ.....''

''کوئی بات نہیں ہے سویا! تم بے فکر رہو۔'' میں نے سکون سے کہا۔ پستول ہاتھ میں لے
لیا اور رفتار تیز کر دی۔ دفعتہً سامنے سے دو آدمی دوڑتے نظر آئے۔ وہ ہماری طرف آ
رہے تھے۔ میں نے بھی سویا کو گھسیٹ کر اُنہی کی جانب دوڑنا شروع کر دیا۔

''کیا ہوا..... کیا ہوا..... یہ کیسا شور ہے؟'' اُنہوں نے بے اختیار پوچھا۔

''باس کو..... باس کو کسی نے گولی مار دی۔'' میں نے سراسیمہ لہجے میں کہا۔

''ارے.....'' وہ دونوں بیک وقت بولے اور تیزی سے اُس طرف دوڑنے لگے جد
سے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کامیاب کوشش تھی۔ میں نے راستے میں دو تین کو اور اطلا
دی اور کافی دُور نکل آیا۔ سویا کی کیفیت اَب اس قدر خراب نہیں تھی۔ البتہ دوڑتے رہنے
وہ ہانپنے لگی تھی۔

بالآخر ہم پہاڑیوں تک پہنچ گئے اور میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس نشان کو تلا
کرنے لگا جو میں نے غار کے سامنے بنایا تھا۔ خاصی مشکل پیش آئی تھی۔ لیکن بالآخر میں
اُسے تلاش کر ہی لیا۔ اور پھر میں سویا کا ہاتھ پکڑ کر غار کی طرف دوڑنے لگا۔ پھر ہم دو
غار میں داخل ہو گئے۔ میں نے بے اختیار چاروں طرف نگاہیں دوڑائی تھیں۔ غار کے ا
کونے میں مجھے میرا ساتھی نظر آ گیا۔ اُس نے پستول کا رُخ ہم دونوں کی طرف کیا ہوا تھا

''اوہ..... میں ہوں دوست! کامیابی کی خوشخبری، مبارکباد.....'' میں نے کہا اور
ساتھی آگے بڑھ آیا۔ اُس نے حیرت سے سویا کو دیکھا تھا۔

''یہ..... یہ کون ہے؟''

''میری دوست..... میری ہمدرد۔ جس کی مدد سے میں نے مشکلات پر قابو پایا ہے''
میں نے جواب دیا اور میرا ساتھی خاموش ہو گیا۔ اُس کے بعد اُس نے کوئی سوال ہی نہیں
اور میں نے سویا سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ سویا کی ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ ''تمہاری

کیفیت ہے؟'' میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

''زیادہ اچھی نہیں۔ لگتا ہے، ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں شدید بخار میں مبتلا رہا ہوں۔ لیکن
بہرحال! اتنا کمزور بھی نہیں ہوں۔'' وہ مسکرا دیا۔

''انتظار کر رہے ہو گے.....''

''پاگل پن کی حد تک..... مانو یا نہ مانو، یہ وقت نہایت سخت گزرا ہے۔ انسانی ذہن، نہ
جانے کیا ہے؟''

''مجھے یقین ہے.....'' میں نے کہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر گھڑی دیکھنے لگا۔ وقت
کی رفتار بے حد سست تھی۔ بہت ہی آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ گھڑی کی سوئیاں جیسے رُک گئی
تھیں۔ مجھے اندیشہ تھا کہ بڑے پیمانے پر قاتل کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ فوری طور پر
لوگوں کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہو گا۔ لیکن ممکن ہے، کچھ لوگ ادھر نکل ہی آئیں۔ بس.....
اَب آخری کام رہ گیا تھا۔

ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے میں نے اپنے سامان سے مخصوص فریکوئنسی کا ٹرانسمیٹر نکال لیا
اور پھر ایک ٹارچ لے کر باہر نکل آیا۔ سویا، سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آواز
بلند تھی۔ میں نے جرمن زبان میں اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ لڑکی سے گفتگو نہ کرے اور باہر
نکل گیا۔ میری نگاہیں، آسمان میں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

پھر سمندر پر بہت دُور ایک دھبہ نظر آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے ٹرانسمیٹر پر اشارہ
موصول ہوا۔ میں نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ ''ہیلو..... ہیلو..... ہیلو..... راؤنڈ
ونگ..... ہیلو.....'' میں خود ہی بولا۔

''یس..... پوزیشن؟'' جواب ملا۔

''بالکل ٹھیک..... لیکن جلدی کرو..... بہت جلد پہنچ جاؤ۔''

''کیا آپ تیار ہیں؟''

''ہاں.....!''

''براہِ کرم! سگنل نمبر ایک دیں۔'' ہیلی کاپٹر پائلٹ نے کہا اور میں نے ٹارچ کا ایک نمبر
کا بٹن دبا دیا۔ سبز رنگ کی گاڑھی روشنی کی ایک لکیر آسمان کی طرف بلند ہو گئی اور تین بار سگنل
دینے کے بعد میں نے بٹن آف کر دیا۔ بے آواز ہیلی کاپٹر، پہاڑی پر پہنچ گیا۔ میں نے اس
کے لئے جگہ کا انتخاب کر لیا تھا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سگنل نمبر دو دیا اور پھر تین..... ہیلی کاپٹر

نیچے اُتر آیا تھا۔ تب میں واپس غار میں گیا اور اپنے ساتھی کو سہارا دے کر باہر لے آیا۔ سویا نے میرا بازو تھام رکھا تھا۔ پائلٹ، لڑکی کو دیکھ کر کسی قدر اُلجھ گیا تھا۔ لیکن میں نے فرنچ زبان میں اُس سے کہا کہ وہ پُرسکون رہے۔ ایسی ہی صورتِ حال ہے۔

''لیکن آپ لوگوں کو کہاں اُتارا جائے گا؟'' پائلٹ نے پوچھا۔

''اسپاٹ پر...... میں گفتگو کرلوں گا۔'' تب ہم ہیلی کاپٹر پر سوار ہو گئے۔ اور پھر اسی وقت تقریباً بارہ بجے مجھے باسز کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ رپورٹ دینی تھی۔ میں نے بلا کم و کاست پوری رپورٹ دے دی اور چند ساعت کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ اور پھر باس نمبر پانچ کی آواز اُبھری۔

''ٹھیک ہے مسٹر ڈن......! آپ کی کارکردگی کو عمدہ تسلیم کیا گیا ہے۔ لڑکی آپ وہاں سے نکال لائے ہیں، اس بات کو برا نہیں تسلیم کیا گیا۔ لیکن اَب آپ کو ایک کام اور کرنا ہے۔''

''جی فرمائیے......'' میں نے خوش ہو کر کہا۔

''آپ، اپنے دوست کلارک کے ساتھ رہتے ہیں؟''

''جی ہاں......''

''لڑکی کو آپ اس کے لئے تیار کر سکتے ہیں کہ وہ آپ کی مرضی کے مطابق عمل کرے؟''

''میرا خیال ہے جناب! وہ عمل کرے گی۔''

''اور آپ کا دوست کلارک، آپ سے تعاون کرے گا؟''

''ہاں...... مجھے یقین ہے۔''

''تب لڑکی سے کہو کہ وہ تمہارے بارے میں دوسروں کو صرف اتنا بتائے کہ تم ایک جواری تھے اور تم نے اُس کی مدد کے احسان کے طور پر اُسے بھی وہاں سے نکال لیا۔ تمہارے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی۔ تم نے اُسے چھوڑ دیا تھا اور وہ خود کلارک کے ہاتھ لگ گئی۔ کلارک کو چاہئے کہ اُسے آج ہی رات برمی سفارت خانے پہنچا دے۔''

''بہت بہتر...... میں حکم کی تعمیل کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور مجھے شاندار کارکردگی کی مبارکباد دے کر رُخصت کر دیا گیا۔

سویا کو لے کر میں کلارک کے مکان کی طرف چل پڑا۔ کار میں سویا خاموش تھی۔ اُس کی کیفیت عجیب تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑی۔

''تم خوش نہیں ہو سویا؟'' میں نے کہا۔

''تم...... تم میری کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے بریگینز! میں نے اتنا طویل عرصہ اُن لوگوں میں گزارا ہے کہ...... کہ مجھے اپنی آزادی پر یقین نہیں ہے۔''

''تمہیں یقین کر لینا چاہئے سویا......!''

''لیکن بریگینز! تم کون ہو...... درحقیقت تم کون ہو؟''

''ایک بات جو میں نے تمہیں بتائی تھی سویا، وہ بالکل درست تھی۔ ایک اچھا انسان، جو برے راستوں پر لایا گیا۔ جزیرے پر بھی میں اس طرح پہنچا۔ بعد میں مجھے معلوا ہوا کہ این ہوپ میرا دشمن ہے۔ وہی شخص، جس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ اور میں نے اُس سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔ وہاں جزیرے پر بھی میں اتنا بے بس نہیں تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا اور بالآخر این ہوپ کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ لیکن سویا! تم یہ اعتراف تو کرو گی کہ تمہارے اچھے سلوک کے جواب میں، میں نے تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کیا۔''

''یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو بریگینز؟''

''اس لئے کہ میں تم سے کچھ اور چاہتا ہوں۔''

''کیا...... کہو!''

''سویا! این ہوپ کو قتل کرنے کے بعد کام ختم نہیں ہو جاتا۔ اُس کے ساتھی میری بو سونگھ لیں گے اور مجھے اُن سے بچنا پڑے گا۔ ابھی میری زندگی کی طویل مہم باقی ہے۔ چنانچہ اپنے ایک دوست کے ساتھ میں تمہیں آج ہی رات تمہارے سفارت خانے بھجوا دُوں گا۔ تم دوسروں کو میرے بارے میں صرف اتنا بتاؤ گی کہ میں ایک پراسرار شخص تھا۔ اس سے زیادہ تم کچھ نہیں جانتیں۔ میں تمہیں ایک دوست کے پاس لے جا رہا ہوں۔ اُس کے بارے میں بھی تم یہ کہو گی کہ جب تمہیں یہاں چھوڑا گیا تو پہلا شخص وہی ملا تھا اور تمہاری کہانی سن کر سیدھا تمہیں، تمہارے سفارت خانے لے گیا۔''

''تو...... تو اس کے بعد تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے؟''

''ہاں سویا...... لیکن ہم اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے کو اپنے دلوں میں زندہ رکھیں گے۔'' میں نے جواب دیا اور سویا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''میری تقدیر میں ایسے ہی حادثات لکھے ہوئے ہیں۔ میں یہ کیوں سوچ رہی تھی کہ

ساری خوشیاں بیک وقت مجھے مل جائیں گی۔ میں، تم سے جدا ہو کر خوش نہیں رہوں گی بریگم
اگر ہو سکے تو مجھے تلاش کر کے مجھ سے ضرور ملنا۔'' سویا نے کہا۔

''میں کوشش کروں گا سویا! لیکن ان حالات سے نمٹنے کے بعد۔''

''میں انتظار کروں گی۔'' سویا نے جواب دیا اور خاموش ہو گئی۔

''کلارک، میرا دوست، ہر وقت خلوصِ دل سے میرا استقبال کرنے کے لئے تیار رہ
تھا۔ خواہ کوئی بھی وقت ہو۔ دونوں میاں بیوی سکون کی نیند سو رہے تھے لیکن میرے پہنچنے
دونوں جاگ گئے۔ میں نے سویا کو ڈرائنگ رُوم میں بٹھا دیا تھا اور اس وقت تک اُن دونو
کو اُس کے سامنے نہیں لایا جب تک اُنہیں تفصیل نہ سمجھا دی۔ لیکن اتنی تفصیل جتنی ممکن تھی۔

''لیکن وہ ہے کون...... کیا تمہاری محبوبہ؟'' ماریا نے پوچھا۔

''نہیں مسز کلارک! میرا خیال ہے، میں کسی کو اس نام سے نہیں پکار سکوں گا۔ آیئے!''
ڈرائنگ رُوم میں لا کر میں نے اُن لوگوں کا تعارف کرایا۔ ماریا نے سویا کی خاطر مدارت کی
تھی۔ کلارک بے چارہ فوراً میری ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور پھر وہ سویا کو
لے کر رُخصت ہو گیا۔ سویا نے آخری بار میرے رُخسار کا بوسہ لیا تھا۔ اُن دونوں کے چلے
جانے کے بعد ماریا نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔

''تو وہ تمہاری محبوبہ نہیں تھی؟''

''نہیں ماریا...... یقین کرو۔''

''لیکن تم اُس کے محبوب ضرور تھے۔''

''کیا مطلب......؟''

''عورت کا درد، عورت ہی جان سکتی ہے۔'' ماریا نے کہا۔

''میری زندگی، بارُود کا ڈھیر ہے ماریا! میں ان نزاکتوں میں نہیں اُلجھ سکتا۔'' میں نے
ایک آرام کرسی پر دراز ہو کر کہا۔

''تمہاری دوست، تمہاری ہمدرد ہونے کی حیثیت سے ایک مشورہ ضرور دُوں گی۔''

''ضرور دو......!''

''کیا تم کلارک کی زندگی کو پسند نہیں کرتے؟''

''بے حد پسند کرتا ہوں۔''

''میرے خیال میں وہ اپنی زندگی کا، کامیاب ترین انسان ہے۔ یقین کرو! ہم نہایت

سکون زندگی گزار رہے ہیں۔ زندگی میں جدوجہد بے شک زندگی کی نمائندگی کرتی ہے۔ لیکن
ہر جدوجہد کی ایک منزل ضرور ہوتی ہے۔ خود کو گم کردہ منزل رکھو گے تو کبھی سکون نہ حاصل ہو
گا۔ بے شک جدوجہد کرو۔ لیکن منزل کو نگاہ میں ضرور رکھنا۔ زندگی کے ہر مسافر کی کوئی نہ
کوئی منزل ضرور ہوتی ہے۔ منزل پر جا کر سکون کے وہ سانس مہیا ہوتے ہیں جنہیں جدوجہد
کا حاصل کہا جا سکتا ہے۔''

''ہاں ماریا......! تمہارا خیال درست ہے۔''

''اپنے تصورات کی بلندیاں پا لو تو منزل ضرور تلاش کرنا۔''

''یقیناً کروں گا۔ لیکن اگر تم جیسی کوئی لڑکی زندگی میں آئی تو۔''

''مجھے یقین ہے، تم محروم نہ رہو گے۔'' ماریا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

سویا کی کہانی ختم ہو گئی تھی۔ کلارک نے اُسے اُس کے سفارت خانے کے حوالے کر دیا
تھا اور اس کے بعد اس سلسلہ میں ایسی کوئی بات نہ اُٹھی۔ ہاں! انگلینڈ کے اخبارات میں این
ہوپ کے بارے میں بے شمار خبریں آتی رہی تھیں۔ تمام ممالک کی اغواء شدہ لڑکیاں برآمد
ہو گئی تھیں اور حکومت برطانیہ اپنی لاپرواہی کے سلسلے میں خاصی بدنام ہوئی تھی۔ لیکن ان
ساری باتوں سے نہ تو مجھے سروکار تھا اور نہ سیکرٹ پیلس کے منتظمین کو۔ وہ تو اپنا کام کر کے
خاموش ہو گئے تھے۔

بالآخر میری تربیت کے تین سال مکمل ہو گئے۔ سیکرٹ پیلس کی طرف سے مجھے تربیت
مکمل ہونے کی مبارکباد دی گئی اور اس کے ساتھ ہی آخری ہدایات بھی...... جن میں کہا گیا
تھا کہ ادارہ میری طرف سے مطمئن ہے۔ لیکن اس کے باوجود مجھے ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ
کسی طور اس ادارے کے بارے میں میری زبان سے ایک لفظ نہ نکلے۔ اس کے ساتھ ہی
مجھے پیشکش کی گئی کہ اگر میں چاہوں تو کسی بھی ملک میں مجھے کوئی عمدہ حیثیت دلائی جا سکتی
ہے۔ لیکن میں نے کہا کہ میں اپنے طور پر زندگی گزاروں گا۔

میرے دوست کلارک اور ماریا نے میرا کورس مکمل ہو جانے کا جشن منایا تھا جس میں ہم
تینوں کے سوا اور کوئی شریک نہیں تھا۔

''اب تمہارے کیا ارادے ہیں ڈن؟'' کلارک نے پوچھا۔

''میں اس بار دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گیا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟''

''میں جلد ہی اپنے وطن واپس جاؤں گا اور پہلی واردات میں فن لینڈ میں ہی کروں گا۔''
''اوہ...... وہ واردات کیا ہو گی؟''
''نہیں کہہ سکتا کلارک! لیکن میری خواہش ہے کہ میں، کین فیملی کا وقار بحال کر دوں۔ اُن لوگوں کو اُن کے مقام پر واپس لے آؤں۔ خود اَب میں ان لوگوں سے کوئی رابطہ نہ رکھوں گا۔ اپنی دنیا، میں الگ بنانے کا تہیہ کر چکا ہوں۔''
''تو تم یہاں سے چلے جاؤ گے؟'' کلارک نے افسردگی سے کہا۔
''ہاں کلارک...... تمہاری دُعاؤں اور اجازت کا خواہشمند ہوں۔ میں تمہیں ہمیشہ رکھوں گا۔'' کلارک اور ماریا افسردہ ہو گئے تھے۔ لیکن بہرحال! یہ میرے مستقبل کا معاملہ تھا۔ وہ اس کی راہ میں نہیں آنا چاہتے تھے۔ میں نے کلارک کو اپنے ارادے سے آگاہ کر تھا۔ اَب یہ ضروری نہیں تھا کہ میں باقاعدہ اُس سے رُخصت ہوتا۔ چند روز وہاں رہ کر میں نے کچھ ضروری انتظامات کئے اور ایک رات خاموشی سے انگلینڈ چھوڑ دیا۔

☆......☆......☆

ذہن میں ابھی تک کوئی خاص خیال نہیں تھا۔ بس خیالات، بگولوں کی مانند اُٹھ رہے تھے۔ سب کی شکلیں مختلف تھیں، انداز ایک تھا۔ فن لینڈ جانے کی خواہش اَب بیٹھے بیٹھے درد کی ایک لہر کی مانند دل میں اُٹھتی اور بدن میں دیر تک اینٹھن بنی رہتی۔ میں سوچتا، فن لینڈ یونہی خالی ہاتھ ہلاتے چلے جانا ساری جدوجہد کی توہین تھی۔ طویل کاوشوں کا مذاق تھا۔ جہاں سے کچھ بننے کا تصور لے کر نکلا تھا اور اپنی کوششوں میں کامیاب رہا تھا، وہاں پہلے جیسے ڈن کی حیثیت سے چلے جانا کہاں کی دانشمندی تھی؟
لیکن فیصلوں کے لئے ماحول کی تبدیلی درکار تھی اور ماحول بدلنے کے لئے لندن چھوڑا تھا۔ فرانس کی جانب جانے کی خواہش میں کسی فیصلے کا دخل نہیں تھا۔ کیونکہ فیصلوں کی تلاش ہی تو اَب آئندہ زندگی کا مقصد تھی۔ بس! پہلا نام فرانس ہی کا ذہن میں آیا تھا اور یہ سب سے قریب، سب سے آسان تھا۔ اس لئے پیرس کا رُخ کیا۔ اور سفر کے لئے تھوی سی جدت کی تھی۔ وکٹوریہ سٹیشن پر پیرس جانے والی گاڑی تیار کھڑی تھی۔ میں نے ٹکٹ خرید لیا اور ٹرین میں سوار ہو گیا۔ گارڈ نے میرا ٹکٹ چیک کیا تھا۔
''یہ گاڑی ڈوور کی بندرگاہ کس وقت پہنچے گی؟'' میں نے یونہی گارڈ سے پوچھا۔
''ٹھیک ڈیڑھ بجے جناب......!'' اُس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ گارڈ میرا ٹکٹ واپس کر کے چلا گیا تھا۔
پورے کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ صرف تین افراد تھے۔ میں نے گہری نگاہ سے اُن میں سے کسی کو نہ دیکھا۔ انگلینڈ کے لوگ ضرورت سے زیادہ بااخلاق ہوتے ہیں۔ بس! ایک نگاہ ڈال کر دلچسپی کا اظہار کرو، پوری زندگی کا شجرہ معلوم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر خاص طور سے ایسے ماحول میں جبکہ اُنہیں چند گھنٹے ساتھ گزارنے ہوں۔
چنانچہ اُن لوگوں سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ چہرے پر ازلی نحوست طاری کر لی جائے۔ اگر کوئی گفتگو کرنے کی کوشش کرے تو ایسے خشک لہجے میں جواب دیا جائے اور

ایسا ٹیڑھا سا جواب دیا جائے کہ اُسے دوبارہ کچھ پوچھنے کی جرات نہ ہو۔ اور میں نے ایسا
کیا تھا۔ میں نے اُن لوگوں کی طرف نگاہ بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا اور اُن کے حلیوں س
ناواقف تھا۔ ریلوے سٹیشن سے میں نے ایک رسالہ خرید لیا تھا اور گاڑی میں اپنی آرام
سیٹ پر بیٹھتے ہی میں نے رسالہ کھول کر چہرے کے سامنے کر لیا تھا۔ حالانکہ دل ایک
پڑھنے کو نہیں چاہ رہا تھا لیکن تھوڑی سی بداخلاقی ضروری تھی۔

گاڑی روانہ ہونے میں صرف تین منٹ تھے جب اُس کمپارٹمنٹ میں دو اور مسافرو
اضافہ ہوا۔ دوسرے لوگوں کو تو میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا بھی نہیں تھا۔ لیکن نئے آنے وال
کچھ ایسے ہنگامہ خیز تھے کہ نگاہ خود بخود اُن کی طرف اُٹھ گئی تھی۔

تقریباً ساٹھ سال کی عمر کا ایک سرخ و سفید بوڑھا تھا۔ جس نے انتہائی نفیس سوٹ پ
ہوا تھا۔ چہرے پر بھوری داڑھی تھی اور بال بڑی ترتیب سے سجے ہوئے تھے۔ جسم موٹا
لیکن اُسے سہارا دینے والا جاذب نگاہ تھا۔ سیاہ لمبے کوٹ اور بھوری چمڑے کی پتلون م
ملبوس انتہائی پرکشش خدوخال کی مالک لڑکی، جس کے بال گہرے سیاہ تھے، اُسے سنبھا
ہوئے تھی۔

اُس نے کمپارٹمنٹ میں قدم رکھا اور بڑی بے ڈھنگی آواز میں بولا۔ ''ہائے سویتا! تم
کون سے قبرستان میں لے آئی ہو...... آہ! یہاں تو موت کا سناٹا ہے۔ میوزیشن...... میوز
کہاں مر گئے؟''

''آنے...... آنے والے ہیں جناب!'' لڑکی نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا ا
بدحواس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

''ابھی تک کیوں نہیں آئے؟ تمہیں معلوم ہے، میوزک کے بغیر میں خود کو نپولین
ہوں۔ اَب میں کیا کروں، ٹوئسٹ؟ خیر......'' اُس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر پیروں کی
دیتے ہوئے تھرکنا شروع کر دیا۔ موٹا جسم تھلتھلا رہا تھا اور وہ بری طرح لڑکھڑا رہا تھا
اَب گرا۔

''مسٹر گرائن...... مسٹر گرائن...... براہِ کرم! میوزیشن کا انتظار کریں۔ بس! آنے
والے ہوں گے۔''

''انتظار...... آہ! انتظار...... جولانی کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ آتی ہے، جاتی ہے۔
یوں...... یوں...... یوں......'' اُس نے چٹکی بجانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اُس

ساتھ ہی وہ جھونک میں ایک طرف لڑھکنے لگا لیکن لڑکی نے اُسے تھام لیا تھا۔ وہ غیر معمولی
تندرست نظر آتی تھی ورنہ اتنے وزنی آدمی کو سنبھالنا خاصا مشکل کام تھا۔

''مسٹر گرائن! پلیز...... بیٹھ جائیے...... بیٹھ جائیے......'' وہ تقریباً اُسے گھسیٹتی ہوئی سیٹ
تک لائی اور پھر اُس کے شانوں پر دباؤ ڈال کر اُسے بٹھا لیا۔

''لیکن یہاں خاموشی طاری ہے۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئی ہو؟''

''ابھی تھوڑی دیر بعد ہنگامہ برپا ہوگا۔ اس وقت آپ خوش ہو جائیں گے۔'' لڑکی نے
کہا۔

''یہ آپ نے درست کہا ہے خاتون! اگر اِن صاحب نے ایسی ہی فضول باتیں جاری
رکھیں تو یہاں ضرور ہنگامہ ہوگا۔ ممکن ہے، میں انہیں اُٹھا کر چلتی ٹرین سے باہر پھینک دُوں۔
کیا یہ نشے میں ہیں؟'' پہلے سے کمپارٹمنٹ میں موجود ایک شخص نے بھاری آواز میں کہا اور
لڑکی نے چونک کر اُسے دیکھا۔ میری نگاہیں بھی اُس طرف اُٹھ گئی تھیں۔ چوڑے شانوں اور
چوڑے جبڑوں والا ایک دراز قد نوجوان تھا جو اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

''اوہ، جناب...... میں معاف چاہتی ہوں۔ یہ سب اتفاقیہ ہے۔ مسٹر گرائن کا پہلے سے
سفر کا اِرادہ نہیں تھا۔ وہ پیتے رہے۔ اور پھر ہم نے اچانک سفر شروع کر دیا۔ لیکن آپ بےفکر
رہیں۔ میں انہیں سلانے کی کوشش کروں گی۔'' لڑکی نے عاجزی سے کہا۔

''یہی مناسب ہے۔ اگر آپ اس میں ناکام رہیں تو مجھے بتا دیں۔ میں انہیں ہمیشہ کے
لئے سلا دُوں گا۔'' نوجوان نے کہا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ لڑکی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی
تھی اور مسٹر گرائن اَب اُلو کی طرح چونک کر آنکھیں پھاڑ رہے تھے۔

نوجوان کی بدتمیزی پر مجھے بھی غصہ آیا تھا۔ لیکن بہرحال! میں نے مداخلت نہیں کی تھی اور
رسالہ پھر چہرے کے سامنے کر لیا۔

پھر ٹرین چل پڑی اور مسٹر گرین اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ''ارے...... ارے
سویتا...... سویتا ڈارلنگ! شش...... شاید کوئی زیرِ زمین تجربہ ہوا ہے۔ دیکھو! زمین ہل رہی
ہے۔ آہ...... میری ڈریلا کہاں ہے؟ وہ خوف سے مر جائے گی؟ آہ...... زمین کو روکو......
زمین کو روکو...... زمین کو روکو......'' وہ خلا میں ہاتھ مارنے لگا۔

''میری مانو لڑکی، میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔'' نوجوان دانت پیستا ہوا بولا۔

''کک...... کیسی مدد جناب؟'' لڑکی نروس نظر آ رہی تھی۔

"اگر تمہارا ساتھی جاگتا رہا تو ہماری نیند حرام ہو جائے گی۔ اور ہم اپنا سفر بے آرا
کرنا چاہتے۔ میرا ایک گھونسا انہیں گہری نیند سلا دے گا۔" نوجوان نے کہا۔

"اوہ، جناب...... براہِ کرم! ناراض نہ ہوں۔ مجھے دھمکیاں نہ دیں۔ اتفاق سے
حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ یوں بھی مسٹر گرائن ایک معزز
ہیں۔ آپ کو اتنی سنگدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ میں ایک بار پھر آپ سے شرمندہ ہا
لڑکی نے کہا۔

"اور پورے سفر کے دوران شرمندہ ہوتی رہیں گی۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا اور اَ
خود کو نہ روک سکا۔ لڑکی مشکل میں تھی اور کمپارٹمنٹ کے دوسرے لوگ شاید اس نوجو
جسارت سے خوف زدہ۔ اس لئے وہ شیر ہو رہا تھا۔

میں نے رسالہ رکھ دیا۔ "میرا خیال ہے مسٹر...... آپ واقعی سنگدلی کا مظاہرہ کر
ہیں۔ اِس بے چاری کا کیا قصور ہے؟ صبر سے کام لیں۔ ہم لوگ بھی موجود ہیں۔" مَیں
نرم لہجے میں کہا۔

نوجوان میری طرف پلٹ پڑا۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل
"خوبصورت لڑکی کے مددگار! جو ہمدردی، جس مقصد کے تحت تمہارے ذہن میں جاگ
وہ اسی مقصد کے تحت میرے ذہن میں بھی جاگ سکتی ہے۔ اور چونکہ پہل میں نے کی
اس لئے خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔" اُس نے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ پھر میں
آہستہ اُس نوجوان کے قریب پہنچ گیا۔ دوسرے لوگ سمٹنے لگے تھے۔

"دیکھئے جناب! چلتی ٹرین میں جھگڑا نہ کریں۔" اُن میں سے ایک بولا۔ لیکن م
اُن کی طرف توجہ نہ دی۔

"تم سونا چاہتے ہو......؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اپنی جگہ واپس جاؤ۔" نوجوان بھی کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھوں کی اُنگلیاں ا
تھیں۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ مارشل آرٹس سے واقف ہے اور کچھ کرنا چاہتا ہے۔

"تم سونا چاہتے ہو......؟" میں نے پھر پوچھا۔

"نہیں...... اَب تو جاگنا چاہتا ہوں، اِن محترمہ کے لئے۔"

"یہ تمہارے لئے بہتر نہ ہوگا۔" میں نے کہا اور دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ نوجوا
پینترہ بدلا اور لڑکی کے منہ سے سریلی چیخ نکل گئی۔

لیکن نوجوان "ہاکا" کے پر پیچ فن سے واقف نہیں تھا۔ اُس نے اُنگلیاں اکڑا کر ہاتھ
گھمایا۔ لیکن اس سے پہلے میں نے اپنا ہاتھ اُس کے کان کے عقب والی رگ پر جما دیا اور
سلانے کے لئے اس سے بہتر طریقہ کوئی نہیں ہوتا۔ فوراً نیند آ جاتی ہے۔ پہلے نوجوان کا ایک
ہاتھ گھوما اور پھر دوسرا۔ اور پھر وہ خود گھومنے لگا۔ دو تین چکر لئے اور زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں
نے جھک کر اُسے اُٹھایا اور نہایت احتیاط سے سیٹ پر لٹا دیا۔

"اگر یہ تمہارا ساتھی ہے تو اسے اطمینان سے سونے دو۔" میں نے دوسرے لوگوں سے
کہا۔

"نہیں جناب...... یہ ہمارا ساتھی نہیں ہے۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔ اَب وہ مجھ سے
خوف زدہ تھے۔ میں واپس پلٹا اور اپنی جگہ جا بیٹھا۔ میں نے پھر رسالہ اُٹھا لیا تھا۔

کمپارٹمنٹ میں اَب گہری خاموشی چھا گئی تھی۔ لڑکی بمشکل تمام مسٹر گرائن کو واپس اپنی
سیٹ پر بٹھانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ ویسے دوسرے لوگوں کے لئے یہ حیرت انگیز بات
تھی۔ نوجوان خاصا قوی ہیکل تھا۔ ہوش و حواس میں تھا۔ اُس کا اِس طرح پلک جھپکتے زیر ہو
جانا یقیناً اُن کے لئے عجیب بات ہو گی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے چور نگاہوں سے دیکھ
رہے تھے۔

بہرحال! شکر تھا کہ اس کے بعد مسٹر گرائن کو بھی قرار آ گیا۔ اُنہوں نے سیٹ کی پشت
سے سر ٹکا لیا تھا اور لڑکی نے اُن کے جسم پر نرم کمبل ڈال دیا۔ خود وہ اُن سے چند فٹ کے
فاصلے پر بیٹھ گئی۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

ٹرین کا سفر جاری تھا۔ وہ برق رفتاری سے اپنی پٹڑیوں پر دوڑ رہی تھی۔ کھڑکی کے
گہرے شیشوں کے دوسری جانب سناٹا بھاگ رہا تھا۔ کہرلی رات، سائیں سائیں کر رہی تھی۔
میں نے ایک نگاہ باہر ڈالی۔ لڑکی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لئے میں نے اُس کی
طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ چند ساعت میں دوڑتے ہوئے خاموش سناٹے کو گھورتا رہا۔ اور
پھر رُخ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں کمپارٹمنٹ کے ماحول سے خود کو بے نیاز کرنے میں
کوشاں تھا تاکہ خیالات کو یکجا کر لوں اور پھر اپنے بارے میں سوچوں۔ جیسا کہ گارڈ نے بتایا
تھا کہ ڈوور کی بندرگاہ تک پہنچتے پہنچتے ڈیڑھ بج جائے گا۔ اَب نیند آئے یا نہ آئے، لیکن جاگنے
کے لئے بھی خالی الذہن تو نہیں رہا جا سکتا تھا۔

ہلکی سی خوشبو کا احساس ہوا۔ نہ جانے کہاں سے آئی تھی؟ میری پسندیدہ خوشبو تھی۔ لیکن

اس کے بارے میں میرے ذہن میں زیادہ تجسّس نہ بیدار ہوا۔ ہاں! نرم سی آواز نے
چونکا دیا۔ ''آپ سو رہے ہیں جناب؟''

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ کمپارٹمنٹ کی واحد حسینہ میرے سامنے کی سیٹ پر آ
تھی۔ اتنی خاموشی سے کہ مجھے اُس کے لباس کی سرسراہٹ بھی نہیں محسوس ہوئی تھی۔

''نہیں خاتون...... یونہی آنکھیں بند کر لی تھیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مسٹر گرائن گہری نیند سو رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے، اَب وہ مشکل سے جاگیں گے
میرے ذہن میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کا احساس مچل رہا تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔ وہ کمپارٹمنٹ کے دوسرے لوگوں کو نظر انداز کر کے مسلسل آپ
بدتمیزی کر رہا تھا۔ میں نے اُسے احساس دلایا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔''

''آپ نے میری مدد کی ہے۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں۔''

''آپ شکریہ ادا کرنے پر مصر ہیں تو ٹھیک ہے۔'' میں نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

''اگر آپ سونا چاہ رہے ہوں تو میں آپ کو پریشان نہ کروں......'' اُس نے پر ا
انداز میں کہا اور میں نے اُسے بغور دیکھا۔

''آپ کیا چاہتی ہیں خاتون؟''

''اوہ...... دیکھئے! آپ یقین کیجئے۔ میں صرف آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ کیا
آپ کی اس مدد پر خاموش رہ جانا بھی بداخلاقی تھی۔ لیکن میں دبے پاؤں آپ کے نزدیک
آئی تھی۔ تاکہ اگر آپ سو رہے ہوں تو آپ کی نیند خراب نہ کروں۔''

''اور اَب آپ شکریہ ادا کر کے واپس جانا چاہتی ہیں۔ کیا آپ کو بھی نیند آ رہی ہے؟''

''نہیں...... نہ مجھے نیند آ رہی ہے اور نہ ہی میں سوؤں گی۔ ٹرین میں سونے والوں
لئے میرا ایک نظریہ ہے۔''

''کیا؟'' میں نے کسی قدر دلچسپی کا اظہار کیا۔

''سفر طویل ہو تو بیزاری طاری ہو جاتی ہے۔ اور پھر نیند کی ضرورت بھی پوری ہونا
امر ہے۔ لیکن مختصر! سفر میں سونے والے میری نگاہ میں مردم بیزار اور کاہل ہوتے ہیں
کسی منزل کے لئے کیا جاتا ہے اور منزل جو مختصر فاصلے پر ہو، سو کر تلاش نہیں کی جاتی
کے لئے لگن اور جستجو ہونی چاہئے۔ ہمارا سفر صرف چند گھنٹوں کا ہے اور اس کے بعد منزل
جائے گی۔ اس مختصر سفر کے لئے سونے کی شدید تر خواہش اس بات کا اظہار کرتی ہے

چھوٹے چھوٹے جذبے آپ پر حاوی ہیں۔''

''خوب...... تو آپ کو نیند نہیں آ رہی۔''

''نہیں......!'' اُس نے جواب دیا۔

''تو پھر بیٹھیں۔ گفتگو کریں۔''

''شکریہ......! میرا نام سویتا ہے۔ اور یہ میرے باس مسٹر گرائن ہیں۔''

''باس ہیں آپ کے......؟''

''ہاں......!''

''تکلیف دہ باس......؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''نہیں...... اس کے برعکس نہایت مہربان اور مشفق۔ ہر انسان کی کمزوریاں ہوتی ہیں۔
شراب، مسٹر گرائن کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اور پی کر بہک جانا ان کی شدید ترین
خواہش۔ وہ اتنی پیتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی گنجائش نہ رہے۔ لیکن اپنے اصولوں کے پابند
بھی ہیں۔ آج کا واقعہ بھی عجیب تھا۔ اپنے پروگرام، وہ اپنی نوٹ بک میں درج کرتے ہیں
اور ان پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ لیکن صرف شراب ایسی شے ہے جو اُنہیں ہر پروگرام سے
بے نیاز کر دیتی ہے۔ اور جب شراب کی وجہ سے اُن کا کوئی پروگرام ادھورا رہ جاتا ہے تو وہ
ہفتوں افسردہ رہتے ہیں۔ اس وقت بھی پینے بیٹھے تو بھول گئے کہ اُنہیں ہر قیمت پر آج
واپس پیرس روانہ ہونا ہے۔ وہ تو اتفاق سے اُن کی ڈائری میرے ہاتھ آ گئی اور اس میں یہ
پروگرام دیکھ کر میں پریشان ہو گئی۔ مسٹر گرائن، سفر کرنے کے قابل نہیں تھے۔ لیکن اگر وہ یہ
سفر نہ کرتے تو نہ جانے کتنے دن پریشان رہتے؟ انتہائی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے میں
انہیں یہاں تک لائی ہوں۔''

میں دلچسپی سے اُس کی گفتگو سن رہا تھا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بلاشبہ
آپ ایک فرض شناس خاتون ہیں۔''

''آپ یقین نہیں کریں گے۔ نشے کی حالت میں مسٹر گرائن کو سنبھالنا کس قدر مشکل کام
ہے۔ ابھی تو مجھے بہت سے مراحل سے گزرنا ہے۔'' وہ فکرمندی سے بولی۔

''آپ انہیں پیرس لے جائیں گی؟''

''ہاں...... کسی تاخیر کے بغیر۔'' اُس نے جواب دیا۔ اور ایک لمحے کے لئے میری سوچ
کا انداز بدل گیا۔ میں نے ایک نگاہ اُس پر ڈالی۔ پیرس کی خوب صورت دوشیزہ، پہلی شناسا

کے طور پر بری نہیں ہے۔ کیوں نہ اُس کا قرب حاصل کر کے تھوڑی سی تفریح کا سامان
کیا جائے۔''

''آپ نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟'' اُس نے کہا۔

''میں مورگن ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا ڈوور جا رہے ہو؟''

''ہاں...... اور وہاں سے پیرس۔''

''اوہ......! پیرس؟'' اُس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''ہاں...... کیوں؟ آپ کے انداز میں اضطراب ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں...... لیکن...... لیکن آپ سوچیں گے کہ بعض اوقات کسی کے ساتھ تھوڑی ہمدردی، مستقل اُلجھن بن جاتی ہے۔'' اُس نے کہا۔

''میں سمجھا نہیں۔'' میں نے اُس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

''دیکھئے! میں تنہا ہوں اور آپ جیسے مضبوط ہمدرد خوش بختی سے ہی مل سکتے ہیں۔ اگر آپ سے درخواست کروں کہ پیرس تک میرے ساتھی بن جائیے تو ایک غیر مناسب با ہو گی۔ لیکن میری مجبوری کو مد نگاہ رکھتے ہوئے اگر آپ اسے قبول کر لیں تو میں بے حد گزار ہوں گی۔''

''ایک شرط پر......'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی......؟'' اُس نے میری طرف دیکھا۔

''پیرس میں قیام کے دوران آپ مجھ سے ملاقات کرتی رہیں گی۔''

''اوہ...... میں تو سمجھی، آپ نہ جانے کیا شرط پیش کرنے والے ہیں۔ یہ تو خود میری خو بختی ہو گی۔ مسٹر گرائن کو جب معلوم ہو گا کہ آپ ایسے انوکھے انسان ہیں تو وہ بھی آپ دلدادہ ہو جائیں گے۔''

''میں انوکھا کیوں ہوں؟''

''ایک تندرست و توانا شخص کو آپ چند لمحات میں ہوش و حواس سے عاری کر دیتے ہ آپ ماحول پر چھا جانے کی قوت رکھتے ہیں۔''

''اب آپ نے مجھے شکریہ ادا کرنے کے لئے مجبور کر دیا'' میں نے مسکراتے ہوئے اور وہ ہنسنے لگی۔ پھر تشویشناک انداز میں بولی۔

''آپ کے اندازے کے مطابق وہ کتنی دیر بے ہوش رہے گا؟''

''ایک آدھ گھنٹے...... کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''کیا ہوش میں آنے کے بعد وہ انتقامی کارروائی نہیں کرے گا؟ وہ مجھے کافی برا آدمی لگتا ہے۔''

''میں اُسے پھر سلا دُوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہر حال! آپ دلچسپ اور حیرت انگیز انسان ہیں مسٹر مورگن! میں آپ سے بہت متاثر ہوں۔''

''کیا پیرس کی لڑکیاں ایسے لوگوں کو پسند کرتی ہیں؟''

''آپ کا تعلق پیرس سے...... میرا مطلب ہے فرانس سے تو نہیں ہے؟''

''نہیں...... نہیں۔ میں پہلی بار فرانس جا رہا ہوں۔''

''اوہ......! تو آپ انگلینڈ کے باشندے ہیں۔''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن تعجب ہے، آپ اتنے نزدیک ہونے کے باوجود کبھی فرانس نہیں گئے۔''

''میں دوسرے ممالک میں رہا ہوں۔ انگلینڈ میرا آبائی وطن ہے۔''

''تب میرا وعدہ...... میں آپ کو فرانس کی سیر کراؤں گی۔''

''دوسری بار آپ کا شکریہ!'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

چند لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ لڑکی کی معیت میں میرا ذہنی بوجھ کم ہو گیا ہے۔ اُس کی باتیں صاف ستھری اور دلچسپ تھیں اور اُس کا قرب کشش انگیز۔ نزدیک سے دیکھنے پر وہ اور پر کشش نظر آ رہی تھی۔ اور اُس کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو، اُس کی شخصیت سے ہم آہنگ تھی۔

''پیرس تک کا سفر کتنا طویل ہو گا؟'' میں نے پوچھا۔

''اوہ...... ہاں! آپ تو پہلی بار وہاں جا رہے ہیں۔ ڈیڑھ بجے تک ہم ڈوور پہنچ جائیں گے۔ وہاں سے دو بجے اسٹیمر چلے گا اور رود بار، انگلستان عبور کر کے چھ بجے کے قریب ہم فرانس کی بندرگاہ، ڈنکرک پہنچ جائیں گے۔ اور پھر فرانس کی گاڑی ہمیں براہِ راست پیرس پہنچا دے گی۔'' اُس نے جواب دیا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

ڈوور کے سفر تک وہ کافی بے تکلف ہو چکی تھی۔ اپنے آقا مسٹر گرائن کے بارے میں اُس

نے کئی دلچسپ انکشافات کئے تھے۔ ''مسٹر گرائن بے حد فراخ دل انسان ہیں۔ بڑی شاہانہ طبیعت کے مالک۔''

''کیا کرتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''عظیم الشان کاروبار ہے۔ بے شمار ممالک سے خام اشیاء برآمد کرتے ہیں۔''

''آپ کے ساتھ اچھا سلوک ہے؟''

''ایک شفیق باپ کی مانند...... یوں بھی وہ غیر شادی شدہ ہیں۔''

''اوہ...... بہت خوب۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں...... نہیں۔ میں اس کے بارے میں نہیں جانتی۔'' اُس نے جواب دیا۔

میں خاموش ہوگیا۔ بہرصورت! مسٹر گرائن کے بارے میں اُس نے جو کچھ بتایا تھا، وہ عجیب وغریب ضرور تھا۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ میں اُس میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لوں۔

ان باتوں کے علاوہ میں نے کوئی اور قدم نہیں بڑھایا تھا۔ ویسے بھی یہ فوری طور پر مناسب نہیں تھا۔ ہاں! پیرس پہنچنے کے بعد وہ اگر مجھ سے ملتی رہتی تو میں بہرصورت! اُس کا ساتھ پسند کرتا۔

وہ شخص جس نے سویتا سے بدتمیزی کی تھی، ابھی تک وہیں پڑا تھا۔ پتہ نہیں، ہوش میں آیا تھا یا نہیں؟ یا پھر ہوش میں آکر اُس نے سوتے رہنا ہی پسند کیا تھا؟''

ہم نے ایک دو بار اُس پر نگاہ دوڑائی تھی۔ سویتا جب اُس کی جانب دیکھتی، اُس کے چہرے پر اضطراب کے آثار پھیل جاتے۔ لیکن میں نے اس بارے میں کوئی تبصرہ نہ کیا۔

کمپارٹمنٹ کے دوسرے لوگ بھی غالباً سو گئے تھے۔ صرف ہم دونوں جاگ رہے تھے اور ماحول بے حد عجیب تھا۔ سویتا اگر ضرورت سے زیادہ شریف لڑکی نہ ہوتی تو یہ ماحول خاصا رومان پرور ہوسکتا تھا۔ لیکن میں بھی کوئی تیز قدم اُٹھانا نہیں چاہتا تھا۔

بہرحال...... یہ طویل سفر ختم ہوگیا اور ہم ڈوور کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ ٹرین سے اُترے۔ لیکن ہم نے یہ جائزہ نہیں لیا تھا کہ وہ شخص، ٹرین سے اُترا یا نہیں؟ یا اگر اُترا تو اُس کا رُخ کس جانب ہے؟ چونکہ میں نے سویتا سے وعدہ کیا تھا کہ مسٹر گرائن کو سنبھالنے میں اُس کی مدد کروں گا۔ چنانچہ مسٹر گرائن کو جگانا اور اسٹیمر تک لانا خاصا مشکل کام تھا۔ عجیب شخص تھا وہ بھی۔ ہمارے جگانے سے ہوش میں تو آ گیا تھا لیکن شراب ابھی تک اُس پر سوار تھی۔ اُلٹی سیدھی باتیں کرتا رہا تھا وہ۔ کسی نہ کسی طرح ہم اُسے اسٹیمر تک لے آئے اور ٹھیک دو بجے

اسٹیمر نے بندرگاہ چھوڑ دی اور ہم نے سمندری سفر طے کرنا شروع کر دیا۔

اسٹیمر پر سوار ہونے کے بعد سویتا کچھ اور مطمئن ہوگئی تھی۔ اُس نے ایک طویل سانس لی اور میرے نزدیک بیٹھتے ہوئے بولی۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس کے بعد کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ میں تو صرف یہ سوچ رہی تھی بلکہ پریشان ہو رہی تھی کہ بندرگاہ پر کہیں یہ شخص ہوش میں آ گیا تو خاصا شور مچائے گا۔ اور ممکن ہے اس کے کچھ اور ساتھی بھی یہاں مل جائیں۔''

''ہاں...... ٹھیک ہے۔ تمہاری سوچ غلط تو نہیں تھی۔'' میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ میں نے یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اگر ایسا ہو جاتا تو اُنہیں کیا نقصان اُٹھانا پڑتا؟

رودبار، انگلستان کی سرد اور بپھری ہوئی موجوں کو چیرتا ہوا ہمارا عظیم الشان اسٹیمر، فرانس کی بندرگاہ ڈنکرک کی جانب رواں تھا۔ دوسرے لوگ بھی تھے جن میں زیادہ تر فرانسیسی تھے اور رات کے سفر کی وجہ سے مضمحل نظر آ رہے تھے۔

ڈوور کی مشہور زمانہ سفید چٹانیں جو اندھیرے میں ٹیالی لگ رہی تھیں، آہستہ آہستہ ہم سے دُور ہوتی جا رہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی روشنیوں سے منور تھا۔ لہروں کے شور اور گھپ اندھیرے میں قلعے کے سنگلاخ در و دیوار سے پھوٹتی ہوئی ہلکی روشنی میں ایک مہیب قسم کی خوبصورتی تھی۔ دُور سے یہ قلعہ طلسمی قلعہ لگ رہا تھا اور سامنے کی سمت مکمل تاریکی تھی۔ ابھی ڈنکرک کا شہر کافی دُور تھا۔

بہرصورت! ہمارا سفر جاری رہا۔ عرشہ ویران پڑا تھا۔ تمام مسافر رات کی خنکی اور سمندر کی نم آلود ٹھنڈی ہوا سے بچنے کی خاطر اسٹیمر کی نچلی منزل پر واقع قہوہ خانے میں جا چکے تھے۔ صرف ہم لوگ تھے جو ابھی تک بیٹھے ہوئے تھے اور اس کی وجہ شاید مسٹر گرائن تھے۔ سویتا اُن کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اور میرا اُٹھ کر چلے جانا کسی حد تک بداخلاقی پر مشتمل تھا۔ حالانکہ اس وقت اس موسم میں کافی کی طلب شدید ہو رہی تھی۔

کافی دیر تک میں اس خواہش کو دبائے رہا۔ اور پھر میں نے سویتا کی طرف دیکھا۔ ''مس سویتا! میں محسوس کر رہا ہوں کہ شاید آپ کو سردی لگ رہی ہے۔''

''اوہ...... کوئی خاص نہیں جناب! لیکن بہرصورت، موسم خنک ہے۔''

''کیا خیال ہے...... کیا ہم اپنے گرم لباس، مسٹر گرائن کو اوڑھا کر نیچے نہیں چل سکتے؟''

''اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے جناب۔ لیکن مجھے صرف یہ خطرہ ہے کہ کہیں مسٹر گرائن جاگ نہ جائیں اور کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھیں جو ہمارے لئے تکلیف دہ بن جائے۔''

''ہوں......تو آپ مسٹر گرائن کے پاس رہنا چاہتی ہیں؟''

''پلیز......آپ محسوس کریں۔'' اُس نے لجاجت سے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گی......؟'' میں نے پوچھا اور کھڑا ہو گیا۔ جواب میں اُس نے مجھے ایسی نگاہوں سے دیکھا، جیسے وہ میرے اس انداز سے پریشان ہو گئی ہو۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''مسٹر مورگن! شاید آپ نے یہ بات بری محسوس کی ہے۔''

''اوہو...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے کافی کی ضرورت ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں بھی یہ ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔ لیکن خیر...... آئیے! چلتے ہیں۔'' اُس نے کہا اور کھڑی ہو گئی۔

میں نے شانے ہلائے۔ ظاہر ہے، مسٹر گرائن کا جس قدر احساس وہ کر سکتی تھی، میں نہیں کر سکتا تھا۔ میں مسٹر گرائن کا ملازم تو نہیں تھا۔ ظاہر ہے، اخلاقی طور پر تو میں اس حد تک مناسب سمجھ کر اُن کا خیال رکھ سکتا تھا۔ اس سے آگے نہیں۔

چنانچہ میں نے اُس کے ساتھ آنے پر اعتراض نہیں کیا۔ اُس نے مسٹر گرائن کو کمبل اوڑھا دیا تھا اور مسٹر گرائن خراٹے لے رہے تھے۔

تب ہم بھی اسٹیمر کی نچلی منزل پر اُتر آئے جہاں قہوہ خانہ تھا۔ قہوہ خانہ انسانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یہاں پر لہروں کے شور کی بجائے انسانی آوازوں کا شور تھا۔ چند لوگ کافی پی رہے تھے اور کچھ شراب نوشی میں مشغول تھے۔ اکثر لوگ کرسیوں اور میزوں پر ٹانگیں پھیلائے اونگھنے میں مصروف تھے۔

دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے ایک بوڑھا انگریز، ہاتھ میں چھاتا لئے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اُس کے کسی حصے میں کوئی جنبش نہیں تھی۔ ایک جانب چند نوجوان اپنے قد آور سازوں کے ساتھ ٹیک لگائے اونگھ رہے تھے۔ شاید پیرس میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لئے جا رہے تھے جہاں فن کی قدر کی جاتی ہے، خواہ وہ موسیقار ہو یا مصور۔

ہم لوگ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے انسانی جسموں میں سے راستہ بناتے ہوئے قہوہ خانے کے کاؤنٹر میں پہنچ گئے اور کافی طلب کی۔

''کافی؟'' کاؤنٹر کلرک نے تعجب سے کہا۔

''ہاں......کافی۔''

''اوہ...... یس سر!'' اُس نے میرے بھاری لہجے پر غور کرتے ہوئے گردن ہلائی اور تھوڑی دیر کے بعد کافی کے دو جگ ہمارے سامنے رکھ دیئے گئے۔

کافی کے گرم گرم گھونٹ، خاصی فرحت بخش رہے تھے۔ سویتا بھی خاموشی سے چسکیاں لے رہی تھی۔ پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''عجیب و غریب ماحول ہے۔''

''ہاں......'' میں نے جواب دیا۔

''ویسے زیادہ تر لوگ شراب پی رہے ہیں۔''

''تم اگر خواہشمند ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں، ایک شخص ہی شراب کے نشے میں کس قدر تکلیف دہ بنا ہوا ہے۔''

''مسٹر گرائن؟'' میں نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا۔

''ہاں......!''

''تمہیں اُلجھن تو ہوتی ہو گی سویتا۔''

''کیا بتاؤں جناب...... مسٹر گرائن، ہوش میں آ جائیں اور اُن سے آپ کی ملاقات ہو تو آپ اُن کے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ ایک مشفق اور مہربان شخص ہیں۔ اور اُن کی کوئی بھی بات بری نہیں لگتی۔'' سویتا نے کافی پیتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... بعض اوقات، بعض لوگ اپنی حیثیت سے ہٹ کر اچھے لگتے ہیں۔'' میں نے کہا اور سویتا نے ایک نگاہ پورے ماحول پر ڈالی۔ اور پھر آہستہ سے بولی۔

''اسٹیمر پر دراصل ٹیکس فری شراب ملتی ہے۔ اور اس کی قیمت آدھی سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ اکثر لوگ، ہفتے میں ایک بار فرانس کا چکر اس لئے لگاتے ہیں کہ شراب پئیں، آوارہ گردی کریں اور پھر واپس لندن آ جائیں۔''

''ہاں! شراب کے رسیا......'' میں نے آدھا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میرا خیال ہے مسٹر مورگن! کافی پینے کے بعد واپس چلیں۔''

''تمہارے ذہن میں شاید مسٹر گرائن ہیں۔''

''ہاں...... یہ میری ڈیوٹی بھی ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''اگر تم محسوس نہ کرو تو تم کافی پینے کے بعد چلی جاؤ۔ میں تھوڑی دیر کے بعد آ جاؤں

گا۔'' میں نے کہا۔

''اوہو...... آپ کو یہ ماحول کچھ زیادہ ہی پسند آیا ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ ظاہر ہے، بر آپ کو مجبور نہیں کر سکتی۔'' اُس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

درحقیقت وہ مجھے مجبور نہیں کر سکتی تھی۔ اور میں خود بھی مجبور کیوں ہوتا؟ یہ ماحول بے شک عجیب سا تھا۔ لیکن مجھے پسند تھا۔ اور پھر سویتا کے ساتھ اسٹیمر کے اُوپری حصے میں گزرنے والی خنک رات کچھ ایسی دلکش بھی نہیں تھی کہ میں اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتا۔ چنانچہ وہ، وہاں سے چلی گئی اور میں اکیلا رہ گیا۔ میں نے کاؤنٹر پر جا کر کافی کا ایک اور کپ طلب کیا اور پھر وہیں ٹِک کر اُس کی چسکیاں لینے لگا۔ تب ایک عجیب وغریب جوڑا میرے نزدیک آ گیا۔

لڑکی اٹھارہ اُنیس سال سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔ اُس کے خدوخال سے معصومیت ٹپکتی تھی۔ آنکھیں گو، نشے سے بوجھل تھیں لیکن اُن میں معصومیت کی قندیلیں بجھی نہیں تھیں۔ اس کے برعکس اُس کا ساتھی پینتالیس سے اُوپر ہی ہوگا، گٹھے ہوئے بدن کا مالک تھا۔ دونوں کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ اُدھیڑ عمر شخص نے کاؤنٹر کے نزدیک پہنچ کر اُس پر زور سے ہاتھ مارا اور ویٹر اُس دستک کا مطلب بخوبی سمجھتا تھا۔ اُس نے جلدی سے عقبی الماری سے شراب کی بوتل اور دو گلاس نکال کر سامنے رکھ دیئے اور پھر اُن میں شراب بھر دی۔

دفعتہً اُدھیڑ عمر شخص نے ہوا میں ناک اُٹھا کر سونگھنا شروع کر دیا۔ اور پھر اُس نے میری کافی کے کپ میں ناک جھکا دی اور متحیرانہ انداز میں بولا۔ ''کافی...... شیلی! کافی......'' اُس نے لڑکی کو مخاطب کیا تھا۔

''کافی......؟'' لڑکی نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا اور پھر اُس نے بھی بڑے متحیرانہ انداز میں میرے کافی کے برتن سے ناک لگا دی۔ ''ہاں...... سچ مچ...... بچ...... کافی......''

''تم کافی پی رہے ہو؟'' ادھیڑ عمر شخص نے کہا۔

''ہاں......!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''آہ...... میرے وطن کے غریب لوگ۔ سستی، ڈیوٹی فری شراب بھی نہیں پی سکتے۔ میں تمہارے لئے غمزدہ ہوں نوجوان!'' اُس نے شراب کا گلاس، حلق میں اُنڈیل لیا۔

''شکریہ بوڑھے......!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''کیا...... کیا...... بوڑھا...... بچ...... بوڑھا؟'' اُس نے بگڑ کر کہا۔

''ہاں...... افسوس! میرے ساتھ ایسی کوئی خوب صورت لڑکی نہیں ہے۔ ورنہ میں بھی

شراب پیتا۔'' میں نے کہا۔

''آہ...... میرے وطن کا غریب نوجوان، زندگی سے کس قدر دُور ہے۔'' اُس نے گلاس، کاؤنٹر پر بجاتے ہوئے کہا اور ویٹر نے گلاس بھر دیا۔ میں کاؤنٹر سے پلٹ پڑا۔ لڑکی اُس کے ساتھ کافی خوش نظر آ رہی تھی اس لئے یہاں رُکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پھر...... کیا، کیا جائے...... واپس عرشے پر...... کم از کم سویتا سے باتیں ہی کی جائیں۔ بلاوجہ میں نے اُس سے بے رُخی برتی۔ میں واپس عرشے پر آ گیا۔

جس جگہ میں نے مسٹر گرائن کو چھوڑا تھا، وہاں وہ دونوں موجود نہ تھے۔ اُوپر کافی سردی تھی۔ عرشہ سنسان پڑا تھا۔ میں نے سوچا شاید سردی نے مسٹر گرائن کا نشہ ہرن کر دیا اور اُنہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔ بہرحال! اَب اُن لوگوں کو تلاش کرنا فضول تھا۔ میں عرشے پر ٹہلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اور پھر چند ہی قدم چل کر مجھے رُک جانا پڑا۔ لمبے بالوں والے کمبل کے اندر کوئی زور زور سے ہل رہا تھا۔ بھورے رنگ کا گرم کمبل، جس پر لرزہ طاری تھا اور اُس سے کوئی آواز آ رہی تھی۔

میں رُک کر اُس آواز کو سننے لگا۔ ''اُف...... سردی ہے کہ قیامت...... لعنت ہے...... لعنت ہے۔'' کمبل سے آواز آئی اور میں نے دیدے مٹکائے۔ نسوانی آواز تھی۔

''آپ کو یہاں سونے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟'' میں نے کہا اور کمبل ایک دم کھل گیا۔

''تم...... تم کون ہو؟'' آواز آئی۔

''اسٹیمر کا مسافر۔'' میں نے جواب دیا۔

''تمہیں سردی نہیں لگ رہی؟'' پوچھا گیا۔

''سردی تو ہے۔'' میں نے کہا۔

''تو آؤ...... اندر آ جاؤ۔ یہاں اور کون سی جگہ ہے سونے کی؟ اور نہ سویا جائے تو کیا، کیا جائے؟'' دعوت ملی اور میرا دِل دھک سے ہو گیا۔ کھلے کمبل میں سے نکلنے والا سر، کافی خوبصورت بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ مدھم روشنی میں، میں نے دیکھا۔ چہرہ بھی برا نہیں تھا اور اس وقت...... اس تنہائی میں۔ اس بیزاری کے ماحول میں یہ حسین دعوت کسی نعمت سے کم نہیں تھی۔

''آ جاؤ مسافر! ورنہ سردی سے ٹھٹھر کر مر جاؤ گے۔'' کمبل کچھ اور وا ہو گیا اور میں جوتوں سمیت اس میں داخل ہو گیا۔ اُس نے مجھے کمبل سمیت لپیٹ لیا تھا۔ خاصا گداز بدن تھا۔

جوانی کی نعمتوں سے مالا مال۔ میرے بدن میں ایک دم گرمی دوڑ گئی۔ ''آہ...... مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ بڑی سردی لگ رہی تھی۔ کچھ اور چمٹ جاؤ۔'' آواز بھی دل کش تھی۔ میں نے اُس کی فرمائش پوری کردی۔ ''تم تو کچھ بول ہی نہیں رہے......''

''سردی کی وجہ سے آواز نہیں نکل رہی۔'' میں نے جواب دیا۔

''مگر تمہارا بدن تو خوب گرم ہے۔ اونہہ، چہرہ ڈھک لو! باہر کی ہوا کی ایک رمق بھی اندر نہیں آنی چاہئے۔ حالانکہ کمبل خوب گرم ہے۔ لیکن آسمان سے نظر نہ آنے والی برف گر رہی ہے۔''

''ہاں......'' مین نے لمبی سانس چھوڑتے ہوئے کہا۔ اُس کا چہرہ، میرے ہاتھوں کو چھو رہا تھا۔ میں نے بے تکلفی سے اُس کے بدن کو بھینچ لیا۔

''تمہیں نیند آرہی ہے؟'' پوچھا گیا۔

''نہیں......''

''دل تو میرا سونے کے لئے چاہ رہا ہے۔ لیکن بھلا اِس عمر میں نیند آسکتی ہے؟ باتیں کرو۔ لیکن کمبل کے اندر اندر۔''

''ٹھیک ہے......!''

''فرانس جارہے ہو؟''

''ظاہر ہے، یہ اسٹیمر فرانس ہی تو جارہا ہے۔''

''اوہ، ہاں......! اچھا تو تمہارا نام کیا ہے؟''

''مورگن......!'' میں نے جواب دیا۔

''برٹش ہو......؟''

''ہاں......!''

''اَب اور کیا پوچھوں؟'' اُس نے سوال کیا اور ہنس پڑی۔ میری سانسیں بوجھل ہورہی تھیں۔ کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ جسموں کی گرمی بہت سے الفاظ تخلیق کررہی تھی۔ لیکن اُس کی طرف سے کوئی تحریک نہیں تھی۔ البتہ چند ساعت کے بعد اُس کے الفاظ سنائی دیئے۔ ''عجیب انسان ہو...... میرے بارے مین کچھ نہیں پوچھو گے؟''

''بتادو......'' میں نے کہا۔

''میرا نام گینزا ہے۔ آدھی اِدھر، آدھی اُدھر۔ یعنی ماں فرانسیسی تھی اور باپ انگریز۔

لندن ہی میں رہتی ہوں۔ لیکن ہر سال اپنی خالہ کے پاس جاتی ہوں۔ مجھے لندن کی نسبت پیرس زیادہ پسند ہے۔ آہ...... دریائے سین کے حسین کنارے جہاں میں ہر شام سیر کرنے نکل جاتی ہوں۔ ہائے...... تھوڑے سے چمٹ جاؤ۔'' کمبل کی عورت نے کہا اور میں نے اُسے اور زور سے بھینچ لیا۔

''تمہیں تو نیند آرہی تھی گینزا!'' میں نے کہا۔

''اَب نہیں آرہی۔ گرمی بھی مل گئی ہے اور گفتگو کے لئے تم بھی۔ مجھے باتیں کرنے کا بہت شوق ہے۔ ویسے بھی اَب سفر مختصر ہے۔ میں اتنی بار لندن سے پیرس جاچکی ہوں کہ اَب سٹیمر کی رفتار اور صرف وقت سے بتاسکتی ہوں کہ سفر کتنا باقی رہ گیا ہے؟''

بلاشبہ وہ صرف باتوں کی مریض تھی۔ کمبل کے اندر چھپے ہوئے اُس کے بدن سے چمٹے ہوئے طویل عرصہ گزار چکا تھا لیکن وہ صرف باتیں کئے جارہی تھی۔ اُس کی آواز سے کہیں جذبات کا خمار نہیں جھانکتا تھا۔ اور میں انتظار ہی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اسٹیمر کا بھونپو کریہہ آواز میں چیخ پڑا۔

''ہم ڈنکرک کے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔'' اُس نے کہا اور جلدی سے منہ کھول دیا۔ میں نے بھی اَب کمبل سے نکل آنا ہی مناسب سمجھا تھا۔ بھونپو چیخنے کے بعد لازمی تھا کہ دوسرے مسافر بھی اُوپر آجائیں گے۔ اور ممکن ہے سویتا بھی۔ اُن سب کے سامنے کمبل سے نکلنا عجیب لگے گا۔ کون یقین کرے گا کہ میں نے یہ چند گھنٹے صرف کمبل کے سائے میں گزارے ہیں۔ چنانچہ میں کمبل سے باہر نکل آیا۔

''تھینک یو مسٹر مورگن! آپ کے تعاون کا۔'' اُس نے کہا اور مجھے اُس پر غصہ آنے لگا۔ کمبخت نے خواہ مخواہ ساری رات ذہنی ہیجان میں رکھا۔ میں نے اُسے جواب بھی نہیں دیا اور آگے بڑھ گیا۔ سپیدۂ سحر نمودار ہورہا تھا اور ڈنکرک کا شہر نظر آنے لگا تھا......

میں عرشے کی ریلنگ کے ساتھ کھڑا ہوکر سرمئی صحرا کو دیکھ رہا تھا۔ اسٹیمر کے دوسرے مسافر بھی اُوپر آگئے تھے۔ تب، عقب سے سویتا کی آواز سنائی دی۔ ''ہم آپ کو تلاش کر رہے تھے مسٹر مورگن......!'' میں نے پلٹ کر دیکھا۔ سویتا اور مسٹر گرائن میرے نزدیک کھڑے تھے۔ مسٹر گرائن اَب پوری طرح ہوش میں آگیا تھا اور اس وقت یہ شخص کافی بدلا ہوا لگ رہا تھا۔

''ہیلو......!'' مسٹر گرائن نے بھاری آواز میں کہا۔

"ہیلو مسٹر گرائن......!" میں نے پر اخلاق انداز میں جواب دیا اور مسٹر گرائن نے
مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ میں نے اُن سے مصافحہ کیا۔

"رات کو میری جو حالت تھی، اس کے لئے میں شرمندہ ہوں۔ آپ کو میری وجہ سے
تکلیف اُٹھانی پڑی۔" مسٹر گرائن نے کہا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر گرائن......!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"دراصل پروگرام میرے ذہن میں نہیں رہا تھا۔ لیکن میری بچی نے مجھے ایک بڑے
خسارے سے بچالیا۔ میرا پیرس پہنچنا بہت ضروری تھا۔"

"اوہ......! یہ تو اچھی بات ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ معمولی پیمانے پر ہی سہی، لیکن میں نے
آپ سے تعاون کیا۔"

"ہاں......اس کے لئے میں شکر گزار ہوں۔ آپ بھی پیرس جا رہے ہیں؟"

"جی ہاں......!"

"اور پہلی بار جا رہے ہیں......؟"

"ہاں......اتفاق سے۔" میں نے رسمی طور پر جواب دیا۔

"تب آپ گرائن اولیانو کے مہمان بنیں گے۔ جتنے دن آپ پیرس میں رہیں گے
گرائن آپ کا میزبان ہوگا اور یہ درخواست اس اُمید کے ساتھ کی جا رہی ہے کہ رد نہیں کی
جائے گی۔"

میں نے چند ساعت تعرض کیا اور پھر تیار ہو گیا۔ حالانکہ میرا اُس شخص سے کوئی واسطہ نہیں
تھا۔ لیکن اوّل تو سویتا کافی دلکش تھی۔ ممکن ہے، اُس کے ساتھ گزارا ہوا وقت کچھ دلچسپ
کہانیاں جنم دے۔ اور پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ ٹھیک ہے، پیرس میں کوئی شناسا تو ہوگا۔
اگر بور ثابت ہوا تو بہ آسانی اُسے چھوڑا جا سکتا ہے۔"

گرائن، رات کو جس رُوپ میں نظر آیا تھا، اس وقت اس سے قطعی مختلف تھا۔ کافی خوش
اخلاق، سنجیدہ اور باوقار۔ اُس کی میزبانی میں نے قبول کر لی تھی اور اس وقت سویتا کے
چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ سویتا کی آنکھوں میں مسکراہٹ نظر آئی تھی۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے
کہ یہ میری خوش فہمی ہو اور اُس کے ذہن میں کوئی تاثر ہی نہ ہو۔"

اسٹیمر، بندرگاہ میں داخل ہو گیا اور پھر لکڑی کی گیلی سیڑھی سے اُتر کر ہم کسٹم ہاؤس میں
گئے اور اس کے بعد کسٹم ہاؤس ہی کے نزدیک کھڑی ٹرین میں جا بیٹھے۔ مسٹر گرائن خاموش

بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹرین چل پڑی۔ سویتا بھی اَب کافی سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔
مسٹر گرائن کافی دیر تک اسی طرح بیٹھے رہے۔ پھر اُنہوں نے کہا۔ "زندگی میں کبھی پیرس
نہیں آئے؟"

"نہیں......!" میں نے جواب دیا۔

"حالانکہ یہاں سے دُور نہ تھے۔ بہرحال! دیکھنے کے قابل شہر ہے۔ میری کوٹھی بھی
تمہیں پسند آئے گی۔ مختلف ممالک میں کاروبار کرتا ہوں۔ اکثر ملک سے باہر رہنا پڑتا
ہے۔"

"جی......!" میں نے مختصراً کہا۔ ویسے میں سوچ رہا تھا کہ اَب وہ میرے بارے میں
سوالات کرے گا۔ لیکن سفر کے دو گھنٹے گزر گئے اور اُس نے میرے بارے میں کچھ بھی نہیں
پوچھا۔ یوں بھی وہ مختصر گفتگو کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ پھر ایک بار وہ اُٹھ کر باتھ رُوم گیا
تو سویتا بول پڑی۔

"آپ بور ہو رہے ہوں گے مسٹر مورگن! اور سوچ رہے ہوں گے کہ پیرس جیسے ہمہ گیر
شہر میں اگر مسٹر مورگن کے ساتھ رہے تو بڑی بوریت ہوگی۔"

"آپ کا کیا خیال ہے......؟"

"میں صرف یہ بتاؤں گی کہ یہ خیال ذہن سے نکال دیں۔ وہاں آپ بالکل بور نہیں
ہوں گے۔ میں خود آپ کو وہاں کے مختلف مقامات کی سیر کراؤں گی۔"

"اوہ......! تم مصروف نہ ہوگی سویتا؟"

"نہیں...... یہاں سے پیرس پہنچنے کے بعد میں آزاد ہوں گی۔ مسٹر مورگن کی چھ سیکرٹری
ہیں۔ میں صرف دورانِ سفر اُن کے ساتھ رہتی ہوں۔"

"چھ سیکرٹری؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں...... مسٹر گرائن بہت اچھے انسان ہیں۔ اُنہیں اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز رکھتے
ہیں۔ ہم سب اُن کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ پیرس میں مسٹر گرائن کی کوٹھی، شاندار عمارتوں
میں شمار ہوتی ہے۔"

"لیکن یہ چھ سیکرٹری کرتی کیا ہیں؟"

"بس...... مسٹر گرائن نے سب کے سپرد مختلف کام کر رکھے ہیں۔ کچھ کاروباری امور میں
معاون ہوتی ہیں، کچھ ذاتی امور میں۔"

''بڑی پُراسرار شخصیت ہے تمہارے باس کی۔''

''ہاں...... اس میں شک نہیں ہے۔ ہم لوگ اُن سے اتنی قربت کے دعویدار ہیں۔ لیکن ہم بھی اُن کے بارے میں سب کچھ نہیں جانتے۔'' سویتا نے کہا۔ نہ جانے کیوں مجھے مسٹر گرائن کی شخصیت دلچسپ محسوس ہوئی تھی۔ یوں بھی پیرس کسی خاص مقصد کے تحت نہیں جا رہا تھا۔ اگر اُس دلچسپ انسان اور اُس کی چھ سیکرٹریوں کے ساتھ کچھ عمدہ وقت گزر جاتا تو کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ اُس کے اسرار جاننے کی کوشش کروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر گرائن واپس آ گئے اور سویتا مؤدب ہو گئی۔ مسٹر گرائن ہمارے نزدیک ہی بیٹھ گئے تھے۔

''ٹرین کے سفر کی طوالت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ لیکن مجھے جہاز کا سفر پسند نہیں ہے۔ جب بھی خیال آتا ہے کہ انسان، خلا میں معلق ہے، کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔'' اُنہوں نے کہا اور پھر ایک طویل سانس لے کر گھڑی دیکھنے لگے۔ انتہائی خوبصورت اور قیمتی گھڑی تھی۔ میں نے اُسے دلچسپی سے دیکھا۔ مسٹر گرائن نے میری نگاہوں کو دیکھ لیا تھا۔ بولے۔ ''اس کا کیس ہیرے کے خول میں ہے۔ یعنی ایک بڑے ہیرے کو اندر سے خالی کر کے گھڑی کی مشین لگائی گئی ہے۔''

''نایاب ہے......'' میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

''میں نے سوئس کمپنی کو ہدایات دے کر بنوائی تھی۔''

''یقیناً......! ورنہ بازار میں کہاں دستیاب؟'' میں نے جواب دیا اور مسٹر گرائن نے اُسے کلائی سے کھول لیا۔ پھر اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھڑی میری کلائی پر باندھ دی۔

''آج سے تمہاری......''

''جی......؟'' میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''تکلف نہ کرنا، مجھے افسوس ہوگا۔ اِسے میری عادت سمجھ لو۔'' مسٹر گرائن نے کہا اور میں منہ کھول کر رہ گیا۔ بے حد قیمتی چیز تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہوں۔ بہر حال! پھر بھی کچھ کہا۔ لیکن مسٹر گرائن نے وہ گھڑی دوبارہ قبول نہ کی۔

واقعی عجیب انسان تھا۔

☆......☆......☆

دن کو دو بجے ہماری گاڑی ''سینٹ لازار'' کے سٹیشن پر پہنچ گئی اور ہم لوگ پلیٹ فارم پر اُتر آئے۔ چونکہ وہ لوگ پیرس واپس آئے تھے اس لئے سویتا نے ایک پبلک کال بوتھ سے کہیں فون کیا اور پھر واپس آ گئی اور پھر گاڑی کے انتظار میں بھی زیادہ وقت نہیں صرف کرنا پڑا تھا۔ انتہائی شاندار کھلی چھت کی گاڑی پہنچ گئی جو قابل دید تھی۔ لیکن میں نے جان بوجھ کر اُس کی تعریف نہیں کی۔ ورنہ ممکن تھا کہ نیچے اُترتے ہوئے گاڑی کی چابی بھی میرے حوالے کر دی جاتی۔ بوئے ڈی بولون کے کنارے کنارے گاڑی خوشگوار رفتار سے چل رہی تھی۔ سنجیدہ طبیعت مسٹر گرائن خاموشی سے سڑک سے باہر دیکھ رہا تھا۔ پیرس کا یہ علاقہ خوبصورت ترین ہے۔ دریائے سین کے کنارے کنارے میلوں تک آباد، دریا کے کنارے پر چھوٹے چھوٹے رہائشی مکانات بنے ہوئے تھے جن میں پیرس کے لوگ چھٹیاں منانے آتے ہوں گے۔

بہر حال! خوبصورت مناظر گزرتے رہے۔ کار میں بالکل خاموشی طاری تھی۔ پھر جیسا کہ سویتا نے کہا تھا کہ مسٹر گرائن کی کوٹھی خوبصورت ترین عمارتوں میں شمار ہوتی ہے۔ کار درحقیقت ایک اعلیٰ ترین کوٹھی کے صدر دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی۔ دور تک ایک لمبی رَوش چلی گئی تھی جس کے دونوں طرف وسیع دالان تھے۔ درخت اور پھولوں کی بہتات اور آخر میں ایک حسین عمارت نظر آ رہی تھی جس کے پورچ میں کار رُک گئی اور ہم سب نیچے اُتر آئے۔

مسٹر گرائن مجھے لئے ہوئے عمارت کے ڈرائنگ رُوم میں پہنچ گئے۔ جتنی شاندار عمارت تھی، اُتنا ہی خوبصورت ڈرائنگ رُوم بھی تھا۔ اُنہوں نے نہایت پُراخلاق لہجے میں مجھے بیٹھنے کے لئے کہا اور پھر سویتا کی طرف دیکھ کر بولے۔ ''ٹریسا سے کہو کہ ایک کمرہ، مہمان کے لئے درست کر دے اور فوراً اطلاع دے۔''

سویتا نے گردن جھکائی اور باہر نکل گئی۔ ''ڈیئر مسٹر مورگن! تم گرائن کے مہمان ہو۔

پیرس تمہارا ہے۔ جہاں چاہو، گھومو۔ اس عمارت میں جتنے افراد موجود ہیں، سب تمہا
احکامات کی تعمیل کریں گے۔ یہاں تمہارے اُوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ میں ذرام
انسان ہوں۔ اس لئے اگر نہ مل سکوں تو محسوس مت کرنا۔"

"شکریہ مسٹر گرائن......!"

"پیرس، جس مقصد کے تحت آئے ہو، اگر اس کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ ہو تو بتا
دینا۔ ہر کام ہو جائے گا۔ اور ضروری نہیں کہ تم مجھے اس بارے میں تفصیل بتاؤ۔"

"بہت بہت شکریہ...... ویسے میرے یہاں آنے کا مقصد صرف تفریح تھا۔

"فرانس قابلِ دید ہے۔ اسے مکمل طور پر دیکھو۔" مسٹر گرائن نے کہا اور پھر خاموش
کچھ سوچنے لگے۔ میں نے بھی مداخلت نہیں کی تھی۔

پھر ایک اور خوبصورت لڑکی اندر آ گئی اور اُس نے ادب سے کہا۔ "مہمان کے لئے
تیار کر لیا گیا ہے۔"

"مسٹر مورگن...... آرام کریں۔" گرائن نے کہا اور میں ڈرائنگ رُوم سے نکل آیا
میرے ساتھ تھی۔ راستے میں، میں نے اُس سے پوچھا۔

"تمہارا نام ٹریسا ہے؟"

"جی ہاں جناب......!" اُس نے مختصراً جواب دیا۔

"تم بھی مسٹر گرائن کی سیکرٹری ہو......؟"

"جی......!"

"کیا کام کرتی ہو...... میرا مطلب ہے، تمہارا تعلق کون سے شعبے سے ہے......؟"

"گھریلو امور کی نگرانی کرتی ہوں۔" اُس نے جواب دیا اور میرے کمرے تک آ
کمرے میں داخل ہو کر اُس نے پر اخلاق انداز میں ضرورت کی چیزوں کی نشاندہی
پیشکش کی کہ جب بھی حاجت ہو، اُسے طلب کیا جا سکتا ہے۔

بہر حال! خوب تھی یہ مسٹر گرائن کی کوٹھی...... رات کا جاگا ہوا تھا۔ دن میں بھی آ
مل سکا تھا۔ اس لئے ہلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد سو گیا۔ اور پھر شام کو تقریباً پونے سا
ہی آنکھ کھلی۔ دن کی نیند میرے ذہن پر تھی۔ جسے غسل نے درست کر دیا اور شا
میرے جاگنے کا اِشارہ مل گیا تھا۔ چنانچہ جونہی باتھ رُوم سے نکلا، ٹریسا نظر آئی۔

"نمبر ایک......" اُس نے مسکراتے ہوئے کسی قدر بے تکلفی سے کہا۔ "اس د

پسند کریں گے؟ رات کا کھانا کس وقت کھائیں گے......؟ نمبر دو...... ٹھیک دس بجے مسٹر گرائن
نے آپ کو اپنے پری خانے میں دعوت دی ہے۔"

"پری خانہ......؟" میں نے دلچسپی سے اُسے دیکھا۔

"ہاں...... میں آپ کو وہاں پہنچا دُوں گی۔"

"مگر یہ ہے کیا......؟"

"مسٹر گرائن کے اسرار...... پہلے سے پوچھ کر اُن کی افادیت اور دلچسپی مجروح نہ
کریں۔"

"اچھا......" میں نے گہری سانس لی اور گردن ہلانے لگا۔

"کیا پیش کروں؟"

"کوئی ٹھنڈا مشروب۔ اور براہِ کرم! سویتا کو میرا پیغام دے دیں۔ میں اُس کا انتظار کر
رہا ہوں۔"

"بہتر...... کھانے کے بارے میں؟"

"نو بجے کھانا کھاتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ٹریسا نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ چلی گئی
اور میں سویتا کا انتظار کرنے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سویتا مسکراتی ہوئی اندر آ گئی۔

"ہیلو مسٹر مورگن! میرا خیال ہے، سفر کی تھکن دُور ہو گئی ہو گی۔"

"ہاں...... بڑی گہری نیند سویا۔ تھکی ہوئی تو تم بھی تھیں۔"

"بہت زیادہ...... میں بھی فرصت ملتے ہی سو گئی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جاگی ہوں۔"
اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کافی نکھری نکھری نظر آ رہی تھی اور اَب اُس کے چہرے پر وہ
فرض شناسی کی گھمبیرتا نہیں تھی جو دورانِ سفر چھائی ہوئی تھی۔ لباس بھی کافی خوبصورت پہنے
ہوئے تھی۔

"مسٹر گرائن واقعی پُراسرار شخصیت کے مالک ہیں۔ لیکن یہ کیسی مہمان نوازی ہے کہ
میزبان سے وقت پر ہی ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"فطرتاً مسٹر گرائن بڑے تنہائی پسند ہیں۔ اُن کے مشاغل مخصوص ہیں۔ اور اُن میں کسی
طور کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔"

"مجھے مہمان بنانے کی کیا سوجھی؟"

"بس...... بہت کم یہاں مہمان آتے ہیں۔ نہ جانے مسٹر گرائن آپ سے اس قدر متاثر

کیوں ہوئے؟''

''بڑا خاموش ماحول ہے......'' میں نے کہا۔

''آپ اپنے ذہن میں کوئی گھٹن نہ رکھیں۔ یہاں آپ کی ذات ہر پابندی سے
ہے۔ جس وقت آپ کا دل چاہے، جہاں چاہیں، تفریح کریں۔ ویسے آج آپ تھکے
تھے اس لئے میں نے کوئی پیشکش نہیں کی۔ کل آپ کو اجنبی پیرس دکھاؤں گی۔''

''پری خانہ کیا ہے......؟'' میں نے سوال کیا۔

''اوہ...... خیریت؟ اس کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟'' سو
مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''رات کو پری خانے کی دعوت ملی ہے۔''

''یہ بھی دوسروں پر تمہیں فوقیت ہے۔ ورنہ پری خانہ ایک خفیہ حیثیت رکھتا ہے۔
لوگوں کو وہاں سے گزرنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔''

''میرے اُوپر بڑی مہربانیاں ہیں مسٹر گرائن کی......'' میں نے مسکراتے ہوئے
سویتا بھی مسکرانے لگی۔ پھر ہمارے لئے مشروب آگیا۔

رات کے کھانے کے بعد بھی سویتا تھوڑی دیر میرے ساتھ رہی۔ اور پھر اُس نے
بجے مجھے پری خانے پر پہنچا دیا۔ عمارت کا اندرُونی حصہ تھا اور اس کے کمرے کے درو
پر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے بے تکلفی سے دروازہ کھول لیا۔ اندر کا منظر دیکھ کر میں دنگ
گیا...... انتہائی حسین کمرہ تھا۔ کمرے کی بجائے اُسے ہال کہنا مناسب ہوگا۔ خوب تیز
ہو رہی تھی۔ ہال میں تین حوض بنے ہوئے تھے جن کا قطر آٹھ فٹ سے کم نہ ہوگا۔ ا
حوضوں کے تین رنگ تھے۔ سرخ، گلابی اور عنابی...... ہر رنگ اُن میں بدلے ہوئے
تھا۔ حوضوں کے کنارے کنارے نہایت اعلیٰ درجے کے ریک بکھرے ہوئے تھے جن
سارے جہان کی شراب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔ ایک آرام دہ کرسی پر گرائن ایک خوا
اور ملائم کپڑے کے لبادے میں ملبوس بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے میز تھی جس پر کئی
گلاس رکھے ہوئے تھے۔

تو یہ ہے پری خانہ...... میں نے سوچا۔ اور اسی وقت گرائن کی آواز اُبھری۔ ''اپنی
گاہ میں خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر مورگن......! تشریف لائیے۔''

میں اُس کی طرف بڑھ گیا۔ گرائن کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں

چمک تھی۔ دن کی بہ نسبت یوں لگتا تھا جیسے اُس کی عمر کے چند سال پیچھے کھسک گئے ہوں۔

''بیٹھو...... بیٹھو۔ سارے جہاں کا حسن تمہارا منتظر ہے۔ پسند کرو...... اپنا لو!'' اُس نے
اپنے سامنے اشارہ کیا۔

''شکریہ مسٹر گرائن...... درحقیقت آپ نے اسے صحیح نام دیا ہے۔''

''آہ...... کاش! میں اسے دنیا کا سب سے حسین نام دے سکتا۔ میرے لئے یہ سب سے
مقدس ہے۔ چلو...... تکلف نہ کرو۔ پریوں کے دیس میں انسان کو ہوش وحواس سے عاری
ہونا چاہئے۔ میں یہاں سے دُور جا کر اُداس ہو جاتا ہوں۔'' اُس نے گلاس میری طرف
بڑھا دیا اور میں نے اُس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن میں کہاں اور گرائن کہاں......
گرائن شراب پی رہا تھا۔ خدا کی پناہ! وہ پورا گلاس بھر لیتا اور پھر چند ساعت میں اُسے خالی
کر دیتا۔ پانی یا سوڈا نام کی کوئی چیز نہیں ملاتا تھا۔

جب تک میں نے چار پیگ لئے، وہ چھ گلاس خالی کر چکا تھا۔ ساتواں گلاس خالی کر کے
اُس نے ٹائی کھول دی۔ آٹھویں گلاس پر قمیص اُتار دی۔ نویں گلاس پر اُس نے پتلون بھی
اُتار دی اور دسواں گلاس پورا ہونے سے پہلے میں اُٹھ گیا۔ کیونکہ اَب صرف انڈرویئر رہ گیا
تھا۔

''ارے...... ارے! تم کہاں چلے؟'' اُس نے چونک کر پوچھا۔

''میرا ظرف ختم ہو گیا ہے......''

''اتنی جلد......؟''

''ہاں مسٹر گرائن...... میری حیثیت پانچ پیگ سے زیادہ نہیں ہے۔''

''اوہ...... شراب، ذہن سے ہر تصور مٹا کر پینی چاہئے۔ بیٹھو میرے دوست...... بیٹھو!
میری درخواست ہے، بیٹھو۔'' مسٹر گرائن نے کہا۔ اُس کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ پھر مسٹر
گرائن نے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور کھڑے ہو کر جھومنے لگے۔

''اوہ...... میں تو کھڑا ہو سکتا ہوں۔ نہیں، نہیں...... یہ محبوب کی توہین ہے۔ آغوش محبوب
میں اگر ہوش قائم رہے، اعضا ساتھ دیں تو عشق صادق نہیں کہلا سکتا۔ ابھی بدن میں جان
باقی ہے......'' وہ بیٹھ گیا اور یکے بعد دیگرے اُس نے مزید تین گلاس پئے۔

میں ششدر اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آواز بے ربط تھی۔ اُس کے الفاظ غیر مربوط تھے۔
لیکن ابھی وہ پی رہا تھا۔ پھر گلاس اُس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ ''سنو......!'' اُس نے بمشکل مجھ

سے کہا اور میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ ''کیا میں ہوش میں ہوں......؟''

''میرا خیال ہے مسٹر گرائن! اَب اس سے زیادہ پینا آپ کے لئے نقصان دہ ہوگا۔''

''تب میرا ایک کام کرو۔''

''جی......فرمایئے!''

''مجھے سہارا دو۔ میرا وزن اپنے بازوؤں پر سنبھالو......'' اُس نے ہاتھ اُٹھا دیا اور میں
نے اُس کی خواہش کی تعمیل کی۔ وہ خود سے قدم بھی نہیں اُٹھا پا رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک حوض
کی طرف اشارہ کیا اور میں حیران رہ گیا۔ میں اُسے حوض کے نزدیک لے آیا۔ تب وہ آہستہ
آہستہ کھسک کر حوض میں اُتر گیا۔ ''آہ...... میں اسے روئیں روئیں میں سمیٹ لینا چاہتا ہوں۔
ضروری نہیں، یہ حلق کے راستے معدے میں اُترے......''

''مسٹر گرائن......!'' میں نے اُسے سرزنش کی۔

''میں...... مجھے آواز نہ دو۔'' اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور میں نے گہری سانس لی۔
اگر وہ حوض میں ڈوب کر مر جائے تو میرا کیا قصور؟ تاہم میں نے سوچا کہ کسی کو اس کی اطلاع
دے دُوں۔ ویسے بھی گرائن اَب اس قابل نہیں تھا کہ مجھ سے کوئی بات کر سکے۔ چنانچہ میں
اُس ہال سے باہر نکل آیا اور کسی کو تلاش کرنے لگا۔ ٹریسا پر نگاہ پڑ گئی تھی۔ اُس نے بھی مجھے
دیکھ لیا اور رُک گئی۔

''مسٹر مورگن......؟'' وہ میری طرف بڑھی۔

''اوہ......مسٹر ٹریسا! میرا خیال ہے کہ مسٹر گرائن خطرے میں ہیں۔'' میں نے کہا۔

''کہاں ہیں وہ......؟''

''اپنے پری خانے میں۔''

''اوہ......تب پھر اُنہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' ٹریسا نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

''لیکن وہ......''

''بہت زیادہ پی گئے ہیں۔'' ٹریسا نے اُسی انداز میں مسکراتے ہوئے میرا جملہ درمیان
سے اُچک کر پورا کر دیا۔

''تصور سے کہیں زیادہ......انسانی قوت برداشت سے کہیں زیادہ۔ اور اَب وہ بے ہوشی
کے عالم میں حوض میں پڑے ہیں۔''

''شراب کے حوض میں؟''

''ہاں......!''

''مسٹر مورگن......! پری خانے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں۔ اور مسٹر گرائن ہر وقت
اس عالم میں وہاں گزارتے ہیں۔ اُنہیں کبھی نقصان نہیں پہنچا۔''

''اطلاع دینا میرا فرض تھا۔ کیونکہ میں یہاں مدعو تھا۔ باقی تمہاری ذمہ داری ہے۔'' میں
نے خشک لہجے میں کہا اور پلٹ پڑا۔

''مسٹر مورگن......!'' ٹریسا نے مجھے آواز دی۔ ''پلیز مسٹر مورگن......!'' اور میں رُک
گیا۔ ''مسٹر گرائن کی طرف سے آپ مطمئن رہیں۔ اُنہیں کچھ نہیں ہوگا۔ میں گھریلو امور کی
نگران ہوں۔ مجھے یہاں کے حالات سے کافی واقفیت ہے۔ آپ اُن کے لئے پریشان نہ
ہوں۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے مس ٹریسا! بہرحال۔''

''آپ نہیں پیتے مسٹر مورگن؟'' اُس نے مجھ سے پوچھا

''پیتا ہوں......''

''تب کیا میں آپ کو پیشکش کر سکتی ہوں......؟'' اُس نے کہا اور اس بار میں نے اُس
کے انداز میں ایک خاص کیفیت محسوس کر لی۔ چند ساعت سوچا اور پھر اُس کے ساتھ چل
پڑا۔ پانچ پیگ نے میرا خون گرم کر دیا تھا اور ٹریسا کے ساتھ پیئے ہوئے مزید تین پیگ مجھے
ماحول سے بے نیاز کرنے میں کامیاب ہو گئے اور میں بہت کچھ بھول گیا...... ہاں! دوسری
صبح بدن کی سرور انگیز دُکھن، ٹریسا کی مہمان نوازی کا احساس دلا رہی تھی۔ کمرہ ٹریسا ہی کا
تھا۔ بستر بھی اُسی کا تھا۔ لیکن ٹریسا خود کمرے میں نہیں تھی۔

میں ہڑبڑا کر اُٹھا تو وہ باتھ رُوم سے نکل آئی۔ ''صبح بخیر مسٹر مورگن......!'' اُس نے
پراسرار مسکراہٹ سے کہا۔ جیسے اُس نے میرے بدن کے، میری شخصیت کے اہم راز پا لئے
ہوں۔

''ناشتہ، مسٹر گرائن اپنے کمرے میں آپ کے ساتھ کریں گے۔ اس لئے آپ غسل وغیرہ
کر لیں۔ میں نے آپ کا لباس پریس کر دیا ہے۔'' اُس نے میرے لباس کی طرف اِشارہ کیا
اور مجھے عجیب سا محسوس ہوا۔ بہرحال! میں نے اُس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ اور پھر میں بدن پر
چادر لپیٹے ہوئے باتھ رُوم میں چلا گیا۔ تیار ہو کر باتھ رُوم سے نکلا تو ٹریسا موجود نہیں تھی۔
میں اُس کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

ابھی یہاں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سویتا نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اُسے اندر بلا لیا تھا۔ سویتا کو دیکھ کر میں چونک پڑا۔ لیکن سویتا کے چہرے پر وہی مسکراہٹ تھی۔

''مسٹر گرائن اپنے کمرے میں آپ کے منتظر ہیں۔'' اُس نے کہا۔

''اوہ...... ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔'' میں نے کہا اور سویتا کے ساتھ دروازے کی طرف چل دیا۔

''پری خانے کی رات کیسی گزری؟'' راستے میں اُس نے پوچھا۔

''عمدہ...... لیکن تمہارے باس پر مجھے حیرت ہے۔''

''کیوں......؟''

''کیا وہ ہر رات اتنی ہی پیتا ہے؟''

''ہاں......!''

''اور صبح کو اتنی جلد جاگ جاتا ہے، حیرت انگیز بات ہے۔''

''مسٹر گرائن کی وصیت ہے کہ مرنے کے بعد ہر شام اُن کی قبر کو شراب سے غسل دیا جائے۔ اور اس کے لئے اُنہوں نے ایک بڑی دولت محفوظ کر دی ہے۔''

''خوب......'' میں نے گردن ہلائی اور مسٹر گرائن کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔

''بس...... میری ڈیوٹی یہاں ختم ہے۔'' سویتا بولی اور میں نے گردن ہلائی۔ پھر میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مسٹر گرائن کی خواب گاہ بھی انوکھی تھی۔ بالکل سادہ، لمبا چوڑا بستر تھا۔ درمیان میں ایک صوفہ اور ایک بڑی سنٹر ٹیبل پڑی ہوئی تھی۔ مسٹر گرائن، سنٹر ٹیبل کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور میز پر نوٹوں کی تین ڈھیریاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ نوٹ کافی مالیت کے تھے۔ دو ڈھیریوں کے ساتھ لفافے بھی رکھے ہوئے تھے۔ تیسری صرف نوٹوں کی ڈھیری تھی۔ اُس کے پاس کوئی لفافہ نہیں تھا۔

''آؤ مورگن ڈیئر...... ! آؤ، بیٹھو!'' مسٹر گرائن نے حسب عادت نرم لہجے میں کہا اور میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ مسٹر گرائن، گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہے تھے۔

''خیریت مسٹر گرائن......؟''

''ہاں......! تھوڑا سا فلسفہ بگھاروں گا، بور تو نہ ہو گے؟''

''نہیں......!'' میں نے جواب دیا۔

''تو سنو......! انسان پیدائشی طور پر کتنا معصوم ہوتا ہے؟ ہر جذبے سے بے نیاز...... ہر چیز سے لا پرواہ...... پھر وقت اور ماحول کی گندی ہوا، اُس کی سانسوں کو مسموم کرتی ہے۔ ذہن کی غلاظت اُس کے معدے میں پہنچ کر اُس کی نشو و نما کرتی ہے اور وہ کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ بیشتر برائیاں اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں اور اُس کی پاکیزگی فنا ہو جاتی ہے۔ ضرورت کے سانپ اُس کے کندھوں سے لپٹ جاتے ہیں اور اُس کا ذہن بھٹکنے لگتا ہے۔ کاغذ کے اِن ٹکڑوں کو دیکھو...... آخر یہ ہماری حیات پر اس قدر مسلط کیوں ہو گئے ہیں؟ یہ بے جان نوٹوں کے ڈھیر جو اتنے کمزور ہیں کہ ہمارے ہاتھوں کی جنبش کے بغیر ہل بھی نہیں سکتے۔ یہ بے جان ہونے کے باوجود کس طرح ہمیں مسمرائز کر دیتے ہیں...... کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟''

''نہیں مسٹر گرائن......!''

''ہم اس کے حصول کے لئے کیا کیا کرتے ہیں......؟''

''بے شک......!'' میں نے تائید کی۔

''کیا لاتعداد انسانوں کی زندگی کا مقصد صرف ان کا حصول نہیں ہے......؟''

''ہے مسٹر گرائن......!'' میں نے صبر سے جواب دیا۔ تب مسٹر گرائن نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سیاہ آٹو میٹک پستول نکال لیا اور اُسے نوٹوں کے ڈھیر پر رکھ دیا۔

''کیا تمہارے دل میں اِن کے حصول کی خواہش بیدار نہیں ہوئی؟''

''کیا مطلب......؟''

''اگر تم اس بات سے انکار کرو گے تو صرف دو باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ یا تو تم بزدل ہو یا فرشتے...... اگر یہ دونوں باتیں نہیں ہیں تو پھر مجھے بتاؤ کہ تمہارے دل میں اِن کے حصول کی خواہش کیوں نہیں پیدا ہوئی......؟''

''اس لئے مسٹر گرائن! کہ یہ دولت آپ کی ہے اور آپ ایک دوست کی حیثیت سے مجھے یہاں لائے ہیں۔ میں اپنے بازوؤں کو ان کے حصول کے لئے مضبوط پاتا ہوں۔ اس لئے ان کی پرواہ نہیں کرتا۔''

''اگر میں خود یہ سب تمہیں پیش کر دُوں تو......؟''

''میں اس کی وجہ پوچھوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''وجہ نہیں...... اِن کے حصول کا طریقہ پوچھو گے۔''

"چلئے...... یہی بتا دیں۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"یہ پستول پکڑو! لوڈڈ ہے۔ میرا خیال ہے، صرف دو گولیاں میرے پہلو میں اُتار دو۔ اس کے بعد تمہیں کوئی نہ روکے گا۔" مسٹر گرائن نے پستول میری طرف بڑھا دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں خود اس بات پر حیران تھا مسٹر گرائن! کہ اتنی شراب پینے کے بعد آپ اتنے ہوش مند کیسے ہو گئے؟ بہر حال...... یہ آپ کی خوبی ہے کہ نشے میں بھی عمدہ باتیں کر لیتے ہیں۔"

"مجھے یہی شبہ تھا کہ تم مجھے نشے میں سمجھو گے۔" مسٹر گرائن نے بدستور پرسکون لہجے میں کہا۔ "لیکن میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ میں تمہارے ظرف کا اندازہ لگانے کے بعد ہی اس طرح تمہارے سامنے آیا ہوں۔ لیکن یقین کرو میرے دوست! میں یہ رقم تمہیں دینا چاہتا ہوں۔ اس کے کئی ذریعے ہیں۔ تم اِس پستول سے مجھے قتل کر کے یہ رقم لے کر یہاں سے فرار ہو جاؤ۔ ورنہ میرا کچھ کام کر دو اور جائز طور سے اِس کے حق دار بن جاؤ۔"

"اوہ......!" اَب میرے ذہن میں پورے طور سے دلچسپی جاگ اُٹھی تھی۔ گرائن، گہرا انسان تھا۔ لیکن اُس نے کسی کام کے لئے میرا انتخاب کیسے کر لیا؟ یہ سوچنے کی بات تھی۔

گرائن بدستور مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "کیا خیال ہے مسٹر مورگن......؟ اگر تم اس کے لئے تیار نہ ہو تو مجھے نشے میں سمجھ لینا۔ لیکن میری نگاہیں بتاتی ہیں کہ تم کام کے آدمی ثابت ہو گے۔"

"خوب...... ممکن ہے مسٹر گرائن! آپ کا خیال درست ہو۔ کام کیا ہے......؟"

"بتاتا ہوں۔" مسٹر گرائن نے کہا۔ اور پھر اُنہوں نے میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولا اور دفعتہً میں نے عقب میں ایک سرسراہٹ محسوس کی۔ پلٹ کر دیکھا، کمرے کی دیوار پر جست کی ایک چادر چڑھ گئی تھی اور اَب اِس کمرے سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اور پھر اچانک میرا بدن ہل گیا۔ وہ فرش بھی کسی لفٹ کی طرح نیچے جا رہا تھا، جہاں ہم دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے صوفے کے ہتھے مضبوطی سے پکڑ لئے۔ لیکن ہم زیادہ نیچے نہیں اُترے تھے۔ اس وقت بھی ہم ایک کمرے میں ہی تھے۔ بس! دیواریں بدل گئی تھیں اور منظر بھی۔ اُس کمرے میں بیڈ کی بجائے چند تابوت رکھے ہوئے تھے۔ میں نے اُن کا جائزہ لیا۔ اُن کی تعداد آٹھ تھی۔

"آؤ میرے دوست......!" گرائن صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے بھی اُس پُراسرار

انسان کا ساتھ دیا تھا۔ وہ تابوتوں کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اُس نے ایک تابوت کا ڈھکن اُٹھا دیا۔ اُس میں ایک حنوط شدہ لاش موجود تھی۔ کوئی جاپانی تھا لیکن پروقار صورت کا مالک تھا۔ میں نے تعجب سے لاش کو دیکھا اور پھر گرائن کی جانب متوجہ ہو گیا جو دوسرا تابوت کھول رہا تھا۔ اُس میں بھی کسی یورپی باشندے کی لاش تھی۔ یکے بعد دیگرے اُس نے پانچ تابوت کھولے۔ اُن سب میں لاشیں موجود تھیں۔ اس کے بعد اُس نے باقی تابوت کھول دیئے۔ یہ تینوں خالی تھے۔

"پوری دنیا میں میرے آٹھ دشمن ہیں۔ پورے آٹھ...... اُن میں سے پانچ یہ موجود ہیں اور تین تابوت خالی ہیں۔ سمجھے...... تین تابوت خالی ہیں۔ اور میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ نہ جانے کیوں میں اتنی جلدی بوڑھا ہو گیا۔ یوں لگتا ہے جیسے اَب میں اُنہیں قتل نہیں کر سکوں گا۔ ہاں...... میرے اعضاء اَب اس قدر چست نہیں رہے ہیں۔ اپنے پانچ دشمنوں کو میں نے اپنے ہاتھوں سے، مختلف ہتھیاروں کے ذریعے قتل کیا تھا۔ لیکن مجھے احساس تھا کہ ممکن ہے، زیادہ وقت گزر ہو جانے کے بعد میرے قویٰ ساتھ نہ دے سکیں اس لئے میں نے آخری ہتھیار تیار کیا۔ اور یہ ہتھیار دولت ہے، سمجھے...... کیا یہ ایک مضبوط ہتھیار نہیں ہے؟" اُس نے مجھے دیکھا۔ میں بھی اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"اُن سے تمہاری دشمنی کیوں ہے مسٹر گرائن......؟" میں نے پوچھا۔ اچانک میری فطرت عود کر آئی تھی۔ رقم کافی بڑی تھی اور بہر حال! میں اس بات میں سر نہیں کھپا سکتا تھا کہ گرائن نے کام کا آدمی کس طرح تلاش کر لیا۔ دولت کا حصول میری خواہش تھی اور اَب کام مل رہا تھا تو میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔

"اس بارے میں، میں تفصیل نہیں بتاؤں گا مسٹر مورگن......! اس ایک ڈھیر میں پانچ لاکھ ڈالر کے نوٹ ہیں۔ اور ان نوٹوں میں یہ بات بڑی آسانی سے چھپ سکتی ہے۔ ہاں! صرف دوستانہ طور پر اتنا بتا سکتا ہوں کہ میں فوجی ہوں اور جنگ عظیم میں عظیم کارنامے انجام دے چکا ہوں۔ اور میرے دشمن...... میرے چار دشمن بھی فوجی ہیں۔"

"اوہ...... وہ باقی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ میں تفصیل بتانے سے گریز کروں گا۔"

"ان پانچوں کو تم نے ہلاک کیا ہے مسٹر گرائن......؟"

"ہاں...... اپنے ہاتھوں سے۔" اُس نے سینہ ٹھونک کر جواب دیا۔

”ان کی لاشیں یہاں تک کس طرح لائے......؟“

”اپنی ذہانت سے۔ لیکن مرنے سے پہلے میں اِن تمام تابوتوں کو پُر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میری آخری خواہش ہے۔“

”ہوں...... مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“

”میں چاہتا ہوں، وہ کام تم انجام دو جو میں پورا نہیں کر سکتا۔“

”یعنی اُن بقیہ لوگوں کو قتل کر دُوں......؟“

”ہاں...... میں یہی چاہتا ہوں۔“

”لیکن مسٹر گرائن...... تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ کیا میں جرائم پیشہ ہوں؟ میں دولت کے لئے انسانی زندگیوں سے نہیں کھیل سکتا۔ بلکہ میرا خیال ہے، میں پولیس کو ان لاشوں کے بارے میں اطلاع دے دُوں تاکہ اُن لوگوں کی زندگی بچ جائے۔“ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

گرائن کے چہرے پر مُردنی چھا گئی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ حالانکہ اُس کے پاس پستول تھا۔ لیکن اُس کی حالت غیر ہو گئی تھی۔

”کیا...... کیا تم ایسا کرو گے...... کیا تم......؟“ اُس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

”ظاہر ہے، میں ایک شریف انسان ہوں۔“

”آہ...... تو...... تو میرے تجربے نے اس بار مجھے دھوکہ دیا ہے۔ کیا میری بینائی کمزور ہو گئی ہے......؟“ اُس نے غمزدہ آواز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“

”ساری زندگی خود کو بہت بڑا انسان شناس اور ماہر نفسیات سمجھتا رہا ہوں۔ اکثر حالات نے ساتھ دیا ہے، اور میں کبھی اپنے قیافے سے مایوس نہیں ہوں۔ لیکن کیا اَب اعضاء کے ساتھ تقدیر نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے؟“ وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

”میرے بارے میں تمہارا قیافہ کیا کہتا ہے مسٹر گرائن......؟“

”دھوکہ ہوا ہے شاید۔ میرا اندازہ تھا کہ تم ایک سخت گیر انسان ہو۔ تمہاری آنکھوں کی چمک بتاتی تھی کہ خطرناک ترین کام انجام دینے کے شائق ہو۔ تمہارے بدن کی بناوٹ بتاتی تھی کہ کسی چیتے کی طرح پھرتیلے اور مضبوط ہو۔ اور......“ وہ خاموش ہو گیا۔

”اور کیا مسٹر گرائن......؟“

”اس قید خانے کی تصاویر...... میری تحریر، جس میں، میں اپنے جرائم کا اعتراف کرتا

دنیا کے کئی ممالک مجھے سزائے موت دینے کے خواہاں ہو جاتے۔ میں اپنی زندگی تمہارے ہاتھ میں دے سکتا تھا مورگن! اور یہ ضمانت ہوتی اس بات کی کہ میری پیشکش حقیقی اور کسی بد دیانتی سے مبرا ہے۔“

”ہوں......!“ میں نے برق رفتاری سے سوچتے ہوئے کہا۔ اور پھر مجھے فیصلہ کرنے میں دقت نہ پیش آئی۔ ”میں تیار ہوں مسٹر گرائن......!“ میں نے سکون سے کہا۔

”کیا......؟“ گرائن اُچھل پڑا۔ اُس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا تھا۔ ”کیا کہا تم نے؟“ وہ بولا اور میں نے اپنے الفاظ دہرا دیئے۔ وہ پُرمسرت نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے خوشی کے عالم میں کہا۔ ”اگر تم اس کام کے لئے تیار ہو گئے ہو میرے دوست! تو میں اسے اپنی خوش قسمتی ہی سمجھ سکتا ہوں۔ انسان کی زندگی کا ایک ہی مشن ہوتا ہے۔ اگر اس کی نگاہوں میں اپنی زندگی کے لئے کوئی راستہ نہ ہو تو پھر بلاشبہ وہ ادھوری زندگی کا مالک ہوتا ہے۔“

”میں نے اپنی زندگی کا سب سے خوبصورت دَور جسے بچپن سے جوانی تک کا نام دیا جا سکتا ہے، اسی مشن کی تکمیل میں صرف کیا ہے۔ دوسرے تمام معاملات میں نے پس پشت ڈال دیئے تھے۔ اور جب میری عمر اس دور میں داخل ہوئی، جہاں میں نے محسوس کر لیا کہ میں اپنے اِس مشن کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا تو میرے ذہن و جسم پر اضمحلال طاری ہو گیا۔ لیکن میں نے گوشہ نشینی اختیار کر کے خود پر مایوسی طاری نہیں کی۔ بلکہ اس کوشش میں مصروف رہا کہ اس کا کوئی سدباب کروں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میری نگاہیں بہت دُور رس ہیں۔ اور میں انسانی تجزیئے میں کامل تو نہیں لیکن ایک اچھی خاصی مہارت رکھتا ہوں۔ تمہاری ذات کے بارے میں گو میں نے دیر سے سوچا تھا۔ تاہم تم مجھے مکمل نظر آئے۔ لیکن براہِ کرم! اس کی وضاحت طلب نہ کرنا کہ کیوں؟ اور اَب جب کہ تم نے میری معاونت کا فیصلہ کر لیا ہے تو تم یقین کرو ڈیئر مورگن! کہ میں اپنی رگوں میں پھر سے جولانی محسوس کر رہا ہوں۔“

”آپ کا یہ اعتماد میرے لئے حیران کن ہے مسٹر گرائن......!“ میں نے کہا۔

”ہاں...... بہت سی باتیں دنیا میں حیرت انگیز ہوتی ہیں۔ لیکن بہرصورت! ہم نے اسے تسلیم کرنا ہی ہوتا ہے۔ تم میرے اس اعتماد کو بھی اسی رنگ میں دیکھو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی کوششوں میں کامیاب رہو گے۔“ گرائن نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے مسٹر گرائن...... مجھے چند سوالات اور بھی کرنا ہوں گے۔“

"ہاں...... جب تم نے میری پیشکش قبول کر لی ہے تو ہمارے، تمہارے درمیان ایک اخلاقی رابطہ اور معاہدہ بھی ہو گیا۔ اور ثابت قدم لوگ زبانی معاہدے کو بڑی حیثیت اہمیت دیتے ہیں۔"

"البتہ اگر تم اپنے اطمینان کے لئے کچھ کرنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہ ہوگا مسٹر مورگن......!"

"یہی سمجھ لیں مسٹر گرائن......!" میں نے جواب دیا۔

"میرے نزدیک اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" گرائن نے کہا۔

"تب آپ مجھے بتائیے کہ اِس سلسلے میں مجھے کیا کرنا ہوگا؟ اور یہ کہ اگر میں اپنی کوشش میں ناکام رہا تو اس صورت میں کیا کیفیت ہوگی؟"

"دوست! یہ پانچ لاشیں جو تم نے دیکھیں، ایسے لوگوں کی ہیں جو اپنے طور پر بہت بڑی حیثیت کے حامل تھے۔ انہیں قتل کرنے کے لئے مجھے خاصی دُشواریاں پیش آئی تھیں۔ لیکن بہرصورت میں کامیاب رہا۔ اور میں تمہاری ذات میں ایک ایسا ہی گرائن چھپا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں خود تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کام کو آسانی سے کر لو گے۔"

"تاہم اگر تم ناکام رہے تو ہم دونوں مل کر کوئی نیا پروگرام ترتیب دیں گے۔ اور تم اس وقت تک اس کوشش میں مصروف رہو گے، جب تک کامیابی حاصل نہ کر لو۔"

"جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں تمہیں مکمل تحفظ کی ضمانت دیتا ہوں۔ اگر ایسی کوشش میں تم کسی چکر میں پھنس گئے، میری مراد قانونی چکر سے ہے تو مسٹر گرائن اتنا گمنام بھی نہیں ہے کہ وہ تمہاری گلوخلاصی نہ کرا سکے۔ یہ میرا ذمہ۔ باقی تمہاری ذمے داری۔"

"چلئے...... پھر ٹھیک ہے مسٹر گرائن! اَب آپ مجھے اُس شخص کے بارے میں بتائیں جسے مجھے قتل کرنا ہے۔"

"ہاں، یقیناً...... آؤ بیٹھو!" گرائن نے کہا اور ہم دونوں اسی طرح سامنے بیٹھ گئے۔ تب گرائن نے پہلی نوٹوں کی ڈھیری کے پاس سے وہ لفافہ اُٹھایا جو بند تھا۔ اُس نے لفافہ کھولا اور اُس میں سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

"کرنل جیمس لوٹ، اٹلی کا باشندہ ہے۔ اس کا مستقل قیام وینس میں ہے۔ وہاں کا ایک سرمایہ دار بھی سمجھ لو۔ شاندار شخصیت کا مالک ہے اور زندگی گزارنے کے لئے اپنے طور پر مکمل چوکس رہتا ہے۔ گو، ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہے۔ لیکن اَب بھی بے حد چاق و چوبند اور

تندرست آدمی ہے۔ یہ ہے اس کی تصویر......"

گرائن نے میرے سامنے کرنل جیمس کی تصویر رکھ دی۔ چوڑے شانے والا ایک وجیہہ آدمی تھا۔ لیکن اُس کی آنکھیں بے حد خطرناک تھیں۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ ایک دوسرے کاغذ پر اُس کے بارے میں مکمل کوائف لکھے ہوئے تھے۔ ساری تفصیل تھی۔ اس تفصیل کو میں غور سے دیکھتا رہا۔

اُس کی رہائش گاہ کا پتہ، اُس کے پاس رہنے والوں کے بارے میں معلومات اور اُس کے تعلقات، سب کچھ اس تفصیل میں موجود تھا۔ بلاشبہ مسٹر گرائن کو یہ تفصیل مہیا کرنے میں خاصی مشکلات پیش آئی ہوں گی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے گہری سانس لی اور مسٹر گرائن کی طرف دیکھ کر گردن ہلانے لگا۔

"بالکل ٹھیک مسٹر گرائن......! میں تیار ہوں۔ اَب باقی بات رہی اُن دو آدمیوں کی۔"

"اوہ، مسٹر مورگن...... میرا خیال ہے باقی تفصیلات کو رہنے دیا جائے۔ پہلے ہم ایک مرحلے سے نمٹ لیں۔ یہی میرا طریقہ کار ہے۔ جب آپ پہلی کامیابی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس آئیں گے تو میں آپ کو دوسرے شخص کے بارے میں تفصیلات مہیا کر دُوں گا۔"

"ٹھیک ہے...... اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے کب روانہ ہونا ہے؟"

"میرے دوست......! میں تمہاری اس قدر مدد کروں گا کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ میں تمام انتظامات کئے دیتا ہوں۔ اس دوران تم میرے معزز مہمان کی حیثیت سے اس عمارت میں رہو۔ کسی بھی مناسب وقت پر میں تمہیں روانہ کر دُوں گا۔ اپنے طور پر اس سلسلے میں اگر تم کچھ آسانیاں چاہتے ہو تو مجھے بتا دو! میں تمہارے لئے تمام آسانیاں فراہم کر دُوں گا۔" مسٹر گرائن نے کہا۔

"کافی ہے مسٹر گرائن......! بس! آپ میری روانگی کے کاغذات وغیرہ تیار کرا دیں۔ اس کے بعد باقی معاملات میں خود دیکھ لوں گا۔ ہاں...... ایک بات اور بتائیں۔"

"وہ کیا مسٹر مورگن؟" گرائن نے پوچھا۔

"آپ نے اُن تابوتوں میں یہ پانچوں لاشیں اکٹھی کی ہوئی ہیں۔ کیا اُس شخص کی لاش بھی مجھے یہاں لانا ہوگی؟"

"اوہ......! یہ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔ البتہ اُسے قتل کرنے کے بعد اُس کی قبر کی نشاندہی کر دو گے۔ میرے آدمی اُسے قبر سے کھود کر لے آئیں گے۔ تم اس سلسلے میں کہاں

پریشان ہوتے پھرو گے؟ میں اس کا پورا پورا بندوبست کر دُوں گا۔'' گرائن نے کہا۔
''تمہارے آدمی......؟'' میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
''ہاں...... جب تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے تو چند افراد تمہاری معاونت
تمہارے تعاقب میں رہیں گے۔ اگر تم چاہو تو کسی بھی وقت اُن سے مدد لے سکتے
تمہیں اُن سے لاعلم نہیں رکھوں گا۔ اور پھر جب تم اپنا کام کر لو گے تو اُنہیں اطلاع
باقی تمام ذمہ داریاں اُن کی اپنی ہوں گی۔''
''اوہو......! تو وہ لوگ جو کہ لاش یہاں لا سکتے ہیں، کیا وہ اُس شخص کو قتل نہیں کر
''نہیں مسٹر گرائن......!'' اُس نے پُراسرار انداز میں جواب دیا۔ ''اُن کا کام
لاشوں کو اسمگل کرنا ہے۔ اور نہ ہی وہ اس قدر صلاحیتوں کے مالک ہیں کہ اس کام
دے سکیں۔ یہ کام صرف تم ہی کرو گے۔ اُن کا کام تو صرف اتنا ہو گا کہ وہ قبرستان سے
نکالیں اور اُسے مجھ تک پہنچا دیں۔ تم صرف اُنہیں کام ہو جانے کی اطلاع دو گے۔''
''آل رائٹ مسٹر گرائن......! ہمارا، آپ کا معاہدہ ہو گیا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے
اور مسٹر گرائن نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔
''اَب تم میرے راز دار دوست کی حیثیت رکھتے ہو۔ میں تمہاری کامیابی کا
ہوں۔ اور باقی معاملات میں تم کوئی فکر نہ کرنا۔ میں ہر طرح سے تمہاری اعانت کر
اخراجات وغیرہ کی کوئی فکر نہیں ہونی چاہئے۔'' مسٹر گرائن نے کہا۔
''شکریہ مسٹر گرائن......!'' میں نے جواب دیا
''تو کیا اَب ہم اُوپر چلیں......؟'' گرائن نے پوچھا۔
''آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اس سے زیادہ اگر آپ مجھے کچھ بتانا چاہتے
بتائیں۔''
''ہاں......! میرا خیال ہے ایک بات اور رہ گئی۔''
''وہ کیا مسٹر گرائن......؟'' میں نے پوچھا۔
''اس رقم کی ادائیگی کا کیا انداز ہو گا؟ میں تمہیں بھی مطمئن کرنا چاہتا ہوں۔''
''اس کا فیصلہ بھی آپ ہی کریں مسٹر گرائن......!'' میں نے جواب دیا۔
''میرے ذہن میں ایک عمدہ ترکیب ہے۔ ہم کسی اچھے وکیل سے مل کر ایک کار
معاہدہ کر لیتے ہیں۔ میں یہ رقم تمہارے نام سے بینک میں جمع کر کے اس کے کاغذات

تمہارے پاس رکھوا دیتا ہوں۔ فائنل دستخط اُس وقت کر دُوں گا جب تم کام کر لو گے۔ اس طرح
تمہارے ذہن میں کج رہے گی نہ میرے ذہن میں۔''
''یہ آپ کا مسئلہ ہے مسٹر گرائن......! جب میں آپ کے دشمن کو قتل کر سکتا ہوں تو آپ
سے رقم بھی وصول کر سکتا ہوں۔ اس لئے اس مسئلے کو آپ جس طرح بھی حل کر لیں۔'' میں
نے لاپرواہی سے جواب دیا۔
''تب ٹھیک ہے۔ تم اس معاملے کو میرے اُوپر چھوڑ دو۔ میں تمہیں مطمئن کر دُوں گا۔''
مسٹر گرائن نے جواب دیا اور اَب کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ لفٹ نما کمرہ اُوپر آ گیا۔
اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر میں نے بہت مختصر انداز میں مسٹر گرائن کی پیشکش کے بارے
میں سوچا۔ بس! قابل غور مسئلہ صرف یہ تھا کہ مسٹر گرائن نے اتنے اعتماد سے میرا انتخاب کس
طرح کر لیا؟ بہرحال! یہ کوئی پریشان کن مسئلہ نہیں تھا۔ اگر کام کی زندگی میں، میں ان
چکروں میں اُلجھتا رہا تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ چنانچہ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔
مسٹر گرائن نے چھ سیکرٹری شاید اسی لئے رکھی تھیں کہ اُن کا کوئی مہمان یکسانیت کا شکار نہ ہو۔
اس لئے دوسری رات، سویتا میری شریک تنہائی تھی۔ میرے سینے میں منہ چھپا کر اُس نے
بتایا کہ وہ گزری رات بھی مجھ سے زیادہ دُور نہیں تھی لیکن ٹریسا کو میرے قریب دیکھ کر واپس
چلی گئی تھی۔

بہرحال...... یہ سب، ایک دوسرے سے تعاون کرتی تھیں۔ اور پھر مسٹر گرائن کی طرف
سے مزید ہدایات مل گئی تھیں کہ مہمان کو، کوئی شکایت نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اُن میں سے کسی
نے مجھے کوئی شکایت نہ ہونے دی اور اس گفتگو کے پانچویں روز مسٹر گرائن نے مجھ سے تفصیلی
ملاقات کی۔ اس ملاقات میں اُنہوں نے میرا پاسپورٹ اور میری بدلی ہوئی شخصیت کے
کاغذات، میرے لئے سفر کا ٹکٹ اور دوسری تمام چیزیں مجھے دے دیں۔
''تم آج رات روانہ ہو جاؤ گے مسٹر مورگن......! ساری کارروائی مکمل کر دی گئی ہے۔ تم
ایک کمپنی کے نمائندے کی حیثیت سے سپین جاؤ گے، اور اس کمپنی سے سودے کی بات چیت
کرو گے۔ میں تمہیں اس سلسلے کی تفصیلات بھی ابھی سمجھا دُوں گا۔ بہرحال! ایک طرف تم اس
حیثیت سے کام کرو گے، لیکن تمہارا اصل کام......''
''عمدہ مسٹر گرائن......! ویسے میرا خیال ہے، آپ نے اتنی سہولتیں فراہم کر دی ہیں کہ
میرا کام تو بہت مختصر رہ گیا ہے۔ اگر آپ یہ سب کچھ نہ بھی کرتے تو......''

''بہر حال! تم اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ میں تمہاری سو فیصد کامیابی کا منتظر ہوں۔''
نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ مسٹر گرائن، مجھے کمپنی کے نمائندے کی حیثیت سے
کرنے تھے، اُن کے بارے میں سمجھاتے رہے اور میں اُنہیں ذہن نشین کرنے لگا۔
بعد کے کام میرے تھے۔

جس وقت طیارے نے فرانس کی سرزمین چھوڑی تو میں نے اپنے ذہن سے
وسوسے نکال دیئے۔ سیکرٹ پیلس کے اُستادوں کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق
بھی کام کے بارے میں پہلے فیصلہ کرو۔ اور جب عمل کا وقت ہو تو اپنے فیصلے کی خامی
انداز کر کے صرف کام کرو، اس کے بعد سوچو۔ اس اصول کے مطابق میں نے اپنا
چھوڑ دیا۔

اَب میں صرف وینس کے بارے میں سوچ رہا تھا، جس کے لئے چند مفکروں نے
کہ وینس میں موت بھی خوبصورت ہے۔ پانی کے اُس شہر کے بارے میں تھوڑی
تفصیلات معلوم تھیں۔ اُسے دیکھنے کا شوق بھی تھا۔ لیکن ابھی تو عملی زندگی میں قدم
رکھا تھا۔ ابھی بہت سے کام ایسے تھے جنہیں پہلے انجام دینا تھا، اس کے بعد اپنی آئندہ
کا کوئی لائحہ عمل معین کرنا تھا۔ یہ پہلا کام جو مجھے ملا تھا، میری توقع کے مطابق
بہر حال! اگر میں گرائن کے کہنے کے مطابق تینوں آدمیوں کو قتل کر دُوں تو ایک اچھی
مالک بن جاؤں گا۔ اَب صرف آئندہ اقدامات کی کامیابی کے بارے میں سوچنا تھا۔

طیارے کے سفر کی تفصیل غیر دلچسپ ہے۔ بہر حال! میں نے وینس میں قدم
کسٹم وغیرہ کی ضروریات سے فارغ ہو کر خود کو بے یار و مددگار محسوس کیا۔ لیکن خود اعتمادی کا
فقدان نہیں تھا۔ گو، شہر اجنبی تھا اور میں اُس آبی شہر میں منزل کی تلاش میں چل پڑا۔
اسکارنو، یعنی موٹر بوٹ نے مجھے سان مارکو چوک پر پہنچا دیا۔ گھنٹہ گھر سے ڈوجے کا
سینٹ مارک کے کلیسا کے قریب سے گزرتا ہوا میں ہوٹل ''گلیلو'' میں داخل ہو گیا۔

پرانے طرز کی یہ خوبصورت عمارت مجھے دُور ہی سے پسند آئی تھی۔ دربان نے
دروازہ کھولا تھا جیسے میں کراؤن پرنس ہوں۔ اور پھر عملے کے ہر فرد نے ایسا ہی
تھوڑی دیر کے بعد میں ایک کشادہ کمرے میں منتقل ہو گیا، جس کے بائیں طرف
سان مارکو چوک کے گرد برآمدوں میں بنے ہوئے وہ قہوہ خانے صاف نظر آ رہے
الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔ اُن میں اکثر قہوہ خانوں کے اپنے آرکسٹرا ہیں

موسیقار سرِ شام چوک میں کرسیاں بچھا کر موسیقی الاپنا شروع کر دیتے ہیں اور یہاں خوب
رونق ہو جاتی ہے۔

میں نے دلچسپی سے اُس منظر کو دیکھا۔ اور یہ سب کچھ مجھے اتنا پسند آیا کہ میں نے کھڑکی
کے قریب ہی کرسی ڈال لی۔ ہوٹل کی سروس بہت عمدہ تھی۔ میں نے ایک عمدہ شام اپنے
کمرے میں بیٹھے بیٹھے گزاری۔ وینس کی اُس رات کو میں پرسکون رکھنا چاہتا تھا۔

اور اُس پرسکون رات کے بعد آنے والی صبح کو میں نے ناشتے سے فارغ ہو کر ریڈ اینکر،
لمیٹڈ کے جنرل مینجر مسٹر سیڈلر کو فون کیا۔ ریسیور، خرگوش کے سر میں فٹ تھا۔ تھوڑی دیر کے
بعد مسٹر سیڈلر سے رابطہ قائم ہو گیا۔

''میں جم پارکر بول رہا ہوں۔ ریڈ اینکر، فرانس کا نمائندہ۔'' میں نے کہا۔

''مسٹر پارکر......! کہاں سے بول رہے ہیں؟'' دوسری طرف سے حیرت زدہ آواز سنائی
دی۔

''ہوٹل گلیلو، رُوم نمبر تین سو بیس۔''

''وینس......؟''

''ہاں......میرا خیال ہے، یہ ہوٹل اتنا غیر معروف نہیں ہے۔''

''یقیناً جناب! لیکن آپ کی آمد......؟''

''اوہ، ہاں......! بس پہلے سے آپ کو اطلاع نہ دی جا سکی۔''

''میں حاضر ہو رہا ہوں۔ براہِ کرم! انتظار کریں۔ رُوم نمبر......؟'' دوسری طرف سے
پوچھا گیا۔

''تین سو بیس......!'' میں نے جواب دیا۔

''بس......زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ باقی گفتگو وہیں پر ہو گی۔'' دوسری طرف سے کہا گیا
اور فون بند کر دیا گیا۔ اُس شخص کے اندازِ گفتگو سے میں اُس کے بارے میں اندازہ لگانے کی
کوشش کر رہا تھا اور درحقیقت وہ ایک مستعد شخص ثابت ہوا۔ ٹھیک بیس منٹ کے بعد اُس نے
میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔ اُس کے ساتھ ایک نارنجی رنگ کی دوشیزہ بھی
تھی۔ قدرے فربہ بدن لیکن دل کش خدوخال کی مالک۔ خود مسٹر سیڈلر بھی گول مول تھے۔
چھوٹا قد، گٹھا ہوا بدن، چہرے ہی سے خوش مزاج معلوم ہوتے تھے۔

''یعنی آپ کی آمد کی اطلاع اتنے دن پہلے سے تھی۔ لیکن آپ اچانک آ گئے۔ بہر حال!

اچانک آمد سے جتنی خوشی ہو سکتی ہے، مجھے ہوئی۔'' مسٹر سیڈلر نے خوش اخلاقی سے
ملاتے ہوئے کہا۔

''شکریہ مسٹر سیڈلر!''

''میری مسز سے ملو...... یہ ربیکا ہے۔''

''اوہ......!'' میں نے خود کو سنبھالا۔ تھوڑی دیر کی خاموشی بہتر ہوتی ہے۔ ورنہ میں
اُس کی بیٹی سمجھ چکا تھا۔ گویا یہ لڑکی اُس کی خوش مزاجی کا راز ہے۔ میں نے سوچا اور پھر
مسٹر سیڈلر سے کاروباری گفتگو کرنے لگا جس کے بارے میں مجھے گرائن نے بتایا تھا۔
میری لائن کی چیز نہیں تھی۔ لیکن بہرحال! ضرورت کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ میں
سکون سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر مسٹر سیڈلر نے مجھے پیشکش کی کہ میں اُن کے ساتھ قیام کروں
لیکن میں نے معذرت کر لی اور کہا کہ یہ ہوٹل مجھے بہت پسند آیا ہے۔ میں یہیں قیام کروں
گا۔''

''جیسی آپ کی خوشی۔ لیکن وینس کی سیر تو آپ ہمارے ساتھ ہی کریں گے؟''

''براہِ کرم! مجھے وینس میں ایک اجنبی کی حیثیت سے گھومنے پھرنے دیں۔ میرے
کرنے کا انداز مختلف ہے۔ میں اپنے طور پر اِس شہر کو دیکھوں گا۔''

''تب پھر آپ سے کب ملاقات ہو گی؟''

''آپ مجھے فون کر سکتے ہیں۔ جو گفتگو ہمارے درمیان ہوئی ہے، اس کے لئے جب
بھی ہو، میں حاضر ہوں۔''

''کام ختم ہونے کے بعد بھی ہمیں خدمت کا کوئی موقع نہیں دیں گے مسٹر پارکر؟''

''اس میں کوئی حرج نہ ہو گا۔'' میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ اور پھر وہ دونوں میاں
رُخصت ہو گئے۔ نارنجی لڑکی کی چال بہت دلکش تھی۔ لیکن اُس کے ساتھ پھدک پھدک
چلنے والا اُس کا شوہر......

☆......☆......☆

شام ہو گئی اور میں لباس تبدیل کر کے ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ چوک سان مارکو، روشنی
سے جگمگا رہا تھا۔ ڈوجے پیلس اور کلیسا بھی سجا ہوا تھا۔ میں موٹر بوٹ سے لا اینجلو پہنچ گیا۔
جہاں خوبصورت ریستوران اور قہوہ خانے بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے ایک قہوہ خانے میں
جگہ حاصل کر لی اور پھر چند نوٹوں نے ایک بیرے کو میرا دوست بنا دیا۔

''میں وینس میں اجنبی ہوں۔ ایک دوست کی تلاش میں آیا تھا، لیکن......''

''نہیں ملے......؟'' ویٹر نے نوٹ، جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں......!''

''کہیں چلے گئے......؟''

''پتہ نہیں معلوم سینور!''

''کیا نام ہے......؟''

''کرنل جیمس۔ اُنیس سو چودہ کی جنگ میں......''

''بس، بس...... کافی ہے۔ اور آپ وینس میں اجنبی ہیں؟'' ویٹر نے کہا۔

''ہاں...... کیوں؟''

''کیا میرا فرض نہیں ہے کہ میں آپ کو اُن تک پہنچاؤں؟ ویسے یہ آپ کی خوش نصیبی ہے
کہ آپ نے اتفاق سے مجھے ہی منتخب کیا۔

''اوہ...... کیوں؟''

''اس لئے کہ سات سال تک میں اُن کی کوٹھی میں ملازم رہا ہوں۔''

''واقعی...... کمال ہے۔'' میں نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''تو ہو گیا یوں سینور! کہ دس بجے مجھے وہاں سے چھٹی ملے گی۔ تب میں آپ کو پُل ریالٹو
کے پاس ''کیج اِن'' لے چلوں گا، جس میں مسٹر جیمس یعنی میرے سابق آقا بلا ناغہ آتے
ہیں۔ اور کبھی ہزاروں جیت کر اور کبھی لاکھوں ہار کر رات گئے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ آپ

کی اُن سے کب سے دوستی ہے جناب؟ میرا مطلب ہے، اپنے دورانِ ملازمت میں
کبھی آپ کو نہیں دیکھا۔''

''اوہ...... ہم دونوں خط و کتابت کے ذریعے دوست بنے تھے۔ صورت سے تو میں
جیمس کو جانتا بھی نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ موقع کی نزاکت کو دیکھ کر میں نے
دم کچھ تبدیلیاں کی تھیں اپنے بیان میں۔ بہرحال! میں نے جلد بازی مناسب نہیں
ویٹر کا انتظار کرتا رہا۔ وینس کی سیر کے لئے تو زندگی پڑی تھی۔ نہ جانے کتنی بار آنا پڑے۔
وقت ضروری کام تھا اور اپنی تربیت کے بعد یہ میرا پہلا کام تھا جس میں کمائی کی اُمید
چنانچہ اپنی ذہانت کو آزمانے کا مسئلہ بھی تھا۔

ٹھیک دس بجے ویٹر میرے پاس پہنچ گیا۔ اَب میں نے لباس تبدیل کرلیا تھا۔ پھر
نکل آئے۔ آبی سڑکوں پر روشنیوں سے سجے ہوئے گنڈولے رقص کر رہے تھے۔ گرانڈ
میں یہ گنڈولے کسی سیاہ مخمل میں ٹنکے ہوئے ہیروں کی مانند نظر آ رہے تھے۔

مرسیریا سٹریٹ سے گزرتے ہوئے ہم گرانڈ کینال کے سب سے بڑے اور خوب
پُل ریالٹو کے پاس پہنچ گئے۔ پُل کے پہلو میں عین نہر کے کنارے ایک خوبصورت عمارت
''کیج اِن'' کے نیون سائن جگمگا رہے تھے۔

''وہ مسٹر جیمس کی کار موجود ہے۔ میں نے کہا تھا نا، مسٹر جیمس کے مشاغل سے
میں واقف ہوسکتا ہوں، کوئی دوسرا نہیں۔''

''ظاہر ہے۔ آؤ! بس تم مجھے دُور سے اُن کے بارے میں بتا دینا۔'' میں نے کہا
میرے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ بڑی پرسکون جگہ تھی۔ ایک طرف خوبصورت ریستوران
بار تھا۔ اُس کے دوسرے وسیع حصے میں جوا خانہ تھا، جہاں بے شمار لوگ کھیل رہے تھے۔
ایک دوسرے سے بے نیاز اور لاپرواہ......

''وہ مسٹر جیمس ہیں۔'' ویٹر نے چوڑے چہرے والے ایک وجیہہ شخص کی طرف اش
اور میں نے بغور اُس شخص کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ شاندار صحت کا مالک تھا۔ میں نے گردن
اور پھر جیب سے مزید کچھ رقم نکال کر ویٹر کو دے دی۔

ویٹر نے سلام کیا اور پھر واپسی کے لئے مُڑ گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا، ویٹر کو جاتے
رہا۔ اور اُس کے باہر چلے جانے کے بعد ایک میز کے گرد بیٹھ گیا۔ یہاں سے میں
پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔ میں اُسے کھیلتے دیکھتا رہا۔ زندہ دِل انسان معلوم ہوتا تھا۔ جب

بھرپور قہقہے لگاتا تھا۔ پرجوش بھی معلوم ہوتا تھا۔ کبھی کبھی میز پر گھونسا ماردیتا تھا۔

بہرحال! آج میں نے اُس کا دُور ہی سے جائزہ لیا۔ اور اس وقت تک بیٹھا رہا، جب
تک وہ وہاں رہا۔ اور اس کے بعد میں نے اُس کا تعاقب کیا۔ جس جگہ اُس کی کوٹھی تھی، وہ
فیئر ہاک کہلاتی تھی۔ خوبصورت کوٹھیوں کا علاقہ تھا۔ لیکن کوٹھی کی بناوٹ ایسی تھی کہ اُس کے
اندر کوئی کام مشکل سے کیا جاسکتا تھا۔ میں نے اُس کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ اور پھر خاصی
رات گئے گلیلو واپس لوٹا۔

دوسرے دن مسٹر سیڈلر پھر آگئے۔ یہ عمدہ آدمی تھا۔ اُس کی دلی خواہش تھی کہ میں اُس
کے ساتھ قیام کروں۔ لیکن ابھی مجھے اپنا اصلی کام کرنا تھا۔ اس لئے میں نے اُسے ٹال دیا۔
میری آمد کا جو مقصد تھا، سیڈلر نے اُس کے لئے کافی کارروائی کرلی تھی۔

''یوں سمجھیں جناب......! میں نے کام ختم کرلیا ہے۔'' اُس نے کہا۔

''گڈ......! گویا میں کسی وقت بھی روانہ ہوسکتا ہوں۔''

''ہاں......! لیکن میری خواہش ہے، آپ اس طرح نہ جائیں۔ جیسا کہ آپ نے کہا تھا
کہ آپ پہلی بار وینس آئے ہیں، ہمیں خدمت کا موقع دیں۔''

''ہم لوگ آئندہ بھی ملیں گے مسٹر سیڈلر! اور بہرحال! اگر کمپنی سے اجازت مل گئی تو میں
کچھ عرصہ آپ کے ساتھ قیام بھی کرلوں گا۔''

''جیسی آپ کی مرضی......!'' اُس نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ پھر تھوڑی سی گفتگو
کرنے کے بعد وہ چلا گیا اور میں نے کمرے کا دروازہ بند کرلیا۔ اَب میں سوچ رہا تھا۔ ایک
مخصوص انداز میں سوچ رہا تھا۔ اور اس طرح سوچنے کے نتائج حیرت انگیز اور کارآمد نکلتے
تھے۔

چنانچہ تقریباً دو گھنٹے مختلف پروگرام بنتے اور بگڑتے رہے۔ میں دُور اور نزدیک کی باتیں
سوچ رہا تھا۔ اور بالآخر یہ مرحلہ طے ہوگیا۔ میں نے ایک عمدہ پروگرام ترتیب دے لیا تھا۔
درحقیقت ہر کام کے لئے اُس کے مشکل اور آسان پہلوؤں کا جائزہ لینا چاہئے۔ جہاں تک
ممکن ہو، گہرائیوں کو نظرانداز کیا جائے۔ کیونکہ گہرائیاں، لمبے راستے رکھتی ہیں۔ اور میں نے
یہ راستہ تلاش کرلیا تھا۔

دن نے تیزی سے ڈھلان کا راستہ اختیار کیا تو شام کی گہرائیاں، فضا پر قابض ہونے
لگیں۔ پھر جب نم ہواؤں کے دوش پر شام تھرتھرا رہی تھی تو میں تیار ہوکر اپنے ہوٹل سے باہر

نکل آیا اور آبی ٹریفک کے ذریعہ مرسیریا سٹریٹ پر آ گیا۔ اور اس کے بعد میں نے خوبصورت شوکیسوں میں جھانکنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے میرے مطلب کی دوکان نظر آ گئی اور میں اُس میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے مطلب کا سامان خرید لیا اور وہاں سے واپس چل پڑا۔ اَب مجھے دوسرے کام کرنے تھے۔ اس کے لئے آسان ترین طریقے دریافت کرنا مناسب تھا۔ چنانچہ واپس گلیلو آ گیا۔ اپنے کمرے میں آ کر میں نے ٹیلی فون پر گلیلو کے سروس کارنر کو رِنگ کیا اور ایک کمرہ طلب کیا۔

مسٹر فراسٹ کے نام سے مجھے، میری ہی منزل کا ایک اور کمرہ مل گیا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی پھر شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ اور پھر اپنے لائے ہوئے سامان کے پیکٹ کھولنے لگا۔ بھوری مونچھیں، داڑھی اور سر کے بالوں کی بدلی ہوئی تراش نے میری صورت بالکل بدل دی۔ آنکھوں کو چھپانے کے لئے میں نے ایک خوبصورت چشمہ خرید لیا تھا اور ڈبل سائیڈ کوٹ بھی۔ جس کا اصل رنگ ایک پینٹ کے ساتھ مل کر اُسے سوٹ بنا دیتا تھا اور دوسری طرف مختلف رنگ بن جاتا تھا۔

گویا اس طرح میں مکمل بدل گیا تھا۔ تب میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ اور پھر میں نے کاؤنٹر سے مسٹر فراسٹ کے کمرے کی چابی طلب کی اور ایک اٹینڈنٹ کے ساتھ یہاں آ گیا۔ یہ کمرہ، میرے کمرے کی طرح خوبصورت محل وقوع پر نہیں تھا۔ اور اُس کا رُخ اندر کی طرف تھا۔ تاہم مجھے کون سا اس میں رات گزارنا تھی۔ اس لئے میں نے اُس پر گزارہ کیا اور پھر میں اپنی پونجی لے کر باہر نکل آیا۔ میں نے سیدھا ''کیج اِن'' کا رُخ کیا تھا جہاں جواء ہو رہا تھا۔ مسٹر جیمس لوٹ کی کار میں نے باہر دیکھ لی تھی۔ مسٹر جیمس حسب معمول مصروف تھے۔ کھیل ہو رہا تھا۔ میں نے کوئی تکلف نہیں کیا اور خود بھی کرسی کھینچ لی۔

میری اس جسارت پر چند لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ لیکن پھر جب میں نے جیب سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر میز پر جمع کیں تو سب مطمئن ہو گئے۔ فوراً ایک اٹینڈنٹ نے میری گڈیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور سرخ ٹھیپے میرے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ میرے لئے بھی کارڈ تقسیم ہو گئے اور میں نے اُن کارڈز پر معمولی سا کھیل کھیلا اور کارڈ اپنے ہاتھوں میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔

پھر جب کارڈ مجھے ملے تو میں نے کام دکھا دیا اور عمدہ کارڈ مسٹر جمس کے سامنے ڈال دیئے۔ اس بار میں خوب دل سے کھیلا اور آخر میں، میں اور مسٹر جیمس ہی رہ گئے۔ مسٹر جیمس

نے اپنے کارڈ دیکھے اور لمبی رقمیں لگانے لگے۔ میں بھی کافی دلیری کا ثبوت دے رہا تھا۔ پھر جب کارڈ شو ہو گئے تو جیمس لوٹ نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ میں نے خلوصِ دل سے اُنہیں مبارکباد دی۔

اور پھر جب میں وہاں سے اُٹھا تو جیمس لوٹ کا چہرہ، چقندر کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اُس نے مجھے پیشکش کی کہ مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑ دے گا۔ لیکن میں نے اُس کا شکریہ ادا کر دیا تھا۔

''کل بھی آپ سے ملاقات ہو گی مسٹر فراسٹ؟'' اُس نے پوچھا۔

''ضرور مسٹر جیمس......!'' میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور مسٹر جیمس نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔ لیکن میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ یہ قہقہے تمہیں بہت مہنگے پڑیں گے ڈیئر جیمس......! میں نے دل میں کہا۔

دوسرے دن میں نے مسٹر سیڈلر سے ایک بڑی رقم طلب کی اور مسٹر سیڈلر نے اس خدمت پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اُنہوں نے وہ رقم دو گھنٹے کے اندر مجھے مہیا کر دی تھی۔ رات کو حسب معمول میں نے میک اَپ کیا اور کیج اِن چل پڑا۔ آج میں نے کیج اِن کے قرب و جوار کا بغور جائزہ لیا تھا۔ مجھے اپنا کام انجام دینے کے لئے جائے وقوع کو بھی نگاہ میں رکھنا تھا اور بہرحال! میں نے آج پہلا پروگرام ترتیب دے لیا۔

مسٹر جیمس لوٹ نے تمسخرانہ انداز میں خوش ہوتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔ دوسرے لوگ بھی مسکرانے لگے۔ لیکن آج میں نے کل سے زیادہ رقم میز پر سجا دی تھی جو فوراً کوپن میں بدل گئی۔ اور جب میری کوششیں شامل تھیں تو پھر یہ رقم مسٹر جیمس ہی کیوں نہ حاصل کرتے؟ بلکہ آج میں نے اُن کے لئے فضا اور ہموار کی تھی۔ یعنی دوسرے لوگوں سے رقم جیت کر مسٹر لوٹ کو دے دی تھی۔

آج مسٹر جیمس لوٹ پرخلوص ہو گئے۔ کھیل کے خاتمے کے بعد اُنہوں نے مجھے شراب کی پیشکش بھی کی جسے میں نے جلے بھنے انداز میں مسترد کر دیا۔

''کل آپ تشریف لائیں گے؟''

''یقیناً......!'' میں نے جواب دیا۔

''کل آپ سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔'' اُنہوں نے کہا۔

''بے شک......! کل آپ سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔'' میں نے کہا اور مسکراتا ہوا واپس چل

پڑا۔

پھر میں نے دوسرے دن اس تفصیلی گفتگو کا اہتمام کیا۔ اس سلسلہ کی ضروری خریداری کرنے کے بعد میں نے فون پر مسٹر سیڈلر سے رابطہ قائم کیا۔

''میں آج روانہ ہونا چاہتا ہوں۔''

''اوہ......تو آپ نے فیصلہ کرلیا مسٹر جم؟''

''ہاں......!''

''میری خواہش تھی، آپ چندروز قیام کرتے۔''

''کمپنی نے کچھ ایسی ذمہ داریاں میرے سپرد کر دی ہیں مسٹر سیڈلر! کہ حالات مجھے اجازت نہیں دیتے۔ بہر حال! آپ کی پرخلوص دعوت کو ذہن میں رکھوں گا۔ اور آئندہ جب بھی وینس کا رُخ کروں گا، سیدھا آپ کے پاس آؤں گا۔''

''بہت بہتر......! میں آپ کے لئے بندوبست کرتا ہوں۔''

''کل صبح کی کوئی فلائٹ ہو تو بہتر ہے۔'' میں نے کہا۔

''بہت بہتر......! میں انتہائی کوشش کروں گا۔''

''تب آپ نے مجھے کتنی دیر میں اطلاع دے رہے ہیں۔''

''بس...... میں ابھی بات چیت کر کے آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔'' سیڈلر نے کہا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔

بہرصورت! جو پروگرام میں نے بنایا تھا، اُس پر مجھے اتنا اعتماد تو تھا ہی کہ میں باقی کارروائی مکمل کرلوں گا۔ اگر اتنا اعتماد بھی اپنی ذات پر نہ ہو تو پھر انسان کسی کام کے لئے کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا۔ رات کو تمام تیاریوں سے فارغ ہو کر میں پل ریالٹو کی جانب چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد کیج اِن میں داخل ہو گیا۔

کیج اِن کی رونق حسب معمول تھی۔ مسٹر جیمس کی کار میں نے باہر ہی دیکھ لی تھی۔ گویا وہ شخص اندر ہی موجود تھا۔

میں پراطمینان قدموں سے چلتا ہوا کیج اِن کے اُس حصے میں داخل ہو گیا جو، جوئے کے لئے مخصوص تھا۔ حسب معمول رونق تھی۔ میزیں بھری ہوئی تھیں اور زور وشور سے کھیل جاری تھا۔ خوبصورت لڑکیوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔ جیتنے والوں کے کندھے، گداز جسموں سے ٹکرا رہے تھے اور ہارنے والوں کے بدرونق چہرے بھی صاف نمایاں تھے۔ خوب ہوتا ہے یہ

ہار جیت کا کھیل بھی۔ اور خوب ہوتے ہیں چڑھتے سورج کا ساتھ دینے والے۔

آج بھی میں، مسٹر جیمس کے سامنے پہنچ گیا اور میرے لئے فوراً کرسی خالی کر دی گئی۔

''اوہ...... میرے دوست! میں تمہارا بڑی شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ سچ پوچھو تو مزہ ہی نہیں آ رہا تھا۔'' جیمس لوٹ نے کہا۔

میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک کرسی کھسکائی اور بیٹھ گیا۔ میرے چہرے پر نفرت کے نقوش تھے۔ اسی مخصوص انداز میں، میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں اور میز پر سجا دیں۔ اٹینڈنٹ، سروس کے لئے تیار تھا۔ اُس نے نوٹوں کو سرخ گول ٹکیوں سے بدل دیا جو کلب کی کرنسی سمجھی جاتی تھی۔

''ویسے مسٹر جیمس...... آپ کے دوست کی خود اعتمادی بلکہ کہنا چاہئے کہ ہمت کی داد دینا پڑتی ہے۔ اَب تک وہ ایک بار بھی نہیں جیتے لیکن دوسرے دن پہلے سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ کھیلتے نظر آتے ہیں۔'' جیمس لوٹ کے ایک دوست نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''اوہ...... میرا خیال ہے مسٹر جیمس! آپ اپنے مصاحبوں اور حاشیہ برداروں کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔'' میں نے اُس شخص کو گھورتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں......''

''وہ میری ہار کا ذکر کر کے مجھے شرمندہ کرنے اور میرا مذاق اُڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''ہاں دوستو......! تمہیں اِس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ براہِ کرم! سنجیدگی سے کھیل میں دلچسپی لو۔ ہار یا جیت، زندگی میں ہوتی ہی رہتی ہے۔ اور پھر جو شخص یہاں اتنی دولت لے کر آتا ہے، کم از کم وہ اس حیثیت کا مالک ضرور ہو گا کہ لمبی رقمیں ہارنے کا اسے کوئی افسوس نہ ہو۔''

''ہمارا یہ مقصد نہیں تھا مسٹر جیمس......!'' اُس شخص نے معذرت آمیز انداز میں کہا اور کھیل شروع ہو گیا۔ میرے کھیلنے کا انداز وہی تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو اپنے فنکارانہ ذہن سے اُن لوگوں کو قلاش کر سکتا تھا۔ لیکن میرا تو مقصد ہی اور تھا۔

نتیجتاً وہی ہوا جو پہلے ہوتا رہا تھا۔ یعنی میں نے ہارنا شروع کر دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ جیمس کی میز پر بیٹھے دوسرے لوگ، کھیل میں ٹکتے ہی نہیں ہیں۔ وہ صرف اس لئے کھیل رہے تھے کہ تعداد پوری ہو جائے اور کسی دوسرے کو اس میز پر کھیلنے کا موقع نہ ملے۔ اور

دوسری کوشش مجھے کھیل میں اُلجھانے کی تھی۔

چنانچہ پہلا ہاتھ ہی بس! شاندار پیمانے پر ہارا تھا۔ جیمس نے حسب معمول قہقہہ لگایا اور پھر اُس نے ٹھیپے سمیٹ لئے۔

''بات یہ ہے مسٹر! کہ جوئے کے معاملے میں میری تقدیر ہمیشہ سے اچھی رہی ہے۔ اس لئے میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ ہوشیاری سے کھیلیں۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسرا ہاتھ بھی میں نے اُسی پیمانے پر ہارا۔ اور اَب میں اپنی کارروائی کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ جب میرے ہاتھ پر کارڈ شو کر کے جیمس نے ٹھیپے سمیٹے، میں نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مسٹر جیمس......! میں آپ کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔'' میرا لہجہ حد درجے سرد تھا۔

''کیا مطلب......؟'' جیمس نے ترش لہجے میں کہا۔

''یہ بات میں نے پہلے دو ہاتھوں میں محسوس کی ہے کہ آپ چالاکی کر رہے ہیں اور کارڈ بدل لیتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔''

''مسٹر......! کیا تمہیں کلب کے اصول معلوم ہیں......؟'' جیمس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

''میں کسی اصول کی پرواہ نہیں کرتا۔ آپ کو تلاشی دینا ہوگی۔ اور اگر آپ کے پاس کارڈ نکل آئے تو اپنی تمام جیبیں خالی کرنا ہوں گی۔''

''اوہ...... ہاتھ ہٹاؤ! تم شاید جیمس سے واقف نہیں ہو۔'' جیمس نے اُسی انداز میں کہا۔

''ہرگز نہیں...... تمہیں ہر قیمت پر تلاشی دینا ہوگی۔'' میں کھڑا ہو گیا۔

''میں کہتا ہوں، ہاتھ ہٹاؤ۔ ورنہ تمہیں اس بدتمیزی کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔'' جیمس کی آواز میں غراہٹ آ گئی۔ اس وقت وہ کافی خونخوار نظر آنے لگا تھا۔ یوں بھی قد آور شخص تھا لیکن بہرحال! میں اُسے ٹھیپے نہیں اُٹھانے دے رہا تھا۔ تب جیمس کھڑا ہو گیا۔ اُس نے ٹھیپے چھوڑ دیئے تھے۔ اور پھر اُس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں سے کہا۔ ''انہیں کرنل جیمس کے بارے میں بتاؤ''

''مسٹر......! تمہیں شاید کرنل جیمس کی حیثیت کا علم نہیں ہے۔ خیریت چاہتے ہو تو خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ......'' اُن میں سے ایک نے کہا۔

''میں اس شخص کی تلاشی لئے بغیر اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اسے تلاشی دینا ہوگی۔ اور اگر یہ بے ایمان ثابت ہوا تو......''

''ٹکڑے کر دو اس کے...... میں ذمہ دار ہوں۔'' جیمس آؤٹ ہو گیا اور اُس کے دونوں

ساتھی میری طرف جھپٹے۔ لیکن میں نے اطمینان سے اُنہیں سنبھال لیا۔ اُن میں سے ایک کے پیٹ میں لات رسید کر کے میں نے دوسرے کی گردن پکڑ لی اور پھر اُسے ہوا میں اُچھال کر دُور پھینک دیا۔ اور اس کے بعد میں نے اپنے کام میں تاخیر نہیں کی۔ دوسرے لمحے میں نے پستول نکال لیا۔ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ اُن میں سے کسی کے پاس پستول نہ ہو۔ چنانچہ اُس کی کسی کوشش سے پہلے ہی میں اپنا کام کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے جیمس لوٹ کے سر کا نشانہ لے کر ٹرائیگر دبا دیا۔ اور پھر دوسرا فائر میں نے اُس کے دل کے مقام پر کیا تھا۔ بس......کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

جیمس لوٹ کے حلق سے دو کراہیں نکلی تھیں۔ اور پھر وہ میز پر اوندھا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اُن دونوں آدمیوں پر فائر کر کے اُنہیں بھی زخمی کر دیا۔ اور جوئے خانے میں بھگدڑ مچ گئی۔

''خبردار......! کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے......'' میں نے کہا اور پیچھے کھسکنے لگا۔ اور پھر ہال کے دروازے سے نکلتے ہوئے میں نے دو فائر اور کئے اور اس کے بعد باہر چھلانگ لگا دی۔ میں ہوٹل کے باہر کی طرف نہیں بھاگنا چاہتا تھا۔ کیونکہ سڑک پر مجھے بہ آسانی پکڑا جا سکتا تھا۔ غسل خانوں کی قطار پہلے سے میری نگاہ میں تھی۔ چنانچہ اس سے قبل کہ کوئی ہال کے دروازے سے باہر نکلے، میں ایک روشن غسل خانے میں داخل ہو گیا اور پھر انتہائی برق رفتاری سے میں نے سب سے پہلے اپنا کوٹ اُتارا اور اُلٹ کر پہن لیا۔ اس سے میں اَب ایک رنگ کے سوٹ میں ملبوس نظر آنے لگا تھا۔ پھر میں نے داڑھی اور مونچھیں اُتاریں اور اُنہیں فلیش میں ڈال دیا۔ سر سے وگ اُتار کر بھی میں نے فلیش میں ڈالی اور ٹینک کھول دیا۔

باہر شور کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ آخر میں، میں نے چشمہ ضائع کر کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔

باہر کا ہنگامہ میرے تصور کے مطابق تھا۔ ایک ہجوم باہر کھڑا تھا۔ کچھ لوگ میری تلاش میں ہوٹل سے باہر دوڑ گئے تھے۔ میں بھی ہجوم میں شامل ہو گیا۔ مسٹر لوٹ کی موت کی خبر میں نے سن لی تھی اور سکون کی گہری سانس لی تھی۔

پھر جو کارروائیاں ہوتی ہیں، ہوئیں۔ پولیس آئی، لوگوں کے بیانات لئے گئے۔ میں بھی اُن میں شامل تھا۔ میں نے اطمینان سے اپنے ہوٹل اور اپنی کمپنی کا حوالہ دے دیا تھا۔

بہرحال! میں ہر طرح محفوظ تھا۔ ظاہر ہے، پولیس اُن میں سے کسی کو روک تو نہیں سکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد سب کو جانے کی اجازت دے دی گئی اور پولیس، لاش کے سلسلے میں مصروف ہوگئی۔ میں نے جس خوبصورت پیمانے پر کام کیا تھا، اس پر بہت خوش تھا۔ کسی کو فرشتوں کو بھی گمان نہیں ہوسکتا تھا کہ جیمس لوٹ کو کسی سازش کے تحت قتل کیا گیا ہے۔ اور قاتل فرانس سے یہاں تک کا سفر کر کے آیا ہے۔ اسے ایک حادثے کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ اور اس حادثے کے بہت سے گواہ تھے۔ بہرحال! میں واپس اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

ہوٹل میں آکر میں انتہائی پرسکون تھا۔ سونے کے لئے لباس بدل لیا۔ لیکن میرا سونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ کیونکہ آج ہی رات ساڑھے تین بجے مجھے وینس چھوڑ دینا تھا۔ میرے دوست مسٹر سیڈلر مجھے اس کی اطلاع دے چکے تھے۔

میں نے اپنا کام جس خوبی سے انجام دیا تھا، اس پر میں بہت خوش تھا۔ جس پستول سے میں نے مسٹر جیمس کو قتل کیا تھا، اُس پر سے نشانات صاف کر کے میں نے واپسی پر گرینڈ کینال میں پھینک دیا تھا اور بظاہر ایسا کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا، جو پولیس کو مجھ تک پہنچا دے۔ لیکن اس کے باوجود رات کے تقریباً ایک بجے جب پولیس گلیلو پہنچی اور مسافروں کے کمروں کے دروازوں پر دستک دے کر انہیں باہر آنے کے لئے کہا گیا تو ایک لمحے کے لئے میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ باہر آیا تو چند پولیس افسر اور سادہ لباس میں ملبوس لوگ کھڑے مسافروں سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ یہ کمرہ نمبر تین سو چوبیس کے مسافر مسٹر فراسٹ کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے، جس پر مسٹر جیمس کو قتل کرنے کا شبہ تھا۔

میں نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح اُس شخص سے لاعلمی کا اظہار کیا اور پولیس مجھ سے میرے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگی۔

بہرصورت! میں نے پولیس کی کارکردگی کو دل ہی دل میں سراہا تھا۔ اتنی جلدی کسی عمدہ نتیجے پر پہنچ جانا بہرحال! پولیس کی ذہانت کا ثبوت تھا۔ لیکن مسٹر فراسٹ کا تو کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ وہ بے چارے اُسے کہاں تلاش کرتے پھرتے؟ پھر تمام مسافروں سے اس وقت تکلیف دہی کی معافی طلب کی گئی اور اس کے بعد مسٹر فراسٹ کے کمرے کو سربمہر کر کے پولیس والے چلے گئے۔

میں نے پولیس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ میں آج ہی رات تین بجے وینس چھوڑ رہا ہوں۔ ایسا

میں نے اس لئے کہا تھا کہ رات کو میرے ہوٹل چھوڑنے پر ہوٹل کے منتظم عملے کو کوئی شک نہ ہو۔ میں کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرنا بعض اوقات خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

بہرحال! میں بے حد مطمئن تھا۔ تین بجے رات میں نے ٹیلی فون پر ایئر پورٹ جانے کے لئے ٹیکسی طلب کی اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایئر پورٹ چل پڑا۔ ایئر پورٹ پر مسٹر سیڈلر اور ان کی نارنجی رنگ کی بیوی مجھے الوداع کہنے کے لئے موجود تھی۔ میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور ایک بار پھر وعدہ کیا کہ آئندہ وینس آؤں گا تو اُن کے پاس قیام کروں گا۔ اور پھر طیارے نے وینس چھوڑ دیا۔

اُس وقت دوپہر کا ایک بجا تھا جب میں نے مسٹر گرائن کو پیرس کے ایک ہوٹل کے ایک خوبصورت کمرے سے فون کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر گرائن کی آواز، فون پر سنائی دی۔ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ فون میرا ہوسکتا ہے۔

''ہیلو...... گرائن سپیکنگ!''

''آپ کا خادم، جم پارکر بول رہا ہے۔''

''کک...... کون...... کون بول رہا ہے......؟''

''جم پارکر......!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مم...... مگر کہاں سے......؟ کیا وینس سے......؟''

''نہیں...... پیرس کے ہوٹل کارفا کے رُوم نمبر بارہ سے۔''

''مم...... مگر تم پیرس کب پہنچے؟''

''اب سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل۔''

''اور...... اور...... وہ...... میرا مطلب ہے، وہ......''

''جی ہاں...... آپ کا کام ہو گیا ہے۔''

''تو پھر تم وہاں کیوں ٹھہرے ہو؟ یہاں کیوں نہیں آئے؟''

''میں نے سوچا، آپ سے دُور رہ کر آپ کو یہ خوشخبری دُوں۔ اور پھر آپ سے ہدایات طلب کروں۔''

''اُفوہ......! فوراً یہاں آجاؤ۔ فوراً...... میں شدت سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ دیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میری بے چینی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔''

''بہتر...... پہنچ رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

مسٹر گرائن نے بڑے ہی پر جوش انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔ اُنہوں نے ہاتھ ملایا اور پھر مضطربانہ انداز میں میرا بازو پکڑ کر کوٹھی کے اندرونی کمرے میں لے

''جلدی بتاؤ...... کیا پوزیشن رہی؟ تم نے فون پر جو کچھ کہا تھا، اس میں وضا تھی۔''

''سارا کام آپ کے حکم کے مطابق ہوا ہے۔'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''کک...... کیا مطلب؟ کیا تم نے درحقیقت اُسے...... کیا......'' مسٹر گرائن کو یقین آ رہا تھا۔

''ہاں...... جیمس لوٹ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ اپنے ذرائع سے اُس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔''

''اوہ...... میں نے تم سے جس انداز میں کہا تھا، میرا مطلب ہے کیا تم نے اُن لو اطلاع پہنچا دی جن کے بارے میں، میں نے کہا تھا۔ یعنی وہ جو اُس کی لاش یہاں گے؟''

''ہاں مسٹر گرائن...... میں نے اپنا تمام کام انتہائی سکون سے انجام دیا ہے۔ آپ دیئے ہوئے نمبر پر میں نے رِنگ کر دیا تھا۔ میری خواہش ہے کہ آپ اُن لوگوں سے طور پر رابطہ قائم کر کے اس بارے میں تصدیق کر لیں۔''

''حیرت انگیز...... حیرت انگیز...... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے خطرناک انسا اس آسانی سے قتل کر دو گے۔ بہرحال! میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔ میں تمہیں حیرت انگیز انسان کہہ سکتا ہوں۔''

''شکریہ مسٹر گرائن...... اَب آپ مجھے میرے دوسرے شکار کے بارے میں بتائیں۔ میں جلد از جلد اپنا کام ختم کر لینا چاہتا ہوں۔''

''بتا دُوں گا بھئی۔ ذرا سکون تو لو۔ اور بہرحال! تمہارے پہلے کارنامے کے دوسرے معاملات بھی ہیں۔ مجھے تمہارے معاوضے کی ادائیگی بھی کرنی ہے۔'' مسٹر نے کہا۔

''اوہ مسٹر گرائن...... مجھے ان تمام معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ دوسرے شخص کے بارے میں بتائیں جسے قتل کرنا ہے۔''

''بہت خوب...... گویا تمہیں معاوضے کی گرانقدر رقم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تاہم یہ تو میرا فرض ہے۔ میں اپنی ذمہ داری پوری کروں گا۔ جس دوسرے شخص کے لئے تم سے کام لینا ہے، وہ یوگوسلاویہ کی ایک سرکاری شخصیت ہے۔ اور یہ قطعی اتفاق ہے کہ آج ہی کے اخبار میں، میں نے یوگوسلاوی وفد کی آمد کی خبر پڑھی ہے اور اُس میں اُس کا نام بھی موجود ہے۔''

''اوہ...... گویا دوسرا شکار یہیں آ گیا ہے۔''

''آ نہیں گیا ہے، آج آ رہا ہے، رات کو دس بجے۔ اور تمہارے لئے اس سے اچھی خبر اور کوئی نہیں ہو سکتی۔'' گرائن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر گرائن! میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں مسٹر گرائن سے اُس شخص کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ ساری تفصیلات معلوم کرنے کے بعد میں نے کہا۔ ''یہ سب ٹھیک ہے مسٹر گرائن! لیکن آپ یہاں سے اُس کی لاش تو نہیں حاصل کر سکیں گے۔''

''اوہ...... اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میرے آدمی اُس کی تدفین کے بعد لاش حاصل کر کے مجھ تک پہنچا دیں گے۔ اور یہ کام اُن کے لئے زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ وہ اگر پوری لاش نہیں بھیج سکتے تو ایک ایک کر کے اُس کے مختلف اعضاء بھیج دیتے ہیں۔ مثلاً ایک بار میں اُن کے دونوں بازو، پھر سر، پھر ٹانگیں، بدن بھی کئی ٹکڑوں میں آ جاتا ہے۔ اور پھر ان ٹکڑوں کو جوڑنا مشکل نہیں ہوتا۔ میرے تہہ خانے میں موجود تین لاشیں اسی طرح مجھ تک پہنچی تھیں۔'' مسٹر گرائن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب ٹھیک ہے۔ اور اَب مجھے اجازت دیں۔ رات کو دس بجے مجھے سرکاری وفد کے استقبال کے لئے جانا ہے۔''

''ہاں...... تم سروے کر لو۔ جس چیز کی ضرورت پیش آئے، گرائن کو بتانا۔ میں تمہیں سب کچھ مہیا کر دُوں گا۔ مسٹر گرائن نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

رات کو ٹھیک دس بجے میں پیرس ایئر پورٹ پر موجود تھا۔ اپنے کام کے لئے میں نے اپنے طور پر نہایت مناسب جگہ کا انتظام کیا تھا۔ دُور مار کرنے والی جو گن مسٹر گرائن نے مجھے مہیا کی تھی، میرے لباس میں موجود تھی۔ اُس کی نال میری آستینوں میں چھپی ہوئی تھی۔ بٹ میری جیب میں موجود تھا۔ اور دوسرے پرزے بھی مختلف جگہوں پر رکھے ہوئے تھے۔ اُسے دو تین منٹ میں کسی بھی جگہ منسلک کیا جا سکتا تھا۔

میں نے اس کے لئے ایئر پورٹ پسنجر لاؤنج میں بنے ہوئے باتھ رُوم کا انتخاب
بڑی خوبصورت جگہ تھی۔ باتھ رُوم کی ایک کھڑکی، رن وے کی طرف کھلتی تھی جہاں سے
اپنا ٹارگٹ لے سکتا تھا۔

اَب مجھے جہاز کے آنے کا انتظار تھا...... پروگرام کے مطابق جہاز کو ٹھیک دس
تھا۔ لیکن شاید کچھ لیٹ تھا۔

میں نے دیکھا، وفد کا استقبال کرنے کے لئے چند سرکاری افسران ایئر پورٹ
تھے۔ خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ غالباً پولیس سادہ لباس میں موجود تھی۔ یوں ا
پر کسی ہنگامے کا خطرہ تو نہیں تھا۔ اس لئے ضرورت سے زیادہ اہتمام بھی نہیں کیا گیا
مسٹر گرائن نے جو تصویر مجھے دکھائی تھی، اس کو میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر
لیکن دُھندلی رات میں کسی شخص کا اتنے فاصلے سے ہو بہو دیکھ لینا بڑا کارِ مشکل
بہرصورت! میں اپنے کام کے لئے مستعد تھا۔

ٹھیک دس بج کر دس منٹ پر رن وے پر چہل پہل ہو گئی۔ اُوپر جہاز نظر آ رہا تھا
نے اِردگرد دیکھا۔ مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں میرے باتھ رُوم میں داخل ہونے
کوئی اور باتھ رُوم میں داخل نہ ہو جائے۔ چنانچہ اَب باہر رُکنا بھی مناسب نہیں تھا
برق رفتاری سے باتھ رُوم میں داخل ہوا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔
دروازہ، اندر سے بند کر لیا تھا۔

پھر میں نے باتھ رُوم کی کھڑکی کھولی اور رن وے کے اُس حصے کا جائزہ لینے لگا
جہاز کو اُترنا تھا۔ روشنیاں بہت کم تھیں۔ لیکن میں اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کوشش کر سکتا تھا
کی وجہ میرے پاس موجود ایک طاقت ور دُوربین تھی۔ دُوربین مجھے مسٹر گرائن نے
کی تھی۔ میں نے سارے معاملات پر غور وخوض کرنے کے بعد عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔

سو میں نے دُوربین آنکھوں سے لگائی اور جہاز کو نیچے اُترتے دیکھتا رہا۔ پھر
دُوربین گلے میں لٹکا لی اور گن کے مختلف پارٹ ایک دوسرے سے جوائن کرنے لگا۔
مشق میں دن میں اچھی طرح کر چکا تھا۔ گن کو جوڑنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔
نے اپنے سوٹ کی اندرونی جیب سے دو کارتوس نکال کر گن میں فٹ کئے۔ یہ کارتوس
قیمت رکھتے تھے۔ اُن کی قیمت اتنی تھی کہ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا۔

جہاز، رن وے پر اُتر گیا۔ میں دیکھتا رہا۔ جہاز، چند لمحے رن وے پر چکر کاٹ

پھر نیچے اُتر گیا۔ میں نے دُوربین، آنکھوں سے لگا لی اور پوری قوت صرف کر کے جہاز کے
دروازے کا جائزہ لینے لگا۔ مطلوبہ شخص کی تلاش کے سلسلے میں جس قدر مجھے خدشہ تھا کہ رات
کی تاریکی میں اُسے نہیں پہچان سکوں گا، بات اتنی ہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں، میں نے اُس
شخص کو تلاش کر لیا۔

سفید بالوں والا یہ شخص اُس وقت فلیٹ پہنے ہوئے تھا۔ لیکن اُس کا چہرہ اس وقت فلیٹ
میں چھپا ہوا تھا۔ میں نے جلدی جلدی جہاز سے اُترنے والے دوسرے لوگوں کو بھی دیکھا۔
مجھے یہ احساس تھا کہ ممکن ہے، مجھ سے پہچاننے میں غلطی ہوئی ہو۔ لیکن اُس صورت کا دوسرا
کوئی شخص وفد میں موجود نہیں تھا۔ اور پھر میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ وفد کی سربراہی وہی شخص
کر رہا تھا۔

مسٹر گرائن نے یہی بات مجھے بتائی تھی کہ وفد اُسی شخص کی سربراہی میں فرانس آ رہا ہے۔
تب میں نے گن کی نال، باتھ رُوم کے روشندان سے باہر نکالی اور شست لینے لگا۔ میرا خیال
تھا، میں نے اُسے اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ استقبال کرنے والے بڑھ کر اُس سے مصافحہ کر
رہے تھے اور رسمی کلمات ادا کر رہے تھے۔ چند لوگوں سے تعارف ہونے کے بعد وہ سیدھے
ایئر پورٹ لاؤنج کی طرف بڑھنے لگے۔ میں سانس روکے اپنے کام کا منتظر تھا۔ بس! ایک
لمحے کے لئے اُس شخص کو دوسروں سے علیحدہ ہونا چاہئے تھا اور یہ کام بھی مشکل نظر نہیں آ رہا
تھا۔ کیونکہ ساتھ چلنے والے اُس کے ساتھ پھیل کر چل رہے تھے اور اُسے خاص طور سے آگے
بڑھنے کا راستہ دے دیا گیا تھا۔

میں موقع کی تاک میں تھا۔ گن کی نال بدستور اُس شخص کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔
میں نے اُس کے پہلو کا نشانہ لیا تھا اور ابھی تک میرا نشانہ کامیاب تھا۔ پھر جونہی مجھے موقع
ملا، میں نے ٹرائیگر دبا دیا۔ ایک...... پھر دو۔ تاکہ اگر ایک بار ٹرائیگر دبانے سے کام نہ ہو تو
دوسری بار ٹرائیگر دبانے سے ہو جائے۔ اور یہی ہوا۔

کامیابی تو میرا مقدر بن چکی تھی۔ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتا تھا، وہ بہرصورت! پورا ہو
ہی جاتا تھا۔ اور اس طرح کہ بعض اوقات میں خود حیران رہ جاتا تھا۔ بہرحال! میں نے اُس
شخص کو اُچھلتے ہوئے دیکھا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ، دل کے مقام پر رکھ لئے تھے اور
میرے پورے وجود میں مسرت کی لہریں اُٹھنے لگیں۔ میرا وار کامیاب رہا تھا......

چند ساعت تک تو دوسروں کو معلوم بھی نہ ہوا کہ کیا ہوا ہے۔ اور جب وہ نیچے گرنے لگا تو

ایک دم ایئر پورٹ پر بھگدڑ مچ گئی۔

اس سے زیادہ دیر وہاں رُکنا میرے لئے کسی طور ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے گن د
پھینکی، ہاتھوں پر پتلے دستانے چڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے دستانے اُتار کر جیب
میں ٹھونسے اور پھر انتہائی پھرتی بلکہ مستعدی سے باہر نکل آیا۔

بڑے اطمینان سے میں ایئر پورٹ لاؤنج پر چلتا ہوا باہر آ گیا۔ باہر کار کھڑی ہوئی تھی
مسٹر گرائن نے مجھے استعمال کے لئے دی تھی۔ چنانچہ میں کار میں بیٹھا اور روانہ ہو گیا۔ کسی
شبہ بھی نہیں ہوا تھا کہ اندر کچھ ہو گیا ہے۔ میں نہایت سست رفتاری سے کار کو ایئر پورٹ کے
رقبے سے باہر لے آیا اور باہر آ کر میں نے کار پوری قوت سے چھوڑ دی۔

اَب میں انتہائی تیزی سے مختلف راستوں سے ہوتا ہوا اپنے ہوٹل کی جانب جا رہا تھا۔
کار میں نے ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں روکی اور اندر داخل ہو گیا مجھے یہ یقین تھا کہ میں نے ا
کوئی نشان نہیں چھوڑا ہے کہ پولیس کو میرے بارے میں کچھ پتہ چل سکے۔ سو میں مطمئن
تھا۔ ہوٹل میں پہنچنے کے بعد میں اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔

حالانکہ رات زیادہ نہیں گزری تھی۔ لیکن ماحول پر کہر ہونے کی وجہ سے سڑکوں پر زیادہ
رونق نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے یقین تھا کہ مسٹر گرائن جاگ کر میرا انتظار کر
رہے ہوں گے، اور غالباً اس خبر کے سننے کے منتظر......

چنانچہ میں نے ٹیلی فون پر مسٹر گرائن کا نمبر رِنگ کیا اور ٹیلی فون فوراً ہی ریسیو کر لیا گیا
تھا۔ ''ہیلو......!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''کون بول رہا ہے......؟'' دوسری طرف سے آنے والی آواز مسٹر گرائن ہی کی تھی۔

''آپ کا خادم، جم......!''

''اوہ، جم......؟'' مسٹر گرائن کی آواز گھٹی گھٹی سی تھی۔

''جی ہاں......! آپ کے لئے خوشخبری ہے۔''

''بہت خوب...... گویا، گویا......''

''جی ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک یو جم پارکر! اَب بتاؤ، تمہارا کیا پروگرام ہے......؟''

''میں تو تیسرے کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ لیکن بہرصورت! رات زیادہ گزر گئی
ہے۔ اس لئے کل آپ سے ملاقات کروں گا۔''

''ناشتہ میرے ساتھ ہی کرنا۔ میں شدت سے تمہارا منتظر رہوں گا۔'' مسٹر گرائن نے کہا
اور میں نے وعدہ کر لیا۔

رات کو بے حد پُرسکون نیند آئی تھی۔ صبح کو تقریباً نو بجے آنکھ کھلی۔ کھڑکی کے شیشوں سے
باہر نگاہ ڈالی تو بارش ہو رہی تھی۔ موسم میں بے حد رُومانیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں کافی دیر تک
بستر میں انگڑائیاں لیتا رہا۔ اس دوران ذہن پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ لیکن پھر ٹیلی فون
کی گھنٹی نے ساری کیفیات زائل کر دیں۔ میں جانتا تھا کہ کس کا فون ہو گا۔ مسٹر گرائن نے
یاددہانی کرائی۔ ''میں ناشتے پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

''میں آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤں گا مسٹر گرائن......!'' میں نے جواب دیا۔

''باقی باتیں یہیں ہوں گی۔ تمہاری بات کی تصدیق ہو چکی ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔''
مسٹر گرائن نے کہا اور میں بھی خوش ہو گیا۔ اور پھر ٹھیک تیسویں منٹ پر میں مسٹر گرائن کے
سامنے موجود تھا۔ ''تمہارے جیسے با اصول اور شاندار کارکردگی کے مالک چند ہی لوگ ملیں
گے۔'' مسٹر گرائن مجھے ناشتے کے کمرے میں لے جاتے ہوئے بولے۔ اور پھر ناشتے کے
دوران اُنہوں نے مجھے بتایا کہ ریڈیو کی خبروں اور اخبارات میں مسٹر واڈ ویلش کے قتل کی
اطلاع ملی ہے۔''

''ویری گڈ......! اور اَب مجھے آپ کے تیسرے دشمن کی تلاش ہے۔''

''آخری دشمن کہو......!'' مسٹر گرائن مشفقانہ انداز میں مسکرائے۔ اور پھر ٹوسٹ پر مکھن
لگاتے ہوئے بولے۔ ''تمہاری جتنی تعریف کروں، کم ہے۔ میں تمہیں دلی مبارکباد دیتا
ہوں۔ تم نے تو وہ کام چند روز میں کر دکھائے ہیں جن کے لئے میں طویل عرصے سے سوچ
رہا تھا۔''

''شکریہ مسٹر گرائن......! آخری کام کرنے کے بعد ہی آپ سے باقی باتیں ہوں گی۔''

''ہاں، یقیناً......! ناشتہ کر لو۔ اس کے بعد میں تمہیں پوری تفصیل بتاؤں گا۔''

ناشتے کے بعد مسٹر گرائن مجھے لے کر کوٹھی کے بالکل اندرونی کمرے میں پہنچ گئے۔
اُنہوں نے دروازہ بند کر کے لاک کر لیا۔ اُن کے چہرے پر گہری سوچ نظر آ رہی تھی۔ پھر
اُنہوں نے کہا۔ ''گن تم نے پھینک دی تھی؟''

''ہاں......!'' میں نے چونک کر جواب دیا۔ ''کیوں......؟''

''اوہ...... کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میری رائے میں تمہیں ہتھیار رکھنا چاہیئے۔ میں

تمہیں ایک پستول دُوں گا۔ یہ میرے ایک دوست نے تحفے میں دیا تھا مجھے۔ بہرحال
بات تیسرے اور آخری دشمن کی ہے۔"

"ہاں...... میں چاہتا ہوں، اُس کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرلوں۔
کام کو بھی انجام دے دیا جائے۔" میں نے کہا۔

"میں تمہیں اپنے اُن دشمنوں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں، جنہیں میں نے قتل
کرا دیا۔ اُن سب سے دشمنی کسی ایک بنیاد پر نہیں تھی۔ مختلف اوقات میں، مجھے اُن
سے نفرت ہوئی اور میں نے دل میں تہیہ کرلیا کہ میں اُنہیں قتل کر دُوں گا۔ جو کچھ میں
تھا، میں نے کیا۔ کچھ مدد تم نے کی۔ اور اَب...... اَب میرا آخری دشمن رہ گیا ہے۔
ہو، مجھے اُس آخری دشمن سے نفرت کیوں ہے......؟"

"بتا دیں مسٹر گرائن......!"

"اُس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا۔ ہاں...... میں اس بات کی تصدیق کر چکا ہوں
اُسی نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا۔"

"اوہ...... ٹھیک ہے مسٹر گرائن! میں تفصیل نہیں چاہتا۔ آپ مجھے اُس کے بارے
بتائیں۔"

"وہ...... وہ...... تم ہو مسٹر پارکر...... یا مسٹر ڈن کین......!" گرائن نے کہا اور دوسرے
لمحے اُس کے ہاتھ میں پستول نظر آنے لگا۔ اُس کی شخصیت ایک دم بدل گئی تھی۔ ڈھیلا
بالکل ختم ہوگیا تھا۔ مجھے جس قدر شدید ذہنی جھٹکا پہنچا، وہ فطری تھا۔ مجھے اپنی سماعت پر
نہیں آیا تھا۔ یہ شخص میرے اصل نام سے بھی واقف تھا۔ چند لمحات کے لئے تو میں
ساکت رہ گیا۔ لیکن پھر میری قوتیں عود کر آئیں۔ میں نے ایک سرسری نگاہ، ماحول پر
اور میرے برق رفتار ذہن نے اپنے بچاؤ کی ترکیب سوچ لی۔

جو میرے کانوں نے سنا تھا، وہ ناقابل یقین تھا۔ بلاشبہ الفاظ کا سحر سب سے گہرا
ہے۔ غیر متوقع الفاظ، اعصاب کو سلا دیتے ہیں اور انسان خود اپنی ذات کا شکار ہو
ہے۔ سیکرٹ پیلس کے نفسیاتی ماہرین نے مجھے اس سحر کو توڑنے کی مشق بھی کرائی تھی۔
حیرت کے شدید جھٹکے کے باوجود، میں صرف چند لمحات میں سنبھل گیا اور میری تیز
نے لائحہ عمل بھی متعین کرلیا۔ پھر میں نے خود پر ایک خاص تاثر بھی قائم کرلیا جو گرائن کی
کے مطابق ہو۔

وہ سانپ کی سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں
تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر گرائن......؟"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، بالکل درست ہے۔ کیا تمہارا نام ڈن نہیں ہے؟ اور تمہارا تعلق
فن لینڈ کی کین فیملی سے نہیں ہے؟"

"اوہ...... میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ کیا آپ کے خیال ہیں، میں وہ جم پارکر نہیں
ہوں جس نے آپ کے احکامات کی تکمیل کی ہے؟"

"وہ میری ذہانت تھی کہ میں نے اپنے دشمن کے ہاتھوں اپنے دشمنوں کو ختم کرایا۔ اور
اَب آخری دشمن کو میں اپنے ہاتھوں سے ختم کروں گا۔"

"لیکن میری، آپ سے کیا دشمنی ہے......؟"

"تم میرے بھائی کے قاتل ہو......!"

"آپ کے بھائی کا قاتل......؟"

"ہاں...... میرا پورا نام دراصل گرائن ہوپ ہے۔ اور میرے بھائی کا نام این ہوپ
تھا۔"

دوسرا جھٹکا...... لیکن اس اندرونی دھماکے کو میں نے بیرونی شخصیت پر طاری نہ ہونے دیا
تھا اور اسی طرح حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔ "این ہوپ...... کون این ہوپ......؟ نہ
جانے آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر گرائن......! میری کیفیت عجیب ہو رہی ہے۔ آہ! میرے
پاؤں بے جان ہو رہے ہیں۔" میں پریشان انداز میں نیچے بیٹھ گیا۔ میں نے دونوں ہاتھ
قالین پر ٹکا دیئے اور قالین کی سلوٹ میری گرفت میں آ گئی۔ اَب صرف طاقت کا کرشمہ تھا۔
میرے ہاتھوں کی گرفت کا امتحان تھا۔ میرے چہرے پر نقاہت طاری تھی۔ لیکن سارے بدن
کی جان، مٹھیوں میں سمٹ آئی تھی۔ اور پھر میں نے پوری قوت سے قالین کی ہر سلوٹ کھینچ
لی۔ مسٹر گرائن بری طرح گرے تھے اور میں نے سپرنگ کی طرح اُچھل کر اُن پر چھلانگ لگا
دی۔ میں نے پستول والے ہاتھ پر گرفت قائم کر لی اور اپنا ایک گھٹنا اُن کے منہ پر دے
مارا۔

بھرپور حملہ تھا۔ میرا تو خیال تھا کہ یہ مسٹر گرائن کے لئے کافی ہے۔ اور اَب اُس میں
مقابلہ کرنے کی جان باقی نہ رہے گی۔ لیکن بھاری اور تھلتھلے بدن والا شخص نہ جانے کس طرح
اُلٹ گیا اور اُس نے کامیابی سے اپنے دونوں پاؤں میری گردن میں پھنسا لئے۔ اور پھر اُس

نے مجھے اُلٹنے کے لئے پوری قوت صرف کر دی۔ میں بے شک اُلٹ گیا لیکن پستول والا ہاتھ میری مضبوط گرفت میں تھا اور اس طرح اُلٹتے ہوئے میں وہ ہاتھ، ساتھ لے آیا تھا۔ کلائی کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز کافی دُور سے آتی معلوم ہوئی تھی۔ اور اُس کے ساتھ ہی گرائن کی زبردست دھاڑ گونجی تھی۔ اُس نے گھبرا کر ٹانگوں کی گرفت ہٹالی تھی۔ اس طرح اُلٹنا اُس کے لئے ہی خطرناک ثابت ہوا تھا۔

میں نے اپنے بدن کو جھٹکا دیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اُس کا ٹوٹا ہوا ہاتھ میں نے موڑ کر پیچھے کر دیا۔ گرائن نے سہمے ہوئے انداز میں میری طرف دوسرا ہاتھ اُٹھا کر پناہ مانگی۔ لیکن میرے ہاتھ کی کھڑی ہوئی اُنگلیاں پچاک سے اُس کی دونوں آنکھوں میں گھس گئیں اور گرائن، بھیانک آواز میں چیخ پڑا۔ اُس کی آنکھوں کے حلقوں سے میری اُنگلیاں باہر نکلیں تو خون کا فوارہ بلند ہو گیا...... اَب وہ کٹے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ رہا تھا۔

میں کھڑا ہو گیا۔ اور پھر میرے جوتے کی ٹھوکر اُس کی ناک کی ہڈی پر پڑی اور یقیناً ہڈی ٹوٹ گئی۔ نہ جانے کیوں وہ ساکت ہو گیا۔ لیکن میرے اندر نفرت اُبل رہی تھی۔ میں نے اُس کی پیشانی، جبڑے کی ہڈیوں اور ٹھوڑی پر ٹھوکریں مار مار کر اُس کے پورے چہرے کو ہموار کر دیا۔ اَب اُس کے شانوں سے اُوپر کا حصہ خون اور گوشت کے لوتھڑے کے علاوہ اور کچھ نہیں رہا تھا......

اُسی وقت کمرے کا دروازہ نہ جانے کس طرح باہر سے کھل گیا، حالانکہ وہ اندر سے بند تھا۔ بہرحال! میں نے دروازے کی طرف نہیں دیکھا بلکہ پستول پر چھلانگ لگا دی اور پستول لے کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

آنے والے تعداد میں چھ سات تھے۔ اُن کے جسموں پر اعلیٰ درجے کے سوٹ تھے۔ سب نے اپنے ہاتھ بلند کئے ہوئے تھے۔ اور پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔

''فرام سیکرٹ پیلس...... یہ ہمارے کارڈ ہیں مسٹر ڈن......!'' اُس نے اپنا کارڈ آگے بڑھا دیا اور سیکرٹ پیلس کے باسز کے نشان کو میں نے صاف پہچان لیا۔ تب میں نے پستول جھکا لیا۔

''میں نہیں سمجھا جناب......؟'' میں نے حیرانی سے کہا۔

''آج سیکرٹ پیلس سے آپ کا رابطہ قطعی طور پر ختم ہو گیا مسٹر ڈن! یہ آپ کا فائنل ٹیسٹ تھا جو ہمارے اصول، کے مطابق ہے۔ اس آخری ٹیسٹ کے لئے سیکرٹ پیلس کے سٹوڈنٹس

ذہنی طور پر بالکل آزاد کر دیا جاتا ہے اور پھر اُس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔''

''اوہ، تو مسٹر گرائن......؟'' میں نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''سیکرٹ پیلس کے تجربے کا جانور...... کسی زمانے میں ایک خطرناک شخص تھا۔ سیکرٹ پیلس سے دشمنی ہو گئی۔ اسے اغوا کر کے سٹور میں ڈال دیا گیا اور تمہارے فائنل ٹیسٹ کے لئے اسے استعمال کیا گیا۔ پیلس سٹورز میں ایسی بہت سی بیکار چیزیں پڑی رہتی ہیں۔

''لیکن جناب...... یہ سب کچھ، اور وہ لڑکیاں جو اس کی سیکرٹری ہیں......؟''

''سب کی سب سیکرٹ پیلس کی ملکیت...... وہ لڑکیاں، سیکرٹ پیلس کی ملازم ہیں۔''

''بہت خوب......!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اس شخص کا ذہن......؟''

''اس کا ذہن، مشینی انداز سے اس انداز میں تیار کیا گیا تھا۔''

''گویا، وہ این ہوپ کا بھائی نہیں تھا......؟''

''اس کا نام آوبل تھا۔ یہ بات اس کے ذہن میں ڈالی گئی تھی۔''

''اور وہ دونوں اشخاص، جنہیں میرے ذریعے قتل کرایا گیا، یعنی جیمس لوٹ اور یوگو سلاوین......؟''

''وہ سیکرٹ پیلس کا اپنا کام تھا۔'' جواب ملا۔ اور پھر اُس شخص نے پچاس ہزار ڈالر کے نوٹ میری طرف بڑھا دیئے۔ ''اور یہ اس کام کا معاوضہ اور اس کے اخراجات وغیرہ۔''

''اوہ، جناب...... اپنے مربی ادارے سے کوئی رقم قبول کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ براہِ کرم......!''

''یہ ادارے کی طرف سے تمہاری مصروفیات کی ادائیگی ہے مسٹر ڈن! یہ تمہارا حق ہے۔ تم جہاں چاہو، جا سکتے ہو۔ اور اس کے بعد تمہیں یقین دلایا جاتا ہے کہ ادارے کی طرف سے اور کوئی امتحان باقی نہیں رہ گیا، مبادا کہ تم کہیں کسی غلط فہمی کا شکار ہو جاؤ۔ اب تم جا سکتے ہو۔'' کہا گیا اور مجھے نوٹ قبول کرنا پڑے۔ پھر میں آہستہ قدموں سے باہر نکل آیا۔

☆......☆......☆

"خوف کے گھر" کا آخری امتحان بھی خوب تھا۔ عرصے تک وہ میرے ذہن سے چپکا
رہا۔ سیکرٹ پیلس گو ایک جرائم کی تربیت دینے والا ادارہ تھا۔ لیکن اصولوں کے معاملے میں
بہت سے رفاہی اداروں سے بہتر۔ اُنہوں نے مجھے اپنے ہاں سے فارغ التحصیل کر دیا تھا اور
مجھے ایسی شکل دے کر بھیج دیا تھا جو اطمینان بخش تھی۔ لیکن اُنہوں نے اپنے آخری فرائض
وہیں ختم نہیں کر دیئے تھے۔ اس کے بعد بھی ایک کثیر رقم خرچ کر کے اُنہوں نے میرا فائنل
ٹیسٹ لیا اور پھر اس کے بعد یہ اطلاع بھی دے دی کہ اس کے بعد کوئی اور ٹیسٹ نہیں ہوگا۔
تا کہ میں کسی دھوکے میں نہ رہوں۔

کوئی بھی ٹیسٹ ہو، اگر اُس کے لئے بہتر معاوضے کا تعین بھی کیا جائے تو کیا برا ہے؟ ان
لوگ اصولوں کے معاملے میں بہت دیانتدار تھے۔ کتنے نفسیاتی طریقے سے کام کرتے تھے۔
اس طرح اُنہوں نے میرا ٹیسٹ بھی لے لیا اور اپنا کام بھی بنا لیا۔ بہرحال! اس ادارے کی
میرے دل میں بڑی عزت تھی۔

میرے اُوپر کوئی جرم لاگو نہیں ہوا تھا اور ابھی تک میں پیرس میں مقیم تھا۔ پیرس کا ایک
خوبصورت ہوٹل، میری قیام گاہ تھا۔ میری زندگی کے بارے میں آپ بہت کچھ جان چکے
ہیں۔ ایک عظیم خاندان کا فرد، جس نے اپنے اجداد کی فیاضی اور عیش و عشرت کے بے شمار
قصے سن رکھے تھے۔ لیکن اُن میں سے میری قسمت میں کچھ نہیں تھا۔ میرے سرپرستوں نے تو
مجھے کلرک بنانے کی ٹھانی تھی۔ لیکن خوش بختی تھی کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے اور میں ایک عجیب
غریب حیثیت اختیار کر گیا۔

بہرحال! جو کچھ ہوا تھا، اُسے بھول جانا ہی بہتر تھا۔ میرے ذہن کے آخری گوشوں میں
کچھ خیالات تھے۔ لیکن اُن کی تکمیل کے لئے تو ابھی مجھے بہت سے مراحل سے گزرنا تھا۔ اور
یہ سب کچھ آہستہ آہستہ ہی ہو سکتا تھا۔ لیکن اپنی گھٹی ہوئی خواہشات کی تکمیل اَب میں کر لینا
چاہتا تھا۔ مجھے بھی تو حق تھا۔ بلکہ اَب مجھے زیادہ حق تھا۔ کیونکہ میں نے سب کچھ اپنی محنت

سے حاصل کیا تھا۔ میں اپنے اجداد کی شان و شوکت چاہتا تھا۔ لیکن کس طرح؟ مجھے کیا کرنا
چاہئے؟ ایسا، جو نیا انداز رکھتا ہو۔ وہ جو مجھے معلوم نہ ہو۔ اور ایسے انداز میں کہ دوسرے
میرے معاون ہوں اور میں ایک معمول کی حیثیت اختیار کر جاؤں۔ لیکن اس کے لئے کیا
کرنا چاہئے؟ پچاس ہزار ڈالر کی رقم گو پیرس جیسے شہر میں بہت زبردست اہمیت نہیں رکھتی
تھی۔ لیکن کچھ نہ کچھ ضرور کیا جا سکتا تھا۔ اور اگر رقم کے لئے اَب بھی ذہن میں کوئی اُلجھن
ہوتی تو یہ سیکرٹ پیلس کی پیشانی پر داغ تھا۔ میں تو وقت سے پہلے سوچنا بھی توہین سمجھتا تھا۔

چنانچہ "سوہانو" کے ڈائننگ ہال میں میری ملاقات شیپر سے ہوئی۔ دُبلا پتلا اور
آنکھوں سے شاطر نظر آنے والا شیپر مجھے کوئی دولت مند احمق سمجھ کر ہی میرے قریب آیا تھا۔
باتوں میں بہت تیز تھا۔ مجھے پسند آیا۔

"دراصل! میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو دنیا کے بارے میں ضرورت سے زیادہ جان
لیتے ہیں۔ اور پھر یہ دنیا اُن کی نگاہوں میں کچھ نہیں رہتی۔ میں بھی زمین پر چلنے والے لوگوں
کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسے ایک بلند مینار پر بیٹھا ہوں۔ اُن کی حرکات، اُن کے خیالات کی
ترجمان ہوتی ہیں، اور میں اُنہیں پڑھ لیتا ہوں۔ لیکن موسیو! میرے جیسے لوگ آپ کو کسی
منصب پر نظر نہیں آئیں گے۔ وہ دنیا کے سب سے ناکارہ لوگ ہوتے ہیں، جیسے میں۔"

"کیوں......؟" میں نے اُس کے لئے بلیک ڈاگ کا آرڈر دے دیا اور وہ مطمئن ہو کر
بیٹھ گیا۔ جیسے اُس نے سمجھ لیا ہو کہ میں اُس سے متاثر ہوا ہوں۔

"اس کی وجہ ہے۔ کوئی منصب ہماری نگاہوں میں جچتا ہی نہیں۔ ہمیں کتنی ہی بلندی پر
لے جاؤ، ہم خود کو اس سے زیادہ بلند سمجھتے ہیں، کیونکہ ہم ہوتے ہیں۔ لیکن بلندیوں کے
اختتام کے بعد پستیوں میں ہی جگہ رہ جاتی ہے۔"

"پھر تم بلندیوں پر اکتفا کیوں نہیں کرتے؟"

"اس لئے کہ وہ بلندیاں ہماری ذہنی پہنچ کے آگے ہیچ ہوتی ہیں۔"

"میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے......؟" میں نے پوچھا۔

"آہ...... تمہیں بتاؤں گا۔ ہاں! اگر تم ناراض ہو کر مجھے یہاں سے اُٹھا دو تو وعدہ کرو کہ
بوتل میرے حوالے کر دو گے۔ تب میں تمہیں وہ بتا سکتا ہوں، جو تمہیں دیکھ کر میرے ذہن
میں آیا ہے۔"

"چلو وعدہ......!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ مطمئن ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔

پھر اُس نے کہا۔ ''اور مجھے اس وعدے پر اعتبار ہے۔ تو میرے دوست! مقامی
ہو۔ براہِ کرم! میرے سوالات کے جواب ہاں یا نہیں میں دو۔''

''ٹھیک ہے......!'' میں نے کہا۔

''تنگ دست بھی نہیں ہو۔ تمہاری بے داغ پیشانی تمہارے پُرسکون ہونے کی
کرتی ہے۔ اور اس دنیا میں پُرسکون وہی ہے جو مالی طور پر مطمئن ہو، اگر کوئی ایسی
اُسے نہ ہو، جو دولت سے حل نہ ہو سکتی ہو مثلاً بیماری یا کسی عزیز کی موت کا غم۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا۔

''آہ...... مسکرا رہے ہو۔ اس کا مطلب ہے، خوش ہو۔ میری گنجائش دو بوتل ہے۔
میری ضرورت پوری کرو گے......؟''

''یقیناً......! تم بولتے رہو۔'' میں نے جواب دیا۔

''میرے دوست! نوجوان ہو، اس لئے رومان پسند بھی ہو۔ لیکن محتاط قسم کے۔
ہر انسان کا اپنا معیار ہوتا ہے۔ تم اُن لوگوں میں سے نہیں ہو جو سڑکوں پر رومان کی تلاش
آوارہ گردی کرتے ہیں اور پھر کسی شکاری لڑکی کے شکار بن کر پیار کی پیاس بجھاتے ہیں۔

''چلو...... یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''اگر تم ایک ہفتے تک میرے لئے دو بوتل شراب اور تین وقت کی خوراک مہیا کر
وعدہ کرو تو میں تمہیں معیار کی جگہیں بتا سکتا ہوں۔''

''بس...... یہ فضول بات کی ہے تم نے۔'' میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور اُس
چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ اُس نے بے چین نگاہوں سے ویٹر کو تلاش کیا اور پھر پہلو بدلتے ہوئے

''بڑی گھٹیا سروس ہے۔ وہ آ رہا ہے۔ تم نے ٹھیک کہا۔ ممکن ہے، میرے منہ سے کوئی
بات نکل گئی ہو۔ لیکن اس میں میرا قصور نہیں، ویٹر کا ہے۔ اتنی دیر کر دی کمبخت نے۔
شراب کا سہارا ساتھ ہو تو انسان کبھی گھٹیا گفتگو نہیں کر سکتا۔'' اُس نے ویٹر کی ٹرے سے
اُچکتے ہوئے کہا۔ اور پھر اُس کا، کارک کھول کر منہ سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''مجھے قدیم
کنگز کے انداز میں شراب پینے میں ہی لطف آتا ہے۔ اس میں زندگی ہوتی ہے۔ بھلا اگر
سامنے آ جائے اور انسان اپنی نفاست کو بروئے کار لائے، یہ شراب کی توہین ہے
میرے دوست! تم محسوس نہ کرو گے۔'' اُس نے شراب کی آدھی کے قریب بوتل، حلق
اُنڈیل لی۔ ویٹر سے اُس نے دوسرے لوازمات لے جانے کے لئے کہا تھا۔ ''ہاں تو میں

عزیز......! اس گھٹیا بات کی نشاندہی کرو۔'' اُس نے کسی حد تک مطمئن ہو کر کہا۔

''جب تم میری فطرت کے بارے میں اس قدر صحیح اندازہ لگا سکتے ہو تو کیا اس بات پر
یقین رکھتے ہو کہ میں عورتوں کی تلاش میں اُن کی رہائش گاہوں تک جاؤں گا؟''

''ہرگز نہیں۔ لیکن موسیو! تم نے یہ کیسے اندازہ لگا لیا کہ میں تمہیں کسی کی رہائش گاہ تک
لے جاؤں گا۔ لعنت ہے میری ذات پر اگر میں یہ سمجھوں کہ تمہیں بازاری عورتوں سے شغف
ہو گا۔ ارے! بازاری عورتوں کو تو وہ پسند کرتے ہیں جو بدشکل ہوں۔ میں تو صرف معیار کی
بات کر رہا تھا۔'' اُس نے باقی آدھی بوتل بھی ہضم کر لی اور میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے
دوسری بوتل لانے کے لئے کہا۔

اُس کا چہرہ کھل اُٹھا تھا۔ ''یہ شاہانہ انداز، یہ وقار اور دبدبہ تو بڑی بڑی ہستیوں کو جھکا
دے گا۔ لیکن موسیو! اس کے لئے انتظار درکار ہوتا ہے۔ اور یہاں میرا علم کسی حد تک ناکارہ
ہو جاتا ہے کہ تم کتنا انتظار کر سکتے ہو؟''

''جتنا تم چاہو شیپر! لیکن جو میں چاہتا ہوں، اسے غور سے سن لو!'' میں نے اُس چرب
زبان شخص کی زبان بند کرتے ہوئے کہا۔ ''دولت کی میرے پاس کمی نہیں ہے۔ میں چاہتا
ہوں لڑکیوں کا...... اعلیٰ ترین سوسائٹی کی لڑکیوں کا جمگھٹا میرے گرد ہو اور میں اُن میں سے
انتخاب کروں۔ خواہ کتنا ہی وقت صرف ہو جائے۔''

''گو مشکل کام ہے، لیکن شیپر کے لئے...... او بندے! تم پھر یہ سب کچھ اُٹھا لائے۔
بھائی! پینے والا شیپر ہے۔ اور اَب میں تمہارے لئے اتنا اجنبی بھی نہیں ہوں۔'' اُس نے
بات ادھوری چھوڑ کر پھر ویٹر کی ٹرے سے بوتل اُچک لی اور اُس کے لائے ہوئے لوازمات
واپس کر دیئے۔ ''لیکن رہی وقت کی بات، پھر کیا میں اس سلسلہ میں تجویز پیش کر دوں؟''

''ہوں......!'' میں نے کہا۔

''نیو سائٹی کے علاقے میں تجارت پیشہ افراد نے ایسے خوش نما بنگلے بنوائے ہیں کہ انسان
اُن میں ایک رات گزارنے کی تمنا کرتا ہے۔ خاص طور سے پیرس کے درمیانے طبقے کی
حسینائیں اُن بنگلوں کی کہانیاں بڑے ذوق و شوق سے سنتی ہیں اور اُن کے دلوں میں
آرزوئیں مچلتی ہیں کہ وہ اُنہیں اندر سے دیکھیں۔ سو ہوتا یہ ہے کہ وہ خود اُن بنگلوں کے
درمیان چکر لگاتی رہتی ہیں کہ کسی کی نگاہِ التفات حاصل ہو جائے۔ اور اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔
وہ جو ان حالات سے ناواقف ہیں اور وہاں رات گزار سکتے ہیں، اپنے ساتھ حسیناؤں کو

لے جاتے ہیں۔ لیکن چالاک شکاری وہاں تنہا جاتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔''

''بہت خوب......!'' میں نے دلچسپی سے کہا۔ ''تم نے کام کی بات بتائی ہے۔ کیا میں تمہارے لئے ایک بوتل اور منگواؤں......؟''

''ایں......؟'' وہ پیتے پیتے رُک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں غم کے تاثرات اُبھر آئے۔ اور پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''کاش! میرا اندرونی نظام اُونٹ کی مانند ہوتا اور میں شراب کا ذخیرہ اپنے معدے میں محفوظ کرسکتا تو اس نقصان سے دوچار نہ ہوتا۔ نہیں میرے بھائی......! میں دو بوتل سے زیادہ نہیں ہضم کرسکتا۔ میری بدبختی ہے۔''

''خیر......خیر! تم اس بات کے لئے غمزدہ نہ رہو۔ میں تو تم سے طویل معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اس معاہدے میں عمدہ شراب شامل ہوگی جو تمہاری ضرورت بھر ہی ہوگی۔ یعنی جتنی تم پی سکو۔'' میں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''آہ......! ہر بڑے آدمی کی تقدیر ایک نہ ایک دن ضرور جاگتی ہے۔ بشرطیکہ اُسے پہچاننے والی آنکھ کا وجود بھی ہو۔ لیکن شراب کے معاملے میں، میں بڑا بدنصیب ہوں۔ لوگ نہ جانے کتنی پی جاتے ہیں، مگر میں تشنہ ہی رہتا ہوں۔''

''تم شراب پر چپک کر رہ گئے ہو۔ جبکہ میں نیوسائی کے بارے میں اور کچھ سننا چاہتا ہوں۔'' میں نے اُس کی بکواس سے بور ہو کر کہا۔

''اوہ......افسوس! میں شرمندہ ہوں۔ لیکن نیوسائی کے بارے میں آپ کو کام کی باتیں بتا چکا ہوں۔ وہاں لڑکیوں کو تلاش نہیں کرنا پڑتا بلکہ وہ خود تلاش کرتی ہوئی وہاں تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور یہ عمدہ بات ہے۔ میں اُن لوگوں کی رہائش گاہوں اور دفتروں سے واقف ہوں جو یہ بنگلے کرائے پر دیتے ہیں۔ رقم البتہ پیشگی ادا کرنا ہوتی ہے۔''

''تم کب اُن سے ملاقات کرو گے......؟''

''جب اجازت ملے گی۔'' اُس نے دوسری بوتل کی تلچھٹ تک اپنے حلق میں اُنڈیلتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہونٹ خشک کرنے لگا اور میں اُس سے معاملات طے کرنے لگا۔

☆......☆......☆

یوں تو سارا پیرس بے حد حسین ہے۔ لیکن محل وقوع کے لحاظ سے نیوسائی، پیرس کا حسین ترین علاقہ ہے۔ اور اس علاقے میں جو بنگلے تعمیر کئے گئے ہیں، انہیں دنیا کی خوب صورت ترین عمارتوں میں جگہ دی جاسکتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے پلاٹوں پر ایسے اعلیٰ بنگلے ڈیزائن کئے

گئے ہیں کہ داد دینا پڑتی ہے۔ شہر سے کافی دُور ہونے کی وجہ سے یہ علاقہ عام رہائشی علاقہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک پکنک سپاٹ ہے اور لوگ وہاں چھٹیوں کے دن گزارنا ہی پسند کرتے ہیں۔ یوں تو وہاں موجود ہر کاٹیج پھلوں کے درختوں اور پھولوں کی بیلوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ لیکن ایک چوڑے میدان میں درختوں کا عظیم سلسلہ ہے۔ اور اسی میدان میں ایک سوئمنگ پول بھی بنایا گیا ہے۔ جسے سوئمنگ پول سے زیادہ ایک چھوٹی موٹی جھیل کہنا مناسب ہوگا۔

شپر نے مجھے پہلے کاٹیج دکھایا اور پھر اس سے باہر کا علاقہ......اور میں نے تسلیم کرلیا کہ جو کچھ اُس نے کہا تھا، ٹھیک کہا تھا۔ شہر سے دُور ہونے کے باوجود یہ جگہ کافی بارونق تھی اور بہت سے لوگ یہاں نظر آرہے تھے۔ جن میں خوش نما تراش کے لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہی تھی۔

''کیا خیال ہے مسٹر فریڈ......؟'' شپر نے پوچھا۔

''میں تم سے متفق ہوں۔ لیکن اے بڑے آدمی! میں چاہتا ہوں، تم بھی میرے ساتھ یہاں قیام کرو۔ کیا تمہارے لئے یہ ممکن نہیں......؟''

''ہرگز نہیں......کیونکہ اپنے وسائل سے میں یہاں ایک روز بھی قیام نہیں کرسکتا۔'' شپر نے جواب دیا۔ اور پھر اُس کے ہر بیان کی تصدیق ہونے لگی۔

اُس وقت ہم اپنے کاٹیج کے خوبصورت لان میں بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ پھاٹک پر دو لڑکیاں نظر آئیں اور شپر نے مجھے مخاطب کیا۔

''ابتداء ہوگئی......!''

''دیکھو......!'' میں نے کہا۔ اور چند ساعت کے بعد دونوں لڑکیاں شپر کے ساتھ اندر آگئیں۔ خاصی خوبصورت تھیں لیکن مجھے زیادہ پسند نہیں آئیں۔

''ان خاتون کو مسٹر ہیل ہارپر کی تلاش ہے۔ مسٹر فریڈ! کیا آپ اِن ہارپر نامی کسی شخص کو جانتے ہیں؟ میں تو اُن سے ناواقف ہوں۔''

''افسوس......! میں بھی نہیں جانتا۔'' میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

''افسوس......! اَب کیا ہوگا؟ بڑی مشکل ہوگئی۔ ہماری تو یہاں کسی سے شناسائی بھی نہیں ہے۔'' ایک لڑکی پریشانی سے بولی۔

''بہتر ہے، آپ واپس شہر جائیں اور اُن کا صحیح پتہ لے کر آئیں۔'' میں نے خشک لہجے

میں کہا اور شپیر کافی پینے لگا۔

''ہاں......! اَب تو یہی کرنا ہوگا۔'' لڑکیاں مایوسی سے بولیں اور پھر آہستہ قدموں
باہر نکل گئیں۔ شپیر نے خاموشی اختیار کی تھی۔ جب وہ باہر نکل گئیں تو اُس نے مسکرا کر
ہلائے۔

''اَب ہم کسی ڈورینا کو تلاش کرنے نکلیں گے۔ کیا خیال ہے مسٹر فریڈ......؟''

''کیا مطلب......؟''

''جس طرح یہ لڑکیاں کسی ہیل کارپر کی تلاش میں یہاں آئی تھیں اور ہمیں پ
آئیں، اسی طرح ہم اپنی پسند کی کسی لڑکی سے ڈورینا کا پتہ معلوم کر سکتے ہیں۔''

''یہ ساری ذمہ داری تمہارے سپرد ہے۔'' میں نے جواب دیا اور شپیر خاموشی سے
ہلانے لگا۔ اور پھر بہرحال! رات ہونے سے قبل اُس نے ایک ڈورینا مہیا کر ہی دی۔
لڑکی کسی طور شکاری نہیں معلوم ہوتی تھی۔ لیکن نیو سائنی کے روایتی حسن کی دلدادہ ضرور
رات کو میری خواب گاہ میں اُس نے کہا۔ ''نیو سائنی، لڑکیوں کی تصوراتی جنت
میرے کالج کی اکثر لڑکیاں اس کے حسن کی تعریفیں کرتی رہتی ہیں۔ میں پہلی بار یہاں
ہوں۔ لیکن اَب اکثر آتی رہوں گی۔''

''تمہارے پپا اور ممی......؟'' میں نے پوچھا۔

''میں بہانے کرنے میں ماہر ہوں۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ''اُن کی دانست میں
آج کی رات اپنی عزیز دوست ڈورتھا کے ساتھ گزاروں گی۔''

''واہ......! لیکن میرا نام تو فریڈرک ہے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے......؟'' وہ پھر ہنس پڑی۔ پیرس کی لڑکیاں ان حالات
بہت بہادر ہوتی ہیں۔ لیکن وہ تو دوسرے معاملات میں بھی بہادر نکلی اور مجھے شپیر کی تجویز
یہ جگہ کافی پسند آئی جس کے لئے دوسری صبح لڑکی کے جانے کے بعد میں نے اُس کی تعریف
کی تھی۔

شپیر اپنی تعریف سے بہت خوش ہوتا تھا۔ شاید اُسے بوتل کی گارنٹی مل جاتی تھی۔
یہاں تک محدود نہیں رہے گی جناب......! آپ دیکھیں تو سہی، ابھی تو ان حلقوں میں
کے چرچے ہوں گے...... آپ کی کہانیاں اُبھریں گی۔ اور آپ اِن لڑکیوں کے لئے
پرکشش حیثیت اختیار کر جائیں گے کہ لوگ آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے چین

گے۔ بات وہی ہے نا کہ کوئی بھی کام ہو، اگر کسی ہنرمند کے ہاتھوں ہو تو اُس کی افادیت
ہوتی ہے۔ اور شپیر جیسا انسان جو کچھ کرے گا، ٹھوس بنیادوں پر کرے گا۔ ہاں! اس سلسلے کا
سہارا جتنا ضروری ہوتا ہے، آپ خود بھی جانتے ہیں مسٹر فریڈ......!''

''جانتا ہوں......!'' میں نے کہا اور کرنسی نوٹوں کی ایک گڈی شپیر کی جیب میں کھسکا
دی۔ شپیر نے جیب تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''اِن کی طاقت عظیم ہے۔ سو اَب آپ آرام کریں اور کسی آنے جانے والے کو خود ہی
سنبھال لیں۔ میں چلتا ہوں۔''

شپیر چلا گیا۔ رات کی لڑکی اپنی جاذبیت کے نقوش چھوڑ گئی تھی۔ آرام دہ مسہری پر لیٹ
کر میں نے اُن بے گناہوں کے بارے میں سوچا جنہوں نے عیش کئے تھے اور سب کچھ لٹا
دیا تھا۔ بلاشبہ جوانی اور عورت، انسان کو دوسرے معاملات سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ وہ کچھ
سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ ہاں! تھوڑی سی غلطی اُس کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ اگر اپنی
ذات کو خوش کر لینے کے لئے کچھ کرے تو اتنا ضرور سوچ لے کہ اُس کی اپنی خوشیاں، دوسروں
کی خوشیاں چھیننے کا باعث تو نہیں بن رہیں؟ اُن لوگوں نے جنہیں میں نے ابھی ابھی بے
گناہ قرار دیا تھا، اگر غلطی کی تھی تو صرف یہ کہ وہ اپنی تعیّشات میں پھنس کر اپنی آئندہ نسلوں کو
بھول گئے تھے۔ اُنہوں نے یہ بات ذہن سے نکال دی تھی کہ اُن کے بعد آنے والوں کو بھی
اس دولت کی ضرورت ہوگی۔ ٹھیک ہے...... اس پیمانے پر نہ سہی، لیکن کسی پیمانے پر تو اُنہیں
بھی اچھی زندگی گزارنے کا حق ہے۔

چنانچہ بہتر یہ ہوتا کہ وہ جو کچھ کرتے، اس کے لئے اپنے وسائل سے کام لیتے۔ کم از کم
اس خاندانی دولت کا سہارا لے کر وہ ایسے وسائل مہیا کر سکتے تھے جو اُنہیں مناسب آمدنی کے
ذرائع فراہم کر دیتے۔ اور وہ آمدنی جو معمولات سے ہٹ کر ہوتی، اُن کے اپنے تعیّشات پر
خرچ ہو جاتی تو اس میں کوئی حرج نہ تھا۔ غلطی کی تھی اُنہوں نے تو یہ کہ آنے والی نسلوں کے
مفاد کی ہر بات بھول گئے تھے۔

نجانے کیوں اُن چند لمحات میں، میں نے اُن لوگوں کے خلاف نفرت میں ہلکی سی کمی
محسوس کی۔ اس کی وجہ شاید وہ خوبصورت لڑکی ہو جو میری رات کو پُرسحر بنانے کے بعد صبح کو
چلی گئی تھی۔

میں اُسے یاد نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔ ٹھیک ہے لڑکیوں کو یاد رکھنا

دانش مندی نہیں ہے۔ یہ تو ہوا کے اُن جھونکوں کی مانند ہوتی ہیں جو آتے ہیں اپنے اندر
بسائے۔ چھوتے ہیں، خوش کرتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ان جھونکوں کی واپسی
ہو بھی تو ان کے لئے جدوجہد نہیں کی جاسکتی۔ ٹھیک ہے، ہوا کے نئے جھونکے آتے
ہوتے ہیں۔

جیسا کہ شبیر نے بتایا تھا اور خود میں نے بھی دیکھا تھا کہ یہ علاقہ بلاشبہ ہر قسم کی تفریح
کے لئے موزوں ترین تھا۔ جتنے لوگ نظر آئے تھے، زندگی کی طلب سے بھرپور تھے،
کے تقاضوں سے آشنا اور سیر چشم معلوم ہوتے تھے۔ جیسے یہاں آنے کے بعد اُنہیں ا
ہی اطمینان ہو۔ ہاں...... دیکھنا یہ تھا کہ یہ شخص جس کا نام شبیر ہے اور جو بکواس کرتے
ہے، میرے لئے کیا کرتا ہے؟ باقی رہا یہاں قیام کا سوال تو سچ بات تو یہ تھی کہ ابھی تک
زندگی میں کوئی جدوجہد تو شروع نہیں ہوئی تھی۔ ہاں! خیالات ضرور تھے جنہیں میں پایۂ
تک پہنچا لینا چاہتا تھا۔ لیکن اپنی ان خواہشات کو بھی مزید مقید نہیں رکھ سکتا تھا۔

میری خواہش تھی کہ میں پہلے اپنے آپ کو سیر کرلوں۔ اس کے بعد باقی معاملات
بارے میں سوچوں۔ بات وہی تھی۔ لوگوں نے مجھے دبا دیا تھا۔ میں خود کو، اپنے آپ
دبانے کی کوشش کیوں کرتا؟ اپنے آپ پر بہت سی ذمہ داریاں لاد کر عمل شروع کر دیتا تو
پستا چلا جاتا، یہ کسی طور ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ اَب یہاں رہ کر میں خود کو پُرسکون کرنا چاہتا
اور بلاشبہ اس سلسلے میں شبیر میرا بہترین معاون نکلا۔ اُس نے تو وہ کچھ کر دکھایا جس
بارے میں، میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ میرا نظریہ کچھ اور تھا۔ لیکن شبیر نے جس انداز
میرے بارے میں افواہیں پھیلائیں، وہ بڑی تعجب خیز تھیں۔

بلاشبہ بہت سی خوبصورت لڑکیوں نے میرے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اُنہوں
نے مجھ سے ملاقات کی، اُن میں کچھ اخباری رپورٹرز کی حیثیت سے آئیں۔ لیکن میں نے
سے معذرت کرلی اور اپنے بارے میں کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔

شبیر نے بھی اُنہیں صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ میں ایک رئیس زادہ ہوں جو اپنی ریاست
سے نکل کر کچھ عرصہ آرام کرنے کے لئے یہاں تک آ گیا ہے۔ لڑکیاں میری ریاست
بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتیں لیکن میں اُن سے معذرت کر لیتا۔

دراصل میں اُن سے کہتا، میں اپنے آپ کو گمنام رکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن میرا یہ سیکرٹری
ہی احمق ہے۔ میں نے اِسے ہدایت کر دی تھی کہ کسی کو میرے بارے میں کچھ نہ بتا

لیکن شیخی خور نہ جانے لوگوں سے کیا کیا کچھ کہتا پھرتا ہے......

''اوہ مسٹر فریڈرک......! کیا آپ کی ریاست نزدیک ہی ہے......؟'' ایک خوبصورت
لڑکی نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا، جن کی رنگت بھوری تھی۔ بڑی کشش تھی اُن آنکھوں
میں۔ ''آپ کسی اخبار کی رپورٹر ہیں......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں......!'' اُس نے جواب دیا۔

''خاتون......! آپ کی آنکھوں کی کشش مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں آپ کو اپنے بارے
میں کچھ بتاؤں۔ لیکن اس طرح نہیں۔''

''پھر......؟'' اُس نے دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اگر میں آپ کو قیام کی دعوت دُوں......؟''

''تو میں قبول کرلوں گی۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں حیران رہ گیا۔ میں نے تو
سوچا تھا کہ وہ اخباری رپورٹر ہے۔ تکلف کرے گی۔ نخرے کرے گی اور بہرصورت اُسے
میرے ساتھ قیام پر راضی کرنا خاصا مشکل ثابت ہوگا۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور روما برونکس میری
مہمان بن گئی۔ سو جب کوئی لڑکی کسی نوجوان کی خوبصورت رہائش گاہ میں اور ایسے نوجوان کی
جو تنہا ہو، مہمان بن جائے تو اُس کے خیالات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوتا۔ گویا وہ اپنی
ساری خواہشات کے ساتھ وہاں موجود ہوتی ہے جو اُس نوجوان کی طلب ہوں۔ اور روما
برونکس کی عمر اتنی کم بھی نہیں تھی کہ وہ زندگی کی حقیقتوں سے ناواقف ہوتی۔

روما برونکس کی محبت اُن ساری دلکشیوں کی حامل تھی جن کا میں طالب تھا۔ وہ ایک بھرپور
تعاون کرنے والی لڑکی تھی۔ اور اس کے بعد جب اُس نے خود کو اس بات کا اہل ثابت کر دیا
کہ وہ میرا انٹرویو لے سکے تو میں نے اُسے انٹرویو کی اجازت دے دی۔

لیکن یہ تو طے شدہ امر تھا کہ روما برونکس یا کوئی بھی لڑکی، خواہ وہ حسین ترین ہو، میری
اصلیت تو معلوم کرنے کی اہل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ میں نے اُسے وہی فسانہ سنایا جو میرا مشیر
یعنی شبیر دوسرے لوگوں کو سنا چکا تھا۔

''لیکن تمہیں اس میں قطع و برید کرنا ہوگی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے لوگ مجھے
تلاش کرتے ہوئے پہنچ جائیں اور مجھ سے یہ پُرلطف زندگی چھن جائے۔'' تب روما برونکس
نے وعدہ کیا اور پھر دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔

شہپر جیسا بلند مشیر ہو تو جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے۔ بلاشبہ تفریحی پروگرام ترتیب دینے
میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے بے شمار لڑکیوں سے میری دوستی کرادی تھی اور اب
معمولات کے چند لمحات ایسے نہ ہوتے کہ میں تنہا ہوتا۔ لڑکیاں مجھے گھیرے رہتیں۔ چونکہ
اُس نے میری شخصیت کو ایک بلند پایہ ڈرپوک کے بیٹے کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا۔ اس
لئے بات صرف درمیانے درجے کی شوقین اور ضرورت مند لڑکیوں تک نہیں رہی تھی بلکہ
سوسائٹی کی لڑکیاں اور نوجوان بھی میرے دوست بن گئے تھے۔ وہ مجھے ایک دولت مند
نوابزادے کی حیثیت سے جاننے لگے تھے جس کے لئے اس بلند پایہ اور مہنگی جگہ رہنا مشکل
نہیں تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے مجھے اپنی تقریبات میں بھی مدعو کیا تھا اور خود میرے پاس بھی
آتے تھے۔ شہپر ہی کے اشارے پر میں نے اپنے اس خوبصورت کاٹیج میں بھی کئی چھوٹی
چھوٹی تقریبات کی تھیں جن میں، میں نے اپنے دوستوں کو مدعو کیا تھا اور دل کھول کر خرچ کیا
تھا۔ چنانچہ میرے مخلص دوستوں کی تعداد کافی بڑھ گئی تھی۔

اَب اگر میں پیرس میں ہی مستقل رہائش اختیار کر لیتا تو میرے لئے بہت گنجائش تھی۔
مجھے نہ تو تنہائی کا احساس ہوتا اور نہ یہاں کی شہریت اختیار کرنے کے لئے پاپڑ بیلنے پڑتے۔
اگر میں چاہتا تو کین فیملی کو پیرس میں روشناس کر کے یہاں اُس کی عزت و وقار میں چار
چاند لگا دیتا اور اس کی زندگی کا ایک نیا دور شروع کر لیتا۔ لیکن ابھی تو زندگی باقی تھی۔ سیکرٹ
پیلس کی تربیت کو صرف ایک اچھی زندگی گزارنے کے لئے ہی استعمال کرنا اس کی توہین تھی۔
ابھی تو تحریک درکار تھی۔ اور میں مُردہ ہو کر نہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک آدھ بار یہ خیال
بھی ذہن میں آیا تو میں نے اسے جھٹک دیا...... یہ حماقت ہو گی مسٹر ڈن! اپنی سوچ میں [illegible]
کے احساس کو جگہ نہ دو......

اُس شام جب میں نیوسائٹی کے علاقے سے چلا تو آسمان پر گہرا اَبر چھایا ہوا تھا۔ دھوپ
تو کئی دن سے نہیں نکلی تھی۔ لیکن اس دوران نہ تو بارش ہوئی تھی اور نہ برف باری۔ لیکن ان
بادلوں کے مزاج خراب تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے آج وہ کچھ کرنے کا پروگرام بنا چکے ہوں۔
لیکن یہاں کسے پرواہ تھی؟ پیرس میں رہ کر بارش اور برف باری کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔
چنانچہ میرا دوست اور مشیر شہپر نہایت اطمینان سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ ''وکٹر روز لینڈ
پیرس کی مقتدر شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ نوجوان صنعت کار پیرس کے کاروباری حلقوں
میں بڑی حیثیت اور اہمیت کا حامل ہے۔ اور شاید بڑے صنعت کاروں میں سب سے زیادہ

عمر۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس شخص نے اپنے کاروبار کو خود ہی چار چاند لگائے ہیں۔ والدین
کی طرف سے سیٹ کیا ہوا کاروبار نہیں ہے۔ اس کے باوجود، جہاں جوانی کی بات آتی ہے تو
وہ ایک خالص نوجوان آدمی ہے جو زندگی کی تفریحات میں ایک نوجوان آدمی کی طرح ہی
حصہ لیتا ہے۔ کوئی اُس کھلنڈرے نوجوان کو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی دوسری شخصیت
اتنی سنجیدہ اور متین ہو گی۔ تجربے کے معاملے میں بھی اُس نے بہت سے تجربہ کار صنعت
کاروں کو پیچھے چھوڑا ہوا ہے۔'' شہپر راستے میں مجھے میرے دوست وکٹر روز لینڈ کے بارے
میں بتاتا رہا جس نے مجھے اپنے ہاں پارٹی میں مدعو کیا تھا۔ اور بہرصورت! میں یہ سمجھتا تھا کہ
یہ اچھی بات ہے۔

اس شخص سے میری ملاقات بھی نیوسائٹی ہی میں ہوئی تھی اور یہ مجھ سے بڑے خلوص سے
پیش آیا تھا۔ چنانچہ میرے ہاں جو تقریب ہوئی تھی، اس میں، میں نے شہپر کے ذریعے وکٹر
روز لینڈ کو بھی مدعو کیا تھا۔ اور اس کے بعد جب وکٹر روز لینڈ کی سالگرہ قریب آئی تو اُس نے
بڑے اہتمام سے میرے لئے بھی انوی ٹیشن کارڈ بھیجا تھا۔

پیرس میں رہ کر جب یہ زندگی خواہ تھوڑے وقفے کے لئے ہی سہی، گزارنی ہی تھی تو پھر
اس قسم کی تقریبات سے پہلوتہی بھی غیر مناسب تھی۔ چنانچہ میں نے اُس کی دعوت قبول کر
لی۔ اور اس وقت ہم دونوں وہیں جا رہے تھے۔ شہپر تو پیرس کا کیڑا تھا۔ وکٹر روز لینڈ کی
رہائش گاہ تک پہنچنا بھلا اُس شخص کے لئے کیا مشکل تھا؟ چنانچہ وہ وکٹر روز لینڈ کی خوبصورت
اور عظیم الشان کوٹھی کے پھاٹک سے اندر داخل ہو گیا، جہاں بے شمار کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔
پیرس کی اعلیٰ سوسائٹی میں شاید یہ میرا پہلا تعارف تھا۔

کاش......! میں گرین لینڈ کی کین فیملی کے ایک فرد کی حیثیت سے اس پارٹی میں شریک
ہو سکتا۔ لیکن میرے عزیزوں نے...... میرے مربیوں نے اس کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔
چنانچہ اَب میں ایک ایسی گمنام ریاست کے حوالے سے اس پارٹی میں شریک ہو رہا تھا جس کو
اگر تلاش کیا جاتا تو شاید نقشے پر اُس کا وجود نہ ملتا۔

میرے دوست روز لینڈ نے اپنی محبوبہ ٹرینا کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ اور اُس کے
استقبال کرنے کے انداز سے اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ وہ میری ذات سے کس قدر متاثر
ہے۔ وہ تقریب میں شریک تمام مہمانوں کو گو اُسی انداز میں ریسیو کر رہا تھا۔ لیکن مجھ سے وہ
دیر تک مخاطب رہا۔ اور اُس نے اپنی محبوبہ سے میرے بارے میں بہت کچھ کہا۔ پھر وہ مجھے

اپنے ساتھ لے کر مہمانوں کی نشست گاہ کی طرف چل پڑا اور بڑے احترام سے مجھے
جگہ پر بٹھا دیا۔

وکٹر روز لینڈ کی اس تقریب میں شریک ہونے والی تقریباً تمام ہستیاں اعلیٰ طبقے سے
رکھتی تھیں۔ میں دلچسپی سے اُنہیں دیکھتا رہا۔ اُن میں بہت سی حسین لڑکیاں بھی تھیں۔ نوجوان
بھی تھے۔ بوڑھے لوگ بھی تھے۔ سب کے سب چہروں ہی سے اعلیٰ اور با حیثیت معلوم
ہوتے تھے۔ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو معمولی حیثیت رکھتا ہو۔

تقریباً تمام لوگ جوڑوں کی شکل میں آئے تھے اور مختلف جگہوں پر بیٹھے خوش گپیاں کر
رہے تھے۔ اس وقت صرف میں ہی اپنی میز پر تنہا تھا۔ لیکن میری تنہائی خود میرے دوست
وکٹر روز لینڈ نے دُور کر دی۔ وہ چند خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ میرے نزدیک آیا اور
لڑکیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

''تو میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں کسی ایسی شخصیت سے متعارف کراؤں گا جو
تمہارے لئے پرکشش ہو۔ میرے دوست مسٹر فریڈرک سے ملو۔ کیا تم ان کی شخصیت کی
سے انکار کر سکتی ہو......؟''

''ہرگز نہیں......!'' لڑکیاں بے تکلفی سے مسکراتی ہوئی بولیں۔

''بس! تو پھر مسٹر فریڈرک! اور یہ......'' وکٹر روز نے باری باری اُن کا تعارف کرایا۔
لڑکیاں میرے نزدیک بیٹھ گئیں۔ وکٹر مجھ سے معذرت کر کے چلا گیا تھا۔ لڑکیاں میرے
کھانے لگیں۔ فضول قسم کی باتیں جو عام طور سے لڑکیاں کرتی ہیں۔ میری ریاست کے
بارے میں، شادی کے بارے میں، محبوباؤں کے بارے میں۔ مختلف امور کے سلسلے میں
مجھ سے باتیں کرتی رہیں اور میں اُنہیں جواب دیتا رہا۔

غالباً تمام مہمان آچکے تھے۔ کیونکہ اس کے بعد تقریب کی کارروائیاں شروع ہو گئیں۔
وکٹر روز لینڈ نے کیک کاٹا اور تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ جو لڑکیاں میرے ساتھ تھیں
اَب منتشر ہو چکی تھیں اور اپنے اپنے ساتھیوں کے نزدیک پہنچ گئی تھیں۔ وہ میری طرح
تھیں نہیں کہ میرے ساتھ بیٹھی رہتیں۔ بہرصورت! مجھے خاصا لطف آ رہا تھا۔

میرا دوست شیپر مجھے خوش دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اُس شخص کی خواہش تھی تو صرف یہ
اُس کا ساتھ زیادہ عرصے تک رہے۔ اور اُس کا اپنا حساب کتاب چلتا رہے۔ مجھے یقین
کہ وہ میرے لئے صرف خلوص سے سوچتا ہے۔ اس میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں تھی۔

اُس کے معاملے میں، میں نے بالکل خلوص اور دیانت سے سوچا تھا کہ جو کچھ اُس نے
میرے لئے کیا ہے، اس کے عوض میں جو کچھ اُسے دے رہا ہوں، اس کو اس سے زیادہ ملنا
چاہئے۔ کیونکہ وہ جس ٹائپ کا آدمی تھا اور جو ہنر اُس میں تھے، میں اُسے جو کچھ دے رہا تھا
وہ اُس کا صحیح معاوضہ نہیں تھا۔

یہ اتفاق ہی تھا کہ میری نگاہ اُس کی طرف اُٹھ گئی۔ کیونکہ اس تقریب میں جو بھی آیا تھا،
اپنی خوبصورت ترین کار میں آیا تھا۔ لیکن وہ تنہا تھی۔ پیدل ہی آئی تھی۔ گھبرائی ہوئی سی تھی۔
لیکن اندر آ کر اُس نے اپنے چہرے کو پرسکون بنانے کی کوشش کی اور بہت تیزی سے چلتی
ہوئی مہمانوں میں شامل ہو گئی۔ میرا خیال ہے، میرے علاوہ شیپر نے بھی اُس لڑکی کی آمد کو
محسوس کیا تھا۔ لیکن میں نے اُسے دلچسپی سے دیکھا تھا۔ گھبرائی ہوئی سی ہونے کی وجہ سے وہ
مجھے دوسروں سے منفرد محسوس ہوئی تھی۔ چونکہ وکٹر روز لینڈ اَب اپنے دوسرے مہمانوں کی
طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اُس کے والدین اور دوسرے لوگ اُس کے ساتھ تھے۔ اس لئے اس
بات کی توقع غیر مناسب تھی کہ اَب وہ تنہا کسی ایک فرد پر توجہ دے۔ اس بے تکلفی کے ماحول
میں سب کو اپنے لئے جگہ بنانی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ابھی تقریب کی دوسری تفریحات شروع
ہو جائیں گی اور مجھے بھی کوئی پارٹنر ضرور مل جائے گا۔ لیکن میں کسی مناسب ساتھی کی تلاش میں
تھا۔ اور اس لحاظ سے یہ تنہا لڑکی میرے لئے کافی دلچسپی کا باعث تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ
بظاہر دوسرے مہمانوں سے ملنے جلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں کسی
کو نہ پہچانتی ہو۔ اس لئے وہ جھجھک رہی تھی۔ تب میں آگے بڑھ کر اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔

''میرا نام فریڈرک ڈینہام ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس پورے گروہ میں آپ کو مجھ
سے بہتر ساتھی نہیں مل سکے گا۔'' لڑکی سہم گئی تھی۔ اُس نے بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے دیکھا
اور گم صُم رہ گئی۔ ''میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ یہاں تنہا ہیں اور شاید اس پوری محفل میں
آپ کا کوئی شناسا نہیں ہے۔ اس لئے ہم دوسروں پر کیوں ظاہر ہونے دیں کہ ہم ایک
دوسرے سے ناواقف ہیں......آپ کا نام کیا ہے؟''

''ویرا روین گلینڈی۔'' اُس نے جواب دیا۔

''آیئے مس ویرا......! ویسے وکٹر روز لینڈ تو آپ سے واقف ہو گا۔''

''نہیں......!'' اُس نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔ پھر میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر
بولی۔ ''کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں جناب......؟''

''ضرور......آپ آیئے تو سہی۔''
''ٹھہریئے......! خدا کے لئے ٹھہر جایئے۔ آپ مجھے کسی سے متعارف نہ کرائیں۔ میں اس تقریب میں بن بلائی ہوں۔ صرف جان بچانے کے لئے یہاں آ گھسی ہوں۔''
''اوہ......!'' میں نے اُسے غور سے دیکھا۔ اُسی وقت دو لڑکیاں ہمارے نزدیک پہنچ گئیں جو پہلے بھی میرے کان کھاتی رہی تھیں۔
''اوہ مسٹر فریڈ......! کہاں چھپے ہوئے ہیں؟ ہم آپ کو تلاش کر رہے تھے۔ کیا آپ......'' بولنے والی لڑکی خاموش ہو گئی اور میری ساتھی لڑکی کو دیکھنے لگی۔
''میری پیاری، ویرا آرکیڈا...... میری پوری زندگی کی ساتھی۔ تمہیں اِس سے مل کر خوشی ہو گی۔'' میں نے محبت بھرے انداز میں ویرا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرا دی۔
''تب تو آپ ہماری موجودگی پسند نہیں کریں گے۔'' لڑکی نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔
''یہ بات بھی نہیں ہے۔ ویرا بے حد فراخ دل ہے۔'' میں نے جواب دیا۔
''لیکن ہمارے اُوپر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم آپ کو تنہائی دیں۔'' وہ خشک لہجے میں بولی اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔
''آؤ ویرا! کہیں بیٹھیں۔'' میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ میں اُسے لے کر ایک میز پر جا بیٹھا اور سرو کرنے والے کو چٹکی بجا کر نزدیک بلایا۔ اُس نے ایک شیمپین کا اور ایک وہسکی کا گلاس ہمارے سامنے رکھ دیا۔
''میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ لیکن......''
''لیکن کیا......؟''
''میں کچھ پیوں گی نہیں۔ کیونکہ مہمان نہیں ہوں۔''
''اوہ...... ویرا ڈیئر! میں مہمان ہوں۔ اور تم میرے ساتھ ہو۔ میرے کارڈ پر مسٹر اینڈ مسز فریڈرک درج تھا۔ لیکن میں مسز کہاں سے لاتا؟ ویرا......! پلیز میری بات کا برا نہ ماننا۔'' میں نے بے تکلفی سے کہا اور پھر وہ شیمپین پینے لگی۔ اُس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی سے خوفزدہ ہو۔ پھر اُس نے اچانک پوچھا۔
''تمہارے پاس کار تو ہو گی......؟''
''ہے، کیوں......؟'' میں نے پوچھا۔ میں گہری نگاہوں سے اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔

''میں...... میں خطرے میں ہوں۔ کچھ خطرناک لوگ میرے پیچھے ہیں۔ میری زندگی کو خطرہ ہے۔ میں اُن لوگوں سے بچ کر بھاگ رہی تھی۔ بس! یونہی یہاں آ گھسی ہوں۔ خدا کے لئے میری مدد کرو۔ مجھے کسی ایسی جگہ چھپا دو جہاں وہ لوگ چند روز مجھے تلاش نہ کر سکیں۔ اس کے بعد میں چلی جاؤں گی۔ میں تمہارے اُوپر بار نہیں بنوں گی۔ اور اگر وہ مجھے مل گیا تو...... تو...... مگر نہیں! خلوص کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔''
میں بدستور لڑکی کا جائزہ لے رہا تھا۔ بڑی بے بسی تھی اُس کے چہرے پر، تنہائی اور پریشانی کی ملی جلی کیفیات صاف عیاں تھیں۔ مجھے اُس پر ترس آ گیا۔ میں نے اُس کی کلائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''بے فکر ہو جاؤ ڈیئر......! اَب تم تنہا نہیں ہو۔''
اُس کی پیشانی پر ناک کے قریب پسینے کے قطرات چمک رہے تھے اور وہ سانس اس طرح لے رہی تھی جیسے سخت پریشان ہو۔ کلائی ٹھنڈی پڑی تھی اور وہ ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ اُس نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر بڑے پیارے انداز میں شیمپین کا گلاس خالی کر دیا۔ میں نے اُس کے لئے اور شیمپین منگوا لی۔
''بس...... اَب نہیں پیوں گی۔'' اُس نے میرا ہاتھ روک دیا۔
''میرا خیال ہے تم نروس ہو۔ تھوڑی سی اور لے لو۔''
''ہوش میں رہنا چاہتی ہوں۔ عام حالات میں نہیں پیتی۔ لیکن اس وقت...... اس وقت میری حالت بہتر نہیں ہے۔''
''بھروسہ کرو! تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ تمہارے پیچھے یہاں تک آئے ہیں......؟''
''ہاں...... تھوڑے فاصلے پر میں نے ٹیکسی چھوڑ دی تھی اور گلیوں میں گھسی اس طرف نکل آئی تھی۔ لیکن وہ مجھے ضرور تلاش کر لیں گے۔''
''وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔'' میں نے اُسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا اور وہ گردن ہلانے لگی۔ کافی دیر خاموشی سے گزر گئی رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی اور جوڑے تھرکنے لگے۔ ''آؤ...... رقص کریں۔''
''میں...... میں نروس ہوں۔ اُلٹے سیدھے قدم پڑیں گے۔ تم بور ہو جاؤ گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور کو ہم رقص بنا لو۔''
''آؤ......! میں صرف تمہیں ہم رقص بنانا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور اُسے کھڑا کر دیا۔

اُس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہر حال! وہ میرے ساتھ کھنچتی چلی آئی۔ اور پھر ہم دونوں رقص کرنے لگے۔ بہت سی لڑکیاں میرے گرد چکرا رہی تھیں کہ میں اپنی ساتھی کو چھوڑوں تو وہ میرے نزدیک آ جائیں۔ اس بات کو اُس نے بھی محسوس کر لیا۔ وہ بولی۔

''میرا خیال ہے، اَب میں بیٹھ جاؤں۔ تم لڑکیوں کے لئے بہت پرکشش ہو۔ میں نے کئی آنکھوں میں تمہارے ساتھ رقص کرنے کی خواہش دیکھی ہے۔''

''میری آنکھوں پر بھی غور کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔ کیوں......؟''

''اس تقریب میں، میں صرف تمہارے ساتھ رقص کروں گا۔ اور سنو! اَب جبکہ میں نے تمہارے تحفظ کی ضمانت لی ہے تو تمہارا مجھ سے خوفزدہ رہنا میری توہین ہے۔ کیا تمہیں میری توہین کر کے خوشی ہو گی......؟''

''ہرگز نہیں......!''

''تو میں تمہیں مطمئن دیکھنا چاہتا ہوں......!''

''مم...... میں اَب مطمئن ہوں۔''

''تم بہت اچھا رقص کرتی ہو۔ لیکن تمہارے قدم بتا رہے ہیں کہ تمہارا ذہن اَب بھی اُلجھا ہوا ہے۔''

''مجھے معاف کر دو...... اتنی مضبوط نہیں ہوں کہ خطرے کے احساس کو ذہن سے نکال دُوں۔ لیکن بہت جلد ٹھیک ہو جاؤں گی۔'' اُس نے لجاجت سے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ صرف مجھے خوش رکھنے کے لئے ناچ رہی ہے۔ ورنہ اس وقت ناچنے کے قابل نہیں ہے۔ چنانچہ میں اُسے لئے ہوئے ناچنے والوں کی بھیڑ سے نکل آیا۔

''پرنس فریڈرک......!'' عقب سے ایک نسوانی آواز اُبھری اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اچھی خاصی دلکش لڑکی تھی۔ لیکن میری شناسا نہیں تھی۔

''ہیلو......!'' میں نے کہا۔

''آپ تھک گئے یا آپ کی ہم رقص؟'' اُس نے پوچھا۔

''دونوں......!'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن میں نے صرف اس لئے کسی کو پارٹنر نہیں بنایا کہ میں آپ کی منتظر تھی۔''

''میں شرمندہ ہوں۔ لیکن میری منگیتر بہت تھک گئی ہے۔ اور میں اس کی دلجوئی کروں

گا۔'' میں نے کہا اور لڑکی نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑے، شانے ہلائے اور آگے بڑھ گئی۔

تھوڑی دیر تک میں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ ''اگر تم اُلجھن محسوس کر رہی ہو تو یہاں سے چلیں......؟''

''ممکن ہے......؟''

''کیوں نہیں...... میں اپنے دوست سے اجازت طلب کر لیتا ہوں۔''

''آہ...... میری وجہ سے......!''

''بس بس۔ اِن کلمات سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہو گی۔'' میں نے اُس کی بات درمیان سے کاٹ دی اور وہ متشکرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ ''چند منٹ یہاں بیٹھو۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔'' میں نے کہا اور اُٹھ کر وکٹر روز کی طرف بڑھ گیا۔

''وکٹر ڈیئر......! اَب مجھے اجازت دو۔''

''اوہ...... ابھی؟ اتنی جلدی میرے دوست......؟''

''ہاں...... میری ساتھی تھکن محسوس کر رہی ہے۔''

''تھکن محسوس کرنے والی لڑکی ہو تو روکنا مناسب نہیں۔ تمہاری آمد کا شکریہ۔'' وکٹر نے کہا اور میں نے شپیر کو تلاش کیا۔ وہ بڑی خوبصورت لڑکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر رُک گیا۔

''سوری شپیر! میں تمہیں جانے کی اطلاع دے رہا تھا۔ تم اگر رُکنا چاہو تو شوق سے۔ واپس پہنچ جانا۔ میں انتظار کروں گا۔''

''نہیں پرنس......! ایسی جلدی کیا ہے؟'' شپیر نے تعجب سے پوچھا۔

''اُدھر دیکھو...... جلدی! وہ بیٹھی ہوئی ہے۔'' میں نے ویرا کی طرف اِشارہ کیا۔

''آہ...... تو یہ بات ہے۔ نیک خواہشات کے ساتھ۔'' شپیر نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں واپس لڑکی کی طرف چل پڑا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میرے نزدیک پہنچنے پر اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''چلو......! میں نے کہا اور وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مین اُسے لے کر اپنی کار کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے کار کا دروازہ کھول کر اُسے بیٹھنے کے لئے کہا۔

''سنو......!'' اُس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے......؟''

''اگر تم برا نہ مانو اور اجازت دو تو میں پچھلی سیٹوں کے درمیان چھپ جاؤں۔ یہاں سے دُور نکل جانے کے بعد......''

''ویرا...... براہِ کرم! بیٹھ جاؤ۔'' میں نے کہا اور وہ جلدی سے میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ مجھے راز داں بنا کر وہ اس سہارے کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن میں اَب اُس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر چکا تھا۔ اس لئے چوکنا تھا۔ پھر جب کار وکٹر کی کوٹھی سے نکلی تو میں نے دُور سے اس سیاہ وین کو دیکھ لیا جس پر ''آلڈرے سنز'' لکھا ہوا تھا۔ لڑکی کے حلق سے دہشت بھری آواز نکلی۔

''فریڈ......! وہ موجود ہیں۔''

''اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا۔ میں نے اُس کے چیمبر چیک کر کے اُسے گود میں رکھ لیا اور کار کی رفتار تیز کر دی۔ وین سے ویرا کو دیکھ لیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ کار کی رفتار بہت تیز تھی اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وین بالکل نئی اور دوڑنے کے قابل ہے۔ چنانچہ اَب اُن لوگوں سے نمٹنا ہی تھا۔ میں نے کار کی رفتار اور بڑھا دی اور جان بوجھ کر ایک سنسان سڑک کا انتخاب کیا۔ وین بھی برق رفتاری سے آرہی تھی اور فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ تب میں نے ایک فیصلہ کیا۔ اس وقت حملہ آوروں کو روکنا ضروری تھا کہ سکون سے اُن کے مقابلے کی تیاریاں کی جا سکیں۔ چنانچہ میں نے ویرا کو مخاطب کیا۔ ''ویرا......! کیا تم ڈرائیونگ کرسکتی ہو؟''

''ہاں......! لیکن اس وقت میرے حواس قابو میں نہیں ہیں۔ میں سٹیئرنگ نہیں سنبھال سکوں گی۔''

''اوہ...... تب ایک کام کرو۔ یہ لو...... پستول کے دستے سے عقبی شیشہ توڑ دو۔'' میں نے پستول اُسے دیتے ہوئے کہا۔

''مسٹر فریڈ......!'' وہ سرسراتے لہجے میں بولی۔

''پلیز ویرا...... میری مدد کرو۔'' میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا اور اُس نے پستول میرے ہاتھ سے لے لیا اور پھر اُس نے کار کے عقبی شیشے پر زوردار ضربیں لگائیں اور شیشہ ٹوٹ گیا۔ ''شکریہ ویرا!'' میں نے کہا اور پستول واپس لے لیا۔ پھر میں نے اطراف کا جائزہ لیا اور بائیں ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے عقب نما آئینے کا رخ بدلا اور وین کو نشانے پر لے لیا۔ پھر میں نے پستول والا ہاتھ کندھے پر رکھا اور گردن تھوڑی سی ٹیڑھی کرلی۔ اسٹیئرنگ پوری طرح کنٹرول میں کر کے میں نے ویرا سے کہا۔ ''ہلنے جلنے کی کوشش مت کرنا ویرا...... سیدھی بیٹھی رہو۔'' ویرا پتھر کے بُت کی مانند ساکت ہوگئی۔ تب میں نے لگاتار تین فائر کئے اور کار کی رفتار ایک دم بڑھا دی۔

پستول کا نشانہ وین کا ڈرائیور تھا اور بہر صورت نشانے پر اعتماد کی وجہ سے ہی میں نے کار کے شیشے کا نقصان کیا تھا۔ وین لہرائی اور اُلٹ گئی اس طرح کہ اُس کا نچلا حصہ اُوپر تھا۔ ویرا نے پلٹ کر دیکھا اور اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس چیخ میں خوشی شامل تھی۔

''حیرت انگیز...... خدا کی قسم حیرت انگیز......'' وہ کپکپاتی آواز میں بولی اور میں نے پستول پچھلی سیٹ پر اُچھال دیا۔ اس کے بعد میں ایک لمبا چکر لے کر نیو سائنی کی طرف چل پڑا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں ویرا کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

''ویرا......! تمہارے بارے میں میرے ذہن میں تجسّس پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ کیا تم مجھے مطمئن نہ کرو گی؟''

''تم میرے محسن ہو مسٹر فریڈ......! میری کہانی جدوجہد کی کہانی ہے۔ لیکن اس کہانی میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ایسی کہانیاں اکثر سننے میں آتی ہیں۔ بہرحال! مختصراً یوں سنو کہ میں ایک دولت مند شخص کی بیٹی ہوں میرے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ میرے ڈیڈی سرطان کے مرض میں گرفتار ہو گئے اور یہی مرض اُن کی موت کا باعث بن گیا۔ ورنہ اُن کی صحت اتنی خراب نہیں تھی۔ بہرحال! جائیداد اور کاروبار سب سے بڑے بھائی نے سنبھال لیا اور کسی حد تک ڈیڈی کی کمی پوری کر دی۔ لیکن پھر ہمارے خاندان میں ایک عورت شامل ہوئی۔ اُس نے اپنا نام ہینڈی فلپ بتایا تھا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ بھی مسٹر شارپ میگوئن کی بیوی ہے اور ایک باقاعدہ حیثیت رکھتی ہے۔ مسٹر شارپ اُسے ہر ماہ ایک باقاعدہ رقم بھیجتے تھے جس سے وہ اور مسٹر شارپ کا بیٹا شارٹی، پُرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن اَب اُسے یہ رقم ملنا بند ہو گئی تو وہ مجبوراً یہاں آئی ہے۔ اُس نے بتایا کہ اُسے مسٹر شارپ کی موت کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔

میرے بڑے بھائی نے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ مسٹر شارپ کی کوئی اور بیوی بھی تھی۔ لیکن اس کے نتیجے میں اُس عورت نے جو کاغذات پیش کئے اُنہوں نے ہمیں یقین دِلا دیا کہ وہ بہرحال! مسٹر شارپ یعنی میرے والد کی دوسری بیوی ہے۔ عورت نے وہ

کاغذات بھی دکھائے جن کے تحت اُسے ڈیڈی کی بھیجی ہوئی رقم ملتی تھی۔ بہرحال! اِنز
ہونے کے بعد میرے بھائی نے اُسے اپنے خاندان میں قبول کرلیا۔ ہم نے اُس سے کہا
وہ اپنے بیٹے شارٹی کو بھی یہاں بلالے۔ لیکن اُس نے جواب دیا کہ شارٹی دوسرے ملک
میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ میرے بھائی نے اُس کی بھرپور کفالت کی، لیکن...... عورت
آنے کے تین ماہ بعد ہمارے خاندان کے سربراہ، میرے بڑے بھائی کار کے ایک حادثے
میں ہلاک ہو گئے۔ ہمارے خاندان پر غم کا ایک اور پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ابھی ڈیڈی کی کمی
پوری نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال! دوسرے بھائی نے بہ ہزار دقت خاندان کا نظام سنبھالا۔
میں مختصر گفتگو کروں کہ ہمارے خاندان پر نحوستیں آ گئی تھیں۔ میری ایک بہن اور بھائی کو
ہنگامے میں گولی ماردی گئی اور اِس طرح ہم دو بہن بھائی باقی رہ گئے۔ میرا چھوٹا بھائی کہتا
تھا کہ تین بہن بھائیوں کی موت میں کوئی خفیہ ہاتھ کام کر رہا ہے۔ یہ حادثے اتفاقیہ نہیں
ہیں۔ لیکن اہلِ خاندان نے اُس کے اشارے کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ ہینڈی فلپ بڑی نیک
اور معصوم سی عورت نظر آتی تھی۔ وہ لوگوں سے اتنی محبت سے پیش آتی تھی کہ وہ اُسے فرشتہ
سمجھنے لگتے تھے۔

چنانچہ میرا بھائی ناراض ہوکر خاموشی سے گھر سے نکل گیا۔ اور اَب صرف میں وہاں رہ گئی
تھی۔ میں ان واقعات سے بے حد خوف زدہ ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی تو مجھے گورین کی بات
محسوس ہونے لگتی تھی۔ گو میں بھی ہینڈی فلپ کی دلدادہ تھی۔ اور پھر تصدیق بھی ہو گئی۔ مجرموں
کے ہاتھ اَب میری گردن کو گرفت میں لینے کے لئے بے چین تھے۔ چنانچہ مجھے اغواء کرنے
کی کوشش کی گئی جسے میرے کالج کے ساتھیوں نے ناکام بنا دیا۔ دو نوجوان، مجرموں کی
گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ دوسری بار میری خوابگاہ میں ایک زہریلا سانپ داخل ہو گیا۔
قریب تھا کہ میں اُس کا شکار ہو جاتی۔ لیکن اتفاقیہ طور پر سانپ ایک گلدان کے اچانک
جانے سے کچل گیا۔

مجھے یقین ہو گیا کہ میں اب بہت جلد موت کا شکار ہو جاؤں گی۔ چنانچہ میں نے
گورین کے فارمولے پر عمل کیا۔ میں خاموشی سے وہاں سے نکل بھاگی اور میرے پیچھے
میرے دشمن لگ گئے۔ پورے تین ماہ میں رُوپوش رہی۔ بینکوں میں میرے اکاؤنٹ تھے
میں ابھی اسی سے کام چلا رہی تھی جو میں لے کر آئی تھی۔ لیکن بہرحال! اپنی چیک بکیں
ساتھ لے آئی تھی۔ پھر جب میرے پاس رقم خرچ ہو گئی تو ایک دن میں بینک سے

چیک کیش کرانے گئی۔ اور جب میں وہاں سے نکلی تو میرے اُوپر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی
گئی۔ بس...... میں کیا بتاؤں کس طرح بچ گئی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ مجرموں نے بینکوں کی
نگرانی کی تھی اور منتظر تھے کہ کب میں رقم نکلوانے آؤں اور وہ میرا حساب کتاب کر دیں۔ جو
کچھ مل گیا تھا، اُسے ہی غنیمت جان کر میں نے خاموشی سے اپنا وطن چھوڑ دیا اور سفر کرتی
رہی۔ مجھے اپنے بھائی گورین کی تلاش تھی۔ کاش! وہ مجھے مل جاتا۔ نہ جانے کہاں کہاں میں
ماری ماری پھرتی رہی۔ پھر میں نے ایک ملک پہنچ کر وہاں سے اخبارات میں اپنے بھائی کو
تلاش کرنے کے لئے اشتہار دیا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اِس اشتہار کو میرے دشمن بھی دیکھیں گے
اس لئے میں نے اسی ہوٹل کے دوسرے کمرے کا نمبر دیا تھا جو میرا نہیں تھا، لیکن میرے
کمرے کے عین سامنے تھا۔ میں وہاں سے ماحول پر نگاہ رکھتی تھی۔ دس دن کے صبر آزما
انتظار کے بعد بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ہاں...... گیارہویں رات کو اُس کمرے پر حملہ ہوا،
جس کا میں نے نمبر دیا تھا اور ریما نامی ایک عورت ماری گئی۔ یہ بے چاری میرے دھوکے
میں قتل ہو گئی تھی۔ جو کچھ ہوا، میری توقع کے مطابق ہوا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرے دشمن
سائے کی مانند میرے پیچھے ہیں۔ آہ......! میں بے حد خوف زدہ تھی۔ گورین سے مایوس ہوکر
میں نے وہ جگہ بھی چھوڑ دی اور پھر ایک طویل عرصے تک ماری ماری پھرتی رہی۔ پھر لندن
میں تھی کہ یہاں کے ایک اخبار میں ایک اشتہار پڑھا جو میرے بھائی گورین کی طرف سے
تھا۔ اُس میں لکھا تھا......

"ویرا......! جہاں کہیں بھی ہو، پیرس پہنچ جاؤ۔ میں تمہیں تلاش کرلوں گا...... گورین"

میں پیرس آ گئی۔ لیکن پیرس ایئرپورٹ سے ہی میرا تعاقب شروع ہو گیا اور وہاں بھی
زندگی میرے لئے دوبھر ہو گئی۔" اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

میں نے اُس مظلوم لڑکی سے ہمدردی کا اظہار کیا اور اُسے خاموش کرانے لگا۔ "میں نے
تم سے کہہ دیا ہے، بے فکر ہو جاؤ۔ اب وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ہاں...... گورین کے
بارے میں، میں اُلجھن میں ہوں۔ وہ کہاں ہے؟"

"اُس نے پیرس کے لئے لکھا تھا۔"

"اوہ...... بھولی لڑکی! گورین کی طرف سے یہ اشتہار تمہارے دشمن بھی دے سکتے ہیں
تاکہ تم اُن کے ہتھے چڑھ جاؤ۔ لیکن بہرحال! بے فکر رہو۔ میں تمہارے لئے گورین کو بھی
تلاش کروں گا۔"

”میں تازندگی تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔ تم خود غور کرو! میری زندگی کیا چیز ہے۔ کسی وقت بھی......“ اُس نے سسکی لی۔

”نہیں...... یہ ممکن نہ ہوگا۔ اَب تمہیں بے فکر ہو جانا چاہئے۔“ میں نے کہا اور آنسو پونچھ لئے۔ میں ان حالات پر غور کر رہا تھا۔ زندگی کا کوئی اہم مقصد تو تھا نہیں ہی وقت تھا۔ اس لئے کیوں نہ...... کیوں نہ جو کچھ سامنے آئے، اُس پر عمل جاری رہے اُن لوگوں کے بارے میں سوچنے لگا جو لڑکی اور اُس کے بھائی گورین کے خیالات سے تھی۔ ممکن ہے ہینڈی فلپ، مسٹر شارپ کی بیوی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ شارٹی شارپ کا ہی بیٹا ہو۔ لیکن ہینڈی نہیں چاہتی تھی کہ مسٹر شارپ کی دولت میں کسی اور حصہ ہو۔ وہ پہلے ایک ایک کر کے سب کو ٹھکانے لگا دینا چاہتی تھی۔ شارٹی اس دوران حاصل کرتا رہے گا۔ پھر جب وہ اپنے باپ کے گھر پہنچے گا تو اُسے میدان صاف ملے آسان اور سادہ سی ترکیب ہے۔“ میں نے گہری سانس لی۔ چنانچہ ویرا روین شارپ میری مہمان بن گئی۔

میں کوئی فرشتہ سیرت انسان نہیں تھا۔ نہ ہی غریبوں اور مظلوموں کا سچا ہمدرد ٹائپ چیز۔ لڑکی خوب صورت تھی، بھرپور تھی۔ مجھے پسند آئی تھی اس لئے میں نے اُس کی طرف دی تھی۔ اگر وہ کوئی بدشکل لڑکی ہوتی، میرے معیار پر پوری نہ اُترتی تو خواہ اس زیادہ مظلوم ہوتی، قابل رحم ہوتی، تب بھی شاید میں اس طرف توجہ نہ دیتا۔ ایک فطری ہے۔ چنانچہ میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ اگر وہ شیشے میں اُتر جائے تو یہ ایک فطری ہے، میں اُس کی مدد کروں اور وہ میری......

لیکن طوفانی جذبوں کا میں بھی قائل نہیں تھا۔ پسند کی لڑکی تھی۔ پہلے اُس کے لئے جائے پھر اُس کی توجہ حاصل کی جائے۔ یہی بہتر تھا کہ اس وقت اُس کے ساتھ اچھے سلوک کروں اور یہ سلوک میں نے جاری رکھا۔ اس وقت میں نے اُسے آرام کے دیا۔ شیپر رات کے کسی حصے میں واپس پہنچ گیا تھا۔ لیکن دوسرے دن صبح کو ہی اُس ملاقات ہوئی۔ ”انوکھی بات ہے مسٹر فریڈ......!“ اُس نے کہا۔

”میں نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ ”کیا مطلب......؟“

”اُس خوب صورت لڑکی کو تو میں نے پہچان لیا اور حیران بھی ہوں کہ ڈاکٹر روز مہمان تمہارے ساتھ رات بسر کرنے چلی آئی۔ کسی لڑکی کو اس قدر جلد مسخر کر لینا چر

ہے۔ لیکن اُسے دوسرے کمرے میں سوتے دیکھ کر تعجب بھی ہوا ہے۔“

”کیا وہ ابھی تک سو رہی ہے......؟“

”اس وقت کی بات نہیں کرتا۔ اَب سے ایک گھنٹے قبل سو رہی تھی۔“

”شیپر! وہ میری محبوبہ نہیں ہے۔“

”ارے......! تو پھر کون ہے؟“ شیپر نے تعجب سے پوچھا اور میں نے اُسے لڑکی کی مختصر کہانی سنا دی۔ شیپر گردن ہلا رہا تھا۔

”ہاں...... یہ تو ہے۔ مظلوم لڑکی۔ لیکن پھر تم اُسے یہاں کیوں لے آئے مسٹر فریڈ؟ ظاہر ہے ہم مظلوم لڑکیوں کا فارم کھولنے کا کوئی اِرادہ نہیں رکھتے۔“

”ٹھیک ہے شیپر! لیکن اُس کی مدد کر کے اُسے شیشے میں تو اُتار سکتے ہیں۔“

”تب مناسب ہے۔“ شیپر گہری سانس لے کر بولا۔ پھر لڑکی کو ناشتے کے لئے طلب کر لیا گیا۔ اَب اُس کی آنکھوں میں گہری طمانیت کے آثار تھے۔ ظاہر ہے وہ ایک پُرسکون رات گزار چکی تھی اور کسی نوجوان لڑکی کے لئے کسی اجنبی نوجوان کے تنہا مکان میں رات گزار لینا ہی سب سے اہم مسئلہ ہوتا ہے۔

اُس نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔ شیپر اس دوران کئی بار اُس کا جائزہ لے چکا تھا۔ پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”کیا آپ مجھے اجازت دیں گے مسٹر فریڈ؟ مجھے کچھ کام ہے۔“

”ٹھیک ہے شیپر......!“ میں نے جواب دیا۔ اُس کے گھورنے سے لڑکی کے پریشان ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لئے میں نے اُسے فوراً اجازت دے دی۔

شیپر کے جانے کے بعد اُس نے پوچھا۔ ”یہ کون تھا؟“

”میرا ساتھی...... مقامی ہے، دلچسپ اور بے ضرر۔“ میں نے جواب دیا

لڑکی نے گردن جھکا لی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ ”میرے لئے آپ نے کیا سوچا مسٹر فریڈ؟“

”تمہیں گورین کی تلاش ہے......؟“

”ہاں......!“ اُس نے میری جانب دیکھا۔

”میں اُس کی تلاش میں تمہاری مدد کروں گا۔“

”لیکن کس طرح......؟“

”یہ تم دیکھتی جاؤ۔ میں بڑے دھڑلے سے اخبارات میں اشتہارات دُوں گا اور اُن

لوگوں کو چکرا کر رکھ دُوں گا۔ میں کئی ممالک کے اخبارات میں اشتہار دُوں گا۔ ہم اُ
لئے خصوصی تیاریاں کریں گے۔ تم یہ سارے معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔''

''آہ...... میں تمہارے اِن احسانات کا بدلہ کس طرح دُوں گی......؟''

''خوب صورت لڑکیوں پر ساری دنیا احسانات کرنے کی خواہش مند ہوتی ہے اور ا
صلہ صرف لڑکی کا التفات ہوتا ہے۔'' میں نے کہا اور لڑکی کے چہرے کا جائزہ لیا۔ ایک
کے لئے اُس کے انداز میں اُلجھن نظر آئی اور میں نے دوسرا سوال کیا۔ ''لیکن ہر شخص
لئے یہ سوچ لینا مناسب نہیں ہوتا۔ تمہارے ذہن میں اگر ایسا کوئی خیال ہے تو اُسے
دینا۔ میں ایک مخلص دوست کی حیثیت سے تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں اور اپنے خلو
قیمت نہیں چاہتا۔''

لڑکی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ
گئی۔ اگر میں زندگی کی جدوجہد میں کامیاب ہوگئی تو ساری زندگی تمہیں فراموش نہیں کر
گی۔''

مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے احمق لڑکی! کہ تم مجھے یاد رکھو...... میں نے دل ہی
میں کہا اور پھر ہم ناشتے کے کمرے سے نکل آئے۔ دن میں، میں اُسے جھیل کے کنارے
گیا۔ یہاں بیٹھ کر اُس سے اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں۔ لڑکی میرے ساتھ جھیل نما سو
پول میں نہانے کے لئے تیار نہیں ہوئی تھی۔ بہت سے معاملات میں وہ محتاط نظر آئی
یوں لگتا تھا جیسے اُس نے مکمل طور سے میرے اُوپر بھی اعتبار نہ کیا ہو۔ بہر صورت! اُس کی
محتاط کیفیت ایک حقیقت تھی جسے جھٹلانا نہیں چاہئے تھا۔ اُس نے جو کہانی سنائی تھی، اگر
میں جھوٹ یا فریب نہیں تھا تو بے شک اُسے ایک محتاط لڑکی ہونا ہی چاہئے تھا۔

لیکن اَب صورت حال یہ تھی کہ جس انداز میں وہ مجھ سے ہٹی ہٹی نظر آ رہی تھی، اُس
نظر رکھتے ہوئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں بھی اُس کی طرف سے ذہن کو ہٹا لیتا۔ یہ اُ
اپنا مسئلہ تھا وہ خود جانتی، خود سمجھتی۔ لیکن نجانے کیوں دل کے کسی گوشے میں یہ خواہش
اُس کی مدد کر ہی دی جائے۔ باقی معاملات تو چلتے ہی رہتے ہیں۔

☆......☆......☆

شام ہوگئی تھی۔ شیپر نہیں آیا تھا۔ نجانے وہ کس سلسلے میں اور کہاں رُک گیا تھا۔
بہر صورت! مجھے اُس سے کوئی خاص کام تو تھا نہیں۔ میں لڑکی کے ساتھ واپس بنگلے میں آ
گیا۔ اُس وقت لڑکی کافی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ ''بڑی خوبصورت جگہ ہے۔ اس سے پہلے اس
علاقے کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ یوں بھی پیرس آ کر میں نے کافی تفریحات کی ہیں۔ اس
سے پہلے بھی میں پیرس آ چکی ہوں، لیکن اُس وقت کافی چھوٹی تھی۔ یہ علاقہ بے پناہ خوش نما
ہے۔ میرا خیال ہے پیرس کے نواح میں اس سے خوب صورت علاقہ نہیں ہوگا۔''

''ہاں...... یہ درست ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور تمہارا بنگلہ بھی بے حد خوبصورت ہے۔'' اُس نے کہا۔

''میرا بنگلہ......؟'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں...... کیوں تمہارا نہیں ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''نہیں...... یہ بنگلے یہاں کرائے پر ملتے ہیں۔ میں خود بھی ایک سیاح ہوں۔'' میں نے
کہا۔

''اوہ...... تو تم پیرس کے باشندے نہیں ہو۔''

''نہیں......''

''مجھے بھی یہی احساس ہو رہا تھا۔''

''کیسا احساس؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''یہی کہ تمہارے اندر ایک ایسی کیفیت ہے جو پیرس کے باشندوں میں نہیں ہوتی۔''

''مثلاً......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میں...... میں صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ بس! یہ سمجھا جائے کہ...... کہ تمہارا یہ چہرہ
پُرکشش ہے۔ جبکہ فرانس کے لوگ کسی قدر رُوکھے چہرے کے مالک ہوتے ہیں۔''

''اوہ......!'' میں نے آہستہ سے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ دراصل اُس کا یہ

اعتراف مجھے پسند آیا تھا۔ لیکن اتنی دلکشی بھی نہیں رکھتا تھا کہ میں اس پر جھومنے لگتا۔

رات ہوگئی اور شیپر بھی واپس آ گیا۔ اُس نے ہم دونوں کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھ
اُس نے پوچھا۔ ''میری غیر حاضری کسی طور تکلیف دہ تو ثابت نہیں ہوئی مسٹر فریڈرک؟''

''نہیں شیپر! کوئی خاص کام نہیں تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں اتنی دیر نہیں رُکنا چاہتا تھا مسٹر فریڈرک! لیکن کچھ ایسے لوگ مل گئے جو میری ذا
سے وابستہ تھے۔ اور تم جانو! اگر کوئی شخص تمہارے اُوپر قناعت کرے تو تمہیں اُس کی مدد
ہی ہوتی ہے۔ سو میں بھی ایسے ہی لوگوں میں پھنس گیا تھا۔ لیکن شکر ہے، جو کچھ وہ مجھ
چاہتے تھے میں اُسے انجام دینے میں کامیاب ہوگیا۔''

''گڈ...... کھانے کی تیاری کرو شیپر!'' میں نے کہا اور شیپر کھانے کی تیاری کرنے
لئے چلا گیا۔ رات کے کھانے کے بعد حسب معمول اُس نے مجھ سے اجازت لی اور ا
کمرے کی طرف بڑھ گئی جو میں نے پچھلی رات اُسے دیا تھا۔ گویا وہ اپنی حفاظت کا
بندوبست کرنا چاہتی تھی۔ میں نے بھی اعتراض نہیں کیا۔

اُس کے جانے کے بعد شیپر کافی دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا۔ اُس نے بڑے عج
سے انداز میں مجھ سے پوچھا تھا۔ ''مسٹر فریڈرک...... ! یہ لڑکی کچھ عجیب سی نظر آتی ہے۔ یو
لگتا ہے، جیسے وہ تم سے بہت زیادہ متاثر نہ ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میں نے غور نہیں کیا شیپر! ویسے متاثر تو ہونا چاہئے۔ اور اگر ابھی تک نہیں ہوئی تو
جائے گی۔''

''اوہو...... گویا اس بار طویل پروگرام ہے۔'' شیپر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... ! میں نے جو کچھ تمہیں اُس کے بارے میں بتایا ہے، اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ
تو کرنا ہی ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن میرا خیال ہے مسٹر فریڈرک! کہ کسی بھی لڑکی کے لئے بہت زیا
وقت ضائع کرنا غیر مناسب ہوتا ہے۔ باقی تم جانو......''

میں نے شیپر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کافی دیر تک وہ میرے پاس بیٹھا رہا
پھر اُٹھ کر چلا گیا۔

میں بھی اپنی خواب گاہ میں آ گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ بلاشبہ میں نے اُس لڑکی کو خود
مسلط کر کے غلطی ہی کی ہے۔ ظاہر ہے جو ایک کمرے میں رات نہ گزار سکے، اُس کے

اتنی دردسری مول لینے کا کیا فائدہ؟ یہ جذبات یونہی میرے ذہن میں اُبھر آئے تھے۔ حالانکہ
جو کچھ میں نے سوچا تھا اس کے تحت یہ ساری باتیں میرے ذہن میں نہ آنی چاہئیں تھیں۔

اُس وقت تقریباً رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے کہ میں نے باہر قدموں کی چاپ
سنی اور محسوس کیا کہ یہ چاپ ایک سے زیادہ آدمیوں کی ہے۔ دوسرے لمحے میرے ذہن میں
کچھ خدشات جاگ اُٹھے اور میں تیری سے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ پستول میرے پاس موجود
تھا۔ میں نے اُسے ہاتھ میں لے لیا اور آہستہ سے بتی جلائے بغیر کمرے کے دروازے تک
پہنچ گیا۔

باہر چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ چند سائے میرے کمرے کی جانب بڑھ
رہے ہیں۔ اور یہ تو طے شدہ امر تھا کہ وہ لوگ اچھے ارادے اور اچھی نیت سے نہ آئے ہوں
گے۔ اور نہ ہی کسی خیر سگالی مشن پر یہاں آئے ہوں گے۔ کوئی نہ کوئی مسئلہ ضرور ہے......

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اُن لوگوں سے کس طرح پیش آؤں؟ اگر میں
چاہتا تو یہاں سے اندھا دُھند فائرنگ کر کے اُنہیں ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا
کہ وہ یہاں کس سلسلے میں آئے ہیں اور یہاں تک کس طرح پہنچے ہیں؟ ذہن کے ایک گوشے
میں یہ سوال بھی تھا کہ ممکن ہے کہ وہ لڑکی کی تلاش میں یہاں تک آئے ہوں۔

چند ساعت کے بعد میرے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور میں نے فوراً
دروازہ کھول دیا۔ وہ لوگ مجھے دروازے کے قریب کھڑا دیکھ کر اُچھل پڑے اور کئی قدم دُور
ہٹ گئے۔ دوسرے لمحے پستول کے رُخ اُنہوں نے میری جانب کر دیئے۔ ''گویا تم پہلے
سے تیار تھے۔'' اُن میں سے ایک نے بھاری لہجے میں کہا۔

''ہاں...... میں نے تمہاری آہٹ کو محسوس کر لیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''لڑکی کہاں ہے......؟''

''لڑکی ہر جگہ ہوتی ہے۔ تم اپنے آنے کا مقصد بیان کرو۔''

''فضول باتیں مت کرو۔ میں اُس لڑکی کی بات کر رہا ہوں جسے تم وکٹر روز لینڈ کی کوٹھی
سے لائے تھے اور کیا تم وہی شخص نہیں ہو جس نے وین کے ڈرائیور کو ہلاک کر کے وین اُلٹ
دی تھی؟'' اُسی شخص نے جس نے پہلے بھی سوال کیا تھا، دوبارہ کہا۔

''ہاں، ہاں...... بالکل صحیح۔ میں وہی ہوں۔ تم نے بالکل ٹھیک پہچانا۔ لیکن میرے
دوست! تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟''

"کون سی بڑی بات تھی۔ تمہاری کار کا نمبر ہم نے نوٹ کر لیا تھا۔ جب ہم نے اُس
بارے میں معلومات کیں تو پتہ چلا کہ وہ کرائے پر دی جانے والی گاڑی ہے اور اُسے ا
شخص مسٹر فریڈرک نے حاصل کیا ہے۔ اور مسٹر فریڈرک نیو سائٹی کے بنگلہ نمبر تیس میں
ہیں۔"

"اوہ...... تو گویا یہ سارا کارنامہ گاڑی کا ہے۔ لیکن کیا تم لڑکی کو لے جانے کے لئے
آئے ہو؟"

"ہاں...... اور یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ تمہاری اُس سے کیسے جان پہچان ہے؟" اُ
شخص نے سوال کیا۔

"یہ ساری باتیں اسی وقت معلوم کر لو گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں...... ارادہ تو یہی لے کر آئے ہیں۔" اُس نے جواب دیا۔ اُس کے انداز
اظہار ہوتا تھا جیسے وہ پوری طرح مطمئن ہو۔"

"ٹھیک ہے...... معلوم کرو۔" میں نے کہا۔

"کیا تمہارا نام گورین ہے......؟" اُس نے پوچھا۔

"اس سے قبل ایک اور سوال مسٹر......! تمہارے پاس اسلحہ ہے یا نہیں؟" ایک دوسر
آدمی نے کہا۔

"اوہ، ہاں...... تلاشی لو۔" اُس شخص نے کہا اور دو آدمی میری طرف بڑھ آئے۔ ا
گدھوں کو یہ احساس نہیں رہا تھا کہ میں اُن کی وین تباہ کر چکا ہوں۔ وہ مطمئن نظر آتے تھے

"ہاتھ بلند کرو......!" اُن میں سے ایک نے کہا اور میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے
پستول میرے ہاتھ میں ہی تھا اور وہ میرے لباس کی تلاشی لے رہے تھے۔ پھر جب انہ
میرے لباس سے کچھ نہ ملا تو مجھے ہاتھ گرا دینے کے لئے کہا گیا اور میں نے اُن کے اس
کی بھی تعمیل کی۔ پستول بدستور میرے ہاتھ میں دبا تھا۔

"ہاں...... اَب جواب دو۔ تمہارا نام گورین ہے؟"

"نہیں...... مجھے آئین ٹاور کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"مارو......" اُس شخص نے خونخوار لہجے میں کہا اور ایک شخص گھونسا تان کر مجھ پر لپکا۔
نے اطمینان سے اُس کے حلق پر نال رکھ کر فائر کر دیا۔ گولی اُس کی گردن سے نکل
دوسرے آدمی کی پیشانی میں گھس گئی...... دو چیخیں بیک وقت گونجیں۔ وہ بوکھلا گئے تھے۔

اس کے بعد اگر اُنہیں موقع دیا جاتا تو اس سے زیادہ حماقت کی بات اور کیا ہوتی؟ چنانچہ میں
نے اُن پر گولیوں کی بارش کر دی۔ اور بھلا مجال تھی کہ اُن میں سے ایک بھی صحیح سالم رہ
جاتا۔ سب زخمی ہو گئے تھے۔ اُنہیں پستول استعمال کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ بہرحال!
جو بھاگ سکتے تھے، بری طرح بھاگے۔ پستول خالی ہو گیا تھا۔ میں نے اُسے دوبارہ لوڈ کر
لیا۔ لیکن اَب یہاں دو لاشوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

میں نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا۔ اس وقت باہر اُن کے تعاقب میں دوڑنا
حماقت تھی۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ یوں بھی یہاں دو لاشیں موجود تھیں اور مجھے اُن کا
بندوبست کرنا تھا۔

بہرحال! مجھے خوشی تھی کہ لاعلم ہونے کے باوجود میں نے کامیابی سے اُن کا مقابلہ کیا
تھا۔ مجھے اُمید نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی میرے بارے میں معلومات حاصل کر کے یہاں پہنچ
جائیں گے۔ لیکن مقابلہ چالاک لوگوں سے تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ یہ جلد ختم نہیں ہوگا۔ دیکھا
جائے گا...... میں نے گردن ہلائی۔

مجھے یقین تھا کہ لڑکی سخت خوفزدہ ہوگی۔ نہ جانے اُس کی کیا حالت ہو؟ اس کے علاوہ یہ
خیال بھی ذہن میں تھا کہ ممکن ہے، باہر اُن کے دوسرے ساتھی بھی موجود ہوں۔ سب سے
پہلے لڑکی کی خبر گیری ضروری تھی۔ چنانچہ میں دوڑ کر اُس کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔
لیکن دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں چونک پڑا۔ دروازہ کسی قیمت پر نہیں کھلا ہونا چاہئے تھا۔ میں
تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ لڑکی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔
ٹیبل لیمپ جل رہا تھا اور ایک کاغذ، لیمپ کے نیچے دبا نظر آ رہا تھا۔ نزدیک ہی پنسل پڑی
ہوئی تھی۔ میں نے لیمپ کے نزدیک پہنچ کر کاغذ نکال لیا۔ تحریر شکستہ تھی۔

"مسٹر فریڈ...... خدا کرے آپ ان لوگوں کے ہاتھوں محفوظ رہیں۔ دیکھا کمبخت یہاں بھی
آ پہنچے۔ اب یہ جگہ بھی میرے لئے غیر محفوظ ہو گئی ہے۔ آپ کی نوازش کا شکریہ۔ میں جا رہی
ہوں......" اور اس کے آگے ایک ٹیڑھی لکیر چلی گئی تھی۔ غالباً وہ تحریر ادھوری چھوڑ کر نکل
بھاگی تھی۔

مجھے اُس پر شدید غصہ آیا۔ جہنم میں جائے۔ نکل بھاگنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب میں
اُس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار تھا تو اُسے اعتبار کرنا چاہئے تھا۔ کمبخت کہاں گئی ہوگی؟
موت ہی لے گئی ہے اُسے۔ میں یہ سوچ کر بنگلے کی عمارت سے باہر نکل آیا۔ باہر پھیلی

چاندنی میں دُور کچھ جدوجہد نظر آ رہی تھی۔ لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک نسوانی چیخ اُبھری۔ ''بچاؤ.....'' اور اس کے ساتھ ہی آواز بھینچ دی گئی۔ لیکن میں نے اُ آواز کو پہچان لیا تھا۔ ویرا کے سوا کسی کی نہ تھی۔ گویا وہ اپنی حماقت کا شکار ہو گئی تھی۔

اَب کوئی کوشش بے کار تھی۔ وہ اُن کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ چند ہی لمحات میں کسی گاڑی انجن سٹارٹ ہوا اور میں نے دُور سے ویسی ہی ایک سیاہ وین کی جھلک دیکھی جیسی ایک د میں تباہ کر چکا تھا۔ گویا یہ کوشش بھی آندرے سنز کی تھی۔ ''آندرے سنز.....'' میرے منہ بھاری آواز نکلی۔ اس کے بارے میں معلوم کر لینا مشکل نہ ہو گا۔ میں نے لڑکی کو تحفظ ضمانت دی تھی اور اُن لوگوں کی اس اچانک اور غیر متوقع آمد کے باوجود، میں اُس کی حفاظ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن خود ویرا، نے حماقت کی۔ اَب میں کیا کر سکتا تھا؟

تب مجھے شپیر کا خیال آیا۔ شپیر نظر نہیں آیا تھا۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اس پورے ہنگامے اُسے خبر ہی نہ ہو۔ کہیں وہ کسی گولی کا شکار تو نہیں ہو گیا؟ میں تیزی سے اُس کے کمرے طرف لپکا۔ شپیر کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے اُسے پیٹ ڈالا۔ اور چن ساعت کے بعد اندر سے شپیر کی آواز سنائی دی۔ ''کون ہے.....؟''

اس آواز سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اس وقت سو نہیں رہا تھا بلکہ شاید اُس نے دروازہ بھی بعد میں بند کیا تھا۔ کیونکہ شپیر دروازہ بند کر کے سونے کا عادی نہیں تھا۔ مجھے ہنسی گئی۔ ''بڑے آدمی! دروازہ کھولو۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور شپیر نے دروازہ کھول دیا۔ اُس کے بدن کی لرزش نمایاں تھی۔ ''کیا تم گہری نیند سو رہے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں..... کیوں، کوئی خاص بات ہے؟'' شپیر نے متعجب ہونے کی کوشش کی تھی۔

''گویا اتنا ہنگامہ ہوا اور تمہیں خبر بھی نہیں ہے؟''

''ہنگامہ.....؟'' اُس نے تعجب سے پوچھا۔ ''مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں۔ بعض اوقات میں بہت گہری نیند سو جاتا ہوں۔'' شپیر نے خواہ مخواہ ہنستے ہوئے کہا۔

''برا ہوا ہے شپیر! ہم دشمنوں میں گھر گئے ہیں۔ باہر تقریباً چالیس آدمی موجود ہیں جو سٹین گنوں سے مسلح ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں زندگی بچانے کے لئے سخت جدوجہد کرنا پڑے گی۔ لو! یہ پستول سنبھالو۔ میرا خیال ہے تم پستول کے استعمال سے ناواقف نہ ہو گے۔''

''کیا.....؟'' شپیر کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی اور وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

''اوہ، شپیر..... ! بزدلی سے کام مت لو۔ ہم سخت خطرے میں ہیں۔'' میں نے پستول

اُسے تھماتے ہوئے کہا۔

''مم..... مگر میں اس کا کیا کروں گا؟ آہ..... ! میں نے تو کبھی.....'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''تب تم دروازہ بند کر لو اور مسہری کے نیچے رینگ جاؤ۔ ہری اَپ.....!'' میں نے باہر نکلتے ہوئے کہا اور شپیر کو میری یہ تجویز بہت پسند آئی۔ اُس نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا اور یقیناً وہ مسہری کے نیچے گھس گیا ہو گا۔ میرے پیٹ میں قہقہے مچل رہے تھے۔ بڑا آدمی، عظیم الشان سوجھ بوجھ کا حامل۔ اُس کی ذہانت نے اُسے بزدل بنا دیا تھا۔ لیکن بزدلی کی یہ سزا اُس کے لئے کافی تھی کہ وہ رات مسہری کے نیچے جاگ کر گزارے۔ اِن حالات میں نہ تو اُس کے لئے سونا ممکن تھا اور نہ مسہری کے نیچے سے نکل کر باہر آنا۔ مجھے ابھی دوسرے کام کرنے تھے۔ یہ غنیمت تھا کہ میں نے شپیر کا سہارا نہیں لیا تھا۔ ورنہ اُن لاشوں کو دیکھ کر تو وہ بالکل ہی بدحواس ہو جاتا۔ اَب اُن لاشوں کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے اُن کی تلاشی لی۔ اُن کے لباس سے کچھ سامان نکلا تھا۔ چند شناختی کارڈ بھی تھے جن پر اُن کے پتے درج تھے۔ کچھ رقم اور ایسی ہی چند چیزیں نکلی تھیں جو میرے لئے کارآمد نہیں تھیں۔ لاشوں کو ٹھکانے لگانا بھی ضروری تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اُنہیں کہاں پھینکنا درست ہو گا؟ بہرحال! یہاں بہت سے امکانات تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ کہاں ہنگامہ ہوا؟ چنانچہ میں نے اپنے لباس اور بدن سے ایک ایک چیز جدا کر دی، تاکہ وہ شناخت نہ بن جائے۔ اور پھر اُس کے بعد ایک ایک کر کے دونوں لاشیں اُس جنگلے سے دُور پھینک آیا۔ یوں بھی اَب یہ جگہ چھوڑ دینا بہتر تھا۔ کیونکہ اسے اُن لوگوں نے دیکھ لیا تھا۔

بنگلے میں جگہ جگہ خون بکھرا ہوا تھا۔ یہ خون بھاگنے والے زخمیوں کا تھا۔ بہرحال! میں نے روشنی کر دی اور سخت محنت کے بعد خون کا ایک ایک دھبہ صاف کر دیا۔ آخر میں باتھ رُوم میں جا کر میں نے اپنا لباس اُتارا اور اُسے جلا کر اُس کی راکھ واش بیسن میں بہا دی۔ نہا کر نیا لباس پہنا اور اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ بستر پر لیٹ کر میں نے اس سچویشن کے بارے میں سوچا۔ اُن لوگوں نے اتنی جلدی مجھ تک پہنچ کر اور ویرا کو لے جا کر مجھے چیلنج دیا تھا۔ گو ویرا اپنی حماقت سے پھنسی تھی۔ لیکن بہرحال! وہ اُسے لے گئے تھے، جس سے میں نے تحفظ کا وعدہ کیا تھا۔ اس لئے میں اُنہیں آسانی سے تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے کئی پروگرام بنائے، اُن کی باریکیوں پر غور کرنے لگا۔ بہرحال! سکیرٹ پیلس کی لاج رکھنا تھی۔

ویسے مجھے یقین تھا کہ اس وقت وہ پلٹنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ چنانچہ رات کے کسی حصے
میں، میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح کافی دیر سے آنکھ کھلی تھی۔ جاگا تو تھوڑی دیر تک رات کے واقعات یاد نہ
آئے۔ جب یاد آئے تو سب سے پہلے شیپر کا خیال آیا۔ احمق آدمی کا کیا حال تھا؟ میں باہر
نکل آیا اور شیپر کی خواب گاہ کی طرف چل پڑا۔ شیپر کی خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میرے
ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن شیپر اندر موجود نہیں تھا۔ وہ پورے مکان میں نہ تھا۔ تب
میری پیشانی پر تشویش کی شکنیں پھیل گئیں۔ وہ ضرورت سے زیادہ عقل مند شخص کہیں پولیس کو
اطلاع دینے نہ دوڑ گیا ہو۔ اور یہ خیال واقعی تشویش ناک تھا۔ اگر ایسی بات ہے تو بڑی
مشکل پیش آسکتی ہے۔

شیپر کے اِرادے اچھے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اگر وہ نیک نیتی سے گیا ہوتا تو مجھ سے
مشورہ کر کے جاتا۔ بتائے بغیر بھاگ جانے کا مقصد تھا کہ...... اور بہتر یہ تھا کہ اسی وقت یہ
بنگلہ چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر ضروری کارروائیاں شروع کر دیں۔ ہر ایک
جگہ سے نشانات صاف کر دیئے جہاں سے اُنہیں تلاش کیا جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ کار سے
بھی نشانات صاف کئے اور پھر اپنا مختصر ضروری سامان سمیٹا اور وہاں سے نکل آیا۔

ابھی تک پولیس کے پہنچنے کے آثار نہیں تھے۔ بہرحال! کافی دُور آنے کے بعد مجھے ٹیکسی
مل گئی اور میں چل پڑا۔ سامان میرے پاس اِتنا مختصر تھا کہ اُس کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ ٹیکسی
نے مجھے شہر کے ایک بارونق حصے میں اُتار دیا۔ اور پھر بازار کھل جانے کے بعد، میں نے جو
سب سے پہلی چیز خریدی وہ میک اَپ کا سامان تھا۔ یہ سامان لے کر میں نے ایک سیلون کا
رُخ کیا اور سیلون کے باتھ رُوم میں جا کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

یہاں نہ تو وقت کی پابندی تھی اور نہ ہی سیلون کے ملازمین آنے جانے والوں پر نگاہ
رکھتے تھے۔ چنانچہ کسی نے یہ غور نہ کیا کہ باتھ رُوم میں داخل ہونے والا ایک خوش رُو نوجوان
تھا اور جو شخص باہر نکلا ہے، اُس کے چہرے پر داڑھی ہے اور کھال کا رنگ ملا جلا ہے جیسے وہ
بہت زیادہ گرم علاقے میں وقت گزارتا رہا ہو۔

چھوٹی سی رقم ادا کر کے میں باہر نکل آیا۔ سوچنے کے لئے ایک پرسکون جگہ درکار ہوتی
ہے۔ چنانچہ میں نے بازار سے چند ریڈی میڈ لباس اور ایسی ہی دوسری چیزیں جو شریف
مسافروں کے پاس ہوتی ہیں، خریدیں اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ ڈرائیور کو میں

نے ایک ہوٹل کا نام بتایا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں ہوٹل کے ایک کمرے میں پہنچ
گیا۔ جوتے اُتار کر اطمینان سے آرام کرسی میں دراز ہو گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے
خود کو محفوظ کر لیا تھا۔ اور اَب اس بات کی فکر نہیں تھی کہ وہ لوگ مجھے آسانی سے پہچان لیں
گے۔ میرے بزدل دوست نے ذرا سے خطرے پر ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ رہ رہ کر مجھے شیپر پر
ہنسی آ رہی تھی۔ اُس کے بارے میں، میں نے سوچا کہ اگر وہ نظر آ گیا تو آسانی سے اُسے
نہیں چھوڑوں گا۔ تھوڑی سی تفریح ہی سہی۔ پھر اس طرف سے خیال ہٹا کر میں نے دوسرے
معاملات کے بارے میں سوچا۔

وہ لوگ ویرا کو لے گئے تھے۔ لیکن اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ اُنہوں نے
کون سی مصیبت گلے لگا لی ہے۔ میں اُن سے باقاعدہ اُلجھنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور اَب اس
کے لئے پروگرام ترتیب دینا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں بیٹھا ذہن میں فیصلے کرتا رہا۔ مجھے
کرنسی کی ضرورت تھی۔ جو کچھ پاس تھا، خرچ کر چکا تھا۔ اور اَب اس کے لئے پروگرام ترتیب
دینا تھا۔ میں نے مختلف چیزیں سوچیں۔

جواء...... جو بہت آسان تھا، لیکن زیادہ محنت...... اور پھر لوگوں کی نگاہوں میں آنے کی
بات بھی تھی۔ بہتر تھا کہ کوئی دوسری ترکیب سوچی جائے۔ اور یہ کام مجھ جیسے انسان کے لئے
مشکل نہ تھا۔ اس کے لئے میں نے کئی ترکیبیں سوچیں۔ نیو سائنی کے خوشنما بنگلے میں، میں
نے جو وقت عیش سے گزارا تھا، وہ میری زندگی میں ایک تجربے کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن میں
خود کو ہمیشہ خطرناک حالات کے لئے تیار رکھنا چاہتا تھا اور یہ کام میرے لئے زیادہ مشکل
نہیں تھا۔ چنانچہ آرام کے بعد اَب کام کا وقت آ گیا تھا۔

دوسرے دن میک اَپ بدل کر کمرے سے نکلا۔ اَب میری شکل ایک دراز قامت
انڈونیشی جیسی تھی۔ اس کے لئے جدید میک اَپ کا سہارا لیا گیا تھا۔ بس! ہوٹل کے کمرے
سے نکلتے وقت کوئی نہ دیکھے۔ باقی سب ٹھیک ہے۔ اور پھر پیرس کے بازار تو ہر شخص کی
ضرورت پوری کرنے کے اہل ہیں۔ یہاں چند خفیہ بازار بھی ہیں جو نام کے خفیہ ہیں ہر چیز
علی الاعلان بکتی ہے۔ ان میں ایسی اشیاء بھی شامل ہیں جن کی فروخت کسی طور پر جائز نہیں
لیکن ضرورت مندوں کی ضرورت کے لئے یہاں سب کچھ ہے۔ چنانچہ میں نے سمگل بازار
سے جو چیزیں خریدیں، وہ بے حد خطرناک تھیں۔ ملاحوں جیسی شکل و صورت کے ایک آدمی
نے مجھے میری مطلوبہ اشیاء فراہم کرنے سے قبل پوچھا۔

کوئی خطرناک جرم کرنا چاہتے ہو، کسی کو ہلاک کرنا ہے یا کسی بنک میں ڈاکہ ڈالنا ہے؟
''کافی تجربے کار معلوم ہوتے ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''ظاہر ہے، ان اشیاء کو فروخت کرنے والے کو اتنا تجربہ تو ہونا ہی چاہئے۔''
''ٹھیک ہے۔ لیکن اسے یہ بھی جاننا چاہئے کہ کوئی اسے اپنا راز کیوں بتائے گا؟''
''کیا اس بازار کے معاملے میں تمہاری معلومات محدود ہیں؟''
''کسی حد تک......!''
''غیر ملکی ہو نا؟ غالباً انڈونیشیا کے باشندے۔ بہر حال! تمہاری معلومات کے لئے اتنا بتا دُوں کہ یہاں کرائے پر ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو تمہارے اِشارے پر سلگتے ہوئے جہنم میں چھلانگ لگا دیں۔ کام کوئی بھی ہو، معاوضہ واجبی۔''
میں رُک کر اُسے دیکھنے لگا۔ ''پولیس سے کتنا معاوضہ لیتے ہو......؟''
''اوہ......'' اُس نے ایک قہقہہ لگایا۔ یہاں تمہیں پولیس کے دشمن ملیں گے۔ صرف دشمن۔ پورے علاقے میں گھوم لو۔ اگر ایک بھی پولیس کا دوست مل جائے تو یہ چھوٹا بم میرے قریب ہی مار دینا۔ اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں؟''
''تب......تب مجھے ایک آدمی کی ضرورت ہے۔''
''میں حاضر ہوں۔ میرا نام مارک ہے۔''
''خوب......'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ ''کل تمہیں کہاں سے حاصل کیا جائے مارک؟''
''میرا فون نمبر لے لو۔ جہاں بلاؤ گے، پہنچ جاؤں گا۔ لیکن معاوضہ اِسی وقت طے کرلو اور صبح کو ادائیگی کر دو۔ اگر شدید خطرہ ہوا تو بھاگ جاؤں گا۔ معمولی خطرے سے نمٹنے کے لئے جان کی بازی لگا دُوں گا۔'' مارک نے صاف گوئی سے کہا۔
میں نے اُسے معاوضے کی پیشکش کر دی۔
''رقم خاصی مناسب ہے۔ ادائیگی کام ہونے سے پہلے ہو جائے گی؟'' اُس نے پوچھا۔
''ہاں......!''
''طے......؟'' اُس نے ہاتھ پھیلا دیا اور میں نے اُس سے ہاتھ ملا لیا۔
''مارک......! میرا منافع دیکھ کر تمہارا مطالبہ تو نہیں بڑھے گا؟''
''ہرگز نہیں۔ ہم بات کے پکے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ شریف آدمی نہیں ہیں۔'' اُس

نے ظریفانہ انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ایک شریف آدمی ملا تھا یعنی شیپر۔ اور دوسرا بدمعاش۔ میں نے مارک کو کچھ ہدایات دیں اور معاوضے کی رقم کا ایک حصہ بھی اُسی وقت ادا کر دیا۔ مارک مستعد ہو گیا تھا۔ گو اس طرح سرِ راہ کسی سے ملاقات طے کر لینا ایک قسم کی حماقت تھی لیکن یہ حماقت مجھ جیسے کھلے دل کا انسان ہی کر سکتا تھا۔ ہوٹل میں واپس پہنچ کر میں لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا اپنے کمرے تک پہنچ گیا اور یہاں میں نے میک اَپ بدل لیا۔ اُس رات تقریباً دو بجے تک میں اپنے کاموں میں مصروف رہا۔ اور پھر تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے کے لئے لیٹ گیا۔ دوسرے دن آٹھ بجے جاگا۔ نو بجے تک ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو گیا۔ اور جب ویٹر وغیرہ کے آنے کا خطرہ نہ رہا تو میک اَپ بدل لیا اور خاموشی سے اپنے سامان کے ساتھ باہر نکل گیا۔ سامان کا تھیلا ہاتھ میں لئے میں آگے بڑھ گیا اور ٹیکسی لے کر چل پڑا۔
ٹیورن بنک کی خوب صورت برانچ سے تھوڑے فاصلے پر میں نے ٹیکسی رُکوائی اور نیچے اُتر گیا۔ اور پھر اندر داخل ہو کر میں بنک کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا۔ کافی بڑی عمارت میں بنک پھیلا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر کھڑے ہو کر میں نے ڈیپازٹ سلپ اُٹھائی۔ لیکن میری نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں نے کیش کے بارے میں اندازہ لگا لیا۔ تسلی بخش رقم موجود تھی۔ میں نے اُس کی جگہ کا بھی اندازہ کر لیا۔ اور پھر سلپ بھر کر میں وہاں سے ہٹ گیا۔ ایک فون کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے مارک کے دیئے ہوئے ٹیلی فون نمبر کو ڈائل کیا اور دوسری طرف سے فوراً جواب مل گیا۔
''تمہارا دوست بول رہا ہے مارک! کیا تم تیار ہو؟''
''اوہ، یقیناً......! میں صرف تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا'' مارک نے جواب دیا۔
''کار کا بندوبست ہو گیا؟''
''سب کچھ ہو گیا ہے ڈیئر......! تم صرف حکم کرو۔''
''تب ٹیورن بنک پہنچ جاؤ۔ ٹیورن بینک، رینک روڈ برانچ۔''
''اوکے......!'' مارک نے جواب دیا اور میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ پھر میں انتہائی پھرتی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے ساری ضروری کارروائی مکمل کر لی اور پھر باہر آ کر مارک کا انتظار کرنے لگا۔
مارک نیلے رنگ کی ایک لمبی کار میں آ پہنچا تھا۔ چست لباس میں ملبوس تھا اور فلیٹ میں

گلاس کی تین کلیاں اُڑسی ہوئی تھیں۔ اُس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور میں اُر قریب پہنچ گیا۔ ''ہیلو مارک!''

''ہیلو...... سب ٹھیک ہے۔ کیا بنک لوٹو گے؟'' اُس نے ایسے پوچھا جیسے روزم معمول ہو اور اُس کے نزدیک کوئی خاص بات نہ ہو۔

''ہاں مارک...... کیا تمہیں اعتراض ہے؟''

''بھلا کیوں......؟ تم کچھ بھی کرو، مارک کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ ہاں! جو معاملا طے ہوئے ہیں، اُن کو ذہن میں رکھنا۔''

''بالکل مارک! تو تم میرا انتظار کرو۔'' میں نے کہا اور دوبارہ عمارت میں داخل ہو گ پھر ایک کونے میں کھڑے ہو کر میں نے کھیل کا آغاز کر دیا۔ پہلا آٹو میٹک ڈائنا مائٹ، شی کی دیواروں والے کیبن کے پاس پھٹا تھا اور کیبن میں بیٹھے ہوئے منیجر اور دوسرے لوگوں کے پورے بدن شیشے کی کرچیوں سے چھلنی ہو گئے اور اس کے فوراً بعد دوسرے ڈائنا مائٹ پھٹے اور خوب صورت برانچ، کباڑ خانہ بن گئی۔ میں اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا تھا بنک میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور پھر دھوئیں کے دو چھوٹے بموں نے رہی سہی کسر پوری کر دی کان پھاڑ دینے والا شور گونج رہا تھا۔ لوگ اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے ابھی چند ساعت کے بعد پوری عمارت کے ڈھیر ہو جانے کا خدشہ ہو۔

میرے نپے تلے ہاتھوں نے کیش رول خالی کرنا شروع کر دیا۔ نوٹوں کی گڈیاں مَیں نے باریک پلاسٹک کے تھیلے میں اُوپر تک بھر لیں اور یہ کام نہایت برق رفتاری سے ہوا تھا۔ پھر میں بھی اپنا تھیلا لئے شور مچانے والوں میں شامل ہو گیا۔ میں اُن سے کم بدحواس نہیں نظر آ رہا تھا۔ باہر آ کر میں نے مارک کی گاڑی دیکھی۔ وہ گاڑی کو پیچھے لے گیا تھا۔ ہجوم سے نکلنا میرے لئے خاصا مشکل ثابت ہوا لیکن بہرحال! میں مارک تک پہنچ گیا۔ وہ دروازے کا ہینڈل کھولے تیار بیٹھا تھا۔ اور پھر اُس نے میرے اندر پہنچتے ہی گاڑی ریورس کر لی اور دُور تک اسی طرح چلا گیا۔ اس کے بعد اُس نے ایک گلی میں کار موڑ کر دوسری سڑک پر نکال لی۔

میں چاروں طرف سے چوکنا تھا۔ گاڑی میں بیٹھ کر میں نے سب سے پہلے یہ اندازہ لگایا تھا کہ اس کی سیٹوں کے درمیان میں اور کوئی تو نہیں ہے؟ کیونکہ مارک کی طرف سے مطمئن ہو جانا بھی حماقت تھی۔ وہ ایک جرائم پیشہ شخص تھا اور اُس سے کسی بھی دھوکے کی اُمید رکھی جا

لیکن اندر تو سب ٹھیک تھا۔ مارک خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اور پھر کافی دُور گئی تھی۔ پھر اُس نے کار روک دی۔

''میرا خیال ہے اس کی نمبر پلیٹ تبدیل کر دی جائے۔'' اُس نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''چوری کی کار ہے۔ میں نے اس کے نمبروں میں تبدیلی کر دی ہے۔ لیکن اَب اسے درست کر لینا چاہئے۔ کیونکہ ممکن ہے کسی کی نگاہ پڑ ہی گئی ہو اور وہ پولیس کو اس کے نمبر سے آگاہ کر دے۔'' اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ مارک نے یہ کام منٹوں میں کر لیا تھا اور پھر اُس نے کار دوبارہ آگے بڑھا دی۔

میں مارک کو راستوں کے بارے میں گائیڈ کرتا رہا اور پھر اپنے ہوٹل سے کافی فاصلے پر میں نے کار رُکوائی۔ اس دوران میں تھیلے میں سے نوٹ نکال چکا تھا۔

''تھینک یو مارک......! یہ تمہاری رقم۔'' میں نے نوٹوں کی گڈی اُس کی طرف بڑھا دی۔ مارک نے سر جھکا کر نوٹ قبول کر لئے۔ ''او کے سر! مارک کو یاد رکھیں۔ ویسے جس انداز میں آپ نے کام کیا ہے، وہ میرے لئے ایک نئے تجربے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مارک کا فون نمبر ذہن میں رکھیں۔ جو کام بھی ہو، مارک آپ کا مخلص اور بہترین ساتھی ثابت ہو گا۔''

''میں بہت جلد تمہیں دوبارہ تکلیف دُوں گا مارک!'' میں نے کہا اور تھیلا لے کر کار سے اُتر گیا۔ مارک نے کار آگے بڑھا دی تھی۔

حفظ ماتقدم کے طور پر میں کافی دیر تک مختلف سڑکوں اور گلیوں میں چکراتا رہا۔ اندازہ لگا رہا تھا کہ مارک کے ساتھی تو میرے تعاقب میں نہیں ہیں؟ لیکن مارک تو بڑا ہی سچا انسان تھا۔ ایسی کوئی بات نہ ہوئی اور بالآخر میں اپنے ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ اپنے کمرے تک پہنچنے میں کچھ تاخیر سے کام لینا پڑا تھا کیونکہ راہداری میں کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ موقع پاتے ہی میں کمرے میں داخل ہو گیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اس کے بعد سب سے پہلے تو میں نے اپنا میک اَپ تبدیل کیا، لباس بدلا اور اس کے بعد اطمینان نصیب ہوا تھا۔ پھر میں نے تھیلے سے نوٹ نکال کر ایک سوٹ کیس میں منتقل کئے اور سوٹ کیس کو لاک کر کے الماری میں رکھ دیا۔ تھیلے کو میں نے حسبِ معمول جلا کر بیسن میں بہا دیا اور بظاہر اَب سارے نقوش مٹ گئے تھے۔

پھر میں نے ویٹر کو بلا کر وہسکی طلب کی اور دو تین پیگ لینے کے بعد آرام کرنے لیٹ

گیا۔ لیٹے لیٹے ہی آئندہ اقدامات کے بارے میں سوچ لیا تھا۔ چونکہ اَب پیرس میں
طویل ہو گیا تھا اس لئے چند دوسری ضروریات کا معاملہ بھی تھا۔ لیکن بہر حال! باقی
دوسرے دن انجام دینے تھے۔ آج صرف آرام......

اور اس دن میں نے آرام کیا۔ رات کو البتہ ہوٹل کے ریکریشن ہال میں تھوڑی دیر
کیا۔ تین لڑکیوں کے ساتھ ناچا تھا۔ اُن میں سے دو ایسی تھیں جو میری دعوت پر رات
میرے ساتھ رُکنے پر آمادہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن یہ رات مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ وہسکی کی
اچھی مقدار معدے میں اُنڈیل کر میں سکون کی نیند سو گیا۔

دوسرا دن بھی پہلے دن سے کم مصروف نہیں تھا۔ صبح کو اخبار دیکھا۔ اُس میں ٹیورن بینک
کی برانچ میں ڈاکے کی تفصیل تھی۔ اس ڈاکے کو بدترین ڈاکہ قرار دیا گیا تھا کیونکہ اس میں
پانچ زندگیاں ضائع ہوئی تھیں۔ ڈاکوؤں کو خطرناک ذہنیت کا حامل قرار دیا گیا تھا جن کی
نگاہوں میں انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ میں مرنے والوں کے سوگ میں پانچ
منٹ خاموش رہا، پھر نوٹوں کا بریف کیس لے کر باہر نکل گیا اور پھر دوپہر تک میں نے لوٹی
ہوئی رقم تین بنکوں میں مختلف ناموں سے جمع کرا دی۔ اَب سکون ہی سکون تھا۔ چنانچہ میں
آوارہ گردی کرنے لگا۔

دوپہر کو ایک ریستوران میں لنچ کے لئے داخل ہو گیا۔ خوب صورت اور پرسکون
ریستوران کی ایک میز پر بیٹھ کر میں نے ماحول پر نگاہ ڈالی اور پھر ایک میز پر شیپر کو دیکھ
میرے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ شیپر ایک بوڑھے آدمی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔
اُن کے سامنے مختلف ڈشیں چنی ہوئی تھیں۔ بڑا آدمی عیش کر رہا تھا۔ میں نے ویٹر کو آرڈر
بُک کرایا اور اس کے ساتھ شیپر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اُس آدمی کو میرا سلام دو۔ اُس کا نام شیپر ہے۔''

ویٹر نے گردن جھکائی اور آگے بڑھ گیا۔ پھر اُس نے شیپر کو میرا سلام کہا اور شیپر چونک
کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ غالباً لنچ ختم ہو چکا تھا۔ اور پھر وہ میرے
نزدیک آ گیا۔

ہیلو مسٹر شیپر......!'' میں نے کہا۔
''ہیلو...... لیکن بدقسمتی سے میری یادداشت اچھی نہیں ہے۔ کیا میں بیٹھ سکتا ہوں؟'' شیپر
نے کہا۔

''ضرور...... تشریف رکھئے۔ ہم طویل عرصے کے بعد مل رہے ہیں۔''
''یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ کیا آپ میرے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کر رہے ہیں؟'' شیپر گہری
...ں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔
''ہرگز نہیں۔ آپ جوں کے توں ہیں۔''
''...ب یقیناً آپ کے اندر تبدیلیاں آئی ہوں گی۔ اس لئے میں آپ کو نہیں پہچان پا
...'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''ممکن ہے مسٹر شیپر...... بہر صورت! میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ کچھ عرصہ
...کی بات ہے، ہم لوگ ساتھ بھی رہ چکے ہیں۔''
''تعجب ہے......'' شیپر نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ اور پھر بولا۔ ''بہر صورت! یہ
...ی ہے کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں اور میں آپ کو نہیں پہچانتا۔ یہ تو کوئی بری بات نہیں ہے۔
...، کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟''
''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں؟ میرا نام ڈینل ہے۔''
''ڈینل، اوہ......!'' شیپر نے پھر گردن ہلائی۔ وہ ذہن پر زور ڈال رہا تھا۔ پھر اُس نے
...کراتے ہوئے شانے ہلائے اور بولا۔ ''سوری...... مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ ویسے مسٹر ڈینل!
...یا ضروری ہے کہ میں آپ سے اپنے تعلق کو ضرور جانوں؟ ہاں! میں آپ کی کیا خدمت کر
...سکتا ہوں؟''

''مسٹر شیپر! اس سے قبل جب ہماری ملاقات ہوئی تھی تو میں نے آپ سے کچھ کام لئے
...تھے۔ اور آپکو شاید یہ بھی یاد نہ ہو کہ میرے معمولی سے اخراجات بھی آپ کے کندھوں پر
...رہے تھے۔''

''یقیناً، یقیناً...... دراصل شیپر اس قسم کا آدمی ہے کہ کئی لوگوں کے کام آتا ہے۔ اَب وہ
...کس کس کو یاد رکھے؟ ہم جیسے لوگ تو پیدا ہی دوسروں کی مدد کے لئے ہوئے ہیں۔
...بہر صورت، مسٹر ڈینل! کیا آپ مقامی باشندے ہیں؟''
''نہیں...... میرا تعلق سوئٹزرلینڈ سے ہے۔'' میں نے جواب دیا۔
''اوہ، ہاں...... میں محسوس کر رہا تھا کہ آپ سوئس معلوم ہوتے ہیں۔'' شیپر نے جواب
دیا۔ ''تو یہاں کب تشریف لائے؟''
''بس...... آج ہی۔''

''عجب اتفاق ہے۔ اور یہ کہ آپ کی ملاقات مجھ سے بھی ہوگئی۔'' شیپر نے کہا۔

''میں آپ کے لئے کیا منگواؤں مسٹر شیپر؟'' میں نے پوچھا۔

''اوہو، کچھ نہیں...... ابھی کھانا کھا چکا ہوں۔ اس وقت شکریہ۔ اگر کچھ ضروری ... پھر رات کو سہی۔''

''سہی کا کیا مطلب؟ ظاہر ہے مسٹر شیپر! اب جبکہ میں یہاں آیا ہوں تو آپ کو ساتھ رہنا ہوگا۔''

''اوہو، ہاں...... یقیناً، حاضر خدمت ہوں۔ لیکن آپ کا قیام کہاں ہے؟'' ... پوچھا۔

''اس کا بندوبست بھی آپ ہی کو کرنا ہوگا مسٹر شیپر!''

''واہ...... گویا آپ نے ابھی تک کسی ہوٹل کا انتخاب نہیں کیا؟''

''آپ کے بغیر کیسے کرسکتا تھا؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شیپر فخر سے پھو... پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''آپ کا قیام کتنے عرصے تک رہے گا؟''

''مسٹر شیپر! میں نہیں کہہ سکتا۔ ایک مہینہ یا پھر دو مہینے بھی گزر سکتے ہیں۔ اس ل... کی بجائے کوئی پرائیویٹ رہائش گاہ ہونی زیادہ بہتر ہے۔ کیا آپ اس کا بندوبست ... ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

شیپر، پیرس میں کس چیز کا بندوبست نہیں کرسکتا؟ لیکن وقتی طور پر آپ کو کسی جگہ ... ہوگا۔ پیرس کے علاقے گھوم لیجئے۔ اس کے بعد کسی مناسب جگہ مجھے مل جائیے۔ اس ... میں انتظام کرلوں گا۔''

''مناسب...... لیکن جگہ میرے شایانِ شان ہو۔'' میں نے کہا اور جیب سے نو... ایک گڈی نکالی۔ گڈی میں سے کچھ نوٹ کھینچے اور اُنہیں شیپر کے سامنے کر دیا... آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

''شایانِ شان جگہ کا ہی بندوبست ہوگا۔ آپ بے فکر رہیں۔ اُس نے بڑے ... انداز میں کہا۔

''تو پھر میں آپ سے کہاں ملاقات کروں مسٹر شیپر؟''

''آپ مسٹر ڈینئل! میرا خیال یہ ہے کہ اس ہوٹل میں شام ساڑھے چار بجے۔''

''مناسب......'' میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد شیپر میرے پاس سے اُٹھ گیا۔

''مجھے تو اجازت دیں۔''

''کیوں......؟''

''دراصل مجھے تو جو کچھ کرنا ہے، ابھی سے کرنا ہے۔ تاکہ شام ساڑھے چار بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔''

''تھینک یو مسٹر شیپر!'' میں نے جواب دیا اور شیپر چلا گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ شیپر بہرصورت! جو کچھ بھی تھا، دلچسپ آدمی تھا۔ میں اپنی شخصیت اُس پر واضح نہیں کروں گا۔ میں نے سوچا اور تھوڑی دیر کے بعد میں بھی وہاں سے اُٹھ گیا۔

کوئی خاص کام تو تھا نہیں۔ بس! اب اُن لوگوں سے بھڑ جانا تھا جو ویرا کو اغواء کر کے لے گئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس دوران اُس بے چاری کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہوگا؟ وہ کس حالت میں ہے؟ ممکن ہے، اُسے بھی قتل کر دیا گیا ہو۔ لیکن اگر اُسے قتل کر دیا گیا ہے تو قتل کرنے والوں کو اس کا شدید نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ اُنہیں اس کے عوض بہت کچھ ضائع کرنا ہوگا...... میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

تھوڑی دیر تک ریستوران میں بیٹھا رہا۔ پھر باہر نکل آیا۔ بے مقصد سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ شام کو ساڑھے چار بجے میں پھر اُسی جگہ پہنچ گیا اور میرے پہنچنے سے پہلے ہی شیپر وہاں موجود تھا۔ شیپر، ہوٹل کے باہر ہی میرا منتظر تھا۔

''بہتر یہ ہے کہ ہم شام کی چائے اپنے مکان ہی میں پئیں مسٹر ڈینئل!''

''اوہ، ونڈرفل...... تو آپ نے انتظام کرلیا مسٹر شیپر؟''

''مسٹر ڈینئل! میں انتہائی کوشش کرتا رہا کہ آپ مجھے یاد آجائیں۔ لیکن آپ مجھے نہیں یاد آئے۔ البتہ آپ نے مجھے یاد رکھنا ہے تو آپ یہ ضرور جانتے ہوں گے کہ جو کام شیپر کے حوالے کیا جائے، وہ ہمیشہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اور مرضی کے مطابق۔'' شیپر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک ٹیکسی کو اشارہ کر کے روک لیا۔

ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم دونوں چل پڑے۔ مکان، شہر کے ایک خوب صورت سے علاقے میں تھا۔ چھوٹا سا مکان تھا۔ حالانکہ پیرس میں مکانوں کی شدید قلت تھی اور کرائے کا مکان تو

بے حد مشکل سے ملتا تھا لیکن اس قسم کے مکان عموماً مل جایا کرتے تھے جن کے مالکان
مستقل کرائے پر دینے کو تیار نہیں ہوا کرتے۔ ہاں! وقتی طور پر کسی ضرورت مند کو
کرائے پر دے کر اچھی خاصی رقم وصول کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایسے مکانات عام طور
مل جایا کرتے تھے۔

یہ مکان، جس میں ہم منتقل ہوئے تھے، چند کمروں پر مشتمل تھا۔ بے حد خوبصورت
تھا۔ الگ تھلگ بھی تھا اور یہاں کسی قسم کی کوئی اُلجھن یا پریشانی نہیں تھی۔ میں نے شبیر
پسندیدگی کا اظہار کیا اور شبیر نے مسکرا کر گردن جھکا لی۔ ''آپ کے شایانِ شان......''

''ہاں......''

''پیرس میں قیام کے دوران کار کی ضرورت تو ہوگی ہی؟''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔

''میں نے اُس کا بندوبست بھی کرلیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کرائے پر کار دینے وا
کی کمپنی کا نمائندہ کار لے کر یہاں پہنچ جائے گا۔ اور یقیناً وہ گاڑی بھی آپ کو پسند آ
گی۔'' شبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ، مسٹر شبیر! آپ بہترین صلاحیتوں کے مالک ہیں۔'' میں نے کہا۔

''اب میرا خیال ہے، چائے کا بھی بندوبست کرلیا جائے۔''

''کیا یہاں کوئی ملازم وغیرہ بھی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں...... دو ملازم، جو اس بنگلے میں قیام کرنے والوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ا
عورت، ایک مرد۔''

''اوہ......'' میں نے پھر شبیر کی انتظامی صلاحیتوں کی داد دی اور شبیر مسکرانے لگا۔

''اچھا! میں چائے کے لئے کہہ دیتا ہوں۔'' شبیر نے کہا اور باہر نکل گیا۔ میں ڈرا
رُوم میں بیٹھ کر جائزہ لینے لگا۔ بہرصورت! یہ آدمی کچھ بھی تھا، کام کا تھا۔ رہا سوال اس
وہ بزدل تھا تو ظاہر ہے، ہر شخص سے اُس کی حیثیت کے مطابق ہی کام لیا جا سکتا
ضروری نہیں تھا کہ مجھے ایک بہادر آدمی ہی مل جاتا جو میرے ہر کام آجاتا۔

چائے کے دوران شبیر سے گفتگو ہوتی رہی اور پھر باتوں ہی باتوں میں، میں نے
سے آلڈرے سنز کے بارے میں پوچھا۔ ''کیا تمہیں اس فارم کے بارے میں کچھ معلوم
ہیں مسٹر شبیر؟''

''آلڈرے سنز......'' شبیر کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
نہیں...... میں نے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن یہ کون سا
کام ہے؟ اگر آپ چاہیں گے تو میں اس کے بارے میں آپ کو مکمل تفصیلات فراہم کر
دوں گا۔ لیکن آپ کس سلسلے میں اُس فرم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟''

''مسٹر آلڈرے میرے پرانے دوست ہیں۔ کافی عرصے سے اُن سے ملاقات نہیں
ہوئی۔ اس بار میں اُن سے ملنے ہی یہاں آیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے دوسرے انتظامات کے بعد
ہی میں اُن سے مل سکتا تھا۔''

''اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اُن تک آپ کا پیغام پہنچا دُوں؟''

''ہرگز نہیں مسٹر شبیر! یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے۔ بلاشبہ مسٹر آلڈرے میرے پرانے دوست
ہیں۔ لیکن میرے اُن سے کاروباری اختلافات بھی ہیں جن کی بناء پر وہ مجھ سے ملنا پسند نہیں
کریں گے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اُن کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں، اس
کے بعد اچانک ہی اُن سے ملاقات کروں۔''

''واہ...... اس میں کیا دقت ہو سکتی ہے؟ لیکن کیسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے دوستوں کو بھی
کاروباری گڑبڑ میں شریک کر لیتے ہیں۔ بہرصورت! آپ مطمئن رہیں مسٹر ڈینل! میں بہت
جلد مسٹر آلڈرے کے بارے میں آپ کو تفصیلات فراہم کر دُوں گا۔''

''بہت جلد سے تمہاری کیا مراد ہے شبیر؟''

''شبیر کو آپ صرف اجازت دیں اور وقت دیں۔''

''تو پھر ڈنر پر ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ اس وقت تم مجھے ساری تفصیلات مہیا
کرو گے۔''

''بہت بہتر...... تو میں چلتا ہوں۔'' شبیر نے کہا اور چائے کی پیالی ختم کرنے کے بعد
اُٹھ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

بہت سے کام ایسے ہو رہے تھے جو نہایت آسانی سے ہو رہے تھے۔ اور ظاہر ہے، میں
ویسے بھی آلڈرے سنز کی تلاش میں نکلنے والا تھا۔ لیکن اگر شبیر اس کے بارے میں معلومات مہیا
کر دے تو اس سے میں دردسری سے بچ سکتا تھا۔ ظاہر ہے، مجھے دوسرے بے شمار کام تھا۔ ویرا
کا اغواء میرے لئے ایک چیلنج بن گیا تھا اور یہ چیلنج میں نے قبول کرلیا تھا۔ بہرحال! سیکرٹ
پیلس کے ایک نمائندے کو اس کی عزت برقرار رکھنی تھی۔ اور سیکرٹ پیلس نے میرے اُوپر

مکمل اعتماد کرلیا تھا۔ میں وقت گزاری کے لئے ایک رسالے کے اوراق اُلٹنے لگا۔
شپر کے بارے میں بہرحال! میرا تجربہ تھا کہ جو کچھ کہتا ہے، کر دکھاتا ہے۔ اس
علاوہ وقت کا بھی پابند ہے۔ چنانچہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے وہ واپس پہنچ گیا اور اُس
چہرے کے اطمینان سے اندازہ ہوتا تھا کہ کچھ کر کے ہی آیا ہے۔ باقی گفتگو کھانے کی
ہوئی۔

"مسٹر آلڈرے، پیرس کی ایک معزز ہستی ہیں۔ با اثر ہیں۔ اُن کا سکریپنگ کا کا
ہے۔ پرانے جہاز خرید کر اُنہیں توڑتے ہیں۔ کافی بڑا بزنس ہے۔" شپر نے مسٹر آلڈر
فون نمبر، اُن کے مکان اور دفتر کا محل وقوع اور ان کی قسمیں تک کے بارے میں تفصیل
دی۔ میں نے یہ ساری تفصیلات ذہن نشین کر لی تھیں۔ اور پھر میں نے شپر سے آرام کر
کے لئے کہا۔

"اوہ مسٹر ڈینئل! میرا رات کا کوٹا؟" شپر نے جھجکتے ہوئے کہا اور میں نے جیب سے
نوٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیئے۔

"آپ کسی بار میں جا کر عیش کریں گے یا یہاں لے آئیں؟"

"اوہ، شکریہ...... میں اپنا بندوبست کرلوں گا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں مسٹر ڈینئل!" ش
نے کہا اور میں ضروری تیاریوں کے بعد باہر نکل آیا۔ اور پھر کرائے کی کار لے کر چل پڑا۔

جس علاقے میں مسٹر آلڈرے کی رہائش گاہ تھی، میں نے اُسی طرف کا رُخ کیا تھ
رات کافی گزر چکی تھی۔ آلڈرے کی کوٹھی تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی، نہ ہی ا
داخل ہونے میں۔ کار میں نے کافی دُور کھڑی کر دی تھی۔ اندر روشنی تھی، لیکن ہلکی ہلکی۔ دیہ
کوٹھی سنسان معلوم ہوتی تھی۔ کوئی خاص چہل پہل نہیں تھی۔ میں ملازموں کی نگاہوں
بچتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر میں نے خواب گاہوں کا جائزہ لیا۔ مختلف شخصیتیں نظر آ
تھیں۔ ایک کمرے میں مسٹر آلڈرے نظر آ گئے۔ شپر نے مجھے اُن کا حلیہ بتا دیا تھا۔

مسٹر آلڈرے جاگ رہے تھے۔ اُن کے سامنے شراب کا جگ رکھا ہوا تھا۔ وہ کوئی کام
رہے تھے۔ میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"آ جاؤ......!" مسٹر آلڈرے بھاری آواز میں بولے۔ اُنہوں نے سامنے پڑ
کاغذات سے سر نہیں اُٹھایا تھا۔ اس کا مطلب ہے دروازہ کھلا ہوا ہے...... میں نے سوچا
اندر داخل ہو گیا۔

"فرائن سوچکی......؟" اُنہوں نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا مسٹر آلڈرے!" میں نے جواب دیا اور مسٹر آلڈرے میری آواز سن کر
چونک پڑے۔ اُنہوں نے مجھے دیکھا اور منہ پھاڑے دیکھتے رہ گئے۔

"کون ہو تم؟ اور یہاں کیسے گھس آئے؟"

"میرا نام گورین روین گلینڈی ہے۔" میں نے جواب دیا اور پستول والا ہاتھ سامنے کر
دیا۔ ایک لمحے کے لئے تو مسٹر آلڈرے خاموش رہے۔ پھر اُچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"گورین......؟" اُن کے منہ سے نکلا۔ اور دوسرے لمحے اُنہوں نے میز کے دراز کی طرف
جھپٹا مارا۔ لیکن جونہی میز کی دراز کھلی، سائلنسر لگے پستول کی گولی نے اُسے بند کر دیا۔ وہ
ایک زوردار تڑاخے سے بند ہو گئی تھی۔

"میں تمہارے پورے جسم کو چھلنی کر دوں گا مسٹر آلڈرے!" میں نے غراتی ہوئی آواز
میں کہا اور مسٹر آلڈرے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے۔

"احمق ہو...... تم یہاں سے زندہ جا سکو گے؟" وہ بولے۔

"ویرا کہاں ہے......؟"

"جہنم میں...... تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کس کی بات کر رہے
ہو؟"

"ویرا کہاں ہے......؟" میں نے پوچھا۔

"کون ویرا......؟"

"تم اُسے اچھی طرح جانتے ہو۔"

"میں کسی ویرا...... کسی گورین کو نہیں جانتا۔"

"تم نے مجھے گورین تسلیم کر لیا تھا نا......؟"

"تو تم گورین نہیں ہو؟" آلڈرے نے کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ "میں کہتا ہوں، فضول
باتیں مت کرو اور یہاں سے نکل جاؤ۔"

"فضول باتیں تو اَب تم کر رہے ہو آلڈرے! تم اُن دونوں کے لئے تجسس بھی رکھتے ہو
اور انکار بھی کر رہے ہو۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور مسٹر آلڈرے مجھے گھورتے رہے۔ پھر
بولے۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن تم گورین نہیں ہو سکتے۔ میک اَپ میں بھی نہیں ہو سکتے۔ تمہاری تصویر

اور تفصیل میرے پاس موجود ہے۔''

''شکریہ، راستے پر آ گئے۔ ہاں! میں گورین نہیں ہوں۔''

''پھر کون ہو......؟''

''فریڈ۔ وہ، جس کے قبضے سے تمہارے آدمی ویرا کو نکال لائے ہیں۔''

''اوہ...... لیکن تمہاری شخصیت تاریکی میں ہے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے، اس سے تمہاری شاندار کارکردگی کا ثبوت ملتا ہے۔ ویرا، نے بتایا ہے کہ وہ اتفاقیہ طور پر تم تک جا پہنچی تھی۔ تمہیں اُس سے کیا دلچسپی ہے؟ کیوں...... آخر کیوں؟ وہ تمہارے لئے صرف ایک لڑکی ہے یا اس سے کچھ زیادہ۔ سنو! گو تم نے ہمارا کافی نقصان کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر تمہیں صرف ایک لڑکی درکار ہے تو وہ کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ ویرا، سے کہیں زیادہ خوبصورت۔ اگر ویرا، نے تمہیں اپنی حیثیت بتا دی ہے اور تم کسی دوسرے لالچ میں پڑ گئے ہو اور اُس کی حیثیت سے فائدہ اُٹھانے کے خواب دیکھ رہے ہو تو اُن خوابوں کو ذہن سے نکال دو۔ ویرا کو اُس کی حیثیت کبھی واپس نہ مل سکے گی۔''

''تم لوگ اُسے قتل کرنا چاہتے تھے؟''

''ہاں...... لیکن اَب اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔''

''کیوں......؟''

''یہ نہیں بتایا جا سکتا۔ ہاں! میں ذاتی طور پر تمہاری چند خواہشات پوری کر سکتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ تمہیں کچھ دے دیا جائے۔ بیٹھو! معاملے کی بات کرو۔'' مسٹر آلڈرے کرسی گھسیٹ کر بولے۔ وہ بیٹھنا چاہتے تھے۔ لیکن پستول کی دوسری گولی اُن کے پیروں کے قریب زمین پر لگ کر اُچھل گئی اور وہ پھر سے سیدھے ہو گئے اور مجھے گھورنے لگے۔

''گویا تم تعاون پر آمادہ نہیں ہو۔''

''مسٹر آلڈرے! آپ ضرورت سے زیادہ خوش فہم ہیں۔ اپنے طور پر تصور کر لیتے ہیں اور فیصلے کرنے لگتے ہیں۔ میں صرف ویرا کا پتہ چاہتا ہوں اور آپ کو حکم دیتا ہوں کہ اُسے میرے حوالے کر دیا جائے۔ ورنہ مسٹر آلڈرے! میں آپ کو چیلنج کر رہا ہوں کہ آپ لوگوں کی، اُن کی جو ویرا کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، زندگی دوبھر کر دوں گا۔ وہ حشر کر دوں گا آپ کا کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔''

''خوب...... اپنے بارے میں بتاؤ تو سہی۔ کیا فرانسیسی ہو......؟'' آلڈرے کے ہونٹوں

مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اُس پر گہری نگاہ رکھئے ہوئے تھا۔ کافی چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ممکن ہے، کوئی حرکت کر بیٹھے۔

''ہاں...... میں فرنچ ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب تمہارے سامنے ڈیوک البرٹ کا نام لے دینا کافی ہوگا۔ اگر میں کہوں کہ ڈیوک البرٹ، ویرا سے دلچسپی لے رہا ہے تو اُس کے بعد تمہارا کیا رویہ ہوگا؟'' آلڈرے کے ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ اُبھری۔

''میرے اُوپر کوئی اثر نہیں ہوگا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تمہارے خاندان کی جڑیں کھود دی جائیں گی۔ اس طرح نیست و نابود ہو جاؤ گے کہ نام لینے والے نہیں رہیں گے۔''

''وہ بعد کی بات ہے مسٹر آلڈرے......! فی الحال اپنی بات کرو۔''

''ویرا، ڈیوک کے پاس ہے۔ اُسے قتل کرنا مقصود تھا۔ لیکن خوش نصیب تھی۔ جس وقت اُسے اغواء کر کے لایا گیا، ڈیوک یہاں موجود تھے۔ وہ ویرا کو اپنے ساتھ لے گئے۔ کیا سمجھے؟''

''لیکن اُسے تمہارے آدمی اغواء کر کے لائے تھے۔''

''پوچھ سکتا ہوں، تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی......؟''

''یہ کام تمہاری وین میں ہوا ہے۔ میں نے تمہاری ایک وین تباہ کر دی تھی۔''

''اوہ، ہاں...... لیکن یہ میرے آدمیوں کی حماقت ہے کہ دوبارہ بھی اُنہوں نے وین ہی استعمال کی۔ تو خیر میرے دوست! بات ڈیوک کی ہو رہی تھی۔''

''تمہاری ہو رہی تھی۔ ویرا کو تم نے اغواء کرایا تھا۔

''ڈیوک کے ایماء پر۔''

''میں اُس کی واپسی چاہتا ہوں۔''

''میرے فرشتے بھی اُسے واپس نہیں لا سکتے۔''

''لائیں گے آلڈرے! یہ میرا حکم ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور آہستہ آہستہ آلڈرے کی طرف بڑھنے لگا۔ آلڈرے چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ میں نے پستول جیب میں رکھ لیا اور پھر میں اُس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

آلڈرے ایک دم پیچھے ہٹا تھا۔ اُس نے ایک دیوار پر ہاتھ مارنے کی کوشش کی۔ لیکن

میں تو اُس کی ایک ایک جنبش پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ میں اپنی جگہ سے اُچھلا اور میری لات اُس کے شانے پر پڑی اُس کا وہ ہاتھ ہی بیکار ہو گیا تھا جس سے وہ دیوار پر کوئی کارروائی کرنے جا رہا تھا۔ فضا ہی میں اُچھل کر میں نے دوسری لات اُس کے سینے پر ماری اور آلڈرے اُچھل کر دُور جا گرا۔ میں نے آگے بڑھ کر اُس کے منہ پر پاؤں رکھ دیا۔

''میرے پاؤں کی ذرا سی جنبش تمہاری شکل بگاڑ دے گی آلڈرے! جواب دو، ویرا کب تک مجھے واپس مل جائے گی؟''

آلڈرے دونوں ہاتھوں سے میرا پاؤں اپنے منہ سے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن جس شانے پر میری لات پڑی تھی، وہ ہاتھ تو بیکار ہی ہو گیا تھا۔ اُس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔ چنانچہ وہ میرا پاؤں ہٹانے میں ناکام رہا اور اُس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

''ویرا کب تک واپس آئے گی آلڈرے......؟'' میں نے پاؤں ہٹا کر پوچھا۔

''ڈیوک تمہیں تباہ کر دے گا۔ میں تو اُس کا ادنیٰ غلام ہوں۔ میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔'' اُس نے کرب زدہ آواز میں جواب دیا۔

''ڈیوک کو بعد میں دیکھ لوں گا۔ بشرطیکہ اُس نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی۔ بات لڑکی کی ہے، اُسے تو تم ہی واپس لاؤ گے۔ سمجھے؟ میں جا رہا ہوں۔ فون پر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔'' میں نے کہا اور پھر ایک اور لات اُس کی گردن پر رسید کر دی۔

آلڈرے کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ اُس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں زمین پر پٹخے اور پھر ساکت ہو گیا۔ گویا وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ بہرصورت! میرے ذہن میں جو پروگرام تھا، میں اُس پر عمل کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ چنانچہ میں دروازے کی طرف بڑھا اور اسی وقت دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔

''مسٹر آلڈرے...... مسٹر آلڈرے!'' باہر سے ایک بھاری آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے میں دروازے کے ایک سائیڈ ہو گیا۔

''آ جاؤ......!'' میں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور آنے والا اطمینان سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ لیکن میرا گھونسا اُس کی ناک پر پڑا تھا۔ دوسرے لمحے وہ دروازے سے باہر اُلٹ گیا۔ میں نے جھک کر اُس کی ٹانگیں پکڑیں اور اُسے گھسیٹ لیا۔ اُس کی شکل دیکھے بغیر میں نے اُس کے چہرے پر ٹھوکر رسید کی اور آنے والے کے حلق سے بھی ویسی ہی

گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

دروازہ میں نے باہر سے بند کر دیا تھا۔ تاکہ اگر اُن میں سے کسی کو ہوش بھی آ جائے تو فوری طور پر وہ باہر نہ نکل سکیں۔ اس کے بعد میں اُس خواب گاہ کی جانب چل پڑا جس میں، میں نے ایک خوبصورت لڑکی کو سوتے دیکھا تھا۔ جس وقت میں آلڈرے کو تلاش کر رہا تھا تو اُس وقت وہی لڑکی مجھے خواب گاہ میں نظر آئی تھی اور شیپر نے مجھے جو کچھ بتایا تھا اُس کے مطابق وہ آلڈرے کی بیٹی ہی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں اُس کے دروازے پر پہنچ گیا۔

میں نے دروازے کو دھکیلا۔ لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ تب میں نے اُنگلی سے اُسے کھٹکھٹایا۔ ایک بار...... دو بار...... تین بار دستک دینے پر اندر ہلکی سی آہٹ ہوئی پھر تیز روشنی ہوگئی۔ ''کون ہے......؟'' ایک نسوانی آواز نے پوچھا۔ لہجے میں نیند کی آمیزش تھی۔

''دروازہ کھولو......!'' میں نے آلڈرے کے لہجے میں کہا۔

''اوہ، پپا......!'' اندر سے آواز آئی۔ اور پھر قدموں کی آواز دروازے کے نزدیک پہنچ گئی۔ اُس نے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے میں نے آگے بڑھ کر اُس کا منہ بھینچ لیا۔ میں نے ابھی تک اُس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ لیکن پھر میں اُسے پیچھے دھکیل لے گیا اور تیز روشنی میں، میں نے اُس کا چہرہ دیکھا۔ اچھی خاصی شکل وصورت کی لڑکی تھی۔ بال گھنگریالے تھے اور آنکھوں سے خوف ٹپک رہا تھا۔ اُس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں بھی ہلائے تھے۔ وہ ساکت ہو گئی تھی جیسے بے انتہا خوف نے اُس کے حواس چھین لئے ہوں۔

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر میں اُس کی گردن کی مخصوص رگوں پر دباؤ ڈالنے لگا۔ چند ساعت کے بعد اُس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ تب میں نے اُس کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالا اور باہر نکل گیا۔

باہر نکلنے کے لئے میں نے کوٹھی کی عقبی سمت استعمال کی تھی۔ ظاہر ہے، دروازے پر کوئی نہ کوئی موجود ہو گا۔ چنانچہ اس طرف جانے کی ضرورت بھی کیا تھی؟ ہاں! چار دیواری سے لڑکی کو باہر لے جانے میں خاصی دقت ہوئی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ زخمی بھی نہ ہو۔ بہرصورت! میں کسی نہ کسی طرح اُسے باہر لے ہی آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ میری کار کی پچھلی سیٹ پر پڑی ہوئی تھی۔

جس وقت میں اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا، اندر روشنیاں بجھ چکی تھیں۔ شیپر کے

بارے میں معلوم نہیں تھا کہ وہ واپس آیا ہے یا نہیں؟

بہرصورت میں نے کار کھڑی کی اور پھر لڑکی کو بازوؤں پر اُٹھا کر اندر لے گیا۔ میں
اُسے لے جا کر اپنی خواب گاہ میں لٹایا اور خود شیپر کی خواب گاہ کی جانب چل پڑا۔ وہ مو
تھا۔ ظاہر ہے، اُس جیسے لوگ اور کہاں جا سکتے تھے؟ اُس کا اپنا کوئی ٹھکانہ تھا نہیں۔ کہیں
کہیں جگہ بنا لیا کرتا تھا۔

میں واپس اپنے کمرے میں آیا اور لڑکی کے نزدیک پہنچ کر اُسے ہوش میں لانے
ترکیبیں کرنے لگا۔ خاصی قبول صورت اور گداز بدن کی لڑکی تھی۔ اور پھر میرے دشمن کی بیٹی
تھی۔ اس لئے میرے دل میں اُس کے لئے رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ میں نے تھوڑی دیر تک
اُسے جگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن شاید گردن پر میری اُنگلیوں کا دباؤ کچھ زیادہ ہی ہو گیا
تھا۔ اس لئے لڑکی ہوش میں نہ آئی۔ تب میں نے اطمینان سے اُسے مسہری پر لٹا دیا۔ دروازہ
بند کیا اور خود بھی اُس کے نزدیک لیٹ گیا۔ میرے جسم کو اُس کی گرمی پہنچ رہی تھی اور میں
اپنے جسم میں سنسنی سی محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ اُس کے ہوش میں آنے کا انتظار کون کرتا.....؟
میں نے اُسے خود قریب کر لیا۔ پھر میرے ہونٹوں کی گرمی نے شاید لڑکی کی بے ہوشی دُور کر
دی۔ ہوش میں آنے کے بعد چند لمحات تک وہ ماحول کو سمجھ ہی نہ سکی۔ لیکن جب اُسے احساس
ہوا تو اُس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے دھکیلا اور دہشت زدہ انداز میں مسہری سے
اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔

''کون ہو تم.....؟'' وہ انتہائی خوف زدہ لہجے میں بولی۔

''اوہ ڈارلنگ.....! جو کوئی بھی ہوں، تمہارا پرستار ہوں۔ پریشان ہونے کی ضرورت
نہیں۔ آؤ! قریب آ جاؤ.....''

''مم..... میں کہتی ہوں، آخر تم ہو کون.....؟''

''یہ بھی بتا دوں گا۔ لیکن تم وہاں پر کھڑی ہو کر کیا کرو گی؟ بہتر یہی ہے کہ مسہری پر آ
جاؤ۔''

''تم..... تم مجھے کہاں لے آئے ہو.....؟'' وہ روتی آواز میں بولی۔

''لڑکی.....!'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اُس کی تعمیل کرو
ورنہ تمہاری گردن، تمہارے شانوں سے اُتار کر دُور پھینک دی جائے گی۔'' میں نے خونخوار
لہجے میں کہا۔

''آہ.....! آہ! تو کیا..... تو کیا تم مجھے قتل کر دو گے؟'' اُس نے کہا۔

''ضرورت پیش آئی تو یہ بھی ممکن ہے۔''

''تم نے مجھے اغواء کیوں کیا ہے.....؟''

''تم آلڈرے کی بیٹی ہو؟'' میں نے اُس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

''ہاں.....!''

''کیا نام ہے تمہارا.....؟''

''این آلڈرے۔'' لڑکی نے جواب دیا۔ وہ صورت سے معصوم نظر آ رہی تھی۔ میں اُسے
بغور دیکھ رہا تھا۔

''بس این! میں تمہارے تعاون کا خواہشمند ہوں۔ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو میں
تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ.....'' میری آواز
میں سفاکی آ گئی۔

''نہیں..... نہیں۔ دیکھو! میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ تم مجھ سے جو کہو گے، کروں گی۔
لیکن.....''

''تب پھر اطمینان سے بیٹھو۔ اس عمارت کے گرد بے شمار خطرناک لوگ گشت کر رہے
ہیں۔ اگر کسی وقت تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی تو تمہارے بدن میں سوراخ ہی سوراخ
ہوں گے۔ اس کمرے تک محدود رہنا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بحفاظت واپس پہنچا
دوں گا۔ لیکن اس کے لئے شرط یہی ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں گا، صاف صاف اور صحیح بتاؤ
گی۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں۔'' لڑکی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

''میں مسٹر آلڈرے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ میرے ڈیڈی ہیں۔ مجھ سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے چار
بھائی ہیں لیکن میں آلڈرے کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ اس لئے.....''

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے..... تمہاری ممی.....؟''

''اوہ، ممی مر چکی ہیں۔ میں نے تو اُن کی صورت بھی نہیں دیکھی۔''

''مسٹر آلڈرے کا کاروبار کیا ہے؟''

''وہ جہاز سکریپ کرتے ہیں۔ ہمارا بہت بڑا ورکشاپ ہے۔''

''اس کے علاوہ......؟''

''اس کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔'' لڑکی نے معصومیت سے جواب دیا۔

''ویرا کو جانتی ہو......؟ میرا مطلب ہے، اُس لڑکی کو جسے تمہارے ڈیڈی کے آدمیوں نے اغواء کیا ہے؟''

''ڈیڈی کے آدمیوں نے اغواء کیا ہے؟ اوہ، مسٹر! آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے ڈیڈی مسٹر آلڈرے تو ایک نیک دل انسان ہیں۔ وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ آپ کس لڑکی کی بات کر رہے ہیں؟'' اُس نے کہا۔ اُس کے انداز سے معصومیت عیاں تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ اِن معاملات سے قطعی ناواقف ہے۔''

چنانچہ میں نے اپنی نیت بدل دی۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ مسٹر آلڈرے کی لڑکی، دوہرا فائدہ ثابت ہو گی۔ یعنی اُس کے ذریعے مسٹر آلڈرے کو مجبور کیا جائے گا۔ اور جب تک وہ یہاں رہے گی، کسی عورت کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔ لیکن اَب تھوڑی سی تبدیلی کرنی پڑی تھی۔ یعنی یہ کہ اُسے ایک حسین لڑکی نہ سمجھا جائے۔''

''اچھا! تم کسی ڈیوک البرٹ کو جانتی ہو؟''

''اوہ...... ڈیوک کو کون نہیں جانتا؟''

''تم نے اُسے دیکھا ہے؟''

''پپا نے کبھی اُس کے سامنے نہیں جانے دیا۔ نہ جانے کیوں۔ ویسے بے حد حسین آدمی ہے۔ دراز قامت اور کسی دیوتا کی مانند۔ میں نے اُسے دُور سے دیکھا ہے۔''

''ہوں......!'' میں نے چند ساعت سوچا اور پھر اُس سے کہا۔ ''مِس این! آپ کو ایک ہمدردانہ مشورہ دے رہا ہوں۔ اس عمارت سے باہر قدم رکھنے کی کوشش مت کرنا۔ ایک مناسب وقت پر آپ کو خود ہی آپ کے ڈیڈی تک پہنچا دُوں گا۔ دوسری صورت میں آپ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔''

''کیوں......؟ آخر کیوں؟'' این نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

''کچھ لوگ تمہاری زندگی کے خواہاں ہیں۔ میں تمہیں اُن سے بچانا چاہتا ہوں اور اسی لئے تمہیں اغواء کر کے لایا ہوں۔ یوں سمجھو! کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ لیکن اگر تم نے عدمِ تعاون کیا تو تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اگر ایسی بات تھی تو کیا میرے پپا میری حفاظت نہیں کر سکتے

...اُس نے بدستور پریشانی سے پوچھا۔

''...سمجھو مِس این! یہ سب کچھ تمہارے پپا کے ایماء پر کیا گیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

...تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ ''اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ لیکن دیکھو! مجھے ...نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ اور ایسی کوئی کوشش کی گئی تو میں خودکشی کر لوں گی۔ اور میری ...کی ذمہ داری سراسر تم پر ہو گی۔''

''بے فکر رہو بے بی! تمہیں خودکشی نہیں کرنی پڑے گی۔'' میں نے ٹھنڈی سانس لے کر ...اور وہ بے فکر ہو گئی۔ میں مسہری سے اُٹھا اور باہر نکلتے ہوئے کہا۔ ''تم چاہو تو دروازہ بند ... لیکن میری ہدایات کا خیال رکھنا۔''

...اب عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے باہر نکلتے ہی اُس نے پھرتی سے ...بند کر لیا تھا۔ اپنے کمرے میں تنہا سوتے ہوئے مجھے بڑی بوریت کا احساس ہوا تھا۔ ...آلڈرے سے ٹھن گئی تھی۔ اور میں نے اُسے چیلنج کیا تھا کہ میں اُس کی زندگی تلخ کر ...گا۔ لیکن یہ البرٹ...... یہ ڈیوک البرٹ کون ہے؟ اُس کے بارے میں جو کچھ سنا تھا، وہ ...ت کچھ تھا۔ بات کچھ لمبی ہی چلی جائے گی۔ لیکن اس کے علاوہ کرنا ہی کیا تھا؟ چنانچہ میں ...ان سے سو گیا اور دوسری صبح حسبِ معمول جاگا۔ طبیعت پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔

...شیپر سے ملاقات ہوئی تو وہ فوراً بولا۔ ''مسٹر ڈینل! کمرے میں لڑکی ہے۔ ایک ...عورت لڑکی......''

''تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے مسٹر شیپر! وہ میری محبوبہ ہے۔ اپنے گھر سے فرار ہو کر یہاں آ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم اُسے ذہن سے نکال دو۔''

''اوہ، مناسب مسٹر ڈینل! لیکن میں اپنی تقدیر کو کیا کروں؟'' شیپر نے بھکاریوں کی سی ...بنا کر کہا۔

''کیوں...... کیا بات ہے؟''

''جہاں کوئی اچھا دوست ملتا ہے، ایک لڑکی درمیان میں گھس آتی ہے۔ پھر گولیاں چلتی ...اور مجھے فرار ہونا پڑتا ہے۔ اَب تم جانو! اچھے دوست روزانہ تو نہیں ملتے...... نتیجے میں ...مجھے کرنے پڑتے ہیں اور کئی کئی دن تک شراب نہیں ملتی۔'' شیپر نے مظلومانہ انداز میں

مجھے ہنسی آ گئی۔ ''تم اتنے بزدل کیوں ہو شپیر؟''

''اس میں بزدلی کی کیا بات ہے؟ میں ایک پُر امن انسان ہوں۔ ہنسنے کھیلنے ز
کرنے کا خواہش مند۔ پھر گولیوں کی سنسناہٹ میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں؟ پھر
سے نکلی گولی، گناہگار اور بے گناہ کا اندازہ کر سکتی ہے؟ جو بھی زد میں آ جائے۔''

''گولیاں یہاں بھی چل سکتی ہیں شپیر! یہ لڑکی میری محبوبہ ہے۔ مجھے چاہتی ہے
اُس کا منگیتر بہت خطرناک انسان ہے اور وہ اُس کی تلاش میں پاگل کتے کی طرح
پھر رہا ہے۔''

''اوہ...... میں جانتا تھا۔ لڑکی ہے تو ہنگامہ ضرور ہوگا۔'' شپیر، سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''دیکھو شپیر! مجھے بزدلوں سے سخت نفرت ہے۔ اگر تم نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی
تمہیں گولی مار دُوں گا۔''

''حرکت سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''اگر تم نے کسی کو میری محبوبہ کے بارے میں بتایا تو...... تو ظاہر ہے مجھ سے بڑ
تمہارا اور کون ہوگا''

''دیکھو دوست...... شپیر کی یہ کوالٹی ہے، اگر کسی کا کھا لیتا ہے تو جان بچانا دوسری
ہے۔ غداری کبھی نہیں کرتا۔'' شپیر نے جواب دیا اور اُس کی یہ بات مجھے وزن دار
ہوئی۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ بہر حال! اس کے بعد مجھے اُس سے کا
چنانچہ میک اَپ کر کے میں باہر نکل گیا اور میری کار، مارک کی تلاش میں دوڑنے لگی۔
پبلک پلیس سے میں نے مارک کو فون کیا۔ وہ خود تو موجود نہیں تھا۔ لیکن بولنے والے
کہ اگر کوئی ضروری کام ہو تو اُسے بلوا لیا جائے۔ میں نے اُس سے درخواست کی
پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا تھا۔ خوش بختی تھی کہ کسی دوسرے کو کال کرنے کی ضرورت پیش
آئی تھی۔

''ہیلو...... مارک بول رہا ہے۔''

''مسٹر مارک......! میں تمہارا ایک دیرینہ دوست بول رہا ہوں۔ کیا تم مجھ سے
کرو گے؟ فائدے کی بات ہے۔'' میں نے کہا۔

''نام نہیں بتاؤ گے......؟''

''نہیں......!''

یہاں ملوں......؟''

پھر بینکو پہنچ جاؤ۔'' میں نے کہا اور مارک نے پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ جانے کا
بینکو کا نام میں نے سامنے لکھے ہوئے بورڈ کو دیکھ کر لے دیا تھا۔ اور پھر بینکو کے
ارک ٹیکسی سے اُترا اور میں اُس کی طرف بڑھ گیا۔ یہ قابل اعتماد آدمی تھا۔ میں
رکھا تھا۔ وہ مجھے فوراً پہچان گیا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

جیسے شخص میرا آئیڈیل ہوتے ہیں۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔'' اُس نے مجھ
ملاتے ہوئے کہا۔

قابل اعتماد لوگ میرے لئے قابل احترام۔ آؤ! ریستوران میں باتیں کریں گے۔''
دوستانہ انداز میں اُس کا بازو پکڑ کر ریستوران کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

مشروب پیتے ہوئے میں نے اُس پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔ ''مجھے کچھ اہم چیزوں کی
پیش آ گئی ہے۔ اس کے علاوہ تم سے کچھ دوسرے کام بھی ہیں۔''

جلد......؟ کیا بہت سی دولت اکٹھا کرنی ہے؟'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ا...... اس بار کام دوسرا ہے۔''

بھی ہو، مارک تمہارا قابل اعتماد ساتھی ہے۔''

بات بتاؤ مارک! تم اتنے خطرناک کاموں میں حصہ لیتے ہو۔ تم خود کوئی بڑا کام
کرتے ہو۔''

ے کام اپنے کو راس نہیں آئے۔ کئی بار کوشش کی پکڑے گئے۔ یہ دھندہ اچھا ہے۔
ا، برا نہیں ہے۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

...... تمہارے پاس تمہارے جیسے چند قابل اعتماد ساتھی اور بھی ہیں؟''

نہیں ہے مارک کے پاس...... کہہ کر دیکھو۔''

آدمی کافی ہوں گے۔ رقم ایڈوانس دی جائے گی۔ صرف ایک مکان کی نگرانی کرنی
ئی اجنبی دن یا رات میں اُس میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اُس سے نمٹ
ل یہاں رہتے ہیں، اُن کی شناخت کرا دی جائے گی۔''

جائیں گے۔ مکان کا پتہ دو۔''

آدھا گھنٹہ میں مارک کو ہدایات دیتا رہا۔ اور پھر میں نے ایک لمبی رقم اُسے پیشگی
مارک نے میری مطلوبہ چیزیں فراہم کرنے کے لئے پروگرام ترتیب دے دیا۔

میں نے اُس مکان کا پتہ بھی بتا دیا۔ پھر ہم دونوں رُخصت ہو گئے۔ میں ایک بڑ
کی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔

رات کے کھانے پر میں، شیپر اور این اکٹھے تھے۔ این اُداس نظر آ رہی تھی
خاموشی سے کھانا کھایا اور خواب گاہ میں جانے سے قبل صرف ایک سوال کیا۔ ''میر
میرے لئے پریشان تو نہیں ہیں؟''

''اوہ...... نہیں این! وہ تو بے حد مطمئن ہیں اور تمہیں یہاں محفوظ خیال کرتے ہ
جلد وہ تم سے ملاقات کر کے تمہیں تفصیل بتا دیں گے۔ وقت کا انتظار کرو۔''

''اگر یہ بات ہے تو میں مطمئن ہوں۔'' اُس نے سکون کی گہری سانس لے کر
میں صرف ڈیڈی کے لئے پریشان تھی۔'' وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گئی اور در
لیا۔

''پریشان محبوبہ...... ویسے میں نے اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تو اس
ڈانٹ دیا۔ نہ جانے یہ لڑکیاں مجھے قابل اعتنا کیوں نہیں سمجھتیں؟'' شیپر نے کہا۔

''تمہاری شکل ہی ایسی ہے شیپر! بہر حال تم مجھے ڈیوک البرٹ کے بارے م
میں نے کہا۔

یہ سنتے ہی شیپر اُچھل پڑا۔ چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ ''رات کے
خوفناک نام لیتے ہوئے تمہیں دہشت نہیں ہوتی؟ اُس کے بارے میں معلومات
کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟ کیا اُس سے تمہارا کوئی کاروباری اختلاف ہ

''یہی سمجھ لو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب میں اس وقت تمہیں خدا حافظ کہنے کے لئے تیار ہوں۔ شراب کی دو
تین وقت کے کھانے کے لئے زندگی داؤ پر نہیں لگائی جا سکتی۔'' وہ اُٹھتے ہوئے
میں نے اُس کا گریبان پکڑ کر اُسے بٹھا دیا۔

''مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ شیپر!'' میں نے غرا کر کہا اور شیپر بدحواس نظر
پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تم اُسے مکمل بھیڑیا کہہ سکتے ہو۔ یوں سمجھ لو، پتھر کے گول ٹکڑے پر شکر کی
چڑھی ہو۔ چبانے کی کوشش کرو تو دانت سلامت نہ رہیں۔ اُس کے نام پر قتل ہو
پولیس منہ پھیر کر نکل جاتی ہے۔ حالانکہ وہ جانتی ہے کہ اس قتل میں البرٹ کا ہاتھ

ہیں اُس کے نام کا احترام فرض ہے۔ اور یہ اُس کا حکم بھی ہے کہ ضرورت مندوں کو اُس کے
نام سے فائدہ اُٹھانے دیا جائے اور پولیس اُنہیں تنگ نہ کرے۔''

''کہاں رہتا ہے؟''

''اُس کا ٹھکانہ البرٹو ہے۔ جزیرہ البرٹو...... جو اُس کی ملکیت ہے اور جہاں اُس کی
اجازت کے بغیر پرندہ پر نہیں مار سکتا۔'' شیپر نے جواب دیا۔

''جزیرے پر اُس کی آمد و رفت کے کیا ذرائع ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''گردن کاٹ کر خودکشی کر لو اور رُوح کو آزاد چھوڑ دو۔ لیکن اس کے بعد بھی یہ نہیں کہا جا
سکتا کہ وہاں رُوحوں کو داخلے کی اجازت ہے یا نہیں۔'' شیپر نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا
اور میں گردن ہلانے لگا۔ شیپر میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ ''کیا درحقیقت تم
ڈیوک البرٹ کے دشمنوں میں سے ہو؟''

''ہاں......!'' میں نے بے خیالی میں کہا اور شیپر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ تھوڑی دیر
کے بعد ہم اُٹھ گئے۔ مجھے نیند آ رہی تھی۔ شیپر بھی اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ رات گئے تک
میں ڈیوک البرٹ کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر سو گیا۔

لیکن دوسری صبح انکشاف ہوا کہ...... شیپر فرار ہو گیا ہے...... بزدل گدھا......

☆......☆......☆

جزیرہ البرٹو کا پر ہیبت بھیڑیا، ڈیوک البرٹ میرے لئے نمبر دو تھا۔ نمبر ایک آلڈرے کیونکہ ابھی تو مجھے اُس سے نمٹنا تھا۔ آلڈرے کے آدمیوں نے ویرا کو اغوا کیا تھا اور مجھے اِ کا حساب اُس سے لینا تھا۔ اُسے اپنی بیٹی کے عوض ویرا کو واپس کرنا ہی پڑے گا۔ اور اِ کے لئے مجھے آج سے جدوجہد شروع کرنا تھی۔

بزدل شیپر مجھے پھر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ لیکن میرا دوست مارک، قول کا سچا تھا۔ میرے ایماء پر اُس کے آدمیوں نے میری قیام گاہ کی حفاظت کا کام سنبھال لیا تھا۔ میں نے اُ چاروں خطرناک آدمیوں کو بخوبی دیکھ لیا تھا جو بظاہر آوارہ گرد نظر آتے تھے۔ لیکن مجھے انداز تھا کہ وہ مکان کی نگرانی کر رہے ہیں اور چہروں سے وہ چوکنا نظر آتے تھے۔

پروگرام کے مطابق دن کو دو بجے، مارک مجھے ایک متعین کردہ اور مخصوص علاقے م میرے مطلوبہ سامان کے ساتھ مل گیا۔ مارک سے ملاقات کے لئے مجھے پرانا میک اپ کر پڑا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا۔ ''تمام چیزیں اپنی مرضی کے مطابق چیک کر لیں۔'' اُس نے کہا۔

''میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کرتا مارک!''

''کیوں جناب......؟''

''تمہارے اُوپر بھروسہ ہو گیا ہے۔''

''نہیں، نہیں...... ایسی کوئی بات نہ کہیں جس پر مجھے یقین نہ آئے۔ میری نگاہ میں آ ایک شاندار شخصیت ہیں۔'' مارک نے ہاتھ اُٹھا کر ہنستے ہوئے کہا۔

''کیوں مارک......؟''

''آپ نے میرے اُوپر صرف کاروباری اعتماد کیا ہے۔ ورنہ میں آپ کے نام تک ناواقف نہ ہوتا۔''

''اوہ، ڈیئر مارک! نام نہ بتانے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ دراصل ہم جیسے لوگ

سے خود کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اور کیا یہ مناسب بات نہیں ہے؟''

''میں نے کب انکار کیا ہے جناب؟''

''لیکن ذاتی پسندیدگی علیحدہ چیز ہے۔ اور میں کاروبار سے ہٹ کر ذاتی طور پر تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ کیونکہ تم اعلیٰ کارکردگی کے مالک ہو۔ تم مجھے ڈینس کہہ سکتے ہو۔''

مارک شکر گزار ہے۔ لیکن اَب جب ذاتی پسندیدگی اور ذاتی اعتماد کی بات آئی ہے تو میں ذرا اور آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا۔''

''ہاں، کہو......!''

''اہم باتیں سڑکوں پر نہیں ہوتیں۔ اگر وقت نہ ہو تو پھر سہی۔'' مارک نے کہا اور میں روں طرف دیکھنے لگا۔

''نہیں...... اس وقت کوئی بات نہیں ہے۔ میرے پاس کافی وقت ہے۔ لیکن ہم کہاں یں گے؟''

''وہ سامنے پرنسو ہے۔ اور پرنسو میں میرا ایک کمرہ موجود ہے۔ وقت ہے تو چلیں! میری ف سے کچھ ہو جائے۔''

''چلو......'' میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔ مارک درحقیقت مجھے پسند تھا۔ اور اعلیٰ کارکردگی والے اُس شخص سے ربط و ضبط بڑھانا چاہتا تھا تا کہ اُس سے مقامی طور پر م لے سکوں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پرنسو میں داخل ہو گئے۔ مارک نے کاؤنٹر سے چابی ل کی اور پھر ہم پرنسو کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ میں نے دلچسپ ہوں سے اُس کے کمرے کو دیکھا اور پھر بولا۔ ''آدمی تم بھی کم پراسرار نہیں ہو مارک! تمہارے پاس ایسی اور کتنی جگہیں ہیں؟''

''کافی...... میرا کام تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے مسٹر ڈینس! اپنے لوگوں کے لئے ہر قسم بندوبست رکھنا پڑتا ہے۔ اُنہیں سے کماتا ہوں اور اُنہیں پر خرچ کرتا ہوں۔ ایک بڑی رقم کام کے لئے تیار رکھنے پر خرچ ہو جاتی ہے۔'' مارک نے جواب دیا۔

''عمدہ بزنس ہے۔ بہرحال!'' میں نے طویل سانس لی۔ مارک گھنٹی بجانے لگا۔ ایک ے کے آنے پر اُس نے وہسکی کا آرڈر دیا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

''تو بات ذاتی پسندیدگی کی ہو رہی تھی۔'' اُس نے کہا۔

''ہاں مارک!''

"لیکن مسٹر ڈینس! پسند کرنے کا حق تو مجھے بھی ہے۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ
انداز میں تم نے بینک کا کام کیا ہے، اچھے اچھے اتنے سادہ پیمانے اور اعلیٰ درجے
نہیں کرتے۔ مارک جو کچھ بھی ہے، اسے تم بے حد پسند آئے ہو۔ تو کیا اس پسندیدگی
کو مارک نہ استعمال کرے؟"

"کیا مطلب......؟" میں نے اُسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"دیکھو ماسٹر! تم نے جو چیزیں طلب کی ہیں، یقیناً اُنہیں استعمال کرو گے۔ تم نے
مکان کی نگرانی بھی میرے سپرد کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے ساتھ شریک کرو
مارک کبھی دردِ سر ثابت نہ ہو گا۔ اور اس سلسلے میں پورے اعتماد کے ساتھ اگر تمہیں کوئی
ہوا تو اس میں حصہ نہ لے گا۔"

"اوہ، مارک ڈیئر......!" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرے لئے تم قابل اعتماد ساتھی ہو جس کا ثبوت تم دے چکے ہو۔ اور اَب مجھے کسی
ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میرے دوست! جو کام میں کرنے جا رہا ہوں، اس میں
منافع کا کوئی سوال نہیں ہے۔ صرف نقصان ہے۔"

"تب تو یوں سمجھو! میری دُعا پوری ہو گئی۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر تو میرا حق بن گیا
میں ایک دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں۔" مارک نے کہا اور میں نے سوچا کہ
حرج ہے؟ اتنا اصرار کر رہا ہے تو اس سے مشورہ کر لوں۔ صرف ایک خیال تھا۔ ڈیوک البرٹ
کے بارے میں جو کچھ سنا تھا، اس کے تحت یہ ممکن تھا کہ مارک کسی طور اُس کا وفادار نکل آئے
ایسی شکل میں مجھے مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔ لیکن اُس کا اصرار......

"ٹھیک ہے مارک! لیکن مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ہماری تمہاری دوستی میں کوئی رخنہ نہ
جائے۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"دنیا کی کوئی بات ایسا نہیں کر سکتی۔ اگر تم بتاؤ کہ تھوڑی دیر کے بعد تم مارک کو قتل کرو
گے، تب بھی نہیں۔" مارک نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"ایک بات مجھے تقویت دیتی ہے مارک! تم اپنے طور پر ایک آزاد انسان ہو نا؟"

"قطعی طور پر۔"

"کیا تم کسی ایسے شخص کے زیر اثر آ سکتے ہو جو بہت بڑی حیثیت رکھتا ہو اور تم
کے مفادات کی نگرانی کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں......!"

"تب سنو مارک! اتفاقات نے مجھے یہاں ایک شخص ڈیوک البرٹ کے خلاف لا کھڑا کیا
ہے۔" میں نے کہا اور مارک کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ لیکن مارک کی آنکھوں میں، میں نے
خون کی پیاس دیکھی۔ اُس کا چہرہ تانبے کی طرح تپنے لگا۔

"کیا تم درست کہہ رہے ہو ڈینس؟"

"ہاں میرے دوست! اور اپنے اس ردِ عمل کی وضاحت کرو۔"

"وضاحت نہیں کروں گا، صرف ایک بات کہوں گا۔ اگر تم البرٹ کے خون کے پیاسے
ہو تو اُسے قتل کر کے اُس کی لاش میرے حوالے کر دینا۔ اس کے عوض تم دنیا کا جو کام بھی مجھ
سے چاہو لے لینا۔ اُس کا کوئی معاوضہ نہ ہو گا۔"

"لاش کا تم کیا کرو گے مارک......؟"

"میں اُس کا خون پیوں گا۔ یہ میری زندگی کا سب سے بڑا عہد ہے۔ اور اگر تم نہ
ہوتے، تب بھی میں اس جستجو میں رہتا۔"

"سچ کہہ رہے ہو......؟"

"اپنی ماں کی قسم! جو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی۔" مارک نے عجیب سے لہجے
میں کہا اور میں اُسے دیکھتا رہا۔ مارک کی حالت ناقابل دید تھی۔ وہ کوئی بھوکا چیتا نظر آ رہا
تھا۔ اور پھر ویٹر کی آمد پر وہ سنبھل گیا۔

ویٹر، ٹرے رکھ کر چلا گیا۔ مارک نے اپنے لئے سادہ شراب سے گلاس بھر لیا تھا۔ اور پھر
جیسے اُس نے اپنی پیاس بجھا لی ہو۔ البرٹ کے تذکرے پر وہ کھول اُٹھا تھا۔

"خود تمہاری اُس سے کوئی دشمنی ہے مارک؟" میں نے اپنے گلاس سے مشروب کی
چسکیاں لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں مسٹر ڈینس! اس کی وجہ کبھی نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ وہ میرا خاندانی معاملہ ہے۔ تمہیں
کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"نہیں...... بہر حال! اگر تم اس میں دلچسپی رکھتے ہو تو میں اپنے اِس کام میں تمہیں خوش
آمدید کہتا ہوں۔ لیکن میرا کھیل لمبا ہے۔ ڈیوک البرٹ میرے لئے نمبر دو ہے۔ اُس سے قبل
مجھے ایک اور شخص آلڈرے سے نمٹنا ہے۔"

"نکس آلڈرے......؟" مارک نے پوچھا۔

''ہاں، شاید......!''

''بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ سور ڈیوک کا حاشیہ بردار ہے اور اپنی شریف صورت کے پیچھے بڑی مکروہ حیثیت رکھتا ہے۔ آلڈرے کی مالی حالت بھی ڈیوک نے ہی درست کی ہے...... ورنہ وہ آلڈرے سنز جیسی فرم نہیں قائم کر سکتا تھا۔''

''خوب......تو تم یہ بات جانتے ہو۔''

''اچھی طرح۔''

''آلڈرے سنز کے تحت جرائم ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے، بے شمار مجرم اُس کے تحت کام کرتے ہیں۔''

''تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ میرے بیشتر شناسا اُس کے تنخواہ دار ہیں۔ میں بھی شاید ہوتا اگر مجھے معلوم نہ ہو جاتا کہ اُس کا تعلق ڈیوک البرٹ سے ہے۔''

''خوب...... بہرحال! تمہاری اس شمولیت سے مجھے خوشی ہوئی ہے مارک! اور اَب میں تم پر مزید انکشافات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور مسٹر ڈینس! تم سے جو محبت محسوس ہو رہی تھی، اُس کی جڑیں کافی گہرائیوں میں ہیں۔ بس! مجھے شروع ہی سے تم سے ایک گہرا لگاؤ محسوس ہوا تھا۔''

''شکریہ...... یہ بات ایک لڑکی کی تھی۔ ایک دولت مند شخص کی لڑکی ویرا۔ جس نے اتفاقیہ طور پر میرے پاس پناہ لی تھی۔ وہ آلڈرے اور ڈیوک کا شکار تھی۔ آلڈرے کے ساتھی اُس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میں نے اُس کی مدد کی اور آلڈرے کو کافی نقصان پہنچایا۔ لیکن بہرحال! وہ لوگ لڑکی کی ایک حماقت کے سبب اُسے نکال لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ تب میں نے آلڈرے سے ملاقات کی۔ اُس سے ویرا کو واپس مانگا۔ لیکن اُس نے بتایا کہ وہ البرٹ کی تحویل میں ہے۔ بہرحال! یہ کام اُسی کا تھا۔ میں اُس کی لڑکی این کو اُٹھا لایا ہوں اور میرے آدمی اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔''

''اوہ، کیا واقعی......؟'' مارک خوشی سے اُچھل پڑا۔

''ہاں مارک! میں نے آلڈرے سے کہا ہے کہ وہ ویرا کو واپس کر دے۔ تب اُس کی لڑکی اُسے مل جائے گی۔''

''اوہ، اوہ ڈینس! اتنی جلدی تم نے اتنی بھرپور کوشش کی ہے۔ خدا کی قسم! تم بے حد خطرناک انسان ہو۔ اَب مزہ آئے گا۔ کیا سمجھتا ہے ڈیوک خود کو؟'' مارک خوشی سے ہاتھ ملا

ہوا بولا۔ میں خاموش رہا تھا۔

مارک بھی تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''تم واقعی سمجھ دار ہو۔ تم نے اُسے رکھنے کے لئے پرائیویٹ رہائش گاہ تلاش کی ہے۔ ہوٹلوں وغیرہ پر تو اُن لوگوں کا راج ہے۔ فوراً پتہ چلا لیتے۔ لیکن تم فکر مت کرو۔ ہم قیام گاہیں بدلتے رہیں گے۔ اور میرے پاس اُن کی کمی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میں قابل اعتماد لوگوں کی تعداد اور بڑھا دوں گا۔ مگر مسٹر ڈینس! اَب آپ کا کیا پروگرام ہے؟''

''آلڈرے سے گفتگو کروں گا۔''

''کب...... کس وقت؟''

''بس! تھوڑی دیر کے بعد۔''

''اور اس کے بعد کیا ہو گا......؟''

''دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے؟ لڑکی کی واپسی مشکل ہے۔ میں نے اُسے چیلنج کیا ہے کہ اگر لڑکی واپس نہ ملی تو یہی نہیں کہ اُس کی لڑکی یرغمالی کے طور پر رہے گی۔ بلکہ میں اُس کے آدمیوں کو بھی بے دریغ قتل کروں گا۔ یہ تیاریاں اُسی کے لئے تھیں۔ کیونکہ بہرحال! آلڈرے مجھے دھمکیاں دینے کی کوشش ضرور کرے گا۔''

''فون کب کرو گے ڈینس؟''

''بس! تھوڑی دیر کے بعد۔'' اُس نے جواب دیا۔ ''کیوں؟''

''یہاں سے واپسی پر تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ چلنا۔ میں تمہیں ایک بڑی کارآمد چیز دوں گا۔''

''مارک! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اِن حالات سے آگاہ ہونے کے بعد تم میرے ساتھ ہی قیام کرو؟ تمہاری مصروفیت اگر خاص ہو تو چلے جانا۔ باقی رہے دوسرے معاملات تو اس دوران تمہارے اخراجات میرے ذمہ رہیں گے۔''

''اوہ...... نہیں مارک تو اَب خود بھی اس کھیل میں شریک ہے۔''

''دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی مارک! ہم ضرورت کے مطابق اسے حاصل کرتے رہیں گے۔ اس بارے میں نہ سوچو۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' مارک نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ بہرحال! لڑکی کو بھی وہاں سے شفٹ کر دیں گے۔ ایک اور جگہ رکھیں گے۔''

"میں نے تمہارے اُوپر بھروسہ کیا ہے مارک! اَب تم جو مناسب سمجھو۔"

"اوکے باس......!" مارک نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اُٹھ گئے۔ مارک کی اپنی کار موجود تھی۔ یہاں سے وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی رہائش گاہ پر گیا۔ میں اس دوران کار میں ہی بیٹھا رہا تھا۔ میں مارک کی شمولیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گو یہ خلافِ اصول بات تھی۔ اپنے معاملات میں دوسروں کو شریک کرنے کی پالیسی زیادہ مناسب نہیں ہوتی۔ لیکن مارک خاص آدمی تھا اور دل چاہتا تھا کہ اُس پر بھروسہ کر لیا جائے۔ اس کے علاوہ اگر کہیں وہ غلط ثابت ہوا تو دیکھا جائے گا۔ زندگی تو ایک رِسک کے سوا کچھ نہیں۔

مارک واپس آ گیا۔ اُس نے گھڑی نما چوکور شے مجھے دی اور بولا۔ "بہت عمدہ چیز ہے مسٹر ڈینس! کہیں سے بھی ٹیلی فون کرو، ڈائل سے کنکشن ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس فون کے بارے میں کوئی نہیں معلوم کر سکتا کہ کہاں سے کیا گیا ہے؟"

"اوہ، گڈ...... واقعی عمدہ چیز ہے۔"

"تمہاری نذر...... اَب آؤ! این کو وہاں سے نکال کر منتقل کر دیں۔ میں نے جگہ کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"کہاں چلو گے مارک......؟"

"فشنگ ہاربر کے نزدیک۔ ایک محفوظ عمارت ہے جس میں قید خانہ بھی ہے۔ میری ذاتی ملکیت ہے۔" مارک نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ہم دونوں اپنی رہائش گاہ پہنچے۔ میں اندر چلا گیا۔ مارک اپنے آدمیوں کے نزدیک پہنچ کر اُنہیں ہدایات دینے لگا تھا۔

این ایک کمرے میں اُداس سی بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔ "اس عمارت میں فون کے تار تو موجود ہیں۔ فون کیوں نہیں ہے؟"

"کیوں...... کیا کرو گی......؟"

"ڈیڈی کو فون کروں گی۔"

"نقصان دہ بات ہے۔ ظاہر ہے، مسٹر آلڈرے اسے پسند نہیں کریں گے۔"

"سنو...... مجھے یقین ہے کہ تم...... تم ڈیڈی کے آدمی نہیں ہو۔" اُس نے روہانسی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب......؟"

"اگر تم ڈیڈی کے آدمی ہوتے تو اس وقت میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے۔ ڈیڈی کے کسی آدمی کی یہ جرات نہیں ہو سکتی تھی۔"

"لیکن این! میں نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک تو نہیں کیا۔"

"ہاں...... یہ تو ہے۔ لیکن یہاں فون کیوں نہیں ہے؟"

"اس لئے کہ مسٹر آلڈرے یہ پسند نہیں کرتے تم اُن سے رابطہ قائم کرو اور اُن کے دشمن فون کے سہارے تم تک پہنچ جائیں۔"

"اوہ...... وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "بہر حال! میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ یہ بات تم ڈیڈی کو بتا دینا۔"

"ٹھیک ہے این! میں کسی نہ کسی طرح جلد فون پر اُن سے تمہاری گفتگو کرا دُوں گا۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔" اُس نے جواب دیا۔

"تیار ہو جاؤ۔ میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"کہاں......؟" وہ چونک پڑی۔

"دوسری جگہ...... یہ جگہ مشکوک ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ تمہارے چہرے پر میک اَپ بھی کرنا پڑے گا۔ میں تمہاری شکل بدل دُوں گا۔"

"کس طرح......؟" وہ اشتیاق سے بولی۔

"ابھی بتاتا ہوں۔ چند منٹ رُک جاؤ۔" میں نے کہا اور پھر دوسرے کمرے سے میک اَپ بکس اُٹھا لایا اور پھر اُس کے چہرے میں تبدیلی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اُس کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔ این نے خود کو دیکھا اور حیران رہ گئی۔

"ارے...... یہ میں ہوں؟ کیا واقعی یہ میں ہوں؟ تم تو انوکھے انسان ہو۔ کاش! تم سچ مچ میرے ڈیڈی کے دوستوں میں ہی ہو۔"

میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ باہر ڈرائنگ رُوم میں مارک انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اُسے تیاری کی اطلاع دی اور مارک نے گردن ہلا دی۔

"باہر مطلع صاف ہے...... چلیں؟"

"ہاں، چلو......" میں نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اُس دوسری عمارت میں منتقل ہو گئے تھے۔ مارک کے آدمیوں نے یہاں کا چارج بھی سنبھال لیا تھا اور اَب سارے کاموں سے فراغت ہو گئی تھی۔ اس لئے میں نے دوسرا کام شروع کیا۔ مارک کے بتائے

ہوئے طریقے کے مطابق میں نے وہ آلہ، ٹیلی فون میں فٹ کیا اور پھر آلڈرے کے
گھمانے لگا۔ چند ہی ساعت کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور آلڈرے کی
سنائی دی۔

"ہیلو آلڈرے...... کیسے ہو؟"

"کون ہو تم......؟" آلڈرے کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"دوست کہو یا دشمن، تمہاری مرضی ہے۔ ویرا کے بارے میں کیا سوچا......؟" میں
سوال کیا۔

"اوہ...... این کہاں ہے؟" آلڈرے نے بے چینی سے پوچھا۔

"میرے پاس موجود ہے۔ اور ابھی تک خیریت سے ہے۔ لیکن جوں جوں تم ویرا
معاملے میں تاخیر کرو گے، اُس کی خیریت خطرے میں پڑتی جائے گی۔"

دوسری طرف چند ساعت خاموشی طاری رہی۔ شاید آلڈرے غصے سے خاموش ہو گیا تھا
پھر ٹیلی فون کے سلسلہ میں کارروائی کر رہا تھا۔ پھر اُس کی آواز سنائی دی۔ "میں تمہیں بتا
ہوں کہ ویرا، ڈیوک کے پاس پہنچ چکی ہے۔"

"کس طرح ڈیئر آلڈرے؟"

"جب اُسے یہاں لایا گیا تھا تو ڈیوک موجود تھے۔"

"اور وہ ویرا کو لے گئے؟"

"ہاں......!"

"ذمہ دار کون ہوا......؟"

"کیا مطلب......؟"

"تم نے اُسے اغواء کرایا تھا۔ تم مکمل طور سے اس کے ذمہ دار ہو۔ سنو! ویرا کو تین دن
کے اندر اندر واپس پہنچ جانا چاہئے۔ واپسی کے بعد بھی تم اُسے میرے حوالے کر دو گے تو این
تمہیں واپس نہیں ملے گی۔ جو کچھ ویرا کے ساتھ ہوا ہوگا، وہی کچھ این کے ساتھ بھی کیا جائے
گا۔ اگر ویرا، محفوظ رہی تو این بھی بالکل محفوظ رہے گی۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم فوری طور پر
ویرا کو حاصل کر لو، تاکہ این کے محفوظ رہنے کے امکانات بڑھ جائیں۔"

"ہوں، سنو...... اگر وہ ڈیوک کے ہاتھوں میں نہ پہنچ جاتی تو میں تمہاری ہدایت پر عمل کر
سکتا تھا۔ لیکن موجودہ صورتِ حال میں تو میں مجبور ہوں۔" آلڈرے نے کسی قدر بدلے

ہوئے انداز میں کہا۔

"گویا اَب یہ ناممکن ہے......؟"

"اگر تم ڈیوک کے بارے میں جانتے ہو تو خود بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے مسٹر آلڈرے! اس کے بعد تم این کے مستقبل سے مایوس ہو جاؤ۔ میں اُسے
قتل نہیں کروں گا۔ لیکن میں اور میرے بہت سے دوست اُس وقت تک اُس کے بدن کو
بھنبوڑتے رہیں گے جب تک وہ مر نہ جائے۔ او کے......"

"سنو...... سنو تو سہی...... آلڈرے کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کہو......!"

"دیکھو...... حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ حالات کے چکر میں پڑوں۔ ڈیوک البرٹ
تمہارے اور اہلِ فرانس کے لئے کوئی حیثیت رکھتا ہوگا۔ میں جب اُس کے مقابل آیا تو
اُسے کسی خارش زدہ کتے کی مانند سڑکوں پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ہوگا۔"

"خاموش ہو جاؤ...... خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ!" آلڈرے کی آواز میں خوف تھا۔

"ویرا کا معاملہ میرے اور تمہارے درمیان سے ختم ہو گیا۔ اور میں نے اس کے عوض
تمہاری لڑکی کو حاصل کر لیا۔ اَب میں اُس چوہے البرٹ سے نمٹ لوں گا۔"

"اوہ، اوہ...... تم...... نہ جانے...... نہ جانے...... اس سے...... کبھی کوئی بات پوشیدہ نہیں
رہتی۔ نہ جانے اَب تمہارا کیا حشر ہوگا......"

"اور...... میں فون بند کر رہا ہوں۔"

"تم نے مجھے تین دن کی مہلت دی ہے......" اُس نے کہا۔

"دی تھی۔ لیکن اَب تم وہ حالات ختم کر چکے ہو۔"

"نہیں...... حالانکہ تم جو کچھ کہہ چکے ہو، میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد تمہارا کیا حشر ہو
گا؟ تاہم میرا اور این کا مسئلہ ہمارے تمہارے درمیان رہے گا۔ میں کوشش کروں گا کہ اُسے
واپس لے آؤں۔"

"کب تک......؟"

"تین دن کے اندر اندر۔ میں تم سے کیسے رابطہ قائم کروں؟"

"آج رات میں تمہیں فون کروں گا، ٹھیک آٹھ بجے۔ پھر کل رات اور اس کے بعد

پرسوں دن کو گیارہ بجے۔ بس! وہ آخری فون ہوگا۔''

''ٹھیک ہے......'' آلڈرے نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر کے آلہ نکال لیا۔ اس کے بعد میں اطمینان سے باہر آ گیا۔ بہرحال! تین دن تک انتظار کرنا تھا اور اس کے بعد ہی کوئی کارروائی مناسب تھی۔

اُسی شام چائے کی میز پر میں نے مارک کو اپنی اور آلڈرے کی گفتگو کے بارے میں بتایا اور مارک کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر بولا۔ ''اس بارے میں تو سوچنا ہی چھوڑ دو مسٹر ڈینس! کہ آلڈرے اَب ویرا کو حاصل کر سکے گا، بشرطیکہ وہ البرٹ کے پاس پہنچ گئی ہو۔ ہاں! یہ سوچو! کہ اَب اُس کی لڑکی کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟''

''کیا البرٹ بہت خطرناک ہے......؟''

''اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یوں سمجھ لو! فرانس میں آدھی حکومت اُس کی ہے۔ بڑے بڑے افسران اُس کی توجہ کے طالب رہتے ہیں۔ اور وہ اُن کی قسمتوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ بس! فرانس میں کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُس کے کاموں میں دخل دے جائے۔''

''خوب...... بہرحال! لطف آئے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب پھر......؟''

''آلڈرے نے یہ کام کیا ہے۔ سزا اُسے بھگتنا پڑے گی۔ اور بہرحال! ہم ویرا کو البرٹ سے آزاد کرا کر لائیں گے۔ آلڈرے کی لڑکی بذاتِ خود معصوم ہے۔ اُسے اُس کے باپ کے جرم کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ ہاں! ہم آلڈرے سے اس کے عوض بھاری رقم وصول کریں گے۔ لیکن اس وقت جب اُسے بے بس پائیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''شاندار...... تمہارے روپ میں، میں نہ جانے کیا دیکھ رہا ہوں۔ میں ایسے لوگوں کا عاشق ہوں جو خوف کو نزدیک نہیں آنے دیتے۔'' مارک نے کہا۔

''بہرحال مارک! میرے لئے تم ایک عمدہ ساتھی ہو۔ یوں سمجھو! کہ میرے معاملات میں میرے دست راست۔''

''بہت بہت شکریہ مسٹر ڈینس! اَب میرے لئے کیا حکم ہے؟''

''تم نے کہا تھا کہ تمہارے بہت سے شناسا، البرٹ کے غلام ہیں۔''

''ہاں......!''

''کیا ان میں ایسے بھی ہیں جن کے لئے تم بہت اچھے جذبات رکھتے ہو اور انہیں کوئی

پہنچے دیکھنا پسند نہ کرتے ہو؟''

''نہیں...... اس لئے کہ وہ صرف شناسا ہیں، عزیز نہیں ہیں۔''

''تب مجھے اُن کی ایک فہرست درکار ہے۔'' میں نے کہا اور مارک چونک کر مجھے

پھر میں نے آہستہ سے گردن ہلائی۔ ''میں مہیا کر دوں گا۔''

''اس کے علاوہ مجھے چند ذہین لوگ درکار ہوں گے جو آلڈرے کی نگرانی کر سکیں اور اُس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھیں۔''

''یہ بھی ہو جائے گا۔''

''اخراجات کے لئے......'' میں نے جیب سے نوٹوں کی کئی گڈیاں نکال کر اُس کے ڈال دیں۔ مارک نے خاموشی سے اُنہیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔

''اور کچھ باس......؟'' اُس نے پوچھا۔

''نہیں...... شکریہ۔ بس! ایک درخواست ہے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ، فرمایئے......!''

''آئندہ مجھے باس مت کہنا۔'' میں نے اُٹھتے ہوئے کہا اور مارک ہنسنے لگا۔

☆

پھر میں نے آلڈرے سے فون پر بات کی۔

''آلڈرے سپیکنگ......!'' آلڈرے کی آواز سنائی دی۔

''ادھر تمہارے دوست کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟'' میں نے کہا۔

''سنو...... کیا تم اپنا نام نہیں بتاؤ گے......؟''

''ظاہر ہے، مناسب نہیں ہوگا۔ لیکن تم جس نام سے چاہو، مجھے مخاطب کر سکتے ہو۔''

''تب میں تمہیں مسٹر ایکس کہوں گا۔''

''مجھے اعتراض نہیں ہے۔ ہاں! اَب کام کی بات کرو۔''

''میں نے مسٹر البرٹ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اُن سے ملاقات اتنی آسان نہیں ہوتی۔ کو چار بجے ملاقات ہو سکے گی۔ دوسری طرف سے اُن کے ذاتی سٹاف نے مجھ سے یہی ہے۔''

''ٹھیک ہے...... پھر کل دن میں فون کروں؟''

"ہاں......ایک کام کر سکتے ہو؟"

"کیا......؟"

"این سے میری بات کرا دو۔ میں بہت پریشان ہوں۔" آلڈرے کے لہجے
تھی۔

"ہوں......!" میں کچھ سوچنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "لیکن تم اُس سے کوئی غلط بات
کرو گے۔ میں تمہاری گفتگو سنوں گا۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔"

"ہولڈ کرو......!" میں نے کہا اور پھر فون کا ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا۔ چند منٹ کے
میں این کو لے کر فون پر پہنچ گیا۔ "ہیلو!" میں نے آلڈرے کو مخاطب کیا اور دوسری طر
سے اُس کی آواز سن کر بولا۔ "این سے گفتگو کرو۔" اس کے ساتھ ہی میں نے ریسیور
کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"ڈیڈی! میں این ہوں۔" این آلڈرے خوشی سے ہانپتی ہوئی بولی۔ میں اُس کے
قریب تھا اور دوسری طرف کی آواز میں بخوبی سن رہا تھا۔ دوسری طرف چند ساعت خا
رہی۔ پھر آلڈرے کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو این......!"

"ہیلو ڈیڈی......!" این خوشی سے بولی۔

"این! تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے......؟"

"بالکل نہیں ڈیڈی! آپ کے ملازم بہت اچھے ہیں۔ میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہ
ہوا اور مجھے ضرورت کی ہر چیز مل رہی ہے۔ لیکن ڈیڈی! یہ معاملہ کیا ہے؟ وہ کون لوگ ہیں
اچانک میرے دشمن بن گئے ہیں؟"

"کیا مطلب......؟"

"مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ مجھے کچھ دشمنوں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے آپ نے یہاں
دیا ہے۔"

"اوہ، اوہ...... ہاں بے بی! لیکن تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت جلد
اپنے اُن دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔ تم گھبرا تو نہیں رہیں؟"

"اَب نہیں گھبراؤں گی۔ اِن لوگوں کے بیان کی تصدیق ہو گئی ہے نا! اَب جب

آپ جب تک کہیں گے، میں یہاں رہوں گی۔"

"بہت تھوڑا سا وقت ہے بے بی! تمہارے پاس کوئی موجود ہے؟"

"ہاں مسٹر...... میں اِن کا نام نہیں جانتی، میرے پاس موجود ہیں۔"

"او کے بے بی! فون اُنہیں دے دو اور تم آرام کرو۔" آلڈرے نے کہا اور این نے
مجھے دے دیا۔

"شکریہ این! اَب تم آرام کرو۔"

"او کے سر......!" این واقعی خوش ہو گئی تھی۔ کتنا ہی برا آدمی بن گیا تھا لیکن انسانیت کے
اَب بھی فطرت سے اُلجھے ہوئے تھے جن کے تحت میں نے اس وقت بھی سوچا کہ
ے کے آدمیوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کے باوجود میں اُس لڑکی کو کوئی
نہیں پہنچاؤں گا۔ کیونکہ وہ معصوم اور بے قصور ہے۔

باہر نکل گئی اور میں نے آلڈرے کو مخاطب کیا۔ "میں بول رہا ہوں مسٹر آلڈرے!"

"تم نے میرے اُوپر احسان کیا ہے مسٹر ایکس! مجھے بتاؤ، میں تمہارے اِس احسان کا کیا
دوں......؟"

"کون سا احسان......؟"

"این ناخوش نہیں ہے۔"

"صرف اِس لئے کہ وہ تمہاری حرکتوں سے ناواقف ہے۔ لیکن اس کے لئے ماحول تم
کرو گے آلڈرے!"

"میں تمہارے اُوپر ایک احسان کرنا چاہتا ہوں۔" آلڈرے نے کہا۔

"وہ کیا......؟"

"تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ ڈیوک سے نہ اُلجھو۔ اُس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ اگر کہیں
ئے ہو تو پہلے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کر لو۔ اس کے بعد اُس سے
کی کوشش کرنا۔"

"آلڈرے! میرے پورے بدن پر ہاتھ ہی ہاتھ ہیں۔ اس لئے ڈیوک کے ہاتھوں کی
مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں نے تم سے جو کہا ہے، وہی کرو۔ وقت گزرنے کے بعد
کے لئے اتنا شریف آدمی ثابت نہ ہوں گا۔"

"تمہاری مرضی۔" آلڈرے نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا۔ میرے

ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔فون بند کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔

دوسرے دن مارک نے صبح کا اخبار خصوصی طور پر میرے حوالے کیا اور ایک خبر
رکھتے ہوئے بولا۔''اسے دیکھو مسٹر ڈینس!''

''کیا ہے......؟'' میں اخبار پر جھک گیا۔اور پھر میں نے بھی وہ جلی الفاظ دیکھے۔

''مسٹر ایکس! ڈیوک البرٹ تمہیں طلب کرتا ہے۔سی وان کے کنارے تمہیں ...
موٹر بوٹ ملے گی۔تاخیر کے بغیر یہاں تک پہنچ جاؤ۔حکم عدولی پر تمہارے لئے موت ...
بھی تجویز کی جاسکتی ہے۔''

میں نے اخبار ایک طرف سرکا دیا۔''موت کی سزا بھی تجویز کی جاسکتی ہے۔'' ...
مسکراتے ہوئے مارک کو دیکھا۔

''جانور ہے کم بخت۔اگر تم نے اُس کی یہ بات نہ مانی تو وہ تمہارے دھوکے میں ...
لوگوں کو قتل کردے گا۔جس پر شبہ ہوگا، اُسے قتل کردے گا۔''

''پھر کیا مشورہ ہے مارک؟'' میں نے کہا۔

''اوہ......میرا امتحان لے رہے ہو ماسٹر! میں جانتا ہوں تم اس کے حکم کو حقارت ...
دو گے۔'' مارک نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہنسنے لگا۔بہرحال! مارک سے اُس بارے
میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔لیکن میرے ذہن میں بہت سے منصوبے کلبلانے لگے تھے۔ ...
میں تیاریاں کرنے لگا۔تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آیا۔باہر ...
موجود تھا۔اُس نے مجھے دیکھا اور چونک پڑا۔''کہیں جانے کی تیاریاں ہیں ماسٹر؟''

''ہاں مارک......تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو۔واپس آجاؤں گا۔'' میں نے ...
دیا۔

''اِس بیگ میں کیا ہے......؟''

''تھوڑی سی خریداری کرنی ہے۔'' میں نے جواب دیا اور باہر نکل آیا۔باہر سے ...
کار لی اور چل پڑا۔میں پیرس کے بہت سے علاقوں سے واقف ہوگیا تھا، چنانچہ ...
بازار کھل چکے تھے۔میں نے درحقیقت وہاں سے کچھ خریداری کی۔پھل فروٹ اور ...
کچھ دوسری چیزیں۔اور پھر ایک تفریحی ساحل کی جانب چل پڑا۔

ساحل سے کافی دُور میں نے کار روک دی اور اُسے لاک کرکے اپنا سامان لے ...
اُتر آیا اور پھر ساحل کے ایک ویران حصے میں پہنچ گیا۔گو عام دن تھا۔لیکن پھر بھی ...

...نظر آرہے تھے۔بے فکرے لوگ اور ایسے جوڑے جو شاید رش کے دنوں میں یہاں نہ آ
پاتے ہوں۔شکاری لڑکیاں بھی گھوم رہی تھیں۔زیت کے ایک دُور دراز ٹیلے کی آڑ میں پہنچ
کر میں نے اپنے ساتھ لایا ہوا تھیلا کھولا۔اُس میں سے سیاہ رنگ کے خطرناک اور طاقتور
دستی بم نکال لئے۔پھر میں نے سنگتروں کو اِس انداز میں چھیلا کہ اُن کا چھلکا نہ ٹوٹنے پائے۔
اور پھر دستی بم اُن میں رکھ دیئے۔چار پانچ سنگترے میں نے اِسی اندز میں بنائے۔بموں
کے سیفٹی پن میں نے چھلکے سے باہر نکال لئے تھے۔ان سنگتروں کو میں نے باسکٹ میں نیچے
رکھ دیا تھا۔اس کے بعد دو آگ لگانے والے بم بھی اسی طرح بنائے اور اس کام سے فارغ
ہوگیا۔اس کے بعد میں نے بازار سے خریدا ہوا نہانے کا لباس پہنا اور باسکٹ لے کر آگے
بڑھ گیا۔

تھوڑے فاصلے پر بوٹ سٹیشن تھا۔سمندر میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں تیر رہی تھیں۔یہ
کشتیاں اِس سٹیشن سے کرائے پر مل جاتی تھیں۔لیکن اس سے قبل میں ایک جگہ رُک گیا۔
ساحل پر ایک پتھر لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا۔''اگر آپ کو ساتھی کی تلاش ہے تو یہاں کھڑے ہو
جائیں۔''

واہ......میں دل ہی دل میں مسکرایا۔بڑی آسانیاں فراہم کردی گئی ہیں۔ورنہ میں تو
سوچ رہا تھا کہ کسی ساتھی کے حصول کے لئے مجھے دھوپ میں نہاتی ہوئی لڑکیوں کے درمیان
چکرانا پڑے گا۔بہرحال! میں پتھر کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک
رہی تھیں۔اور پھر چاروں طرف سے ہی میں نے نیم برہنہ تتلیوں کو اپنی طرف لپکتے دیکھا۔

پانچ لڑکیاں تھیں۔لمبی، دُبلی، موٹی، متناسب نقش و نگار اور مناسب۔

''ہیلو......!'' اُن سب کی آوازیں اُبھریں۔

''ہیلو......!'' میں نے پلکیں جھپکاتے ہوئے اُن سب کو دیکھا۔میرے انداز میں حماقت
تھی۔لیکن میری نگاہوں نے اُن میں سے اپنے مطلب کی لڑکی تلاش کرلی۔وہ لڑکی صورت
سے کسی قدر بے وقوف نظر آرہی تھی۔

''تمہیں ساتھی کی تلاش ہے؟'' ایک لڑکی نے کہا۔

''یقیناً تم تنہا ہو۔'' دوسری نے بدن لچکاتے ہوئے کہا۔

''ہرگز نہیں......ہرگز نہیں۔میری بیوی اُس ٹیلے کے پیچھے لباس تبدیل کر رہی ہے۔براہِ
کرم! تم لوگ بھاگ جاؤ۔وہ بہت خونخوار ہے۔ابھی چند روز قبل اُس نے ایک ایسی لڑکی کا

کان زخمی کر دیا تھا جس نے مجھے ڈارلنگ کہا تھا۔

''تب کیا تم اندھے ہو؟ یہ پتھر نہیں دیکھا تم نے؟'' ایک لڑکی ناک سکوڑ کر بولی اور واپس چل پڑی۔

''پپ...... پتھر؟'' میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں مُڑ کر دیکھا۔

''اوہ...... یہ احمق ہے۔ آؤ! چلیں۔'' لڑکیوں نے ایک دوسرے سے کہا اور وہ واپس چل پڑیں۔ تب میں نے اپنی منتخب لڑکی کی کمر میں اُنگلی چبھوئی اور وہ اُچھل کر پلٹی۔

''کیا تم بھی مجھے احمق سمجھتی ہو؟''

''ابھی تک اسی جگہ کھڑے ہو؟'' وہ ناک سکوڑ کر بولی۔ ''اگر تمہاری بیوی نے تمہیں یہاں کھڑے دیکھ لیا تو تمہارا کان نہ زخمی کر دے؟''

''بیوی...... کون سی بیوی؟'' میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

''جو ٹیلے کے پیچھے ہیں۔'' اُس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ دوسری لڑکیاں آگے نکل گئی تھیں۔ ''کیا مطلب ہے اس ہنسی کا؟'' لڑکی تیکھے انداز میں بولی۔

''یہی کہ بے وقوف میں نہیں، تم ہو۔''

''کیوں......؟''

''تم مجھے پسند آ گئی تھیں۔ اگر میں فوراً اعلان کر دیتا تو دوسری لڑکیاں ناک بھوں چڑھاتیں اور طرح طرح کی باتیں کرتیں۔ میں نے اُن تمام باتوں سے جان چھڑانے کے لئے یہ بکواس کی تھی۔''

''اوہ......'' اُس نے حیرت سے ناک سکوڑ کر سیٹی بجائی۔ پھر مسکرانے لگی۔ دوسری لڑکیاں دُور چلی گئی تھیں۔ ''تب تو میں تمہارا شکریہ ادا کروں گی۔''

''کوئی بات نہیں۔ آؤ!'' میں نے اُس کا بازو پکڑا اور پتھر سے آگے بڑھ گیا۔ ''ہم دونوں کافی دیر تک ساتھ رہیں گے۔''

''یقیناً...... ویسے تم بہت چالاک ہو۔ میں تو مان گئی۔'' وہ میرے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

''کیا نام ہے تمہارا......؟''

''ایلی...... ایلی سٹوکر۔'' اُس نے جواب دیا۔

''میرا نام براؤنسن ہے۔''

''تم سے مل کر خوشی ہوئی۔'' اُس نے رسمی جملے ادا کئے اور پھر ہاتھ بڑھا کر بولی۔ ''لاؤ! میرا سامان مجھے دے دو۔ تم تو کھانے پینے کا بھی بندوبست کر کے لائے ہو۔ ارے! اس میں وہسکی ہے؟''

''ہاں......!''

''کتنی بوتلیں ہیں......؟''

''دو۔'' میں نے جواب دیا۔

''ونڈر فل......! تو کہیں بیٹھیں؟''

''نہیں...... ہم بوٹنگ کریں گے۔ جس قدر وقت گزارنا ہے، سمندر میں ہی گزاریں گے۔''

''اوہ......'' اُس نے خوشی سے چیخ ماری اور کھانے پینے کی چیزوں کا تھیلا میرے ہاتھ سے لے لیا۔ پھر بولی۔ ''میرا لباس کلوک رُوم میں ہے۔ کیا لے لوں؟''

''لے آؤ تو بہتر ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب تم بوٹنگ سٹیشن پر چلو۔ میں ابھی آئی۔'' اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ ل چیز میرے پاس ہی تھی اس لئے مجھے فکر نہیں تھی۔ میں نے مسٹر اینڈ مسز براؤنسن کے نام سے بوٹ حاصل کی اور اُس کا انجن چیک کرنے لگا۔ ہوور کرافٹ بوٹ پرفیکٹ کنڈیشن میں تھی اور اُسے مرضی کے مطابق چلایا جا سکتا تھا۔ کرایہ ادا کر کے میں نے بوٹ قبضے میں کر لی اور چند ساعت کے بعد ایلی میرے پاس پہنچ گئی۔ وہ مسکراتی ہوئی بوٹ میں آ بیٹھی تھی۔ اُس نے پھلوں کی ٹوکری اور کھانے کی دوسری چیزیں نمایاں طور پر رکھ لیں تاکہ دُور سے ہی نظر آ سکیں۔ اور پھر ڈوری کھینچ کر بوٹ کا انجن سٹارٹ کر لیا۔ بوٹ، سمندر کے سینے پر دوڑنے لگی۔ ایلی میرے نزدیک ہی آ بیٹھی تھی۔ اُس نے میری ران پر چہرہ رکھ لیا اور نیم باز آنکھوں سے میری شکل دیکھ رہی تھی۔

''اپنے بارے میں اور کچھ نہیں بتاؤ گے......؟'' بالآخر اُس نے کہا۔

''کیا ضروری ہے؟'' میں نے نیم باز آنکھوں سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... جب دو ساتھی ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے شناسائی حاصل کرنے کے لئے چند باتیں ضروری ہوتی ہیں جو میں نے تم سے پوچھیں۔ یہ غیر فطری تو نہیں ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ایلی! لیکن بجائے اس کے کہ ہم فضول باتوں میں اُلجھیں، اپنی اپنی باتیں کیوں نہ کریں؟ ظاہر ہے تم میری چند لمحات کی ساتھی ہو۔ اس کے بعد تم چلی جاؤ گی۔ پھر اگر تمہیں اپنے بارے میں کچھ بتا بھی دیتا ہوں تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ تو نہ ہوگا۔ بس! یوں کہو کہ وقت گزاری کے لئے کچھ باتیں کرنا ہوتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے...... تمہاری مرضی۔ ظاہر ہے، تم جس طرح پسند کرو۔" وہ میرے نزدیک کھسک آئی اور پھر اُس نے میرے سینے پر اپنا رُخسار ٹکا دیا۔ "کیا مجھے رات کو بھی تمہارے ساتھ ہی رہنا ہوگا؟" اُس نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں بعد میں فیصلہ کریں گے ایلی! تاہم یہ ضروری تو نہیں ہے کہ جسے کچھ وقت کا ساتھی منتخب کیا جائے، اُس کے بارے میں اس انداز میں بھی سوچا جائے۔ البتہ میں تمہیں اپنے ساتھ لانے کا پورا پورا معاوضہ ادا کروں گا۔"

"اوہ......" ایلی نے ہونٹ سکوڑے۔ "میں معاوضے کی بات تو نہیں کر رہی تھی۔"

"نہیں ایلی! یہ ایک حقیقت ہے جس سے تم انکار نہیں کر سکتیں اور نہ میں اسے نظر انداز کر سکتا ہوں۔ بلکہ میرے خیال میں تو یہ بہتر ہے کہ پہلے تم یہ رقم رکھ لو۔" میں نے اپنی جیب سے کچھ نوٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیئے۔

ایلی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن اُس نے مصنوعی انداز میں ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔ "نہیں، نہیں...... تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں یہ نہیں لوں گی۔" ایلی مصنوعی مسکراہٹ سے بولی۔

"رکھ لو، پلیز......" میں نے کہا اور نوٹ زبردستی اُس کے مختصر سے اُوپری لباس میں ٹھونس دیئے۔

ایلی مسکرانے لگی۔ "بڑے ضدی ہو۔" اُس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔ حالانکہ نوٹ مل جانے کے بعد وہ خاصی مطمئن اور مسرور نظر آتی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "تو تمہیں صرف ایک سمندری ساتھی کی ضرورت تھی۔"

"سمندری ساتھی کی نہیں بلکہ خشکی کے ساتھی کی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ "ایلی! ایک بات تو بتاؤ!" میں نے یونہی رواداری میں اُس سے پوچھا۔

"جی......!" وہ مجھے دیکھنے لگی۔

"یہ سی وان کا کنارہ کس طرف ہے؟" میں نے اُس سے سوال کیا۔

"سی وان...... وہ اُس طرف جو ایک اُونچی چٹان اُبھری نظر آ رہی ہے۔ جو شیر کے سر کی مانند معلوم دے رہی ہے، وہی سی وان ہے۔" ایلی نے بہت دُور ایک سیاہ چٹان کی طرف اشارہ کیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ "کیوں؟ تم کیوں پوچھ رہے تھے؟"

"اوہ...... کچھ نہیں۔ میں نے اس کے بارے میں سنا تھا۔"

"تو کیا تم مقامی نہیں؟"

"نہیں ایلی...... میں سیاح ہوں۔"

"اوہ...... کون سے ملک کے باشندے ہو؟"

"برطانوی ہوں......!"

"گڈ......" ایلی نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

میں نے ہوور کرافٹ کا رُخ اُس سیاہ چٹان کی جانب کر دیا جو شیر کے سر کی مانند تھی۔ ہوور کرافٹ سمندر کے سینے پر اُچھلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

تب ایلی نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تم سی اسکیٹنگ نہیں کرو گے؟"

"نہیں...... مجھے اِس میں مہارت نہیں ہے۔"

"شوز ہیں......؟" ایلی نے پھر پوچھا۔

"ہاں...... وہ بوٹ سٹیشن سے ساتھ ہی ملے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر میں بوٹ اسکیٹنگ کروں گی۔" اُس نے جواب دیا اور میں نے شانے ہلا دیئے۔ ایلی نے بوٹ کے بیک ہک سے رسے کسے اور پھر لکڑی کے لمبے جوتے اپنے پیروں میں باندھنے لگی۔ میں نے سوچا یہ بھی غنیمت ہے۔ ہمارے کسی مشغلے کو شبہ کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ چنانچہ میں نے اُسے بلا کسی تامل کے اس کی اجازت دے دی اور ایلی اسکیٹنگ شوز باندھ کر پانی میں اُتر گئی۔ میں نے ہوور کرافٹ کی رفتار تیز کر دی اور ہوور کرافٹ برق رفتاری سے سیاہ چٹان کی جانب بڑھنے لگا۔ ایلی اور ہوور کرافٹ کا فاصلہ کافی ہو گیا تھا۔ اور وہ سمندر کے سینے پر پھسلتی چلی آ رہی تھی۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے رسوں میں بندھا ہوا لکڑی کا تختہ پکڑا ہوا تھا اور بوٹ برق رفتاری سے سی وان کی طرف جا رہی تھی۔

ایلی اور ہوور کرافٹ کا فاصلہ کافی ہو گیا تھا۔ جب ہوور کرافٹ، سی وان کے نزدیک پہنچا، ایلی کافی دُور تھی۔ تب چند ہی لمحات کے بعد ہم سی وان کی جانب سے گزرے۔ اُس وقت میں نے سی وان کے ساحل سے سرخ اور سفید رنگ کی ایک بوٹ لگی دیکھی۔ اُس پر

ایک فلیگ لہرا رہا تھا جس کا رنگ گہرا نیلا تھا اور درمیان میں سفید تیر کا نشان بنا ہوا تھا۔
یقینی طور پر یہ البرٹ کی موٹر بوٹ تھی جس کے بارے میں اُس نے مجھے ہدایت کی تھی۔ میں نے ہوور کرافٹ کا رُخ اُسی طرف کر دیا اور بوٹ کے کافی قریب سے گزرا۔ میں نے بوٹ پر موجود لوگوں کو دیکھا تھا۔ زیادہ تو نظر نہیں آیا البتہ اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ زیادہ آدمی نہیں ہیں۔ اور بوٹ جدید اور بے حد شاندار ہے۔

بہر حال! میں ایک بار اُس کے سامنے سے گزر گیا۔ اُسی وقت مجھے ایلی کی زوردار آوازیں سنائی دیں۔ ''مسٹر براؤنسن ...... مسٹر براؤنسن! براہِ کرم! رفتار ہلکی کریں...... رفتار ہلکی کریں......'' میں نے رفتار سست کر دی۔ ایلی نے پاؤں موڑ لئے اور پھر تیرتی ہوئی بوٹ پر آگئی۔

''کیوں...... آپ تھک گئیں......؟'' اُس نے پوچھا۔

''نہیں...... یہ بات نہیں ہے۔'' وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

''ارے...... پھر کیا بات ہے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ...... وہ...... یہاں سے چلو! سی وان سے چلو...... جانتے ہو، وہ موٹر بوٹ کس کی ہے......؟''

''میں نہیں جانتا، کس کی ہے؟''

''ڈیوک البرٹ کی۔ اُس کا فلیگ لہرا رہا ہے۔ اُس کے قریب سے گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ دیکھو! کوئی دوسری بوٹ بھی نزدیک نہیں ہے۔''

''کیا سمندر اُس کے باپ کی جاگیر ہے؟ جس کا دل چاہے، جہاں چاہے جائے۔'' میں نے جواب دیا۔

''پلیز براؤنسن ...... پلیز! تم بتا چکے ہو، تم مقامی نہیں ہو۔ اس لئے تم البرٹ کے بارے میں بھی نہیں جانتے ہو گے۔ وہ بے حد خطرناک انسان ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جائے اس جرم میں کہ ہم اس لانچ کے نزدیک سے کیوں گزرے؟''

''اوہ...... یہ بات ہے؟''

''ہاں......! وہ بے تاج شہنشاہ ہے۔''

''وہ تو میں بھی ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''پلیز...... ساری تفریح خاک میں مل جائے گی۔ چلو! دوسری طرف چلتے ہیں۔''

''ہرگز نہیں! میں کہہ چکا ہوں کہ میں بھی خود کو بے تاج بادشاہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے اب ہم اُس بوٹ کے نزدیک ہی پکنک منائیں گے۔'' میں نے بوٹ سٹارٹ کی اور اُسے سست روی سے گھمانے لگا۔ پھر میں نے آہستہ آہستہ اُسے بوٹ کی طرف بڑھانا شروع کر دیا۔

''براؤنسن ...... پلیز! رُخ بدل دو۔ ورنہ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔ براؤنسن! اُس طرف نہیں...... نہیں جاؤ!'' ایلی نے احتجاج کیا اور میں نے پھلوں کی باسکٹ نکال کر اپنے نزدیک کر دی۔ پھر ایک سنگترہ نکال کر اُس کی طرف اُچھال دیا۔

''لو...... سنگترہ کھاؤ اور خاموش بیٹھو۔''

''دیکھو......! اُس طرف مت جاؤ۔ ورنہ پھر مجھے کہیں اُتار دو۔ براؤنسن......! اُس طرف مت جاؤ۔'' وہ شدید احتجاج کرنے لگی۔

میں نے گھور کر اُسے دیکھا۔ ''تم اُترنا چاہتی ہو......؟''

''پلیز براؤنسن...... تم نہیں سمجھتے۔'' وہ انتہائی خوفزدہ انداز میں بولی۔ کیونکہ ہماری ہوور کرافٹ دوبارہ اُس لانچ کے نزدیک پہنچ رہی تھی۔ تب ہی لانچ پر سے کسی نے غرائی ہوئی آواز میں میگا فون پر کہا۔

''اے...... اندھے ہو تم لوگ...... دیکھ نہیں سکتے اس وقت لانچ کھڑی ہے؟ ڈیوک البرٹ کی لانچ۔ خبردار! دوبارہ اس طرف سے گزرے تو گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔''

میں نے لانچ کی رفتار سست کر دی اور اُس شخص کی طرف دیکھنے لگا جو میگا فون پر کھڑا یہ بات کہہ رہا تھا۔ اُس کے پیچھے ہی دو آدمی اور کھڑے تھے۔ تب میں نے ایک سنگترہ چھیلا اور اُس کی چند پھانکیں منہ میں ڈالتا ہوا بولا۔

''ہم لوگ سمندر کی سیر کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے، اس چھوٹی سی کشتی سے تمہیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟''

''بکواس کرتے ہو...... زندگی دوبھر ہو گئی ہے کیا؟'' لانچ پر سے پھر کہا گیا اور میں نے وہ سنگترہ اُٹھا لیا جس میں ہینڈ گرنیڈ پوشیدہ تھا۔

''ٹھیک ہے...... ہم جا رہے ہیں۔'' میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے ہینڈ گرنیڈ کی پن کھینچ کر کہا۔ ''لو...... تم اِس کا مزہ چکھو۔'' میں نے سنگترہ اُوپر اُچھال دیا اور وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اچانک یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ خوفناک دھماکہ ہوا تھا اور لانچ میں

موجود تینوں اُسی جگہ اُڑ گئے تھے، جہاں کھڑے تھے۔

ایلی کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ لانچ پر خوفناک دھماکہ ہوا تھا۔ میں نے ہوور کرافٹ کو پھر ایک چکر دیا۔ اس دوران میں دوسرا سنگترہ اُٹھا چکا تھا۔ پھر میں نے لانچ کے دوسرے حصے پر دوسرا بم پھینک مارا۔ اس کے بعد تو میں دیوانوں کی طرح ہوور کرافٹ کو اِدھر سے اُدھر گردش دینے لگا۔ میں نے وہ تمام بم نکال لئے جن میں، مین نے کارروائی کی تھی۔ اس کے بعد میں نے آگ لگانے والے بم بھی لانچ پر پھینکے اور اس کے بعد ایک طرف چل پڑا۔

لانچ پر آگ ہی آگ بکھری ہوئی تھی۔ لوگ چیخ رہے تھے۔ میں نے کافی دُور جانے کے بعد پھر ایک چکر اور لیا۔

ایلی اَب پتھر کے بت کی مانند ساکت بیٹھی ہوئی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کا ہارٹ فیل ہو گیا ہو۔ اُس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور میں اپنی باسکٹ سے وہ چیز نکال رہا تھا جو اس سلسلے کی آخری کڑی تھی۔ یعنی ایک سٹین گن...... جس کے تین پارٹ تھے۔ میں نے اُس کے پارٹ پھرتی سے جوڑے اور پھر پلٹا۔

لانچ میں بکھری ہوئی آگ اَب کسی بھی شخص کو اتنی مہلت نہیں دے رہی تھی کہ وہ اپنی جان کی حفاظت کے علاوہ کوئی دوسرا کام کر سکے۔ چنانچہ لانچ سے لوگ سمندر میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے چھلانگیں مارتے ہوئے لوگوں کے نشانے لئے اور سٹین گن کا دہانہ کھول دیا۔ گرتے ہوئے آدمیوں کو میں سمندر میں نشانہ بنا رہا تھا اور اُن کی خوفناک چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔

میں نے ہوور کرافٹ کو لانچ کے چاروں طرف پھرایا۔ اور جہاں بھی جو جاندار نظر آیا، اُسے گولی ماروی۔ پھر برق رفتاری سے وہاں سے چل پڑا۔ میری منزل ایک اور ساحل تھی۔

لڑکی نے اَب بات کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔ اُس کی سانس چل رہی تھی، جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ ورنہ اُس کے جسم میں اور کوئی تحریک نہیں تھی۔ اندازہ یہی ہوتا تھا کہ جیسے وہ مر چکی ہو۔ لیکن میں نے کسی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ میں نے اپنا کام مکمل کر لیا تھا، اپنی مرضی کے مطابق۔ اور پھر میں ایک دُور ویران ساحل پر پہنچ گیا۔ ہوور کرافٹ کو جس حد تک خشکی پر چڑھایا جا سکتا تھا میں نے چڑھا دیا۔ اور اُس کے بعد اُس کا انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا۔ لڑکی کو ہوش آ چکا تھا۔ سو میں نے اُسے مخاطب کیا۔

"کیا تم بھی میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟" میں نے لڑکی سے پوچھا اور وہ ایک دم اُچھل پڑی۔

"وہ......" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"اگر تم چاہو تو میں تھوڑے فاصلے پر تمہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ تم وہاں سے خاموشی سے اپنے گھر چلی جانا۔ میں نے اس وقت تک کا معاوضہ تمہیں دے دیا ہے۔ لیکن اگر تم نے زبان کھولی تو یہ اچھا نہ ہو گا۔ تمہاری یہ بات تمہیں ہی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ کیونکہ تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔" میں نے کہا اور وہ گردن ہلاتی ہوئی نیچے اُتر آئی۔ اُس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ لیکن بہرصورت! میں اُس لڑکی کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ وہ کافی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ کافی فاصلے پر آنے کے بعد میں نے دیکھا کہ لوگ ساحل پر گشت کر رہے ہیں۔ یہ بھی ایک تفریحی ساحل ہی تھا۔ میں نے سوچا یہ بھی غنیمت ہی ہے۔ جوڑے مٹر گشت کر رہے تھے۔ میں نے لڑکی کو ایک جگہ چھوڑ دیا۔ "یہاں سے تمہیں ٹیکسی مل جائے گی۔ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ ان واقعات سے شناسائی کا اظہار مت کرنا ورنہ مصیبت میں پھنس جاؤ گی۔" میں نے لڑکی کو وہیں چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اُس ساحل کی جانب جا رہا تھا جہاں میں نے یہ سب کارروائی کی تھی۔ لیکن اَب میں نے اپنا میک اَپ اُتار دیا تھا اور کس کی مجال تھی کہ مجھے پہچان سکتا؟

فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ چند لمحات کے بعد میں واپس پہنچ گیا۔ بات ایسی نہ تھی جو چھپی رہتی۔ لوگ صورت حال معلوم کرنے کے لئے دوڑ پڑے تھے اور سی وان کے ساحل پر بھی کافی رش ہو گیا تھا۔ بے شمار لوگ لاشیں اور سامان نکال رہے تھے۔ پولیس بھی پہنچ گئی تھی اور لوگوں کو سمندر سے نکل آنے اور وہاں سے ہٹنے کے لئے کہہ رہی تھی۔

میں خود تماشائیوں میں شامل ہو گیا۔ میرے حلق میں قہقہے مچل رہے تھے۔ ایک بھی آدمی زندہ نہیں نکالا جا سکا تھا۔ اَب تک اٹھارہ لاشیں نکل چکی تھیں۔ اُن میں بیشتر جھلسے ہوئے تھے اور بیشتر گولیوں کا شکار ہو گئے تھے۔

بہرحال! میں نے کئی گھنٹے وہاں گزارے۔ لاشوں کی تعداد بائیس ہو گئی تھی۔ اور لانچ کا ایک ٹکڑا بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ میرے سامنے ہی پانی میں بیٹھ گئی تھی۔ اس خوفناک حادثے کی اطلاع دُور دُور تک پھیل گئی تھی اور لوگ جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ پولیس کو حالات سنبھالنے میں بڑی مشکلات پیش آ رہی تھیں۔

پھر میں نے واپسی کا پروگرام بنایا۔ اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنی کار لے کر چل پڑا
تھوڑی دیر کے بعد میں مارک کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا تھا۔

مارک اس وقت موجود نہیں تھا۔ میں نے اطمینان سے غسل کیا، لباس تبدیل کیا۔ پھر اپنا
میک اَپ درست کر کے آرام کرنے لیٹ گیا۔ ملازم نے مجھے شام کی چائے پیش کی تھی۔
چائے پینے کے بعد میں نے آلڈرے سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں
ٹیلی فون میں وہ مخصوص آلہ فٹ کرنے کے بعد آلڈرے کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی۔ ''مسٹر آلڈرے سے بات کراؤ۔'' میں
نے کہا۔

''کون بول رہا ہے......؟''

''فون آلڈرے کو دو......!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''اوہ جناب......! وہ موجود نہیں ہیں۔ لیکن مسٹر ایکس کے لئے وہ ایک پیغام دے گئے
ہیں۔ کیا آپ......؟''

''ہاں ٹھیک ہے......! پیغام کیا ہے؟''

''آپ ٹھیک آٹھ بجے اُنہیں رِنگ کریں گے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا اور میں نے
فون بند کر دیا۔ آلہ نکالا اور پھر واپس اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ نہ جانے کتنی دیر گزری
تھی۔ ذہن پر تکان چھائی ہوئی تھی۔ لیکن ایک آسودگی، ایک سکون بھی تھا۔

تبھی مارک، بھونچال کی طرح کمرے میں گھس آیا۔ اُس کا چہرہ ہونق ہو رہا تھا۔ آنکھیں
چمک رہی تھیں۔ ''مسٹر ڈینس...... مسٹر ڈینس......!'' اُس نے بمشکل کہا اور میں نے پرسکون
نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''کیا بات ہے......؟''

''دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم! دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔'' اُس نے کپکپاتی آواز
میں کہا۔

''کہاں سے آ رہے ہو مارک......؟''

''بندرگاہ سے......!'' مارک جلدی سے بولا۔

''کتنی لاشیں ہو گئیں......؟''

''چوبیس...... اتنے ہی آدمی تھے۔ سب مارے گئے۔''

''چلو! ابتداء میں اتنے ہی کافی ہیں۔'' میں نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''لیکن...... لیکن...... اوہ! پورے شہر میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔ یہ سب تم نے تنہا کیا ہے؟ سنا
ہے ایک لڑکی بھی تھی۔ کون تھی......؟''

''چھوڑو مارک اِن باتوں کو۔ کرائے کی لڑکی تھی۔ میں نے کہا نا کہ ابھی تو ابتداء ہے۔
مجھے تو البرٹ نے مجھے دعوت دی ہے۔ اُس نے مجھے حکم دیا تھا، میں نے تعمیل کی۔ اس میں
برا کیا قصور؟'' میں نے معصومیت سے کہا۔

''خدا کی پناہ...... خدا کی پناہ!'' مارک نے سر پکڑ لیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''مارک......!'' میں نے اُسے آواز دی۔

''لانچ بھی تباہ ہو گئی۔'' مارک بے اختیار بول پڑا۔

''ابھی تو جزیرہ بھی تباہ ہو گا۔ لیکن مارک...... تم نروس ہو......؟''

''کیا...... کیا مطلب؟''

''پریشان تو نہیں ہو......؟''

''کمال ہے۔ حیرانی اور پریشانی میں فرق ہوتا ہے۔ میں تو اس جرات، اس دلیری اور
اس کارکردگی پر حیران ہوں۔ ڈیوک سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ...... وہ، لیکن اگر تم مجھے خوفزدہ
سمجھ رہے ہو تو یہ میرے ساتھ زیادتی ہے۔''

''تب کھیل دیکھتے رہو مارک! بس...... رازداری شرط ہے۔ عام لوگوں کو تفصیل نہیں
معلوم ہونی چاہئے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مگر ڈینس! بس، دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں گود میں اُٹھا کر
ناچوں۔ کیا خوف ناک جواب دیا ہے۔ اوہ...... ڈیوک کی کیا کیفیت ہو گی؟'' مارک نہ جانے
کیا کیا کہتا رہا۔ بہر حال! پھر میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

☆......☆......☆

رات کو آٹھ بجے میں نے آلڈرے کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً فون ریسیو کیا گیا تھا اور فون پر آلڈرے ہی تھا۔ ''آلڈرے سپیکنگ!'' اُس کی آواز سنائی دی۔

''اوہ...... ڈیئر آلڈرے! ادھر تمہارے دوست کے علاوہ کون ہوسکتا ہے؟'' میں نے کہا۔

''میں تمہارے فون کا ہی انتظار کر رہا تھا۔''

''کیا حال ہے ڈارلنگ......!''

''تم نے...... تم نے ڈیوک کی لانچ تباہ کر دی؟'' آلڈرے سرسراتی آواز میں بولا۔

''اس میں میرا کیا قصور ہے آلڈرے؟ ڈیوک البرٹ کو پہلی ملاقات کا کوئی نہ کوئی تحفہ تو دینا ہی تھا۔'' میں نے معصوم لہجے میں کہا۔

''آہ...... تمہارا نہ جانے کیا حشر ہوگا؟'' آلڈرے نے آہستہ سے کہا۔

''تم میری ماں نہیں ہو آلڈرے! جو میرے لئے فکر مند ہو۔ ویسے ڈیوک کو میرے بارے میں تم نے ہی بتایا ہوگا۔''

''ہاں...... لیکن میں نے تفصیل نہیں بتائی تھی۔ ویرا کا ذکر بھی نہیں کیا تھا تمہارے نام کے ساتھ۔ اور میرا خیال ہے، میں نے عقل مندی ہی کی تھی۔''

''وہ کس لحاظ سے......؟''

''میں نے ڈیوک سے درخواست کی تھی کہ ویرا کو یہاں بھیج دے۔ مجھے اُس سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اس کے بعد میں اُسے واپس کر دُوں گا۔ اور ڈیوک اس پر آمادہ ہو گیا۔ تم نہیں جانتے، وہ معمولی معمولی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ میرا پروگرام یہ تھا کہ ویرا یہاں آ جائے۔ میں اُسے تمہارے حوالے کر کے این کو حاصل کروں۔ پھر ڈیوک سے کہہ دُوں کہ ویرا فرار ہو گئی۔ میں اُس سے اُس کی تلاش کا وعدہ لے لوں گا۔ اس طرح میری بچی تو مجھے مل جائے گی۔ زیادہ سے زیادہ ڈیوک مجھ پر ناراض ہوگا۔''

''اوہ...... آلڈرے ڈارلنگ! مجھے تمہارے اِن الفاظ سے فریب کی بو آ رہی ہے۔''

''کیا...... کیا مطلب؟''

''تمہارا یہ پروگرام فریب پر مبنی ہے۔''

''کیوں......؟'' آلڈرے کی آواز میں حیرت تھی۔

''تم ٹیلی فون پر اس آزادی سے ڈیوک کے ساتھ کئے جانے والے فریب کے بارے بتا رہے ہو۔ جبکہ دوسری طرف تم بالمقابل بیٹھ کر بھی اُس کے خلاف گفتگو سے خوف زدہ رہتے ہو۔''

''معاملہ میری بیٹی کا ہے مسٹر ایکس! اور پھر میں خود بھی گدھا نہیں ہوں۔ میں جس ٹیلی فون پر گفتگو کر رہا ہوں، وہ میرا ذاتی ہے۔ اور اس کے نمبر ڈائریکٹری میں نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ تم جس فون پر گفتگو کرتے ہو، اس کے بارے میں بھی کسی ایکسچینج میں کوئی رپورٹ نہیں۔ کیا تمہارے خیال میں یہ بات مجھے معلوم نہ ہوگی؟''

''اوہ...... تب ٹھیک ہے آلڈرے! میرا شبہ دُور ہو گیا۔'' میں نے جواب دیا۔

''شکریہ...... پھر اَب پروگرام بتاؤ۔''

''پروگرام تو تم ہی بناؤ گے۔''

''ویرا کل صبح پہنچ جائے گی۔''

''کس وقت......؟''

''گیارہ، ساڑھے گیارہ بجے تک۔''

''پروگرام حسب معمول ہے۔ تم ویرا کو میرے حوالے کر دو گے۔ اُس سے معلومات حاصل کی جائیں گی۔ اور پھر اُنہی معلومات کے تحت این کو تمہارے حوالے کیا جائے گا۔'' میں نے جواب دیا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر آلڈرے کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''مسٹر ایکس......!''

''یس آلڈرے ڈیئر......؟''

''کیا تم شادی شدہ انسان ہو؟ کیا تمہاری کوئی اولاد ہے......؟''

''نہیں دوست...... کیوں؟''

''افسوس! کاش تم ایک باپ ہوتے اور یہ جان سکتے کہ آدمی کتنا ہی برا ہو، اپنی اولاد کے لئے کس قدر جذباتی ہوتا ہے۔ میرا ایک ایک لمحہ این کی یاد میں تڑپتے گزر رہا ہے۔ میں انسانیت کے نام پر تم سے ایک درخواست کرتا ہوں۔''

''کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''اوّل تو مجھے یقین ہے کہ ویرا کے ساتھ کوئی غیر انسانی سلوک نہیں ہوا ہوگا۔ کیونکہ ڈیوک کے پاس بے شمار لڑکیاں ہیں۔ ویرا اُنہیں پسند ضرور آئی تھی۔ لیکن اتنی جلدی وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ایسی بات ہو بھی گئی ہے تو انسانیت کے نام پر اُسے معاف کر دینا۔ این کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے مسٹر ایکس! میری درخواست ہے، اُسے کوئی نقصان نہ پہنچانا......!'' آلڈرے گلوگیر لہجے میں بولا۔

میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''ویرا بھی تو کسی کی عزت تھی۔ وہ بھی انسانیت کے رشتوں سے منسلک کی جا سکتی تھی۔ تم نے اِس بات کو کیوں فراموش کر دیا مسٹر آلڈرے؟''

''جو کچھ ہو چکا ہے، اسے نظر انداز کر دو۔ میں اس کے عوض تمہیں سب کچھ دینے کو تیار ہوں۔ جو بھی تم چاہو۔ یوں بھی ہم یہ بات دعوے سے نہیں کہہ سکتے کہ ویرا کے ساتھ کوئی برا سلوک ہوا ہے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ تم اُسے معاف کر دینا۔ اس کے ساتھ میں دس ہزار پونڈ کی رقم بھی بھجوا رہا ہوں۔''

''میں عزت و انسانیت کے سودے نہیں کرتا مسٹر آلڈرے! بہرصورت! ویرا کے ملنے پر ہی باقی گفتگو ہوگی۔

''میری ایک اور درخواست ہے مسٹر ایکس!'' آلڈرے نے کہا۔

''کیا......؟''

''کیوں نہ تم این کو ویرا کے ساتھ ہی واپس کر دو......؟''

''کیا مطلب......؟''

''جونہی ویرا تمہیں ملے، تم این کو ہمارے سپرد کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی قسم کی کوئی بدمعاملگی نہیں ہوگی۔''

''میں بھی وعدہ کرتا ہوں مسٹر آلڈرے! ویرا کے پہنچتے ہی میں پہلے اُس سے معلومات حاصل کروں گا اور تمہیں اس سے آگاہ کر سکوں گا۔''

میں چند ساعت سوچتا رہا۔ این کے لئے جو کچھ میں نے سوچا تھا، وہ تو یہی تھا کہ میں اُسے کوئی نقصان نہ پہنچاؤں۔ ویرا، نہ بھی ملتی تب بھی این کو اُس کے حوالے کر دیتا۔ یہ الگ بات تھی کہ میں اس کے عوض ایک اچھی خاصی رقم حاصل کرتا۔

آلڈرے نے جو پروگرام بنایا تھا، اس کے تحت بہرصورت! ویرا کو تو ہمارے پاس پہنچ جانا تھا۔ پھر کس کی مجال تھی کہ اُسے دوبارہ حاصل کر سکتا؟ البتہ اگر ڈیوک کو یہ پتہ چل گیا کہ ویرا کو حاصل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں تو آلڈرے کی شامت ہی آ جائے گی۔ لیکن آلڈرے خود ہی بھگتے گا۔ مجھے اس سے کیا؟ این کو میں خود بھی زیادہ دیر نہیں رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لی اور کہنے لگا۔ ''ٹھیک ہے مسٹر آلڈرے! لیکن ویرا کو فوراً اور بغیر کسی دقت کے پہنچ جانا چاہئے۔ اگر وہ نہ پہنچی تو این کو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہی گولی مار دی جائے گی۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔''

''اور اس سلسلے میں کسی قسم کا فریب یا سازش نہیں ہونی چاہئے۔ اگر ہوئی تو......''

''میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی قسم کی کوئی بدمعاملگی نہیں کروں گا۔ ظاہر ہے، میری بچی تمہارے قبضے میں ہے۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔ وہ بالکل بے بس ہو گیا تھا جس کا اندازہ اُس کی آواز سے ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر ٹیلی فون بند کر دیا۔

پھر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ اس وقت کوئی اور پروگرام تو تھا نہیں جس کے بارے میں غور و خوض کرتا۔ البتہ ویرا کی واپسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے یہ بھی طے کیا تھا کہ آلڈرے سے کل اس سلسلے میں بات کروں گا کہ ویرا کے لئے جو کھیل کھیلا جا رہا ہے، اس میں آلڈرے کا ہاتھ کس حد تک ہے؟ اور یہ معاملات کہاں تک پہنچے ہیں؟ اور اگر اس سلسلے میں کچھ نہ ہو سکا تو مجھے خوشی ہی ہوگی...... میں نے سوچا تھا۔

نہ جانے کب تک میں خیالات میں ڈوبا رہا۔ اور پھر نیند آ گئی۔

دوسرے دن میرا دوست مارک مجھے ملا۔ اُس نے اخبارات کے ڈھیر، میرے سامنے لگا دیئے۔ ہر اخبار میں ڈیوک البرٹ کی لانچ تباہ کئے جانے کا تذکرہ تھا۔ اُس کی تصاویر بھی شائع ہوئی تھیں۔ ڈیوک البرٹ کے اہم ترین لوگ مارے گئے تھے۔ ڈیوک البرٹ نے حکام کو دھمکی دی تھی کہ اگر دس گھنٹے کے اندر اندر قاتل کو یا اُس شخص کو جس نے ڈیوک البرٹ کے خلاف سازش کی ہے، گرفتار کر کے ڈیوک کے حوالے نہ کر دیا گیا تو شہر کو جہنم کا نمونہ بنا دیا جائے گا۔ بدامنی پھیل جائے گی اور پورے طور پر شہر کو تباہ کر دیا جائے گا۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ یہ بیان اخبارات میں چھپا تھا۔ گویا حکومت اُس شخص کے سامنے بے بس تھی۔ اُس کی اس حرکت کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا تھا۔ وہ سرِ عام اُن لوگوں کو چیلنج

کر سکتا تھا۔

دفعتاً مارک بولا۔ ''تم نے ڈیوک پر جو ضرب لگائی ہے، میرا خیال ہے ڈیوک البرٹ ساری زندگی اُس کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔ یہ اُس کے منہ پر طمانچہ ہے اور ڈیوک تو مکھیوں کو بھی اپنے علاقے میں اُڑنے نہیں دیتا۔ اتنا ہی خطرناک ہے وہ۔'' مارک مسکراتے ہوئے کہا۔

''مارک! میں تم سے زیادہ بڑی بڑی باتیں نہیں کروں گا۔ لیکن تم دیکھو گے کہ ڈیوک کو خارش زدہ کتے کی مانند سڑکوں پر نہ نکال لاؤں تو مجھے ڈینس مت کہنا۔'' میں نے کہا۔ مارک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

کافی دیر تک وہ مجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ اُس کے چہرے پر عقیدت کے آثار تھے۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''یقیناً...... تمہیں دیکھ کر یہ بات ممکن ہے مسٹر ڈینس!'' اُس نے جواب دیا۔

''آلڈرے بھی جھک گیا ہے۔''

''اوہ...... کیا مطلب؟'' مارک نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میری دوست ویرا، واپس آ رہی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ...... بہت خوب۔ بڑی بات ہے۔ میرا خیال ہے، لانچ کی تباہی کے بعد آلڈرے کے حواس جواب دے گئے ہوں گے۔''

''اس کے ساتھ دس ہزار پونڈ بھی۔''

''خوب...... کیا مسٹر آلڈرے کو لانچ کی تباہی کے بارے میں علم ہے کہ اس میں آپ کا ہاتھ ہے؟''

''ہاں...... مکمل طور پر۔''

''مزہ آ رہا ہے کام کرنے میں۔ میرے لئے کیا حکم ہے چیف؟'' مارک نے پوچھا۔

''ابھی کچھ نہیں مارک! آج آلڈرے سے فائنل بات ہو جائے گی۔ میں اُسے ویرا کے حصول کے لئے تجاویز پیش کر دُوں گا۔''

''آپ نے کیا سوچا ہے مسٹر ڈینس؟''

''بتا دُوں گا۔ ابھی مت پوچھو۔''

''او کے...... او کے۔'' مارک نے جواب دیا۔ ٹھیک بارہ بجے میں نے آلڈرے کو [illegible]

دوسری طرف آلڈرے میرے انتظار میں تھا۔

''مسٹر ایکس...... مسٹر ایکس! میں کافی دیر سے فون پر بیٹھا تمہاری کال کا انتظار کر رہا تھا۔'' اُس نے پر جوش لہجے میں کہا۔

''کہئے مسٹر آلڈرے!''

''وہ واپس آ گئی ہے۔''

''گڈ...... کیا حالت ہے اُس کی......؟''

''بالکل ٹھیک ہے۔ اُس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ لیکن اُسے میری بات کا یقین بھی نہیں آیا ہے۔ جب میں نے اُسے بتایا کہ میں تمہیں آزاد کر رہا ہوں تو وہ ایک طنزیہ ہنسی ہنس کر رہ گئی تھی۔ بہر حال! یہ بات یقینی ہے کہ ڈیوک اُسے لے جا کر بھول گئے تھے۔ اُنہوں نے ایک بار بھی اُس سے ملاقات نہیں کی۔'' آلڈرے نے بتایا۔

''او کے مسٹر آلڈرے! تم اُسے کب میرے حوالے کر رہے ہو؟''

''اب جب تم کہو۔''

''بس...... تو دیر کس بات کی ہے؟ آج شام کو چھ بجے۔''

''پروگرام کیا رہے گا؟''

''ویرا، ڈرائیونگ جانتی ہے۔ اور یقیناً تمہاری بیٹی این بھی۔ این کو کار دے دی جائے گی۔ تم بھی ویرا کے سپرد ایک کار کر دو۔ ویرا اُس کار کو سنسان اور بدلے بدلے راستوں پر چلائے گی۔ ہم کسی بھی جگہ اُسے پک کر لیں گے۔''

''اور این......؟''

''این اپنی کار میں تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔'' میں نے جواب دیا اور آلڈرے چند ساعت کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھر اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''مجھے منظور ہے۔ لیکن کیا تم اپنے وعدے کی پابندی کرو گے......؟''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔

''میں وعدے کے مطابق ویرا کو دس ہزار پاؤنڈ کے نوٹ بھی دُوں گا۔''

''اس کے لئے خصوصی شکریہ۔'' میں نے کہا۔ اور پھر سارے معاملات طے کرنے کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ اُس کے بعد میں نے مارک کو اس پوری تفصیل سے آگاہ کیا۔ مارک نے گردن ہلائی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔

’’میرے سپرد کیا ڈیوٹی کی گئی ہے باس؟ اوہ...... سوری مسٹر مارک!‘‘
’’آلڈرے کی جانب سے ہر کارروائی کا اندازہ لگانا ہے۔ ظاہر ہے، وہ ڈیوک کا آدمی ہے۔‘‘
’’مارک دل و جان سے حاضر ہے۔‘‘ اُس نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ ’’ویرا کو پہلی بار کہاں چیک کیا جائے گا؟‘‘
’’ایفل ٹاور کے نزدیک۔‘‘
’’او کے......!‘‘ مارک بولا۔ اور پھر ہم دونوں اس سلسلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگے۔

ٹھیک ساڑھے پانچ بجے مارک نے کنسولین ڈیری کا ایک منی ٹرک میرے حوالے کر دیا۔ اُس میں دودھ کے ڈبے لدے ہوئے تھے۔ میرے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور سر پر پرانا ہیٹ تھا جو مجھے لازمی طور پر کسی ڈیری فارم کا ملازم ظاہر کرتا تھا۔ اور میں ٹرک لے کر چل پڑا۔ مارک اور اُس کے ساتھیوں نے دوسری گاڑیاں سنبھال لی تھیں۔ پھر ہم ایفل ٹاور کی جانب چل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ رُک کر مارک نے این کو جانے کی اجازت دے دی۔ این کے سپرد ایک چوری کی کار کر دی گئی تھی۔ چڑیا کو پنجرے سے آزاد کر دیا تھا۔
مارک نے اس طرح اُسے چھوڑنے کی مخالفت کی تھی۔ لیکن میں اَب کھیل بدلنا چاہتا تھا۔ آلڈرے اگر این کو حاصل کر لیتا ہے اور کوئی فراڈ کرتا ہے تو اس کا یہی مقصد تھا کہ وہ ویرا کو حاصل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ ویرا کے سلسلہ میں این کو روکنا بیکار تھا۔ اور پھر اُس معصوم لڑکی کو میں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اُسے چھوڑ دینا بہتر سمجھا۔ آلڈرے سے نمٹنے کے لئے دوسرا بندوبست بھی کیا جا سکتا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد میں ایفل ٹاور کے نزدیک پہنچ گیا۔ مارک اور اُس کے ساتھی دُور تک پھیل گئے تھے۔ میں نے ٹرک وہاں روک کر دودھ کی بوتلوں کا ایک پیکٹ اُٹھایا اور ایک طرف بڑھ گیا۔ میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جو وقت دیا گیا تھا، اس کے پورا ہونے میں صرف ایک منٹ باقی تھا۔
ٹھیک ایک منٹ کے بعد میں نے سرخ رنگ کی ایک کار دیکھی۔ جو ایفل ٹاور کے بالکل نزدیک رُکی تھی اور اُس میں ڈرائیونگ سیٹ پر ویرا بیٹھی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور ٹرک میں آ بیٹھا۔

ویرا نے چند ساعت یہاں رُک کر اُلجھی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئی۔ میں نے ٹرک سٹارٹ کر کے دُور کھڑے مارک کو دیکھا اور مارک اپنی کار میں جا بیٹھا اور پھر ہم ویرا کے پیچھے چل پڑے۔ لیکن یہ تعاقب نہایت شاندار تھا۔ مجال ہے کسی کو شُبہ ہو جائے۔ ٹرک کافی فاصلے سے چل رہا تھا۔ ویرا تقریباً پون گھنٹے چکراتی رہی اور پھر اُس نے تنگ آ کر ایک جگہ کار روک دی۔ تب میرے اشارے پر مارک اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس دوران ہم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا۔
مارک نے ویرا سے نہ جانے کیا گفتگو کی۔ بہرحال! ویرا اُتر کر مارک کی گاڑی میں جا بیٹھی اور مارک نے کار آگے بڑھا دی۔ میرا ٹرک اور دوسری گاڑیاں بدستور پیچھے لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اُوپر بھی دیکھ لیا تھا۔ تعاقب ہیلی کاپٹر سے بھی کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ایسی بھی کوئی پوزیشن نہیں تھی۔ بہرحال! اس سے زیادہ چیکنگ نہیں کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم اصل جگہ پہنچ گئے۔ اور پھر ٹرک مارک کی کار کے نزدیک ہی رُک گیا۔ باقی دونوں گاڑیاں اَب بھی مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے تھیں۔
میں نیچے اُتر گیا۔ ویرا تھکی تھکی نظر آ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے اور چہرہ زرد نظر آ رہا تھا۔ ہم لوگ اُسے لئے ہوئے قید خانے میں پہنچ گئے۔ مارک باہر ہی رُک گیا تھا۔ میں نے دوسرے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر ویرا کے سامنے پہنچ گیا۔

ویرا نے مجھے دیکھا۔ لیکن اس انداز میں جیسے پہچانتی ہی نہ ہو۔ ’’ویرا......!‘‘ میں نے اُسے آواز دی۔
’’اوہ، آپ...... آپ مسٹر ایکس ہیں؟‘‘ ویرا نے کہا۔
’’ویرا......؟‘‘ میں چونک پڑا۔ یہ ویرا کی آواز تو نہیں تھی۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لئے سناٹا چھا گیا۔ گویا آلڈرے چوٹ کر گیا۔ لیکن پھر دوسرے لمحے میں سنبھل گیا۔ میں نے غور سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔
’’تم ویرا نہیں ہو......؟‘‘
’’مسٹر ایکس آپ ہی ہیں......؟‘‘
’’نہیں...... یہاں سے تمہیں اُن کے پاس لے جایا جائے گا۔ لیکن تم......؟‘‘
’’میرا نام مونیکا ہارپن ہے۔ میرے چہرے پر ویرا کا میک اَپ کیا گیا ہے۔ مجھے ہدایت

کی گئی ہے کہ خود کو ویرا کہوں۔ اور اس قابل ہوسکوں کہ آپ کو دھوکہ دُوں۔ مجھے یہ بھی بتایا
گیا ہے کہ ممکن ہے، اس دھوکہ دہی پر مجھے آپ لوگوں کے عتاب کا شکار ہونا پڑے۔ میں اس
کے لئے تیار ہوں۔"

لڑکی کا لہجہ اور اُس کا انداز انوکھا تھا۔ میں اُسے تعجب سے دیکھتا رہ گیا۔ پھر میں نے
مارک کو اِشارہ کیا اور مارک میرے قریب پہنچ گیا۔

"گڑبڑ ہوگئی مارک......!"

"کیا چیف......؟"

"لڑکی اصلی نہیں ہے۔ میک اَپ کر کے دوسری بھیج دی گئی ہے۔"

"ارے......!" مارک اُچھل پڑا۔ "کیسے پتہ چلا چیف......؟"

"اس نے خود بتایا ہے۔"

"باپ رے باپ...... پھر اَب چیف؟"

"لڑکی کو یہاں تک لانا غلط رہا۔ بہرحال! میں اسے عقبی عمارت کی طرف لے جاتا
ہوں۔ بعد میں سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے چیف!" مارک نے کہا۔ اور پھر وہ خود وہیں رُک گیا۔ میں لڑکی کو لے کر
عمارت کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ اور پھر ایک گیلری سے گزر کر ایک کمرے میں داخل ہو
گیا۔ لڑکی بدستور میرے ساتھ تھی۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر
لیا۔ پھر میں نے لڑکی کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

"پستول ہے تمہارے پاس......؟"

"نہیں......!"

"کوئی اور ہتھیار......؟"

"ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

"لباس اُتار دو......!" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اُس نے صرف ایک لمحہ میری
طرف دیکھا۔ اور دوسرے لمحے لباس کے بند کھولنے لگی۔ چند ساعت کے بعد اُس کا لباس
ایک طرف پڑا تھا اور اُس کے چہرے پر پتھروں کا سا سکوت تھا۔ میرے دل میں نفرت کا لاوا
کھول رہا تھا۔ اس لئے میں نے اُس کی حالت پر توجہ نہیں دی۔ بہرحال! اس کے ذریعے
آلڈرے نے مجھے بے وقوف بنایا تھا۔

پھر میں نے آگے بڑھ کر اُس کے لباس کو ٹٹولا۔ دس ہزار پونڈ کے نوٹوں کی گڈیوں کے
علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ جبکہ لباس میں نے اسی لئے اُتروایا تھا کہ ممکن ہے اس میں کوئی
ایسی چیز ہو جو میرے خلاف آلڈرے کی مدد کر سکے۔

"یہ نوٹ آلڈرے نے مسٹر ایکس کے لئے دیئے ہیں۔" لڑکی بولی۔

"بیٹھو......!" میں نے ایک صوفے کی طرف اِشارہ کیا اور وہ تھکے تھکے انداز میں صوفے
کی طرف بڑھ گئی۔ اپنی عریانی کا خیال کئے بغیر وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیا آلڈرے نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے پاس پہنچنے کے بعد خود کو ظاہر کر دو؟"

"نہیں......! اُس نے یہ نہیں کہا تھا۔ ہاں! یہ بتا دیا تھا کہ بہت جلد یہ پتہ چل جائے گا
کہ میں ویرا نہیں ہوں۔ ممکن ہے اس کے بعد مجھ پر تشدد کیا جائے۔ لیکن...... لیکن یہ میرے
لئے ناقابل برداشت تھا کہ میں انتظار کروں۔ اس لئے میں نے خود ہی بتا دیا۔"

"تم ویرا کو جانتی ہو......؟"

"نہیں...... قطعی نہیں۔"

"پھر تمہیں اُس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا......؟"

"مختصراً بتایا گیا تھا۔"

"ہوں......!" میں نے غراہٹ کے ساتھ کہا۔ "اَب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا
جائے؟"

"جو دل چاہے۔" وہ مُردہ سے لہجے میں بولی۔ اور میں نے اس کی آنکھیں بھیگتے
دیکھیں۔ لیکن اُن آنسوؤں نے مجھے متاثر نہیں کیا تھا۔ یہ بھی آلڈرے کی کوئی چال ہوسکتی
تھی۔ لڑکی اداکاری بھی کر سکتی تھی۔ وہ خود کو مظلوم بنا کر پیش کر رہی تھی۔ کامیابی کے ساتھ
نکل جانے کے لئے۔ لیکن میں اَب دوسرے جال میں مشکل ہی سے پھنس سکتا تھا۔

"تم آلڈرے کی دھوکہ دہی میں برابر کی شریک ہو۔"

"ہاں......!" اُس کے منہ سے گہری سانس نکلی۔

"کیا تمہیں اندازہ نہیں تھا کہ اس دھوکہ دہی کے بدلے تمہاری گردن بھی آلڈرے کو
[illegible] کی جا سکتی ہے......؟"

"تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو کر دو۔ مجھ سے کوئی سوال نہ کرو۔" لڑکی نے جواب دیا۔ میری
نگاہیں اُس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ لڑکی کا چہرہ، اس کا بدن ایسا نہیں تھا جس سے اندازہ لگایا

جا سکے کہ وہ ایک اچھی زندگی گزار رہی ہے۔ تھکی تھکی سی...... بیمار بیمار سی۔

تب اچانک میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''خیر چھوڑو اِن باتوں کو۔ اپنا اصلی چہرہ تو دِکھاؤ۔'' میں اُس کے قریب پہنچ گیا اور ایک کرسی گھسیٹ کر اُس کے عین سامنے بیٹھ گیا۔ میرے خیال میں یہ بات بھی اُس کے لئے کافی تکلیف دہ ہونی چاہئے تھی کہ اُس کے بدن پر لباس نہیں ہے۔ اور کوئی اُس کے اس قدر قریب بیٹھا ہے۔

لیکن لڑکی کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نمودار نہ ہوئی۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے سے ویرا کے خدوخال کی ماسک اُتار دی۔ اندر سے جو چہرہ برآمد ہوا، وہ بے شک حسین تھا۔ لیکن سوکھے ہوئے گلاب کی مانند۔ اور یہ چہرہ تاثر چھوڑتا تھا۔ ہونٹوں کی تراش عمدہ تھی۔ لیکن وہ مُرجھائی پتیوں کی مانند تھے۔ گال پچکے ہوئے تھے اور آنکھوں میں ویرانی چھائی ہوئی تھی۔

''مونیکا ہارپن! تم آلڈرے کے گروہ میں کب سے ہو......؟''

''تقریباً چار سال سے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''کیا کرتی ہو......؟''

''فقط کام...... جو بھی وہ میرے سپرد کرے۔''

''مسٹر ایکس کے بارے میں کیا جانتی ہو......؟''

''نام کے علاوہ کچھ نہیں۔''

''ڈیوک البرٹ سے واقف ہو......؟''

''اچھی طرح۔''

''خوب...... اُس کے جزیرے کو دیکھا ہے؟''

''دو سال وہاں گزارے ہیں۔''

''کیا واقعی......؟'' میں اپنی دلچسپی کو نہ روک سکا۔ اور میرے ذہن میں فوراً ایک خیال آیا۔ اگر لڑکی سچ بول رہی ہے تو کام کی ثابت ہو سکتی ہے۔

''ہاں......! میں وعدہ کرتی ہوں، ایک لفظ جھوٹ نہ کہوں گی۔ تم تصدیق کی حدود میں آنے کی کوشش کرو۔''

''چلو...... پھر تم سے باقاعدہ گفتگو ہو جائے۔ تم اُس گروہ میں کس طرح شامل ہوئیں؟ لیکن ٹھہرو! لباس پہن لو۔'' میرا ذہن شگفتہ ہو گیا تھا۔ آلڈرے کی حرکت کو چند ساعت کے

میں نے نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ اُٹھی اور پھر اُس نے مجھ سے بدن چرائے بغیر، میرے سامنے ہی لباس پہن لیا۔ جیسے بدن پر لباس ہونے نہ ہونے کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ لباس پہن کر وہ میرے سامنے آ گئی۔

''بیٹھو......!'' میں نے کہا اور اُس نے تعمیل کی۔ ''ہاں! تو تم اس گروہ میں کیسے شامل ہوئی تھیں؟''

''عام سی کہانی ہے۔ گھریلو حالات سے مجبور ہو کر ملازمت کے لئے نکلی۔ والد کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جس میں اُن کی دونوں ٹانگیں کٹ گئیں۔ باقی کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ آلڈرے سنز میں ملازمت کی۔ اُس وقت جوان اور خوبصورت تھی۔ جگہیں بدلتی رہیں۔ مسٹر آلڈرے جہاں ڈیوک کے بے شمار کام کرتے تھے، وہیں اس کے لئے خوبصورت لڑکیوں کا بندوبست کرنا بھی اُن کی ذمہ داری ہے۔ پھر ایک دن ڈیوک یہاں آئے اور مسٹر آلڈرے نے مجھے اُن کے سامنے پیش کر دیا۔ ڈیوک مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور کوئی روکنے والا تھا نہیں۔ ہاں! میں نے حتیٰ المقدور احتجاج کیا تو میرے معذور باپ کو سڑک پر پھینکوا دیا گیا۔ میرے چھوٹے سے بھائی کو سمندر میں غرق کرنے کی دھمکی دی گئی اور میرا دماغ درست ہو گیا۔ ڈیوک ہر نئی لڑکی کو صرف ایک بار عزت بخشتے ہیں، پھر بھول جاتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری میں جب تک وہ دل کشی رہے، اُن کے استعمال میں رہتی ہے۔ اور جب وہ دل کشی کھو بیٹھتی ہے تو پھر جس طرح زندگی گزارے۔ اگر اُس کی کارکردگی بہتر ہے تو اُسے کوئی ملازمت دلائی جا سکتی ہے۔ ورنہ...... ورنہ......''

لڑکی بڑے صبر اور سکون سے یہ کہانی سنا رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ میں خاصا متاثر ہوا۔

''ایک تکلیف اور دُوں گا تمہیں۔''

''جی......!''

''تم دو سال البرٹو جزیرے میں رہی ہو؟''

''ہاں......!''

''مجھے اُس کا نقشہ سمجھاؤ۔ کیا یہ تمہارے لئے ممکن ہے؟''

''کیوں نہیں؟ لاؤ! ایک کاغذ لاؤ۔ میں تمہیں پورا نقشہ بنا کر دے سکتی ہوں۔ تھوڑی سی مصوری سے واقف ہوں۔ یہ میرے اُس وقت کا شوق ہے جب میں زندہ تھی۔''

"بہت شکریہ......!" میں نے کہا۔ اور چند ساعت کے بعد میں نے اُسے ایک بڑی شیٹ اور قلم وغیرہ فراہم کر دیئے۔ سکیل اور قلم کی مدد سے لڑکی نے پورے جزیرے کا نقشہ بنا دیا۔ ایک ایک چیز واضح کر دی تھی۔

آلڈرے سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اُس کی اس حرکت سے میں نے کتنا بڑا فائدہ اُٹھایا تھا۔ بلاشبہ میرے ذہن سے تمام کدورت دُھل گئی تھی۔ اُس نے نقشہ مکمل کر لیا تو میں اُس سے تفصیلات پوچھنے لگا۔ اور اُن تفصیلات کو میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا اور پھر لڑکی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا۔

"کیا تم مجھ سے ملاقات کے اِس حصے کو حذف کر سکتی ہو؟"

"میں نہیں سمجھی......!"

"یہاں سے جا کر آلڈرے کو رپورٹ ضرور دو گی؟"

"جا کر......؟ تو کیا تم مجھے جانے کی اجازت دے دو گے؟"

"تم سے کیا کہا گیا تھا؟"

"یہی کہ اس کام کے سلسلہ میں میری زندگی کا چانس بہت کم ہے۔ جس شخص کے پاس مجھے بھیجا جا رہا ہے، وہ فطرتاً درندہ ہے۔ اصلیت معلوم ہونے پر ممکن ہے وہ فوراً میری گردن دبا دے۔ میں اُن سے وعدہ لے کر آئی ہوں کہ میری موت کے بعد دس سال تک میرے گھر والوں کو میری تنخواہ ملتی رہے گی۔"

"ہوں......تو پھر کیا خیال ہے؟"

"کیا تم واقعی مجھے جانے کی اجازت دے دو گے......؟"

"تم ابھی جا سکتی ہو۔" میں نے کہا اور وہ متحیر کن نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "تو کیا مجھے مسٹر ایکس کے سامنے پیش نہیں کیا جائے گا؟"

"چھوٹے موٹے معاملات میں وہ بذاتِ خود حصہ نہیں لیتا۔" میں نے کہا اور لڑکی گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر اچانک اُس کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔ وہ اس طرح بلک بلک کر روئی کہ میں دہل گیا۔ لیکن میں نے اُسے خاموش کرانے کی کوشش نہیں کی اور اُسے رونے دیا۔ کافی دیر تک وہ روتی رہی۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ خود ہی خاموش ہو گئی۔

"تمہارا کیا نام ہے......؟" اُس نے پوچھا۔

"پارکر......!" میں نے فوراً جواب دیا۔

"کیا تم نے میرے اُوپر احسان نہیں کیا ہے پارکر؟ کیا تم نے غیر معمولی ہمدردی کا ثبوت نہیں دیا ہے؟"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے مِس ہارپن......!"

"کیا ایک کمزور انسان، ایک طاقت ور انسان سے کچھ مانگنے کا حق نہیں رکھتا......؟"

"بلاشبہ رکھتا ہے۔"

"پارکر......! میں بے سہارا ہوں۔ میں بالکل بے سہارا ہوں۔ ساری دنیا کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی ہوں۔ ایک بھی دوست نظر نہیں آتا۔ ہر چہرہ دشمن ہے۔ کسی کے دل میں رحم بھی آتا ہے تو وہ ڈیوک کا نام سن کر کان پکڑ لیتا ہے۔ لیکن تم اُس سے خوف زدہ نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں......! میں اُس سے خوف زدہ نہیں ہوں۔"

"میری کچھ مدد کر سکتے ہو......؟"

"کہو......!"

"مجھے اُن کے جال سے نکال دو۔ مجھے اس اذیت کی زندگی سے نجات دلا دو۔"

"مجھے بتاؤ......! میں کیا کروں؟"

"دو کام...... یا تو مجھے قتل کر دو۔ یا پھر مجھے مُردہ مشہور کر دو۔ میں گمنامی کے کسی گوشے میں زندگی گزار دُوں گی۔ میرے گھر والون کو میری اس قربانی کا معاوضہ ملتا رہے گا۔ میں دور سے اُن پر نگاہ رکھوں گی۔ میں...... میں...... کیا میں انسان نہیں ہوں؟ بولو......! میں انسان نہیں ہوں؟" اُس نے روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

میں کچھ سوچنے لگا۔ لڑکی کی کہانی واقعی دلگداز تھی۔ اُس کی مدد کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں نے گہری سانس لی اور پھر گردن موڑتے ہوئے بولا۔ "ٹھیک ہے مونیکا! تم محفوظ ہو۔"

"کس طرح......؟" اُس نے سوال کیا۔

"تم خود کو آزاد سمجھو۔ جیسا کہ میں کہہ چکا، میں تمہارے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرا دوں گا۔ تاکہ تمہارے خدوخال بدل جائیں اور وہ لوگ تمہیں کبھی نہ پہچان سکیں۔ اس طرح تم آزادی سے زندگی گزار سکتی ہو۔ اس وقت تک چاہو تو یہاں رہو۔ میں تمہیں نئی زندگی گزارنے کا موقع فراہم [illegible] گا۔"

مونیکا ہارپن مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اُٹھی اور میرے پیروں میں جھک گئی۔ ''میرے نجا
دہندہ......! تیرا یہ احسان ایک ایسی زندگی پر ہوگا جو اپنی مرضی سے سانس تک لینے کی
نہیں ہے۔'' وہ اپنی آنکھیں میرے پیروں پر رگڑنے لگی۔ لیکن میں نے اُسے بازوؤں
پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

''چونکہ! اب تم میری پناہ میں ہو۔ اس لئے ایک ٹھوس انسان کی حیثیت سے زندہ رہ
کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ آرام کرو۔'' میں نے کہا اور پھر میں اُسے اس کمرے
چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ ذہن کسی قدر اُلجھن کا شکار تھا۔

باہر مارک سے ملاقات ہوئی۔ وہ بے چین نظر آتا تھا۔ ''ہیلو چیف......!'' اُس نے
اور میں نے اُسے ایک کمرے میں لے جا کر تفصیل بتائی۔

''بڑا سور نکلا یہ آلڈرے۔ کیا تم اُس سے بات نہیں کرو گے......؟''

''کروں گا...... بہت جلد۔'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر مسکرا کر اُس کی طرف دیکھتا ہو
بولا۔ ''تمہیں آج ایک فہرست پھر نوٹ کرنی ہے۔ رات سونے سے پہلے ہمیں یہ چیزیں مہ
ہو جانی چاہئیں۔''

''حاضر ہوں......!'' مارک نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں اُسے تفصیلات نوٹ
کرانے لگا۔

چھ نشانے تھے۔ جن کے لئے مارک نے بھی اپنی خدمات پیش کی تھیں اور مارک کے
بارے میں، میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اَب اُسے ہر قیمت پر اپنے ساتھ ہی رکھوں گا۔ ایسا عمدہ
شخص اور کہاں مل سکتا ہے لیکن ابھی نہیں۔ ابھی تو میرے ذہن میں کچھ اور پرچھائیاں تھیں۔
کچھ اور خیالات تھے جنہیں پورا کرنے کے بعد ہی میں عملی زندگی میں آ سکتا تھا۔ اس لئے
پہلے سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ نہ جانے حالات میرے لئے کون سا راستہ منتخب کرتے ہیں؟

پہلا نشانہ آلڈرے سنز کے دفتر کی عمارت تھی۔ شام کو چار بجے مارک، محکمہ ٹیلی فون کی
گاڑی میں اپنے آدمیوں کے ساتھ گیا تھا اور اُس نے عمارت کی ٹیلی فون وائرنگ چیک کی
تھی۔ اس دوران میں اُس نے اپنا کام پورا کر لیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے مسٹر آلڈرے
کے مکان کے ٹیلی فون بھی درست کئے تھے۔ اور چھوٹے ڈائنا مک بکس بہ آسانی آلڈرے
کے مکان کے ٹیلی فون انسٹرومنٹ میں نصب کر دیئے گئے تھے۔ یہ ڈائنامائیٹ، ریڈیو کنٹرول
تھے۔ مارک نے نہایت ترتیب سے اُن کے نمبر سیٹ کئے تھے۔ اس کے بعد چند لوگوں کو دتی

بنیا کے ساتھ روانہ کر دیا گیا تھا۔ اُنہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ جہاں آلڈرے سنز کی
گاڑیاں دیکھیں، وہاں بم مار دیں۔ خواہ گاڑیوں میں کوئی بھی ہو، کتنے ہی آدمی ہوں۔ پرواہ
نہ کی جائے۔ اور ہم آپریشن کے لئے تیار ہو گئے۔

پھر وقت مقررہ پر ہم بھی باہر نکل آئے۔ آلڈرے سنز سے تقریباً ایک فرلانگ دُور کنٹرول
بکس ایک کار میں نصب تھا اور میں یہاں موجود تھا۔ مارک بھی مجھ سے زیادہ دُور نہیں تھا۔
اور پھر ہم نے پہلا بلاسٹ کیا...... آلڈرے سنز کی عمارت میں پہلا خوفناک دھماکہ ہوا اور
شیشے ٹوٹنے کی آوازیں دُور دُور تک پھیل گئیں۔ پھر دو منٹ کے وقفے کے بعد میں نے دوسرا
دھماکہ کیا اور لوگ اس عمارت سے دُور بھاگنے لگے۔

آناً فاناً وہاں ہجوم ہو گیا...... لوگ خوفزدہ نگاہوں اُس عمارت کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر
یکے بعد دیگر میں نے کئی دھماکے کئے اور طوفان آ گیا۔ عمارت میں آگ لگ گئی تھی۔ ویسے
یہ ایسی جگہ تھی جہاں عمارتیں دُور دُور تھیں۔ اس لئے دوسری عمارتیں متاثر نہیں ہوئی تھیں۔
البتہ اس عمارت کے دروازے، کھڑکیاں اُچھل اُچھل کر دُور دُور تک جا رہی تھیں۔

سارے ڈائنامائیٹ بلاسٹ کرنے کے بعد میں نے کار سٹارٹ کی اور آلڈرے کی کوٹھی
کی طرف چل دیا۔ نہ جانے آلڈرے کو عمارت کا حشر معلوم ہوا تھا یا نہیں؟ لیکن تھوڑی دیر
کے بعد آلڈرے کی رہائش گاہ میں بھی قیامت آ گئی...... یہاں ہونے والے دھماکے گو زیادہ
طاقتور نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی کافی تباہی پھیلی تھی۔

عمارت کے مکین بری طرح بدحواس ہو کر باہر بھاگے تھے۔ اُن میں آلڈرے بھی شامل
تھا۔ اور میں نے این کو بھی دیکھا۔ آلڈرے ننگے پاؤں تھا۔ میرے ذہن میں فوری طور پر
ایک سکیم آئی تھی۔

''مارک......!'' میں نے آہستہ سے کہا اور مارک نہ جانے کیوں خوف زدہ نگاہوں سے
مجھے دیکھنے لگا۔

''یس چیف......!'' وہ آہستہ سے بولا۔

''این کو پہچان گئے؟''

''ہاں چیف......!'' مارک نے جواب دیا۔

''بہترین موقع ہے۔ کار کا نمبر تو بدلا ہوا ہے ہی۔ میرا خیال ہے اسے دوبارہ اغواء کر لا
جائے۔ نہایت شاندار جواب رہے گا۔''

''ونڈرفل.......! چلیں۔'' مارک نے کہا اور میں نے کار آگے بڑھادی۔ عمارت میں اَب بھی دھماکے ہو رہے تھے اور آلڈرے اس قدر بدحواس تھا کہ چاروں طرف سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اطمینان سے کار، این کے قریب روکی۔ مارک نیچے اُترا۔ اُس نے ایک ہاتھ این کے منہ پر جمایا۔ دوسرے سے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اُٹھا لیا اور پھر برق رفتاری سے اندر ٹھونس دیا۔ میں نے دروازہ بند کر کے کار آگے بڑھادی۔

حالانکہ جس جگہ سے این کو اغواء کیا گیا تھا، وہاں وہ تنہا نہیں تھی۔ لیکن کوٹھی کے دھماکوں سے لوگ اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ فوری طور پر کوئی کچھ بول بھی نہ سکا۔ اور پھر جب وہ چیخے تو کار بہت دُور نکل چکی تھی۔

☆

این، بچوں کی طرح منہ بسور رہی تھی۔ جس وقت سے آئی تھی مسلسل روئے جا رہی تھی۔ اَب تک میں نے اُس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی اور اپنے لوگوں کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ پھر جب ہمارا آخری آدمی بھی واپس آ گیا تو میں نے سکون کی سانس لی تھی۔ وہ سب اپنا کام انجام دینے کے بعد بخیریت واپس آئے تھے۔

بلاشبہ آلڈرے کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا اور مارک اور اُس کے ساتھیوں نے میری بھرپور مدد کی تھی۔ آلڈرے سے جو دس ہزار پونڈ وصول ہوئے تھے، وہ میں نے اُسی وقت مارک اور اُس کے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے۔ وہ اس گراں قدر معاوضے پر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ خود مارک کے حصے میں دو ہزار پونڈ آئے تھے اور وہ بہت خوش تھا۔

''یقین کرو مسٹر ڈینس! میں تمہیں خوش کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ تمہارے ساتھ کام کرنے میں جو مزہ آ رہا ہے، وہ اس سے پہلے نہیں آیا۔ تم جس پھرتی سے بدلہ لیتے ہو! اس کا کوئی جواب نہیں۔ اُفوہ....... یہ تو مسلسل روئے جا رہی ہے۔'' وہ بور ہو کر درمیان میں بولا اور جھنجلائی ہوئی نگاہوں سے این کو دیکھنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم جاؤ مارک....... اَب میں اس سے گفتگو کروں گا۔'' میں نے کہا اور مارک مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''اَب تو اخلاق ختم ہوتا جا رہا ہے چیف! اس کے باپ نے بدعہدی کی ہے۔'' مارک نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ میں این کے قریب پہنچا۔

''ہیلو این.......!''

''بس، بس....... مجھ سے بکواس مت کرو۔ تم نے....... تم نے ہماری کوٹھی کو تباہ کر دیا ہے۔ اَب بھی تم یہی کہو گے کہ یہ سب مسٹر آلڈرے کے ایماء پر کیا گیا ہے؟'' این روتی ہوئی بولی اور اس معصوم لڑکی نے ایک بار پھر مجھے کشمکش میں مبتلا کر دیا۔

''نہیں این! اَب میں یہ بات نہیں کہوں گا۔''

''مجھے بتاؤ.......! تم مجھے دوبارہ کیوں لے آئے ہو؟ کیا میرے ڈیڈی سے تمہاری دشمنی ہے؟''

''ہے این.......!''

''کیوں....... آخر کیوں؟ اُنہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟''

''اگر تم خاموش ہو کر سنو تو بتاؤں۔''

''بتاؤ....... ہاں! بتاؤ۔'' وہ غرا کر بولی اور روتے روتے اس طرح پھر جانے پر مجھے ہنسی آ گئی۔ بہرحال! میں سنجیدہ ہو کر بولا۔

''سنو این! تمہارے ڈیڈی نے میری ایک عزیز ترین لڑکی کو اغواء کرایا ہے۔ میں نے اُن کی کافی منت سماجت کی کہ مجھے وہ لڑکی واپس کر دی جائے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ مجبوراً میں نے تمہیں پہلی بار اغواء کیا۔ اور پھر اُس سے کہا کہ وہ ویرا کو واپس کر دے۔ تب اُس نے وعدہ کیا اور کہا کہ میں این کو واپس کر دوں۔ لیکن اُس نے مجھے پھر دھوکہ دیا۔ ایک دوسری لڑکی پر ویرا کا میک اَپ کر کے میرے پاس بھیج دیا گیا۔ اور میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔ اَب بتاؤ! میں اُسے اس بدعہدی کی سزا کیوں نہ دیتا؟''

این میری گفتگو غور سے سن رہی تھی۔ ''کیا تم دُرست کہہ رہے ہو؟''

''ایک ایک لفظ.......!'' میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔

''لیکن ڈیڈی نے ایسا کیوں کیا؟ اُنہوں نے....... اُنہوں نے....... کیا وہ تمہاری محبوبہ ہے؟'' این نے اُلجھے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''ہاں....... یہی سمجھ لو۔''

''تب تو تمہارا غصہ بجا ہے۔ مگر وہ کیا کہتے ہیں؟''

''کہتے ہیں کہ ویرا کو ڈیوک البرٹ لے گیا۔''

''اوہ....... مسٹر البرٹ اُس کا کیا کریں گے؟''

''یہ ساری باتیں تم اپنے ڈیڈی سے پوچھنا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ ڈیڈی زیادہ اچھے انسان نہیں ہیں۔ دنیا میں کس پر بھروسہ ک
سکتا ہے؟'' این افسردہ لہجے میں بولی۔ پھر کہنے لگی۔ ''اَب تو ٹھیک ہے۔ اَب میں نہ
روؤں گی۔ تم بھی تو کتنے پریشان ہوئے ہو گے۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے لے آئے۔ ا
ڈیڈی کو بھی پریشان ہونے دو۔ ذرا خود انہیں بھی تو مزہ آئے۔ او کے مسٹر ایکس! اَب مجھے
سے کوئی شکایت نہیں ہے۔''

میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ بھلا اس لڑکی کے ساتھ میں کوئی برا سلوک کس طرح
سکتا ہوں؟ پھر میں نے اُس سے کہا۔ ''میں مسٹر آلڈرے سے گفتگو کروں گا۔ لیکن تم اطمی
رکھو! تمہارے ساتھ پہلے بھی برا سلوک نہیں ہوا اور اَب بھی نہیں ہو گا۔ میں بہت جلد تم
واپس کر دُوں گا۔'' این گردن ہلانے لگی۔

رات کو ہم کافی دیر سے سوئے تھے۔ مارک نے خود بھی شہر کا گشت کیا تھا اور اُس
آدمی بھی خبریں وصول کرتے پھر رہے تھے۔ شہر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ اُس ایک رات
ساٹھ آدمی ہلاک ہوئے تھے اور پورا شہر جہنم بنا ہوا تھا۔ پولیس نے سینکڑوں جگہ چھاپے ما
بے شمار لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ بہر حال! آخری خبریں وصول کرنے کے بعد میں سو گیا۔

دوسری صبح این بے حد مطمئن تھی۔ ناشتے پر اُس نے مجھ سے میری محبوبہ ویرا کے بار
میں بہت سی باتیں کیں اور مجھ سے اظہارِ ہمدردی کیا۔ دن کو دس بجے میں نے ٹیلی فون
مارک کا آلہ فٹ کیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ آلڈرے کے ٹیلی فون خراب پڑے ہوں گے۔ لیکن
رابطہ قائم ہو گیا۔ یقینی طور پر آلڈرے نے فوراً فون درست کرایا ہو گا۔

''ہیلو......!'' آلڈرے کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ہے آلڈرے......! کیسے ہو؟'' میں نے چہکتے ہوئے کہا۔

''کون ہے......کون؟ مسٹر ایکس؟''

''تمہارا خادم......!'' میں نے نرمی سے کہا۔

''معاف کر دو! خدا کے لئے ایک بار اور معاف کر دو۔ صرف ایک بار ایکس......! صر
ایک بار۔'' آلڈرے رو پڑا۔

''ارے، ارے مسٹر آلڈرے...... یہ تو بزدلی ہے۔ میدان میں آئے ہو تو جنگ کر
میں نے کہا۔

''نہیں، نہیں...... میں ہار مان چکا ہوں۔ میں شکست تسلیم کر چکا ہوں۔ میں

چھوڑ دوں گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ مجھے معاف کر دو۔''

''کیا چاہتے ہو......؟''

''میں تو ختم ہو چکا۔ بری طرح تباہ ہو گیا۔ اَب تو کچھ بھی نہیں رہا۔''

''ہوں...... میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟''

''این مجھے واپس دے دو۔ میری بیٹی مجھے دے دو۔'' آلڈرے بری طرح گھگھیانے

''ویرا کا کیا ہو گا آلڈرے؟'' میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''آہ...... وہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ یقین کرو! وہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔
وہ میرے بس کی بات ہوتی تو میں تمہیں دھوکہ دینا پسند نہیں کرتا۔'' آلڈرے نے بھرائی
آواز میں کہا۔

''لیکن اس کے بغیر میں تمہارے ساتھ تعاون کیسے کر سکتا ہوں آلڈرے؟''

''سنو مسٹر ایکس...... سنو! تم یقین کرو کہ ویرا میری دسترس میں نہیں ہے۔ وہ ڈیوک کے
یں ہے۔ اگر وہ میری دسترس میں ہوتی تو کچھ بھی ہو جاتا، میں اُسے واپس کر دیتا۔ لیکن
وہ میرے بس سے باہر ہے۔ تم یقین کرو! میں بالکل بے بس ہوں۔ میں کسی طور اُسے
البرٹ سے حاصل نہیں کر سکتا۔''

''لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی آلڈرے! کہ میں تمہاری بیٹی واپس کر دُوں اور ویرا، مجھے
لے۔ ویرا، جو میری محبوبہ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''آہ......! میں کیا کروں؟ آہ...... میں کیا کروں؟ میں نے زندگی میں سب سے بڑی
ہی کی ہے۔ افسوس...... اب...... اب کیا ہو گا؟ مجھے بتاؤ! تمہی بتاؤ کوئی ایسا حل جس
تمہارا مقصد پورا ہو سکے اور میری این مجھے واپس مل سکے؟''

''حل تو بہت سے ہیں مسٹر آلڈرے! لیکن......!''

''لیکن کیا......؟ لیکن کیا......؟ ویرا کے علاوہ تم جو کچھ بھی کہو، میں حاضر ہوں۔''
ے نے جواب دیا۔

''آلڈرے! ویرا اور صرف ویرا۔ لیکن اس سلسلے میں تم نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے۔
البرٹ سے میں نے اپنا تعارف کرا دیا ہے۔ میرا خیال ہے اب میں ویرا کے سلسلے میں
ملاقات کروں گا۔ لیکن این کے حصول کے لئے تمہیں کچھ اور کام کرنا ہوں گے۔''

میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''ہاں...... ہاں، کہو...... کہو!''

''تم بالکل ہی قلاش تو نہ ہو گئے ہو گے۔ بینکوں میں تمہارے پاس بہت کچھ ہو گا۔

''ہاں ہے...... بولو! تم کیا چاہتے ہو؟''

''دو لاکھ پونڈ۔'' میں نے جواب دیا۔

''دو لاکھ......؟'' آلڈرے کے لہجے میں تشویش تھی۔

''ہاں...... اس سے ایک پیسہ کم نہیں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہی ہونا چاہئے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے مسٹر ایکس! میں تمہیں یہ ادائیگی کرنے کو تیار ہوں۔ بولو! ادائیگی کیسے کروں اور کس جگہ؟ جہاں تم کہو۔''

''لیکن این تمہیں اس بار اتنی آسانی سے نہیں مل جائے گی۔''

''میں ہر قیمت پر تمہاری شرط پوری کرنے کے بعد ہی این کو تم سے حاصل کرنے مطالبہ کروں گا۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''تو پھر یہ رقم مجھے کب مل رہی ہے؟''

''کل کسی بھی وقت۔ جب تم کہو۔''

''ٹھیک ہے مسٹر آلڈرے......! کل دوپہر کو بارہ مجھے یہ رقم مل جانی چاہئے۔ ساڑھے گیارہ بجے میں تمہیں جگہ کے بارے میں بتا دوں گا۔ لیکن اور باتیں بھی تم سے کرنا ہیں۔''

''کہو، کہو مسٹر ایکس! کہو۔'' آلڈرے نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''ویرا کا کیا معاملہ ہے......؟''

''مم...... میں نہیں سمجھا؟''

''تم نے اُسے اغواء کیوں کرایا تھا؟''

''اوہ...... ڈیوک کی طرف سے ہدایت ملی تھی۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''ڈیوک کو اُس کی ذات سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ڈیوک کے معاملات بے حد پراسرار ہوتے ہیں۔ ہینڈی فلپ اُس کی اپنی نمائندہ اور ڈیوک چاہتا ہے کہ مسٹر روبن شارپ گلینڈی کی دولت ہینڈی فلپ کو مل جائے۔ البرٹ اُس کے ساتھ یہ احسان کرنا چاہتے ہیں۔''

''اوہ، خوب......! گویا یہ احسان دوسروں کی حق تلفی کرنے پر کیا جا رہا ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... جو کچھ بھی ہے، تم یقین کرو، مجھے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں میں تو ڈیوک کے ایک ادنیٰ سے ملازم کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اس سے زیادہ میری کچھ بھی نہیں ہے۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''گرائن کہاں ہے......؟''

''گرائن......؟''

''ہاں...... ویرا کا بھائی۔''

''یقین کرو، وہ ہاتھ نہیں آیا۔ آج تک اُس کی تلاش جاری ہے۔'' آلڈرے نے جواب

''وہاں کیا پوزیشن ہے...... ویرا کا گھرانہ کیسا چل رہا ہے؟''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ جنہیں مارا جانا تھا، وہ مارے جا چکے ہیں۔ صرف یہ بہن بچے ہیں۔ انہی کو آخری ٹارگٹ بنایا جائے گا۔ ڈیوک اس چکر میں ہے کہ ان دونوں کو ختم کر دے۔ اور اس کے بعد اپنا کام کرے۔ ویرا اور گرائن اس وقت ڈیوک البرٹ کے نے پر ہیں۔'' آلڈرے نے جواب دیا۔

''کیا ویرا کو ختم کر دیا گیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں...... ہرگز نہیں۔ میں تمہیں ایک بات بتا دوں مسٹر ایکس۔''

''کہو......!''

''ڈیوک بے حد لاپراہ ہے۔ وہ اپنی قوت پر بہت ناز کرتا ہے۔ ویرا اُسے پسند ہے۔ اور کے مال خانے میں جمع ہو گی۔ اور جس وقت بھی ڈیوک کو اُس کی طلب ہو گی، وہ اُسے لے گا۔ اور اس کے بعد اُس کی حیثیت ختم ہو جائے گی۔''

''ہوں...... تو گرائن ابھی ہاتھ نہیں آیا؟''

''نہیں......!''

''کیا تمہیں ڈیوک کی طرف سے ہدایت ہے کہ گرائن کو تلاش کرو؟''

''ہاں...... ڈیوک کا کہنا ہے کہ گرائن بہرصورت! ایک آخری مہرہ ہے۔ اُسے حالات کا چکا ہے۔ اس لئے وہ ابھی تک نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ ورنہ وہ سامنے ضرور آ جاتا۔''

"ویرا، زندہ ہے......؟"

"ہاں......اس کی میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں۔"

"بس، ٹھیک ہے آلڈرے! تم کل بارہ بجے اپنا کام ختم کرو۔ اس کے بعد ہمارا تمہارا کھیل ختم۔ کیونکہ تم نے شکست تسلیم کر لی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں تمہیں آخری وارننگ اور دیتا ہوں۔"

"کیا......؟"

"ڈیوک کے اور میرے معاملے میں آنے کی کوشش مت کرنا۔ تم شکست تسلیم کر چکے ہو۔ اور میں ہارے ہوئے لوگوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ اور اگر اس کے بعد تم میرے اور ڈیوک کے درمیان آئے تو میں نہ صرف این کو بلکہ تمہارے پورے خاندان کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ جو کچھ ہو چکا ہے، اس کے بارے میں تم اندازہ لگا چکے ہو کہ میرے ہاتھ بھی مختصر نہیں ہیں۔"

"ایسا ہی ہوگا مسٹر ایکس! ایسا ہی ہوگا۔" آلڈرے پوری طرح ہتھیار ڈال چکا تھا۔ تب میں نے فون بند کر دیا۔

کھیل تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ اور اَب نئے کھیل کی تیاریاں تھیں۔ میرے ذہن میں بھی یہی تھا کہ پہلے مسٹر آلڈرے سے دو دو ہاتھ کروں۔ اس کے بعد ہی ڈیوک کی جانب توجہ دُوں۔ بہرصورت آلڈرے ہتھیار ڈال چکا تھا اور کل اُس کی آخری کوشش بھی دیکھ لینا تھی۔ اس طرح میرے ہاتھ میں ایک اچھی خاصی رقم بھی آ جاتی جو میں مارک اور اُس کے ساتھیوں پر خرچ کرنا بہرصورت پسند بھی کرتا تھا۔ ابھی میرا اصل کام تو شروع بھی نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے تو میں اور بھی کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد اپنی کوئی حیثیت بنانے کے بارے میں سوچتا۔ چنانچہ دو لاکھ پونڈ کی رقم کافی تھی۔ اور اس سے بہت سے کام نکل سکتے تھے۔ ابتداء میں یہی مناسب تھا، اس کے بعد آئندہ جو کچھ بھی ہو۔ چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔

این میرے پاس مطمئن تھی۔ اچھی لڑکی تھی۔ اُسے احساس ہو گیا تھا کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اس لئے وہ عجیب انداز میں پیش آئی تھی۔ اس وقت بھی کھانے کی میز پر وہ میرے ساتھ تھی۔ میں ڈیوک البرٹ کے سلسلہ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ کھانا کھاتے کھاتے رُک گئی۔ میں نے توجہ نہیں دی تھی۔ اچانک اُس نے کہا۔ "مسٹر ایکس......!" اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے این......؟"

"تم اپنی محبوبہ کے لئے اُداس ہو؟"

"ہاں، ہاں......ہوں تو سہی۔"

"ڈیڈی نے بہت زیادتی کی ہے تمہارے ساتھ۔ مجھے بتاؤ! میں تمہارے لئے کیا کروں؟ اگر میں یہ کہوں کہ تم مجھے چھوڑ دو، میں ڈیڈی کو مجبور کروں گی کہ وہ ویرا کو کسی طرح لے آئیں۔ اگر وہ ویرا کو واپس نہ لائے تو میں وہ گھر چھوڑ دُوں گی۔ اور میں ایسا ہی کروں گی۔ میں بہت ضدی ہوں۔ لیکن خطرہ ہے کہ کہیں تم اس بات کو غلط نہ سمجھ لو۔ تم سوچو! میں یہاں سے اس بہانے نکلنا چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے بتاؤ! میں کیا کروں؟"

"اوہ......اچھی این! تمہارا شکریہ۔ مجھے حیرت ہے کہ آلڈرے جیسے برے انسان کی بیٹی اچھی ہے۔"

"نہیں......اگر میں تمہارے لئے کچھ نہ کر سکی تو میں بالکل اچھی نہیں ہوں۔"

"مگر تم کیا کرو گی؟"

"میں کیا بتاؤں؟ میری سمجھ میں کچھ بھی تو نہیں آ رہا۔"

"تم پریشان نہ ہو این! جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ ویرا کو لانا تو اَب مسٹر آلڈرے کے بس کی بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں......؟"

"مسٹر آلڈرے، ڈیوک البرٹ کے سامنے بے بس ہیں۔"

"اُس وقت بے بس نہیں تھے جب اُنہوں نے اُسے وہاں پہنچایا تھا؟" این جھلا کر بولی۔

"وہ ڈیوک کے غلام ہیں۔"

"وہ بزدل ہیں، اور کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن میں بزدل نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں خود بھی ڈیوک البرٹ سے مل سکتی ہوں۔ میں ڈیوک سے مل کر ویرا کی رہائی کی کوشش کروں گی۔"

"اس سے قبل کبھی ڈیوک سے ملی ہو؟"

"نہیں......!"

"کیوں......؟"

''میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ ڈیڈی نے مجھے کبھی ڈیوک کے سامنے نہیں جانے دیا۔ اُن کا کہنا ہے کہ ڈیوک زیادہ اچھے انسان نہیں ہیں۔''

''تب این! میں بھی نہیں چاہتا کہ تم ڈیوک کے سامنے جاؤ۔''

''کیوں......؟''

''میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ تم جیسی نیک لڑکی کسی برے آدمی کے چکر میں پھنس جائے۔''

''لیکن میں جاؤں گی۔''

''ضد نہ کرو این! میں خود ڈیوک سے نمٹ لوں گا۔''

''نہیں...... مجھے ڈیڈی پر سخت طیش آ رہا ہے۔ اپنی بیٹی کو وہ ڈیوک سے دُور رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن دوسری لڑکی پر اُنہیں رحم نہیں آیا۔''

''اُس شخص کی کسی برائی کی سزا تمہیں نہیں ملنی چاہیے۔ تم وہاں نہیں جاؤ گی۔'' میں نے کہا اور این کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ وہ بے حد جذباتی ہو گئی تھی۔ پھر وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

''تب کچھ میرے کہنے پر عمل کرو گے؟''

''کیا......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''میں تمہارے پاس رہوں گی۔ اور...... اور اس عرصے کے لئے تم مجھے اپنی محبوبہ کی حیثیت سے رکھو گے۔ تم اپنی وہ ساری خواہشات پوری کر لینا جو تمہارے دل میں ہیں۔ میں تم سے تعاون کروں گی۔ میں اس بات کا ذرا بھی برا نہیں مناؤں گی۔''

''این...... این! اس قدر جذباتی نہ بنو۔ تم نے میرے دل میں ایک مخصوص جگہ حاصل کر لی ہے۔ میں تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کر سکتا۔ پلیز! اَب اس موضوع پر مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔'' میں نے آخری الفاظ کسی قدر سخت لہجے میں کہے اور این نے سر جھکا لیا۔

اخبارات میں سخت ہنگامہ خیز سرخیاں جمائی گئی تھیں۔ پولیس کے محکمے پر لعن طعن کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ پولیس اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر پا رہی۔ اور یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔ بہت سے لوگوں کے بیانات شائع ہوئے تھے جنہوں نے پولیس پر زور دیا تھا کہ وہ جلد از جلد کچھ کارروائی کرے۔

بہرصورت! یہ ساری باتیں نہایت دلچسپ تھیں۔ آلڈرے کے نقصان کا تخمینہ میرے

...چکا تھا۔ اور بلاشبہ آلڈرے پوری طرح تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اَب اُس کے پاس کچھ ...باقی تھا سوائے اُس بینک بیلنس کے جو اُس کے بینکوں میں تھا۔

...نے ابتدائی طور پر جو کچھ کیا تھا، اس کے بارے میں، میں قطعی طور پر مطمئن تھا۔ اور ...ڈرے کا کام مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا مجھے ڈیوک کے خلاف کام شروع کر دینا ...

...ک البرٹ...... میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ اب آلڈرے کو چھوڑ کر صرف ...کے بارے میں کارروائی کرنا تھی۔

...رے دن ٹھیک بارہ بجے آلڈرے، کیش لے کر میری مطلوبہ جگہ پہنچ گیا۔ اُس کا سر ...ہوا تھا۔ مارک اور اُس کے دیگر ساتھیوں نے پوری طرح قرب و جوار پر کنٹرول کر لیا ...اور ہمیں یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ بہرصورت! آلڈرے کے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔ ...ے بذاتِ خود یہ رقم لے کر آیا تھا۔

...ری طرف یہ رقم لینے میں خود ہی پہنچا تھا اور اس شکل میں تھا، جس میں پہلی بار ...ے سے ملا تھا۔

''ہیلو مسٹر آلڈرے......!'' میں نے اُسے مخاطب کیا اور آلڈرے نے عجیب سے انداز ...مجھے دیکھا۔ پھر گردن جھکا لی۔ ''کیسے ہیں مسٹر آلڈرے آپ؟''

''ٹھیک ہوں۔'' اُس نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

''رقم لائے ہیں......؟''

''ہاں...... چیک کر لو۔'' مسٹر آلڈرے نے بریف کیس کھول دیا۔

''ٹھیک ہے مسٹر آلڈرے! میں تو بہرصورت! اعتماد کرنے کا عادی ہوں۔ خواہ میرے ...کی حد تک دھوکہ دیا جاتا رہے۔''

''مجھے افسوس ہے۔'' آلڈرے نے کہا۔

''لیکن تمہارا یہ افسوس ویرا کو واپس نہیں لا سکتا۔''

''ہاں...... میں ویرا کو واپس نہیں لا سکتا۔'' آلڈرے نے آہستہ سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے باوجود تمہاری لڑکی این اتنی اچھی ہے کہ میں اُس کے ساتھ ...برا سلوک نہیں کر سکا۔ این اب سے ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد تمہارے پاس پہنچ جائے

"بہتر ہے......" آلڈرے نے جواب دیا۔

"تمہیں یقین ہے نا؟"

"ہاں...... مجھے یقین ہے۔ کیونکہ تم میری طرح برے انسان نہیں ہو۔" آلڈرے
انداز سے شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے رقم کا بیگ اپنے قبضے میں کیا اور پھر
سے واپس پلٹ پڑا۔

مارک اور دوسرے لوگ میرا انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ میں اُن کے ساتھ واپس
پڑا۔ آلڈرے اپنی کار میں روانہ ہو گیا تھا۔

واپس آنے کے بعد میں نے این کو اپنے قریب طلب کیا اور وہ مسکراتی ہوئی میر
نزدیک آ گئی۔ "یس مسٹر ایکس!" اُس نے سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھا۔

"ڈیئر این......! اَب تم گھر واپس جاؤ۔"

"کیا مطلب......؟" این چونک کر بولی۔

"ہاں......! مسٹر آلڈرے کو میں نے اب قطعی طور پر معاف کر دیا ہے۔"

"اوہ......! لیکن اب میں گھر واپس نہیں جانا چاہتی۔"

"نہیں این! ضد نہ کرو، پلیز...... تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں تمہیں کبھی فراموش نہ
کروں گا۔ تم نے جس وفاداری کا ثبوت دیا ہے، اس لحاظ سے تم میری دوست کا درجہ اختی
کر گئی ہو۔" میں نے کہا۔

"لیکن میں نہیں جاؤں گی۔" اُس نے ضد کی۔

"این! تم یہاں نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ میں اب دوسرا کھیل کھیلنے جا رہا ہوں۔"

"کون سا کھیل؟" این نے پوچھا۔

"ڈیوک البرٹ......!" میں نے جواب دیا۔

"ڈیوک البرٹ......؟" اُس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں...... لیکن ابھی تم اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گی۔"

"نہیں کروں گی۔ لیکن میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔" اُس نے آنسو بھری آنکھوں سے
دیکھ کر کہا۔

میں نے مارک کو اشارہ کیا اور مارک اُسے لے کر چل پڑا۔ وہ این کو چھوڑنے جا رہا تھا۔
این چلی گئی۔ اور اب میں کمرے میں دراز ہو کر ڈیوک البرٹ کے بارے میں سوچنے

مجھے ڈیوک البرٹ سے نمٹنا تھا۔ اور بالآخر میں نے سوچ لیا کہ اب میں خود ہی
...برٹ کے جزیرے پر جاؤں گا۔
...کھ پونڈ کی رقم میرے پاس تھی۔ اس لئے اخراجات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ میں نے
...ک کے حوالے کر دی۔ مارک، این کو چھوڑ کر واپس آ گیا تھا۔

"یہ تو کافی رقم ہے۔" مارک نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا۔

"ہاں...... دو لاکھ پونڈ۔ یہ میں نے آلڈرے سے وصول کئے ہیں۔"

"گڈ لارڈ......!" مارک نے سیٹی بجائی۔

"نہیں مارک! یہ کچھ نہیں ہے۔ ابھی تو ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔ تم یہ رقم اپنے پاس رکھو
...ے سارے اخراجات پورے کرو۔"

"تم...... میں رکھوں......؟"

"ہاں...... کیوں، اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"...ل...... لیکن چیف! کیوں نہ میں اسے کسی بینک میں جمع کرا دوں؟ بہت بڑی رقم
...اگر مجھ سے غلط اخراجات ہو گئے تو تم جانو! دولت حاصل کرنے کے بعد انسان بہت
...خراب ہو جاتا ہے۔"

"تم خراب ہو جاؤ مارک! اور یہ رقم خرچ کر دو۔ مجھے پراہ نہ ہو گی۔ کیونکہ تم میری نگاہ
...ں سے کہیں زیادہ قیمتی ہو۔ میں اسے بنک میں رکھوانا مناسب نہیں سمجھتا۔ تمہیں آزادی
...جتنا چاہو، خرچ کرو۔ کسی اور ذریعے سے اب تم ایک پیسہ بھی کمانے کی کوشش نہیں کرو
...اور اب اس موضوع کو ختم کر دو۔ آلڈرے چت ہو گیا ہے۔ اب میں ڈیوک البرٹ کو
...ما کرنا چاہتا ہوں۔"

"مارک تمہارا غلام ہے۔ اور کسی بھی چیز کا خوف اُس وقت ہوتا ہے جب تک زندگی کو
...سمجھا جائے۔ اور جب زندگی سے بھی زیادہ عزیز کوئی شے مل جائے تو خوف کے سارے
...ات ذہن سے نکل جاتے ہیں۔"

"تمہارا شکریہ مارک......! اَب ہمیں اس سلسلہ میں کام کرنا ہے۔"

"مجھے حکم دو چیف!"

"پولیس جو سرگرمی دکھا رہی ہے، اس میں ابھی تک تمہارا کوئی آدمی تو ہاتھ نہیں لگا؟"

"لگے گا بھی نہیں...... تم بے فکر رہو۔" مارک نے جواب دیا۔

''کیوں......اس کا امکان تو ہے۔''
''دراصل باس! اول تو مارک نے کبھی کوئی خطرناک کھیل نہیں کھیلا۔ رقم کمانے کے
میرے ذرائع ناجائز ضرور رہے ہیں۔ لیکن براہِ راست کسی جرم میں ملوث نہیں رہا۔ اس
پولیس کے پاس میرا ریکارڈ نہیں ہے۔ اسی طرح میرے آدمی بھی پہلی بار یہ کارنامہ ا
دے رہے ہیں۔ اور میں نے محدود لوگوں کو اپنے ساتھ رکھا ہے، جن پر مجھے اعتماد ہے۔
رہی اُس اسلحے کی بات جو ہم نے ضرورت کے تحت خریدا ہے، اگر پولیس یہاں پہنچ جا
بھی وہ لوگ نشاندہی نہیں کر سکتے کہ اسلحہ کس کے ہاتھ فروخت کیا گیا ہے۔''
''کیوں......؟''
''چیف......! اگر وہ لوگ پولیس کو یہ بتائیں گے کہ اُنہیں یہ آرڈر کسی بوڑھی عورت
دیا تھا اور مال بھی اُسی نے وصول کیا تھا، ایسی بوڑھی عورت جس کی عمر ستر سال سے کم تو
نہ ہوگی تو کیا پولیس اُنہیں مار مار کر ادھ مواء نہ کر دے گی......؟''
''وہ بوڑھی عورت کون تھی؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
''ایک غریب علاقے میں رہنے والی بے سہارا عورت۔ جس کا کوئی ذریعہ معاش نہ
ہے۔ اور چند نوٹوں نے اُسے اس کام پر آمادہ کر لیا تھا۔''
''اور اس سے یہ کام لینے والا کون تھا؟''
''جیکن۔ جو ایک لاپرواہ سا آدمی ہے اور اکثر اُس کی مدد کرتا رہتا ہے اور اس محلے
ایک گندے سے مکان میں رہتا ہے۔ اُس نے بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی ہیں اور اُس
ایک آنکھ خراب ہے۔''
''اور یہ جیکن کون ہے......؟''
''تمہارا خادم۔'' مارک مسکراتا ہوا بولا۔
''گڈ......! چلو یہ بھی ٹھیک ہے۔ اَب مارک! تمہیں دو یا تین دن کے اندر یہ پتہ
ہے کہ ڈیوک البرٹ کے جزیرے پر آنے جانے والی لانچیں کہاں ٹھہرتی ہیں؟''
''دو تین دن کیوں چیف؟ آج اسی وقت۔'' مارک چٹکی بجا کر بولا۔
''اوہ......واقعی؟''
''ہاں...... مارک، ہزار آنکھیں رکھتا ہے۔ یہ لانچیں ایری ڈیک پر رُکتی ہیں اور ایر
ڈیک کے لئے ایک مخصوص سڑک تعمیر کی گئی ہے جہاں مقامی حکام تک کو جانے کی اجازت

ہے؟''
''ہوں......سڑک تک؟'' میں نے سوال کیا۔
''سڑک کے کنارے لکڑی کے گودام ہیں۔ اور اُن گوداموں میں مقامی لوگ کام کرتے
یہاں سے سڑک کی نگرانی کی جا سکتی ہے۔''
''پروگرام سن لو مارک! تمہیں ایری ڈیک سے گزرنے والے ڈیوک کے آدمیوں میں
کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے جس کا قد وقامت اور خدوخال مجھ سے مطابقت رکھتے ہوں۔
یہ کہ میں اُس کا میک اَپ بہ آسانی کر سکوں۔ ایسے کسی آدمی کا انتخاب کرنے کے بعد تم
کا پیچھا کرو گے۔ اُس جگہ کا پتہ لگاؤ گے جہاں وہ جاتا ہے۔ میں اُسے اغواء کرنا چاہتا
ں۔'' میں نے کہا۔
مارک کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''واہ......! گویا تم اُس کا میک اَپ کر کے ڈیوک کے
جزیرے تک...... واہ! خدا کی قسم مسٹر ڈینس! تم کیا ہو؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔''
''بس...... جتنا سمجھ لیا، اتنا ہی کافی ہے مارک! زیادہ سمجھنے کی کوشش بے کار ہوگی۔'' میں
نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''بالکل ٹھیک چیف! مارک یہ کام بہت جلد انجام دے لے گا۔'' مارک نے جواب دیا۔
اور پھر وہ میرے پاس سے رُخصت ہو گیا۔ میں نے ایک آسودہ سی سانس لی اور آرام
کرسی پر دراز ہو گیا۔
جو فیصلہ میں نے کیا تھا، وہ یہی تھا کہ مجھے ڈیوک کے کسی آدمی کے میک اَپ میں ڈیوک
کے جزیرے تک پہنچنا تھا۔ اور اس کے بعد وہاں پہنچ کر اپنا کام کرنا تھا۔ بہرحال! یہ خطرہ تو
مول لینا ہی تھا۔ اور مجھے اپنی صلاحیتیں بھی آزمانی تھیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ میں کہاں تک
کامیاب ہو سکتا ہوں۔ چنانچہ مارک اس سلسلے کا اہم ترین کام کرنے روانہ ہو گیا تھا اور مجھے
اُس کا انتظار تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کام میں وقت لگے گا۔ اس لئے میں خود کو پُرسکون رکھنا
چاہتا تھا۔ بہرحال! جزیرے پر مجھے تنہا ہی جانا تھا اور وہاں مارک وغیرہ کا سہارا مشکل تھا۔ وہ
بے چارہ وہاں میرے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔
مارک نے اُسی شام مجھے اطلاع دی کہ وہ کاٹھ گوداموں کے ایک مزدور سے دوستی کرنے
میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور کل سے اُس کے ساتھ کام کرے گا۔ دراصل اس بندرگاہ کے
آس پاس کی جگہ پر گہری نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اس لئے غیر متعلق لوگ وہاں مشکوک ہو سکتے

ہیں۔

''ٹھیک ہے مارک......! اس کے ساتھ ہی تمہیں کچھ اور انتظامات بھی کرنے
گے۔''

''حکم چیف!''

''کچھ ایسی چیزیں، جو عام نہیں ہوتیں۔''

''مارک کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔'' مارک نے جواب دیا۔

''افریقہ کے کچھ قبائل ایسی زہریلی سوئیاں رکھتے ہیں جنہیں ایک پائپ سے پھونکا جا
ہے اور وہ بطور ہتھیار استعمال ہوتی ہیں۔ البرٹو پر مجھے چند ایسی چیزیں درکار ہوں گی۔ ا
سلسلے میں جو کچھ بھی مل سکے۔''

''ہوں...... اور اس کے لئے میرا دوست پروفیسر ڈوڈی انتہائی کارآمد ہوگا۔''

''یہ کون ہے؟''

''ایک خبطی دُکاندار۔ جس نے آدھی زندگی افریقہ کے جنگلات میں گزاری ہے اور وہاں
کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ سانپ پکڑتا ہے اور اُن کے زہروں سے تریاق بنا
ہے۔ ہر وہ چیز بناتا ہے جو افریقہ میں استعمال ہوتی ہے۔ اُس نے ایک دُکان بھی کھول رکھ
ہے جہاں کچھ نہیں بکتا، اور وہ بے چارہ عموماً قلاش رہتا ہے۔''

''خوب...... تم مجھے اُس سے ملا دو۔ لیکن کب ملاؤ گے؟''

''آج ہی۔ کل سے تو میں مصروف ہو جاؤں گا۔'' مارک نے جواب دیا۔

''تب تو میں فوراً تیار ہو کر آتا ہوں۔'' میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ایک
کار میں جا رہے تھے۔

☆......☆......☆

پیرس کی سڑکیں روشنیوں میں نہائی ہوئی تھیں۔ لیکن خوف کی ایک فضا صاف محسوس کی جا
رہی تھی۔ پولیس کی گاڑیاں جگہ جگہ نظر آ رہی تھیں۔ کسی بھی مشکوک شخص کو پولیس روک لیتی تھی
اور اس کے کاغذات کی پڑتال ہونے لگتی تھی۔

مارک نے کئی جگہ مجھے متوجہ کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہماری تلاش میں
ہی کی پولیس حرکت میں آ گئی تھی۔ بہرحال! ہمیں کسی نے نہ روکا۔ پروفیسر ڈوڈی کی
دکان دراصل ایک گندے علاقے میں تھی۔

یہ حسین پیرس کا دوسرا رُوپ تھا۔ تنگ و تاریک گلیوں پر مشتمل یہ علاقہ ایشیاء کے کسی
پسماندہ ترین ملک کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ اُن سڑکوں پر صفائی کا مناسب بندوبست بھی
نہیں تھا۔ چہرے بھی پژمردہ سے تھے اور یہاں کے رہنے والے کھل کر نہیں مسکراتے تھے۔

ہم مسٹر ڈوڈی کی دُکان پر پہنچ گئے۔ دُکان کیا تھی، ایک لمبی سی گلی تھی جو اندر دُور تک چلی گئی
تھی۔ دُکان کے اگلے حصے میں ایک بڑا شوکیس تھا۔ کبھی شوکیس رہا ہوگا لیکن اَب اُس پر کوئی
شیشہ نہیں تھا۔ ہاں! اُس کے اندر رنگ برنگے جانور اور پرندے سجے ہوئے تھے۔ ایسے
عجیب پرندے، جو میں نے آج تک اس سے قبل نہیں دیکھے تھے۔ مثلاً کسی بڑی نسل کے
ے کا بدن اور آگے سے مور کی مانند کلغی اور چونچ۔ یا چار ہاتھ پاؤں والی مرغی۔

پوری دُکان ایسی ہی بے تکی چیزوں سے بھری ہوئی تھی۔ مسٹر ڈوڈی کا کہیں پتہ نہ تھا۔
مارک بے دھڑک دُکان میں داخل ہو گیا۔ یہ دُکان میرے لئے کافی دلچسپ تھی۔

''مسٹر ڈوڈی......!'' مارک نے زور سے آواز دی۔

''کون ہے......؟'' کہیں سے ایک آواز سنائی دی اور ہم دونوں چونک کر اِدھر اُدھر
دیکھنے لگے۔ ہم دُکان کے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے تھے جہاں سے پوری دُکان نظر آ سکتی
تھی۔ لیکن ہم اندازہ نہیں لگا سکے کہ جواب کہاں سے ملا ہے؟''

''مسٹر ڈوڈی......! آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟''

''کوئی ضروری کام ہے کیا......؟'' آواز پھر آئی۔ اور اس بار میں نے لکڑی کا ایک چوکو بکس ہلتے ہوئے دیکھا۔ پھر بکس کے نیچے سے ایک دُبلا پتلا بوڑھا باہر نکل آیا۔ اُس ایک ڈھیلی ڈھالی پتلون اور قمیض پہنی ہوئی تھی۔ لیکن پتلون میں گیٹس لگی ہوئی تھیں جو سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے کئی بار اُس نے درست کیا اور پھر مارک کو اور مجھے دیکھنے لگا۔

''اوہ...... مسٹر ڈوڈی! آپ وہاں کیا کر رہے تھے؟'' مارک نے پوچھا۔

''تم سے مطلب...... پولیس والے ہو کیا؟'' اُس نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

''شاید آپ مجھے پہچانتے نہیں مسٹر ڈوڈی! میں آپ کا پرانا دوست مارک ہوں۔''

''ہو گے...... مجھے پہچاننے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔''

''میں آپ کے لئے گاہک لایا ہوں مسٹر ڈوڈی!'' مارک نے کہا۔ میں دلچسپ نگاہوں سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔

''لائے ہو گے۔ میں کیا کروں؟ ایں...... کیا کہا؟ کیا لائے ہو؟'' دفعتہً وہ چونک پڑا۔

''گاہک......!''

''اور کمیشن مال فروخت ہونے سے پہلے مانگو گے۔ کیوں؟ اب میں ایسے ہتھکنڈوں سے خوف واقف ہوں۔ بعد میں گاہک کہے گا کہ کوئی چیز اُسے پسند نہیں آئی اور بس...... میں اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ لیکن افسوس میرے دوست! اس وقت میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔''

''آپ کو حیرت ہو گی مسٹر ڈوڈی! کہ میں آپ سے کوئی کمیشن نہیں وصول کروں گا اور آپ کا گاہک کسی مال کو پسند کرنے سے پہلے آپ کو کچھ رقم ایڈوانس دے سکتا ہے، اس شرط پر کہ اگر اُسے کوئی چیز پسند نہیں آئی تو ایڈوانس ضبط۔'' مارک نے کہا اور ڈوڈی ہونقوں کی طرح اُس کی شکل دیکھنے لگا۔ ''بولئے! آپ کو منظور ہے مسٹر ڈوڈی؟''

''لاؤ...... ایڈوانس دو۔'' بوڑھے نے ہاتھ پھیلا دیا اور میں نے جلدی سے دو نوٹ نکال کر اُس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ بوڑھے کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اُس نے نوٹوں کی طرف دیکھا اور دوسرے لمحے اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔ دوسری چھلانگ میں وہ دُکان سے باہر تھا۔ اور پھر وہ ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔

''یہ کیا ہوا......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''کچھ نہیں...... ہمیں تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ مسٹر ڈوڈی ایماندار آدمی ہیں۔ یقیناً

اُن کی کوئی اہم ضرورت رُکی ہو گی۔ وہ اُسے پورا کرنے کے بعد واپس آئیں گے۔ آپ یقین کریں مسٹر ڈینس! وہ حیرت انگیز انسان ہے۔ اُس کے سینے میں علوم کے خزانے پوشیدہ ہیں۔ لیکن وہ کئی کئی دن کے فاقے سے رہتا ہے۔ ظاہر ہے، اس دُکان سے کوئی کیا خریدے گا؟''

''لیکن وہ اس لکڑی کے بکس کے نیچے کیا کر رہا تھا؟'' میں نے کہا اور لکڑی کا بکس اُلٹ دیا۔ نیچے مجھے دو جانور نظر آئے جن میں ایک بلی تھی اور دوسرا نیل کنٹھ۔ لیکن دونوں کے چار حصے کٹے ہوئے تھے اور چھوٹی چھوٹی مٹی کی پیالیوں میں عجیب عجیب سے مصالحے رکھے ہوئے تھے۔

''اوہ...... مسٹر ڈوڈی، تخلیق میں مصروف تھے۔'' مارک گہری سانس لے کر بولا۔

''کیسی تخلیق......؟''

''آپ نے شوکیس میں عجیب وغریب جانور نہیں دیکھے؟ ایسا ہی ایک جانور اور تیار ہو رہا تھا۔ اَب یہ نہیں معلوم کہ مسٹر ڈوڈی، نیل کنٹھ کے بدن میں بلی کی دُم فٹ کر رہے تھے یا بلی کے گلے میں نیل کنٹھ لٹکا رہے تھے۔'' مارک ہنستا ہوا بولا۔

''اوہ......! میں خود اِن پرندوں اور جانوروں کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ لیکن بڑی صفائی سے انہیں جوڑا گیا ہے۔'' میں نے کہا اور مارک ہنستا رہا۔ پھر بیٹھنے کی جو بھی جگہ ملی، ہم وہاں بیٹھ کر ڈوڈی کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر ڈوڈی آستین سے منہ صاف کرتے ہوئے اندر آ گئے۔ یقیناً وہ کچھ کھا کر آئے تھے۔

''دونوں شریف آدمیوں کے لئے میں نے چائے منگوائی ہے۔ اور ہاں میرے دوست مارک! آپ مجھے یاد آ گئے۔ لیکن افسوس! میں آج تک آپ کی رقم کا بندوبست نہیں کر سکا۔ اُمید ہے آپ مجھے تھوڑے دن کی مہلت اور دیں گے۔''

''آپ مجھے اُس حقیر سی رقم کا حوالہ دے کر بار بار شرمندہ کرتے رہیں گے مسٹر ڈوڈی! حالانکہ میں اس کے عوض آپ سے کئی کام لے چکا ہوں۔''

''اوہ...... مگر کون سے کام؟ مجھے یاد نہیں۔''

''وہ بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال میرے دوست ڈینس سے ملاقات کیجئے۔'' مارک نے کہا اور بوڑھے نے لپک کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔'' وہ مسکراتا ہوا بولا۔ اُس کا ہاتھ جیب کی طرف

رینگ رہا تھا۔ اور اُس نے نہایت صفائی سے ایک چھوٹا سا بسکٹ نکال کر منہ میں ڈال لیا۔
''فرمایئے......! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟'' منہ میں پڑے ہوئے بسکٹ کی وجہ سے اُس کی آواز بدل گئی تھی۔ ہم نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔

''مسٹر ڈینس! آپ سے ایک لمبی خریداری کرنے آئے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ آپ کو بہتر طور سے بتا سکیں گے۔'' مارک نے کہا۔ اور پھر اُٹھتا ہوا بولا۔ ''اس لئے آپ کا تعارف مسٹر ڈوڈی سے کرایا ہے مسٹر ڈینس! میرا خیال ہے اَب میں چلوں۔ مجھے دوسرے کام کے لئے جانا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے گردن ہلا دی۔

''میں ٹیکسی سے چلا جاؤں گا۔ کار آپ رکھ لیں۔'' مارک نے کہا اور پھر ہم دونوں سے معذرت کر کے باہر نکل گیا۔ مسٹر ڈوڈی اَب بھی موقع پا کر ایک آدھ بسکٹ نکال لیتے تھے۔ اُن کی جیب کافی پھولی ہوئی تھی۔ تب میں اُن کی جانب متوجہ ہو گیا۔

''مارک نے آپ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ نے زندگی کا طویل عرصہ افریقہ میں گزارا ہے۔''

''اُس نے جھوٹ نہیں بولا۔''

''مجھے قدیم افریقی ہتھیاروں سے بہت دلچسپی ہے۔ اور میں آپ سے ایسے ہتھیار حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''میرے پاس اُن ہتھیاروں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ آیئے! آپ کو دکھاؤں۔'' ڈوڈی نے کہا اور پھر وہ مجھے اپنی لمبی دُکان میں گھمانے لگا۔ درحقیقت اس دکان میں بڑی بڑی نایاب چیزیں موجود تھیں۔ میں نے جو کچھ دیکھا، اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ ہڈیوں اور پتھروں سے بنے ہوئے قدیم ترین ہتھیار جو اِس دور میں بالکل ناکارہ معلوم ہوتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے، افریقہ کے اُن پسماندہ علاقوں میں جہاں جدید ترین ہتھیار نہیں پہنچے تھے، یہی ہتھیار کافی مہلک ہوتے ہوں گے۔ تب میں نے مسٹر ڈوڈی کو سمجھایا کہ مجھے ان ہتھیاروں سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں! افریقہ کے وہ ہتھیار جو زہریلی سوئیوں اور جڑی بوٹیوں سے تیار ہوئے تھے، میرے لئے دلچسپی کا باعث ہیں۔''

''اوہ......'' مسٹر ڈوڈی نے گردن ہلائی۔ ''ایسے کچھ ہتھیار بھی میرے پاس موجود ہیں۔''

''مثلاً......؟''

''مثلاً افریقہ کے وہ قبائل جو زہریلی سوئیوں کو کھوکھلے بانسوں میں رکھ کر پھونکا کرتے ہیں، میں نے اُنہیں جدید شکل دے دی ہے۔ میں نے اُن کا سائز بھی چھوٹا کر دیا ہے اور اُن کی کارکردگی بھی بڑھا دی ہے۔ چھوٹا سائز ہونے کی وجہ سے اُنہیں دور تک پھینکا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جڑی بوٹیوں سے میں نے ایسی عجیب وغریب چیزیں تیار کی ہیں جو بے حد مہلک ہیں۔ لیکن دیکھنے میں کچھ نہیں لگتیں۔'' مسٹر ڈوڈی نے بتایا۔

میں نے خوش ہو کر کہا۔ ''یقیناً مسٹر ڈوڈی! مجھے ایسی ہی چیزوں کی ضرورت ہے۔''

''تو پھر آؤ! میں تمہاری ضرورت پوری کر دوں۔'' مسٹر ڈوڈی نے کہا۔ اُنہوں نے ایک بڑا سا شیشی نکالی اور اُس میں سے غالباً کسی جانور کی لچک دار ہڈی سے یا پھر مچھلی کے سخت کانٹوں سے تیار کی ہوئی سوئیاں میرے سامنے رکھ دیں جن کے رنگ سفید تھے۔ لیکن اُن کے باریک حصوں پر ہلکی ہلکی سی نیلاہٹ نظر آ رہی تھی۔

''یہ نیلاہٹ......'' مسٹر ڈوڈی نے مجھے وہ کانٹے نما سوئیاں دکھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ نیلاہٹ اتنی خوف ناک ہے کہ اگر کسی ہاتھی کے بدن میں بھی یہ خوف ناک سوئی گھس جائے تو تھوڑی دیر کے بعد سسک سسک کر دم توڑ دے گا۔ کیا میں تمہیں ان کا تجربہ کر کے دکھاؤں؟''

''ابھی نہیں مسٹر ڈوڈی! ویسے یہ تجربہ میں ضرور کروں گا۔ ان کے علاوہ اور کچھ چیزیں، جن کے بارے میں آپ نے کہا تھا۔'' میں نے کہا اور ڈوڈی گردن ہلاتا ہوا بولا۔

''بے شمار...... بے شمار۔ تم اُنہیں دیکھ کر عاجز آ جاؤ گے۔ ارے! ڈوڈی نے اور کیا، کیا ہے اس کے علاوہ؟ مختلف قسم کے زہریلے کیڑے مکوڑوں کے جسموں سے زہر حاصل کیا ہے اور اُن کے زہر سے مختلف قسم کی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔ مثلاً ادھر آؤ...... میرے پاس آؤ۔'' اُنہوں نے کہا۔ اور ایک چھوٹی سی شیشی نکال لی۔ ''اَب اگر تم یہ نہیں کرو گے تو لطف نہیں آئے گا۔'' مسٹر ڈوڈی نے کہا اور لکڑی کی ایک سلائی نکال کر اس چھوٹی شیشی میں بھرے ہوئے سیال میں ڈبوئی اور دوسرے لمحے اُسے ایک لکڑی کے ٹکڑے پر لگا دیا۔

میں نے دیکھا، جہاں جہاں سلائی پھرتی چلی گئی، لکڑی کا ٹکڑا گلتا چلا گیا۔ اور جس سلائی سے وہ سیال پیدا کیا گیا تھا وہ بالکل بے جان ہو کر رہ گئی تھی۔

''یہ ہے اس کی خاصیت۔'' مسٹر ڈوڈی نے کہا۔ اور اگر تم اسے کسی چیز پر لگا دو گے تو وہ

گل سڑ کر ختم ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد تم اس لکڑی ہی کو دیکھنا۔ حالانکہ زہر لکڑی کے بے جان ریشوں کے لئے بے ضرر ہوتا ہے۔ لیکن یہ زہر...... جانتے ہو یہ زہروں کی کاک ٹیل ہے۔'' بوڑھے ڈوڈی نے بتایا اور میں دلچسپی سے اُسے دیکھنے لگا۔

بلاشبہ میرے کام کی چیزیں تھیں۔ لیکن اس انداز میں، میں اُن چیزوں کو نہیں رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے مسٹر ڈوڈی سے کہا۔ ''مسٹر ڈوڈی! اگر میں اِن چیزوں کو ایک اور شکل دینے کی کوشش کروں تو اس سلسلے میں کیا آپ مجھ سے تعاون کر سکتے ہیں؟''

''مثلاً......؟'' مسٹر ڈوڈی نے کہا۔

''مثلاً یہ سوئیاں ایک ایسے فاؤنٹین پین سے پھینکی جائیں جو بال پوائنٹ سسٹم پر ہو۔ اس میں ایک طاقت ور سپرنگ کو اس انداز میں فٹ کیا جائے کہ وہ سپرنگ، پین کے نچلے حصے میں ایک چیمبر بنا کر فٹ کیا جائے۔ اور پھر سپرنگ کو اس انداز میں فٹ کیا جائے کہ وہ سپرنگ اُس بال پوائنٹ کا کوئی مخصوص بٹن دبانے سے ایک سوئی باہر پھینک دے...... کیا ایسا ممکن ہے؟''

''ہوں......'' مسٹر ڈوڈی، ٹھوڑی کھجانے لگے۔ پھر بولے۔ ''بالکل ممکن ہے۔ اور بلاشبہ یہ طریقہ جدید ترین ہوگا۔ تم نے مجھے بڑا اچھا آئیڈیا دیا ہے۔ میرا خیال ہے میں ایسا بال پوائنٹ تیار کر سکتا ہوں۔ یہ کون سی بڑی بات ہے؟''

''تب پھر میرا آرڈر نوٹ کر لیجئے مسٹر ڈوڈی! میں آپ سے ایک ایسا بال پوائنٹ تیار کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ سوئیوں کا ایک وسیع ذخیرہ بھی مجھے درکار ہوگا۔''

''میرے پاس بہت سی ایسی سوئیاں ہیں۔ اور اگر تمہیں اُن سے بھی زیادہ درکار ہیں تو میں اُنہیں تیار کر سکتا ہوں۔''

''باقی رہا اس شیشی کے سیال کا مسئلہ تو میرا خیال ہے اسے بھی کسی ایسے بال پوائنٹ فاؤنٹین پین میں بھر دیا جائے جسے کسی پریشر کے ذریعے باہر پھینکا جا سکے۔''

''ہوں...... ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے، میں تمہارا مقصد سمجھ چکا ہوں۔ لیکن تم مجھے کتنی مہلت دو گے......؟''

''یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے مسٹر ڈوڈی! آپ مجھ سے ایک ہفتہ لے سکتے ہیں۔''

''ایک ہفتہ کافی ہوگا۔ میں تمہیں چار دن کے اندر تمہاری مطلوبہ اشیاء فراہم کر دوں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں پسند آئیں گی۔ ڈرامن! میرے لئے سب سے مشکل کام یہ ہو

...ہیں کسی شخص کا مافی الضمیر سمجھوں۔ جب میں سمجھ لیتا ہوں تو پھر وہ کام کرنے میں مجھے ...پیش نہیں آتی۔

''لیکن مسٹر ڈوڈی! میرے ذہن میں ایک اور پروگرام ہے۔ اگر آپ کو ناگوار نہ ہو تو ...کر دوں؟''

''ضرور، ضرور...... اس میں ناگواری کی کیا بات ہے؟ اور پھر تم نے مجھے کافی پیسے ...دیئے ہیں۔ افوہ......!'' ڈوڈی کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔ اور پھر اُس نے جلدی سے ایک ...جیب سے نکال لیا۔ لیکن اس بار میری نگاہیں اُس بسکٹ پر پڑ گئی تھیں۔ چنانچہ اُس نے ...ہوئے انداز میں بسکٹ دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔

''مسٹر ڈوڈی...... پلیز! آپ بسکٹ کھا سکتے ہیں۔'' میں نے کہا اور اُس نے جلدی سے ...جیب سے نکال کر منہ میں رکھ لیا۔

''آئی ایم ویری سوری۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ ارے ہاں، ہاں...... وہ کمبخت ابھی تک ...لے کر نہیں آیا...... ارے ہاں! لے آیا، لے آیا۔ افوہ...... میرا دوست مارک چلا گیا۔ ...نے چائے بھی نہیں پی۔ افوہ! میں بھی کتنا کم عقل ہو گیا ہوں۔ یادداشت تو بالکل ہی بے ...ہو کر رہ گئی ہے۔ لیکن میرا بھی کیا قصور ہے؟ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تین دن سے ...نہیں کھایا تھا۔'' مسٹر ڈوڈی نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

''لیکن کیوں......؟''

''کیوں کا کیا سوال ہے؟ یہ پیرس ہے پیرس...... یہاں شیشے کے شوکیسوں میں جگمگاتی ...گڑیاں اور ایسی ہی دوسری چیزیں فروخت ہوتی ہیں۔ اَب قدیم افریقہ کے نوادرات ...کے دلچسپی ہے؟ لوگ قدامت سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ بہرصورت! مجھے کسی سے کوئی ...بات نہیں ہے۔ ہاں! میں نے جس پیشے کو اپنایا ہے، اس سے میں کسی قیمت پر نہیں ہٹوں ...چاہے بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں......''

میں نے مسٹر ڈوڈی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یوں گفتگو کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ ...یہ میں سمجھ چکا تھا کہ مسٹر ڈوڈی ایک مفلوک الحال شخص ہے۔ چنانچہ میں نے جیب سے ...نوٹوں کی ایک بڑی گڈی نکالی اور اُسے ڈوڈی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''مسٹر ڈوڈی! ...ایک معمولی سی رقم ان سوئیوں کی تیاری اور آپ کے مصارف میں کام آئے گی۔ آپ میری ...مطلوبہ اشیاء تیار کر دیں۔ اور ہاں! جو بات میں آپ سے کہنے والا تھا، وہ یہ تھی کہ کیا یہ ممکن

ہے کہ آپ کوئی ایسا فاؤنٹین تیار کر دیں جو میری پسند کے عین مطابق ہو، یا پھر اس سلسلہ میں کسی اور کی مدد لی جائے؟ یعنی سوئیاں تو آپ سے خریدی جائیں اور اس قسم کی مشینری دوسروں سے تیار کرائی جائے۔''

''مناسب سوال ہے۔ لیکن اس سلسلے میں آپ مجھے ایک مہلت تو ضرور دیں گے مسٹر ڈینس!'' ڈوڈی نے کہا۔

''جی ضرور...... وہ کیا، فرمائیے؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں چار دن کے اندر آپ کو یہ اشیاء تیار کر کے دے دُوں گا۔ چنانچہ اَب میں اس وقفے میں تخفیف کر لیتا ہوں۔''

''یعنی......؟''

''یعنی یہ کہ آپ آج کا دن چھوڑ دیں۔ کل اور پرسوں کا دن مجھے دے دیں۔ اس کے بعد تیسرے دن آپ تشریف لے آئیں۔ میں یہ اشیاء آپ کو تیار کر کے دے دُوں گا۔ اور اگر وہ آپ کو پسند نہ آئیں تو پھر آپ اپنی مرضی کے مطابق کسی سے بھی بنوا لیجئے گا۔ اس کے لئے آپ کو مزید دو دن مل جائیں گے۔ جس کے دوران میں نے آپ سے کام کرنے کا وعدہ تھا۔''

''اوہو...... مجھے اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ یہ چیزیں بہتر طور پر تیار کر سکیں گے تو پھر آپ ہی انہیں تیار کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ میں دوسروں سے بھی کام لوں۔ آپ مجھے ذہین آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

''اتنی بڑی رقم دیکھ کر شاید میری ذہانت بڑھ جائے گی۔ لیکن آپ یہ مت سمجھئے گا کہ یہ مجھے پاگل کر دے گی۔ میں نے بہت کچھ دیکھا ہے۔ لیکن ہاں! اس دور میں تو یہ چند روپے بھی بڑی حیثیت رکھتے ہیں جو تم نے مجھے ایڈوانس کے طور پر دیئے تھے اور جن سے میں نے تین دن کے بعد فاقہ توڑا تھا۔ چنانچہ مطمئن رہو! میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق تمہاری مطلوبہ اشیاء فراہم کروں گا۔ اور اگر اس میں ناکام رہا تو بہر صورت! تمہارا مقصد پورا کرنے میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا۔'' ڈوڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے مسٹر ڈوڈی! تو میں آج سے تیسرے دن آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔'' میں نے کہا۔

''میں تمہارا منتظر رہوں گا۔ اور اطمینان رکھو! ڈوڈی ایک ایماندار شخص ہے اور

نداری اُسے اس حال میں لے آئی ہے۔ ورنہ دوسری شکل میں شاید شہر کے خوب صورت نے میں اس کا کوئی شورُوم ہوتا۔ اور لوگ، نوادرات کے شوقین بڑے بڑے لوگ اس کی ن کے اردگرد منڈلایا کرتے۔ لیکن میرے کام کرنے کا اپنا انداز ہے۔ اور مجھے یہی انداز ہے۔ اچھا...... تو خدا حافظ! تم جاؤ۔ میں اسی وقت سے تمہارے کام میں مصروف ہو ں گا۔'' ڈوڈی نے کہا اور مجھ سے ہاتھ ملایا۔ پھر میں باہر نکل آیا۔ اتنی سی دیر کے لئے اگر ڈی سے ملاقات ہوئی تھی تو پھر مارک کی موجودگی کیا بری تھی؟ لیکن مارک کو درحقیقت! ہ کام ہے جو اس نے اس وقت کرنا تھا۔ اور یہ برا نہ تھا۔

میں نے باہر آ کر اپنی کار سٹارٹ کی اور اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ راستوں کی وہی فیت تھی۔ شہر کی رونقیں برقرار تھیں۔ لیکن ان رونقوں میں ایک ہلکی سی خوف و ہراس کی فا بھی شامل تھی۔ اس فضا کو دوبالا کرنے کے لئے پولیس کے دستے جگہ جگہ تعینات تھے اور ے طور پر کارروائی کر رہے تھے۔ وہ کسی قیمت پر ڈیوک کے الٹی میٹم کو رَد کرنا چاہتے تھے۔ ر اُس شخص کو گرفتار کر کے ڈیوک کے حوالے کرنا چاہتے تھے جس نے یہ تمام حرکت کی تھی۔ یکن ظاہر ہے، یہ کام اُن کے لئے آسان نہیں تھا۔

میں اطمینان سے اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ اور پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ جو کچھ کر کے آیا تھا اس سے پوری طرح مطمئن تھا۔ اور اَب تک جو کچھ کرتا رہا تھا، وہ بھی میرے لئے تسلی بخش تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں سوچتا ہوا میں سو گیا۔ اَب دو تین دن تک کوئی کام نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ مارک اپنا کام انجام دے لے۔ مارک جیسا بہترین دوست اور ذہین ترین ساتھی مشکل ہی سے مل سکتا تھا۔

دوسرے دن کے معمولات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ لیکن صبح ہی صبح مارک کے آدمیوں نے مجھے بڑی دلخراش خبریں سنائیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ آدھی رات کے بعد پیرس میں ایک بار پھر بھونچال آ گیا تھا۔ ڈیوک البرٹ نے اپنے آدمیوں کے ذریعے شہر کے مختلف حصوں میں تباہی پھیلائی ہے۔ اُنہوں نے تقریباً تیس یا چالیس افراد کو قتل کرا دیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اُن کی نگاہ میں مشتبہ تھے یا پھر عام طور سے اس قسم کے افراد تھے جنہیں ڈیوک سے شناسائی تھی۔ اُن میں کئی پولیس آفیسر بھی تھے۔ اور ایسے کئی لوگ بھی جو بہر صورت! پیرس میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔

پولیس، ڈیوک البرٹ سے مذاکرات کر رہی ہے۔ اعلیٰ عہدیداران اُس سے درخواستیں

کر رہے ہیں۔ اور ان تمام خبروں کو اخبارات سے چھپایا گیا ہے اور اُن میں سے کوئی خبر
اخبارات میں شائع نہیں ہوئی۔ ڈیوک البرٹ نے اپنا کام آدھی رات کے بعد شروع کیا تھا۔
اور یہ کام صبح سات بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد اُنہوں نے اپنے آدمی سمیٹ لئے تھے۔
اور اَب چونکہ پولیس افسران اُن سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اس لئے یہ کام رُک گیا ہے۔
دیکھنا یہ ہے کہ اس کے بعد یہ سلسلہ کب تک جاری رہتا ہے۔ ڈیوک، پولیس افسران کی بات
مان لیتا ہے یا پھر اس کے بعد وہی قتل عام شروع ہو جائے گا؟

یہ خبریں سن کر مجھے خاصی حیرانی ہوئی تھی۔ کیونکہ بہرصورت! فرانس کی حکومت اپنی ایک
الگ حیثیت رکھتی تھی۔ اور کسی بھی شہر میں یا کسی بھی ملک میں کسی ایسے آدمی کی گنجائش نہیں تھی
جو حکومت سے اس طرح انتقام لینے پر تل جائے۔ آخر یہ ڈیوک ہے کیا بلا؟ میری سمجھ میں کچھ
نہیں آتا تھا کہ مقامی حکام تک اُس سے اس طرح خوفزدہ کیوں تھے؟

میرے دل میں ڈیوک سے ملنے کی خواہش تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ نجانے مارک کو کتنا
وقت لگے گا؟ بہرصورت! کسی بھی کام کے لئے ضروری اقدامات تو کرنا ہی ہوتے ہیں۔ اور
ان اقدامات میں وقت بھی لگتا ہے۔ چنانچہ مجھے صبر کرنا تھا۔

لیکن سارے کام برق رفتاری سے ہو رہے تھے۔ تیسرے دن مارک نے مجھے خبر سنائی۔

''مسٹر ڈینس! بالآخر کام بن گیا......''

''کیا مارک......؟''

''ڈیوک البرٹ کی ایک لانچ، ایری ڈیک سے آ لگی ہے۔''

''اوہ، گڈ......! اس کے علاوہ؟''

''مطلب کا آدمی بھی مل گیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مسٹر البرٹ نے خاص طور سے آپ
کی جماعت کے آدمی کا انتخاب کیا ہے۔''

''بہت خوب مارک! لیکن کیا تم نے کام ادھورا چھوڑ دیا؟ تمہیں اس کے بارے میں
پوری معلومات مہیا کرنا تھیں۔''

''میرے کام ادھورے نہیں ہوتے مسٹر ڈینس! میں نے جب اپنے مطلب کا انسان
تلاش کر لیا تو وہ جگہ چھوڑ دی۔ اور اس کے تعاقب میں چل پڑا۔ اس کے علاوہ میں نے تم
سے ملنے کی جلد بازی بھی نہیں کی اور پہلے اپنا کام پورے طور پر کر لیا۔ اس کے بعد تمہارے
پاس پہنچا۔''

''اوہ......! تو تم اُس کے بارے میں تفصیل معلوم کر کے آئے ہو؟''

''بہت زیادہ تو نہیں۔ لیکن اتنی ضرور کہ کام چل جائے۔ اس سے پہلے بھی ایری ڈیک پر
ن کی لانچیں آتی رہتی ہیں۔ یہ لانچیں مختلف کاموں سے آتی ہیں۔ بعض لانچیں جزیرے
پرچیز سیکشن کی ہوتی ہیں اور یہاں سے خریداری کر کے لے جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ
رے کاموں سے بھی لانچیں آتی رہتی ہیں۔ لانچوں سے آنے والے یہاں کئی کئی روز تک
کرتے ہیں۔ اور اس دوران وہ پیرس کی تفریحات میں بھی دلچسپی لیتے ہیں اور مختلف
ٹلوں میں قیام کرتے ہیں۔ جس شخص کا میں نے انتخاب کیا ہے، اُس کا نام ہینڈلک ہے۔
ا خیال ہے جزیرے کا پرچیز آفیسر ہے۔ اُس کے ساتھ اُس کا دوست رینک ہے۔ دونوں
ہوٹل پانیر میں قیام کیا ہے۔ پانیر روم نمبر گیارہ......''

''کافی ہے مارک......!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اَب کیا پروگرام ہے مسٹر ڈینس؟''

''پہلے میں اس پر ایک نگاہ ڈال لوں۔ آج مسٹر ڈوڈی میرا کام مکمل کر رہے ہیں۔''

''اوہ......اُس سے دوبارہ ملاقات ہوئی تھی؟''

''ہاں......واقعی شاندار آدمی ہے۔ اگر وہ اس گندے علاقے کو چھوڑ کر جدید دنیا میں آ
جائے اور جدید حلقوں سے روشناس ہو جائے تو نہ جانے کیا بن سکتا ہے۔ خوبی یہ ہے کہ میں
نے اُسے ایک چھوٹی سی مشینری بنانے کے لئے کہا تھا۔ اُس نے وہ اتنی شاندار بنائی ہے کہ
یقین نہیں آتا۔ اور اس میں سو فیصدی اُس کی کاوشیں ہیں۔''

''میں نے کہا تھا نا کہ وہ انوکھا آدمی ہے۔ تو آپ اُس سے مطمئن ہیں؟''

''مکمل طور سے۔ آج میں اُس سے ڈلیوری لے لوں گا۔''

''بہت عمدہ۔ پھر اَب......؟''

''میرا خیال ہے، ایک نگاہ اپنے دوست کو دیکھ لیا جائے۔ اس کے بعد میں ڈوڈی کے
پاس جاؤں گا اور اُس سے ڈلیوری لے لوں گا۔ پھر ہم اپنے دوسرے پروگرام پر عمل کریں
گے۔''

''ایک بات پوچھنے کو دل چاہ رہا ہے مسٹر ڈینس......!''

''ہاں......پوچھو!''

''میں نہیں سمجھتا، آپ نے اپنے پروگرام کو اَب تک مجھ سے کیوں پوشیدہ رکھا ہے؟

بہر حال! میرے دل میں بڑی خواہش ہے کہ آپ کا پروگرام معلوم کروں۔"

"اوہ، مارک! تم سے پوشیدہ رکھنے کی بات نہیں ہے۔ دراصل! یہ پروگرام ٹکڑوں کی شکل میں رہا ہے۔ اور میں نے اسے حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے اس کے لئے ایک تانا بانا ضرور بُنا تھا۔ لیکن پورے طور سے یہ بھروسہ نہیں تھا کہ حالات میری مرضی کے مطابق ڈھلتے جائیں گے۔ بہر حال! ویرا کو آلڈرے نے اغواء کیا تھا۔ حالانکہ اُس لڑکی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن بہر حال! اُس کا اغواء میرے لئے چیلنج بن گیا ہے۔ آلڈرے بے بس ہو گیا اور میں نے اُس سے معاوضہ وصول کر لیا۔ اور وہ اَب کسی قابل نہیں رہ گیا ہے۔ اس لئے میرا اُس سے جھگڑا ختم ہو گیا۔ لیکن ڈیوک! میں اُسے نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن اُس کے لئے آپ کیا کریں گے؟"

"کچھ نہیں...... فی الحال تو میں البرٹو جاؤں گا اور ڈیوک کے کسی آدمی کے میک اَپ میں جاؤں گا۔"

"تنہا......؟"

"ہاں مارک...... اول تو وہاں کسی دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہوتی تب بھی میں کسی کو وہاں لے جانا پسند نہیں کرتا۔ ایسے معاملات، جن کا تعلق میری اپنی ذات سے ہو اور جن میں زندگی کے خطرات ہوں، ان سے میں خود ہی نمٹنا پسند کرتا ہوں۔"

"میری گنجائش نہیں نکل سکتی مسٹر ڈینس......؟"

"نہیں ڈیئر مارک! میں تمہارے اُوپر پورا اعتماد کرتا ہوں۔ لیکن اس معاملے میں، میں تمہیں اس حد تک ملوث نہیں کر سکتا۔"

"کسی قیمت پر نہیں؟"

"نہیں ڈیئر مارک! یہ میرے اصول کے خلاف بات ہو گی۔"

"اگر دوسرے آدمی کے میک اَپ میں، میں چلتا تو مجھے بے حد خوشی ہوتی۔"

"مارک...... میرا ایک اصول یہ بھی تھا کہ جو کچھ بھی کروں، تنہا ہی کروں۔ لیکن تم اتنے نفیس انسان ہو مارک! کہ میں نے اپنا یہ اصول توڑ لیا ہے۔ آئندہ بھی تم میرے ساتھ ہی رہو گے مارک! ممکن ہے، تھوڑے بہت عرصے کے لئے مجھے تم سے جدا ہونا پڑے۔ لیکن اس کے بعد......"

"بہر حال! میں آپ سے زیادہ اصرار نہیں کروں گا مسٹر ڈینس! لیکن اگر میرے لئے کوئی

گنجائش ہو تو ضرور نکالیں۔"

"پلیز مارک! اس سلسلے میں مجھے یکسوئی سے رہنے دو۔"

"او کے سر......!" مارک نے کہا۔ اور پھر بولا۔ "اَب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"کیوں نہ ہم چل کر اُسے دیکھ لیں؟"

"ٹھیک ہے......!" مارک نے جواب دیا اور ہم دونوں تیار ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ہوٹل پائنیر جا رہے تھے۔ میں نے میک اَپ بدل لیا تھا۔ اس دور میں میک اَپ ایک شاندار سہارا تھا۔ اور پھر مجھے خصوصی طور پر اس کی تربیت دی گئی تھی۔ میں، میک اَپ میں جدید ترین مہارت رکھتا تھا اور ایسے ایسے میک اَپ کر سکتا تھا جو بے مثال ہوں۔ اس سلسلہ میں، میں نے بہت سی ایسی ماسک تیار کی تھیں جنہیں ایک لمحے میں چہرے پر فٹ کیا جا سکتا تھا اور اُن سے خدوخال میں ایسی ہلکی سی تبدیلی آ جاتی تھی کہ کوئی گہری نگاہ سے دیکھنے کے بعد یہی اندازہ کر سکتا تھا کہ اُسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ وہ شخص نہیں ہے، جو وہ سمجھا تھا۔

بہر حال! ایسی کئی چیزیں اَب میں نے ہمیشہ ساتھ رکھنا شروع کر دی تھیں۔ اور اُنہیں میں نے خود ہی تیار کیا تھا۔ ہوٹل پائنیر پہنچ کر مارک نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ اُس کے قریب پہنچ گئے۔

"کیا پوزیشن ہے......؟"

"دونوں کمرے میں موجود ہیں۔ دو لڑکیاں آئی ہیں۔ وہ بھی کمرے میں ہی ہیں۔" اُن میں سے ایک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے......!" مارک نے کہا اور وہ دونوں واپس چلے گئے۔ میں اور مارک آگے بڑھ گئے تھے۔ "اَب اُن لوگوں کو باہر کیسے نکالا جائے؟" مارک نے کہا۔

"کون سا مشکل کام ہے؟ نیچے جا کر اس کمرے میں فون کرو۔ کوئی بھی بات کہہ سکتے ہو۔ میں راہداری میں موجود رہوں گا۔ بس! ایک نگاہ دیکھنے کی تو بات ہے۔"

"اوہ...... واقعی! یہ تو زیادہ مشکل نہیں ہے۔" مارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر میں خود تو وہیں رُک گیا اور مارک نیچے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص باہر نکل آیا۔ وہ نیچے جانے کے لئے لفٹ کی طرف بڑھا اور پھر لفٹ اُسے لے کر نیچے چلی گئی۔ میرے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ مارک کو میں پہلے ہی اعلیٰ کارکردگی کا مالک تسلیم کر چکا

تھا۔ بلاشبہ! اُس نے جس شخص کا انتخاب کیا تھا، وہ ہو بہو میری جسامت کا تھا۔ اور اُس کے چہرے کی بناوٹ بھی ایسی تھی کہ میں بہ آسانی اُس کی شکل کا میک اَپ کر سکتا تھا۔ میرا کام پورا ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نیچے چل پڑا۔ میں سیڑھیوں سے اُترا تھا۔ مارک بھی سیڑھیوں پر ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

''دیکھ لیا......؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں......!''

''ویسے وہ نیچے گیا ہے۔ اگر اور دیکھنا چاہیں تو نیچے چلتے ہیں۔'' مارک نے کہا اور میں نے ہاتھ اُٹھا دیا۔

''نہیں مارک! میں اُسے دیکھ چکا ہوں۔ بس! ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور ہم دونوں واپس سیڑھیوں سے اُترنے لگے۔ ''تم نے فون پر کیا کہا تھا؟'' مارک کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے کہا۔

''اوہ...... میں نے اُس سے کاؤنٹر مینجر کی طرف سے کہا تھا کہ ایک خاتون آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔ میں جانتا تھا کہ نیپڈرک کے کمرے میں پہلے سے دو لڑکیاں موجود ہیں۔ اس لئے وہ کسی تیسری خاتون کو یہاں نہیں بلائے گا اور خود آ جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔''

''عمدہ......!'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم دونوں کار کے قریب پہنچ گئے۔ ''اَب تمہارا کیا پروگرام ہے مارک؟''

''بس مسٹر ڈینس......! میں تو یہاں رُکوں گا۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی میں اسے کسی قیمت پر مِس نہیں کرنا چاہتا۔'' مارک نے جواب دیا اور میں کار میں بیٹھ گیا۔ کار سٹارٹ کر کے میں کچھ آگے بڑھا۔ اَب مجھے مسٹر ڈوڈی کی رہائش گاہ پر جانا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے میری کار پیرس کے اُس گندے علاقے میں پہنچ گئی جہاں مسٹر ڈوڈی کی دُکان تھی۔ ظاہر ہے، میں اُن کا واحد گاہک تھا۔ اور آج کل وہ صرف میرے لئے کام کر رہے تھے، اس لئے وہ مجھے منتظر ملے۔ مجھے دیکھ کر کھل اُٹھے تھے۔

''سب کچھ تمہاری پسند اور مرضی کے مطابق۔ میں نے تجربے کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔ گرائن تین کتے پکڑ کر لایا ہے جن میں ایک کتا مسٹر ہولڈن کا تھا۔ کمبخت نے ایک بار میری پتلون پھاڑ دی تھی۔ اُس وقت سے میری اُس سے دشمنی چل رہی ہے۔''

''بہت خوب......تو آپ اس پر تجربہ کریں گے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''یقیناً......! اس سے بہتر موقع کون سا ہو گا؟ آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔'' مسٹر ڈوڈی ہنس پڑے۔

پھر میں نے پوچھا۔ ''گرائن کون ہے؟''

''میرا ملازم...... آؤ! چلتے ہیں۔ میرا گھر دُکان کے عقب میں ہے۔ لیکن ہمیں یہ پوری سٹریٹ گھوم کر عقب میں پہنچنا ہو گا۔'' مسٹر ڈوڈی نے کہا اور میں اُن کے ساتھ چل پڑا۔ دُکان مسٹر ڈوڈی نے یونہی چھوڑ دی تھی۔ ظاہر ہے، اگر کوئی اس دُکان میں چوری کی کوشش بھی کرتا تو کیا لے جاتا؟ تھوڑی دیر کے بعد وہ مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ''آ جاؤ...... اندر آ جاؤ!'' اُس نے کہا اور میں اُس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔ مسٹر ڈوڈی کا مکان بھی عجائب گھر تھا۔

''آپ کے دوسرے اہلِ خانہ مسٹر ڈوڈی......؟'' میں نے پوچھا۔

''صرف خانہ ہے۔ جس میں اہلِ خانہ صرف دو ہیں۔ یعنی میں اور گرائن۔ گرائن کو بھی میرے پاس آئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ اور پھر وہ بھی انوکھا ملازم ہے۔ صرف روٹی اور کپڑے سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ میں تین دن فاقے کرتا ہوں تو وہ چار دن کے لئے تیار رہتا ہے اور مجھے اُس جیسا ملازم دوسرا نہیں مل سکتا۔ ویسے ایک بات میں ضرور کہوں گا۔ اُس کی شخصیت بے حد پُراسرار ہے۔ تم یہاں بیٹھو! میں اپنی تیار کردہ چیزیں لاتا ہوں۔ اور اس کے بعد پھر تجربات کریں گے۔''

''کیا نام ہے آپ کے ملازم کا مسٹر ڈوڈی......؟''

''براہِ کرم! اُسے ایک منٹ کے لئے بھیج دیں۔''

''بہتر...... ویسے وہ کسی سے نہیں ملتا۔ یہ اُس کی ملازمت کی شرط ہے کہ وہ گھریلو عورتوں کی مانند رہے گا۔ کبھی دُکان پر نہیں آئے گا۔ اور باہر کے کام نہیں کرے گا۔ البتہ وہ کھانا بہتر پکاتا ہے اور......''

''براہِ کرم مسٹر ڈوڈی! جلدی کریں۔'' میں نے کہا اور میرے دماغ میں عجیب سی سنسناہٹ پیدا ہوئی۔ میرا ذہن صرف ایک گردان کر رہا تھا۔ گرائن...... گرائن...... گرائن۔

بوڑھا ڈوڈی اندر چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایک نوجوان میرے پاس پہنچ گیا۔

''آپ نے مجھے طلب کیا تھا جناب......؟'' اُس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے

کہا۔لیکن میرے کان اُس کی آواز کہاں سن رہے تھے؟ میں تو اُس کی صورت دیکھ رہا تھا۔
اُس کے خدوخال سو فیصدی ویرا سے ملتے جلتے تھے۔ بلاشبہ! وہ ویرا کا بھائی تھا...... ہاں! اُس
کا بھائی گرائن...... جس کی تلاش نہ جانے کسے کسے تھی۔"

"آپ نے بتایا نہیں جناب!"

"کوئی خاص بات نہیں تھی گرائن! مسٹر ڈوڈی نے آپ کا تعارف اس انداز میں کرایا تھا
کہ مجھے آپ کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔" میں نے جواب دیا۔لیکن میں نے گرائن کی
آنکھوں میں شبہے کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔

اسی وقت ڈوڈی آ گیا۔ اُس کے ہاتھوں میں میری مطلوبہ اشیاء تھیں جن کا وہ مجھے تجربہ
کرانا چاہتا تھا۔

"گرائن! تم کتوں کو پکڑ لاؤ۔ ایک ایک کر کے لانا۔" ڈوڈی نے گرائن کو حکم دیا اور
گرائن نے گردن جھکا دی۔ پھر وہ اندر چلا گیا اور ڈوڈی مجھے اُن چیزوں کے بارے میں
بتانے لگا۔ میں نے اپنا ذہن اُس طرف منتقل کر لیا۔ کیونکہ بہرحال! یہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا۔
لیکن میرے ذہن میں رہ رہ کر گرائن کا خیال آ رہا تھا۔ گرائن یہاں پوشیدہ ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد گرائن ایک کتے کو لے آیا۔ ڈوڈی نے اپنے تیار کردہ فاؤنٹین پین
سے ایک زہریلی سوئی پھینکی جو کتے کے بازو میں پیوست ہو گئی اور کتا ایک دم کافی اُونچا
اُچھلا۔ پھر زمین پر گر کر اُس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے۔ اور پھر ساکت ہو گیا۔ گرائن
اس دوران خاموش کھڑا رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد دوسرا کتا لینے چلا گیا اور ڈوڈی مجھے اپنی
تیار کردہ اشیاء کے بارے میں بتانے لگا۔ گرائن اس بار کافی دیر میں آیا تھا۔ اُس نے ایک قد
آور کتے کی زنجیر پکڑی ہوئی تھی۔ میں نے پھر اُسے دیکھا اور اُسی وقت گرائن نے کتے کی
زنجیر گلے سے نکال دی۔ لیکن نہ جانے کیوں...... گرائن کے اندر داخل ہوتے ہی میرے
ذہن میں ایک چبھن سی ہوئی تھی۔ ایک انوکھا احساس...... جیسے میرے اندر چھپا ہوا انسان مجھ
سے کچھ کہہ رہا ہو۔ اور یہ انسان جو کچھ کہہ رہا تھا، وہ سامنے آ گیا۔ جونہی گرائن نے کتے کے
گلے سے زنجیر کھولی، کتے نے ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ میرے اُوپر چھلانگ لگا دی۔
اُس کی کیفیت سے بے پناہ وحشت اور درندگی کا احساس ہوا تھا۔

گو، یہ اچانک تھا۔ ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال نہیں تھا کہ ایسی کوئی صورت حال ہو
جائے گی۔ لیکن سیکرٹ پیلس کی تربیت نے اعضاء کو ذہن کی قید سے آزاد کر دیا تھا اور کسی

بازی عمل کے لئے ذہنی احکامات کی ضرورت نہیں باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ کتے کے رُخ کا
اندازہ کرتے ہی میں نے بدن کو جنبش دی اور میری ایک ٹانگ پھرتی سے گھوم گئی۔ ٹانگ
بھرپور طور سے کتے کے بدن پر پڑی اور کتے نے جس قوت سے جست لگائی تھی، اُس سے
دگنا زیادہ قوت سے اُچھل کر واپس ایک دیوار سے ٹکرایا اور اُس کا بھیجہ نکل پڑا۔ بدن کی
ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ اُس کے منہ سے آخری آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔

یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ مسٹر ڈوڈی دوبارہ گردن گھمانے کے علاوہ اور کچھ
نہیں کر سکے تھے۔ گرائن، پتھر کے بت کی مانند ساکت ہو گیا تھا۔ کافی دیر خاموشی رہی۔ پھر
مسٹر ڈوڈی بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "اسے کیا ہو گیا تھا......؟"

"کچھ نہیں مسٹر ڈوڈی! بہرحال! میں ان چیزوں سے مطمئن ہوں۔ کیا آپ انہیں
میرے حوالے کرنا پسند کریں گے؟"

"ضرور...... لیکن تجربہ؟"

"بس...... کافی ہے۔ بہرحال! فی الوقت آپ سے اجازت۔ یہ آپ کا معاوضہ۔ میں
آئندہ بھی آپ کو تکلیف دُوں گا۔" میں نے اپنی مطلوبہ اشیاء تحویل میں لے لیں اور نوٹوں کی
گڈیاں مسٹر ڈوڈی کے حوالے کر دیں۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے گرائن سے کہا۔ "مسٹر
گرائن...... پلیز! کیا آپ مجھے صرف دو منٹ دے سکتے ہیں؟"

گرائن نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر گردن ہلا دی۔ مسٹر ڈوڈی وہیں کھڑے
رہ گئے تھے۔ گرائن کے شانے پر دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھے ہوئے میں اپنی کار تک پہنچ
گیا۔ گرائن کے انداز میں سخت اُلجھن تھی۔ وہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔ میری طرف سے
ہوشیار بھی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن میرے انداز میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے اُسے کوئی خطرہ
محسوس ہوتا۔

کار کے قریب پہنچ کر میں نے کار کا عقبی دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولنے کے بعد اپنے ہاتھ
میں پکڑی ہوئی چیزیں کار کی پچھلی سیٹ پر رکھیں اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ گرائن میرے
نزدیک ہی تھے۔ دوسرے لمحے میں نے غیر محسوس انداز میں اپنا ہاتھ بلند کیا اور میرا ہاتھ
گرائن کی پشت پر پڑا۔ گرائن نے ایک دم سے دونوں ہاتھ پھیلا کر کار کا سہارا لینے کی کوشش
کی تھی۔ لیکن دوسری ضرب اگر مارنی پڑتی تو پھر فن ہی کیا تھا؟ کار کا سہارا لے کر رُکنے کی
کوشش کرتے ہوئے وہ نیچے پھسلنے لگا۔ میں نے اُس کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اُسے

سنبھال لیا۔ دوسرے لمحے میں نے اُسے کار کی پچھلی نشست پر ٹھونس دیا تھا۔ اور پھر میں نے دروازہ بند کر دیا۔ کار کے دونوں دروازے لاک کرنے کے بعد میں نے کار آگے بڑھا دی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مسٹر ڈوڈی نے میری یہ حرکت دیکھی یا نہیں؟ بہر صورت! میں انہیں اندر ہی چھوڑ آیا تھا۔ اس لئے اس کی توقع کم ہی تھی۔ کار برق رفتاری سے دوڑاتا ہوا میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ یہاں مارک کے آدمی میرے غلاموں کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آج کل میں ہی اُن کا باس ہوں اور مارک میری مٹھی میں ہے۔ میں نے اُنہیں ہدایت کی کہ کار کی پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے بے ہوش آدمی کو احتیاط سے اندر لے آئیں۔ اور اُنہوں نے اُس پر پورا پورا عمل کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد گرائن ایک کمرے میں میرے سامنے بے ہوش پڑا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ زیادہ دیر تک بے ہوش نہیں رہے گا۔ کیونکہ وہ تندرست و توانا آدمی تھا۔ اور پھر وہ ہاتھ اتنا ہی وزن رکھتا تھا کہ پندرہ بیس منٹ یا پھر زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تک بے ہوش رہ کر اُسے ہوش میں آنا ہی تھا۔

بہر صورت! میں نے اپنی لائی ہوئی چیزیں محفوظ کر دیں اور پھر گرائن سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ کر اخبار دیکھنے لگا۔ مجھے گرائن کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ اور میرے اندازے کے مطابق اُسے ہوش میں آنے میں زیادہ دیر نہ لگی اور گرائن نے آہستہ سے کراہ کر کروٹ بدلی اور کراہتے ہوئے اُس نے آنکھیں بھی کھول دیں اور دونوں ہاتھوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ اُچھل کر بیڈ سے نیچے آ گیا۔ اُس نے وحشیانہ انداز میں مجھے دیکھا اور پھر اُس کے ہونٹ بھنچ گئے۔

''یہ کون سی جگہ ہے......؟'' اُس نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''بیٹھو گرائن......! آرام سے بیٹھو'' میں نے نہایت پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

''میں کہتا ہوں، یہ کون سی جگہ ہے......؟''

''میرا گھر ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور میں یہاں کیسے پہنچ گیا......؟'' گرائن نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''میں لایا ہوں......''

''مم......مگر......میں تو......اوہ......اوہ! تم نے میرے اُوپر حملہ کیا تھا۔''

''ہاں......!'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ تم آسانی سے مجھ پر قابو پا سکتے ہو؟'' اُس نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''میں تم پر قابو پا چکا ہوں گرائن! اور ظاہر ہے، تم اپنے قدموں سے چل کر یہاں تک نہیں پہنچے۔ میں تمہیں لایا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن میں مر جانا پسند کروں گا۔''

''کیوں......آخر کیوں؟'' میں نے سوال کیا۔

''تم میرے اُوپر قابو نہیں پا سکتے۔ میں آج تک تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ رہا ہوں۔ لیکن میں نے یہ بات سوچ لی تھی کہ اگر تم کبھی مجھ تک پہنچ گئے تو میں خودکشی کر لوں گا، دو، یار کو مار دوں گا۔ لیکن اپنے آپ کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔''

''ٹھیک ہے گرائن! لیکن تمہاری سوچ غلط بھی تو ہو سکتی ہے۔''

''کیا مطلب......؟'' گرائن نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔

''بیٹھ جاؤ!'' میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ لیکن وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ ''گرائن! بیٹھ جاؤ۔ میں وہ نہیں ہوں، جن کے بارے میں تم سوچ رہے ہو۔''

''پھر کون ہو......؟'' گرائن نے سوال کیا۔

''اگر تم بیٹھ کر دوستانہ انداز میں گفتگو کرو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کو بلا کر اُن سے کہوں کہ تمہیں کہیں بند کر دیا جائے۔ اور اس کے بعد جتنا عرصہ تم میرے پاس ہو، اُلجھن میں گزارتے رہو۔'' میں نے جواب دیا اور گرائن کے چہرے پر کچھ ڈھیلا پن نظر آنے لگا۔ پھر اُس نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''لیکن اگر تم اُن میں سے نہیں ہو تو پھر مجھے بتاؤ! کہ تم کون ہو؟ میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''لیکن کیا اسی طرح کھڑے کھڑے؟'' میں نے سوال کیا۔

گرائن چند ساعت سوچتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر دوبارہ مسہری پر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں سے شدید اُلجھن جھانک رہی تھی۔

''تو مسٹر گرائن شارپ گلینڈی! میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو آپ کو تلاش کر رہے ہیں اور غالباً قتل کر دینا چاہتے ہیں۔''

''تم یہ نہیں کہہ سکتے۔'' وہ بولا۔

''کیا مطلب......؟''

''تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ اور فرانس میں جو کوئی مجھے جانتا ہے، وہ میری نشاندہی کر کے لکھ پتی بن سکتا ہے۔ کیا تم اتنے ہی فرشتہ صفت ہو کہ ڈیوک کی مقرر کردہ رقم حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرو گے؟''

''ہاں...... یہی سمجھ لو!'' میں نے جواب دیا۔

''ناممکن ہے۔ کسی بڑے مقصد کے لئے انسان سارے اقدار بھول جاتا ہے۔ اور اس دور میں دولت حاصل کرنا ہی انسان کا اولین مقصد ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو مجھے بتاؤ! تم مجھے کس لئے اغواء کر کے لائے ہو؟''

''مسٹر ڈوڈی کے ہاں تم کب سے تھے گرائن......؟''

''اور وہاں کیسے پہنچ گئے؟''

''تلاش کیا تھا اُسے۔ دنیا کی نگاہوں سے چھپنے کے لئے میں اَب تک نہ جانے کیا کر چکا ہوں۔ کسی بھی جگہ زیادہ عرصہ نہیں رُکتا۔ تا کہ لوگ میرے بارے میں کچھ نہ جان سکیں۔''

''ہوں...... اچھا انداز ہے۔ بہر حال! ایک سوال اور ہے۔ کیا اخبار وغیرہ نہیں پڑھتے؟''

''پڑھتا ہوں......!''

''باقاعدگی سے......؟''

''ہاں......!''

''تب تم نے آلڈرے کے بارے میں تفصیلات نہیں پڑھیں؟ کیا تم نے ڈیوک البرٹ کے بارے میں نہیں پڑھا؟ کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ آلڈرے، ڈیوک البرٹ کا خاص کارکن ہے۔''

''میں جانتا ہوں......!''

''تم نے ڈیوک کی لانچ کی تباہی کے بارے میں بھی نہیں پڑھا؟''

''پڑھا ہے۔ لیکن......''

''کس نتیجے پر پہنچے تھے؟''

''اُن دونوں کے کسی مشترکہ دشمن پر غور کر لیا تھا۔ ظاہر ہے، وہ لوگ اچھے نہیں ہیں۔ کوئی نہ کوئی تو اُنہیں کیفر کردار تک پہنچائے گا۔''

''میں نے آلڈرے کو تباہ و برباد کیا ہے...... میں نے ڈیوک کی لانچ ڈبوئی ہے۔ اور میں

ہر تو جیسے خطرناک چوہے کو موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔'' میں نے کہا اور گرائن کی ...یں تعجب سے پھیل گئیں۔ وہ کئی منٹ تک سکتے کے عالم میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر خشک ...ں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

''لیکن کیوں......؟''

''بس...... میرا عہد ہے۔''

''کیا اُس نے تمہارے ساتھ بھی بہت برا سلوک کیا ہے؟ مجھے بتاؤ! آخر اُس سے تمہاری ...شمنی ہے؟ ویسے اگر تم میرا نام جانتے ہو تو میری کہانی بھی جانتے ہو گے۔''

''ہاں...... میں تمہاری کہانی جانتا ہوں۔''

''کس نے بتایا تمہیں......؟ بولو! میرے بارے میں کیسے جانتے ہو؟'' گرائن کے انداز ...اَب کافی تبدیلی آ گئی تھی۔

''ایک لڑکی نے، ایک معقول معاوضہ ادا کر کے مجھے ڈیوک البرٹ اور آلڈرے کے ...ے کھڑا کیا ہے۔ اور اَب یہ میرا فرض ہے کہ میں ڈیوک کو ٹھکانے لگاؤں۔''

''لڑکی......؟ کون لڑکی......؟ کیا نام بتایا تھا اُس نے اپنا......؟''

''ویرا ابن گلینڈی......!'' میں نے جواب دیا اور گرائن کی حالت غیر ہو گئی۔ اُس کے ...ے پر ایک لمحے کے لئے حسرت پیدا ہو گئی۔ پھر اُس کی رنگت جذبات سے سرخ ہو گئی اور ...کی آنکھوں سے نمی جھلکنے لگی۔

''یہ لڑکی...... یہ لڑکی تمہیں کہاں ملی؟ اور تم اُس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ وہ کہاں ......؟ اوہ! تم تو یہ سب کچھ جانتے ہو گے۔ اور جب تم یہ سب جانتے ہو تو تمہیں یہ بھی ...ہو گا کہ ویرا کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ میرے دوست! میری بہن کہاں ہے......؟ میں تم سے ...کرتا ہوں کہ تم مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ!''

''وہ خیریت سے ہے گرائن! کیونکہ اُس نے میری خدمات حاصل کر لی ہیں۔ اس لئے ...کی حفاظت کی ذمہ داری میں نے قبول کی ہے۔ اور اُسے ایک ایسی جگہ پناہ دی ہے، ...دشمنوں کے ہاتھ اُس تک نہ پہنچ سکیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''آہ...... میرے محسن! اگر یہ بات ہے...... اگر یہ بات ہے تو میں تم سے سخت شرمندہ ...ہوں میں نے...... میں نے تمہارے لئے جو کچھ کیا تھا، کاش...... کاش! میں وہ کچھ نہ کرتا۔'' ...اُس نے تاسف سے ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

''مثلاً......؟''

''تم جانتے ہو......تم جانتے ہو۔ تم بے حد چالاک ہو۔ تم بے حد طاقتور اور پھرتیلے بھی ہو۔ میں نے کتے کو زہریلا انجکشن صرف اس لئے لگایا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ تمہیں چیر پھاڑ کر ختم کر دے۔ اور میری ترکیب کامیاب رہی......لیکن تم نے اُسے ناکام بنا دیا۔ کاش! میں ایسا نہ کرتا......اگر وہ کتا کامیاب ہو جاتا تو میں زندگی بھر اِس سلسلے میں افسوس کرتا رہتا۔ کاش......میرے دوست! مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے تمہارے لئے ایسا سوچا اور کیا......''

''خیر......چھوڑو اِن باتوں کو۔ ویرا کے بارے میں، میں نے تمہیں بتا دیا کہ وہ بالکل محفوظ ہے اور میری تحویل میں ہے۔ میں اُسے مناسب وقت پر تمہارے حوالے کر دُوں گا۔ اس سے پہلے میں تمہارے دشمنوں ہی کو ٹھکانے لگانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ رِدین شارپ گلینڈی کی دولت اُس کے خاندان ہی میں رہے۔ اور ہینڈی فلپ جیسی کمینی عورت اُسے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ میں نے اس بات کی ذمہ داری قبول کی ہے گرائن! اور اسے پورا کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ ویرا نے طویل عرصے تک تمہیں تلاش کیا۔ لیکن تم اپنی بہن کو تنہا چھوڑ کر دشمنوں سے اپنی جان بچاتے پھر رہے تھے۔ حالانکہ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر تم اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر چکے تھے تو اس میں تم اپنے ساتھ بہن کو بھی شامل کر لیتے۔ بہرصورت! جو کچھ ہو چکا۔ اب میں ویرا سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اُس کے دشمنوں کے خاتمے کے بعد اُس سے ملاقات کروں گا۔ ویرا نے مجھے ایک مناسب معاوضے کی پیشکش کی ہے۔ اور میں نے اُس کی یہ پیشکش قبول کر لی ہے۔ چنانچہ مسٹر گرائن! میں خود بھی تمہاری تلاش میں تھا۔''

''اوہ......لیکن مسٹر ڈوڈی کے پاس کس طرح پہنچ گئے؟''

''بس......وہ ایک اتفاق تھا۔''

''میں نہیں مانتا۔''

''میری ہر بات مانو!'' میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور گرائن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے گردن ہلا دی۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں......! مجھے تمہاری ہر بات ماننی چاہئے۔''

''میں تمہارے مفاد میں ہوں گرائن! اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے تعاون

''ٹھیک ہے......! میں آپ سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔'' گرائن نے جواب دیا۔

''دراصل گرائن! ابھی تک تمہارا کوئی ایسا کارنامہ میں نے نہیں دیکھا جس سے محسوس کرتا کہ تم اعلیٰ ذہن اور اعلیٰ کارکردگی کے مالک ہو۔ میں تمہیں اِس مہم میں ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ تمہاری بہن محفوظ ہے اور میں اُسے اُس وقت تمہارے حوالے کر دُوں گا جب میں تمہارے دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔''

''میں تمہاری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں۔ تم کہو تو میں آنکھیں بند کر کے کسی اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دُوں؟ ظاہر ہے، تم میرے محسن ہو۔ ویرا نے اگر تمہیں کسی مناسب معاوضے کی پیشکش کی ہے تو میں اس معاوضے کو اپنی طرف سے دُگنا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ تمہارے اِس احسان کو ہم دونوں بہن بھائی زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے سارے خاندان کو ختم کر دیا گیا ہے۔ وہ صرف ہماری دولت پر قبضہ کرنا چاہتے تھا۔ بہرصورت! ہمیں دولت سے زیادہ زندگی عزیز ہے۔ لیکن اگر تم جیسا دلیر انسان ہماری مدد پر آمادہ ہو گیا ہے تو ہم، تم سے بہت سی توقعات وابستہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ میری گزارش ہے کہ جو کچھ تم، ہم سے چاہتے ہو، صاف صاف کہو۔ میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔'' گرائن نے بھاری لہجے میں کہا اور میں اُسے دیکھنے لگا۔

''گرائن! میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ جس جگہ میں تمہیں لایا ہوں، یہاں رہو۔ آرام سے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ میرے لئے کچھ مشکلات پیدا ہو جائیں۔''

''کس قسم کی مشکلات......؟'' گرائن نے پوچھا۔

''میں ڈیوک البرٹ سے نبرد آزما ہوں۔ اور اُسے تباہ و برباد کرنے کا عزم کر چکا ہوں۔ ویرا کو تمہاری ضرورت ہے، اور مجھے بھی۔ کیونکہ ڈیوک البرٹ کو فنا کرنے کے بعد ہینڈی فلپ اور اُس کے بیٹے شارٹی کی باری ہے۔ اور اس کے بعد ہی میرا کام پورا ہو گا۔''

''آہ......تم مجھے کیسے سنہرے خواب دکھا رہے ہو۔ کاش! یہ خواب حقیقت بن سکیں۔ لیکن میرے دوست! تمہاری اَب تک کی کارکردگی، بذاتِ خود بہت کچھ تھا۔ لیکن ڈیوک کا عشرِ عشیر بھی نہیں۔ وہ بے پناہ شیطانی قوتوں کا حامل ہے۔ فرانس کی پوری حکومت اُس کی مٹھی میں ہے۔ تم بھی دیکھ چکے ہو گے۔''

''گرائن......! اِن تمام معاملات میں نہ اُلجھو۔ تم مجھ سے تعاون کا صرف ایک وعدہ کرو۔ اور وہ یہ کہ جس طرح تم ڈوڈی کے ہاں زندگی گزار رہے تھے، اُسی طرح یہاں گزارو۔ تاکہ کسی طور اُن لوگوں کے ہاتھ نہ لگ سکو۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں ڈیئر! تمہاری ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کروں گا۔''

''بس......شکریہ! اس کے بعد باقی معاملات میں خود دیکھ لوں گا۔'' میں نے کہا۔

''لیکن ایک بات اور بتاؤ دوست! میں تمہیں کس نام سے پکاروں؟''

''ڈینس......!'' میں نے جواب دیا۔

''میرے دوست ڈینس......! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ میری بہن ویرا بھی میرے ساتھ ہی رہے؟ تم نے جس جگہ اُسے رکھا ہے، وہاں سے یہاں منتقل کر دو۔''

''ابھی یہ مناسب نہ ہوگا گرائن......!''

''میں اُس کی حفاظت کروں گا۔''

''نہیں کر سکو گے گرائن! تم نے اب تک صرف اپنے آپ کو بچانے کی جدوجہد کی ہے۔ ایک بار بھی تم نے ویرا کے بارے میں نہیں سوچا۔ اس لئے اس وقت اُس سے اس الفت کا اظہار مت کرو۔'' میں نے کہا اور گرائن نے سر جھکا لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اُس کے پاس سے اُٹھ آیا۔ لیکن میں بہت خوش تھا۔ گرائن خوب ہاتھ لگا تھا۔ بہرحال! اگر ویرا کے سلسلے میں کامیاب ہو گیا تو پھر گرائن کی تلاش بھی ضروری تھی۔ ورنہ کام ادھورا رہ جاتا۔ میں نے مارک کے آدمیوں کو گرائن کی نگرانی کی ہدایت کر دی۔ میں نے اُن سے کہا کہ گرائن کی بھرپور حفاظت اور نگرانی کی جائے۔ اُسے یہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ البتہ وہ بھاگنے کی کوشش کرے تو اُسے بے ہوش کر کے رکھا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد مجھے مارک کی تلاش ہوئی۔ مارک بدستور اپنے کام میں مصروف تھا۔ دوسرے دن صبح اُس نے مجھ سے ملاقات کی اور گہری سانس لے کر بولا۔ ''میں نہیں کہہ سکتا مسٹر ڈینس......! کہ وہ کب تک قیام کریں گے؟ لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ اس بار وہ کسی اہم کام سے نہیں آئے۔ اس لئے کسی بھی وقت واپس جا سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، کام جلد از جلد کیا جائے۔''

''ہوں......کام آج ہو جائے گا مارک!'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ......گڈ! پروگرام کیا ہے؟''

''تمہارے خیال میں کیا بہتر ہے؟''

''ظاہر ہے، ہم اُسے اغواء کریں گے۔''

''ہاں......لیکن ابھی نہیں۔''

''اوہ......پھر؟'' مارک نے تعجب سے پوچھا۔ اور میں کچھ سوچتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''تمہیں ایک وزنی گاڑی کا انتظام کرنا ہے مارک! ایک ایسی گاڑی کا جو بہت مضبوط ہو۔''

''ہو جائے گا......لیکن تمہارا پروگرام کیا ہے؟''

''آج شام کو تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور مارک گردن ہلانے لگا۔

☆

اُس وقت رات کے پونے آٹھ بجے تھے۔ مارک کے آدمی بدستور بینڈرک کی نگرانی کر رہے تھے۔ مارک کو فوراً اُن کے بارے میں اطلاع مل گئی۔ دونوں موجود تھے۔ میں نے گاڑی روک دی اور گردن نکال کر مارک کو دیکھنے لگا جو اپنے آدمیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر وہ واپس ہوا۔ میں اُس کے آدمیوں کی گفتگو سن چکا تھا۔ ''اوکے مارک......! اَب تم اندر جاؤ۔ اور اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ اُن کا کہیں جانے کا موڈ ہے یا نہیں؟''

''اوہ، بہتر......!'' مارک مجھے گھورتا ہوا بولا۔ ابھی تک وہ میرا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔ ویسے اُس نے سارے کام میری مرضی کے مطابق کئے تھے۔ اُس وقت ہم بھی گاڑی میں تھے۔ وہ ایک بڑی اور چالیس ہارس پاور کی جیپ تھی جو کرینوں وغیرہ کو کھینچ لے جانے کے کام آتی تھی، بھلا اُس کی مضبوطی کا کیا ٹھکانہ؟ لیکن ابھی تک مارک کی سمجھ میں میرا پروگرام نہیں آیا تھا۔

بہرحال! میں انتظار کرتا رہا۔ مارک تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد آیا۔ اُس نے آتے ہی گردن ہلائی تھی۔ ''نہیں مسٹر ڈینس! میرا خیال ہے وہ کہیں جانے کے موڈ میں نہیں ہیں۔''

''ہوں......!'' میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ پھر میں اسٹیئرنگ سے اُترتے ہوئے بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ پھر میں اُنہیں نکال کر لاتا ہوں۔'' مارک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں تھوڑے سے فاصلے پر بنے ہوئے ایک پبلک کال بوتھ پر پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے اُس ہوٹل

کا نمبر ڈائل کیا جو سامنے تھا۔

''یس پلیز......؟'' آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''رُوم نمبر گیارہ میں مسٹر ہینڈرک...... براہِ کرم! جلدی۔'' میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ آپریٹر نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

''یس...... ہینڈرک سپیکنگ۔''

''مسٹر ہینڈرک......!'' میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ ''مسٹر ہینڈرک......'' میں رُک گیا اور پھر میں نے ٹیلی فون بوتھ میں کافی زور زور سے ہاتھ مارے۔ ریسیور کئی بار زور زور سے فون بوتھ کی دیوار سے مارا۔ دوسری طرف سے برابر ہیلو ہیلو کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر میں نے اُسے دوبارہ منہ کے قریب کر لیا۔ ''مسٹر ہینڈرک...... براہِ کرم! مسٹر ہینڈرک! فوراً لانچ پر پہنچئے......فوراً! آہ......'' میں دلخراش انداز میں چیخا۔ اور پھر میں نے ریسیور، کریڈل سے نیچے چھوڑ دیا۔ ہیلو ہیلو کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ پھر جب میں نے فون رکھنے کی آواز صاف سن لی تو خود بھی اطمینان سے ریسیور، کریڈل پر رکھ کر مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔

کوشش تو کی تھی۔ اب نتیجہ دیکھنا تھا۔ میں، مارک کے پاس گاڑی میں آ بیٹھا۔ میں نے دوبارہ سٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔

''کیا رہا......؟'' مارک نے پوچھا۔

''آنے والے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور مارک تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے اُن دونوں کو دیکھا اور منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ سیاہ رنگ کی خوبصورت کار باہر نکل رہی تھی اور وہ دونوں اُس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

میں نے جیپ سٹارٹ کر دی اور پھر میں بھی اُن کے پیچھے چل پڑا۔ کار کی رفتار کافی تیز تھی۔ اور اُسی کی نسبت سے جیپ کی رفتار بھی۔ ''کہاں جا رہے ہیں یہ دونوں......؟'' مارک نے سوال کیا۔

''ایری ڈیک۔'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''اوہ...... تمہیں اس حد تک معلوم ہے؟''

''ہاں...... کیوں نہیں؟'' میں نے کہا اور مارک ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

ہ پیکارڈ برق رفتاری سے موڑ کاٹ رہی تھی۔ پھر جب وہ ایری ڈیک جانے والی سڑک پر نکل آئی تو اچانک میں نے جیپ کی رفتار طوفانی کر دی۔ رفتار بتانے والی آخری حدوں کو چھونے لگی اور سیاہ رنگ کی کار نزدیک آتی گئی۔ اس کے بعد میں نے کے برابر سے نکلتے ہوئے ایک زوردار سائیڈ مارا اور سیاہ رنگ کی کار نے کئی قلابازیاں یں اور سڑک کے دوسرے کنارے پر جا پڑی۔ مارک لرز کر رہ گیا تھا۔ تھوڑی دُور جا کر نے جیپ سڑک کے کنارے کر دی اور پھر اُسے ریورس کر کے کار کے برابر لے آیا۔ ں افراد خون میں نہائے پڑے تھے۔

یں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور جیپ کو پھر آگے بڑھا دیا۔ کافی دُور لے جا کر نے اُسے سڑک سے اُتار دیا اور ایک بڑے ہورڈنگ کی آڑ میں کھڑا کر دیا۔ یہاں سے ر پڑی کار پر بھی نگاہ رکھ سکتے تھے۔ زیادہ دیر نہیں گزری، ایک وین ایری ڈیک کی سمت ی آ رہی تھی۔ پھر وہ اُلٹی ہوئی کار کے نزدیک رُک گئی اور ہم نے اُس سے بہت سے اُترتے دیکھے۔ اُن سب کی چیخ و پکار صاف سنائی دے رہی تھی۔ غالباً وہ زخمیوں کو کار نکالنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ دس پندرہ منٹ تک وہ کوشش کرتے رہے اور ب ہو گئے۔ پھر اُنہوں نے زخمیوں یا لاشوں کو کار سے نکال کر وین میں ڈالا اور وین ڑی۔ دوسرے لمحے میں نے جیپ سٹارٹ کر کے وین کے پیچھے ڈال دی۔

''تم لے لیں مسٹر ڈینس! جو میں کچھ بھی سمجھا ہوں۔'' مارک کی رندھی آواز سنائی دی اور نے ایک قہقہہ لگایا۔

''ب کچھ سمجھ میں آ جائے گا ڈیئر مارک! گھبراؤ نہیں۔'' میں وین کی عقبی روشنیوں پر نگاہ ے ہوئے بولا اور مارک ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

ین ہسپتال کی عمارت میں مُڑی اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ پھر میں نے ادیکھتے ہوئے کہا۔ ''اَب ظاہر ہے، یہ اسی ہسپتال میں رہیں گے۔''

''لیکن کیا ضروری ہے مسٹر ڈینس! کہ وہ زندہ ہی ہوں؟''

''انہیں زندہ ہونا چاہئے مارک! اگر وہ مر جاتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ مجھ سے ے کی غلطی ہوئی ہے۔ کار نے صرف قلابازیاں کھائی ہیں۔ اس کا کوئی حصہ زبردست ے متاثر نہیں ہوا ہے۔ اگر کوئی شیشہ وغیرہ ہی ٹوٹ کر کسی کے جسم کے نازک حصے ں گیا ہو تو دوسری بات ہے۔''

''اوہ...... تو کار ٹکراتے ہوئے اس بات کا خیال بھی رکھا گیا تھا کہ اس میں بیٹھے ہوئے لوگ کتنے زخمی ہوں گے؟''

''اندازہ تو رکھنا ہی چاہئے مارک!'' میں نے کہا۔ اور پھر نیچے اُتر آیا۔ میں بولا اور مارک بھی میرے ساتھ ہی ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ پھر ہم نے دونوں زخمیوں کو دیکھا۔ اُنہیں فوری طبّی امداد دینے کا بندوبست کیا جا رہا تھا۔

ہم ہسپتال میں داخل ہوئے۔ کوئی متوجہ نہ ہوا۔ بہت سے لوگ تھے۔ ہم دونوں کافی دیر تک یہاں رہے اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ دونوں زندہ ہیں۔ لیکن سخت زخمی ہو گئے ہیں.. مارک خاموشی سے میرا ساتھ دے رہا تھا۔ ابھی تک اُن دونوں کے پاس کوئی نہیں آیا تھا۔ پھر جب کافی دیر گزر گئی تو میں نے مارک سے کہا۔

''کیا خیال ہے مارک...... اَب واپس چلیں؟''

''جیسی مرضی مسٹر ڈینس!'' مارک گہری سانس لے کر بولا۔

''ایک کام کرو مارک! تمہارے جو آدمی ہوٹل میں اُن کی نگرانی کر رہے ہیں، اَب اُنہیں یہاں منتقل کر دو۔''

''بہتر...... ٹیلی فون کر دیں اُنہیں؟''

''ہاں...... بہتر ہے کہ اُنہیں اُن کی ڈیوٹی سمجھا دو۔'' میں نے کہا اور مارک ٹیلی فون کرنے چلا گیا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ واپس آیا اور اُس نے اطلاع دی کہ وہ لوگ دس منٹ میں پہنچ جائیں گے۔ بہرحال! دس منٹ کے بعد مارک کے آدمی پہنچ گئے اور مارک نے اُنہیں اُن کی نئی ڈیوٹی سمجھا دی۔ ہم اُسی جیپ سے واپس چلے آئے تھے۔ راستے میں بھی مارک خاموش رہا۔ میری بھی یہی خواہش تھی کہ وہ خاموش رہ کر مجھے سوچنے دے۔ تاکہ میں اپنے پروگرام میں کوئی جھول نہ چھوڑوں۔

☆......☆......☆

ہونے کے بعد ڈیوک کے جزیرے پر لے جائیں گے۔ سوچو! اس سے مجھے کتنے فائدے ہوں گے۔ میں ذہنی طور پر مفلوج ہوں گا۔ اس لئے اگر کسی کو نہ پہچان پاؤں تو کوئی حرج نہ ہو گا۔ اگر جزیرہ البرٹو کے آداب سے ناواقف ہوں تب بھی کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اور اگر میری آواز بدل جائے تو بھی کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اس طرح مجھے بے شمار آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔ چنانچہ میرے دوست! آج رات میں اس ہسپتال میں منتقل ہو جاؤں گا۔ اور اس کے بعد تم اُس وقت تک کے لئے مجھے بھول جاؤ گے، جب تک میں ڈیوک کے جزیرے سے واپس نہ آ جاؤں۔'' مارک نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ ''کیوں...... کیا ہوا؟''

''براہِ کرم! اسٹیئرنگ اَب آپ ہی سنبھال لیں مسٹر ڈینس!'' مارک نے مضمحل سی آواز میں کہا۔

''ارے...... کیا ہوا؟''

''میرے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ خدا کی پناہ! آپ کا ذہن...... کیا میں اسے انسانی ذہن سمجھوں؟ افوہ! کتنا خوبصورت اور گہرا پلان ہے۔ اَب وہ لوگ خود آپ کو پر لے جائیں گے۔ افوہ! خدا کی پناہ...... خدا کی پناہ......'' مارک گردن جھٹکنے لگا۔

میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس پہنچ گئے۔ مارک اَب تک پریشان تھا۔ بہرحال! میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ تقریباً تین گھنٹے تک میں نے اپنے جسم پر محنت کی تھی۔ ٹانگ، بازو، چہرے اور سر پر زخم بنانے میں نہایت دِقّت سے کام لیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کو بھی بے وقوف بنانا تھا جو سب سے مشکل کام تھا۔ پھر اسی انداز میں بینڈیج کی گئی جس طرح ہسپتال میں بینڈرک کی، کی گئی تھی۔ اس طرح میں مکمل طور سے تیار ہو گیا۔ اس کے بعد نہایت احتیاط سے اُن پٹیوں کے درمیان وہ پوشیدہ کر دی گئی جو میں نے مسٹر ڈوڈی سے حاصل کی تھیں۔ اِن تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مارک سے کہا۔

''...... میرے دوست! اَب میں تو ایک طرح سے مفلوج ہو گیا ہوں۔ باقی کام تمہیں خصوصی اور نہایت ہوشیاری سے کرنا ہے۔ بینڈرک کے لئے میرا خیال ہے، اُسے قتل ...... وہ نکل گیا تو وہاں میں خطرے میں پڑ جاؤں گا۔''

''فکر نہ کریں مسٹر ڈینس! مارک ہر قیمت پر آپ کے احکامات کی تعمیل کرے گا۔''

''اوہ...... تو کار ٹکراتے ہوئے اس بات کا خیال بھی رکھا گیا تھا کہ اس میں بیٹھے لوگ کتنے زخمی ہوں گے؟''

''اندازہ تو رکھنا ہی چاہئے مارک!'' میں نے کہا۔ اور پھر نیچے اُتر آیا۔ میں بولا بھی میرے ساتھ ہی ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ پھر ہم نے دونوں زخمیوں کو دیکھا۔ اُن طبّی امداد دینے کا بندوبست کیا جا رہا تھا۔

ہم ہسپتال میں داخل ہوئے۔ کوئی متوجہ نہ ہوا۔ بہت سے لوگ تھے۔ ہم دونوں تک یہاں رہے اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ دونوں زندہ ہیں۔ لیکن سخت زخمی ہو گئے خاموشی سے میرا ساتھ دے رہا تھا۔ ابھی تک اُن دونوں کے پاس کوئی نہیں آیا تھا کافی دیر گزر گئی تو میں نے مارک سے کہا۔

''کیا خیال ہے مارک...... اَب واپس چلیں؟''

''جیسی مرضی مسٹر ڈینس!'' مارک گہری سانس لے کر بولا۔

''ایک کام کرو مارک! تمہارے جو آدمی ہوٹل میں اُن کی نگرانی کر رہے ہیں یہاں منتقل کر دو۔''

''بہتر...... ٹیلی فون کر دیں اُنہیں؟''

''ہاں...... بہتر ہے کہ اُنہیں اُن کی ڈیوٹی سمجھا دو۔'' میں نے کہا اور کرنے چلا گیا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ واپس آیا اور اُس نے اطلاع دی منٹ میں پہنچ جائیں گے۔ بہرحال! دس منٹ کے بعد مارک کے آدمی پہنچ گئے اُنہیں اُن کی نئی ڈیوٹی سمجھا دی۔ ہم اُسی جیپ سے واپس چلے آئے تھے مارک خاموش رہا۔ میری بھی یہی خواہش تھی کہ وہ خاموش رہ کر مجھے سوچنے اپنے پروگرام میں کوئی جھول نہ چھوڑوں۔

☆......☆......☆

ہونے کے بعد ڈیوک کے جزیرے پر لے جائیں گے۔ سوچو! اس سے مجھے کتنے فائدے ہوں گے۔ میں ذہنی طور پر مفلوج ہوں گا۔ اس لئے اگر کسی کو نہ پہچان پاؤں تو کوئی حرج نہ ہو گا۔ اگر جزیرہ البرٹو کے آداب سے ناواقف ہوں تب بھی کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اور اگر میری آواز بدل جائے تو بھی کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ اس طرح مجھے بے شمار آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔ چنانچہ میرے دوست! آج رات میں اس ہسپتال میں منتقل ہو جاؤں گا۔ اور اس کے بعد تم اُس وقت تک کے لئے مجھے بھول جاؤ گے، جب تک میں ڈیوک کے جزیرے سے واپس نہ آ جاؤں۔'' مارک نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ ''کیوں...... کیا ہوا؟''

''براہِ کرم! اسٹیئرنگ اَب آپ ہی سنبھال لیں مسٹر ڈینس!'' مارک نے مضمحل سی آواز میں کہا۔

''ارے...... کیا ہوا؟''

''میرے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ خدا کی پناہ! آپ کا ذہن...... کیا میں اسے صرف انسانی ذہن سمجھوں؟ افوہ! کتنا خوبصورت اور گہرا پلان ہے۔ اَب وہ لوگ خود آپ کو جزیرے پر لے جائیں گے۔ افوہ! خدا کی پناہ...... خدا کی پناہ......'' مارک گردن جھٹکنے لگا۔

میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس پہنچ گئے۔ مارک اَب تک حیران و پریشان تھا۔ بہرحال! میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ تقریباً تین گھنٹے تک میں نے اپنے چہرے اور جسم پر محنت کی تھی۔ ٹانگ، بازو، چہرے اور سر پر زخم بنانے میں نہایت مہارت سے کام لیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کو بھی بے وقوف بنانا تھا جو سب سے مشکل کام تھا۔ پھر اُن زخموں پر اسی انداز میں بینڈیج کی گئی جس طرح ہسپتال میں بینڈرک کی، کی گئی تھی۔ اس طرح میں مکمل طور سے تیار ہو گیا۔ اس کے بعد نہایت احتیاط سے اُن پٹیوں کے درمیان وہ چیزیں بھی پوشیدہ کر دی گئیں جو میں نے مسٹر ڈوڈی سے حاصل کی تھیں۔ اِن تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے مارک سے کہا۔

''مارک...... میرے دوست! اَب میں تو ایک طرح سے مفلوج ہو گیا ہوں۔ باقی کام تمہیں کرنا ہے اور نہایت ہوشیاری سے کرنا ہے۔ بینڈرک کے لئے میرا خیال ہے، اُسے قتل ہی کر دینا۔ اگر وہ نکل گیا تو وہاں میں خطرے میں پڑ جاؤں گا۔''

''آپ بے فکر رہیں مسٹر ڈینس! مارک ہر قیمت پر آپ کے احکامات کی تعمیل کرے گا۔''

مارک نے جذباتی انداز میں کہا۔

''تمہیں اندازہ ہے کہ تمہیں کہاں سے اور کس طرح بینڈرک کو اغواء کرنا ہے؟''

''نہیں...... لیکن میں اندازہ لگا لوں گا''

''میں لگا چکا ہوں میرے دوست...... یہ دیکھو! یہ نقشہ میں نے بنایا ہے۔'' میں نے کہا اور ہسپتال کے کمرے کا پورا نقشہ مارک کے سامنے رکھ دیا۔

''اب تو میں نے حیران ہونا بھی چھوڑ دیا ہے۔'' مارک نے آہستہ سے کہا۔ ''ظاہر ہے تمہارے ذہن میں پروگرام تھا۔ تم نے سب کچھ اُس کے مطابق کیا ہوگا۔''

''ہاں...... یہ حقیقت ہے۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے مسٹر ڈینس! اَب میں صرف آپ کے لئے دُعا ہی کر سکتا ہوں۔'' مارک آہستہ سے بولا۔ ''میں آپ کے ساتھ تو نہ رہوں گا۔''

''میرا انتظار کرنا مارک! واپس تمہارے پاس ہی آؤں گا۔'' مارک نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر مقررہ وقت پر ہم دونوں چل پڑے۔ دوسرے لوگ دوسری گاڑی میں آرہے تھے پھر ہم ہسپتال پہنچ گئے۔ میں زخمی مریض کی حیثیت سے مارک کے ساتھ ہی اندر چلا گیا تھا اور پھر نہایت چابکدستی سے مجھے بینڈرک کے بستر پر پہنچا دیا گیا۔ بینڈرک کا دوسرا ساتھی بدستور میز پر موجود تھا۔ کھڑکی کے راستے سے مارک، بینڈرک کو اُٹھا لے گیا۔ اُس نے نمناک آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے خدا حافظ کہا اور باہر نکل گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مارک میرے لئے فکر مند ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے ذرّہ بھر پرواہ نہیں تھی۔ میں تو بس! اپنے کردار کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اَب مجھے نہایت خوبی سے اپنا کام انجام دینا تھا اور ڈیوک کو بے وقوف بنانا تھا۔ نہ جانے کب تک مجھے یہاں رکھا جائے۔ اس دوران مجھے ایک زخمی شخص کی اداکاری بھی کرنی تھی۔

بہرحال! اس کے بعد کوئی کام نہیں تھا، اُس وقت تک جب تک مجھے یہاں رکھا جائے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹروں کو بھی دیکھنا تھا۔ نہ جانے کب تک میں لیٹا سوچتا رہا۔ کچھ اور نئے پوائنٹ ذہن میں آتے رہے اور میں نے اُن پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر تک میں اُلجھا رہا۔ پھر گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح حسب عادت جاگا۔ میں نے ہاتھ پیر ہلائے۔ لیکن میں بھول گیا تھا کہ میں شدید زخمی ہوں۔ اور اتنے عرصے سے ہوش میں نہیں آیا ہوں۔ چنانچہ نرس کی مسرت بھری چیخ

نے مجھے حواس کی دنیا میں لوٹا دیا۔

''ڈاکٹر...... ڈاکٹر......! زخمی کو ہوش آ گیا ہے۔ ڈاکٹر......! زخمی کو ہوش آ گیا ہے۔'' وہ چیختی ہوئی بھاگی تھی اور میں سنبھل گیا تھا۔ ذرا سی لغزش پورے پروگرام کو درہم برہم کر سکتی تھی۔ لیکن اَب دوبارہ بے ہوش ہونا حماقت تھی۔ چنانچہ میں ہوش میں رہا۔ اور پھر کئی ڈاکٹر، دوسرے کچھ لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ میں سپاٹ نگاہوں سے اُنہیں دیکھ رہا تھا۔

''کیسی طبیعت ہے......؟'' ڈاکٹر نے آلے سے میرا معائنہ کیا۔ لیکن میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ڈاکٹر نے اعلان کیا کہ حالت تسلی بخش ہے اور میں تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہوں...... لیکن میرے دوسرے ساتھی کی حالت ابھی تک خطرے میں تھی۔

''مسٹر بینڈرک...... مسٹر بینڈرک! کیسی طبیعت ہے؟'' ایک شخص نے محبت سے میرا دوسرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ لیکن میں سپاٹ نگاہوں سے اُسے تکتا رہا۔ الغرض میں نے کسی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بس! خاموش نگاہوں سے اُنہیں دیکھتا رہا۔ پھر ڈاکٹر نے اُنہیں منع کر دیا اور کہا کہ ابھی ذہن پر زور دینا بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

وہ دن زندگی کا ایک تجرباتی دن تھا۔ میں پورے دن بولا تھا نہ بدن کو جنبش دی تھی۔ سخت آزمائش تھی۔ لیکن مجھے قوت برداشت کی بھی خاص تربیت دی گئی تھی اور بہرحال! ابھی تو تھوڑا سا وقت ہی گزرا تھا۔ میں اپنی کیفیت میں تھوڑی بہت تبدیلی بھی کر سکتا تھا۔

اسی دوران میرا دوسرا ساتھی چل بسا۔ اُس بے چارے کو ہوش ہی نہیں آیا تھا۔ چند لوگ اُس کی لاش لے گئے۔ ڈیوک کے آدمی تھے۔ پھر شاید ڈیوک ہی کا حکم ملا اور مجھے بھی لے جانے کی تیاریاں کی جانے لگیں۔ درحقیقت! مجھے خوشی ہوئی تھی۔

حالانکہ ڈاکٹروں نے منع کیا تھا کہ اِس وقت مجھے لے جانا، میری زندگی کے لئے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن مجھے لینے کے لئے آنے والوں نے کہا کہ ڈیوک کا حکم یہی ہے۔ اور ڈاکٹر خاموش ہو گئے۔ ایک سٹریچر پر ڈال کر مجھے ہسپتال کے باہر ایمبولینس میں پہنچایا گیا اور ایمبولینس مجھے لے کر اپری ڈیک کی طرف چل پڑی۔

یوں ڈیوک البرٹ کے جزیرے البرٹو کی جانب میرا کامیاب سفر شروع ہو گیا۔ لانچ پر بھی مجھے بے حد احتیاط سے پہنچایا گیا تھا اور جس کیبن میں مجھے پہنچایا گیا تھا، وہ بھی بے حد آرام دہ تھا۔ میں بستر پر پہنچ گیا اور ایک خوبصورت سی لڑکی کو میری تیمارداری پر مامور کر دیا گیا۔ لانچ نے اُسی وقت ساحل چھوڑ دیا تھا۔

خوبصورت لڑکی متفکرانہ انداز میں میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کی نگاہیں بار بار میرے چہرے پر جم جاتیں۔ اَب میری زبان میں کھجلی ہونے لگی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے زبان سوکھ گئی ہو۔ لیکن یہاں لڑکی کے سوا کوئی نہ تھا اور میں بات کرنے کو ترس گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سرگوشی کے انداز میں اُسے مخاطب کیا۔ ''سنو......!''

لڑکی اُچھل پڑی۔ ''اوہ، مسٹر ہینڈرک...... مسٹر ہینڈرک!'' اُس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''تم کون ہو......؟''

''لوسی گن۔ آپ مجھے نہیں پہچانتے؟''

''میں کون ہوں......؟'' میں نے سرگوشی میں پوچھا اور لڑکی اُداس ہوگئی۔ اُس نے غمناک نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

''اوہ، ہینڈرک! تو تمہارا ذہنی توازن......''

''میں کہاں ہوں......؟ میں کون ہوں......؟ مجھے بتاؤ!'' میں نے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور وہ جلدی سے میرے قریب پہنچ گئی۔

''نہیں ہینڈرک...... پلیز! لیٹ جاؤ! تمہاری حالت بہتر نہیں ہے۔'' لڑکی محبت بھرے لہجے میں بولی۔

''مگر یہ زمین کیوں ہل رہی ہے؟ کیا زلزلہ آ رہا ہے؟ میں کہاں ہوں؟ آخر میں کون ہوں؟ تم مجھے بتاتی کیوں نہیں......؟''

''ہینڈرک......تم ہینڈرک ہو۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''ہینڈرک......'' میں بڑبڑایا۔

''ہاں، ہینڈرک۔''

''نہیں...... نہیں! میں ہینڈرک نہیں ہوں۔''

''ہینڈرک...... پلیز! تم لیٹ جاؤ۔ ورنہ زخموں کے منہ کھل جائیں گے۔''

''مم...... مگر میں زخمی نہیں ہوں۔ میں کیسے زخمی...... اوہ......'' میں نے بات درمیان ہی میں ادھوری چھوڑ دی اور اپنے جسم پر بندھی ہوئی پٹیوں کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ ''یہ مجھے کیا ہوگیا......؟''

''تم سوچنا چھوڑ دو۔ ٹھہرو! میں ابھی آئی۔'' لڑکی نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے جاتے دیکھا تھا۔ اور پھر میں لیٹ گیا۔ اداکاری کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اچھا اداکار بننے کے لئے بڑی تکلیفوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بہرصورت! چند ہی ساعتوں کے بعد دو تین آدمی میرے کیبن میں گھس آئے اور میرے نزدیک پہنچ گئے۔ وہ ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''ہینڈرک! کیسی طبیعت ہے تمہاری؟''

''میں کچھ نہیں جانتا...... مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ زمین کیوں گھوم رہی ہے؟ خدا کے لئے، مجھے بتاؤ! زمین کیوں ہل رہی ہے......؟ میں کیا ہوں......؟ میں کون ہوں......؟ تم مجھے بتاتے کیوں نہیں؟'' میں نے اُس شخص کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا جس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔

''زمین نہیں ہل رہی ہینڈرک! تم اپنی لانچ میں ہو۔'' اُس شخص نے مجھے بتایا۔

''لانچ...... اوہ، لانچ...... لیکن مجھے کچھ یاد نہیں آتا...... مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔'' میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

''کچھ یاد کرنے کی کوشش نہ کرو ہینڈرک! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''نہ جانے کیا ہوگیا ہے...... اور کیا ٹھیک ہو جائے گا؟'' میں نے غمگین لہجے میں کہا۔

پھر وہ لوگ مجھے تسلیاں دیتے رہے اور میں خاموشی سے اُن کی شکلیں دیکھتا رہا۔ اِن ساری شکلوں کو ذہن نشین کر رہا تھا۔ جس لڑکی نے اپنا نام لوسی گن بتایا تھا، وہ بھی میرے پاس موجود تھی۔ اُس کی نگاہوں میں میرے لئے ہمدردی کے تاثرات تھے۔ میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کیا وہ میری محبوبہ ہے یا مجھ سے عشق کرتی ہے؟ لیکن ایسی کسی بات کا وجود محسوس نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر اس سلسلے میں کچھ سوچنا حماقت تھی۔ البتہ میں ایک اور انداز میں سوچ رہا تھا۔

لوسی گن بڑی معصوم لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ چہرے سے بھی زیادہ شاطر محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ممکن ہے، میرے کسی کام آسکے۔ تو کیوں نہ تنہائی میں اُس سے دوستی کی جائے؟ چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور گردن ایک طرف ڈال دی۔ وہ لوگ شاید سمجھ رہے تھے کہ میں سو رہا تھا۔ اور میری بھی یہی خواہش تھی کہ وہ لوگ مجھے سوتا ہوا محسوس کریں۔ چنانچہ تھوڑی دیر

تک وہ میرے پاس بیٹھے رہے۔ پھر ایک ایک کر کے سب اُٹھ گئے۔ صرف لوسی گن بیٹھی رہ گئی تھی۔ تب ایک شخص نے کہا۔ ''مسٹر بینڈرک دوبارہ سو گئے ہیں لوسی گن! اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی یادداشت گم ہو گئی ہو۔''

''بہت افسوس ہوا...... بے چارہ بڑا ذہین انسان تھا۔ بڑی اعلیٰ کارکردگی کا مالک...... مسٹر ڈیوک کو بھی یقیناً اس کے بارے میں افسوس ہو گا۔''

''شاید......'' اُن میں سے کسی نے کہا۔ اور پھر وہ لوسی گن کو میرے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے باہر نکل گئے۔

میں اطمینان سے ایک طرف گردن ڈالے لیٹا رہا۔ لوسی گن مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب اطمینان سے میں نے آنکھیں کھول دیں اور وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''بینڈرک......!'' اُس نے پیار بھرے انداز میں مجھے پکارا اور میرے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

''مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ آخر میں بینڈرک کیوں ہوں؟ اس سے پہلے میں کیا تھا......؟ میں کون تھا......؟''

''دیکھو بینڈرک......! تمہاری کار کو حادثہ پیش آیا تھا۔ تمہارے ساتھ فریڈرک بھی تھا۔ بہرصورت! تھوڑی سی چوٹیں آ گئی ہیں تمہیں۔ لیکن خطرناک نہیں ہیں۔ تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہاری دوست لوسی گن ہوں۔ ہم جزیرہ البرٹو کی جانب جا رہے ہیں۔''

''جزیرہ البرٹو......'' میں نے آہستہ سے دُہرایا اور پھر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''بہرصورت! کچھ بھی ہو، مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ میں یاد کرنا بھی نہیں چاہتا۔ ہاں، اچھی لڑکی! کیا نام بتایا تھا تم نے غالباً لوسی گن...... ہاں تو لوسی گن! تم مجھے کچھ کھلانا پسند کرو گی؟ میں بھوک محسوس کر رہا ہوں۔''

''اوہو...... کیوں نہیں؟ میں ابھی دودھ لاتی ہوں۔''

''صرف دودھ......؟'' میں نے اُس سے کہا۔

''نہیں...... دیکھو تو سہی! میں تمہارے لئے کیا لاتی ہوں۔'' اُس نے کہا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ گلاس میں دودھ اور مالٹوں کا جوس مکس کیا ہوا لے کر آئی اور اُس نے بڑے پیار سے سہارا دے کر وہ جوس مجھے پلایا۔

''لوسی گن! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ نجانے کیوں میرا دل تمہاری جانب کھنچ رہا ہے۔ میں...... میں تمہارے بارے میں اپنے دل میں کچھ عجیب سے احساسات پا رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور لوسی گن مسحور نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

''بینڈرک...... کاش! تم اپنی اصل حیثیت میں بھی یہ الفاظ کہہ سکتے۔''

''اصل حیثیت سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''کچھ نہیں۔ اس وقت جب تم بالکل ٹھیک تھے، میں تو تمہیں کب سے چاہتی ہوں۔ لیکن...... لیکن میں تمہارے منہ سے یہ الفاظ کبھی نہ سن سکی۔'' اُس نے گردن جھٹک کر کہا۔

''مجھے چاہتی ہو......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں...... بے پناہ!''

''افسوس...... نہ جانے میرے ذہن پر یہ کیسی تاریکی چھائی ہوئی ہے لوسی! مجھے تو تمہارا چہرہ بھی یاد نہیں ہے۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ میں کون تھا؟ کیا کرتا تھا؟ آخر میری یادداشت کے خانے تاریک کیوں پڑ گئے ہیں؟''

''وقتی بات ہے بینڈرک! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہارے اندر سوچ کا مادہ موجود ہے۔ اس کا مطلب ہے، تمہارا ذہن وقتی طور پر متاثر ہوا ہے۔ اور تم بہت جلد اپنی اصل حالت میں واپس آ جاؤ گے۔'' لوسی گن نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے...... لیکن تمہاری باتوں سے مجھے بہت سکون ملتا ہے۔''

''بینڈرک! ٹھیک ہونے کے بعد تم یہ ساری باتیں ذہن سے نکال دو گے۔ تمہیں لوسی سے کوئی دلچسپی نہیں رہے گی۔''

''شاید ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ...... کیونکہ...... لوسی پلیز! تم مجھے خود سے جدا مت کرنا۔ میں تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔''

''اگر تم اس خواہش کا اظہار انکل سائمن کے سامنے کر دو تو وہ تمہیں میرے پاس رہنے کی اجازت دے دیں گے۔'' لوسی نے کہا۔

''انکل سائمن کون ہیں......؟'' میں نے اطمینان سے پوچھا۔

''اوہ...... تم وقتی طور پر سب کچھ بھول چکے ہو۔ لیکن تمہیں بہت جلد سب یاد آ جائے گا۔ انکل سائمن، لانچ پر موجود ہیں۔'' لوسی نے بتایا اور میں خاموش ہو گیا۔ خوبصورت اور معصوم لڑکی، بینڈرک سے محبت کرتی تھی۔ لیکن شاید بینڈرک اُسے پسند نہیں کرتا تھا۔

بہر حال! میں اُس سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک میں نے خاموشی اختیار کی۔ تب اُس نے مجھ سے کہا۔ ''بینڈرک! نیند آ رہی ہے کیا؟''

''نہیں لوسی! میں سوچ رہا ہوں۔''

''کیا......؟'' لوسی نے پوچھا۔

''یہی کہ میں سب کچھ کیوں بھول گیا ہوں؟ ایک بات بھی تو یاد نہیں آ رہی۔ سارے نام میرے لئے اجنبی کیوں ہیں؟ یقین کرو! یوں لگتا ہے جیسے میں نے اُس جزیرے کا نام بھی نہ سنا ہو، جس کے بارے میں ابھی تم نے بتایا تھا۔''

''بے فکر رہو! سب یاد آ جائے گا۔''

''لیکن میں اُلجھن میں ہوں۔ تم مجھے بتاؤ! ورنہ میرے دماغ میں درد ہونے لگے گا۔ کیا میں اُس جزیرے پر رہتا ہوں؟''

''ہاں...... وہاں ہماری رہائش گاہ ہے۔ ہم سب ڈیوک البرٹ کے کارکن ہیں۔''

''وہاں میرا اور کون ہے......؟''

''سب تمہارے دوست ہیں۔ سب اپنے ہیں۔''

''لوسی! کیا تم بھی تنہا رہتی ہو؟''

''ہاں......! میں بدنصیب بھی تنہا ہوں۔ کوئی نہیں ہے یہاں پر میرا۔ لیکن پیرس کے ایک چھوٹے سے قصبے میں میری ماں اور باپ رہتے ہیں۔ جو صرف اپنی کمائی پر زندہ ہیں۔''

''جزیرے پر تم تنہا ہو؟''

''ہاں......!''

''بہر حال! میں صرف تمہارے ساتھ رہوں گا۔'' میں نے کہا۔

''میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو گی؟'' لوسی نے کہا۔ لیکن اس کے لئے انکل سے بات کرنا ہو گی۔

''کیا نام بتایا تھا تم نے...... انکل سائمن؟''

''ہاں......!'' لوسی نے کہا۔

''تم خود اُن سے بات کر لینا لوسی! میں کسی سے اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔

''ٹھیک ہے۔ میں بات کر لوں گی۔ اگر انکل سائمن تم سے پوچھیں تو تم بھی یہی بتانا کہ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو۔''

''ٹھیک ہے......!'' میں نے جواب دیا اور لوسی خاموش ہو گئی۔

بہر صورت! مجھے پتہ چل گیا تھا کہ میرا ساتھی مر چکا ہے۔ اور مجھے جزیرے پر لے جایا جا رہا ہے۔ اس لئے تعجب کی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

جزیرے کا سفر بہت زیادہ طویل نہیں تھا۔ لوسی میرے ساتھ تھی اور سٹیمر پر موجود لوگ مطمئن ہو گئے تھے کہ اب میری حالت بہتر ہو گئی ہے۔

ہسپتال کے ڈاکٹروں نے مجھے جو دوائیں دی تھیں، وہ مجھے باقاعدگی سے استعمال کرنا پڑتی تھیں اور لوسی بڑی احتیاط سے مجھے کھلایا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ہم جزیرے پر پہنچ گئے......

پہلے میرا خیال تھا کہ ڈیوک نے خصوصی طور پر مجھے بلایا ہے اور یقینی طور پر وہ مجھ سے بڑی مزاج پرسی کریں گے۔ لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ڈیوک البرٹ سے تو جزیرے پر بھی ملاقات مشکل ہو گی۔ کیونکہ وہ اپنے معمولات محدود رکھتا ہے اور جزیرے پر موجود عام لوگوں سے ملاقات نہیں کرتا۔ البتہ جس وقت مجھے سٹریچر کے ذریعے سٹیمر سے اُتارا گیا تو میں نے انکل سائمن کو دیکھا۔ پرتگالیوں جیسا چہرہ تھا۔ اُنہی کی مانند بڑے بڑے گل مچھے اور لمبے بال۔ شکل وصورت سے انتہائی خونخوار اور دیو نما نظر آتا تھا۔ آنکھیں سرخ سرخ سی تھیں۔ بصورت دیگر یہ انتہائی وحشی اور طاقتور شخص نظر آتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اُس کے احکامات کی پابندی سب کرتے ہوں۔ لیکن مجھ سے وہ بڑے نرم انداز میں پیش آیا تھا۔

''ڈیئر بینڈرک! اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہسپتال بھیج سکتا ہوں۔ یا پھر اگر تم اپنے گھر میں سکون محسوس کرو تو تمہاری تیمارداری کے لئے......''

''اوہ، انکل سائمن......!'' لوسی نے اُس کی بات درمیان میں کاٹ دی اور سائمن ٹھٹک کر اُسے دیکھنے لگا۔ ''مسٹر بینڈرک کو اگر میں اپنے ساتھ رکھ لوں تو میرا خیال ہے، میں ان کی بہتر تیمارداری کر سکتی ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ میں نے نرسنگ کورس بھی کیا ہے۔ میں ان کی ضرورت کی تمام چیزیں دیتی رہوں گی۔''

''ہاں، ہاں...... اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر بینڈرک تیار ہو تو۔''

''ٹھیک ہے انکل!'' میں نے نقاہت بھری آواز میں جواب دیا۔ ''مجھے یقین ہے کہ لوسی میری بہتر دیکھ بھال کر سکے گی۔'' میں نے جواب دیا اور انکل سائمن نے صرف گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر بعد مجھے احتیاط کے ساتھ لوسی کے فلیٹ میں پہنچا دیا گیا جو پہلی منزل پر تھا۔

بہر صورت! لوسی کے جس فلیٹ پر مجھے منتقل کیا گیا تھا اور جہاں میرا فلیٹ تھا، وہاں ایک بڑی کھڑکی تھی جس کا پردہ ہٹانے کے بعد جزیرے کے بہت سے مناظر نمایاں ہو جاتے تھے۔

اُس وقت بھی شام ہو چکی تھی اور لوسی بہت خوش تھی۔ اُس نے میری تیمارداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ نہایت نفاست سے سجے ہوئے کمرے میں اُس نے مجھے لٹایا تھا۔ اس کے بعد وہ بولی۔ ''میں تمہیں بالکل ٹھیک کر کے یہاں سے جانے دُوں گی بینڈرک!''

''مجھے یقین ہے لوسی! اگر تمہاری محبت کا یہی عالم رہا تو میں بالکل تندرست ہو جاؤں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

فلیٹ میں میرے اور لوسی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے بعد آئندہ میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟ ہاں! ایک بات تو صاف تھی۔ وہ یہ کہ بینڈرک کی حیثیت سے اُنہیں مجھ پر کوئی شبہ نہیں تھا۔

شام کو جب دھوپ چلی گئی تو لوسی نے کھڑکی سے پردہ ہٹا دیا اور میں نے جزیرے پر ایک نگاہ ڈالی۔ حیرت کی بات تھی۔ یہاں تو ایک چھوٹا سا شہر آباد تھا۔ ایک جدید ترین شہر۔ عمارتیں زیادہ اُونچی نہیں تھیں لیکن جدید طرزِ تعمیر کا نمونہ تھیں اور بے حد حسین نظر آ رہی تھیں۔ اُن کے درمیان کشادہ سڑکیں اور بازار تھے۔ سڑکوں کے کنارے تا حد نگاہ سرسبز درخت پھیلے ہوئے تھے۔

لوسی مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''کن خیالات میں کھو گئے مسٹر بینڈرک......؟''

''کچھ نہیں لوسی...... بس! عجیب سی کیفیت ہے۔ اِن تمام چیزوں کو دیکھ کر ذہن کو ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ ایک عجیب سا احساس......''

''آپ مکمل طور سے آرام کریں۔ یہ وقتی کیفیت ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' لوسی نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا اور میں نے طویل سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

تین دن گزر گئے۔ اس دوران ڈاکٹر آتا تھا۔ ایک آدھ انجکشن لگاتا، کچھ معلومات دیتا اور چلا جاتا۔ بہر حال! یہ تین دن میں نے کسی سرگرمی کے بغیر گزارے تھے۔ لوسی گن ایک محبت کرنے والی لڑکی تھی۔ میں اُسے بھی پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ کافی حد تک میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ لیکن ابھی تک میں نے اُسے چھیڑا نہیں تھا۔ یہ بے حد خطرناک کام تھا۔ لوسی اگر میرے پاس اس انداز میں نہ آئی ہوتی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ میں یہاں کس طور پر

اپنے کام کا آغاز کرتا؟ لیکن اَب میں نے اپنے پروگرام میں معمولی سی تبدیلی کی تھی۔ میں اُسی کو ٹٹولنا چاہتا تھا۔ اور اگر وہ مشتبہ ہو گئی تو مجبوراً اُس معصوم سی لڑکی کو موت کے گھاٹ اُتارنا ہو گا۔

اُس رات کھانے کے بعد میں نے اُس سے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ''لوسی ڈارلنگ! کیا تم رات میرے کمرے میں گزارنا پسند کرو گی؟''

میرے اس سوال پر لوسی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اُس کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔ چند ساعت وہ خاموش رہی۔ پھر دبی زبان سے بولی۔ ''تم ابھی زخمی ہو بینڈرک! اور میرا فرض ہے کہ جذبات کے ہاتھوں بھٹکنے کی بجائے تمہیں جلدی سے صحت یاب کر دُوں۔''

''اوہ ڈارلنگ......! تم اتنی اچھی لڑکی ہو کہ تم سے ہر وقت باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے۔ آج بھی یہی دل چاہ رہا تھا کہ تم سے بہت سی باتیں کروں۔ لیکن اگر تم......''

''نہیں، نہیں...... اس میں کیا حرج ہے؟ میں پوری رات تمہارے ساتھ جاگ سکتی ہوں۔'' وہ جلدی سے بولی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تب میں تمہارا انتظار کروں گا۔'' میں نے کہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ضروری کاموں سے فارغ ہو کر وہ میرے پاس پہنچ گئی۔

''کافی پیو گے بینڈرک......؟'' اُس نے پوچھا۔

''ابھی نہیں...... تھوڑی دیر کے بعد۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر بولا۔ ''دروازہ اندر سے بند کر دو لوسی!'' اُس نے ایک لمحے کے لئے میری جانب دیکھا اور پھر خاموشی سے اُٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ ''لوسی! میں تم سے بہت سی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''پوچھو......!''

''اگر تم نہ ہوتیں لوسی! تو میں پاگل ہو جاتا۔ ہمیشہ کے لئے اپنی یادداشت کھو بیٹھتا۔ لیکن تم...... تم نے مجھے نئی زندگی دے دی ہے۔ تمہیں دیکھ کر، تمہاری باتیں سن کر مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں وہی ہوں، جو تم مجھے کہتی ہو۔ لیکن لوسی! بے شمار باتیں ایسی ہیں جو ذہن پر شدید دباؤ ڈالنے کے باوجود یاد نہیں آتیں۔ نہ جانے کیوں......؟ لیکن میں ان باتوں کو جاننا چاہتا ہوں۔ اگر میں نے اپنا ذہن صاف نہیں کیا تو وہ پھٹ جائے گا۔'' میں نے کہا۔

لوسی اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے نزدیک آ گئی اور میرے بالوں میں اُنگلیاں پھیرنے لگی۔

''مجھ سے پوچھو بینڈرک! میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔''

''لوسی! تم وعدہ کرتی ہو کہ کوئی بات مجھ سے نہیں چھپاؤ گی؟''

''میں وعدہ کرتی ہوں بینڈرک!'' لوسی نے جواب دیا۔

''لوسی! تم مجھے کب سے چاہتی ہو؟ کیا ہم دونوں ایک دوسرے کے قریب رہ چکے ہیں؟''

''نہیں بینڈرک! میری محبت ہمیشہ سے ہے۔ میں اس وقت سے تمہاری پرستار ہوں جب تم نے میرے لئے اُس سیاہ فام ٹوبو سے جنگ کی تھی جو وحشی صفت تھا اور ڈیوک نے نشے کے عالم میں مجھے اُسے بخش دیا تھا۔ اگر تم نہ ہوتے بینڈرک! تو میں بن موت مر جاتی۔ تم نے پرواہ بھی نہیں کی تھی۔ لیکن میں اُسی دن سے تم سے متاثر تھی۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے اس طرح تمہاری خدمت کرنے کا موقع ملے گا۔'' لوسی گن نے جواب دیا۔

''لوسی گن...... ! کیا تم ڈیوک سے خوش ہو؟'' میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

''میں اِس سوال کا مقصد نہیں سمجھی بینڈرک!''

''کیا تمہیں ڈیوک البرٹ کی غلامی پسند ہے؟''

''اوہ...... خاموش ہو جاؤ بینڈرک...... خاموش ہو جاؤ! ایسی باتیں مت کرو۔ ہم سب انسان کہاں ہیں؟ ہماری پسند یا ناپسند کیا معنی رکھتی ہے؟ ڈیوک کے معاملے میں تو ہم سب بے بس ہیں۔''

''اگر ڈیوک تم سے کہے لوسی! کہ مجھے قتل کر دو۔ تو بتاؤ! تم کیا کرو گی؟'' میں نے سوال کیا اور لوسی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر چند ساعت کے بعد اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تو میں خودکشی کر لوں گی۔ ہاں...... میں خودکشی کر لوں گی بینڈرک! میں تمہیں کبھی قتل نہیں کروں گی۔ میں خود مر جاؤں گی لیکن ڈیوک کے ہاتھوں نہیں، خود اپنے آپ کو گولی مار لوں گی۔ میں عہد کرتی ہوں بینڈرک! اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئی تو میں ایسا ہی کر دوں گی۔'' وہ جذباتی ہو گئی۔

میں اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''لیکن کیوں لوسی؟ آخر کیوں...... ؟ کیا ہم انسان نہیں ہیں؟ کیا ہم صرف اُس کی غلامی کے لئے پیدا

ے ہیں؟''

''بینڈرک...... پلیز!'' لوسی خوف سے لرز کر بولی۔

''اس خوف کو ذہن سے نکال دو لوسی! اگر مجھے چاہتی ہو تو اس خوف کو ذہن سے نکال دو۔ اسی خوف نے ہمیں انسان سے کتا بنا دیا ہے۔ ہم اپنے آپ کو بھول گئے ہیں اور ہم اُس کے اشاروں پر ناچنا پسند کرتے ہیں۔ یوں سمجھ لو! ڈیوک نے تم سے میرے قتل کے لئے کہا ہے۔ تم خودکشی کر رہی ہو۔ بولو لوسی! کیا تم میرے لئے اس انتہا سے گزر سکتی ہو؟''

''لیکن بینڈرک...... مگر!''

''صرف میری بات کا جواب دو لوسی!'' میں نے کہا اور لوسی نے گردن جھکا لی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے گردن اُٹھائی تو وہ پرسکون تھی۔

''میں تمہارے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں بینڈرک!''

''لوسی! میں ڈیوک سے باغی ہو گیا ہوں۔ میں اُس کی بربریت کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔ ا! کیا تم میرا ساتھ دو گی؟''

''اوہ، بینڈرک! یہاں کون ہے جو اُس کی درندگی کا شکار نہیں ہے؟ یہاں کون ہے جو ں سے باغی نہیں ہے؟ جو مرنا چاہتے ہیں، وہ اس کا اظہار کرتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ جو ینے کے خواہش مند ہیں، وہ صرف اُس کی اطاعت کرتے ہیں۔ خواہ اُن کے ذہنوں میں کچھ بھی ہو۔''

''لیکن میں اُسے شکست دینا چاہتا ہوں۔ میں دوسرے لوگوں کی طرح بے وقوف نہیں ں۔ لوسی...... قسم کھاؤ! کیسے ہی حالات ہوں، تم میرا ساتھ دو گی۔ میرے راز کو اپنا راز سمجھو گی۔''

''اپنی محبت کی قسم بینڈرک! میں ایسا ہی کروں گی۔''

''تب پھر سنو لوسی! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ چوٹ صرف میرے سر میں لگی تھی۔ لیکن معمولی سی۔ اس سے میری یادداشت پر تھوڑا سا اثر ضرور پڑا ہے۔ لیکن میرے اعضاء سلامت ہیں۔ میں نے ڈیوک سے نمٹنے کے لئے یہ پروگرام بنایا ہے۔'' میں نے کہا اور لوسی آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔ وہ کافی دیر تک کچھ نہیں بول سکی تھی۔ پھر بمشکل اُس نے حواس پر قابو پایا اور بولی۔

''لیکن بینڈرک! کیا اُس کے خلاف اس انداز میں کھڑے ہونے والوں میں تم تنہا ہو یا

تمہارے ساتھ اور دوسرے بھی ہیں؟''

''تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے لوسی!'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''لیکن کرنا کیا چاہتے ہو؟ تمہارا پروگرام کیا ہے؟ کیا تم تنہا اُس کے مقابلے میں کامیاب ہو سکتے ہو......؟''

''ہاں......! میں اس غلامی کے خلاف ہوں۔ اور ڈیوک البرٹ کے بہت سے معاملات سے مجھے اختلاف ہے۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں، ضرور کروں گا۔ میں اتنا ضرور کرلوں گا لوسی! کہ اس دنیا سے ڈیوک کا وجود ختم کر دُوں۔ اور اس کے بعد ہم سب آزاد ہوں گے۔ غلامی کی یہ زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ انسان، آزادی کے لئے ایک کوشش ضرور کرے۔''

اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کے پورے بدن سے پسینہ پھوٹ رہا تھا اور وہ بے جان سی ہو رہی تھی۔ ''اگر تم خوف زدہ ہو لوسی! تو میں وعدہ کرتا ہوں، تمہیں پریشان نہیں کروں گا اور تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا۔ تاکہ تم اپنی زندگی محفوظ تصور کرو۔''

''نہیں بینڈرک! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں اَب خوف زدہ نہیں ہوں گی۔ وعدہ کرتی ہوں، میں تمہارا بھرپور ساتھ دُوں گی۔'' اُس نے جھرجھری لے کر کہا اور اس بار وہ مکمل طور سے سنبھل گئی تھی۔ ''اَب مجھے بتاؤ! تم کرنا کیا چاہتے ہو؟''

''ابتداء میں، میں پہلے اس جزیرے کا بھرپور جائزہ لوں گا۔ اُن لوگوں کو قتل کروں گا جو ڈیوک کے دست راست ہیں اور اُس کے لئے ظلم وستم کرتے ہیں۔ اس طرح میں ڈیوک کی قوت کم کروں گا۔ اور پھر ڈیوک پر کئی کاری ضربیں لگاؤں گا۔ میں اُسے ذہنی طور پر مفلوج کر کے رکھ دُوں گا۔ اس کے لئے مجھے کافی چالاکی سے کام لینا ہو گا لوسی!''

''مثلاً......؟'' لوسی نے پوچھا۔

''میں ایک طویل عرصے تک بیمار رہوں گا۔ تم میری تیمارداری کرو گی۔ ظاہر ہے، میں ڈیوک کے لئے اتنا اہم آدمی نہیں ہوں کہ اُسے میری شدید ضرورت محسوس ہو۔ رات کو میں اپنے بدن سے یہ بینڈیج ہٹا دُوں گا اور کارروائی کروں گا۔ صبح کو تم پھر میرے بدن پر بینڈیج کر دیا کرنا۔''

''اوہ...... اچھا خیال ہے۔ اس طرح کسی کا ذہن تمہاری طرف نہیں جائے گا۔''

''یقیناً......! اور یہ کام میں آج ہی سے شروع کر دینا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور لوسی

گردن ہلانے لگی۔ معاملات اس خوش اسلوبی سے طے ہو گئے تھے تو پھر انتظار کیوں کرتا؟ چنانچہ لوسی نے بینڈیج کھول دیں۔ اُس نے مجھے ضروری چیزیں فراہم کر دی تھیں جن میں ایک نفیس قسم کا پستول بھی تھا جس پر سائلنسر فٹ تھا۔ بہرحال! ساری تیاریوں کے بعد جزیرے پر میرے عمل کی پہلی رات شروع ہو گئی۔

لیکن اُس رات مجھے کوئی خاص کام نہیں کرنا تھا۔ میں صرف اُس پورے جزیرے کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔ اور پھر میں اُس پراسرار جزیرے پر دُور تک نکل گیا۔ لوسی کے مکان تک واپسی کے لئے میں نے بہت سے نشانات لگائے تھے۔ اور بہرحال! اَب میں اتنا احمق نہیں تھا کہ اُن نشانات کی مدد سے واپس نہ آ سکتا۔

درحقیقت حیرت انگیز طور پر ترقی یافتہ جزیرہ تھا۔ ڈیوک نے ایک طرح سے فرانس کے اس جزیرے پر اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ نہ جانے حکومت فرانس نے اُسے یہ مراعات کیوں دے رکھی تھیں؟ یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔

بہرحال! اُس رات میں جہاں جہاں پہنچ سکا، پہنچ گیا۔ ڈیوک کی رہائش گاہ بھی دیکھی۔ پہرے کا انتظام بھی دیکھا۔ بہت سے ٹھکانے بھی تلاش کئے۔ میرا ذہن اپنے کام کے لئے جگہیں تلاش کر رہا تھا۔ اور بہرحال! یہی سوچ منفرد تھی۔

میں اُس رات کو ایک بے مقصد رات نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میں نے بہت سے پروگرام ترتیب دیئے تھے۔ بہت سی کام کی چیزیں تلاش کی تھیں۔ اور اس وقت روشنی نمودار ہونے والی تھی جب میں واپس اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔

لوسی میرے کمرے میں، میرے بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر میں خود ہی اپنی بینڈیج کرنے لگا۔ اس کام میں مجھے کوئی دُشواری نہ ہوئی اور میں نے لوسی کی یہ مشکل بھی حل کر دی۔ میں نے اُسے جگانے کی کوشش نہیں کی اور ایک طرف لیٹ گیا۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ لیکن نہ جانے کتنی دیر سویا تھا کہ لوسی نے مجھے جگا دیا۔

''مسٹر بینڈرک...... مسٹر بینڈرک! براہِ کرم! آرام سے لیٹ جائیں۔ میں سخت شرمندہ ہوں۔ نہ جانے کیوں مجھے نیند آ گئی تھی۔''

''اور اَب تم مجھے شرمندہ کر رہی ہو لوسی!''

''کیوں......؟''

"میری وجہ سے تمہیں کتنی پریشانی ہو رہی ہے۔ کیا مجھے اس کا احساس نہیں ہے؟"

"نہیں بینڈرک...... یقین کرو! تمہاری خدمت کر کے مجھے رُوحانی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ خیر! چھوڑو ان باتوں کو۔ آرام کرو گے یا ناشتے کا بندوبست کروں؟"

"میرا خیال ہے، خالی پیٹ پر تو نیند بھی نہیں آئے گی۔"

"میں ابھی ناشتے کا بندوبست کرتی ہوں۔" اُس نے کہا اور پھرتی سے باہر نکل گئی۔

ناشتے کرنے کے بعد میں سو گیا۔ اور پھر دوپہر کو ہی جاگا۔ باقی دن آرام سے گزارا۔ ڈاکٹر میری خبر گیری کو آیا تھا۔ اُس نے مجھ سے سوالات کئے اور میں نے اُسے کھوئے کھوئے انداز میں بتایا کہ اَب تکلیف بہت کم ہے۔ ڈاکٹر مطمئن واپس چلا گیا تھا۔

مجھے بے چینی سے رات کا انتظار تھا۔ اور اُس رات میں کچھ کرنے کے اِرادے سے باہر نکلا تھا۔ چنانچہ پچھلی رات کو ترتیب دیئے ہوئے پروگرام کے تحت میں ایک طرف بڑھ گیا۔ میرا رُخ ڈیوک کی رہائش گاہ کی طرف تھا۔

راستے میں اِکا دُکا لوگ نظر آئے۔ لیکن سب اپنی دُھن میں مست تھے۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہاں رہنے والے کسی ایسے خطرے کا تصور بھی نہیں کر سکتے جن کے لئے اُنہیں چوکنا رہنا پڑے۔ چنانچہ کسی نے میری طرف دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی۔

بالآخر میں رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر رُک گیا۔ میں نے ایک شخص کو روکا اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دُور دُور تک کوئی نہیں تھا۔ تب میں نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔

"مسٹر...... مسٹر......" اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ "براہِ کرم! میرے ساتھ چلیں...... وہاں ایک لاش موجود ہے۔" میں نے لکڑی کے ایک بڑے گیراج کی طرف اِشارہ کیا۔ یہ گیراج زیادہ دُور نہیں تھا، لیکن سنسان سی جگہ پر تھا۔ اور اُس کی ایک بغیر دروازوں والی کھڑکی سے میں نے دیکھا تھا کہ اندر کاروں کے پرزے پڑے ہوئے ہیں۔

"لاش...؟" وہ چونک کر بولا۔

"ہاں...... وہ، اُس طرف!" میں نے کہا۔

"کس کی لاش ہے......؟"

"میں نہیں جانتا۔ اُفوہ...... اُس کی شکل بگاڑ دی گئی ہے۔ بڑا بھیانک چہرہ ہے۔" میں نے تیزی سے گیراج کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ بھی تیزی سے میرے پیچھے لپکا تھا۔ اور پھر میں اُسے لئے ہوئے گیراج کے عقب میں پہنچ گیا۔

"کہاں ہے......؟" اُس نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔

"وہ......!" میں نے ایک طرف اِشارہ کیا۔ اور جونہی اُس نے کھڑکی میں جھانکا۔ میں نے پیچھے سے اُسے اُٹھا کر اندر ڈال دیا۔ وہ لوہے کے ٹکڑوں پر گرا تھا اور اُس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔

دوسرے لمحے میں نے اُسے زمین پر گرا دیا تھا۔ پھر اُس کے اُٹھنے سے پہلے میں نے اُس کا گریبان پکڑا اور زمین پر دے مارا۔ اور پھر میں نے اُس کے سینے پر اپنا گھٹنا رکھ دیا۔

"ہاں......! اس وقت لاش یہاں موجود نہیں ہے۔ لیکن اگر تم نے میرے سوالات کا جواب نہ دیا تو پھر یقینی طور پر لوگ یہاں پر لاش دیکھیں گے۔ اور وہ لاش تمہاری ہو گی۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ، اُف! میری کمر...... میری پسلی ٹوٹ گئی ہے۔ اوہ...... مجھے اُٹھنے تو دو! مجھے بتاؤ تو سہی! تم کیا چاہتے ہو؟ تم کون ہو؟ تمہارا مقصد کیا ہے؟" اُس نے بے بس سی آواز میں کہا۔ لیکن میں اُس سے قطعی متاثر نہیں ہوا تھا۔

"ہرگز نہیں۔ اگر تم نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مجھے جواب نہ دیا تو میں......" میں نے اُس کی گردن پر زور سے دباؤ ڈالا اور اُس کی آنکھیں اُبلنے لگیں۔ اُس کے ہاتھ پاؤں مدافعت کے انداز میں اُٹھے۔ لیکن اُن میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ میری زد میں جنبش بھی کر سکتا۔ تب میں نے کہا۔ "ہاں...... تیار ہو؟"

"پوچھو...... پوچھو! کیا پوچھنا ہے؟ آہ...... مجھے اُٹھنے تو دو۔ سخت تکلیف ہو رہی ہے۔"

"صرف جواب! اس کے علاوہ کچھ نہیں۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ خاموش ہو گیا۔

"ڈیوک اس وقت کہاں ہے؟"

"اپنی رہائش گاہ میں...... کیوں؟"

"خاموش...... تمہیں کیوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ صرف میری بات کا جواب دو۔"

"اچھا!" اُس نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اُس کی وہ لڑکیاں کہاں ہیں جو ویٹنگ لسٹ پر آئی ہیں؟ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔ وہ لڑکیاں جنہیں ڈیوک مختلف جگہوں سے لے آتے ہیں اور اُس جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ وہ جگہ کون سی ہے؟

''تت......تم کون ہو......؟'' اُس نے سوال کیا اور دوسرے لمحے میرا اُلٹا ہاتھ اُس کے منہ پر پڑا اور نہ جانے اُس کا منہ کیسا ہو گیا؟ تاریکی میں صحیح طور پر نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ تب میں نے دوبارہ کہا۔

''جواب......!'' میں غرایا۔

''وہ......وہ ڈیوک کی رہائش گاہ کے عقبی حصے میں ہیں۔ لیکن مجھے صرف اتنا بتا دو! کہ کیا تمہارا اِس جزیرے سے تعلق نہیں ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو کیا تم کہیں باہر سے آئے ہو؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں......میں باہر سے آیا ہوں۔''

''اوہ......!'' وہ آہستہ سے بولا۔

''ڈیوک کی رہائش گاہ کے عقبی حصے میں داخلے کا آسان طریقہ کیا ہے؟'' میں نے اُس کی گردن پر زور ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''عقبی حصے سے تم بہ آسانی اندر جا سکتے ہو۔ اُس طرف کوئی نہیں ہوتا......کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہاں کوئی بیرونی شخص آ سکتا ہے۔ نہ جانے تم کس طرح آئے ہو؟'' اُس نے جواب دیا۔ عجیب آدمی تھا۔ حالانکہ میں اُسے سخت تکلیف دے رہا تھا لیکن وہ تجسّس سے باز نہیں آ رہا تھا۔

''ہوں......!'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''تمہاری اپنی پوزیشن کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مم......میں......میں ڈیوک کی رہائش گاہ، ڈیوک کے محل کا الیکٹریشن ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''ٹھیک......بہرصورت، دوست! تمہارا شکریہ فی الحال مجھے تم سے صرف یہی معلوم کرنا تھا۔'' میں نے کہا اور اس بار میں نے اُس کی گردن پر زوردار دباؤ ڈالا۔ ظاہر ہے، اُسے چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ مجھے اپنی موت کو آواز تو دینا نہیں تھی۔ اور پھر ڈیوک کے اِن ہرکاروں کے ساتھ رحم کا سلوک کیسے کیا جا سکتا تھا؟ اِن میں سے جتنوں کو بھی ختم کر دیا جاتا، بہتر ہی تھا۔ کیونکہ یہی لوگ میرے دشمن ثابت ہو سکتے تھے۔

وہ شخص میری گرفت میں تڑپتا رہا۔ لیکن میں نے اُسے زندہ نہ چھوڑا۔ وہ سرد ہو گیا۔ تب میں نے ایک بہت بڑا پتھر اُٹھا کر پوری قوت سے اُس کے سر پر دے مارا! اور سر پھٹ گیا۔ دُور دُور تک اُس کے خون کے چھینٹے بکھر گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ کہیں میرا لباس بھی خون

آلود نہ ہو گیا ہو۔ بہرصورت! اس کے بعد تو اُس کی زندگی کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

چنانچہ میں کھڑکی سے باہر نکل آیا۔

ستاروں کی ٹھنڈی روشنی میں، میں نے اپنے لباس کو دیکھا۔ بظاہر خون کے دھبے نہیں تھے۔ میں ایک طرف چل پڑا۔

اَب میں ڈیوک کی رہائش گاہ کے عقبی حصے کی جانب جا رہا تھا۔ نہ جانے اُس شخص نے صحیح بتایا تھا یا غلط؟ بہرصورت! تجربہ تو کرنا ہی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اُس عالی شان محل کے عقبی حصے کی جانب پہنچ گیا جو ڈیوک کی رہائش گاہ تھی۔

محل کو میں نے سامنے سے بھی دیکھا تھا۔ بہت ہی خوبصورت طرزِ تعمیر تھی۔ پرانے طرز پر بنایا گیا تھا۔ لیکن اُس پرانے طرزِ تعمیر میں جدت بھی تھی۔ گویا وہ قدیم و جدید کا نمونہ تھا۔ محل کے عقبی حصے میں ایک خوبصورت باغ تھا جس میں داخل ہونے کا پھاٹک بہت چھوٹا تھا، اور وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔ بے پناہ خوبصورت باغ تھا جس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔

اُس شخص کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق میں آگے بڑھتا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں عمارت کے ایک ایسے حصے میں کھڑا تھا جہاں ایک لمبا سا ہال تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ کیا ہے؟ لیکن بہرصورت! رِسک تو لینا ہی تھا۔

اندر داخل ہونے کے لئے تین سیڑھیاں طے کرنا پڑیں۔ خوبصورت ٹائلز کے فرش سے گزر کر میں اندر داخل ہو گیا۔ پھر میں نے اپنے اندازے کے مطابق کمروں میں جھانکنا شروع کر دیا۔ وہ ہال جو دُور سے ہال نظر آتا تھا، دراصل کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ اور اُن چھوٹے چھوٹے کمروں کی کیفیت بالکل ہسپتال کے کمروں کی مانند تھی۔

نہایت صاف ستھرے کمرے تھے۔ ٹھنڈی روشنیاں جل رہی تھیں اور اُن روشنیوں میں بستر نظر آ رہے تھے۔ دو، دو، تین، تین لڑکیاں اُن بستروں پر پڑی تھیں۔ عجیب وغریب ماحول تھا۔ میں اُنہیں دیکھتا رہا۔ بہرصورت! اس وقت یہ سوچنا تو مشکل ہی تھا کہ میں اُن میں سے کس کمرے میں داخل ہوں اور اُن لڑکیوں سے ویرا کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ بہرصورت! میں نے یہ جگہ دیکھ لی تھی اور فی الوقت یہی کافی تھا۔ یقیناً ویرا بھی یہیں کہیں موجود ہوگی۔ اس سلسلے میں بہتر یہی تھا کہ لوسی گن سے کام لیا جائے۔

لوسی گن جس طرح میرے ساتھ تعاون کر رہی تھی، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر اُس کو

اس انداز میں ڈیل (DEAL) کیا جاتا رہے تو وہ بڑے کام کی لڑکی ثابت ہوسکتی ہے۔
چنانچہ آج کا کام میں نے اپنے طور پر ختم کر دیا۔ اَب دیکھنا یہ تھا کہ اُس لاش کے بارے میں جزیرے پر کیا ردِعمل ہوتا ہے؟ اُس کی اطلاع بھی مجھے لوسی گن ہی دے سکتی تھی۔ بہرصورت! پھر میں وہاں سے اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ لوسی گن حسب معمول سوئی ہوئی تھی۔ معصوم لڑکی تھی۔ گو، وہ ایک ایسے شخص کے تصور کے ساتھ مجھ سے محبت کر رہی تھی، جسے میں نے موت کے حوالے کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں اُس کے لئے دل میں ہمدردی کے جذبات محسوس کر رہا تھا۔

میں نے اپنا کام کیا اور پھر آرام سے لیٹ گیا۔ لوسی گن، دوسری صبح ہی جاگی تھی اور حسب معمول شرمندہ تھی۔ ناشتہ کرتے ہوئے اُس نے کہا۔ ''میں سوچتی ہوں کہ جاگتی رہوں۔ لیکن کمبخت نیند آ جاتی ہے اور تمہیں پریشانی ہوتی ہے۔''

''مجھے ذرّہ برابر پریشانی نہیں ہے لوسی! لیکن آج میں تم سے کچھ کام لینا چاہتا ہوں۔''

''ہاں...... کہو!''

''یہاں تمہارے سپرد کچھ ذمہ داریاں ضرور ہوں گی۔''

''کیسی ذمہ داریاں......؟''

''میرا مطلب ہے، کوئی کام تو کرتی ہوگی۔''

''میں ڈیوک کے احکامات کے مطابق کام کرتی ہوں۔ ویسے ہسپتال میں نرسنگ کرتی ہوں۔ ایک ہفتہ ڈیوٹی، ایک ہفتہ چھٹی۔''

''خیر......! کیا تم ڈیوک کے محل میں بہ آسانی جا سکتی ہو؟''

''جاتی رہتی ہوں۔ آج بھی جاؤں گی۔''

''آج کیوں......؟''

''دن مقرر ہیں۔ آج کے دن اُن لڑکیوں کو دیکھوں گی جو ڈیوک کے محل میں رہتی ہیں۔ میرے ساتھ دو ڈاکٹر ہوں گے۔ ہر ہفتہ اُن کا چیک اَپ ہوتا ہے۔''

''اوہ......! میرے ہونٹ تعجب سے سکڑ گئے۔ عجیب بات تھی۔ میں اس سے یہی کام تو لینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ کام خود بخود ہو گیا تھا۔

''بولو! کیا کام لینا چاہتے تھے تم مجھ سے؟'' اُس نے پوچھا۔

''اتفاق ہے، میں بھی یہی چاہتا تھا کہ تم ڈیوک کے محل میں جاؤ اور میرا ایک کام کر دو۔''

''کیا کام ہے......؟''

''ویرا نام کی ایک لڑکی ہے۔ اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہیں۔ کیا وہ اُن یں موجود ہے......؟''

''ویرا ابن شارپ......؟'' لوسی نے پوچھا۔

''ہاں...... تم اُسے جانتی ہو؟''

''اچھی طرح۔ لیکن تمہیں اُس سے کیا کام ہے بینڈرک؟'' لوسی نے پوچھا۔

''تمہیں یہ بات نہیں معلوم ہو گی لوسی! وہ ایک بہت بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ اور اُس کا بھائی گرائن، میرے بچپن کا ساتھی ہے۔ اُس وقت کا دوست جب ہم ایک چھوٹے سے خوبصورت قصبے کے ایک سکول میں ساتھ پڑھتے تھے۔ ایسے دوست کی بہن، ڈیوک کے قبضے میں ہے۔ تم خود سوچو لوسی!''

''واقعی...... یہ تو سچ ہے۔ لیکن......''

''لوسی ڈارلنگ! کیا اُس سے تمہاری شناسائی ہے؟''

''وہ خاموش اور غمزدہ لڑکی مجھے بہت پسند ہے۔''

''صرف یہ معلوم کرنا ہے لوسی! کہ وہ ڈیوک کی ہوس کی بھینٹ چڑھی یا اَب تک بچی ہوئی ہے؟''

''میں معلوم کر لوں گی۔''

''بہت شکریہ لوسی! تم یہ کام کر دو۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔''

''آج ہی شام کو بتا دوں گی۔ تم بے فکر رہو بینڈرک!'' لوسی نے کہا اور میں ممنون نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ لوسی کی نگاہوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن میں ابھی اُس کے جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا۔

لوسی اپنی ڈیوٹی پر چلی گئی۔ شام کو وہ واپس آئی تو میں بے چینی سے اُس کا منتظر تھا۔ ''میں نے اُس سے بات کی تھی۔'' لوسی نے بتایا۔

''اوہ...... کیا اطلاع ملی لوسی؟''

''سب ٹھیک ہے۔ ویرا نے بتایا ہے کہ ابھی تک ایک بار بھی ڈیوک نے اُس کے بارے میں کسی سے نہیں پوچھا ہے۔ وہ سکون سے ہے۔ لیکن اپنے مستقبل سے مایوس ہے۔''

''تمہارا شکریہ لوسی...... کاش! میں اُس لڑکی کو اُس کے بھائی تک پہنچا سکوں۔'' میں نے

کہا اور لوسی ہمدردی سے مجھے دیکھنے لگی۔

رات کو میں اپنی مہم پر نکل گیا۔ اپنے پروگرام کے تحت آج میں ڈیوک کو چونکانا چاہتا تھا۔ اگر میں چاہتا تو لوسی کی مدد سے ویرا کو لے کر یہاں سے نکل سکتا تھا۔ ظاہر ہے، جو کام مجھے کرنا تھا، وہ اگر خاموشی سے ہو جاتا تو میرے حق میں ہی بہتر تھا۔ لیکن مقصد تو صرف ویرا کو اُس جزیرے سے آزاد کر کے لے جانے کا نہیں تھا۔

آلڈرے کو شکست دینے کے بعد میرے ذہن میں بہت سے خیالات آنے لگے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ آخر ڈیوک بھی تو ایک تنہا انسان ہے جس نے اتنا لمبا چکر پھیلا رکھا ہے۔ لوگ اُس کے نام سے خوفزدہ ہیں۔ پھر میں اُس سے کس طرح کم ہوں؟ کیا ہوا، اگر میں اُس کے مقابلے میں ابھی تک کوئی گروہ نہیں بنا سکا؟ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے...... میری ذہنی صلاحیتیں کسی طرح ڈیوک سے کم نہ تھیں۔ میں خود بھی اُس سے نمٹ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے پروگرام کے تحت رات کو اُس وقت جب گہری تاریکی چھا گئی تو باہر نکل آیا۔ آج جو کام کرنا تھا، اُس میں کوئی خاص کاریگری نہیں تھی۔ بلکہ صرف خوف و دہشت پھیلانا مقصود تھا۔ چنانچہ اس کے لئے کوئی تخصیص بے مقصد تھی۔

سب سے پہلے مجھے دو آدمی نظر آئے اور میں نے اُنہیں جیب میں رکھے ہوئے فاؤنٹین پین کی زہریلی سوئیوں کا نشانہ بنا دیا۔ اس کے بعد میں جزیرے کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا۔ جتنے افراد مجھے نظر آئے، میں نے اُنہیں مختلف طریقوں سے مار بھگایا۔ کسی کو پستول کی گولی سے ہلاک کیا، کسی کو زہریلی سوئیوں سے۔ بہرصورت! اُس رات میں نے جزیرے پر ہنگامہ مچا دیا تھا۔ تب میں نے ایک تحریر لکھ کر ایک مُردہ شخص کی پیشانی پر چسپاں کر دی۔

اُس میں ڈیوک کے لئے لکھا گیا تھا کہ چونکہ اُس نے مجھے چیلنج کیا ہے اور وہ آلڈرے کا حشر دیکھ چکا ہے اس لئے میں اُس کا چیلنج قبول کرتے ہوئے جزیرے پر پہنچ گیا ہوں۔ اور یہ تحریر، میری آمد کا اعلان ہے۔ اس کے بعد میں جزیرے کے مختلف حصوں میں گشت کرتا رہا اور ڈیوک کے بارے میں سوچتا رہا۔

یہ انداز ڈرامائی تھا اور بظاہر اس سے کوئی خاص مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن میری فطرت کو اس ہنگامہ خیزی سے تسکین مل رہی تھی۔ اور میں ہر قیمت پر اپنی فطرت کی تسکین چاہتا تھا۔ چنانچہ میرے اندازے کے مطابق اُس رات ستائیس افراد موت کا شکار ہوئے تھے۔ میں نے اُن کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کون ہیں؟ بس! مقصد

ڈیوک کو اپنے بارے میں بتانا تھا۔

اور پھر دوسرے دن کی ہنگامہ خیزی قابلِ دید تھی۔ پورے جزیرے کی زندگی معطل ہو گئی تھی۔ ہر کام بند ہو گیا تھا۔ جگہ جگہ لوگوں کی ٹولیاں نظر آ رہی تھیں جو چہ میگوئیاں کر رہی تھیں۔ میں نے لوسی سے حیرانی کا اظہار کیا۔

"نہ جانے کیا بات ہے؟ میں معلوم کر کے آتی ہوں۔" لوسی نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس آئی تھی۔ "بڑی عجیب خبریں ہی بینڈرک!" اُس نے کہا۔

"کیا لوسی......؟"

"مسٹر آلڈرے کے بارے میں تو تم نے سنا ہی ہو گا۔ اُس کی کسی شخص سے چل گئی تھی اور اُس شخص یا گروہ نے مسٹر آلڈرے کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ میں اُسی شخص کی بات کر رہی ہوں جس نے ڈیوک کی لانچ تباہ کی تھی۔ پچھلی رات وہ کسی طرح جزیرے پر آ گیا ہے اور اس ایک رات میں اُس نے بے پناہ تباہی پھیلائی ہے۔ اُس نے بے شمار افراد کو قتل کر دیا ہے۔"

"اوہ...... اُن سے اُس کی کیا دشمنی تھی؟"

"کچھ نہیں......صرف اُس نے اپنی آمد کا اعلان کیا ہے؟"

"لیکن وہ جزیرے پر کس طرح آیا......؟"

"تحقیقات ہو رہی ہیں۔ رات کے کسی حصے میں وہ کسی پراسرار ذریعے سے جزیرے پر آیا ہے۔ لیکن جزیرے پر پوشیدہ رہنا سخت مشکل ہے۔ بہت جلد اُسے تلاش کر لیا جائے گا۔ لوسی نے بتایا اور میں ایک گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔

☆......☆......☆

لوسی کن دیر تک مجھے تشویشناک نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''ڈیوک البرٹ ایک خوفناک عفریت ہے۔ جسے تباہ کرنے کے لئے بھی لاکھوں انسانوں کی زندگیاں قربان کرنا پڑیں گی۔ یہ بات تم بھی جانتے ہو بینڈرک! اور میں بھی...... تم نے اُس سے بغاوت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اور میں نے بھی تم سے اعانت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اجازت دو تو میں تمہیں اپنی ذہنی کیفیت بتاؤں......؟''

''ضرور لوسی......!'' میں نے جواب دیا۔

''میں اسے ایک طفلانہ حرکت سمجھتی ہوں۔ ایک ایسی حرکت جس کا کوئی مقصد نہیں نکلتا۔ لیکن ڈیئر بینڈرک! میں تمہیں مایوس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں خود بھی اس زندگی سے خوش نہیں ہوں۔ کیا ہم زندوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں؟ کیا ہمارا رُواں رُواں اُس کا غلام نہیں ہے؟ کیا زندگی اسی کو کہتے ہیں......؟ میں جانتی ہوں بینڈرک! کہ تمہارا ضمیر بھی جاگ اُٹھا ہے۔ اور اس دور میں ان دونوں میں سے صرف ایک چیز زندہ رہ سکتی ہے۔ ضمیر یا انسان خود...... اگر وہ ضمیر کی زندگی کے ساتھ اپنی بھی زندگی کا خواہاں ہو تو اسے حماقت ہی کہا جا سکتا ہے۔ میں اَب اپنے ضمیر کو زندگی دینا چاہتی ہوں۔ اس لئے تمہارے ساتھ شریک ہو کر میں نے اپنی موت کو پکار لیا ہے۔ مجھے بزدل مت سمجھنا بینڈرک! تم دیکھو گے، میں کسی موڑ پر تمہیں پشت نہیں دکھاؤں گی۔ لیکن جو انجام ہے، میں نے اُس کی نشاندہی کر دی ہے۔''

''ہو سکتا ہے، تمہارا خیال درست ہو لوسی!'' میں نے کہا۔

''لیکن اِن دنوں ڈیوک کے ستارے واقعی گردش میں آ گئے ہیں۔ اُس کے غرور کو ناقابل فراموش زک پہنچی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا......''

''میں اُسی شخص کی بات کر رہی ہوں بینڈرک! جس نے آلڈرے کو فنا کر دیا۔ جس نے ڈیوک کی لانچ تباہ کر دی اور ڈیوک، جس کو غرور تھا کہ اُس کے اشارے کے بغیر پرندے بھی

ں کے جزیرے کی فضا میں پرواز نہیں کر سکتے، اَب وہ اپنے کانوں سے سن رہا ہے کہ اُس کا [illegible] اُس کے جزیرے پر پہنچ گیا ہے۔ بینڈرک! کیا تم اُس عظیم جیالے کو خراجِ تحسین نہ پیش کرو گے جو بلاشبہ بہت بڑے دل کا مالک ہے۔ اگر وہ چاہتا تو خاموشی سے اپنا کام کر سکتا [illegible] لیکن اُس نے ڈیوک کو اپنی آمد کی اطلاع بھی دے دی۔''

''ہاں لوسی! بے شک، وہ دلیر ہے۔ لیکن کیا یہ انداز ڈرامائی نہیں ہے؟'' میں نے اُسے [illegible]ے دیکھتا ہوئے کہا۔

''بے شک ہے۔ لیکن تم اُس کی کارکردگی تو دیکھو! اُس نے ڈرامائی انداز ضرور اختیار کیا ہے۔ لیکن کارکردگی بھی دکھائی ہے۔ اُس تنہا آدمی نے ڈیوک کے پورے جزیرے پر سنسنی پھیلا دی ہے۔''

''کیا تمہارے خیال میں وہ ڈیوک کے شکاری کتوں سے بچ سکتا ہے؟''

''میں نہیں کہہ سکتی۔ لیکن بہرحال! وہ نڈر ہے۔ مارا جائے گا تو دُکھ ہوگا۔''

''میں دیکھ رہا ہوں لوسی! تم بھی اُس سے خاصی برگشتہ ہو گئی ہو۔''

''برگشتہ بہت معمولی لفظ ہے بینڈرک! میں اُس سے بے پناہ نفرت کرتی تھی۔ لیکن اس کے اظہار کے لئے زبان مجھے تم نے دی ہے۔ ورنہ شاید میں یہ الفاظ کبھی ادا نہ کر سکتی۔''

''اوہ، لوسی ڈیئر! اس کے باوجود خود کو کنٹرول میں رکھو۔ اگر یہ زبان کسی اور کے سامنے بےلگام ہو گئی تو دونوں مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔''

''اب اتنی احمق بھی نہیں ہوں۔'' لوسی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔

تلاش پورا دن جاری رہی۔ اور پھر ساری رات جزیرے کی رونق قابل دید تھی۔ رات کو پورے جزیرے پر روشنیاں گل نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن اگر یہ رات خاموشی سے گزر جاتی تو [illegible]رہ ہی کیا تھا؟ چنانچہ رات کے ابتدائی حصے میں، میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔

''اوہ...... بینڈرک! کیا آج رات بھی باہر جاؤ گے؟''

''ہاں...... کیوں لوسی......؟''

''آج نہ جاؤ۔ پورے جزیرے پر اُس کی تلاش جاری ہے۔ کہیں تم اس حیثیت سے اُن نگاہوں میں نہ آ جاؤ۔''

''نہیں آؤں گا لوسی! بےفکر رہو۔ میں تھوڑی سی آوارہ گردی کے بعد واپس آ جاؤں گا۔ باہر نہ نکلا تو اُکتاہٹ کا شکار ہو جاؤں گا۔'' لوسی خاموش ہو گئی۔

لیکن اس تھوڑی دیر کی آوارہ گردی میں ہی میں نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ حالات کچھ بھی ہوں، کوئی رات خالی نہیں جانی چاہئے۔ ویرا کے بارے میں مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ خیریت سے ہے۔ چنانچہ اَب مجھے اُس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔

اُس رات میں نے مسٹر ڈوڈی کی ایجاد کی ہوئی سوئیوں سے ہی فائدہ اُٹھایا تھا۔ یہ بے آواز شکاری نہایت مؤثر ثابت ہوئے تھے۔ تقریباً نو افراد اُن سوئیوں کا شکار ہو گئے تھے اور موقع پا کر اُن میں سے ایک کے کوٹ پر میں نے اپنا تحریر شدہ کاغذ پن کر دیا تا کہ اُنہیں میرے بارے میں علم ہو جائے۔ اور پھر ایک گھنٹے کے اندر اندر میں واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔

لوسی جاگ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ آج اُس کی آنکھوں میں کچھ انوکھے تاثرات تھے۔ اُس کے چہرے پر ایک عجیب سی شگفتگی چھائی ہوئی تھی۔ میں پہنچا تو وہ نڈھال سے لہجے میں بولی۔

''بہت جلد آ گئے بینڈرک!''

''ہاں! میں تم سے وعدہ کر چکا تھا لوسی! کہ جلد آؤں گا۔''

''کیا حالات ہیں باہر کے؟''

''بس...... اچھے نہیں ہیں۔ چپے چپے پر اُس شخص کی تلاش جاری ہے۔ لیکن واقعی اُس نے تو البرٹو میں تہلکہ مچا دیا ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ ڈیوک البرٹ کے لئے یہ پہلا سنسنی خیز تجربہ ہے۔''

''لیکن مجھے افسوس ہے کہ ایسا دلیر شخص بالآخر ڈیوک کے ہاتھوں مارا جائے گا۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' لوسی نے کہا۔ اور پھر مخمور لہجے میں بولی۔

''آؤ...... چلتے ہیں۔ اَب نیند آ رہی ہے۔''

''اوہو...... لوسی! کیا تم اُس دلیر شخص کے بارے میں گفتگو کرنا پسند نہ کرو گی؟''

''نہیں...... اس وقت کچھ نہیں۔ میں بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' لوسی نے جواب دیا۔

اور میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آج حالات کچھ زیادہ بہتر معلوم نہیں ہوتے۔ چند

ساعت سوچتا رہا۔ پھر وہی احساس، ذہن میں اُبھر آیا کہ یہ لڑکی کسی دوسرے انسان کی حیثیت سے مجھے چاہ رہی ہے۔ اور جب اُسے اِس بات کا احساس ہو گا کہ میں، وہ نہیں ہوں تو نجانے اُس کی ذہنی کیفیت کیا ہو؟ چنانچہ میں اُسے دھوکہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ میں اُس کے ساتھ بیڈ رُوم تک تو آ گیا لیکن اندر پہنچ کر میں نے کہا۔

''بیٹھو لوسی! غالباً تم میرا انتظار کر رہی تھیں۔''

''ہاں......!''

''میرا خیال تھا، تمہیں سو جانا چاہئے تھا۔ ممکن ہے، دیر ہو جاتی۔''

''بس...... نیند نہیں آ رہی تھی۔ ہاں! تو تم میرا خیال ہے، اس موضوع کو زیادہ پسند کر رہے تھے۔''

''ہاں لوسی! میں اُس شخص سے بہت متاثر ہوں۔ اور سچ جانو! میں اُس کی تلاش میں نکلا تھا۔ اگر وہ مجھے مل جائے تو شاید میں اُس کی مدد کرنے پر بھی آمادہ ہو جاؤں۔''

''اوہو، بینڈرک! تم ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو۔'' لوسی اَب اعتدال پر آنے لگی تھی۔ اُس کے انداز میں خوف پیدا ہو گیا تھا۔

''میں سمجھا نہیں لوسی؟''

''میری مراد یہ ہے کہ البرٹ کے خلاف اگر تم کچھ کرو تو بہر صورت! تمہیں اس کے لئے اس قدر محتاط رہنا پڑے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ یہ کھیل جو تم نے کھیلا ہے، میرا مطلب اس ڈرامے سے ہے، جو تم نے زخمی ہونے کے سلسلہ میں کیا ہے۔ اور اگر اس کی اطلاع بھی ڈیوک کو کسی طرح مل گئی تو شاید وہ بہت سخت اقدامات کرے تمہارے خلاف۔ کیونکہ بہر صورت! اُسے یہ احساس تو ہو جائے گا کہ تم نے اُس سے فریب کیا ہے۔''

''ہاں...... یقیناً! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ان حالات میں تمہیں اس انداز میں نہیں سوچنا چاہئے۔ وہ شخص جو کچھ کر رہا ہے، اُسے تم اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ تم اپنے طور پر، بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ فی الحال تم معطل ہو جاؤ۔ اور یہ دیکھو! کہ وہ ڈیوک کے خلاف کیا کچھ کر لیتا ہے۔''

''ہوں......!'' میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ اس وقت اس گفتگو سے مقصد یہی تھا کہ لوسی کی توجہ ان خیالات سے ہٹائی جائے جس نے اُس کی آنکھوں میں خمار پیدا کر دیا ہے۔ اور میں اس میں کسی حد تک کامیاب رہا۔ تب میں نے کہا۔ ''لوسی ڈارلنگ! کیا تم

مجھے ایک کپ کافی نہیں پلواؤ گی؟''

''کافی......اس وقت؟''

''ہاں......اگر تم تکلیف محسوس کرو تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ میں تمہیں بہت تکلیف دے رہا ہوں۔''

''فضول باتیں نہ کرو بینڈرک! ایسی بھی کیا بات ہے؟ میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔'' لوسی نے کہا اور باہر چلی گئی۔

تب میں نے گہری سانس لی اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد میں دوبارہ اپنی حیثیت میں آ گیا۔ اور جب لوسی، کافی کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی تو میں ایک زخمی کی حیثیت سے لیٹا ہوا تھا۔ لوسی کی آنکھوں کے چراغ بجھ گئے۔ اُس نے سوچا تھا کہ میں یہ رات اسی انداز میں گزاروں گا۔ اور وہ میرے کچھ اور نزدیک آ جائے گی۔

لیکن ظاہر ہے، اَب میں جس پوزیشن میں آ گیا تھا، اس میں لوسی کے لئے پیار و محبت کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ چنانچہ اُس نے خود کو بھی سنبھالنے کی کوشش کی اور کافی کی دو پیالیاں بنا کر ایک میرے سامنے رکھ دی۔ ہم کافی پیتے رہے اور ہماری گفتگو کا موضوع وہی شخص رہا جو ڈیوک کے جزیرے میں گھس آیا تھا۔ دیر تک لوسی میرے پاس بیٹھی رہی۔ میں جانتا تھا کہ جو گفتگو بھی میں اُس سے کر رہا ہوں، وہ اُس کے لئے قطعی غیر دلچسپ ہے۔ اُس کا ذہن کہیں اور ہے۔ پھر جب اُسے احساس ہوا کہ وہ بے مقصد نیند خراب کر رہی ہے تو وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''اَب میں چلوں گی ڈارلنگ! مجھے نیند آ رہی ہے۔''

''او کے ڈیئر! صبح ملاقات ہو گی۔'' میں نے جواب دیا اور وہ چلی گئی۔ لیکن اُس کے جانے کے بعد میں دیر تک سوچتا رہا۔ جزیرے پر جو کام ہو رہا تھا، وہ تو پوری طرح تسلی بخش تھا۔ لیکن لوسی کے ساتھ معاملات بگڑتے جا رہے تھے۔ لوسی جس موڈ میں تھی، میں اُسے اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ لیکن بس! ایک احساس تھا جو مجھے روکے ہوئے تھے۔ لیکن یہ احساس کہیں مجھے ڈبو نہ دے......عورت بڑی عجیب و غریب شے ہے۔ اگر میں نے اُسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تو پریشان بھی ہو سکتا ہوں۔ حالانکہ یہاں لوسی میری جیت تھی۔ اُس سے بگاڑ کر میں سخت مصیبت میں گرفتار ہو سکتا تھا۔

دوسری صبح لوسی نے ہی مجھے جگایا تھا۔ وہ بہت پرجوش نظر آ رہی تھی۔ ''اوہ، بینڈرک!

ٹھو بینڈرک......!'' میں نے آنکھیں کھول کر لوسی کو دیکھا۔ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ اہا نہا کر آئی تھی۔ بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ''اُٹھو بینڈرک!'' اُس نے ستور پرجوش لہجے میں کہا اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ اُس کے پرجوش انداز سے ں متاثر نہیں ہوا تھا۔ لوسی چونک پڑی۔ اُس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اور پھر سی قدر سست لہجے میں بولی۔ ''اُٹھو گے نہیں بینڈرک؟''

''نہیں......!'' میں نے جواب دیا۔ میرے ہاتھ اسی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ تب وہ گے بڑھی اور جھجکتی ہوئی میرے بازوؤں میں آ گئی۔ میں نے اُسے بھینچ لیا۔

''شاید تم ابھی تک نیند کی جھونک میں ہو۔'' اُس نے کسی قدر طنزیہ لہجے میں کہا۔

''کیوں لوسی......؟''

''بس! تم جاگتے میں زیادہ محتاط ہوتے ہو۔'' اُس کے انداز میں شکایت پیدا ہو گئی۔

''یہ بات نہیں ہے ڈارلنگ! میں تمہاری شکایت محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن لوسی! تم میرے ذبات کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ لوسی! میں تمہاری شرافت سے ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتا۔ اگر یں بھی ان ہی جذبات کا اظہار کروں، جن کے تحت دوسروں نے تم میں دلچسپی لی ہے تو شاید م میرے بارے میں بھی اسی انداز میں سوچو جس طرح دوسروں کے بارے میں سوچتی ہو۔''

لوسی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ ''لیکن میں تو تمہیں چاہتی ہوں......''

''میں اگر تمہیں نہ چاہتا لوسی! تو تم پر منکشف نہ ہوتا۔''

''اوہ ڈیئر......ڈیئر بینڈرک! تم نے یہاں تک میری اوقات بڑھا دی ہے۔ تم نے مجھے یرے وجود کا احساس دلا دیا ہے۔ اگر تم اس جذبے کے تحت مجھ سے دُور رہتے ہو تو میں تم ے کبھی شکایت نہیں کروں گی۔ میں تمہاری نگاہوں میں اس قدر اہمیت رکھتی ہوں۔'' اُس کے چہرے پر خوشی کے رنگ بکھر گئے اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ بیچاری عورت......

لوسی نے میری آنکھوں کو چوما اور بولی۔ ''جانتے ہو، تمہاری رات کی بے اعتنائی سے میں نے کیا سوچا تھا......؟''

''کیا سوچا تھا لوسی......؟''

''میں سوچ رہی تھی کہ تم صرف اس لئے مجھ سے منسلک ہو کہ میں تمہارے کام آ رہی ں۔ ذہنی طور پر تم مجھ سے متفق نہیں ہو۔ دراصل میں سوچتی ہوں کہ تمہارے ذہن میں یہ ات ہے کہ میرا کردار کوئی ٹھوس حیثیت نہیں رکھتا کہ تم مجھے اپنی محبت بناؤ۔''

''اوہ...... نہیں لوسی! نہیں۔ مجبوریاں بعض اوقات انسان کو نجانے کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں۔ میں بھی تو مجبور ہوں۔ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا؟ خود میرا کردار کون سا اچھا رہا ہے؟ کیا میں ڈیوک کے احکامات کی تعمیل میں ہر قسم کے جائز اور ناجائز کام نہیں کرتا رہا؟ اگر میں اس کے احکامات کی پابندی بھی اسی انداز میں کرتا رہا ہوں تو پھر مجھ میں اور تم میں کیا فرق ہے؟''

''یہ تمہاری عظمت ہے بینڈرک! ورنہ...... بہرصورت! چھوڑو اِن باتوں کو۔'' لوسی نے میرے سینے پر منہ رگڑتے ہوئے کہا۔ ''ارے ہاں...... وہ چونک کر بولی۔ میں، تمہیں جو بات سنانے آئی تھی، وہ تو بھول ہی گئی۔''

''کیا لوسی ڈیئر......؟'' میں نے پوچھا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ پورے جزیرے پر کل رت جگا رہا ہے؟''

''کیوں......؟''

''بس! تمام لوگ اپنے طور پر جزیرے کے چپے چپے پر اُسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ لیکن جانتے ہو، اُس نے کیا، کیا؟''

''کیا......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ رات کو پھر اپنا کام کر کے نکل گیا۔''

''کیا مطلب......؟''

''پورے نو آدمی ہلاک کئے ہیں اُس نے...... اور یقین کرو! بینڈرک! کہ سب متعجب ہیں۔''

''مگر اُس نے کیا، کیا......؟''

''کچھ نہیں معلوم۔ بس! نو آدمی مُردہ پائے گئے ہیں۔ اُن کے جسم گل سڑ گئے تھے۔''

''گل سڑ گئے تھے......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں......!'' اُس نے جواب دیا۔

''طریقہ ہلاکت کیا تھا؟''

''طریقہ ہلاکت ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ کوئی بہت ہی پراسرار سلسلہ ہے۔''

''لیکن یہ کیسے پتہ چلا کہ اُن کی ہلاکت میں اُسی شخص کا ہاتھ ہے؟ ظاہر ہے، اُس نے اُنہیں گولی نہیں ماری، کسی خنجر وغیرہ سے قتل نہیں کیا۔ اور اگر وہ پراسرار طور پر ہلاک ہو گئے

ہیں تو اس کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔''

''نہیں ڈیئر......! یہی تو دلچسپ بات ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''اُس نے ایک شخص کے کوٹ پر ایک پرزہ پن کیا ہوا تھا۔ جس میں اُس نے اعلان کیا تھا کہ یہ سب کچھ اُسی نے کیا ہے۔''

''خدا کی پناہ!'' میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ وہ بہت ہی خوفناک شخصیت کا مالک ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اُس نے ڈیوک کو چوہا بنا کر رکھ دیا ہے۔''

''ہاں بینڈرک! ہم یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن درحقیقت اس وقت ڈیوک کی ساری شخصیت خاک میں مل کر رہ گئی ہے۔''

''بہرصورت! یہ واقعی عجیب و غریب خبر ہے۔'' میں نے کہا اور لوسی گردن ہلانے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا۔ ''اچھا! میں تمہارے لئے ناشتہ وغیرہ تیار کر کے لاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وُہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

لوسی گن، بالکل ٹھیک جا رہی تھی۔ اُس کی جانب سے کوئی اُلجھن میرے ذہن میں نہیں تھی۔ لیکن اَب میں سوچ رہا تھا کہ یہ تباہی میں کب تک پھیلاؤں گا؟ ڈیوک کے پورے جزیرے پر میں نے سنسنی پھیلا دی تھی۔ اُس پر اس کارروائی کا کیا ردِعمل ہے؟ اس بارے میں تو مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن بہرحال! جزیرے پر جو کارروائی ہو رہی تھی، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ڈیوک خاصا متفکر ہے۔ اور اُسے متفکر ہونا ہی چاہئے تھا۔ اُس کے آدمی بے تحاشہ قتل کئے جا رہے تھے۔ اور ظاہر ہے، وہ اپنے آدمیوں کی یہ تباہی تو پسند نہیں کر سکتا تھا۔ اور یوں بھی اُس کے لوگوں میں بددلی پھیل سکتی تھی۔

حالانکہ وہ تمام تر تندہی سے مجھے تلاش کر رہے تھے۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ ابھی اُن کے لئے ایسا ممکن نہیں ہے۔ لیکن بہرصورت! میں ایک یا دو دن تک مزید یہ کارروائی جاری رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میرا کوئی مطالبہ، ڈیوک کی نگاہوں میں جانا ضروری تھا۔ تاکہ وہ ان پر عمل کرنے کے بارے میں سوچے۔ بلاوجہ لوگوں کو قتل کرنے سے کوئی خاص نتیجہ تو حاصل ہو نہیں رہا تھا۔

تیسری رات اور پھر چوتھی رات بھی میں نے نہایت چابک دستی سے قتل عام کیا اور

ڈیوک کے جزیرے پر مرنے والوں کی تعداد تقریباً ستر تک پہنچ گئی۔

ستر آدمی میں نے موت کے گھاٹ اُتار دیئے تھے۔ یوں بھی میں اس سے پہلے ڈیوک کے بہت سے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا۔ ڈیوک کے جزیرے پر سارا کام معطل ہو گیا تھا۔ چپے چپے پر ڈیوک کے آدمی چھاپے مار رہے تھے۔

تب اُس شام لوسی گن نے مجھے اطلاع دی کہ ڈیوک کا ایک باقاعدہ ریسرچ سیکشن سر جوڑ کر بیٹھ گیا ہے۔ ڈیوک خود بھی اس میٹنگ میں شریک ہے اور اُمید ہے کہ یہ ریسرچ سیکشن جلد ہی کوئی فیصلہ کر لے گا۔

''یہ ریسرچ سیکشن کیا ہوتا ہے......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ڈیوک کے ہر معاملے میں یہی سیکشن کام کرتا ہے۔ اس سیکشن کے لوگ، ڈیوک کے بعد سب سے اعلیٰ وارفع مانے جاتے ہیں۔ اور ڈیوک کی طرف سے جتنی کارروائیاں ہوتی ہیں، ریسرچ سیکشن ہی عمل میں لاتا ہے۔ ڈیوک کے کاروباری لوگوں پر اثر رکھنے کے لئے جو کچھ بھی کیا جاتا ہے، ان سب کے لئے یہی سیکشن کام کرتا ہے۔''

''اوہو......تو یہ سیکشن کیوں بیٹھا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''صرف اس لئے کہ اس بات پر غور کرے کہ وہ شخص کس طرح جزیرے پر آیا اور کہاں پوشیدہ ہے؟''

''ہوں......تو تمہارا کیا خیال ہے لوسی......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے لوسی سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، وہ شخص جلد ہی منظرِ عام پر آ جائے گا۔''

'کیا ریسرچ سیکشن بے حد ذہین لوگوں پر مشتمل ہے؟''

''ہاں......! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' لوسی نے پُر خیال انداز میں جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔

اُس معصوم سی لڑکی کو ابھی تک یہ شبہ نہیں تھا کہ جس کے بارے میں اتنے ہنگامے ہو رہے ہیں، وہ میں بھی ہو سکتا ہوں۔ وہ تو یہی سمجھ رہی تھی کہ میں بلاشبہ! ڈیوک سے باغی ہو گیا ہوں اور اس وجہ سے میں نے مکمل طور پر خاموشی اختیار کر لی ہے۔ اور انتظار کر رہا ہوں کہ حالات ٹھیک ہوں تو میں بھی میدانِ عمل میں آؤں۔

......اور اُس رات میں نے لکھا کہ میرا مطالبہ جو بھی ہو، منظور کیا جائے......اُس رات میں نے صرف تین آدمی قتل کئے تھے۔

اُن کے بارے میں، میں نے لکھا تھا کہ آج چونکہ میں اپنے مطالبے کی بات پیش کر رہا ہوں۔ اس لئے زیادہ لوگوں کو قتل نہیں کر رہا۔ لیکن اگر اس مطالبے کا خاطر خواہ اعلان نہ ہوا تو اس کے بعد آنے والی کل کی رات، قیامت کی رات ثابت ہو گی۔

میں نے اپنا یہ مطالبہ لکھ کر ایک مُردہ شخص کے کوٹ پر پن کر دیا۔ اور اس کے بعد صرف جواب کا انتظار تھا۔ میں نے اپنے مطالبے میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایک لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اعلان کیا جائے کہ میرا مطالبہ منظور کیا جا سکتا ہے۔

تب میں نے اپنے مطالبے کا خاطر خواہ جواب پایا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس جواب کا پس منظر کیا ہے؟ لیکن اُس روز لاؤڈ سپیکر پر جنگلوں میں، پہاڑوں میں اور شہری آبادی میں یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ وہ شخص اپنا مطالبہ دُہرائے جو یہاں مجرمانہ کارروائیاں کر رہا ہے۔ ڈیوک اس پر ہمدردی سے غور کریں گے۔ یہ اعلان بار بار ہوتا رہا۔ درحقیقت! مجھے اس کی بہت خوشی تھی۔

لوسی گن اس اعلان پر بہت متحیر تھی۔ وہ حیرانی سے گردن ہلا رہی تھی۔ تب اُس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ ''میں قیامت تک یقین نہیں کر سکتی بینڈرک......! قیامت تک یقین نہیں کر سکتی کہ ڈیوک اتنا نرم ہو گیا ہے۔ وہ تو اپنے آدمیوں کو بھی قتل کرا دے گا۔ وہ ایک ایک کی ہلاکت قبول کر لے گا۔ لیکن کسی سے شکست تسلیم کر لینا ڈیوک کی عادت نہیں ہے۔''

''کیا تمہیں یقین ہے لوسی......؟''

''ہاں بینڈرک! ڈیوک نے، جو کچھ کہا ہے، اس میں فریب بھی ہو سکتا ہے۔'' لوسی نے کہا۔

''ہاں......اس بات کے امکانات ہیں لوسی! لیکن کیا وہ شخص فریب میں آ جائے گا؟ اور وہ فریب جو کسی قسم کا ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ قتل عام سے باز آ جائے۔ ظاہر ہے، ڈیوک اگر یہ اعلان نہ کراتا تو آج کی رات پھر وہ شخص قتل عام کرتا۔ اس بات کا اندازہ تو ڈیوک کو بھی ہو چکا ہے کہ بہرصورت! وہ اتنا پھرتیلا شخص ہے کہ ڈیوک کے آدمی دن رات جاگنے کے باوجود، اُس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکے۔''

''ہاں......لیکن امکان اسی بات کا ہے کہ ڈیوک نے یہ اعلان کر کے اُسے مزید قتل کرنے سے روکا ہے۔ تاکہ اُس کے پلاننگ سیکشن کو موقع مل جائے۔''

''ممکن ہے......!'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

......اور یہ پلاننگ سیکشن واقعی ذہین لوگوں پر مشتمل تھا۔ اعلان ہوئے ابھی صرف چھ گھنٹے گزرے تھے۔ اور میں نے سوچا تھا کہ آج رات ویرا کے بارے میں اعلان کر دُوں۔ میں لکھوں گا کہ ویرا کو پیرس پہنچا دیا جائے۔ اُسے اُس کے وطن جانے کی سہولت مہیا کی جائے۔ اور اُس کے مفادات کوملحوظ رکھا جائے۔ کینڈی فلپ کو یہاں سے ہٹا لیا جائے۔

لیکن یہ سوچ صرف سوچ تھی۔ ٹھیک چھ گھنٹے کے بعد جبکہ لوسی گن، کچن میں کام کر رہی تھی، میں نے کچھ آوازیں سنیں اور چونک پڑا۔ اُن آوازوں میں لوسی کی آواز بھی تھی۔ میں چونکہ سخت زخمی کی حیثیت سے لیٹا ہوا تھا اس لئے میں نے صورتِ حال جاننے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد دروازہ کھلا اور تقریباً آٹھ آدمی کمرے میں گھس آئے...... سب کے سب تندرست وتوانا تھے اور پھرتیلے معلوم ہو رہے تھے۔

''بات یہ ہے مسٹر بینڈرک! کہ ریسرچ سیکشن نے چند لوگوں کے نام پیش کئے ہیں، جن پر شک وشبہ کیا جا سکتا ہے۔'' اُن میں سے ایک نے کہا۔

''کیسا شبہ......؟'' میں نے پوچھا۔

''اوہ، ٹارک......! کیا یہ تفصیل بتانا ضروری ہے؟'' دوسرے نے اعتراض کیا۔

''مسٹر بینڈرک ایک نمایاں عہدے پر کام کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے انہیں یہ بتانا ضروری خیال کیا تھا۔''

''کوئی ضرورت نہیں۔ بس، مسٹر بینڈرک! یوں سمجھ لیں کہ ڈیوک نے آپ کو بھی طلب کیا ہے۔ چند دوسرے لوگ بھی ہیں۔ جو اَب سے چند منٹ کے بعد ڈیوک کے سامنے پیش ہوں گے۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں...... لیکن میری حالت......؟'' میں نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ ''میں تو اُٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔''

''میں ایمبولینس لایا ہوں...... آپ جانتے ہیں کہ ڈیوک نے طلب کیا ہے۔'' اُس شخص نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''یقیناً میں انکار نہیں کر سکتا۔'' میں نے جواب دیا۔ اور اُس شخص نے دوسروں کو اشارہ کیا۔ لوسی سب سے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ بلاشبہ! صورتِ حال خطرناک ہوگئی تھی۔ لیکن میں پر سکون تھا۔ ان حالات سے نمٹنے کے لئے سکون ضروری تھا۔

ہٹ پیلس کی تربیت میں مجھے بتایا گیا تھا کہ اس زندگی میں پچھتر فیصد مار کھانے کے چانس تے ہیں اور پچیس فیصد مارنے کے۔ اس لئے خود کو کبھی دوسرے کی گرفت سے دُور نہ بھو۔ ہاں! جب آزاد ہو تو اتنا کر لو کہ کچھ کرنے کی حسرت باقی نہ رہ جائے۔

تھوڑی دیر بعد سٹریچر آ گیا۔ وہ شخص جو غلطی سے میرے سامنے تشریح کرنے کھڑا ہو گیا ا، بہر حال! کچھ کام کی باتیں بتا گیا تھا۔ مثلاً معاملہ اُسی ریسرچ کمیٹی کا ہے۔ اور اُسے مجھ ہی شبہ ہے۔ گویا یقین نہیں ہے۔ اَب بچنے کے لئے پہلی کوشش یہ ہو سکتی تھی کہ میں جو کچھ ہوں، اُسے ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دُوں۔ مسٹر ڈوڈی کے دیئے ہوئے فیہ ہتھیار اس وقت میرے پاس نہیں تھے۔ لیکن وہ اسی کمرے میں پوشیدہ تھے۔ اگر اُس کی تلاشی لی جاتی تو اُنہیں حاصل کیا جا سکتا تھا۔

بہر حال! اَب تو جو ہونا ہے، ہو گا۔ میں نے سوچا اور مطمئن ہو گیا۔ مجھے نہایت احتیاط ے سٹریچر پر ڈالا گیا اور میں کراہا بھی تھا۔ لیکن میرے ہمدرد، مجھے لے کر چل پڑے۔ اور پھر ابمولینس نے ایک مختصر سفر کیا اور کسی عمارت میں داخل ہو گئی۔ میں چونکہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے حتمی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم وہ ڈیوک کی رہائش گاہ کے علاوہ اور کون سی جگہ ہو سکتی تھی؟

پھر سٹریچر اُتارا گیا اور مجھے لا کر ایک بیڈ پر لٹا دیا گیا۔ یہاں کئی افراد موجود تھے۔ میرے چہرے سے تکلیف کا احساس بہت نمایاں تھا۔ چند نگاہوں میں، میں نے ہمدردی کے آثار بھی دیکھے تھے۔ مجھے لانے والے چلے گئے تھے۔ اور پھر دوسرے لوگ بھی اس کمرے سے باہر چلے گئے۔ میں تنہا رہ گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ بھی بند نہیں کیا گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں سے فرار ہو جاؤں۔ کہیں میرا راز نہ کھل جائے۔ لیکن نہ جانے کیوں میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہو گیا۔ دیکھنا چاہئے، کیا ہوتا ہے؟ جب تک موت سامنے نہ آ جائے، اُس وقت تک اُس کا خوف مناسب نہیں ہوتا۔

چنانچہ میں اُسی جگہ، اُسی انداز میں لیٹا رہا۔ پھر دروازے پر آہٹ سنائی دی اور میں نے گردن گھمائی۔ یہ میرا وہی ہمدرد تھا جسے میں نے تھوڑی دیر قبل دیکھا تھا۔ ''ہیلو بنڈرک......!'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہیلو......!'' میں نے نڈھال آواز میں جواب دیا۔

''کیسی طبیعت ہے......؟''

''ٹھیک نہیں ہوں۔'' میں نے کہا۔ ویسے میں سوچ رہا تھا کہ یہ بینڈرک کا کوئی شناسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

''تمہیں تو ناحق ہی تکلیف دی گئی ہے۔'' وہ میرے نزدیک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

''میں نہیں جانتا، یہ چکر کیا ہے؟''

''تم زخمی پڑے ہو، تم کیسے جانو گے؟''

''کیا قصہ ہے......؟ مجھے بتاؤ!''

''یار! بہت بڑی گڑبڑ ہے۔ وہی شخص یہاں جزیرے پر پہنچ گیا ہے، جس نے لانچ تباہ کی تھی اور آلڈرے کو پھونک دیا تھا۔''

''اوہ......!'' میں نے بھی خوف زدہ لہجہ اختیار کیا۔

''یہاں آکر بھی اُس نے تباہی پھیلا دی۔''

''کیا مطلب......؟''

''ستر آدمیوں کو قتل کر چکا ہے۔ بالکل وحشی درندہ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے انسانوں کی اُس کی نگاہ میں کوئی وقعت ہی نہ ہو۔ تمہیں یاد ہے کہ اُس نے آلڈرے کے کتنے آدمیوں کو قتل کیا تھا؟ لانچ پر بھی بے شمار لوگ، موت کا شکار ہوئے۔ انسانوں کو مکھیوں کی طرح مار دینے والے کو تم کیا کہو گے بینڈرک؟ نہ جانے وہ کس قسم کا آدمی ہے؟''

''لیکن وہ جزیرے پر کیسے آ گیا؟ کیا جزیرے میں داخلہ اتنا ہی آسان ہے......؟''

''یہی تو چکر کی بات ہے۔ پلاننگ کمیٹی نے صرف ایک ہی فیصلہ کیا ہے۔''

''کیا......؟''

''اُس کا خیال ہے کہ وہ ہمارے ہی کسی آدمی کے میک۔ اَپ میں یہاں تک پہنچا ہے۔ چنانچہ پلاننگ کمیٹی کی سفارش پر پچھلے پندرہ روز کے اندر اندر پیرس جانے والے تمام لوگوں کو طلب کر لیا گیا ہے۔ اُن کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ ان سے پہلے کے لوگوں پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔''

''لیکن میری جو حالت ہے۔ میں تو حادثے کا شکار ہوا ہوں......!''

''ہاں......! لیکن کمیٹی نے کسی شخص کو نہیں چھوڑا۔'' اُس نے جواب دیا۔ اور پھر ایک دم خاموش ہو گیا۔ بہت سے لوگ پھر اندر آ گئے تھے۔

''چلو اُٹھاؤ......!'' اُن میں سے ایک نے سخت لہجے میں کہا اور چار افراد میرے سٹریچر کو اُٹھانے لگے۔ ایک بار پھر مجھے دوسری جگہ لے جایا گیا تھا۔ لیکن یہ مشینوں کا کمرہ تھا اور یہاں تقریباً چودہ آدمی کھڑے تھے۔ وہ سب تندرست و توانا تھے۔

میں نے گہری نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ ایک طرح سے ایکسرے رُوم معلوم ہو رہا تھا۔ یہاں ایک ڈاکٹر قسم کا آدمی بھی موجود تھا۔

ایک لمحے کے لئے میرے ذہن نے پھر مجھے آگاہ کیا۔ صورتِ حال بہتر نہیں ہے۔ کیا کھیل شروع کر دوں......؟ کھیل شروع کرنا مشکل نہیں تھا۔ اگر میں سٹریچر سے چھلانگ لگا کر اُس شخص کو دبوچ لوں جس کی کمر پر سٹین گن جھول رہی ہے تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ لیکن......لیکن اِس عمارت میں دس بارہ کو مار بھی لیا تو کیا ملے گا؟ جزیرے سے نکلنا بہرحال! آسان کام نہیں ہو گا۔ اور خاصی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ بہرحال! میں کسی اندھے اقدام کو پسند نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ میں خاموش پڑا رہا۔ دروازہ بند کر لیا گیا۔ تمام لوگ چاق و چوبند کھڑے تھے۔ پھر دوسرے لوگوں کو ایک ایک کر کے ایک مشین کے سامنے سے گزارا گیا۔ اُس مشین میں ایک بڑا شیشہ روشن تھا۔ چوتھے نمبر پر یہ سٹریچر بھی مشین کے ساتھ لے جایا گیا۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے......لیکن کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔

تھوڑی دیر بعد کام ختم ہو گیا اور وہی چاروں آدمی میرے سٹریچر کو باہر لے آئے۔ ''سوری ڈیئر بینڈرک! دوسرے لوگوں کی تو خیر کوئی بات نہیں۔ تمہیں بلاوجہ تکلیف دی گئی۔ لیکن ڈیوک کا مطمئن ہونا بھی ضروری تھا۔''

''لیکن اُن میں سے کون نکلا؟''

''کوئی نہیں۔ وہ بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال! اب کسی دوسرے نظریئے پر کام کرنا پڑے گا۔'' اُس شخص نے جواب دیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ لیکن اُس کے جواب سے بھی مطمئن نہیں ہوا۔ البتہ میں نے اُس سے مشینری کے بارے میں پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''بہتر یہی ہے کہ مجھے لوسی گن کے گھر پہنچا دیا جائے۔ وہ میری بہتر تیمارداری کر رہی ہے۔''

''خاصی خوبصورت ہے لوسی گن۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور اتنے ہی اچھے دل کی مالک بھی ہے۔''

''محبوبہ ہے تمہاری......؟''

''یہی سمجھ لو!''

''ٹھیک ہے، کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ ظاہر ہے، وہ ڈیوک کی پسند تو نہیں ہے جو تمہیں کسی قسم کے تردّد سے دوچار ہونا پڑے۔''

میں نے خاموشی اختیار کی اور تھوڑی دیر بعد مجھے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

''تم میری خواہش کا اظہار کر دینا۔ میں یہاں سخت اُلجھن محسوس کر رہا ہوں۔ ہاں! اگر ڈیوک کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو تو......''

''ٹھیک ہے، میں معلوم کر لیتا ہوں۔'' اُس شخص نے کہا جس کا نام ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہوا تھا۔ وہ چلا گیا۔ لیکن میرا ذہن ابھی تک صاف نہیں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ وہ مشین میرے ذہن میں چبھ رہی تھی۔

میں نے بستر پر کروٹ بدلی اور اچانک کلک کی آواز سنائی دی۔ بستر کے دونوں سائیڈ سے فولادی پٹیاں نکلیں اور میرے بدن کے گرد کس گئیں۔ چوڑی چوڑی پٹیاں کسی میکنزم سے منسلک تھیں اور اس برق رفتاری سے میرے دونوں طرف آ کر کس گئیں کہ میں ہل بھی نہیں سکا۔ نرم بستر میرے لئے پنجرہ بن گیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اَب کوئی غلط فہمی حماقت تھی۔ میرا راز کھل گیا ہے۔ میں نے کسی قسم کی جدوجہد نہیں کی۔

حالات اگر اِس نہج پر آ جائیں کہ جدوجہد کی گنجائش نہ رہے تو پھر آرام کرنا چاہئے...... میں نے سوچا اور محض ایک تماشائی بن گیا۔ موت کا کھیل تو اَب زندگی میں قدم قدم پر تھا۔ چنانچہ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔

چند ساعتیں اِس انداز میں گزر گئیں۔ اور پھر اچانک میرے بستر میں حرکت ہوئی۔ کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ جو کچھ ہوا تھا، سب مشینی عمل تھا۔ میری مسہری اَب سبک روی سے اپنی جگہ چھوڑ رہی تھی۔ اور پھر وہ ایک دیوار سے گزر گئی۔ دیوار کسی پردے کی طرح سرک گئی تھی۔ اور مسہری کا یہ سفر بھی خوب تھا۔ گو، لمحاتی تھا۔ لیکن بہرحال! بے شمار کیفیات کا حامل...... پھر میں ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا۔ نہایت شفاف ہال تھا۔ دیواروں میں روشنیاں نصب تھیں۔ سامنے دو بڑی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور اُن پر دو شاندار شخصیتیں براجمان تھیں۔ اعلیٰ قسم کے سوٹ میں ملبوس ایک وجیہہ شخص، جس کی عمر چالیس بیالیس سے زیادہ نہیں ہوگی۔

راز قامت، انتہائی متناسب جسم کا مالک۔ دوسری عورت تھی۔ جس کی عمر کافی تھی لیکن نہایت ش خدوخال، بے حد پُروقار چہرہ، بہت سادہ لباس تھا۔ جس میں وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔

دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ایک پُرسکون مسکراہٹ...... اور یہی سکون اُن کی ب صورت آنکھوں میں بھی تھا۔ تبھی اچانک فولادی پٹیاں میرے اُوپر سے ہٹ گئیں اور یں پھر اُسی پوزیشن میں آ گیا۔ لیکن میں نے اُٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اچانک ہی گدوں کے سپرنگ نے مجھے اُچھال دیا۔ کافی زور سے گرا تھا۔ چوٹ بھی لگی تھی۔ بیڈ واپس ایک دیوار سے گزر کر باہر چلا گیا اور دیوار پھر برابر ہوگئی۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ سارا میکنزم اس کرسی میں موجود ہے جس پر وہ شخص یا عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ بہرحال! میں خاموش زمین پر پڑا رہا۔

''کھڑے ہو جاؤ......!'' نرم لہجے میں کہا گیا۔ آواز مردانہ تھی۔ میں نے اُس حکم پر کوئی توجہ نہیں دی اور اُسی طرح پڑا رہا۔ ''جو کہا جا رہا ہے، وہی کرو۔ ورنہ نقصان کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔''

''میں...... میں زخمی ہوں۔'' میں نے بمشکل کہا۔

''ممکن ہے۔ لیکن میرے حکم کی تعمیل ہر حالت میں ہوتی ہے۔'' مرد کی آواز اَب بھی نرم تھی۔ نرم اور پُرسکون...... اُس میں ذرا بھی انتشار کا شائبہ نہیں تھا۔

''مم...... میں......'' میں ہکلایا۔

''نہیں...... یہ تمہاری اصل آواز نہیں ہے۔'' میری بات درمیان سے کاٹ دی گئی۔ ''چلو! اَب چوتھی بار نہیں کہوں گا۔''

میں نے ایک گہری سانس لی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بمشکل تمام متوازن رہا۔ اُن دونوں کے چہرے میں صاف دیکھ سکتا تھا۔ لیکن اَب اُن کی شکلیں دیکھ کر غصہ آنے لگا تھا۔ دونوں ُی سکون سے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اُن کے چہروں کو دیکھ رہا تھا اور وہ دونوں بھی براہِ راست میری آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

''میرا نام البرٹ ہے۔'' مرد نے تعارف کرایا۔ ''ڈیوک البرٹ...... اور یہ میری مادرِ مہربان ہیں۔ مادام سُوزیٹا مور گراہم ینگ۔ مور گراہم ینگ میرے نانا کا نام تھا۔ کیا تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے......؟''

''نہیں......'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ، کیوں......؟''

''ضروری نہیں سمجھتا۔''

''خوب...... یہاں آنے کے بعد وہ سب کچھ ضروری ہوتا ہے، جو میں کہوں۔'' ڈیوک نے کہا۔

اس کے باوجود میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہوں......!'' اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''لباس اُتار دو!''

''اوہ...... کیا یہ بھی ضروری ہے......؟''

''ہاں! سرکش انسان کو میں بے بس دیکھنا پسند کرتا ہوں......!''

''میں اس سے بھی انکار کر سکتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور یہ الفاظ ختم ہوئے ہی تھے کہ اچانک دیوار میں لگے ہوئے ایک شیشے سے تیز روشنی پھوٹی اور ایک سفید شعاع میرے بدن سے ٹکرائی۔ میرے بدن میں ایک سنسناہٹ دوڑ گئی۔ ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی لیکن بدن جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔ البتہ ذہن ماؤف نہیں ہوا تھا۔

''تمہارے دائیں جانب جو شیشہ لگا ہوا ہے، اس سے ایک شعاع نکلے گی اور تمہارے لباس میں آگ لگ جائے گی۔ میرے احکامات کی تعمیل اس طرح ہوتی ہے۔'' ڈیوک نے کہا۔ اور پھر شاید اُس کے ہاتھوں نے جنبش کی ہی تھی کہ عورت نے ہاتھ اُٹھایا۔

''نہیں......!'' اُس کے منہ سے پہلی بار آواز نکلی اور ڈیوک چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ پھر اُس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

''جو حکم مادرِ مہرباں......!'' اُس نے ادب سے کہا۔

''لیکن تعمیل ہونی چاہئے......!''

''بہتر......!'' ڈیوک نے کہا۔ پھر اُس نے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن چند ساعتوں کے بعد ایک خودکار دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر آ گئے۔ ''اسے بے لباس کر دو......!'' ڈیوک نے حکم دیا اور وہ دونوں میری طرف بڑھ آئے۔ پہلے اُنہوں نے میرے بدن سے بینڈیج کھولی اور پھر میرے بدن کا سارا لباس اُتار دیا۔ میرے ہاتھ پاؤں مکمل طور سے ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ ہلا بھی نہیں سکا تھا۔ اور وہ میرا لباس اُتار کر ایک طرف ہٹ گئے۔

''جاؤ......!'' ڈیوک نے کہا اور وہ میرا لباس لے کر باہر چلے گئے۔ دونوں اُسی طرح یوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ''میں چاہوں تو تمہاری زبان بھی کھلوا سکتا ہوں۔ لیکن خواہش ہے تم خود ہی گفتگو کرو! میں تم سے ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ان معلومات کے لئے میں بے چین بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ تم جیسے لوگ میرے راستے میں اُڑنے والی گرد سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے جو تھوڑی دیر کے لئے لباس خراب ضرور کرتی ہے، لیکن پھر جھاڑ دی جاتی ہے۔ اس کے باوجود میں تمہاری اس شدید محنت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''لیکن ڈیوک! میں یہاں بھی تمہیں ناکام دیکھنا چاہتا ہوں۔ سنو! میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اگر تم مجھے کسی قسم کی اذیت دے کر میری زبان کھلوا سکتے ہو تو ضرور کوشش کرو! تاکہ تمہیں ایک اور ناکامی سے دوچار دیکھ کر مجھے مسرت ہو۔''

ڈیوک ہنسنے لگا۔ پھر اُس نے اُسی نرم انداز میں کہا۔ ''میں تمہیں بتا چکا ہوں میرے بچے! مجھے تمہارے بارے میں جاننے سے کوئی بھی دلچسپی نہیں...... تم نے میرے جتنے آدمیوں کو مارا، وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہر روز کروڑوں مکھیاں مرتی ہیں۔ خود میرے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے بے شمار آدمی مختلف حادثات کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ میں نے کبھی اُن کے بارے میں نہیں سوچا۔ رہی میری ناکامی کی بات...... تو تم دیکھ چکے ہو کہ میں ناکام نہیں ہوتا۔''

''میں نہیں سمجھا ڈیوک! تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟''

''تمہاری طرف......! ایک دلیر اور چالاک آدمی میرے سامنے برہنہ کھڑا ہے۔ میں نے اسے ننگا کر دیا ہے۔'' ڈیوک نے جواب دیا۔

''صرف تمہارے سامنے نہیں ڈیوک! یہ دلکش خاتون بھی ہیں جو تمہاری والدہ ہیں۔ کیا یہ میری برہنگی سے محظوظ نہیں ہو رہیں؟'' میں نے زہر میں بجھا ہوا تیر چھوڑا۔ لیکن اُس کا ردِ عمل......؟ ڈیوک ہنسنے لگا۔

''ممی بے حد خوش ذوق ہیں۔ اور تمہارے ورزشی اور سڈول بدن کے لئے میں ان کی آنکھوں میں پسندیدگی کے جذبات پا رہا ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔ اور درحقیقت پہلی بار میرا ذہن چکرا گیا۔ ''بات یہ ہے ڈیئر! کہ مجھے اپنی ممی سے بے حد پیار ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ جانتے ہو کیا؟'' اُس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ پھر خود ہی

بولا۔ ''وجہ یہ ہے کہ بے چاری ممی نے ہمیشہ محرومیاں دیکھی ہیں۔ انہوں نے میری وجہ سے شادی تک نہیں کی۔ اور پھر عمر میں وہ مجھ سے صرف تیرہ سال بڑی ہیں۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ مرد کے بدن میں عورت کے لئے کیا کشش ہوتی ہے؟ کیا میں اتنی معصوم عورت کو دنیا کی ایسی دلچسپیوں سے محروم رکھتا؟ ہرگز نہیں! ممی بے چاری صرف تیرہ سال کی تھیں کانونیٹ میں پڑھتی تھیں کہ کسی نے انہیں مجھ سے روشناس کرا دیا۔ ممی کو تو کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ جب ایک نرس نے مجھے اُن کی گود میں ڈالا تو وہ بہت خوش ہوئیں۔ اور اس کے بعد اُن کی ساری توجہ میرے اُوپر مبذول ہوگئی۔ پھر بڑا ہو کر میں ان کا خیال کیوں نہ کرتا؟ میں نے ممی کے لئے وہ ساری دلچسپیاں فراہم کر دیں جن سے وہ محروم رہی تھیں۔ اور آج اُن کا ذوق بہت اعلیٰ ہے۔''

میں متحیرانہ انداز میں ان ماں بیٹوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے اُسی تحیر سے پوچھا۔ ''اور تمہارا باپ......؟''

''باپ......!'' ڈیوک پھر ہنس پڑا۔ ''جب ممی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تو میں کیسے جان سکتا تھا؟ ہاں! اس دوران میں اس دور کے ان تمام نوجوانوں کو جو اَب بوڑھے ہو چکے تھے اور جن پر ممی کی قربت کا شبہ ہو سکتا تھا، میں نے پکڑوا کر قتل کرا دیا۔ ان ہی میں سے کوئی میرا باپ ہوگا۔ بہر حال! مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔''

''خوب......! تو یہ ہے تمہاری اعلیٰ شخصیت کا راز۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جو بھی سمجھو۔ کیا اَب بھی تم مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟''

''جو بھی سمجھو......''

''ٹھیک ہے...... بہر حال! میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور تمہارا خاتمہ بھی ضروری تھا۔ اس لئے تمہاری تلاش کی جا رہی تھی۔ اَب تمہاری زندگی ضروری نہیں ہے۔ ابھی میں ایک بٹن پر اُنگلی رکھوں گا اور ایک شیشہ گہرے سبز رنگ کی روشنی اُگل دے گا۔ یہ شعاع اس قدر سرد ہوگی کہ تمہارے بدن کی ساری شریانوں میں خون جم جائے گا اور سردی کے دباؤ سے وہ پھٹ جائیں گی۔ یہ ہے تمہارا اختتام......'' اُس نے جنبش کی اور اُس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ عورت نے جھک کر اُس سے کچھ کہا تھا۔

''او کے ممی......!'' اُس نے جواب دیا۔ اور پھر گردن ہلا کر بولا۔ ''ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں......'' پھر وہ میری جانب متوجہ ہو کر بولا۔ ''میرا خیال ہے، تمہاری زندگی کے

کچھ اور سانس باقی رہ گئے ہیں۔ ممی تمہیں کچھ وقت اپنا مہمان رکھنا چاہتی ہیں اس لئے ابھی کچھ اور جیو۔ لیکن ممی! کل صبح میں اسے آپ سے واپس لے لوں گا۔'' پھر اُس نے شاید کوئی حرکت ہی کی تھی کہ تیز روشنی میرے چہرے پر پڑی اور میرے حواس معطل ہونے لگے۔ چند ساعتوں کے بعد مجھے کوئی احساس نہیں رہا تھا۔

......اور جب آنکھ کھلی تو کانوں میں شہد گھل رہا تھا۔ بڑی دلکش موسیقی تھی اور بے حد بھلی لگ رہی تھی۔ چاروں طرف ٹھنڈی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جس بستر پر میں لیٹا تھا، وہ خوشبو سے مہک رہا تھا۔ میں نے اُس جگہ پر نگاہ دوڑائی۔ ایک حسین ہال نما کمرہ تھا، جس کی دیواروں پر انتہائی نادر تصویریں آویزاں تھیں۔ ایسا دلکش ماحول......خواب کی سی بات معلوم ہوتی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔

چند لمحوں کے بعد دو لڑکیاں اندر پہنچ گئیں۔ لیکن اُن کے بدن پر لباس نہ ہونے کے برابر تھا۔ لباس نام کی کوئی شے تھی بھی تو صرف ہیجان میں اضافہ کرنے کے لئے۔ دونوں میرے نزدیک پہنچ گئیں۔

''آپ جاگ گئے......؟'' اُن میں سے ایک نے پوچھا۔ لیکن میں نے اُن کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اسی وقت مجھے اپنی برہنگی یاد آ گئی۔ دوسرے لمحے میری نگاہ اپنے بدن پر گئی۔ لیکن میں باریک سلک کے ایک خوبصورت گاؤن میں تھا۔ گاؤن کے نیچے البتہ کوئی لباس نہیں تھا۔

لڑکیوں نے میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ ''جاگ تو گئے ہیں۔ اَب پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''تو پھر چلو! اطلاع دے دیں۔'' دوسری نے کہا اور وہ جس طرح آئی تھیں، اُسی طرح واپس چلی گئیں۔ میں خاموش نگاہوں سے اُنہیں جاتے دیکھ رہا تھا۔ یہ پوری عمارت جدید ترین اصولوں پر تعمیر کی گئی تھی۔ ظاہر ہے، ڈیوک بے پناہ دولت مند تھا۔ اُس کے لئے یہ سارے کام مشکل نہیں تھے۔ جس شخص کو حکومت بھی نہ چھیڑتی ہو، وہ جو کچھ بھی ہوتا، کم تھا۔ ہال کو جدید ایئر کنڈیشنر سے ٹھنڈا کیا گیا تھا۔ ہوا کے اخراج کے لئے پنکھے لگے ہوئے تھے لیکن اُن کے سوراخ بہت چھوٹے تھے۔ مطلب یہ کہ یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں خاصے مضبوط جال میں آ پھنسا تھا۔

بہر حال! اب تو جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ ڈیوک نے اپنی ماں کے بارے میں جو کچھ کہا

تھا، وہ تعجب خیز تھا۔ وہ پروقار عورت، ایسے کردار کی مالک نکلے گی، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اور خود ڈیوک، چہرے اور آواز سے، وہ کس قدر شریف معلوم ہوتا تھا، خطرناک تھا...... لیکن اعلیٰ کارکردگی کا مالک۔ اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں تھا۔

چند ساعتوں کے بعد خودکار دروازہ پھر کھلا۔ اور اس سے مادام سورٹینا ینگ اندر داخل ہوئیں۔ عورت سفید رنگ کے گاؤن میں ملبوس تھی اور بلاشبہ اس عمر میں بھی جسم کا یہ تناسب قابل رشک تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر وہی پرسکون مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ وہ دلکش انداز میں چلتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔

''ہیلو......!'' اُس نے سریلی آواز میں کہا۔

''ہیلو......!'' میں نے جواب دیا۔ ذہن اس وقت میرا ساتھ نہیں دے رہا تھا اور کوئی ایسی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، جس کے تحت میں آزاد ہو سکتا۔

''سارٹینا تمہیں اپنی خواب گاہ میں خوش آمدید کہتی ہے۔''

''شکریہ......لیکن میں یہاں اپنی خوشی سے نہیں آیا۔''

''ہماری خوشی سے آ گئے، برا ہوا؟'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''کیا چاہتی ہو......؟''

''وجاہت کے شہنشاہ ہو، ہز ہائی نس!'' اُس نے جواب دیا۔

''تمہیں اپنی عمر کا احساس ہے......؟'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''کیا......؟'' اُس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

''میری عمر صرف بتیس سال ہے۔'' میں نے کہا۔

''تو پھر......؟''

''تم مجھ سے دُگنا ہو گی۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو......؟''

''یہی کہ ایک عورت کی حیثیت سے میں تمہیں پسند تو نہیں کر سکتا۔''

''کیا میں دلکش نہیں ہوں......؟''

''ہاں......لیکن کسی ستر سالہ بوڑھے کے لئے۔''

''میری توہین کرنا چاہتے ہو......؟''

''ایک حقیقت کہہ رہا ہوں......!''

''یہاں، اس جزیرے پر صرف ایک میں ہوں جو تمہیں وہ سب کچھ دے سکتی ہوں، جو تمہیں دوسروں سے نہیں ملے گا۔''

''مثلاً......؟'' میں نے پوچھا۔

''زندگی......آزادی۔'' وہ مسکرائی۔

''اوہ......اور اس کے عوض کیا طلب کرو گی......؟''

''عوض......!'' اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''کیا دے سکو گے......؟''

''کیا دے سکتا ہوں......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں......تمہارے پاس ہے بھی کیا؟ اور کیا ان الفاظ کے بعد تم مجھ سے کسی قسم کی مراعات کی توقع رکھتے ہو؟''

''جی بالکل نہیں۔''

''اس کے علاوہ تمہاری پسند ناپسند کیا حیثیت رکھتی ہے؟ تم میرے سامنے ایک حقیر چیونٹی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ میں چاہوں تو تم، کتے کی طرح میرے پاؤں چاٹو گے۔''

''تم بھی کوشش کر دیکھو۔''

''نہیں......!'' وہ مسکرائی۔ اَب اُس کے چہرے کے نقوش بدل گئے تھے۔ پوری شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ وہ نرم اور مسکراہٹ بھرا خول اُتر گیا اور ایک خونخوار عورت جھانکنے لگی۔ ''میں ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گی۔ کیونکہ مجھے ضدی اور سرکش گھوڑے پسند ہیں۔''

''لیکن میں بوڑھی گھوڑی سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔'' میں نے جواب دیا اور اُس کے چہرے پر آگ سلگتی نظر آنے لگی۔ پھر اُس نے سفاک لہجے میں کہا۔

''اُن لوگوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں جو میرے منظورِ نظر ہوتے ہیں۔ ڈیوک آف لڈمیر کو دیکھو! اُس نے تین ماہ تک اپنی زبان سے میرے پاؤں صاف کئے تھے۔ آج اُس کے بے شمار پاؤں صاف کرنے والے موجود ہیں۔ اسکارتا کے پرنس فورڈی کو دیکھو! وہ پرنس کہلاتا ہے۔ حالانکہ اُس کا باپ لکڑی کا فرنیچر بناتا تھا۔ میرے ہاتھ میں تقدیریں ہوتی ہیں۔ لوگوں کے مستقبل ہوتے ہیں۔ لیکن بدبختوں کا میں کیا کروں؟ جو الفاظ کے گھاؤ لگاتے ہیں؟ اور تقدیریں سیاہ کر لیتے ہیں۔''

''مجھے تقدیر کی سیاہی پسند ہے۔ کیونکہ میں خود روشنیاں کرنے کا قائل ہوں۔''

''جذباتی سے نوجوان ہو۔ معاف بھی کر سکتی ہوں۔''

"لیکن میں معافی نہیں چاہتا۔"

"حالانکہ تمہاری پوزیشن سب سے زیادہ خراب ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"البرٹ تمہیں قتل کر دے گا۔"

"کیا تم مجھے اُس سے بچا سکتی ہو......؟"

"کیوں نہیں......؟"

"کس طرح......؟"

"اُس کی مجال ہے کہ میرے حکم سے سرتابی کرے۔ کیا تم جان بچانے کے خواہش مند ہو......؟"

"ہاں! لیکن اپنی کوشش سے۔"

"تو پھر یہ کوشش تم صبح کر لینا۔ اس وقت تم صرف میرے غلام ہو۔ تم نے جو گفتگو مجھ سے کی ہے، اس کے عوض تمہیں دس لڑکیوں کے سامنے میرے پاؤں چاٹنے ہوں گے اور پھر ساری زندگی میرے غلام کی حیثیت سے بسر کرنا ہوگی۔ بولو! اس کے لئے تیار ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں مادام! کہ میں آپ کی شکل سے نفرت کرتا ہوں۔"

"ہوں...... محبت کرو گے۔ فکر مت کرو...... فکر مت کرو......" اُس نے کہا اور پھر تالی بجائی۔ فوراً ہی ایک لڑکی اندر آ گئی تھی۔ تب عورت نے دو اُنگلیاں اُٹھا دیں اور لڑکی باہر چلی گئی۔ چند ہی لمحوں کے بعد کئی آدمی اندر گھس آئے۔ صورت ہی سے خونخوار معلوم ہوتے تھے۔ اُن میں دو قد آور سیاہ فام بھی تھے۔ "اسے باندھ کر ڈال دو۔" سارٹینا نے حکم دیا اور اُن میں سے دو باہر چلے گئے۔ میرا ذہن منتشر تھا۔ اعصاب بھی پرسکون نہیں تھے۔ جس شعاع سے مجھے مفلوج کیا گیا تھا، وہ ابھی تک اثر انداز تھی۔ اور میرا بدن پھرتی سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اگر میں پورے طور سے حاضر ہوتا تو شاید اس عورت کو اس طرح نہ ٹھکراتا اور ان حالات سے نکلنے کے لئے اُس کا سہارا ضرور لیتا۔ لیکن سارا کھیل میں نے اپنے ہاتھوں سے بگاڑ لیا تھا۔

رسّی آئی...... اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے۔ میں اُسی بستر پر پڑا ہوا تھا اور مجھے باندھنے والے واپس جا چکے تھے۔ پروقار بوڑھی اَب شیطان معلوم ہو رہی تھی۔ اُس نے میرے قریب پہنچ کر اپنے گاؤن کی ڈوریاں کھینچ دیں......

......اور پھر اُس نے بے حجابانہ انداز میں اپنا پاؤں میرے چہرے کے برابر رکھ دیا۔

"چلو! اِسے چاٹو۔ جلدی کرو! ورنہ......"

میں نے نفرت انگیز نگاہوں سے اُسے دیکھا اور تھوک دیا۔ تب بوڑھی آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھ گئی۔ اُس نے چمڑے کا ایک چابک نکالا اور دوبارہ میرے پاس آ گئی۔ میں نے نفرت سے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ تب بوڑھی نے ہاتھ اُٹھایا اور شائیں کی آواز کے ساتھ چابک میرے بدن پر پڑا۔ اذیت کی لہریں بدن میں دوڑ گئی تھیں۔ بوڑھی کے چہرے پر اَب صرف وحشت ہی وحشت رہ گئی تھی۔ اُس نے اپنا انگوٹھا میرے ہونٹوں سے لگایا اور مجھے شرارت سوجھ گئی۔ میں نے اُس کے انگوٹھے کو دانتوں میں دبا کر بھنبھوڑ دیا اور بوڑھی کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ پھر وہ اپنا پاؤں پکڑ کر دیر تک پورے کمرے میں اُچھلتی رہی۔ لیکن اس کے بعد جو ہوتا ہے، وہی ہوا۔ بوڑھی کے ہاتھوں میں مشین لگ گئی تھی۔ وہ مجھے رُوئی کی طرح دھنک دینا چاہتی تھی اور پوری قوت سے چابک میرے بدن پر برسا رہی تھی۔

"تو......تو میری انا کا سوال بن گیا ہے۔ اَب تو اُس وقت تک مر بھی نہیں سکتا جب تک تیرا غرور نہ ٹوٹ جائے۔ اگر میں تیرا غرور نہ توڑ سکی تو خود مر جاؤں گی۔" مارنے کے دوران وہ بولی۔ لیکن اَب میرا ذہن سوتا جا رہا تھا۔ پورا بدن، درد کی ٹیسوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے ہونٹ بھینچ لئے اور پھر حواس نے ساتھ چھوڑ دیا......

طویل بے ہوشی بھی معاون ثابت ہوئی۔ بدن کی جلن سے نجات مل گئی تھی۔ لیکن یہ بے ہوشی مستقل تو نہیں رہ سکتی تھی۔ ہوش آیا تو ماحول بدل گیا تھا۔ یہ، وہ جگہ نہیں تھی جہاں میں پہلے موجود تھا۔ لیکن اس کی بہ نسبت یہ جگہ بہت تکلیف دہ تھی۔ چاروں طرف مشینوں کے پرزے پڑے ہوئے تھے۔ زنگ خوردہ پرزے اور دوسرا کاٹھ کباڑ۔ باہر کہیں مشین چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہاتھ پاؤں بدستور بندھے ہوئے تھے اور بدن پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ مشینوں کی گڑگڑاہٹ دماغ کی چولیں ہلائے دے رہی تھی۔ سخت تکلیف دہ احساس تھا۔

لیکن پھر دوسرے احساسات جاگنے لگے۔ ساری باتیں ایک ایک کر کے ذہن میں آتی گئیں اور میں نے سوچا کہ یہ سب غیر حقیقی تو نہیں ہے۔ میں نے اپنی مرضی سے بے شمار لوگوں کو قتل کیا ہے تو کوئی دوسرا اپنے طور پر مجھے بھی قتل کر سکتا ہے۔ لیکن اَب بچاؤ کی کیا صورت ہو؟ فی الحال تو معاملہ کافی ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ نہ جانے کتنا وقت انہی اُلجھنوں میں گزر

گیا۔ پھر روشنی کا طوفان اندر گھس آیا اور میری آنکھیں بند ہو گئیں۔

قدموں کی چاپ تھی۔ روشنی، دروازے سے آئی تھی۔ آنے والے میرے قریب پہنچ گئے اور پھر کسی نے بھاری آواز میں کہا۔ ''اُٹھاؤ......!''

دو آدمیوں نے مجھے اُٹھا لیا۔ وہ مجھے ہاتھوں میں لٹکائے باہر آ گئے اور تھوڑی دیر بعد مجھے ایک لمبی میز پر لٹا دیا گیا۔ ''کیا یہ ہوش میں ہے......؟'' کسی نے پوچھا۔

''ہاں......! آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔''

''اے......تم ہوش میں ہو؟'' مجھ سے پوچھا گیا۔

''ہاں......!'' میں نے کہا اور وہ ہنس پڑے۔

''یقین نہیں آتا کہ یہ وہی شخص ہے۔'' کسی نے کہا۔

''کیوں......؟''

''کوئی بھی تو خاص بات نہیں ہے۔ جیسے ہم ہیں، ویسا ہی یہ ہے۔''

''تمہارے خیال میں کیا خاص بات ہونی چاہئے تھی؟''

''کوئی تو ہوتی۔ بے پناہ طاقت ور ہوتا، صورت سے خوفناک معلوم ہوتا۔ لیکن یہ تو بس! ایک عام نوجوان معلوم ہوتا ہے۔''

''خاص باتیں چہرے سے نمایاں نہیں ہوتیں۔ ڈیوک میں کیا خاص بات ہے؟ اُنہیں دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اتنی بڑی شخصیت ہیں؟''

''پھر بھی......ڈیوک جو کچھ ہیں، جچتے ہیں۔''

''خیر! اِن فضول باتوں کو چھوڑو۔ اس کے لئے کیا کرنا ہے......؟''

''پوائنٹ تھری پہنچانا ہے اسے۔''

''کوئی خاص ہدایت ہے......؟''

''ہاں! پوائنٹ تھری میں اسے ریز روُم میں چھوڑنا ہے۔''

''اوہ......تب تو پھر اس وقت نہیں ہو سکتا۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''تم نے پوچھا ہی کب تھا؟''

''خیر! اسے کھانے پینے کو تو دو۔ بھوکا ہوگا۔ ریز روُم میں پہنچانے کا مقصد یہی ہے کہ تھوڑی دیر کی زندگی۔ اس کے لئے اسے خوراک دینا ضروری ہے۔''

''جیسی مرضی۔'' دوسرے نے کہا اور چلا گیا۔ تب میں نے بمشکل گردن گھما کر اُنہیں

دیکھا اور پھر آہستہ سے پکارا۔

''سنو......!''

''ہاں...... سناؤ، ضرور سناؤ! بھوکے ہو؟'' چھوٹے سے قد کے مسخری شکل والے نے جواب دیا۔

''میں ڈیوک سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''بہت خوب۔ پیرس کے وائسرائے ہونا...... جب خواہش کرو گے، ڈیوک سے مل لو گے۔ تم بڑی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو دوست!

''مجھے اُن سے بہت ضروری گفتگو کرنا ہے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''میری جان! ڈیوک البرٹ سے ملنے والے اُن سے ایک ایک مہینہ پہلے وقت لیتے ہیں۔ تب جا کر کہیں اُن سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں تمہیں یہی بتا رہا تھا کہ تم کسی بڑی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم نے ڈیوک کے خلاف محاذ بنایا تھا اور ہمارے کچھ ساتھیوں کو ہلاک بھی کر دیا تھا۔ لیکن کیا صرف اتنے سے کارنامے پر تم اپنے آپ کو اس قدر اہم سمجھنے لگے ہو کہ جب خواہش کرو گے، ڈیوک سے مل لو گے۔ ڈیوک بہت بلند ہستی ہے۔ ہاں! میں تمہارے لئے کھانا منگوا سکتا ہوں۔''

اُس شخص نے اس انداز میں کہا جیسے کسی بچے کو اچھا بننے کی تلقین کر رہا ہو۔ اور پھر دوسرے آدمی باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میرے سامنے چائے، سینڈوچز اور ایسی ہی دوسری چیزیں آ گئیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اَب خواہ مخواہ اُلجھن میں پھنس کر میں کھانا تو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے کوئی تکلف نہ کیا۔

کھانا کھایا اور دفعتہً محسوس ہوا جیسے آنکھوں میں کچھ غنودگی سی آ رہی ہو۔ ایک لمحے میں ذہن کی چرغی چلنے لگی۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ کھانے میں کوئی ایسی چیز ضرور تھی جسے خواب آور کہا جا سکتا ہے اور جس نے ذہن پر غنودگی پیدا کر دی ہے۔ شاید وہ مجھے بے ہوشی کے عالم میں ریز روُم پہنچانا چاہتے تھے...... دیر تک نہ سوچ سکا اور حواس معطل ہو گئے......

☆......☆......☆

پھر نجانے کتنی دیر بعد ریز رو رُوم میں آنکھ کھلی تھی۔ مکمل طور پر سجا ہوا کمرہ تھا۔ لیکن چاروں طرف سے بند تھا۔ ہوا باہر جانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کمرے میں ایک چھوٹی سی مشین، ہلکی آواز کے ساتھ چل رہی تھی۔ شاید وہ پٹرول سے چلتی تھی۔ یہ مشین، آکسیجن پیدا کر رہی تھی۔

کمرہ زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ یہاں اور بھی بہت ساری چیزیں تھیں لیکن سب کی سب نا قابل فہم۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ کمرہ کسی خاص مقصد کے لئے بنایا گیا ہو۔ لیکن اُس وقت ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا، اور میں تمام چیزوں کے بارے میں غور نہیں کر سکتا تھا۔

سامنے ہی ایک دروازہ نظر آ رہا تھا جو اندر سے بند نہیں تھا۔ ظاہر ہے، کمرے میں بند کرنے کے بعد وہ لوگ باہر چلے گئے ہوں گے۔ چنانچہ میں سوچتا رہا۔ لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کن حالات سے دوچار ہو گیا ہوں......

بری طرح ڈیوک کے شکنجے میں پھنس گیا تھا۔ آخر ڈیوک کیا چاہتا تھا؟ اگر یہ وہی ریز رو رُوم تھا جس کے بارے میں کہا گیا تھا تو اس کا مقصد کیا ہے؟ یہاں مجھے کون سی تکلیف دی جائے گی؟ کیا قید تنہائی......؟

اس کے علاوہ جو کچھ اُنہوں نے ڈیوک کے بارے میں کہا تھا، وہ بھی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ یعنی ڈیوک سے ملاقات کے لئے اتنے لمبے چوڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اگر یہ بات تھی تو بہرصورت! مجھے کیا پڑی تھی کہ میں خصوصی طور پر اُس سے ملاقات کروں۔ لیکن وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا تھا......؟

اگر اُس نے مجھے قتل کرنا ہوتا تو اُسی وقت قتل کر دیتا۔ لیکن بوڑھی عورت کے سپرد کرتے وقت اُس نے کہا تھا کہ دوسری صبح مجھے ہلاک کر دیا جائے گا۔ ابھی تک تو میں زندہ تھا......

نجانے کون کون سے اُوٹ پٹانگ خیالات ذہن میں چکراتے رہے۔ اور اس کے بعد میں نے سوچا کہ اُٹھنا چاہئے۔ کوئی نہ کوئی جدوجہد تو کرنا ہی ہو گی۔ کافی وقت گزر چکا ہے۔

اور اگر ڈیوک کی قید میں ابھی تک موت نہیں آئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ زندگی ابھی کچھ اور چاہتی ہے۔

چنانچہ میں اُٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن دروازہ باہر سے بند تھا۔

میں نے اُس پر کئی ٹکریں ماریں۔ لیکن دروازہ اتنا کمزور نہیں تھا کہ میری ٹکروں سے کھل جاتا۔ تب میں دیوار کی جانب بڑھ گیا جہاں ایک گول سا کٹاؤ نظر آ رہا تھا۔ میں اُس کے قریب پہنچ کر اُس کٹاؤ کو غور سے دیکھنے لگا۔ کٹاؤ کے نیچے ایک سرخ بٹن لگا ہوا تھا۔ میں نے اُس کٹاؤ کا بٹن دبایا اور کٹاؤ آہستہ آہستہ ایک جانب سے چوڑا ہونے لگا۔

دوسرے لمحے پانی کا ایک خوف ناک ریلا اُن جالیوں سے اندر آ گیا جو کٹاؤ میں چوڑائی ہو جانے کی وجہ سے کھل گئی تھیں۔ ریلا اتنا شدید تھا کہ مجھے اپنے منہ پر سینکڑوں طمانچے پڑتے ہوئے محسوس ہوئے۔ دوسرے لمحے میں خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن پانی جس رفتار سے اندر آ رہا تھا، اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کمرہ تو تھوڑی ہی دیر میں چھت تک بھر جائے گا۔ چنانچہ میں نے پوری قوت سے ڈھکنے کو بند کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پھر کچھ خیال آیا اور میں نے کٹاؤ کا بٹن ایک بار پھر دبایا۔

کٹاؤ اپنی جگہ واپس آ گیا تھا۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے میں اِتنا پانی آ چکا تھا کہ مجھے حیرت محسوس ہوئی۔

تب اچانک ہی میری ذہنی قوتیں جاگ اُٹھیں۔ اور دوسرے لمحے میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔ یہ...... یہ...... یہ جگہ سمندر کے نیچے تو نہیں ہے؟ میں نے سوچا اور میرے پورے اعصاب میں جھنجھناہٹ سی پیدا ہو گئی۔ اگر یہ جگہ سمندر کے نیچے ہے تو کون سی ہے اور کیا ہے؟ اور یہاں اس ریز رو رُوم میں...... ریز رو رُوم میں...... میں نے سوچا۔ اور میرے ذہن پر ہتھوڑے سے پڑنے لگے۔ دوسرے لمحے میں نے وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ گویا یہاں سے باہر جانے کا مکمل انتظام تھا۔ مگر یہ سب اُلجھن کیا ہے......؟ کیا چکر ہے یہ......؟

میرا ذہن بہت بری طرح چکرایا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ مسئلہ ڈیوک کا ہے، جس کے بارے میں جو کچھ سنا ہے، وہ کافی خطرناک ہے۔ گویا اَب یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں۔ لیکن سمندر کے نیچے یہ کمرہ......؟

تب میں نے اپنی جسمانی و ذہنی قوتوں کو بحال کیا۔ میں اتنا کمزور تو نہیں ہوں کہ اِن سارے معاملات سے اس طرح بھاگ جاؤں یا پریشان ہو کر رہ جاؤں۔ چنانچہ کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ ڈیوک چاہتا ہے کہ میں اِس کمرے سے نکل جاؤں۔ ماسک اور غوطہ خوری کا لباس اِس بات کا گواہی دیتا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے کے بند دروازے کو کھولنا بھی اِتنا مشکل نہیں تھا۔ پانی کا ریلا اندر ضرور آتا۔ لیکن اگر وہ یہ نہ چاہتا تو ماسک اور غوطہ خوری کا لباس یہاں موجود نہ ہوتا۔

چنانچہ میں نے غوطہ خوری کا لباس پہنا، ماسک اور آکسیجن سلنڈر، کمر پر فٹ کیا۔ اَب میں ایک مکمل غوطہ خور کی حیثیت سے سمندر کی تہہ میں تیر سکتا تھا۔ میں تیرنا جانتا تھا۔ ظاہر ہے، سیکرٹ پیلس میں ہر قسم کی تربیت دی گئی تھی۔ چنانچہ میں دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ دروازے کے ہینڈل کو میں نے چرخی کی طرح گھمایا اور دروازہ کھول لیا......

خدا کی پناہ! جس طرح خوفناک ریلے نے مجھے اُٹھا کر کمرے کے اندر پھینکا تھا، اگر میں انتہائی پھرتی اور مہارت سے کام لے کر اپنی ٹانگیں دیوار سے نہ ٹکاتا اور خود کو پانی سے بچانے کی کوشش نہ کرتا تو یقیناً میرا بدن پاش پاش ہو جاتا۔ پانی نہایت تیزی سے کمرے کے اندر بھر گیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ کمرہ مکمل طور پر پانی میں ڈوب گیا۔

میں اس آبی حملے سے سنبھلا اور پھر میں نے دروازے کی جانب تیرنا شروع کر دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ بہر حال! تھی وہ پانی کے نیچے۔ ممکن تھا کہ کوئی خفیہ پناہ گاہ بنی ہوئی ہو۔ لیکن کیا ساری پناہ گاہ میں پانی ہی پانی بھرا ہوا تھا؟

میں دروازے سے باہر آ گیا۔ ایک پتلی راہ داری دُور تک چلی گئی تھی۔ اس کے دونوں جانب چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ نہ جانے اُن دروازوں میں کیا ہے؟ میں نے سوچا اور پھر راہ داری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

راہداری آگے جا کر ایک طرف گھوم گئی تھی۔ اور اس کے بعد میں اس عمارت کے دوسرے حصوں میں آگے بڑھتا رہا۔ پوری عمارت خاموشی اور سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ لیکن اس کی بناوٹ میں مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ بہت عجیب سا احساس...... لیکن میں اس احساس کی مکمل تصدیق چاہتا تھا۔ انسان کو زندگی میں بہت سے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ کامران رہے۔ البتہ جدوجہد جاری رہنی چاہئے۔ چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا۔ ایک پُراسرار سکوت، ہلکی نیلی دُھند چھائی ہوئی تھی۔ پانی

میں ڈوبی ہوئی اُس عمارت کا کوئی کھلا ہوا حصہ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ لیکن اُس کی بناوٹ...... اُس کی بناوٹ سے ایک خیال میرے ذہن میں جاگ اُٹھا تھا۔ یہ کوئی عمارت نہیں ہے۔ بلکہ سمندر میں غرق کوئی بحری جہاز ہے۔ ممکن ہے، اس جہاز کو خود ہی سمندر کے نیچے پہنچایا گیا ہو۔ کیونکہ یہ کہیں سے ٹوٹا پھوٹا یا پرانا نہیں نظر آ رہا تھا۔ میں دیر تک اُس جہاز کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا۔ کئی کیبنوں کو میں نے اندر سے دیکھا تھا۔ اور پھر میں ایک آپریشن رُوم میں پہنچ گیا۔ ہر چیز صحیح و سلامت پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپریشن رُوم کی مشنری بالکل درست تھی۔ لیکن پُرسکون پانی یہاں بھی بھرا ہوا تھا۔

تب اچانک میری نگاہ ایک ٹیپ ریکارڈر پر پڑی۔ جدید ساخت کا واٹر پروف ٹیپ ریکارڈر تھا۔ جس کے اُوپری حصے پر لفظ ''واٹر پروف'' نظر آ رہا تھا۔ دو بٹن لگے ہوئے تھے جن میں ایک سرخ تھا، دوسرا سفید۔

جس طرح آکسیجن سلنڈر اور غوطہ خوری کے لباس کی یہاں موجودگی ایک اہمیت رکھتی تھی، اُسی طرح یہ ٹیپ ریکارڈر بھی اہم تھا۔ میں نے اُس سرخ بٹن کو دبایا جس پر ''آن'' لکھا ہوا تھا۔ اور ٹیپ ریکارڈر سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ ٹیپ نہیں، کوئی ٹرانسمیٹر ہے۔ واٹر پروف ٹرانسمیٹر......!

چند ساعت آوازیں اُبھرتی رہیں۔ اور پھر اچانک اس طرح محسوس ہوا جیسے کوئی لائن پر آ گیا ہو۔ ''ہیلو...... ہیلو! مجھ سے بات کرو...... میں ڈیوک البرٹ ہوں۔'' میں نے خوف زدہ نگاہوں سے ٹیپ ریکارڈر کو دیکھا۔

''ڈیوک! کیا تم میری آواز سن رہے ہو......؟''

''کیوں نہیں دوست! وہی پُرسکون آواز اُبھری۔

''تم نے مجھے کہاں بھیج دیا ہے......؟''

''میرے لوگ اِس جگہ کو پوائنٹ تھری کہتے ہیں۔ پوائنٹ تھری میرے ساتھیوں میں سے اٹھانوے فیصد کے لئے ایک پُراسرار جگہ ہے۔ صرف دو فیصد لوگ اِس کے بارے میں جانتے ہیں۔ بہر حال! تم دیکھ چکے ہو گے کہ یہ ایک غرق شدہ جہاز ہے۔''

''ہاں ڈیوک! میں دیکھ چکا ہوں۔''

''اِس کے بارے میں کچھ معلومات چاہتے ہو......؟''

''ہاں......!''

''پوچھو......!''

''مجھے یہاں کب بھیجا گیا ہے......؟''

''تقریباً چار گھنٹے گزر چکے ہیں......!''

''میں نے یہاں بھی تم سے ملاقات کی خواہش کی تھی ڈیوک!''

''اوہ...... کیا جواب دیا میرے آدمیوں نے؟''

''مذاق اُڑانے لگے میرا۔ کہنے لگے، ڈیوک سے ملاقات کے لئے لوگ ایک ماہ قبل وقت لیتے ہیں۔''

''ہاں......! اِس میں شک نہیں ہے دوست!''

''لیکن اِس وقت تم فارغ کیسے ہو؟ یوں لگتا ہے جیسے تم میری آواز کے منتظر ہی تھے۔''

''ہاں! دراصل یہ میرا آپریشن رُوم ہے۔ جہاں میں اس وقت موجود ہوں۔ یہ میری پسندیدہ جگہ ہے۔ یہاں سے میرا رابطہ دُنیا کے کئی ملکوں سے ہے، جہاں سے میرے لوگ مجھے وہاں کی خبریں پہنچاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ضروری مناظر مجھے ٹیلی ویژن پر دکھا بھی دیتے ہیں۔''

''اوہ...... وہ کس طرح؟''

''فضا میں میرا ایک پوشیدہ سیارہ موجود ہے۔ کئی بار سائنسدان اُس سیارے کو کسی خفیہ جگہ سے آنے والا کوئی سیارہ یا کسی ملک کی جاسوسی کا راکٹ سمجھ کر اغواء بھی کر چکے ہیں۔ لیکن میں دوسرا سیارہ فضا میں پہنچا دیتا ہوں۔ میرا نظام بہت ایڈوانس ہے۔'' ڈیوک نے حسب عادت نرم لہجے میں کہا۔

''واقعی...... مجھے تعجب ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیوں......؟'' ڈیوک نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میں تو کچھ اور سوچ رہا ہوں ڈیوک......!''

''کیا سوچ رہے ہو؟''

''تمہارے مقاصد...... کیا تم یہ سب کچھ بے مقصد کر رہے ہو؟ میرا مطلب ہے یہ سارا نظام قائم کرنے کے لئے تم نے کتنی محنت کی ہو گی؟ کتنا روپیہ صرف کیا ہوگا؟''

''ہاں...... اِس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

''اِس سے تمہارا کوئی خاص مقصد ہے......؟''

''یقیناً......!''

''میں پوچھ سکتا ہوں......؟''

''کیا حرج ہے......؟ دراصل ہر انسان، خواہ وہ زندگی میں کتنا ہی پرسکون نظر آئے، کبھی ایسی محرومی کا شکار ہوتا ہے جو اُسے بے چین رکھتی ہے۔ میرا کوئی سیاسی مقصد نہیں ہے۔ نہ ہی میں کسی کے خلاف کسی سائنسی جنگ کی تیاریاں کر رہا ہوں، نہ اِس جزیرے پر کوئی خوفناک کام ہو رہا ہے۔ یہاں ہتھیار بنا کر دوسرے ملکوں کو فروخت بھی نہیں کئے جا رہے ہیں۔ لیکن میرا اپنا شوق ہے۔ میری اپنی طلب ہے کہ بس! اپنی ایک چھوٹی سی مملکت کا آزاد حکمران رہوں۔ کوئی میری راہ میں آنے کی کوشش نہ کرے۔ میں ہر طرح سے اِتنا مضبوط ہوں کہ کسی کو میرے مقابلے پر آنے کی جرات نہ ہو۔ اور میں اس میں کسی حد تک کامیاب ہو چکا ہوں۔ اِن تمام چیزوں کے لئے دولت کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ سو دولت کمانے کے لئے بھی میں نے پوری دنیا میں جال پھیلا رکھے ہیں۔ اور میں غیر مطمئن نہیں ہوں۔''

''خوب...... یہ تفصیلی تعارف تم نے پہلے نہیں کرایا ڈیوک!''

''ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ دراصل میں کسی کو اپنے سامنے سرکش دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ ممکن ہے، تمہارے ذہن میں یہ خیال ہو کہ تم اعلیٰ کارکردگی اور صلاحیتوں کے مالک ہو۔ اور میں تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کا خواہش مند ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے پاس بے شمار ہیرے ہیں اور مجھے ہیروں سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی۔ میری تفریح تو اَب دوسری ہے۔''

''وہ کیا......؟''

''سرکشوں کی سرکوبی۔ دیکھو نا! اَب میں اپنی دلچسپی کے لئے تمہارا منتظر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تم یہاں تک ضرور پہنچو گے۔''

''اور تم سے رابطہ قائم کروں گا۔''

''ہاں...... سو تم نے کیا۔'' ڈیوک ہنس پڑا۔ ہاں! اَب چاہو تو اپنے بارے میں بتا دو۔''

''نہیں ڈیوک! میں کم از کم تمہیں ایک چوٹ تو دُوں۔ تم میرے بارے میں سوچتے ہی رہو۔ اور تمہارے ذہن میں میرا معمہ کبھی حل نہ ہو۔'' میں نے کہا اور ڈیوک نے ایک اور قہقہہ لگایا۔

''اچھا آئیڈیا ہے۔ لیکن ایک بات سمجھو! تم مر جاؤ گے۔ جو کچھ ہے، ختم ہو جائے گا۔ تم

سے گفتگو کرنے کے بعد میں تمہیں بھول جاؤں گا۔ بات ختم......!''

''کیا میں یہاں سے نکل نہیں سکتا ڈیوک......؟''

''نہیں......!''

''کیوں......؟''

''اس لئے کہ یہ کوئی عام جہاز نہیں ہے۔ اس کا کنٹرول اَب بھی میرے پاس ہے۔ اور میں یہاں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ یہ عمارت میں نے خود تعمیر کرا کے سمندر میں پہنچائی ہے۔ اس میں سے باہر جانے کا دروازہ اندر سے نہیں کھولا جا سکتا۔ اس کے علاوہ تمہارے پاس جو آکسیجن سلنڈر ہے، یہ صرف دو گھنٹے چل سکتا ہے۔ اور میرے اِس کمرے کی گھڑی بتا رہی ہے کہ تم اپنے کمرے سے نکلنے کے بعد پونے دو گھنٹے صرف کر چکے ہو۔ گویا اَب تمہاری زندگی صرف پندرہ منٹ باقی رہ گئی ہے۔ کوئی اور کام کی بات معلوم کرنا چاہو تو صرف پندرہ منٹ میں معلوم کر لو۔ اس کے بعد کھیل ختم!''

''اوہ......!'' میں نے ہونٹ سکوڑے۔ صرف پندرہ منٹ...... اور بات کسی حد تک درست ہی معلوم ہوتی تھی۔ ڈیوک نے نہایت چالاکی سے میرا یہ وقت بھی ضائع کرایا تھا۔ ظاہر ہے، آکسیجن سلنڈر طویل عرصے تک تو نہیں چل سکتا تھا۔ لیکن اس کے بارے میں، میں نے غور کیا ہی نہیں تھا۔ اَب صرف پندرہ منٹ باقی تھے......صرف پندرہ منٹ......

اس کے بعد میں نے ڈیوک سے کوئی بات نہیں کی۔ اُس مختصر سے وقت میں مجھے زندگی کے لئے آخری شدید جدوجہد کرنا تھی۔ میں یہاں سے نکل آیا۔ اَب مجھے اس عمارت کے کسی ایسے کمزور حصے کی تلاش تھی جسے توڑ کر میں سمندر میں پہنچ سکوں۔ لیکن چالاک شیطان سے اس حماقت کی اُمید تو نہیں تھی۔

اور یہی ہوا بھی۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ میں دیوانوں کی مانند پوری جہاز نما عمارت میں چکر لگاتا پھر رہا تھا۔ لیکن کوئی ایسی جگہ نہیں نظر آئی جسے کمزور پاتا۔ اِس دوران میں نے عمارت کا دروازہ بھی تلاش کر لیا۔ اور آخری جدوجہد میں نے دروازہ کھولنے پر ہی صرف کی۔ ہر ممکن طریقے سے میں اُسے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وقت کا احساس میں نے ذہن سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ اس طرح خوف پیدا ہوتا ہے۔

لیکن اِس احساس کو ذہن سے نکال دینے سے تو کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اچانک ہلکی سی گھٹن محسوس ہونے لگی۔ گویا آکسیجن ختم ہو رہی تھی۔ گلا خشک ہونے لگا......

کھانسی آ رہی تھی۔ لیکن دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔ اور پھر میں آخری کوشش سے بھی مایوس ہو رہا تھا کہ اچانک دروازہ کھل گیا۔ لمبا چوڑا دروازہ، اندر کی جانب ہی کھلا تھا۔ لیکن اس میں میری کسی کوشش کو دخل نہیں تھا۔

کھلے دروازے کے باہر چار آدمی نظر آئے تھے جو غوطہ خوری کے لباس میں تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئے۔ جیسے اُن کو میری یہاں موجودگی پر سخت تعجب ہوا ہو۔

کیا یہ ڈیوک کے آدمی ہیں......؟ میری لاش لینے آئے ہیں......؟ لیکن اتنی جلد؟ یا پھر ممکن ہے، ڈیوک نے اُنہیں بھیجا ہو کہ دیکھیں میری کیا کیفیت ہے۔ مر گیا ہوں یا یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ظاہر ہے، ڈیوک کو تو میری کارکردگی کے بارے میں علم تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ میں آسانی سے مرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ چنانچہ اُس نے اُن لوگوں کو صرف اس لئے بھیجا کہ اگر کسی طور میں نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں تو وہ کسی طور میری اس کوشش کو ناکام بنا دیں۔ سو اَب کیا کرنا چاہئے؟ میں نے سوچا۔ میں تو نہتا تھا۔ اور جبکہ میں اُن لوگوں کے پاس پانی میں استعمال کی جانے والی رائفلیں دیکھ چکا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے دونوں ہاتھ ہلائے۔ میں اُنہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ قریب المرگ ہوں اور اُن سے جنگ نہیں کر سکتا۔ سمندر کے نیچے کی عمارت کے دروازے پر نظر آنے والے ایک لمحے کے لئے ٹھٹکے، اور پھر آگے بڑھے۔ اُنہوں نے جلدی سے میری پشت سے آکسیجن سلنڈر کھولا اور اُس میں لگا ہوا ڈائل دیکھنے لگے جو زیرو پوائنٹ پر پہنچ رہا تھا۔

تب اُن میں سے ایک نے میری پشت پر نیا آکسیجن سلنڈر نصب کیا اور پائپ اُس سے منسلک کر دیئے۔

یہ بات میرے لئے تعجب خیز تھی۔ حالانکہ جب وہ آکسیجن سلنڈر کھول رہے تھے، اُسی وقت میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید اُنہیں یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ میں آکسیجن سلنڈر لگا کر شاید نکلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور اُنہوں نے شاید اسی لئے یہ سلنڈر ہٹایا ہے کہ میں کم از کم ہوا سے محروم ہو جاؤں۔ لیکن نیا سلنڈر لگا کر اُنہوں نے میری جسمانی قوتوں کو پھر بحال کر دیا تھا۔ میں نے تعجب سے اُنہیں دیکھا۔ اور ایک شخص نے آگے بڑھ کر مجھے اُٹھنے کا اشارہ کیا۔

اور وہ مجھے لے کر چل پڑے۔

بہرصورت! دروازہ بھی کھل گیا تھا اور وہ لوگ میرے ساتھ کسی تشدد پر بھی آمادہ نہیں

تھے۔ ویسے فی الوقت میں عقلی طور پر معطل ہو کر رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ میری جدوجہد جو تقریباً ناکامی کے کنارے پہنچ چکی تھی، ایک بار پھر شروع ہو گئی۔ اُوپر اُٹھتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے، ڈیوک نے اپنا اِرادہ بدل دیا ہو۔ جو کچھ بھی ہے، بہرصورت! اَب تو وہ سطح پر پہنچنے کے بعد ہی سوچا جائے گا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سطح کے اُوپر پہنچ گئے۔

سمندر کے اس حصے میں تھوڑے فاصلے پر ایک خوبصورت عمارت نظر آ رہی تھی۔ اور یہ وہ عمارت نہیں تھی جس سے میں نکلا تھا اور اُسے دیکھ چکا تھا۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ یہ عمارت کا عقبی حصہ نہ ہو جسے میں دیکھ نہ پایا ہوں...... بہرصورت! سمندر میں موجود عمارت بے حد خوبصورت اور شاندار تھی۔

سطح پر آنے کے بعد میں نے ماسک اُٹھایا اور کھلی فضا میں گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ میرے ساتھ موجود چاروں آدمی بھی گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔ تب اُن میں سے ایک شخص نے، جو اَب تک مجھے ہمدرد کی حیثیت سے ٹریٹ کرتا رہا تھا، اِشارہ کیا اور ہم لوگ کنارے کی جانب بڑھنے لگے۔ وہ چاروں میرے ساتھ ہی تھے۔

راستے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل پر تھے۔ تب اُس شخص نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔ ''پلیز مسٹر...... براہِ کرم! ان درختوں کی آڑ لے کر آگے بڑھئے۔ تاکہ آپ کو کوئی دیکھ نہ سکے۔''

''اوہ...... شکریہ!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا اور اپنے ہمدرد کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم درختوں کی آڑ لیتے ہوئے عمارت کی جانب جا رہے تھے۔ بالآخر ہم اُس عمارت کے سامنے کے حصے میں پہنچ گئے۔ مجھے لانے والے، دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر کے اس عمارت میں لے جانا چاہتے تھے۔ اور چند ساعت کے بعد میں عمارت کے ایک کمرے میں تھا۔

تب ایک شخص نے میرے بدن سے غوطہ خوری کا لباس اُتارا اور پھر مجھے لئے ہوئے ایک دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر اُنہوں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور وہ سب بھی غوطہ خوری کا لباس اُتارنے لگے۔

اچھے خاصے تن و توش کے آدمی تھے۔ دو سیاہ فام بھی تھے۔ سیاہ فاموں نے ایک الماری

سے ایک سیال کی بوتل نکالی اور مجھ سے کپڑے اُتارنے کے لئے کہا۔ پھر اُنہوں نے میرے جسم پر مالش شروع کر دی۔ شاید وہ میری اتنی دیر کی جدوجہد کے بعد میرے اعصاب بحال کرنا چاہتے تھے، اس لئے میں نے اُن کے کسی کام میں دخل نہ دیا۔ اس وقت طبیعت بھی کچھ ایسی ہی ہو رہی تھی۔ کسی سلسلے میں بولنے کو جی نہ چاہ رہا تھا۔ بہرصورت! اس مالش سے درحقیقت، مجھے بے حد سکون محسوس ہوا تھا۔ اور پھر جب میں پُرسکون ہو گیا تو اُن میں سے ایک نے میرے کپڑے اُٹھا کر مجھے دیئے۔ باقی لوگ کمرے سے باہر نکل گئے۔ صرف ایک شخص جو میرا ہمدرد تھا، کمرے میں رہ گیا تھا۔

''حالات کچھ بھی ہوں، میں تمہارا شکریہ ضرور ادا کروں گا میرے دوست! کیا نام ہے تمہارا......؟''

''ڈولف......!'' اُس نے جواب دیا۔

''تو مسٹر ڈولف......! میری خواہش ہے کہ تم سے معلوم کروں کہ تم نے میری مدد کیوں کی ہے؟ کیا ڈیوک کے ایماء پر......؟''

''اوہ، نہیں...... ڈیوک کا نام بھی مت لینا۔''

''کیا مطلب......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ تمہیں ڈیوک کے ایماء پر سمندر سے نکال کر نہیں لایا گیا ہے۔ ڈیوک کو تو یہ یقین ہو چکا ہو گا کہ تمہاری لاش اَب پوائنٹ تھری کے کسی کمرے میں تیر رہی ہو گی۔'' ڈولف نے جواب دیا۔

''تب پھر......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تمہیں خود پتہ چل جائے گا۔'' ڈولف نے کہا۔ ''ویسے اَب تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن خود کو پوشیدہ رکھنا۔''

میں نے گردن ہلا دی۔ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ جانے یہ کون لوگ تھے؟ بہرحال! ڈیوک کے خلاف معلوم ہوتے تھے۔ ڈولف بھی چلا گیا اور میں کمرے میں تنہا رہ گیا۔ لیکن خوش نہیں تھا۔ دیکھ جو چکا تھا۔ ہاں! ایک طرح سے میں نے شکست کھائی تھی۔ یعنی میری کسی کوشش نے میری جان نہیں بچائی تھی بلکہ اس وقت میری زندگی دوسروں کی رہینِ منت تھی۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ گویا، ڈن کین ختم ہو گیا؟

اتنی شاندار تربیت کوئی اعلیٰ کام نہیں دکھا سکی۔ مجھ میں اور ایک عام انسان میں کیا فرق

رہا؟ دوسروں نے بچا لیا تو بچ گئے...... طبیعت پر ایک بوجھ سا آ گیا تھا۔ بہرحال! کچھ بھی ہے، اس کمزوری پر قابو پا لینا چاہئے۔ زندگی تو حادثات سے عبارت ہے۔ اور بعض اوقات وقت، زندگی کے راستے متعین کرتا ہے۔ جو کچھ ہو، سو ہو۔ لیکن ڈن کین! آئندہ تمہاری زندگی پر دوسروں کا احسان نہ رہے۔ خود کو مطمئن کرنے کے لئے اور کیا، کیا جا سکتا تھا؟ تھوڑی دیر اسی طرح گزری کہ وہ اجنبی چہرے اندر آ گئے۔

''آئیے! ہمارا خیال ہے، آپ بالکل ٹھیک ہوں گے۔''

''کہاں......؟''

''آپ کو طلب کیا گیا ہے۔'' اُنہوں نے جواب دیا۔ صرف ایک ساعت سوچ کر میں اُن کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں، میں نے ایک اور بات سوچی۔ ممکن ہے، یہ ڈیوک ہی کا کوئی کھیل ہو۔ مجھے موت کے نزدیک لے جا کر واپس لانے کے بعد وہ اپنی اہمیت کا اظہار کرنا چاہتا ہو۔ تبھی ایک لمحے کے اندر مجھ پر میری کمزوری کا انکشاف ہو گیا۔ صرف ایک لمحے میں مجھے پتہ چل گیا کہ میرے اندر کون سی کمزوری ایسی ہے جس کی وجہ سے میں موت کے قریب پہنچ گیا۔ ہاں! میں نے اس بات کو جان لیا تھا۔ بعض اوقات انسان کو حالات سے سمجھوتہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے، میں روبوٹ نہیں ہوں۔ ہر جگہ نہیں جیت سکتا۔ ایک سے زیادہ انسان مجھے بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے صرف دلیری دکھائی، مصلحت سے کام نہیں لیا۔ اور میری اِس کمزوری نے ڈن کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ڈن کین کی موت نے میرے اندر ایک اور انسان کو جگا دیا تھا۔ یا بہ الفاظ دیگر آئندہ میں نے اِس کمزوری کو ختم کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا۔

اور یہ سارے فیصلے میں نے چند ساعت میں کر لئے تھے۔ پھر جب میں ایک کمرے میں داخل ہوا تو میرے ذہن کو دوسرا شاک لگا تھا۔ سامنے ایک کرسی پر سارٹینا بیٹھی ہوئی تھی۔

''ہیلو......!'' وہ مسکرائی۔

''ہیلو مادام......!'' میں بھی گردن جھکا کر بولا۔

''سوری ڈارلنگ! مجھے اس وقت معلوم ہوا، جب وہ تمہیں پوائنٹ تھری بھیج چکا تھا۔ میں نے اُس سے بات کی تو اُس نے مجبوری ظاہر کی۔ اور مجھ سے کہا کہ چونکہ اسے معلوم نہیں تھا کہ میں بھی تمہیں زیر کرنے میں ناکام رہی ہوں تو اس لئے اُس نے اپنے پروگرام پر عمل کیا۔ لیکن اس کے بعد اُس نے کہا تھا کہ چونکہ وہ اپنے پروگرام پر عمل کر چکا ہے۔ اس لئے

اَب اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن مائی ڈیئر! تم اتنے غیر اہم نہیں تھے کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑ دیتی۔ چنانچہ میں نے اپنے آدمیوں کو تمہارے پاس بھیجا۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمہیں بچانے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنے اس مقصد میں اسی طرح اٹل ہوں۔ جو میں نے سوچا ہے مستقبل تم کس انداز میں گزارنا چاہتے ہو، یہ تمہارے رویئے پر ہے۔ اس سلسلے میں، میں قطعی مداخلت نہیں کروں گی۔''

میں نے چند ساعت سوچا۔ بوڑھی نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ لیکن ڈن کین کے اندر جو نیا انسان جاگا تھا، وہ پوری طرح اُبھر آیا تھا۔ چنانچہ میں نے شرمندگی کے لہجے میں کہا۔ ''آپ نے میری زندگی بچائی ہے مادام سارٹینا! ظاہر ہے، میرے دل میں آپ کے لئے بہت بڑی جگہ پیدا ہو چکی ہے۔''

''اوہ، اوہ...... میں نے یہ زندگی اپنے مقصد کے لئے بچائی ہے۔ اور دراصل میں ناکامیاں برداشت نہیں کر پاتی۔ سوچا تو میں نے یہی تھا کہ تمہیں اپنی قید میں رکھ کر تمہارا دماغ مکمل طور پر درست کر دوں۔ لیکن حالات کچھ ایسے ہو گئے کہ میرے دل میں تمہارے لئے پھر محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اگر تم نہ بچتے تو یقین کرو! میں ڈیوک البرٹ کو سخت ترین سزا دیتی۔ میرا شوق ہر حال میں پورا ہونا چاہئے میری خواہش ہر حال میں پایۂ تکمیل تک پہنچنی چاہئے۔'' سارٹینا کے لہجے میں غراہٹ سی آ گئی۔

میں خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ بہرصورت! اس جزیرے پر یا یوں کہنا چاہئے کہ پورے فرانس میں ایک عورت تو ایسی تھی جو ڈیوک البرٹ کو سزا دینے کے بارے میں علی الاعلان کہہ سکتی تھی۔ اور اُس نے ڈیوک کی دی ہوئی سزا کے باوجود مجھے کھلے سمندر سے نکلوا لیا تھا، صرف اپنی مضبوطی کی وجہ سے۔

اَب ڈیوک کا ردِعمل بھی معلوم ہونا چاہئے تھا۔ لیکن میرا خیال تھا کہ بوڑھی نے جس انداز میں کام کیا ہے، وہ کچا نہ ہو گا۔ یقیناً اُس نے اپنے رازدار ساتھیوں کو سمندر میں بھیجا ہو گا جو کسی بھی طور ڈیوک پر یہ راز نہ کھول سکیں۔ اور بہرحال! جب مجھے یہ سوال ہضم نہ ہوا تو میں نے بوڑھی سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

''لیکن مادام سارٹینا! اَب اگر ڈیوک کو اس بارے میں معلوم ہو گا تو اس کا ردِعمل کیا ہو گا؟''

''اوہ...... ردِعمل کیا ہو سکتا ہے؟ کچھ نہیں ہو گا۔ میں نے اُسے اس قابل بنایا ہے کہ وہ

اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے۔ وہ میرا کیا بگاڑ سکے گا؟'' مارٹینا نے کہا۔ ''اور اس کے علاوہ اگر اُس کے ذہن میں کبھی کوئی خناس اُبھرتا بھی ہے تو میں اُسے سزا دینے کے بہتر ذرائع بھی رکھتی ہوں۔'' سارٹینا غرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''ٹھیک فرمایا آپ نے مادام! لل...... لیکن میرا خیال ہے کہ ڈیوک کو اس سلسلے میں کچھ معلوم ہی کیوں ہو......؟''

''ہاں...... ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ڈیوک کو اس بارے میں کچھ بتائے۔'' سارٹینا نے مطمئن لہجے میں کہا۔

''یقیناً! وہ آپ کے اپنے آدمی ہوں گے۔''

''ہاں...... ! میرے کتوں کی طرح وفادار۔ میرے ہر حکم پر صرف گردن ہلانے والے۔ اور اس کے لئے ہر کوشش کرنے والے۔'' سارٹینا نے جواب دیا اور میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ سارٹینا مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

''لیکن میں تمہارے اندر کچھ تبدیلیاں پا رہی ہوں۔''

''کیسی تبدیلیاں مادام......؟''

''تم کچھ نرم نظر آ رہے ہو۔''

''نرم کیوں......؟''

''بس! میں محسوس کر سکتی ہوں کہ وہ سرکشی تمہارے انداز نہیں ہے جسے میں نے دیکھا تھا۔''

''ہاں مادام......! اس کی ایک وجہ ہے۔'' میں نے صاف لہجے میں جواب دیا۔ ''یہاں سے ڈن کین کا نیا رُوپ شروع ہو گیا ہے۔ وہ رُوپ جو ابھی تک اُجاگر نہ ہوا تھا۔'' بوڑھی چونکی اور بولی۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ مادام! کہ کچھ بھی ہو، میں بھی انسان ہوں۔ ڈیوک کے خلاف میں ایک خاص سلسلے میں کھڑا ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میری قوت اس کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن بہرصورت! انسان، جان تو دینا جانتا ہے۔ اور اگر جان دینے کا فیصلہ کر لیا جائے تو اس کے بعد بہت سے مراحل آسان ہو جایا کرتے ہیں۔''

''یقیناً...... لیکن تمہیں ڈیوک سے کیا پرخاش تھی؟''

''بہت عرصہ قبل کی بات ہے مادام! کہ پیرس میں ڈیوک کے آدمیوں نے میری بہن کو ...اء کر لیا تھا۔ اُسے ڈیوک کے پاس پہنچا دیا گیا۔ میں اُسے تلاش کرتا رہا۔ اور کچھ عرصے بعد مجھے میری بہن مل گئی لیکن اس شکل میں کہ اُس نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ ...ی حالت تباہ ہو چکی تھی۔ اور اُس نے صرف چند الفاظ کہے۔ اور یہ الفاظ تھے کہ ڈیوک ...ے نے اُسے تباہ کر دیا ہے۔ اور اس کے بعد اُس نے خودکشی کر لی۔ اس دن سے میں ...فیصلہ کر لیا کہ میں ڈیوک سے انتقام لوں گا۔''

''اوہ، اوہ......! تو یہ انتقام کا کھیل تھا۔'' سارٹینا مسکراتے ہوئے بولی۔

''ہاں مادام سارٹینا......! یہ انتقام کا کھیل تھا۔ لیکن بہرصورت! میں تسلیم کرتا ہوں کہ اِس ...بل میں مجھے شکست ہوئی۔ میں ڈیوک کے مقابلے میں ہار گیا۔ اور جب انسان کو شکست ...جائے مادام! تو پھر اُسے یہ سوچ لینا چاہئے کہ کوئی چھوٹا سا سہارا لے کر اگر وہ اپنے ...ارام کو عملی جامہ پہناتا ہے تو یہ تو کوئی دلیری کی بات نہ ہوئی۔ ڈیوک نے مجھے موت دی ...آپ کی عنایت نے دوسری زندگی۔ اور اَب میں وہ فوسٹر نہیں ہوں جو اپنی بہن کا انتقام ...ے کے لئے نکلا تھا۔''

''اوہ...... تو تمہارا نام فوسٹر ہے؟''

''ہاں مادام......! میرا نام فوسٹر ہے۔ اور میں نے ڈیوک کو بھی یہ نام نہیں بتایا۔'' میں ...نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔'' سارٹینا مسکراتے ہوئے بولی۔ ''تو مسٹر فوسٹر! اَب تم نے کیا سوچا ...ہے؟''

''کچھ نہیں مادام......!''

''یعنی تمہارے ذہن میں کوئی لائحہ عمل نہیں ہے؟'' سارٹینا مسکراتے ہوئے بولی۔

''نہیں مادام......! میں آپ کا غلام ہوں۔ آپ مجھے حکم دیں۔ لائیے...... اپنے پیر آگے ...ھائیے! میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے انہیں چاٹ لوں گا۔'' میں نے آگے بڑھتے ...ئے کہا اور سارٹینا نے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''نہیں ڈیئر، نہیں......! تمہاری سرکشی نے میرا غرور جگا دیا تھا۔ تبھی میں نے تمہیں یہ حکم ...یا تھا کہ میرے پیر چاٹو۔ لیکن اَب تم دلکش نظر آ رہے ہو۔ میں اَب تم سے محبت کروں گی۔ ...ہیں ایک انعام دُوں گی۔ آؤ فوسٹر...... بیٹھ جاؤ! تمہارے الفاظ نے میرا ذہن بھی بدل دیا

ہے۔‘‘

’’شکریہ سارٹینا!‘‘ میں نے کہا۔ عورت کی نفسیات سے میں کسی حد تک واقف ہوتا جارہا تھا۔

’’کیا، کیا کہا تم نے......؟‘‘ وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

’’مم...... میں نے......؟‘‘

’’ہاں......! ایک بار پھر مجھے اسی انداز میں مخاطب کرو۔ ایک بار پھر......!‘‘ اُس کی آنکھیں نشیلی ہوگئیں اور میں نے دل ہی دل میں ایک طویل سانس لی۔

’’سارٹینا! کیا آپ میری اس جسارت سے ناراض ہوگئیں......؟‘‘ میں نے خجالت سے پوچھا۔ لیکن بوڑھی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ عجیب سے تاثر میں ڈوبی نظر آرہی تھی۔ اور پھر اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

نئے ڈن کین نے پھر ایک قلابازی کھائی اور مجھے جگا دیا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے بڑے جذباتی انداز میں اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ ’’اگر آپ میری اِس جسارت سے ناراض ہوگئی ہیں مادام سارٹینا! تو میں معافی چاہتا ہوں۔ دراصل! آپ نے اس وقت میری مدد کی، جب میں موت کی آغوش میں پہنچ چکا تھا۔ میرے دل میں آپ کے لئے بہت بڑا مقام پیدا ہوگیا ہے۔ اس لئے میں نے یہ جسارت کی تھی۔ لیکن شرمندہ ہوں۔‘‘

’’فوسٹر...... ڈارلنگ فوسٹر! یوں نہ کہو۔ جو دے چکے ہو، وہ مجھ سے نہ چھینو۔ پلیز فوسٹر! غلط فہمی کا شکار نہ بنو۔‘‘

’’میں سمجھا نہیں......؟‘‘ میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

’’فوسٹر......! میں بری نہیں ہوں۔ یقین کرو فوسٹر! البرٹ کی طرح میں بری نہیں ہوں۔ بس! حالات نے میری شخصیت مسخ کردی ہے۔ ورنہ......‘‘

’’میں اَب بھی نہیں سمجھا مادام!‘‘

’’وہی کہہ کر مخاطب کرو فوسٹر! جو کہہ چکے ہو۔ مجھے اس نشے سے محروم نہ کرو جو تمہاری بے تکلفی کے انداز نے میرے اندر پیدا کردیا ہے۔‘‘

’’سارٹی......!‘‘ میں نے جذباتی لہجے میں کہا اور مادام سارٹینا بے اختیار اُٹھ کر مجھ سے لپٹ گئیں۔ وہ اپنے جذبات کا مظاہرہ کررہی تھیں۔

’’کیا...... کیا واقعی تمہارے دل میں میرے لئے اس قدر محبت پیدا ہوگئی ہے؟ اوہ! میری

زندگی میں، میں تو اَب سوچ بھی نہیں سکتی تھی، یہ تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ اس عمر میں...... زندگی کے اس حصے میں کوئی مجھے چاہے گا۔‘‘

’’تمہارا ایک ایک لمس میرے دل میں جذبات کی روشنی کررہا ہے سارٹی! اور جب انسان محبت کرتا ہے تو عمر وغیرہ کا کیا سوال......؟‘‘

’’کاش...... کاش! میں تمہیں اِن الفاظ کا صلہ دے سکتی۔‘‘

’’محبت کوئی صلہ نہیں چاہتی ڈارلنگ!‘‘ میں نے اُسے بھینچ لیا۔ ویسے سیکرٹ پیلس میں مجھے اِس فن کی کوئی تربیت نہیں دی گئی تھی۔ یہ صرف میری اپنی تحقیق تھی اور بہت خوب تھی۔ وہ بھی لمحہ بہ لمحہ میرے چنگل میں پھنستی جارہی تھی۔ پھر اُس نے گھمبیر لہجے میں کہا۔ ’’اگر تم میری عمر کو نظرانداز کردو فوسٹر! تو میں کنواری ہوں۔ یقین کرو! میں محبت کے کسی جذبے سے آشنا نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ دو دِل یکجا ہوکر کس طرح دھڑکتے ہیں؟ میرا دل تو ہمیشہ تنہا دھڑکا ہے۔ ہاں! میں نے اکثر اس تنہائی کی شدت کو محسوس کیا ہے۔ اور اس کے بعد...... اس کے بعد میں صرف ڈیوک البرٹ کی ماں ہوں۔ ایک خونخوار عورت۔‘‘

’’لیکن سارٹی ڈارلنگ! تم اس سٹیج تک کس طرح پہنچیں؟ تم بے پناہ خوبصورت ہو۔ اگر تمہیں اپنی عمر کا احساس ہے تو میری خاطر اِس احساس کو ذہن سے نکال دو۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ڈیوک کے محل میں تم سے حسین عورت نہ ہوگی۔ تم آج بھی دِلوں پر حکمرانی کرسکتی ہو۔ ممکن ہے، تم نے اس نگاہِ قاتل کو نہ دیکھا ہو کہ اَب بھی بہت سے دل تمہارے لئے بسمل ہوسکتے ہیں۔‘‘

’’مجھے اَب کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے میرا کنوار پن توڑ دیا ہے۔ تم نے ان مرجھائی ہوئی کلیوں کو پھول بنا دیا ہے جو کبھی نہ کھلی تھیں۔‘‘

ڈن کین کو بھی خوب بولنا آتا تھا۔ میرے دل میں قہقہے مچل رہے تھے۔ لیکن ڈن کین میں اَب کافی تبدیلیاں آگئی تھیں۔ ’’میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم اِس سٹیج تک کس طرح پہنچ گئیں......؟‘‘

بوڑھی چند ساعت غمزدہ انداز میں سر جھکائے بیٹھی رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ’’تھوڑی سی کہانی تو تمہیں البرٹ سنا چکا ہے۔ میں اس سے زیادہ کیا سناؤں گی؟ بس، یوں سمجھو! کہ اس وقت میری زندگی میں زہر بھر دیا گیا جب میں ان تمام چیزوں سے واقفیت بھی نہ رکھتی تھی۔ کانونیٹ کی تعلیم نے مجھے ایک ذہنی اذیت بخشی تھی۔ میں کسی سے کہہ بھی نہ

سکی کہ مجھے کیا تکلیف ہے؟ اور اس وقت جب میں خود بچی تھی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتی تھی، میری گود میں ایک بچہ آ گیا تھا۔ وہ میرے لئے دلکش تھا اور میں اُسے پسند کرتی تھی۔ مجھے اُس سے بے پناہ محبت تھی۔ لیکن صحیح طور پر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ بچہ میری آغوش میں کیسے آ گیا...... یا مجھے جن اذیتوں سے گزرنا پڑا ہے، اُن میں میرا کیا دخل تھا؟ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا، مجھے احساس ہوتا گیا کہ میں کچھ ایسی نفرتوں کا شکار ہو گئی ہوں، جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ نفرتوں کا دائرہ میرے گرد تنگ ہوتا گیا اور میں اپنے بچے سے پیار کرتی رہی...... اور کچھ عرصے کے بعد جب میں نے محسوس کیا تو مجھے علم ہوا کہ میری زندگی میں اپنے بچے کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ حالات نے مجھے بتا دیا کہ میں کس کس کی کا شکار ہو گئی ہوں؟ لوگوں نے اُس بچے کو مارنا چاہا، اُسے ختم کرنا چاہا۔ لیکن میری زندگی میں تو وہ بہت بڑی دلچسپی تھی۔ سو میں نے سب کو چھوڑ دیا اور اُس بچے کی پرورش کرتی رہی۔ بس! اتنی سی کہانی ہے میری...... میں نے زندگی میں اس کے بعد بے پناہ طور پر محبتیں تلاش کیں۔ میں نے چاہا کہ کوئی مجھے سمجھے...... مجھے محسوس کرے۔ یہ جان لے کہ جو کچھ ہوا ہے، اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں تو ناسمجھ تھی۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ لیکن لوگ میرے حسن و دلکشی کو دیکھ کر میرے نزدیک آتے تھے، لیکن مجھ سے منسلک رہنا پسند نہیں کرتے تھے، مجھ سے شناسائی کو برا سمجھتے تھے۔ اور یہ اُس وقت کی بات ہے فوسٹر! جب لوگ اتنے آزاد خیال نہ تھے۔ اور جب وہ آزاد خیال ہوئے اور اس قسم کی باتوں کو گناہ سمجھنا چھوڑ دیا گیا تو میں عمر کی اس منزل پر پہنچ گئی جہاں میرا بیٹا البرٹ ایک نمایاں شخصیت کا حامل شخص تھا۔ اور اُس کا اپنا ایک مقام بن چکا تھا۔ میری ذہنی اذیتوں سے میرا بیٹا بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ خود اُس کی فطرت میں جو کمی یا خامی رہ گئی تھی، اُس نے اُس کی کسر اپنے آپ کو ایک عجیب و غریب رنگ دے کر پوری کی۔ اور اس کے بعد خود اُس نے اپنے بارے میں سوچا تو کھلے دل سے مجھے اِس کی اجازت دے دی کہ جن حسرتوں سے میں اپنی زندگی میں دوچار رہی ہوں، اُنہیں میں بخوشی پورا کر سکتی ہوں۔ سو! وہ میرا معاون بن گیا۔ اور تم نے دیکھا کہ اُس نے کس طرح میری طلب پر تمہیں میرے حوالے کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ میری ذہنی اذیتوں کو نہیں جانتا۔ وہ میرے دل کے بعض رازوں سے ناواقف ہے۔ وہ میرے دل کے گوشوں سے ناواقف ہے۔'' سارٹینا بولی۔

میں متحیرانہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے تعجب خیز لہجے میں سارٹینا سے

پوچھا۔ ''وہ گوشہ کون سا ہے مادام سارٹینا......؟''

''ایک تصور...... ایک احساس۔''

''کیسا احساس......؟'' میں نے سوال کیا۔

''یقیناً البرٹ اُس شخص کی تصویر ہو گا جس نے مجھے برباد کیا تھا۔ اُس کی رگوں میں یقیناً اُس کا خون دوڑ رہا ہو گا۔ اور مجھے اس خون سے نفرت ہے۔ اتنی نفرت کہ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ چنانچہ میں اُس شخص کو تو تلاش نہیں کر سکتی۔ لیکن کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں البرٹ کی گردن دبا دوں...... میں اُسے فنا کر دوں...... صرف اس تصور کے ساتھ کہ یہ وہ شخص ہے جس نے مجھے زندگی کی ہر دلکشی، ہر لذت سے محروم کر دیا تھا۔ اور اس وقت میری نفرت بے پناہ بڑھ جاتی ہے۔''

''تو کیا اُس وقت تمہیں یہ احساس نہیں رہتا کہ یہ وہ نہیں ہے جو تمہیں اس دنیا میں محرومی دے کر گیا تھا، بلکہ تمہارا اپنا خون ہے۔ تمہارا بچہ ہے۔'' میں نے تاویل پیش کی۔

''نہیں...... میرے دل میں صرف نفرت اور انتقام باقی رہ جاتا ہے۔ میں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اُس پر حاوی ہو جاتی ہوں۔ یہ میرا انتقام ہے۔ میں اس ننھے سے پھول سے بچے کو بھول جاتی ہوں جو میری آغوش میں ننھے ننھے ہاتھ پاؤں مارا کرتا تھا۔ وہ ساری دنیا پر حاوی ہے لیکن مجھ سے انکار نہیں کر سکتا۔''

بوڑھی خاموش ہو گئی۔ میں اُس کے جذبات پر غور کر رہا تھا۔ بلاشبہ! ڈیوک البرٹ جو کچھ تھا، بوڑھی کا اس میں کوئی خاص قصور نہیں تھا۔ اُس بدبخت کی فطرت ہی ایسی تھی۔ بلاشبہ اُس نے بوڑھی کے بطن سے جنم لیا تھا۔ لیکن وہ خود بھی اس عورت سے مخلص نہیں تھا۔ اگر وہ اُسے پاکیزہ سمجھتا...... اپنی ماں سمجھتا تو اُس کے لئے ان راستوں کا انتخاب نہ کرتا، جو بہرصورت! اچھے نہیں تھے۔

بوڑھی چند لمحے خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھی رہی۔ وہ مضمحل ہو گئی تھی۔ پھر اُس نے آہستہ سے میری جانب نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ دیکھتی رہی۔ اور اُس کی آنکھوں میں محبت اُبھر آئی۔ یوں لگا جیسے کسی دل خوش کن خیال نے اُس کے ذہن سے اُداسیوں کا غبار صاف کر دیا ہو۔ ''لیکن فوسٹر! یہ انسان کی جدوجہد کی ایک منزل ہوتی ہے۔ شاید میری جدوجہد کو بھی منزل مل گئی ہے شاید میرے بھٹکے ہوئے ذہن کو بھی اَب قرار مل جائے۔''

''تمہاری کہانی نے مجھے تم سے قریب کر دیا ہے سارٹی!'' میں نے آگے بڑھ کر اُس کے

شانوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے اور بوڑھی محبوبہ میرے سینے سے آ لگی۔ اُس کے چہرے پر بے پناہ سکون تھا۔ کافی دیر تک میں نے اُسے اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ اور پھر وہ اعتدال پر آ گئی۔ ''لیکن سارٹی! اگر ڈیوک کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ تم نے مجھے بچا لیا ہے......''

''تو کیا ہو گا......؟''

''کیا وہ مکمل طور پر تمہارے قبضے میں ہے......؟''

''ہاں......اُس کی مجال نہیں کہ میرے معاملات میں دخل دے۔''

''اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ اُسے کانوں کان خبر نہ ہو۔''

''یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ میرے معاملے میں دخل دے۔ میں منع کر دُوں گی کہ کوئی اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔''

''بالکل ٹھیک......لیکن میں اس کے علاوہ بھی کچھ چاہتا ہوں۔''

''کیا......؟''

''سارٹی ڈارلنگ! تم شاید اس بات پر حیران ہو۔ شاید تم اسے میری بزدلی سمجھو یا حماقت۔ اس وقت، جب ڈیوک نے مجھے تمہارے حوالے کیا تھا، میرے دل میں تمہارے لئے ذرا سی بھی اُنسیت نہیں تھی۔ تم جانتی ہو، میں نے تمہیں کس طرح ٹھکرا دیا تھا۔''

''ہاں......اُس وقت میں نے تمہارے خلاف بہت کچھ سوچا تھا۔''

''تم نے میری زندگی بچائی۔ زندگی بچ جانے کی خوشی کسے نہیں ہوتی؟ لیکن میرے دل میں تمہارے لئے پیار پھوٹ پڑا۔ اور پھر میں نے سوچا کہ اس عورت کی مدد ہی سے میں فائدہ اُٹھاؤں گا۔ لیکن تمہاری کہانی سننے کے بعد میں اپنے دل میں تمہارے لئے بے پناہ محبت محسوس کر رہا ہوں۔ میرے سینے میں جذبات کا ایک سمندر موجزن ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں تمہیں زندگی کی ساری مسرتیں ایک ساتھ دے دُوں...... میں...... میں تمہارے بغیر اَب زندگی ایک لمحہ بھی گزارنا پسند نہیں کرتا۔''

''اوہ......اوہ! مجھے اتنی ساری خوشیاں ایک ساتھ نہ دو فوسٹر! میں پاگل ہو جاؤں گی...... میں مر جاؤں گی۔''

''میں تمہیں مرنے نہیں دُوں گا سارٹینا!'' میں نے کہا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ کسی طرح یہ تجویز بھی سیکرٹ پیلس کو بھجوائی جانی چاہئے کہ عشق کی ٹریننگ کا بھی ایک شعبہ بنائیں۔ تاکہ اس سلسلے میں پریشانی نہ ہو۔

کافی دیر تک میں بوڑھی کو بلندیوں پر چڑھاتا رہا۔ پھر اُس نے سوال کیا۔ ''ہاں ڈارلنگ......! تم کیا چاہتے ہو؟''

''میک اَپ کا سامان اگر مل جاتا تو میں اَب میں تمہارے پاس رہتا۔ اس طرح ہم سکون سے محبت کرتے۔ ہمارے درمیان کوئی بھی خطرہ نہ رہتا۔''

''میک اَپ کرنا تمہیں آتا ہے......؟''

''بہت اچھی طرح۔''

''تو سامان مل جائے گا۔ لیکن ایک بات تو بتاؤ! ڈیوک سے تمہاری کیا پرخاش ہے؟''

''بس! یہ کہ ہم دونوں خود کو ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں۔ اُنہوں نے مجھے چیلنج کیا اور میں نے قبول کر لیا۔ لیکن بہرحال! اُسے برتری حاصل ہے۔''

''چھوڑو اِن باتوں کو۔ مجھے بس! یہ خوشی ہے کہ تم مجھ تک پہنچ گئے۔'' بوڑھی نے کہا۔

بہرحال! اس عمر کی عورت سے عشق کے تمام مراحل طے کرنا بے حد مشکل کام تھا۔ لیکن میں یہ کٹھن منزلیں طے کر رہا تھا اور میرا کام بھی بن رہا تھا۔ یعنی میں نے میک اَپ کا سامان حاصل کر لیا تھا اور خود کو یکسر بدل لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میری حیثیت اضافی تھی اور اس کا کوئی حل بھی نکالنا تھا۔ ایک بار پھر میری زندگی بچ گئی اور مجھے ڈیوک سے نبرد آزما ہونے کا موقع مل گیا تھا۔ اس موقعے کو میں زیادہ ہوشیاری کے ساتھ استعمال کرنا چاہتا تھا اور ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے اُلجھنوں کا شکار ہونا پڑے۔

بہرصورت! معاملہ، ڈیوک کو قتل کرنے کا تھا۔ میں اگر چاہتا تو اپنی اُن پرانی شناساؤں کے پاس بھی جا سکتا تھا۔ میری مراد لوسی گن سے ہے جو بہرصورت! میری مدد کرتی۔ لیکن اس صورت میں لوسی گن کے پاس جانا بھی حماقت تھی۔ بہتر یہی تھا کہ بوڑھی کی خلوتوں میں رہ کر اپنے مقدر کو کوستے رہو اور ڈیوک کا مقدر تباہ کرتے رہو۔

بوڑھی کے ساتھ راتیں گزارنا بلاشبہ! دنیا کا سب سے کٹھن ترین کام تھا۔ وہ کسی نوجوان لڑکی کی طرح شرماتی لجاتی تھی۔ اور میری محبت میں سرشار ہو جاتی تھی اور مجھے اُس کے تمام تر جذبات کی پذیرائی کرنا پڑتی تھی۔ ویسے عجیب و غریب عورت تھی۔ اُس کے تاثرات سے کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی ڈیوک کے لئے اُس کے دل میں ایک ماں کی محبت بڑی شدت سے اُبھر آتی تھی اور کبھی وہ اُس کی بے پناہ نفرت کا نشانہ بن جایا کرتا تھا۔ اِس وقت اُس کے ذہن میں وہ شیطان ہوتا تھا جو ڈیوک کا باپ تھا اور جسے وہ جانتی نہیں تھی۔

کئی دن میں نے خاموشی سے گزارے۔ میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میرے بارے میں ڈیوک کا کیا خیال ہے؟ کیا اُس نے میری لاش کو تلاش کرانے کی کوشش نہیں کی؟ ظاہر ہے، اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اُسے یقین ہو گیا ہو گا کہ میں مر چکا ہوں۔ لیکن بہرصورت! میرے ذہن میں تھا کہ ممکن ہے کبھی، کسی طور وہ مجھے تلاش کرانے پر آمادہ ہو جائے۔ اِن حالات میں مجھے اپنی اضافی حیثیت کو ہموار کرنا تھا۔ اور بالآخر اُس کے لئے میں نے ایک اور ترکیب سوچی۔ ترکیب پر مکمل غور کرنے کے بعد جب میں اپنے فیصلے پر کامل ہو گیا تو میں نے اس پر عمل کرنے کے بارے میں سوچا۔

یہ عمارت، جس میں، میں مقیم تھا، اُسی عمارت کا ایک حصہ تھی جہاں ڈیوک رہتا تھا۔ لیکن یہ اُس عمارت کا عقبی حصہ تھا۔ اور عمارت کے اُس عقبی حصے میں آنے کے لئے ایک باقاعدہ راستہ اختیار کرنا پڑتا تھا۔ یعنی داخلہ آسان نہیں تھا بلکہ گھوم کر جانا پڑتا تھا۔ میں نے ابھی تک فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اَب میرا دوسرا اقدام کیا ہونا چاہئے؟ میں ڈیوک کے سامنے آؤں تو کس طرح آؤں......؟

بوڑھی سارٹینا کو ابھی اس سلسلے میں ملوث کرنا درست نہیں تھا۔ بلاشبہ وہ خود کو ڈیوک پر حاوی سمجھتی تھی۔ لیکن اِن ماں، بیٹے کا رشتہ عجیب تھا۔ ممکن تھا کہ ڈیوک بھی اُسی کے انداز میں سوچنے کا قائل ہو۔ اور ایسی صورت میں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بوڑھی کی کوئی بات نہ چل پاتی اور میں اُس کے سہارے پر رہ کر مارا جاتا۔

''نہیں...... یہ تو کسی طور مناسب نہیں ہے۔ مجھے اپنے طور پر بھی کچھ کرنا ہو گا۔ لیکن اس کے لئے میں نے کچھ دِنوں کی مہلت اپنے آپ کو دے دی تھی۔ ظاہر ہے، میری زندگی کا کوئی بہت بڑا مقصد تو تھا نہیں۔ وقت بھی میرے پاس کافی تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں پورے طور سے سوچنے کے بعد کچھ کروں۔ اپنی یہ حیثیت جو میں نے میک اَپ کے بعد بنائی تھی، چھپانے کا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ لیکن میں نے بہت کچھ سوچا تھا۔ اور پھر میں نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جس کے بارے میں مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ڈیوک کے نزدیک رہنے والوں میں ایک خاص حیثیت کا حامل تھا۔ مجھے اِس بات کا بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ جس مشین کے سامنے مجھے لے جایا گیا تھا، اُس میں میری بغیر میک اَپ کی تصویر آ گئی تھی۔ اور وہ تصویر، ڈیوک کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ ڈیوک نے شاید اُس تصویر کو اچھی طرح شناخت کر لیا تھا۔ اَب اگر اُس مشین سے بچا جائے اور اپنا کام جاری رکھا جائے تو اس میں

زیادہ مشکل نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اس کے لئے اُس شخص کو چن لیا۔ اور پھر میں نے دوسری وہ جگہ تلاش کی، جہاں اُس کی لاش ٹھکانے لگائی جا سکے۔ ایسی جگہ مین ہول اور گٹر لائن سے اچھی کون سی ہو سکتی تھی؟ اور اُن کا براہِ راست تعلق سمندر ہی سے تھا۔ کیونکہ جزیٹر کے نیچے گہرائیوں میں سمندر تھا۔ بہرصورت! اطمینان کرنے کے بعد اُس شخص کو ایک دن میں نے مخاطب کر لیا۔ اُس کا نام فلیگ تھا۔

''مسٹر فلیگ......! مجھے آپ سے بے حد ضروری کام ہے۔'' میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

''فرمائیے......! لیکن میرا خیال ہے کہ پہلے کبھی ہمارا تعارف نہیں ہوا ہے۔''

''میں فوسٹر ہوں...... مادام سارٹینا کا خادم۔''

''اوہ......شاید آپ یہاں زیادہ پرانے نہیں ہیں۔''

''آٹھ دن قبل پیرس سے آیا ہوں۔ مادام کی ملازمت پر مامور ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ بھی مسکرا دیا۔ اس دوران میں اُس شخص کی آواز اور انداز نوٹ کرتا رہا۔

''مجھ سے کیا کام ہے آپ کو......؟''

''دوست بنانا چاہتا ہوں۔''

''میں حاضر ہوں۔'' ظاہر ہے، مادام کے کسی منظورِ نظر کا قرب، خوش بختی کی دلیل تھا۔

''اس کے علاوہ تمہاری دوستی......خود میرے ذہن میں بہت سے سوالات تھے۔'' فلیگ نے کہا۔

''کیسے سوالات......؟''

''خطرناک نہیں۔ سوچ سمجھ کر کروں گا۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ ''اس کے علاوہ میں تمہارا مددگار ثابت ہو سکتا ہوں۔''

''کس سلسلے میں......؟'' میں نے پوچھا۔

''آدمی کے بہت سے مشغلے انسان کی سوچ پر بوجھ ہوتے ہیں۔ لیکن...... ہاں! ان مشغلوں کو اپنی پسند کا رنگ مل جائے تو...... میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہوں گا۔''

''ہاں...... میں سمجھ رہا ہوں۔''

''ذہانت ہے تمہاری۔'' اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''ڈیوک کی طرف سے تمہارے سپرد کیا خدمت ہے......؟''

''ڈیوک کے سٹورز کی نگرانی......!'' وہ ہنس پڑا۔

''سٹورز......؟'' میں نے سوالیہ انداز میں اُسے دیکھا۔

''ہاں! لڑکیوں کا ذخیرہ میری نگرانی میں ہے۔'' اُس نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ یہ اضافی بات تھی۔ مجھے اس بارے میں واقعی معلوم نہیں تھا۔ ویرا میری نگاہوں میں آ گئی۔ میں اُس سے کس قدر قریب پہنچ گیا ہوں......اور اگر...... میں اپنی ترکیب کو عملی جامہ پہنا سکا تو......تو......بہت کچھ ہو جائے گا۔ چنانچہ فلیگ سے میں نے گہری دوستی گانٹھ لی۔

اُس نے بتایا کہ وہ دن کے گیارہ بجے سے لے کر ڈیڑھ بجے تک بالکل فارغ ہوتا ہے۔ اس دوران میں وہ مجھ سے ملاقات کر لے گا۔

''اور تم...... مجھے علم ہے کہ تمہیں تو صرف نائٹ شفٹ کرنا ہوتی ہو گی......؟''

''ہاں......!'' میں نے ندامت سے جواب دیا۔

پھر میں نے بوڑھی سارٹینا سے کہا۔ ''میں لوگوں کی نگاہوں میں شبے کی جھلکیاں دیکھ رہا ہوں۔ فلیگ نامی ایک شخص نے تو مجھ سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔''

''فلیگ...... میں اُسے جانتی ہوں۔''

''اُس کے سوالات اِس قدر اُلجھے ہوئے تھے کہ میں پریشان ہو گیا ہوں۔''

''گویا وہ تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا......؟''

''ہاں......!''

''ٹھیک ہے۔ اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن صرف تمہاری تسلی کے لئے۔ حالانکہ میں تم سے کہتی ہوں کہ اگر البرٹ کو تمہارے بارے میں پتہ چل بھی جائے تو وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔''

''اس کے باوجود...... میرے ذہن کی خلش کس طرح دُور ہو گی......؟''

''میں نے کہا نا! اُسے قتل کر دیا جائے گا۔''

''اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''کیوں......؟''

''آج اُسے شبہ ہے، کل کوئی دوسرا مشکوک ہو سکتا ہے۔ ہم کتنے قتل کریں گے......؟''

''پھر کوئی حل ہے تمہارے ذہن میں......؟'' بوڑھی نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ہے......!''

''کیا......؟ مجھے بتاؤ!''

''ابھی صرف فلیگ کو شک ہوا ہے۔ لیکن کل کسی دوسرے کو بھی ہو گا۔ ہم فلیگ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ پھر یہ کام میں ہی کیوں نہ انجام دُوں......؟''

''کیا حرج ہے؟ تم اُسے قتل کر دو۔''

''اور خود اُس کی جگہ لے لوں۔''

''کیا مطلب......؟''

''ہاں سارٹی ڈارلنگ......! اس طرح کسی کو میرے اُوپر شبہ نہیں ہو گا۔ میں فلیگ کے میک اَپ میں اپنے فرائض انجام دیتا رہوں گا۔ اس طرح کسی کو پتہ بھی نہیں چل سکے گا۔''

''اوہ......لیکن فلیگ، البرٹ کے کافی قریب رہتا ہے۔''

''اس میں کیا حرج ہے......؟''

''وہ شیطان ہے۔''

''میں احتیاط رکھوں گا۔''

''لیکن ڈارلنگ......! پھر تم میری دسترس سے دُور ہو جاؤ گے۔''

''ہرگز نہیں۔ فلیگ کے مشاغل مجھے معلوم ہیں۔''

''ٹھیک ہے......اگر تم ٹھیک سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے۔'' بوڑھی نے کہا اور میں نے اطمینان کی سانس لی۔ اس طرح مجھے ایک اور تحفظ حاصل ہو گیا تھا۔

اُس شام میں نے ایک بار پھر فلیگ سے ملاقات کی۔ فلیگ مسکراتا ہوا میرے پاس آیا تھا۔ اُس نے بڑے پیار سے مجھ سے گفتگو کی اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر دھیمے لہجے میں بولا۔ ''ہم لوگ اس قدر قریب ہو چکے ہیں کہ اَب ایک دوسرے کو چھپانا اچھا نہیں لگتا۔ کیا تم اپنے آپ کو مجھ سے چھپاؤ گے میرے دوست......؟''

''نہیں......اس کی ضرورت بھی کیا ہے؟''

''تب پھر اُس بوڑھی محبوبہ کے بارے میں بتاؤ! کیا تم نے اس سے پہلے بھی کسی پرانی عورت سے عشق کیا ہے......؟''

''نہیں بھائی! مجھے اِس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو پھر یہ تجربہ تمہارے لئے کیسا رہا......؟''

''انتہائی احمقانہ، بہت ہی مضحکہ خیز......!'' میں نے کہا اور آنکھ دبا کر ہنسنے لگا۔ وہ بھی ہنسنے لگا۔

''اُس کی بوڑھی اداؤں سے تمہیں وحشت تو ہوتی ہوگی......؟''

''کیا بات ہے؟ تم اُس کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتے ہو، خیریت تو ہے؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بھئی! ظاہر ہے، اُس کی شخصیت ہی ایسی ہے۔''

''بہرصورت! تمہیں اُس سے دلچسپی نہیں ہونی چاہئے۔''

''ہاں...... مجھے اُس سے دلچسپی نہیں ہے۔ میں اس پر بڑا ہی شکر گزار ہوں۔'' فلیگ نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی اُس کے ساتھ ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ اَب پھر فلیگ نے کہا۔ ''البتہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے اور بہت کچھ بندوبست کر سکتا ہوں۔''

''مثلاً......؟''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ڈیوک البرٹ کے ذخیرے میں بڑے بڑے نایاب ہیرے ہیں۔ ایک سے ایک خوبصورت لڑکی۔ اور وہ کمبخت اُنہیں اپنے ہاں لا کر بھول گیا ہے۔''

''اوہو...... یعنی وہ کبھی اُن کو طلب نہیں کرتا؟''

''نہیں...... میں نے کہا نا! کہ وہ اُنہیں بھول چکا ہے اور بیزار لڑکیاں اس بے رنگ ماحول سے بیزار ہیں۔ بلکہ ڈیوک کے نام سے بیزار ہیں اور اس وقت اُن کی کیفیت یہ ہے کہ اگر اُنہیں کسی مرد کا قرب حاصل ہو جائے تو وہ ہر قیمت پر اُس کا قرب حاصل کر لینا چاہتی ہیں۔''

''واہ...... تم تو بذاتِ خود......'' میں نے مسکراتے ہوئے فلیگ کو آنکھ ماری اور وہ پھر ہنسنے لگا۔

بہرصورت! میں نے اُسے کافی بے تکلف کر لیا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ دوسری ملاقات کے بعد فلیگ کا حساب بالکل بے باق کر دیا جائے گا۔

مادام سارٹینا کے بوڑھے غمزے اسی طرح جاری رہے اور مجھے برداشت بھی کرنا پڑے۔ لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ اَب ان تمام چیزوں کا خاتمہ بے حد قریب ہے۔ چنانچہ اُس شام میں نے فلیگ کو اپنی رہائش گاہ پر مدعو کیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ شام کی چائے میرے ساتھ پیئے۔ ظاہر ہے، مجھے سارٹینا کا تعاون حاصل تھا۔ اس لئے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اگر کچھ ہو جاتا تو اس کی ذمہ داری سارٹینا قبول کر سکتی تھی۔

چنانچہ میں نے اُس کی خاطر مدارت کا بہت ہی عمدہ بندوبست کیا ہوا تھا۔ کھانے پینے کے دوران ہم لڑکیوں کے بارے میں بھی گفتگو کرتے رہے۔ فلیگ کے منہ میں اس طرح پانی بھر آتا تھا جیسے وہ ٹافی چوس رہا ہو۔ بہت ہی ندیدہ قسم کا آدمی تھا۔ لیکن بہرصورت! اُس کی زندگی ہی کتنی تھی؟

چائے کا آخری گھونٹ لینے کے بعد میں نے فلیگ سے چند لمحات کے لئے معذرت طلب کی اور دروازے کی جانب بڑھا جیسے کہیں باہر جانا چاہتا ہوں۔ لیکن دروازے کے پاس پہنچ کر میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ فلیگ نے تعجب سے مجھے دیکھا لیکن میں مسکراتا ہوا واپس آیا۔ وہ یہی سمجھا تھا کہ شاید میں اُس سے بہت ہی راز کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرا انداز ایسا ہی تھا۔

''بات یہ ہے فلیگ! کہ میں بڑا ہی حاسد انسان ہوں۔ حسد میری فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ تمہاری تقدیر پر مجھے رشک ہو رہا ہے۔ میں اُس بوڑھی خرانٹ کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں اور تم...... تم ذخیرۂ حسن کے تنہا مالک ہو۔ اس لئے......''

''اس لئے کیا......'' فلیگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور فلیگ ہنس پڑا۔

''لیکن میرا قتل اتنا آسان نہیں ہے۔'' اُس نے کہا۔

''کیوں......؟''

''لڑکیوں کا خیال ہے کہ میرا بدن سٹیل سے تیار کیا گیا ہے۔ وہ طاقت کے لحاظ سے مجھے مشینی انسان کہتی ہیں۔''

''میں اِس مشین کو ہمیشہ کے لئے ناکارہ کر دینا چاہتا ہوں......!''

''نہیں دوست! میں نہیں جانتا کہ تمہیں یہاں آئے ہوئے کتنے دن گزرے ہیں۔ البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ اُس کی قربت نے تمہارے اندر کچھ نہیں چھوڑا ہوگا۔'' فلیگ نے کہا۔

میں نے اُچھل کر اُس کی گردن پکڑ لی۔ تب فلیگ کو اُس عجیب وغریب صورت حال کا احساس ہوا۔

''ارے...... ارے! سچ مچ...... کیا سچ مچ......؟'' اُس کی آواز گھٹنے لگی۔ تب اُسے مدافعت کی سوجھی۔ اُس نے کراٹے کا ایک داؤ استعمال کیا۔ لیکن میں نے اُسے ناکام بنا دیا۔ اُس کی گردن میری اُنگلیوں کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی اور اُس کی آنکھیں نکلی پڑ رہی

تھیں۔ تب اُس نے بچنے کی شدید جدوجہد شروع کر دی۔ لیکن میں اُس فولادی مشین کو ناکارہ کرنے پر تُل گیا تھا۔ فلیگ کی اُنگلیاں تشنجی انداز میں کھلنے اور بند ہونے لگیں۔ اُس کے ہاتھ پھیل گئے، زبان نکل پڑی، آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں۔ اور پھر اُس کا بدن لرزنے لگا۔ اُس کا دم نکل رہا تھا۔ اور پھر میں دیر تک اُس پھڑ پھڑاتے پرندے کو دبوچے رہا۔ اور جب اُس کا بدن بے جان ہو گیا تو میں نے اُس کی گردن چھوڑ کر اُس کے گال پر پیار سے ایک چپت لگائی۔

''تم میرے لئے بہت سی اُلجھنوں کا حل بن گئے ہو ڈیئر......!'' میں نے کہا اور پھر اُس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اُسے اُٹھا لیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ایک صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اطمینان سے تیز روشنیاں کر کے الماری سے میک اَپ بکس نکالا اور اس کے بعد میں فلیگ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے اُس کے خدوخال اپنانا شروع کر دیئے۔ بار بار میں اُس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اُس کی زبان لٹکی ہوئی تھی اور میں جب بھی اُس کی جانب دیکھتا، مجھے یوں لگتا جیسے وہ میرا منہ چڑا رہا ہو۔ چنانچہ میں اُٹھا اور پوری قوت سے اُس کے دانت کھول کر زبان اندر ٹھونس دی۔ پھر اُس کا منہ بھینچ کر بند کر دیا۔

''کسی کے سامنے بیٹھنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں مسٹر فلیگ......!'' میں نے کہا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر میں اُس کام سے فارغ ہو گیا تھا۔ میں نے فلیگ کے گال سے گال ملا کر آئینے میں اپنا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر میک اَپ بکس بند کر دیا۔ پھر میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

اُس وقت میری کیفیت کسی شکاری کتے کی سی ہو رہی تھی۔ دروازہ کھول کر میں نے باہر جھانکا۔ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔ ویسے بھی سارٹینا کی رہائش گاہ میں زیادہ ملازم نہیں تھے۔ غالباً وہ بھی پسند نہیں کرتی تھی کہ زیادہ لوگوں کا جمگھٹا یہاں موجود رہے۔ چنانچہ بڑا سکون اور بڑی خاموشی تھی۔ میں جانتا تھا کہ سارٹینا اس وقت اپنے کمرے میں ہو گی۔

بہر حال! راہداری میں دیکھنے کے بعد میں واپس اندر آیا اور فلیگ کی جیب میں جو بھی چیزیں تھیں، نکال لیں۔ اُسے مکمل طور پر خالی کرنے کے بعد میں نے فلیگ کو اُٹھا کر کندھے پر ڈالا اور باہر آ گیا۔

میرا رُخ دائیں طرف بنے ہوئے خوبصورت لان کی طرف تھا، جہاں وہ گٹر تھا جسے میں نے فلیگ کی لاش پھینکنے کے لئے منتخب کیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں گٹر کے قریب پہنچ گیا۔ گٹر کا بڑا ڈھکن اُٹھانے کی میں نے دن ہی میں مشق کر لی تھی۔ کافی وزنی تھا لیکن بہرصورت! اتنا بھی نہیں کہ میں اُسے اُٹھا ہی نہ سکتا۔ چنانچہ میں نے فلیگ کو الوداع کہا اور اُس کی لاش گٹر میں ڈال دی۔ میں چند لمحوں تک گٹر میں جھانکتا رہا کہ لاش سمندر کے پانی کے ساتھ بہہ گئی ہے یا وہیں رُکی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اطمینان سے میں نے ڈھکن بند کیا اور واپس رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔

راہداری سے اندر پہنچا ہی تھا کہ سارٹینا نظر آ گئی۔ غالباً وہ مجھے ہی تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بری طرح چونک پڑی۔ ''اوہ......تم یہاں کیسے آ گئے؟'' اُس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں مسکرانے لگا۔

میں نے اپنا ہیٹ اُتار کر گردن خم کی اور فلیگ کی آواز میں کہا۔ ''آپ کی خدمت میں مادام سارٹینا......!''

''کیا بکواس ہے؟ میں کہتی ہوں، تم یہاں کیوں آئے ہو؟ کس کی اجازت لے کر آئے ہو......؟'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ کی اجازت سے مادام......!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بوڑھی سارٹینا کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ سارٹینا کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔

☆......☆......☆

بقیہ واقعات کے لئے
آتش کی جلد دوئم کا مطالعہ کریں

آتش
ایم اے راحت

میری اِس جسارت پر سارٹینا دنگ رہ گئی۔ ایک لمحے کے لئے وہ ساکت رہی۔ اور پھر اُس کی آنکھوں میں خون کی سرخی نظر آنے لگی۔ ''فلیگ...... کتے! مجھے چھوڑ دے۔ میں کہتی ہوں، تجھے آخر اتنی جرات کیسے ہوئی؟ کیا اِس حرکت کے بعد تو زندہ رہ سکے گا؟ وہ خود کو مجھ سے چھڑانے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ لیکن بھلا میرے بازوؤں سے وہ کیسے نکل سکتی تھی؟ میں اُسے اُٹھا کر کمرے میں لے گیا اور پھر میں نے اُسے اُس کے بستر پر ڈال دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اُس پر جھک گیا تھا......

''کیا...... کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے؟ کیا تو...... کیا تو......'' شدتِ حیرت سے اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔

''ہاں سارٹی! سچ مچ میں تمہارا دیوانہ ہو گیا ہوں۔'' اِس بار میں نے اصل آواز میں کہا اور بوڑھی کا منہ کھل گیا۔

''فوسٹر......؟'' اُس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

''سارٹی کا خدمت گار......!''

''خدا کی پناہ! تم میک اَپ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ لیکن فلیگ...... فلیگ......؟''

''تیز رفتار پانی اُسے اب تک سمندر میں لے گیا ہو گا، بشرطیکہ اُس کی لاش گٹر لائن میں کہیں رُک نہ گئی ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ...... میرے خدا! تم نے اُسے ہلاک بھی کر دیا؟ اُف...... اُف! کتنے شاندار ہو تم...... برق رفتار، جھپٹنے والے اور ہلاک کر دینے والے...... بالکل کسی چیتے کی مانند۔ میں تمہیں آج سے چیتا ہی کہوں گی......'' بوڑھی نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

اور بہر حال! اس وقت تو وہ میرے لئے آفاقی محبوبہ تھی۔ اُس سے اتنی اُمیدیں وابستہ تھیں کہ اُس کی ہر ادا حسین ترین لگنی چاہئے تھی۔ میں نے اُس کے ساتھ کسی چیتے ہی جیسا سلوک کیا۔ میں جانتا تھا کہ وہ نارمل نہیں ہے۔ اس لئے اُس کے ساتھ سلوک بھی ایسا ہی ہونا

چاہئے۔ اور میرے اس انداز سے وہ بہت خوش ہوئی۔

''تمہارے بعد...... تمہارے قرب کے بعد کوئی اور طلب نہیں رہتی۔ کاش! تم ساری زندگی میرے پاس سے جانے کی نہ سوچو...... اُف! تم ہر لحاظ سے عجیب ہو۔''

''تمہارے پاس سے جانے کی کون سوچے گا ساریٹی! تمہیں خود اپنی قدر و قیمت نہیں معلوم۔ میں اَب ساری زندگی تمہیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ یقین کرو! روئے زمین پر تمہارے جیسی دوسری عورت نہیں ہوگی۔

''اور تمہارے جیسا مرد!'' بوڑھی نے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔

بہرحال! نہ جانے کب تک اُس کے ناز و انداز برداشت کرنے پڑے، تب کہیں فرصت مل سکی۔ اور اَب مجھے اپنی ڈیوٹی انجام دینا تھی۔ نہ جانے کس وقت ڈیوک کو میری ضرورت پیش آجائے۔ ویسے فلیگ کے اختیارات مجھے معلوم تھے۔ وہ ڈیوک کا سب سے زیادہ منہ چڑھا آدمی تھا۔ اور اس وقت بھی ڈیوک کی خلوت میں داخل ہوسکتا تھا جب دوسروں کو اس عمارت میں جانے تک کی اجازت نہ ہو۔ وہ دن اور رات کے کسی بھی حصے میں کہیں بھی جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ ڈیوک کا حرم پوری طرح اُس کے تصرف میں تھا۔ چنانچہ میں کیوں نہ فائدہ اُٹھاتا؟ میرے دوست فلیگ نے مجھے ہر چیز سے روشناس کرا دیا تھا۔ اس لئے ڈیوک کی رہائش گاہ والے علاقے میں آکر میں نے سب سے پہلے ڈیوک کی خلوت گاہ کا جائزہ لینا ضروری سمجھا۔

ڈیوک کی عیش گاہ میں تاریکی نہیں تھی۔ ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ عیش گاہ میں دُور دُور تک کوئی نہیں تھا۔ لیکن دفعتہً مجھے عقب میں آہٹ سنائی دی اور میں وحشی ہرن کی طرح چونک پڑا۔ لیکن دیر ہوچکی تھی۔ دو حسینائیں میرے بالکل سامنے آگئیں...... لیکن اُنہیں دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ اُن کے جسم پر لباس کا ایک تار تک نہیں تھا...... بدن کے ہیجانی حصوں کو اُنہوں نے حسین زیورات سے اور نمایاں کر رکھا تھا۔ اُن کے ہاتھوں میں لکڑی کی ٹوکریاں تھیں جن میں شراب کا سامان موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائیں اور میں نے بھی گردن ہلا دی۔

''آپ کہاں چلے گئے تھے مسٹر فلیگ......!'' اُن میں سے ایک نے پوچھا۔

''کیوں...... خیریت؟''

''کچھ نہیں۔ ڈیوک نے آپ کو طلب کیا تھا۔ لیکن پھر اُنہوں نے مجھے اس کام پر متعین کر

دیا۔

''اوہو...... بلایا تھا کسی کو......؟''

''ہاں......!'' لڑکی نے جواب دیا۔

''کسے......؟''

''ایمبر ون سے آنے والی حسین لڑکی شیکا کو۔''

''اوہو...... تو کیا وہ پہنچ چکی ہے؟''

''ہاں......!'' لڑکی نے جواب دیا اور میں نے پُر اطمینان انداز میں گردن ہلا دی۔

دونوں لڑکیاں آگے بڑھ گئی تھیں۔ پھر میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ بہرصورت! میرے لئے یہ ایک خطرناک تجربہ تھا۔ میں خود بھی اُن کے پیچھے ڈیوک کی خلوت گاہ میں داخل ہوگیا۔ تھا اور اندر کا منظر دیکھ کر میری کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا۔

اُس کمرے کا ماحول بہت ہی ہیجان خیز تھا۔ ڈیوک ایک صوفے پر دراز تھا اور اُس کے گرد تین لڑکیاں بیٹھی اُسے شراب پلا رہی تھیں۔ ایک لڑکی اُس کے عقب میں کھڑی اُس پر جھکی، اُس کے شانوں پر مساج کر رہی تھی۔ سارے کے سارے بے لباس تھے اور بے حجاب بھی...... ڈیوک خود بھی نشے میں تھا اور شاید اُس کی ساتھی لڑکیاں بھی۔ پھر اُس نے میری جانب دیکھا اور مسکراتا ہوا ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

''بس، بس......! اَب تم جاؤ فلیگ! آرام کرو...... تم بھی آرام کرو!'' اُس کے موڈ میں ذرا بھی ناخوشگواری نہیں تھی۔ میں نے گردن جھکا دی اور ڈیوک سے اجازت لے کر اُس کے کمرے سے باہر آگیا۔

باہر آکر میں نے دروازہ بند کر دیا۔ گو، اس کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی میں اطمینان کر لینا چاہتا تھا۔ اور اَب مجھے یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ ڈیوک تو کم از کم صبح تک ہوش میں آنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ میں اطمینان سے اُس طرف چل پڑا جہاں ڈیوک کا اصطبل تھا۔ اصطبل سے مراد اُن لڑکیوں کی رہائش گاہ ہے جو ڈیوک کے لئے جانوروں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ چنانچہ اس وقت میں اطمینان سے اُس اصطبل تک پہنچ گیا۔ لڑکیوں کی نگران ایک بوڑھی عورت تھی۔ غالباً مقامی ہی تھی، اور ڈیوک کے وفاداروں میں سے تھی۔ دروازے کے باہر ایک کاؤچ پر وہ نیم دراز تھی۔ دروازہ بند تھا۔ میری آہٹ محسوس کر کے شاید اُس کی آنکھ کھل گئی، یا پھر وہ جاگ ہی رہی تھی۔ دوسرے لمحے وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

''مسٹر فلیگ......!'' اُس نے میری جانب دیکھا۔

''ہیلو......!''

''فرمائیے......؟'' وہ مستعدی سے بولی۔

''بس، ذرا......!'' میں نے ایک آنکھ دبائی اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے...... تشریف لائیے!''

''سوگئی ہیں سب......؟''

''ہاں......!''

''میں جاؤں......؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں...... بالکل! جسے جانا تھا، وہ جا چکی ہے۔'' عورت نے جواب دیا۔ میں نے دروازہ کھولا اور بوڑھی کو مسکراتا چھوڑ کر ہال میں داخل ہوگیا۔ عجیب سا منظر تھا جسے دیکھ کر مجھے ڈیوک سے شدید نفرت محسوس ہوئی۔

اصطبل میں برابر، برابر بستر بچھے ہوئے تھے۔ رہائش گاہ کا مناسب اور آرام دہ انتظام تھا۔ لیکن اُن عورتوں کی زندگی یقینی طور پر بڑی تکلیف دہ تھی۔ بہرصورت! سوتی ہوئی لڑکیوں کے درمیان میں آگے بڑھتا رہا اور ایک ایک کا چہرہ دیکھتا رہا۔ کچھ جاگ رہی تھیں اور اُنہوں نے بھی سونے ہی کا انداز اختیار کیا ہوا تھا۔ لیکن مجھے ویرا، کی تلاش تھی۔

اُس بڑے ہال کے آخری حصے میں ایک بستر پر ویرا نظر آئی۔ وہ کروٹ لئے چہرے پر ہاتھ رکھے سو رہی تھی۔ لیکن بہرصورت! میں اُسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر میں نے اُس کی پیشانی پر اُنگلی لگائی۔ دوسرے لمحے ویرا، نے سہمے ہوئے انداز میں اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹالیا اور مجھے دیکھنے لگی۔

''کیا نام ہے تمہارا......؟'' میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''ویرا......!'' اُس نے معصومیت سے جواب دیا۔

''اُٹھو......!'' میں نے بدستور خشک انداز میں کہا اور ویرا جلدی سے اُٹھ بیٹھی۔ اُس کے انداز میں وحشت تھی۔ اور اس وقت وہ بڑی لاغر سی نظر آرہی تھی۔ سہمے ہوئے انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے وہ بستر سے نیچے اُتر آئی۔

''میرے ساتھ آؤ......!'' میں نے کہا اور وہ وحشت زدہ ہرنی کی طرح اِدھر اُدھر دیکھنے لگی جیسے کہ بھاگنے کے لئے راستہ تلاش کر رہی ہو۔ پھر اُس کے انداز میں مایوسی پیدا ہوگئی۔

''آؤ......!'' میں نے بدستور خشک انداز میں کہا اور وہ میرے پیچھے پیچھے لڑکھڑاتے قدموں سے چل پڑی۔

میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اور پھر میں جب دروازے سے باہر آیا تو محافظ عورت نے مجھے دیکھا اور مسکرا کر بولی۔ ''دروازہ بند کرلوں؟''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔ پھر میں نے ویرا کا بازو پکڑ لیا۔ اس گرفت میں نہ تو کوئی سختی تھی اور نہ بالکل ہی نرمی۔ میں اُسے ساتھ لئے آگے بڑھتا رہا۔ اَب میرا رُخ اپنی رہائش گاہ کی جانب تھا۔

اپنے خوبصورت کمرے کا دروازہ کھول کر میں ویرا کے ساتھ اندر آگیا۔ ویرا کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ میں نے کمرے میں مدھم روشنی والا بلب جلا دیا اور کمرے میں ٹھنڈی روشنی پھیل گئی۔ اس روشنی میں ویرا کا چہرہ بھی مدھم ہی نظر آرہا تھا۔ میں نے اُسے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود لباس بدلنے لگا۔ لباس تبدیل کرنے میں، میں نے بے حجابی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ چند ساعت کے بعد میں ویرا کے نزدیک ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کیا نام ہے تمہارا...... میں پھر بھول گیا۔'' میں نے کہا۔

''ویرا......!''

''اوہ...... ڈیئر ویرا! میں تم سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کسی قدر بدلی ہوئی آواز میں کہا اور یقینی طور پر ویرا میری آواز کو نہیں پہچان سکی تھی۔

''جی......!'' اُس نے معصومیت سے کہا۔

''اس سے قبل کبھی تم نے میرے ساتھ کوئی رات گزاری ہے......؟''

''نہیں......!'' ویرا نے جواب دیا۔

''اور تم ڈیوک کے پاس بھی نہیں گئیں......؟''

''نہیں، کبھی نہیں......!''

''اس کے علاوہ کسی اور شخص نے تم سے قریب ہونے کی کوشش کی ہے......؟''

''نہیں...... کسی نے نہیں۔'' ویرا، نے جواب دیا۔

''خوب...... بہرصورت ویرا! میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔''

''جی...... میں سمجھی نہیں۔'' وہ تعجب سے بولی۔

''اس بات پر کہ تم ابھی تک محفوظ ہو اور تمہارے دامن پر کوئی داغ نہیں لگا ہے۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا اور ویرا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ چند ساعت وہ اسی طرح مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

''میں اَب بھی نہیں سمجھی مسٹر فلیگ......؟''

''فلیگ نہیں ویرا! میں وہ ہوں، جس کی تم نے پناہ لی تھی۔''

''کون......؟'' ویرا کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔

''ڈینس کہو، ڈن کہو، جو چاہو کہہ لو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ویرا کی کیفیت عجیب ہو گئی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ اُس کا بدن اَب اور زور زور سے کانپ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا، جیسے اُسے کوئی دورہ پڑ گیا ہو۔ میں آگے بڑھا اور میں نے اپنے بازو اُس کی کمر میں ڈال دیئے۔ ''خود کو قابو میں رکھو ویرا! ہمیں بہت سی باتیں کرنی ہیں۔''

''تم......تم ڈینس ہو......؟''

''ہاں! اور تمہاری حماقتوں کی بہت بڑی قیمت ادا کر چکا ہوں۔''

''آہ...... کیا واقعی تم ڈینس ہو؟'' ویرا خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک اُسے تسلی دیتا رہا۔ لیکن وہ اَب بھی یقین نہیں کر سکی تھی۔

''بیٹھ جاؤ ویرا!'' میں نے اُسے صوفے پر بٹھا دیا۔

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے......؟ تم تو......تم تو......''

''کیا تم میری آواز نہیں پہچان سکتیں؟ میں فلیگ کے میک اَپ میں ہوں اور یہ سب کچھ میں نے تمہارے لئے کیا ہے۔''

''آہ......! میں تو ذہنی طور پر بالکل معطل ہو کر رہ گئی ہوں۔ میں تو سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہ گئی ہوں۔ براہِ کرم! مجھے یقین دلا دو...... مجھے یقین دلا دو!''

''میں میک اَپ نہیں اُتارنا چاہتا ویرا! لیکن یاد کرو، تم خوفزدہ ہو کر میرے پاس سے آلڈرے کے لوگوں کے ہاتھ لگ گئیں۔ جبکہ میں نے اُنہیں شکست دے دی تھی۔ اگر تم اُس وقت تھوڑی سی ہمت اور اعتماد سے کام لیتیں تو شاید حالات اِتنے خراب نہ ہوتے۔''

''آہ......! میں مظلوم ہوں۔ مجھے برباد کر دیا گیا ہے۔ مجھ سے میرا سکون چھین لیا گیا ہے۔ میں خوف کی گود میں لرزتی رہی ہوں۔ مجھے موت کیوں نہیں آئی......؟'' وہ رونے لگی۔

''ویرا......! ویرا......! خود کو سنبھالو ویرا! ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔''

''لیکن تم......تم یہاں کس طرح پہنچ گئے؟ ڈیوک کے جزیرے پر تو لوگ کسی قیمت پر نہیں پہنچ سکتے۔''

''میں نے تمہارے لئے جان کی بازی لگا دی ہے ویرا!''

''تو......تو کیا ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟'' اُس نے اُمید و بیم کے انداز میں پوچھا۔ اُس کے لہجے میں بڑی حسرت، بڑی معصومیت تھی۔

''یقیناً...... کامیاب ہو جائیں گے۔''

''کب؟ آج......ابھی......؟''

''نہیں ویرا! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، ڈیوک نے اس جزیرے کو ایک فولادی قلعہ بنا دیا ہے۔ کسی کا یہاں سے نکل جانا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے ہمیں شدید جدوجہد کرنا ہو گی۔ اور مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

''آہ......! تم نے میرے لئے کس قدر تکلیف اُٹھائی ہے۔''

''یہ میری عزت کا سوال تھا ویرا! تمہیں یہاں تک پہنچانے والے کو میں نیست و نابود کر چکا ہوں۔ بس! اب ڈیوک باقی ہے۔ لیکن ویرا! میں نے اس وقت تم سے صرف اس لئے ملاقات کی ہے کہ تمہیں دلاسہ دے دُوں اور تمہاری اس خلش کو ختم کر دُوں جو تمہیں یہاں رہتے ہوئے ہو گی۔ لیکن اگر تم ذرا بھی کمزور پڑیں یا تم نے کسی قسم کے جذبے کا اظہار کیا تو میرا مشن خطرے میں پڑ جائے گا۔ تم جس طرح وقت گزار رہی ہو، اس میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔ کوئی یہ نہ جان سکے کہ تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات ہے۔''

''ایسا ہی ہو گا مسٹر ڈینس......ایسا ہی ہو گا۔'' وہ فرطِ خوشی سے مجھ سے لپٹ گئی۔ اور پھر میں دیر تک ویرا کو تسلیاں دیتا رہا۔ ویرا بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ میں نے اُسے یہ نہیں بتایا کہ میں اُس کے بھائی کو بھی تلاش کر چکا ہوں۔ میں اُسے اتنی ساری خوشیاں ایک ساتھ دے کر شادی مرگ میں نہیں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔

''پھر......اَب ہمیں کیا کرنا ہو گا؟'' ویرا، نے پوچھا

''یہاں سے تم وہاں واپس چلی جاؤ گی، جہاں سے میں تمہیں لایا ہوں۔''

''آہ...... بڑی منحوس جگہ ہے وہ ڈینس! مظلوم لڑکیوں کی آہوں سے وہ ایک بھیانک اذیت گاہ بن گئی ہے۔''

''یہاں کی لڑکیاں ظاہر ہے، خوش تو نہ ہوں گی۔''

''خوش......؟'' اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''وہ سب زندگی سے نالاں ہیں اور سوچتی ہیں کہ کون سے گناہ کی پاداش میں خدا نے موت بھی اُن کی قسمت سے مٹادی ہے۔''

''افسوس ویرا! میں اُن سب کے لئے تو کچھ نہیں کرسکتا۔ لیکن بہرصورت! تم اُس قید خانے میں زیادہ عرصے تک نہ رہ سکو گی۔ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ ڈیوک کی موت کے بعد وہ سب خود بخود آزاد ہو جائیں۔ میرا خیال ہے اگر ڈیوک مرجائے تو اس کے بعد کوئی اور اُس کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اور اس کے بعد لڑکیوں کو بھی وہاں رکھنے کا کوئی جواز نہ ہوگا۔''

''یقیناً، یقیناً......مگر یہ کمبخت ڈیوک، سنا ہے کہ فرانس کی حکومت پر بری طرح اثر انداز ہے۔ اُس کا قائم مقام کوئی نہیں ہے۔ سب کے سب اُس کے حاشیہ بردار ہیں۔'' ویرا، نے کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے......اَب تم یہاں آرام کرو۔''

''یہاں......؟'' اُس نے کسی قدر ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''نہیں ویرا! میں تمہاری عزت کا محافظ ہوں، ڈاکو نہیں بنوں گا۔'' میں نے کہا اور وہ ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر عجیب سے انداز میں، جس میں محبت، خلوص، ممنونیت سب کچھ تھا، وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''میں جانتی ہوں، تم نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے، اس کا میں ساری زندگی تمہیں صلہ نہیں دے سکتی۔ لیکن کیوں نہ میں واپس وہیں چلی جاؤں......؟''

''نہیں ویرا! میں جس انداز اور جس حیثیت سے تمہیں لایا ہوں، تو میری حیثیت کا کوئی شخص، کسی لڑکی کو اپنی خواب گاہ میں لانے کے بعد اتنی جلدی واپس نہیں کردیتا۔ بہتر یہی ہے کہ تمہاری محافظ عورت یہی سمجھتی رہے کہ فلیگ تمہیں لے گیا ہے اور اَب تم صبح ہی کو واپس آؤ گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' ویرا، نے جواب دیا۔

''تم آرام سے اِس بستر پر لیٹ جاؤ۔ میں یہاں صوفے پر لیٹ جاتا ہوں۔ ہم لوگ بہت سی باتیں کرچکے ہیں۔ چنانچہ اَب ہمیں سوجانا چاہئے۔''

''مگر مجھے تو نیند نہیں آئے گی ڈینس!'' ویرا نے کہا۔

''نہیں ویرا! یہ ضروری ہے کہ تم اپنے انداز میں کوئی تبدیلی نہ آنے دو۔ تم مجھے اس کا احساس نہ ہونے دو کہ میں نے تمہیں رازدار بنا کر کوئی غلطی کی ہے۔ ویرا! تمہاری ذرا سی

لغزش، ڈیوک جیسے چالاک درندے کو ہوشیار کردے گی۔ اور اس کے بعد نہ صرف میری بلکہ تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اِس جزیرے پر میں تنہا ہوں۔ اور دوسری طرف ڈیوک کے خونخوار کتے جو کسی بھی شخص کو چیرنے پھاڑنے کو تیار رہتے ہیں۔''

''میں جانتی ہوں...... میں جانتی ہوں ڈینس! اچھی طرح جانتی ہوں۔'' ویرا، نے کسی قدر خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''چنانچہ بہتر یہی ہے کہ تمہیں اپنے انداز میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرنی چاہئے۔''

''تم بےفکر رہو ڈینس! ایسا ہی ہوگا۔ کوئی کچھ اندازہ نہیں لگا سکے گا۔ میں جیسی ہوں، ویسی ہی رہوں گی۔''

''تھینک یو ویرا!'' میں نے کہا اور وہ بستر پر جا کر لیٹ گئی۔ لیٹتے ہی اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ''تم یقین کرو ڈینس! ایک طویل عرصے کے بعد میں سکون کی نیند سوؤں گی۔ افسوس! میری ساری زندگی غارت ہوکر رہ گئی تھی۔ نجانے آئندہ میری قسمت میں کیا لکھا ہے؟ کاش! تم مجھے یہاں سے نکال لے جانے میں کامیاب ہو جاؤ۔ کاش! مجھے میرا بھائی واپس مل جائے۔'' ویرا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

میں نے اس سلسلے میں پھر اُس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ میں خاموشی سے آکر صوفے پر لیٹ گیا۔ یوں ہم نے رات گزار دی۔ ویرا تو شاید ساری رات ہی نہ سو سکی تھی۔ کیونکہ صبح اُس نے ہی مجھے جگایا تھا۔ میں اُٹھ گیا۔ اور پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ''ٹھیک ہے ویرا! اَب میں تمہیں تمہاری جگہ واپس چھوڑ آتا ہوں۔'' ویرا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اُسے لے کر واپس چل پڑا۔ محافظ عورت اَب بھی سو رہی تھی۔ اُس کے خراٹے زور زور سے گونج رہے تھے۔

''یہ اتنی صبح جاگنے کی عادی معلوم نہیں ہوتی۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... یہ تقریباً آٹھ بجے جاگتی ہے۔'' ویرا نے جواب دیا۔

''ہوں......'' میں نے گردن ہلائی اور پھر دروازہ کھول کر ویرا کو اندر بھیج دیا اور دروازہ بند کردیا۔ پھر میں واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گیا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر میں گہری نیند سو گیا تھا۔ اس کے بعد صبح دس بجے ہی میری آنکھ کھلی۔ فلیگ کی جو ذمہ داریاں تھیں، وہ رات کو شروع ہوا کرتی تھیں۔ پورا دن آرام سے گزرتا تھا۔

اس کے بعد میں نے دوبارہ، ویرا سے ملاقات نہیں کی۔ بس! اتنا ہی کافی تھا۔ میں اُسے

ساری تفصیل بتا چکا تھا۔ البتہ ڈیوک کے سامنے کئی بار جانا ہوا۔ یہ خوشی کی بات تھی کہ ڈیوک مجھے بار بار طلب نہیں کرتا تھا۔ رات کو عموماً جب وہ نشے میں ہوا کرتا تھا تو مجھے طلب کیا کرتا تھا۔ دن عموماً بوڑھی کے ساتھ گزارا کرتا تھا۔

بوڑھی سارٹینا بھی میری ذات سے بہت خوش تھی اور ہمیشہ یہی کہا کرتی تھی کہ جب سے اُسے چیتا ملا ہے، اُسے کسی اور مرد کی خواہش نہیں رہی۔ بہرصورت! بڑی خوفناک بوڑھی تھی۔ میں نے اس عمر کی عورت کو کبھی اس قدر جنس زدہ نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے میرے راز کو اس طرح ہضم کرلیا تھا جیسے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ اور مجھے بھی اس میں کوئی دقت نہیں تھی۔ میں مکمل طور پر پرسکون تھا۔

لیکن اَب میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔ ظاہر ہے، ڈیوک کے حاشیہ بردار کی حیثیت سے میں یہاں عمر گزارنے تو نہیں آیا تھا۔ مجھے صرف ویرا کو نکال لے جانا تھا۔ حالانکہ ڈیوک جتنا خطرناک آدمی تھا، اُس کا اندازہ مجھے بخوبی تھا۔ ممکن تھا کہ میری کسی لغزش سے اُسے شبہ ہو جاتا اور اس کے بعد یہ کام اُس کے لئے مشکل نہ ہوتا کہ وہ میری ذات کو بے نقاب کردیتا۔ چنانچہ اس کے لئے مجھے شدید احتیاط سے کام لینا پڑ رہا تھا۔

اس دوران میں یہ سوچتا رہا تھا کہ اَب کس طرح ڈیوک سے نبرد آزما ہوا جائے۔ میرے ذہن میں اُس کے خلاف بے پناہ نفرت تھی۔ اور بوڑھی سارٹینا...... سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس عورت کا کیا حشر کروں؟ میں اُسے کوئی بڑی سے بڑی سزا دینا چاہتا تھا۔ اور ڈیوک کو میں ذہنی طور پر اتنا مضمحل کر دینا چاہتا تھا کہ وہ خودکشی پر آمادہ ہو جاتا۔ لیکن اس کے لئے کوئی اچھی ترکیب ابھی تک میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ بالآخر بہت کچھ سوچنے کے بعد میں نے ایک پروگرام ترتیب دیا۔ اَب مجھے اپنی حدود سے آگے بڑھنا تھا۔ چنانچہ اُس شام جب ڈیوک اپنی عیش گاہ میں پہنچا تو میں بھی حسب معمول اُس کے ساتھ تھا۔ بلاشبہ! میرا میک اَپ انتہائی معیاری تھا اور آج تک ڈیوک کو اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ جو کچھ میں چاہتا تھا، وہ ڈیوک نے ہی کہہ دیا......

''میں یکسانیت کا شکار ہو گیا ہوں فلیگ......!'' اُس نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا ڈیوک......؟''

''بے شک لڑکیاں نئی ہوتی ہیں۔ لیکن اُن کے انداز وہی پرانے پرانے سے ہوتے ہیں۔ سب کے چہروں پر خوف و ہراس۔ میرے ساتھ اُن کا سلوک ایسا ہی ہوتا ہے، جیسے

قصاب کے سامنے بکری۔ بعض اوقات کوفت ہوتی ہے اِس ماحول سے۔''

''میں اِس میں تبدیلی پیدا کروں جناب......؟''

''ہاں...... میں یہی چاہتا ہوں۔''

''بہتر ہے...... کل شام تک انتظار کریں۔''

''مجھے تمہاری ذہانت پر بھروسہ ہے۔'' ڈیوک نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے شکریہ ادا کیا۔ ڈیوک کے مشاغل شروع ہو گئے اور میں وہاں سے چلا آیا۔ لیکن یہ پوری رات غور و خوض میں گزری تھی۔ میں نے ایک اعلیٰ پائے کا پروگرام ترتیب دیا۔ اور پھر صبح جاگ کر اُس کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ ڈیوک کے محل میں مجھے ایک خاص حیثیت حاصل تھی اس لئے اپنی کوئی ضرورت پوری کرنے میں مجھے کوئی قباحت نہیں ہوئی۔ میں نے جو کچھ طلب کیا، مجھے فراہم کر دیا گیا۔

تب میں نے ڈیوک کی عیش گاہ کے ہال کو ایک خاص انداز سے آراستہ کیا۔ اور اس کے بعد میں نے بے شمار شراب کی بوتلیں طلب کر لیں۔ مختلف شرابوں کو ملا کر میں نے ایک خطرناک کاک ٹیل تیار کی اور ایک ملازم کو تجربے کے لئے طلب کیا۔

کاک ٹیل کے چند پیگ پینے کے تقریباً دس منٹ کے بعد ہی ملازم اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اُس کی کیفیت عجیب ہو گئی تھی۔ بہرحال! میں اِس کوشش سے مطمئن تھا۔ اس کے بعد میں اپنی بوڑھی محبوبہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جو مجھے دیکھ کر کھل اُٹھی تھی۔

''کہاں تھے ڈارلنگ صبح سے......؟''

''ڈیوک کی خدمت میں۔''

''اوہ...... تم نے اپنے سر بلاوجہ مصیبتیں لے لی ہیں۔ تم میرے ہو...... اور کس کی مجال ہے کہ میرے کسی آدمی کو چھیڑنے کی کوشش کرے......''

''آپ جانتی ہیں سارٹی! کہ یہ میں نے آپ کے لئے کیا ہے۔''

''میرے لئے کیوں......؟''

''میں خود بھی آپ کو بے پناہ چاہنے لگا ہوں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی اُلجھن میں پڑیں۔'' میں نے اُسے بھینچ کر پیار کرتے ہوئے کہا۔

''میں بھلا کس اُلجھن میں پڑوں گی......؟''

''میں جانتا ہوں کہ خود ڈیوک کی مجال بھی نہیں ہے کہ آپ کے سامنے آکر بات کریں۔

لیکن بہرحال! وہ میرے دشمن ہیں۔''

''میں تو تمہاری دوست ہوں۔''

''صرف دوست......؟'' میں نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

''نہیں......سب کچھ۔''

''یہ سب میں نے حفظ ماتقدم کے لئے کیا ہے۔ اگر کبھی میں آپ سے جدا ہو گیا تو ایک لمحے زندہ نہ رہ سکوں گا۔''

''ہم کبھی جدا نہ ہوں گے میری جان!'' بوڑھی مجھ سے لپٹ گئی اور میرا منہ بگڑ گیا۔ لیکن اَب میں کونین کھانے کا عادی ہو گیا تھا۔ چنانچہ دیر تک مجھے برداشت کرنا پڑا۔ پھر میں نے کہا۔

''ایک بات پوچھوں سارٹی......؟''

''ضرور......!'' اُس نے کہا۔

''ڈیوک آپ کی اولاد ہیں۔ لیکن کیا تم نے کبھی اُسے عورت کی نگاہ سے دیکھا ہے؟''

''میں نہیں سمجھی......؟'' پُر ہوس بوڑھی نے کہا۔

''کیا تمہارے خیال میں وہ عورت کے لئے پُرکشش ہے؟''

''ایک عورت کے زاویئے سے سوچیں تو بہت۔''

''بلاشبہ! وہ عورتوں کے لئے ایک خطرناک شخصیت ہے۔ کیا تم نے کبھی اُس کی خلوت میں جھانکا ہے......؟''

''نہیں......!''

''یہ خواہش کبھی ذہن میں نہیں اُبھری؟''

''نہیں......عجیب سی بات ہے۔ حالانکہ وہ میرا بیٹا ہے۔ لیکن بعض اوقات میرے ذہن میں اُس کے لئے عجیب عجیب سے خیالات سر اُبھارتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں کہ یہ وہ بیٹا ہے جس کے باپ کو بھی میں نہیں جانتی۔ یہ درست ہے کہ مجھے اُس وقت اس بیٹے کی ماں بنوایا گیا تھا جب میں ماں کے تصور سے نا آشنا تھی۔ اُس حالت میں جب اُس نے جنم لیا تو میرے دل میں اُس کے لئے اس ماتا کے جذبات نہیں اُبھر سکے جو ایک شوہر والی بیوی کے دل میں اُبھرتے ہیں۔ اس کے بعد سے میرے اور اُس کے تعلقات عجیب سے رہے ہیں۔ مجھے اچھا لگا تھا، اس لئے میں نے اُسے پرورش کیا۔ لوگ اُسے قتل کرنا چاہتے تھے۔ مگر نجانے

کون سے جذبے نے مجھے اُن کی بات تسلیم نہ کرنے دی اور میں نے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اُس کی پرورش میں بھی میری بہت زیادہ سوچ کو دخل نہیں ہے۔ ایک طرح سے یہ خود ہی پروان چڑھتا رہا۔ اور اس کے بعد جب میں نے اسے محسوس کیا تو وہ اچھا خاصا خوبصورت نوجوان تھا۔ لیکن اس نوجوان کو میں نے ابھی تک اس انداز میں نہیں دیکھا، جس انداز میں دوسرے نوجوانوں کو دیکھتی ہوں۔ تاہم کبھی کبھی کسی کی اچھی ادا پر میرے ذہن میں بہت ہی عجیب سے تاثرات پیدا ہوتے ہیں۔'' بوڑھی نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

''اِن حالات میں تو سارٹینا! میرا خیال ہے تمہیں اُس کی طرف توجہ دینا چاہئے تھی۔''

''اوہ......اوہ......تم میرے ذہن میں یہ احساس نہ جگاؤ فلیگ! بس، تم میرے لئے بہت کچھ ہو۔ میں کسی اور کی قربت کی طلب گار نہیں ہوں۔'' سارٹینا نے پیار بھرے انداز میں مجھے دیکھ کر کہا۔

''لیکن میرے دل میں ایک اور خواہش اُبھری ہے مادام سارٹینا!''

''کیا......؟''

''میں چاہتا ہوں کہ ہم اُسے قریب سے دیکھیں۔''

''کیسے......؟''

''میں اس کا بندوبست کر لوں گا۔ تم جانتی ہو کہ میں میک اَپ کا ماہر ہوں۔''

شام تک میں نے پورے کھیل کی تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ ڈیوک کے عشرت کدے میں اس وقت تقریباً ایک درجن حسینائیں موجود تھیں۔ ظاہر ہے، لباس پہننے کا تو یہاں رواج ہی نہ تھا۔ لیکن میں نے جو جدت کی تھی، وہ یہ تھی کہ اُن سب کے آدھے سے زیادہ چہرے کالے نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے۔ صرف آنکھوں کا حصہ کھلا تھا جس سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتی تھی۔ لیکن اُن میں سے قطعی ایک دوسرے کو پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ خود ڈیوک کے لئے بھی میں نے ایک ایسی ہی نقاب مہیا کی تھی اور ڈیوک اُسے پہن کر بہت ہنسا تھا۔ چاروں طرف شراب لنڈھائی جا رہی تھی۔ ہلکی موسیقی سے فضا مسحور تھی اور ڈیوک نے اس ماحول سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ میں خود بھی وہاں موجود تھا۔ اور ابھی میں نے اپنا کھیل شروع نہیں کیا تھا کہ ڈیوک نے مجھ سے کہا۔

''میں نے اس تبدیلی کو پسند کیا ہے فلیگ......!''

''شکریہ ڈیوک! مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا ہوں۔'' میں نے

جواب دیا۔

''کوئی جواب نہیں ہے فلیگ! تم اُستاد آدمی ہو۔''

''ایک بار پھر شکریہ ڈیوک! لیکن ایک بات اور......''

''کیا......؟'' ڈیوک نے شراب کا جام اپنے لبوں سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''آج کے لئے آپ کا ساتھی میں منتخب کروں گا۔''

''اوہ...... مجھے تمہاری پسند پر اعتماد ہے۔'' ڈیوک نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ تب میں نے اپنی وہ مخصوص کاک ٹیل نکالی جو میں نے خاص طریقے سے تیار کی تھی۔ آج اس کا ہی تو کھیل تھا۔ چنانچہ میں نے وہ کاک ٹیل ڈیوک کے سامنے پیش کر دی۔ ڈیوک نے اُسے چکھا اور ایک بار پھر وہ خوشی اور مسرت سے ہنس پڑا۔

''یہ کیا ہے...... واہ، واہ......!''

''یہ میں نے آپ کے لئے تیار کی ہے ڈیوک!''

''بہت خوب...... بہت خوب فلیگ! تم بے پناہ خوبیوں کے مالک ہو۔ میں تمہیں شروع سے پسند کرتا ہوں۔ اور ظاہر ہے، اس کی وجہ معقول ہے۔''

''شکریہ ڈیوک!'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر وہاں پر موجود لڑکیوں کو بھی ایک ایک پیگ پینے کو دیا۔

تقریباً پندرہ منٹ کے اندر اندر ڈیوک پانچ یا چھ پیگ خالی کر چکا تھا۔ لیکن ان پانچ پیگ نے اُس کی جو حالت کر دی تھی، وہ دیکھنے کے قابل تھی۔ اُس سے اپنے پیروں پر کھڑا ہوا جا رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں جھکی جا رہی تھیں۔ بس! وہ شراب طلب کر رہا تھا۔ تب میں وہاں سے چند ساعت کے لئے نکل آیا۔

میں مادام سارٹینا کے ہاں پہنچا۔ اُس کے لئے میں مخصوص کاک ٹیل کی ایک بوتل ساتھ لے گیا تھا۔ دو جام حلق سے اُتارنے کے بعد وہ میرے اشاروں پر ناچنے کے لئے تیار ہو گئی تو میں اُسے لے کر ڈیوک کے عشرت کدے کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے اُسے مخصوص نقاب پہنا دیا تھا تا کہ کوئی اُسے پہچان نہ سکے۔

ڈیوک، نشے میں دُھت تھا۔ اُس کے لئے اپنے پرائے کی پہچان ختم ہو چکی تھی۔ مادام کی طرف اُس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ البتہ سارٹینا اُسے ایسی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جیسے اپنی خواہشات کے ترازو میں تول رہی ہو۔

میں زیرِ لب مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اُسے ڈیوک کے پاس چھوڑ کر میں الگ ہٹ گیا۔ صورتِ حال ایسی تھی کہ اَب جو کچھ بھی ہونے والا تھا، وہ میری مرضی کے عین مطابق ہی عمل میں آنے والا تھا۔ لہٰذا میں چپکے سے باہر آ گیا۔ عشرت کدے میں میرے انتقام کا سٹیج لگ چکا تھا اور پردہ اُٹھنے ہی والا تھا...... اور میں چاہتا تھا کہ پردہ اُٹھتے ہی اپنی ہر کارروائی پایہ تکمیل تک پہنچا دُوں۔ میں اپنے کمرے سے کیمرہ لے کر جلد ہی عشرت کدے کی طرف واپس چل دیا۔

جب میں وہاں پہنچا تو میرا اندازہ درست ہی نکلا۔ بھلا جہاں سارٹینا ہو، وہاں کسی کی کیا دال گل سکتی ہے؟ اس وقت تمام رشتے، ذہن سے محو ہو چکے تھے۔ ڈیوک اور سارٹینا ایک دوسرے میں گم نظر آ رہے تھے۔ نشے کے عالم میں اُنہوں نے نقابیں اُتار پھینکی تھیں۔ تب میں نے فوٹو گرافی شروع کر دی اور بے شمار ''نایاب'' تصاویر میرے کیمرے میں منتقل ہونے لگیں۔

اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد میں مطمئن انداز میں واپس چلا آیا تھا۔ جو کچھ میں نے کیا تھا، میرے لئے خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ اس وقت کی صورتِ حال، سارٹینا اور ڈیوک دونوں کے لئے خوف ناک تھی۔ جو تصاویر میرے کیمرے میں منتقل ہو چکی تھیں، وہ اُن دونوں کی اصلیت کھول سکتی تھیں۔

دیر تک میں سوچتا رہا۔ میرے ذہن میں پروگرام بن رہے تھے، بگڑ رہے تھے۔ لیکن دیر تک میں کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا۔ تاہم! میں نے یہ ضرور سوچ لیا تھا کہ اَب پہلی کوشش یہی کرنی چاہئے کہ یہاں سے نکل جاؤں اور اپنا کام جلد از جلد ختم کر دُوں۔

لیکن ویرا...... اُس لڑکی کے لئے تو سارا ہنگامہ ہوا تھا۔ اُسے تو میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اور اُسے لے جانے کے لئے ابھی میری وہاں ضرورت تھی۔ ذہن کافی منتشر تھا۔ دیر تک میں سوچتا رہا۔ اور ایک بار پھر باہر آ گیا۔ ڈیوک کے کمرے میں رنگ رلیاں جاری تھیں۔ لیکن مجھے خدشہ تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد حالات سازگار نہیں رہیں گے۔ چنانچہ مجھے اپنا بندوبست بھی کرنا تھا۔ لیکن اس بار میں نے کوئی اُونچا کام نہیں دکھایا۔ ڈیوک کی رہائش گاہ میں اَب آزادی ہی آزادی تھی۔ چنانچہ ایک معمولی سا ملازم جو میرے قد و قامت کا تھا، میری توجہ کا شکار بنا۔

مسٹر فلیگ کا حکم ہو اور کوئی اُس سے سرتابی کرے؟ ملازم جس کا نام پیٹر تھا اور جو میری

جسامت کا تھا، میرے ساتھ میرے کمرے میں آ گیا اور میں نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

''پیٹر!'' میں نے اُسے پکارا۔

''لیس...... لیس مسٹر فلیگ......؟'' اُس نے کسی قدر سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

''تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو پیٹر......؟''

''میں...... میں نہیں سمجھا مسٹر فلیگ......؟''

''اگر مجھے تمہاری ضرورت پیش آ جائے تو تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو......؟''

''جان بھی دے سکتا ہوں مسٹر فلیگ......!'' وہ نیاز مندی سے بولا۔

''واقعی......؟'' میں نے مسکرا کر اُسے دیکھا اور اُس کے قریب پہنچ گیا۔

''آپ...... آپ آزما کر دیکھ لیں!'' وہ سہمے ہوئے انداز میں بولا اور میں نے اُس کی گردن پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

''تو مجھے تمہاری جان کی ضرورت ہے......!''

''حاضر ہوں...... حاضر ہوں!'' اُس نے اُسی انداز میں کہا اور اُس کی گردن پر میری اُنگلیوں کی گرفت تنگ ہونے لگی۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ لیکن پھر اُس کی سکڑتی آنکھیں پھیل گئیں۔ میری گرفت اُس کی گردن پر تنگ سے تنگ تر ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اُس نے جلدی سے میری کلائیوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

''کیوں...... اَب کیا بات ہے......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور پھر اُس کی گردن پر پوری قوت صرف کر دی۔ اُس کی آنکھیں نکل پڑی تھیں۔ اور چند ساعت کے بعد اُس نے دم توڑ دیا۔ میں نے جب اُسے بے جان محسوس کیا تو چھوڑ دیا اور اُس کا مُردہ بدن دھم سے نیچے گر پڑا۔

تب میں نے میک اَپ بکس نکالا اور اُس کے سامنے بیٹھ کر اُس کا میک اَپ کرنے لگا۔ میں نے اُس کا لباس بھی پہن لیا تھا۔ اور اس کام سے فارغ ہو کر میں نے سب سے پہلے اُس کی لاش ٹھکانے لگائی۔ پھر اُسی کمرے میں واپس آ کر اپنی اُتاری ہوئی فلم کے پرنٹ بنانے لگا۔ میں نے جس قدر پرنٹ بن سکتے تھے، بنائے۔ تصویریں صاف آئی تھیں اور ڈیوک اور مادام سارٹینا جو نشے میں آ کر اپنی نقابیں نوچ کر پھینک چکے تھے، ان تصاویر میں صاف نظر آ رہے تھے۔ میں نے ساری تصاویر خشک کرنے کے بعد لٹکا دیں۔ اُن تصاویر کو بنانے کے لئے میں نے کافی محنت کی تھی چنانچہ ان سے میں کوئی بڑا مقصد حاصل نہیں کرنا

چاہتا تھا۔ فلیگ کی حیثیت سے یہاں کافی مطمئن تھا اور اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے کر لیا تھا۔ لیکن ڈیوک کو ایک ذہنی جھٹکا دینے کے لئے میں نے یہ ساری کوشش کی تھی۔

بہرحال! اَب میرے پاس دو کارڈ تھے۔ ان سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں اس بارے میں سوچنے لگا کہ اَب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ ظاہر ہے، اس وقت تک تو مسٹر فلیگ کو کوئی خطرہ نہیں تھا جب تک یہ تصویریں منظرِ عام پر نہ آئیں۔ اس کے بعد بھی جب تک چل جائے۔

ویسے اُس ملازم کا ختم کر دینا بہتر ہوا۔ اس طرح کم از کم ایک اور کردار میرے قابو میں آ گیا تھا۔ اور اگر فلیگ خطرے میں پڑتا تو بھی فوری طور پر اس نئے میک اَپ کے سہارے اپنی جان بچا سکتا تھا۔

دوسرے دن یہاں کے ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ضروری تیاریوں کے بعد میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ سب سے پہلے میں بوڑھی کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ اپنی رہائش گاہ میں موجود نہیں ہے۔

''کہاں ہیں مادام سارٹینا......؟''

''ڈیوک کی رہائش گاہ پر جناب!'' جواب ملا۔ اور ایک لمحے کے لئے میری چھٹی حس نے مجھے کسی خطرے کا احساس دِلا دیا۔ لیکن میں چھٹی حس کا قائل نہیں ہوں۔ بارہا میں چھٹی حس کے چکر میں پڑا۔ بہت سارے معاملات میں اس نے مجھے ہوشیار کیا۔ لیکن میں نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔ اس وقت بھی میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کرید پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن میں نے اُس پر قطعی توجہ نہ دی۔ میں سوچنے لگا کہ اَب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ چنانچہ اپنے روزمرہ کے معاملات کے مطابق میں ڈیوک کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ چند ساعت کے بعد میں ڈیوک کے کمرے میں داخل ہو گیا کیونکہ مجھے ان تمام باتوں کی آزادی تھی۔ اس لئے میں نے اس میں کوئی قباحت نہ سمجھی۔

اندر ڈیوک اور مادام سارٹینا بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں ہی نے مجھے دیکھا اور دونوں ہی کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہیلو فلیگ......!'' ڈیوک نے خوشگوار لہجے میں کہا اور میں نے گردن جھکا دی۔ اندر سے میں خوفزدہ ہو گیا تھا۔ ''بھئی! مجھے تمہارا رات کا پروگرام بے حد پسند آیا۔ بہت ہی پسند...... اور بلاشبہ! تم انعام کے مستحق ہو۔ میں تمہیں کیا انعام پیش کر سکتا ہوں؟''

''بس جناب......! اگر آپ کو میری کاوش پسند آئی تو یہی میرا انعام ہے۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہ صرف مجھے بلکہ مادرِ مہربان کو بھی تمہارا پروگرام بے حد پسند آیا تھا۔''

''میں مادام کا بھی شکر گزار ہوں۔'' میں نے گردن جھکائی اور ڈیوک، بوڑھی کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔ بوڑھی نے بھی آہستہ سے قہقہہ لگا دیا تھا۔ لیکن اُن کی ہنسی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ بہرصورت! ڈیوک نے بوڑھی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میرا خیال ہے، آپ لوگ آرام کریں۔ اور ہاں فلیگ! تم بھی۔ آج میں ذرا کچھ زیادہ ہی آرام کروں گا۔'' ڈیوک نے کہا اور سارٹینا اُٹھ گئی۔

''میرے ساتھ آؤ فلیگ!'' اُس نے کہا اور میں بوڑھی کے ساتھ چل پڑا۔ وہ خاموشی سے آگے آگے چل رہی تھی۔ ڈیوک کا کمرہ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہم بوڑھی سارٹینا کی رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ تب وہ بہت ہی دلآویز لہجے میں بولی۔ ''تم واقعی بڑے پیارے انسان ہو۔''

''مم...... میں سمجھا نہیں؟''

''تم بہت ہی گریٹ ہو۔''

''لیکن ڈیئر سارٹی! کس سلسلے میں......؟''

''سیدھی سی بات ہے۔ تم نے ایک پروگرام ترتیب دیا۔ ڈیوک کو اور مجھے اچھی طرح شراب پلائی اور پھر ہم دونوں کو ایک دوسرے کے قریب بھیج دیا۔ اور کیا میں یہ بات بھول سکتی ہوں کہ تم ڈیوک کے ان دشمنوں میں سے ہو، جو اُسے ہر لحاظ سے نیچا دکھانے کی فکر میں رہتے ہو۔ لیکن تمہاری دشمنی ہم دونوں کے لئے بے حد خوشگوار ثابت ہوئی ہے۔''

''ٹھیک ہے مادام سارٹینا! اگر آپ اس سے خوش ہیں تو چلئے! میں بھی اسے تسلیم کئے لیتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ شدت حیرت سے میری سٹی گم تھی۔ میرا خیال تھا کہ سارٹینا اس حرکت پر مجھے گولی مار دے گی۔ لیکن وہ تو بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

''آؤ میرے ساتھ......!'' وہ پھر بولی اور میں اُس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اس بار سارٹینا اپنی رہائش گاہ کے ایک ایسے حصے میں داخل ہوئی تھی، جسے میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے مجھے بغور دیکھا اور ایک طرف اشارہ کر کے بولی۔ ''اُس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔'' میں کرسی کی طرف چل پڑا۔ سارٹینا خود بھی مجھ سے کچھ فاصلے پر تھی۔

لیکن کرسی کے نزدیک پہنچ کر دفعتہً مجھے ایک احساس ہوا...... ایک عجیب سا احساس...... میری چھٹی حس نے مجھے چونکایا تھا۔ کرسی فولادی تھی۔ اس پر چمڑے یا فوم کا استعمال نہیں تھا اور اُس کرسی پر بٹھانے کا مقصد خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے چاروں طرف دیکھا اور پھر کرسی کے قریب پہنچ کر اس طرح بیٹھ گیا کہ میرا جسم کرسی سے اس طرح ٹکا ہوا ہے۔ بلکہ ٹانگیں زمین پر ہیں اور پچھلا حصہ صرف جھکا ہوا ہے۔ بوڑھی ایک دیوار کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔

''تو ڈیئر! میں تم سے کہنا چاہ رہی تھی کہ تم نے جو کچھ کیا ہے، اس کے لئے تم قابل تحسین ہو۔ لیکن اَب مجھے تمہاری ضرورت نہیں رہی ہے۔ ڈیوک البرٹ خود بھی مجھے ذہنی طور پر قبول کر چکا ہے۔ اور اَب وہ میرے ہی قرب کا خواہش مند ہے۔ اُس نے مجھے یہ بھی کہا ہے کہ اَب میں کسی اور کو اپنی قربت نہ بخشوں اور صرف اُسے اپنے لئے مخصوص رکھوں۔ چنانچہ میری جان! اَب میں یہ چاہتی ہوں کہ تم بھی سدھار جاؤ! کیونکہ ڈیوک میرا محبوب ہے۔ اور اُس کے دشمن میرے بھی دشمن ہیں۔''

بوڑھی نے اچانک ایک سرخ بٹن پر ہاتھ رکھ دیا اور میرے لباس کا ایک حصہ جو کرسی سے کچھ فاصلے پر تھا اچانک بھڑک اُٹھا۔ کرسی میں برقی رو دوڑ گئی تھی۔ لیکن چونکہ میں اُس پر بیٹھا نہیں تھا، میرا جسم اُٹھا ہوا تھا، اس انداز میں کہ میں چاہتا تو ایک لمحے میں خود کو بچا سکتا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے چھلانگ لگا دی۔

سارٹینا جو اپنی دانست میں میرا کام تمام کر چکی تھی، میرے اِس طرح اُچھلنے پر ششدر رہ گئی۔ لیکن مجھے اَب یہ فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی کہ یہ خونخوار عورت سب کچھ فراموش کر چکی ہے اور اَب میری زندگی کے درپے ہے۔ لیکن اس کمرے کے رازوں سے میں واقف نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ بوڑھی کا کون سا دوسرا قدم میری موت بن جائے گا۔ ایسے اوقات میں فیصلہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔

میں نے حیرانی سے بوڑھی اور پھر کرسی کی طرف دیکھا۔ ''یہ کیا ہوا سارٹی ڈارلنگ؟'' میں نے میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

''اوہ...... کیا ہوا......؟'' بوڑھی میرے فریب میں آ کر مسکرانے لگی۔

''مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کرسی میں...... ارے دیکھو! میرا لباس بھی جل گیا۔ کیا کرسی میں کرنٹ دوڑ گیا تھا......؟''

"اوہ، ہاں...... یہاں کی وائرنگ بے حد خراب ہے۔ شکر ہے تم بچ گئے۔ میرے نزدیک آؤ ڈیئر! میں تمہیں سینے سے لگا لوں۔" اُس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے میری مشکل آسان کر دی تھی۔ میں نے بوڑھی کو آغوش میں لے لیا اور بڑی آہستگی سے اُسے دیوار کے قریب سے ہٹا لیا۔

ایک لمحے کے لئے اُس کے قرب سے مجھے سخت گھن آئی۔ یورپ کے بیشتر علاقے بے راہ روی کے شکار تھے۔ اُن میں گرین لینڈ بھی آ جاتا تھا۔ لیکن یہاں لیکن یہاں بے راہ روی بھی ایک حد میں تھی۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں، جنس کے معاملے میں اقدار کھو بیٹھے تھے۔ لیکن پھر بھی رشتوں کا تقدس برقرار تھا۔ ماں، بہن اور بیٹی کو لوگ ابھی نہیں بھولے تھے۔ ذہنی حالت کچھ بھی ہو، لیکن ابھی یہ رشتے نہیں ٹوٹے تھے۔ بوڑھی سارٹینا نے جو کہانی سنائی تھی، بلاشبہ اس سے اُس کے کردار پر روشنی پڑتی تھی۔ وہ ایک بھٹکی ہوئی عورت تھی۔ وقت سے پہلے اُس سے وہ جذبے چھین لئے گئے تھے جو وقت کا عطیہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جنون اس حد تک پہنچ جائے کہ انسانیت کو شرم آئے تو اسے شدید جنون ہی کہا جا سکتا ہے۔ اور ایسی جنونی عورت اور مرد ننگ انسانیت ہوتے ہیں۔

"تو پھر تم نے کیا فیصلہ کیا......؟"

"تم خود ہی بتاؤ ڈارلنگ......!" سارٹینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان حالات میں تو یہ بھی ممکن ہے کہ تم ڈیوک پر میرا راز کھول دو۔"

"کون سا راز......؟"

"یہی کہ میں کون ہوں......"

"وہ تو کھول چکی ہوں......!" بوڑھی نے کہا۔

"کیا......؟" میں چونک پڑا۔

"ہاں...... میں نے اُسے بتا دیا ہے کہ فلیگ دراصل فلیگ نہیں ہے۔"

"اوہ...... پھر ڈیوک نے کیا کہا......؟" میں نے بوڑھی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"وہ بے حد فراخ دل ہے۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ میں نے تمہیں سمندری عمارت سے نکلوا لیا ہے تو وہ ہنس پڑا اور اُس نے ہنستے ہوئے مجھ سے کہا کہ بہرصورت! یہ میرا اپنا مسئلہ ہے اور اس میں دخل نہیں دے گا۔ تم جانتے ہو ڈیئر! وہ مجھ سے کس قدر محبت کرتا ہے۔"

یقیناً، یقیناً......! پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"اُس نے تمہیں پھر سے میرے حوالے کر دیا۔ اُس کا کہنا ہے کہ میں جس طرح چاہوں، تمہارے ساتھ سلوک کروں۔"

"لیکن تمہارا دل تو اَب مجھ سے بھر چکا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں......! یہ حقیقت ہے۔ اس لئے میں سوچتی ہوں کہ ہر وہ چیز جو استعمال کے قابل نہ رہ گئی ہو، ضائع کر دینی چاہئے۔" بوڑھی نے کہا اور دفعتہً اُس نے پوری قوت سے مجھے کرسی کی جانب دھکا دیا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کرسی کے نزدیک پہنچ گئی۔

لیکن سیکرٹ پیلس کا تربیت یافتہ ڈن کین اتنا احمق تو نہیں تھا کہ ایک کمزور عورت کے ہاتھوں اس طرح شکست کھا جاتا۔ میں نے بوڑھی کا سہارا لے کر خود کو روکا۔ اور پھر بوڑھی کے بال دونوں مٹھیوں میں جکڑ کر اُس کو الیکٹرک چیئر پر دھکا دے دیا

بوڑھی سیدھی الیکٹرک چیئر پر جا گری۔ دوسرے لمحے اُس کے بدن پر لپٹے ہوئے لباس نے آگ پکڑ لی۔ بوڑھی کے حلق سے ایک دہشت زدہ چیخ نکلی اور اُس کا جسم سیاہ ہونے لگا۔ اُس کا بدن بے جان ہو چکا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ کوئلے کے ایک ڈھیر کے علاوہ کچھ نہ تھی۔ الیکٹرک چیئر نے اُسے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ جو سلوک وہ میرے ساتھ کرنا چاہتی تھی، وہی سلوک میں نے اُس کے ساتھ کیا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

بوڑھی بے جان ہو چکی تھی۔ لیکن اُس کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ بلاشبہ! یہ حیرت انگیز الیکٹرک چیئر تھی۔ بوڑھی خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی حالانکہ اُن آنکھوں میں روشنی نہ تھی۔ لیکن سیاہ پتلیاں اُسی انداز میں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ تب میں نے گہری سانس لی اور دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

میں نے دروازہ کھولا اور باہر جھانکا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ باہر کوئی موجود تو نہیں ہے؟ قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔ بوڑھی کی لاش کو الیکٹرک چیئر سے ہٹانے کی بجائے میں نے وہیں رہنے دیا۔ البتہ دیوار پر لگا ہوا سرخ بٹن میں نے آن کر دیا تھا۔ میں تیزی سے واپس آیا اور اس وقت میری وہی بہترین کوشش کام آئی۔ یعنی میرا وہ میک اَپ تیار رکھا ہوا تھا جس کے لئے میں نے پیٹر کو قتل کر دیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اُس کا لباس پہنا اور ملازم کے کوارٹر میں پہنچ گیا۔ غالباً اس وقت اُن ملازموں کے لئے کوئی کام نہیں ہوتا تھا کیونکہ تمام ہی ملازم اپنے اپنے کوارٹروں میں آرام کر رہے تھے۔ یہ ڈیوک کی رہائش گاہ میں موجود سرونٹ کوارٹرز تھے۔ میں بھی انہی کوارٹروں کے نزدیک ایک کرسی ڈال کر بیٹھ گیا۔ میں تیزی سے

سوچ رہا تھا کہ اَب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ بوڑھی کے قتل کے بعد ڈیوک مزید پاگل ہو جائے گا اور یقینی طور پر مجھے تلاش کرنے میں وہ شدت سے کام لے گا۔ اور اس رہائش گاہ میں یہ مشکل کام نہیں تھا کہ وہ مجھے تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ چنانچہ جو کچھ کرنا تھا، جو کچھ سوچنا تھا، وہ جلد از جلد کرنا تھا۔ میں دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ وہ تصویریں میرے پاس تھیں جو میں نے بنائی تھیں۔ میں حالانکہ غیر متوقع حالات کا شکار ہو چکا تھا لیکن میرے ذہن میں خدشات یا کوئی ایسی پریشانی نہیں تھی جو مجھے نروس کرتی۔ میں پورے طور پر یہی سوچ رہا تھا کہ اَب میرا آئندہ قدم کیا ہونا چاہئے۔ ملازم کے اس میک اَپ میں بھی میں زیادہ عرصے تک نہیں چل سکتا تھا۔ لیکن اَب ڈیوک کے سلسلے میں کوئی قدم اُٹھا لینا زیادہ بہتر ہوگا۔

میں ملازم کے کوارٹر میں آرام کرتا رہا۔ اور پھر شام کے پانچ بجے تھے اُس وقت کہ اچانک خوف ناک ہنگامہ برپا ہو گیا...... میں نے کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا۔ بے شمار لوگ سٹین گنیں تانے ملازموں سے کوارٹر خالی کرا رہے تھے اور دوسرے تمام لوگ ایک جگہ ہاتھ بلند کئے کھڑے تھے۔

گڑبڑ...... بوڑھی کی لاش دستیاب ہو گئی...... میں نے سوچا۔ اور اَب سب کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ یہ یقیناً ڈیوک کی مخصوص فورس ہے۔ اَب کیا، کیا جائے......؟ میں نے سوچا۔ اس وقت ان لوگوں کے ہاتھ آنا بے حد خطرناک ہوگا۔ بچت کی ایک ہی صورت ہے۔ کسی طرح خود کو بچایا جائے۔

ابھی تک میرے کوارٹر کا رُخ نہیں کیا گیا تھا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا، کوارٹر میں عقبی کھڑکی تھی لیکن اُس میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ البتہ ایک روشندان کارآمد تھا۔ دیر کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں اُچھل کر روشندان سے لٹک گیا اور پھر میرا بدن روشندان سے اُوپر نکل گیا۔

اسے خوش بختی ہی کہا جا سکتا تھا کہ کوارٹر کی چھت پر چھپنے کا معقول انتظام تھا۔ ایک عظیم الشان درخت کی شاخیں، کوارٹر کی چھت پر پھیلی ہوئی تھیں اور اُس کے گھنے پتوں میں بخوبی پوشیدہ رہا جا سکتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اُس درخت کے ساتھ ساتھ دُور تک جایا جا سکتا تھا۔ میں نے ابھی یہیں چھپنا مناسب سمجھا۔ یہاں سے میں سامنے ہونے والی کارروائی بھی بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

سٹین گن برداروں نے ایک حصار سا بنا لیا تھا۔ اور اس حصار میں پوری عمارت کے

ملازمین اور دوسرے افراد موجود تھے۔ اُن کے چہرے اُترے ہوئے تھے۔ ڈیوک کے اس جزیرے پر کوئی شخص محفوظ نہیں تھا۔ اور کسی بھی وقت کسی حادثے کا شکار ہو سکتا تھا۔ نہ جانے کیا بات ہے...... نہ جانے کیا بات ہے...... ہر شخص یہی سوچ رہا تھا۔

پھر دُور سے ڈیوک نظر آیا۔ اُس کے ساتھ کئی اور آدمی بھی تھے۔ ڈیوک کا چہرہ آگ ہو رہا تھا اور وہ سخت پریشان نظر آتا تھا۔ سٹین گن بردار مؤدب ہو گئے۔ اُنہوں نے راستہ چھوڑ دیا تھا۔ ڈیوک کے ساتھ جو لوگ آئے تھے، اُن میں سے دو تین کے ہاتھوں میں بوتلیں تھیں جن میں سائفن لگے ہوئے تھے۔ میرے لئے یہ پہچاننا مشکل نہیں ہوا کہ اُن بوتلوں میں کیا ہوگا۔ یقیناً وہ ایمونیا لے کر آیا تھا۔ تاکہ چہروں سے میک اَپ صاف کیا جا سکے۔

ڈیوک رُک گیا۔ چند ساعت وہ تمام لوگوں کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک شخص کی طرف رُخ کر کے سرد لہجے میں بولا۔ ''جوین......!''

''ڈیوک......!'' وہ شخص آگے جھک گیا۔

''سب لوگ جمع ہو گئے......؟''

''جی ہاں جناب......!''

''کوئی باقی تو نہیں رہ گیا......؟''

''عمارت کا چپہ چپہ تلاش کر لیا گیا ہے۔ اَب اِس عمارت میں کسی مرد کا وجود نہیں ہے۔''

''ہوں، نیرون......!'' اُس نے دوسرے شخص کو مخاطب کیا۔ جس کے ہاتھ میں ایک بوتل دبی ہوئی تھی۔

''یس ڈیوک......!'' وہ آگے بڑھ آیا۔

''پہلے جوین کو دیکھو!'' ڈیوک نے کہا اور جوین چونک پڑا۔ ڈیوک غور سے اُس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ ''جس شخص سے ہمارا واسطہ ہے جوین! وہ میک اَپ کا ماہر ہے۔ اور اتنا چالاک انسان ہے کہ اُس کی مثال نہیں ملتی۔ اُس نے مادرِ مہربان کو قتل کر دیا۔ میں اُس کی پشتوں میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس لئے کوئی بھی شخص، کسی بھی سلوک پر توہین محسوس نہ کرے۔ بلکہ پورا تعاون کرے۔''

''میں خلوصِ دل سے حاضر ہوں جناب! مادرِ مہربان کے قاتل کی دھجیاں بکھیرنا ہم سب کا فرض ہے۔'' جوین نے جواب دیا۔

ڈیوک نے کچھ نہیں کہا۔ نیرون نے سائفن سے جوین کے چہرے پر پھواریں ماریں اور

ڈیوک گھڑی دیکھنے لگا۔ پھر دوسرے آدمی نے چند ساعت کے بعد تولیہ سے جوین کا چہرہ رگڑ دیا۔ ابھی تک کسی کی توجہ میری جانب، یعنی اُس ملازم کی جانب نہیں گئی تھی، جس کے میک اَپ میں، میں تھا۔

جوین کا رنگ نکھر آیا تھا۔ تب ڈیوک نے گردن ہلا دی۔ ''اَب تم باقی تمام لوگوں کے چہرے صاف کراؤ۔'' اُس نے جوین کو حکم دیا۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں اطمینان سے کوارٹر کی چھت پر درخت کی ایک شاخ کے سہارے لیٹا ہوا یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ وہاں پر موجود ایک ایک فرد کا چہرہ، ایمونیا سے دُھلوا کر دیکھا گیا۔ اور پھر ڈیوک نے مایوس ہو کر گردن ہلائی۔ ''اِس کا مطلب ہے کہ وہ یہاں سے نکل گیا...... لیکن...... لیکن جائے گا کہاں؟ سمندر کے تمام کناروں کو بلاک کرا دو! دن اور رات سخت نگرانی کراؤ۔ باہر سے آنے والوں کو روک دو۔ یہاں سے کوئی، کسی کام سے اُس وقت تک نہیں جائے گا، جب تک وہ مل نہ جائے۔ اور کل پورے جزیرے کے ایک ایک فرد کو ایک میدان میں جمع کر دو۔ میں تمام افراد کو چیک کروں گا۔'' ڈیوک نے حکم دیا اور واپس چلا گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ شخص جوین مجھے بہت پسند آیا تھا۔ اُسے پہلے بھی میں یہاں دیکھ چکا تھا۔ لیکن اُس کی حیثیت سے ناواقف تھا۔ اَب معلوم ہوا کہ وہ اُس عمارت کا کیئرٹیکر ہے۔ اور یہاں کے سارے ملازم اُس کے ماتحت ہیں۔

سٹین گن والے منتشر ہو گئے۔ جوین کو میرا خیال نہیں آیا تھا۔ غالباً ڈیوک کے اقدامات سے وہ بوکھلا گیا تھا۔ لیکن یہ صورتِ حال میرے لئے دلکش تھی۔ میں اُسی روشندان کے ذریعے واپس اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد میں باہر آیا۔ ملازم اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ میں ایک بڑی قینچی حاصل کرنے کے بعد کیاریوں کو درست کرنے لگا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک دوسرا آدمی بھی کام کر رہا تھا۔

چند ساعت تو میں خاموش رہا۔ پھر میں نے اُسے مخاطب کیا۔ ''کیا تمہارے چہرے پر جلن ہو رہی ہے......؟''

''ایں......؟'' ملازم چونک پڑا۔

''میرا تو پورا چہرہ جیسے جھلس گیا ہو۔ بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔'' میں نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''مگر کیوں......؟''

''پتہ نہیں، اِس بوتل میں کیا تھا جس سے ہمارے منہ دُھلائے گئے؟''

''مگر منہ دُھلائے کیوں گئے تھے......؟''

''کیا معلوم......؟'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''کیا تمہارے چہرے پر بہت تکلیف ہو رہی ہے......؟''

''ہاں......!''

''کوئی اور بات ہو گی۔ میرا تو چہرہ ٹھیک ہے۔''

''مسٹر جوین کہاں ہیں......؟''

''اس وقت تو اپنے کوارٹر میں ہی ہوں گے۔ کیوں؟''

''میں اُنہیں بتاؤں گا۔ میرے چہرے پر بہت تکلیف ہو رہی ہے۔'' میں نے کرب ناک آواز میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ چلے جاؤ!'' میرے ساتھی نے ہمدردی سے کہا۔

''نہ جانے اُن کے پاس کون ہو اس وقت؟ تم اُن کی عادت جانتے ہو؟''

''ارے اُس خردماغ کے پاس کون جاتا ہے؟ اکیلا ہو گا۔ مگر کہیں تم یہ بات اُس سے کہہ مت دینا۔''

''نہیں یار...... کون اُس سے خوش ہے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میرے انداز میں اعتماد تھا۔

بہرحال! یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ مسٹر جوین کا بھی کوئی کوارٹر ہے۔ اس کوارٹر کے بارے میں، میں نے ایک اور ملازم سے پوچھا۔ سوال ایسی روا روی میں کیا گیا تھا کہ ملازم نے ایک طرف ہاتھ اُٹھا دیا۔

''وہیں ملیں گے اِس وقت...... دیکھ لو......!'' اور میں نے جوین کا کوارٹر پہچان لیا۔ دوسرے ملازموں کے کوارٹر سے بہتر تھا۔

لیکن اَب میک اَپ بکس کا مسئلہ تھا۔ میک اَپ بکس، فلیگ کے کوارٹر میں تھا اور میں کسی کام میں دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک ڈسٹر اور برش لیا اور فلیگ کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔

جھٹپٹا پھیل گیا تھا۔ عمارت میں ایک عجیب سی ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔ نہ جانے بوڑھی کی

لاش کے سلسلے میں کیا، کیا گیا تھا؟

بہرحال! میں، فلیگ کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر میں نے اُ
کمرے کی صفائی شروع کر دی۔ ابتداء میں تو تھوڑی دیر تک میں صرف فرنیچر وغیرہ صا
کرتا رہا۔ پھر کھلے دروازے سے باہر آ کر میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ اس کے ب
الماری کھول کر میک اَپ بکس نکال لیا۔ یہ بکس لے کر جانا مشکل تھا۔ چنانچہ اُس میں سے
ضروری سامان نکال کر میں نے ڈسٹر میں باندھا اور پھر بکس کو اُسی طرح الماری میں رکھ کر
کمرے سے باہر آ گیا۔

پھر میں نے اپنے کوارٹر میں پہنچ کر دم لیا تھا۔ اور اَب مجھے رات ہونے کا انتظار تھا۔
رات کو تقریباً دس بجے میں اپنی قیام گاہ سے نکلا۔ ڈیوک کے بارے میں بھی اس وقت پ
نہیں چل سکتا تھا کہ وہ اپنی ماں کا سوگ کس طرح منا رہا ہے؟ اُس کی عیش گاہ خالی ہے یا غ
مٹانے کے لئے اُس نے اس ماحول کو مزید رنگین کر لیا ہے؟

☆......☆......☆

بہرحال! جوین اپنی رہائش گاہ میں موجود تھا۔ تنہا تھا اور شراب پی رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ
غرایا۔ ''کیا بات ہے؟ اس وقت کیوں آ مرے ہو؟''

''سوری مسٹر جوین...... وہ......''

''بھاگ جاؤ! یہ ملنے کا وقت نہیں ہے۔ اس وقت میں کچھ نہیں سنوں گا۔'' اُس نے ہاتھ
اُٹھا کر نفرت سے کہا۔ لیکن میں اُسی طرح کھڑا رہا۔ جوین نے تعجب سے مجھے دیکھا۔ ''تم
نے سنا نہیں......؟''

''بہت ضروری کام تھا مسٹر جوین!'' میں نے مسمسی آواز میں کہا۔

''تم جاتے ہو یا میں بوتل تمہارے سر پر توڑ دوں؟'' وہ ہتھے سے اُکھڑ گیا۔ لیکن میرا
مقصد پورا ہو چکا تھا۔ میں اُس کی آواز کے انداز پر غور کرتا رہا تھا۔ پھر میں اِس طرح پلٹا
جیسے واپس جا رہا ہوں لیکن دروازے سے باہر جھانک کر میں پھر پلٹ آیا۔

جوین نے قدموں کی چاپ سنی تو پھر پلٹ کر دیکھا اور اس بار وہ ایک خالی بوتل اُٹھا کر
میرے اُوپر حملہ آور ہوا تھا۔ میں نے اطمینان سے اُس کا بازو پکڑ کر اُسے بل دیا اور پھر دوسرا
ہاتھ اُس کی گردن میں ڈال دیا۔ میری فولادی گرفت میں وہ تڑپنے لگا۔ لیکن اَب اُسے موقع
دینے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

اُس کے حلق سے آخری آوازیں نکلتی رہیں۔ اور پھر جب ہر آواز بند ہو گئی تو میں نے
اُسے گھمایا۔ اُس کی صورت بگڑ چکی تھی۔ عمارت کے گٹر میں تیسری لاش پہنچ گئی۔ بڑا کارآمد
گٹر تھا۔ ابھی تک ایک لاش کا راز بھی فاش نہیں ہو سکا تھا۔ کارکردگی کے لئے ایسی جگہیں
میری پسندیدہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ میں نے جوین کی لاش بھی اُس کے حوالے کر کے ڈھکن
بند کر دیا۔

''ممکن ہے، تمہیں تیسری بار کھولنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔'' میں نے کہا اور واپس
جوین کے کوارٹر میں پہنچ گیا۔ پھر جوین کے میک اَپ میں بھی میں نے کافی محنت کی تھی۔ اور

جب میں مطمئن ہوگیا تو جوین کی بچی ہوئی شراب کو معدے میں اُنڈیلنے لگا۔

رات کو تقریباً ایک بجے تک میں شراب کی چسکیاں لیتا رہا۔ اور پھر تصویروں کا پیکٹ لے کر میں باہر آ گیا۔ اَب یہ تصویریں بھی میرے لئے بیکار تھیں۔ لیکن بہر حال! اُن کا کوئی مصرف تو ضرور ہونا چاہئے۔ چنانچہ میں نے عمارت میں جگہ جگہ تصویریں چپکا دیں اور پھر واپس آ کر اطمینان سے سوگیا۔

دوسری صبح بھی توقع کے مطابق ہنگامہ خیز تھی۔ پورے محل میں کہرام مچا ہوا تھا۔ ڈیوک پاگل ہو چکا تھا۔ اُس نے کئی آدمیوں کو گولی مار دی تھی۔ ساری تصویریں جمع ہو کر اُس کے پاس پہنچ گئی تھیں اور وہ اُنہیں دیکھ دیکھ کر بال نوچ رہا تھا۔

''ڈیوک نے آپ کو طلب کیا ہے۔'' ایک ملازم نے مجھ سے کہا۔

''کہاں ہیں......؟''

''اپنی نشست گاہ میں۔''

''غصے میں ہیں......؟''

''شدید...... پستول پاس رکھا ہوا ہے۔ اور کمرے میں دو لاشیں پڑی ہیں۔''

''کن کی......؟'' میں نے پوچھا۔

''رات کی ڈیوٹی والے گارڈز کی۔''

''اوہ......!'' میں نے گردن ہلائی۔ بہر حال! اُس کے پاس جانا ہی پڑا۔ ڈیوک اَب اپنا صبر کھو چکا تھا۔ اُس کی حالت بگڑی ہوئی تھی۔

''جوین......!'' اُس نے نرم لہجے میں مجھے پکارا۔

''ڈیوک......!''

''کیا یہ عمارت اَب اتنی غیر محفوظ ہوگئی ہے......؟''

''میں نے ایک فیصلہ کیا ہے جناب!'' میں نے کہا۔

''کیا......؟''

''اِس عمارت سے ایک ایک ملازم کو نکال دیا جائے۔ میں کسی ایک وجود کو یہاں نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی آیا ہے۔''

''وہ کیا......؟'' ڈیوک کے انداز میں نرمی برقرار تھی۔

''اگر وہ ذلیل انسان میک اَپ کا ماہر ہے تو کیا وہ کسی عورت کا میک اَپ نہیں کر سکتا؟''

''کیا مطلب......؟'' ڈیوک چونک کر سیدھا ہوگیا۔

''ہم نے اَب تک اُسے صرف مردوں میں تلاش کیا ہے۔''

''اوہ، واقعی......!'' ڈیوک کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ پُر خیال انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے ہونٹ چوستے ہوئے کہا۔ ''جوین! کتنا تعجب انگیز خیال آیا ہے تمہارے ذہن میں۔ درحقیقت! اس سے قبل کسی نے یہ نہیں سوچا تھا۔''

''تب پھر کیا خیال ہے جناب......؟''

''دیکھیں گے...... ضرور دیکھیں گے۔ لیکن میں اس کے لئے کچھ اور بھی انتظامات کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈیوک نے کہا۔

''وہ کیا جناب......؟''

''بتاؤں گا تمہیں...... بتاؤں گا۔ ہاں! ذرا جاؤ! سناٹرا سے کہو کہ ہیلی کاپٹر تیار کرے۔''

''بہت بہتر جناب!'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں! تم میرے پاس واپس آ جانا جوین!''

''خیریت جناب......؟''

''بالکل خیریت...... بس! میں تم سے کچھ تبادلہ خیال کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈیوک نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

میں باہر آ گیا۔ اَب مسئلہ سناٹرا کا تھا۔ چنانچہ میں نے اِس سلسلے میں بھی ایک چھوٹا سا راستہ اختیار کیا۔ میں نے گزرتے ہوئے ایک شخص کو اِشارہ کیا اور وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ ''کیا بات ہے جناب......؟'' اُس نے پوچھا۔

''ڈیوک کا پیغام سناٹرا کو پہنچا دو...... ڈیوک نے حکم دیا ہے کہ ہیلی کاپٹر فوراً تیار کیا جائے۔ ڈیوک کہیں جانا چاہتے ہیں۔''

''بہت بہتر مسٹر جوین......!'' اُس شخص نے جواب دیا۔

''مجھے ڈیوک کے کمرے میں آ کر اطلاع دو۔''

''بہت بہتر......!'' وہ شخص بولا اور دوڑتا ہوا چلا گیا۔ تب میں چند ساعت وہیں گزار کر ڈیوک کے پاس پہنچ گیا۔ ڈیوک پُر خیال انداز میں ٹھوڑی کھجا رہا تھا۔ اُس نے مجھے دیکھا اور مسکرا کر گردن ہلائی۔

''بلاشبہ! تمہارے ذہن نے جو کچھ سوچا ہے جوین! وہ قابلِ داد ہے۔ وہ شخص ہماری

نگاہوں سے اِس وجہ سے اوجھل رہ گیا ہے کہ اَب تک ہم نے صرف اُسے مردوں میں تلاش کیا ہے۔ اُس جیسے شخص کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں کہ وہ کسی عورت کا رُوپ اختیار کر لے۔ لیکن تمہارے خیال میں کسی عورت کا رُوپ بدلنے کے بعد اُس نے اپنے آپ کو اِس ماحول میں ضم کیسے کیا ہو گا؟''

''یہ تو میں نہیں بتا سکتا جناب! لیکن میرا خیال ہے، یہاں کافی عورتیں ہیں۔ ممکن ہے، اُن ہی میں سے کسی میں......''

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ ابھی تم یہ بات کسی کو نہیں بتاؤ گے۔''

''جو حکم جناب......!'' میں نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور ڈیوک کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیا یہ بہتر نہ ہو گا جوین! کہ تم بھی میرے ساتھ چلو؟ تقریباً دو گھنٹے کے بعد واپس آ جائیں گے۔ اور اس کے بعد میں اس پروگرام پر عمل شروع کر دُوں گا۔''

''جو حکم جناب......!'' میں نے جواب دیا اور ڈیوک گردن ہلانے لگا۔ میں وہیں کھڑا رہا تھا۔ ڈیوک نے مجھے جانے کے لئے بھی نہیں کہا تھا اور کسی قسم کا اشارہ کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد وہ شخص کمرے کے دروازے پر آ گیا اور اُس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ''کیا بات ہے......؟'' ڈیوک نے پوچھا۔

''جناب! میں نے سناٹرا کے لئے پیغام بھجوایا تھا۔'' میں نے کہا۔

''اچھا، اچھا...... آ جاؤ!'' ڈیوک نے کہا اور وہ اندر آ گیا۔

''میں نے مسٹر سناٹرا سے کہہ دیا ہے۔ وہ چند ساعت کے بعد پہنچنے والے ہیں۔''

''ٹھیک ہے......!'' ڈیوک نے جواب دیا۔ اور پھر میری طرف رُخ کر کے بولا۔ ''تو جوین! تم ضروری تیاریاں کر لو اور مسٹر سناٹرا کے پاس پہنچ جاؤ!'' ڈیوک نے کہا اور میں نے پھر گردن ہلا دی۔ میں اُس شخص کے ساتھ باہر آ گیا۔

ہیلی کاپٹر کی آواز سن کر ہی مجھے اُس سمت کا اندازہ ہو چکا تھا جہاں ہیلی کاپٹر کو تیار کرایا گیا تھا۔ میں اُس جگہ پہنچ گیا۔ سناٹرا نے مجھے دیکھ کر شناسائی کے انداز میں گردن ہلائی تھی اور میں اُس کے پاس پہنچ گیا۔

''اوہ، مسٹر جوین! کیسے ہیں آپ......؟''

''ٹھیک ہوں......!'' میں نے جواب دیا۔

''کہیں جا رہے ہیں......؟''

''ہاں......!''

''کہاں......؟''

''میں نہیں جانتا......!''

''کیوں......؟''

''ڈیوک کا حکم ہے۔''

''اوہ، ہاں...... ٹھیک ہے۔ لیکن سنا ہے یہاں کے حالات بہت عجیب چل رہے ہیں۔''

''پلیز! آپ جانتے ہیں مسٹر سناٹرا! کہ یہ ساری باتیں غیر متعلقانہ انداز میں نہیں کی جا سکتیں۔''

''یقیناً، یقیناً......!'' سناٹرا نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی ڈیوک اپنے آدمیوں کے ساتھ آ گیا۔ لیکن ہیلی کاپٹر میں اُس کے آدمی سوار نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ ڈیوک نے صرف مجھے اِشارہ کیا تھا۔ میں اُس کے پیچھے کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کافی بڑا ہیلی کاپٹر تھا۔ سناٹرا نے کاک پٹ سنبھال لیا اور پھر ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔

''ریڈ پوائنٹ......!'' ڈیوک نے بھاری لہجے میں کہا اور سناٹرا نے گردن ہلا دی۔ ہیلی کاپٹر چل پڑا تھا۔ لیکن سفر بہت مختصر تھا۔ ہیلی کاپٹر دوسرے جزیرے میں ایک خوبصورت عمارت کے نزدیک اُتر گیا اور چند ساعت کے بعد ڈیوک، دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ میں اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔

''تم وہاں رُکو سناٹرا! ہم تھوڑی دیر کے بعد واپس چلیں گے۔'' ڈیوک نے کہا اور سناٹرا نے گردن ہلا دی۔

''آؤ جوین!'' ڈیوک میری طرف رُخ کر کے بولا اور میں اُس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد ہم عمارت میں داخل ہو رہے تھے۔

عمارت کے دروازے پر ایک قوی ہیکل آدمی موجود تھا۔ اس کے علاوہ عمارت میں کوئی اور نظر نہ آ رہا تھا۔ اندر سے کچھ عجیب وغریب آوازیں آ رہی تھیں۔ بہرصورت! ڈیوک ایک دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ سامنے ہی ایک راہداری نظر آ رہی تھی۔ اُس میں تین دروازے

تھے۔ ڈیوک نے وہ تینوں دروازے کھول دیئے تھے۔ اُن دروازوں کو وہ کسی آٹو میٹک سسٹم کے تحت کھول رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ عمارت کیسی ہے؟ یہاں اس عجیب و غریب شخص کے علاوہ کوئی نظر نہ آ رہا تھا، جو عمارت کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈیوک ان تینوں دروازوں سے گزر کر ایک چوتھے دروازے سے داخل ہوا۔ ہم جہاں داخل ہوئے، وہاں ایک بہت وسیع ہال بنا ہوا تھا۔ اُس ہال کے چاروں طرف پانچ دروازے تھے اور ہال کے درمیانی حصے میں عجیب وغریب ساخت کی مشین لگی ہوئی تھی۔ اُن مشینوں میں بلب سپارک کر رہے تھے۔ اور یہ وہی آواز تھی جو مجھے باہر سنائی دی تھی۔

ڈیوک نے میری جانب دیکھا اور پھر مسکرا کر مجھے اِشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''آ جاؤ، آؤ جوین...... بیٹھو!'' اُس نے ایک طرف اِشارہ کیا۔ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن نے مجھے کچھ احساس دلایا۔ میں نے اُس کرسی کو بغور دیکھا جس پر ڈیوک مجھے بیٹھنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ لیکن کرسی ٹھیک ٹھاک تھی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ڈیوک مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جس جگہ میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں میرے پیچھے ایک غیر شفاف شیشے کی سکرین لگی ہوئی تھی۔ ڈیوک نے ایک بٹن آن کیا اور اُس سکرین پر کچھ روشنیاں سی نظر آنے لگیں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور ڈیوک نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

اُس نے اپنے سامنے لگا ہوا بٹن آن کر دیا تھا۔ اور پھر وہ اپنی دراز پر جھک گیا۔ اُس نے دوسرا بٹن دبایا اور دراز میں سے ایک شیٹ فوراً نکل آئی۔ اُس شیٹ کو اُٹھانے کے بعد ڈیوک اُسے دیکھتا رہا۔ یہ فوٹو گراف محسوس ہوتا تھا۔ ڈیوک پُرخیال انداز میں چند لمحے مسکراتا رہا۔ پھر اُس نے وہ فوٹو گراف میرے سامنے کر دیا۔ اور اَب میری حالت قابل دید تھی...... کیونکہ یہ میری اصل تصویر تھی۔ میک اَپ کے بغیر......

''کیا خیال ہے مسٹر......؟ کیا یہ تمہاری صحیح شکل نہیں ہے؟'' ڈیوک نے سوال کیا۔ میں نے بے اختیار اپنی جیبوں پر ہاتھ مارا۔ لیکن جیبیں خالی تھیں۔ پستول میں ساتھ نہیں لایا تھا۔ بہرصورت! میرے پورے بدن میں گرم لہریں دوڑ گئی تھیں۔ میں نے چند لمحے تصویر پر نگاہیں جمائے رکھیں۔ اور پھر ڈیوک کی جانب دیکھ کر مسکرا دیا۔

''ہاں...... کیا تم اسے اپنی تصویر تسلیم کرو گے......؟'' اُس نے پوچھا۔

''یقیناً ڈیوک......! بلاشبہ! یہ تمہارا حیرت ناک کارنامہ ہے۔''

''صرف یہی نہیں۔ اور بھی بہت سے۔ یہ جزیرہ تو تمہیں عجائبات کا جزیرہ نظر آئے گا۔

لیکن مجھے اِس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اس عجائبات کے جزیرے میں، جسے میں نا قابل تسخیر سمجھتا تھا، تم نے حیرت انگیز کمالات دکھائے ہیں۔''

''شکریہ ڈیوک......!''

''لیکن ایک بات اور ہے میرے دوست!''

''وہ کیا ڈیوک......؟''

''تم نے مجھے اپنے بارے میں تفصیل نہیں بتائی۔''

''کیا تفصیل بتاتا ڈیوک؟ کوئی خاص بات تو نہیں تھی۔''

''تم مجھے یہ بتاؤ! کہ آخر تم ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو......؟''

''مسئلہ ایک لڑکی کا تھا ڈیوک!''

''لڑکی کا...... کون لڑکی......؟'' ڈیوک نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

''ہاں ڈیوک......!'' نام اُس کا ویرا ہے۔ ویرا رابن شارپ گلینڈی۔''

''اوہ، ہاں...... میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ اُس کا ایک بھائی بھی تھا جس کا نام شاید گرائن تھا۔'' ڈیوک نے جواب دیا۔

''ہاں...... مجھے یاد ہے۔''

''تو تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ اُنہیں نیست و نابود کرنے والا کون ہے......؟''

''ہاں، بالکل! مجھے یاد ہے۔ میں نے آلڈرے کو حکم دیا تھا کہ اُس خاندان کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ کیونکہ اُس کی وجہ میری ایک خاص نمائندہ خاتون ہینڈی فلپ تھی۔''

''ہاں ڈیوک......! میں جانتا ہوں۔ لیکن کیا وہ واقعی تمہاری نمائندہ ہے؟''

''ہاں...... یہی سمجھ لو! اُس نے میرے لئے اتنا کچھ کیا ہے کہ مجھے اُس کے لئے بھی بہت کچھ کرنا پڑا۔''

''وہ تمہارے لئے کام کرتی ہے ڈیوک......؟''

''ہاں......!''

''لیکن تم نے روبن شارپ گلینڈی کی جائیداد پر اُسے کیوں قابض کر دیا؟''

''میں نے کہا نا، میں اُسے کچھ دینا چاہتا تھا۔ شارپ گلینڈی بھی میرا ایک نمائندہ ہی تھا۔ اور شاید تم یقین نہ کرو کہ میری ہی وجہ سے اُس کی یہ حیثیت بنی تھی۔ لیکن پھر اُس نے اپنے آپ کو کچھ سمجھنا شروع کر دیا۔ اور اس کے بعد اُسے سزا ملنا تو ضروری تھی۔ وہ مارا گیا۔ اس

کے بعد اُس کے بچوں کی باری آئی۔ میں ہینڈی فلپ کو اُس جائیداد کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ یہ میری طرف سے اُس کا انعام تھا۔''

''اوہو...... اور اُس کا بیٹا شارٹی......؟''

''شارٹی......! ڈیوک ہنس پڑا۔ شارٹی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ہینڈی فلپ ایک آزاد عورت ہے۔ اور شادی کے جھنجھٹ کی قائل نہیں ہے۔ البتہ بچوں کا مسئلہ دوسرا ہے۔ اُس کے کئی بچے ہیں۔''

''خوب ڈیوک! تمہارا تو پورا حلقہ احباب ہی یہ ہے۔''

''ہاں...... یہی سمجھ لو! میری نشوونما دوسرے انداز میں ہوئی ہے۔ میری ماں نے تمہیں جو کچھ بتایا تھا، اُس سے تم میرے بارے میں جان چکے ہو گے۔ لیکن بے غیرت انسان! تم نے ایک بہت ہی برا کام کیا۔ تم نے میری ماں کو قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ بہت ہی اچھی دوست تھی اور بہت ہی اچھی انسان۔ میں ساری زندگی اُس کے لئے روتا رہوں گا۔''

''وہ مجھے قتل کرنا چاہتی تھی ڈیوک! ورنہ میں کبھی اُسے قتل نہ کرتا۔''

''خیر! چھوڑو اِن باتوں کو۔ جو ہو چکا ہوتا ہے، ڈیوک اس کی کبھی پرواہ نہیں کرتا۔ ہاں! تو میں تمہیں بتا رہا تھا کہ ہینڈی فلپ کو وہ تمام جائیداد میں نے بخش دی تھی۔ ویرا اور اُس کا بھائی گرائن میرے مقابل آ کھڑے ہوئے تھے۔ بہرحال! وہ بچ نکلے تھے اور کہیں فرار ہو گئے تھے۔ گرائن تو شاید مر کھپ گیا تھا۔ لیکن ویرا کے لئے میں نے آلڈرے سے کہہ دیا تھا کہ وہ اُسے گرفتار کر کے میرے سپرد کر کے۔ بہرصورت! وہ میرے پاس آ گئی۔ ارے ہاں! میں تو بھول ہی گیا۔ وہ میرے حرم میں موجود ہے۔ اور کسی مناسب وقت پر وہ میری خلوتوں کی زینت بھی بن جائے گی۔ لیکن تمہیں اُس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے......؟''

''کوئی خاص نہیں مسٹر......!''

''پھر تم اُس کے پیچھے کیوں پڑ گئے......؟''

''بس! اُس نے مجھ سے مدد کی درخواست کی تھی۔''

''وہ تمہیں کیسے جانتی تھی......؟''

''اتفاقیہ طور پر۔ ایک جگہ مل گئی تھی۔''

''ہوں...... شاید آلڈرے نے مجھے یہ بھی بتایا تھا۔ اس کے بعد تم نے آلڈرے کو تباہ و برباد کر دیا۔''

''ہاں ڈیوک......! یہ تو کرنا ہی تھا۔''

''اور اس کے بعد تم میرے جزیرے تک پہنچ گئے۔''

''ظاہر ہے، پہنچنا ہی تھا۔''

''جزیرے تک پہنچنے کے لئے تم نے جو طریقہ اختیار کیا، بلاشبہ! وہ قابل داد ہے۔ اس بات کا اعتراف میں بار بار کر رہا ہوں اور کرتا رہوں گا کہ تمہاری کارکردگی بے پناہ شاندار ہے۔''

''میں ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں ڈیوک......!''

''تم جس انداز میں یہاں آئے اور جیسے پوشیدہ رہے، اُسے نظرانداز کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ ہاں! سمندری عمارت میں البتہ تم بے بس ہو گئے تھے۔ اور اگر مادام تمہاری مدد نہ کرتیں تو شاید تم وہاں مارے ہی جاتے۔''

''ہاں ڈیوک......! میں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن ایک بات بتاؤ دوست! تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟ تم میرے راستے میں آ کر کیا چاہتے تھے......؟''

''ویرا کی واپسی۔''

''مگر اس سلسلے میں تم نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔''

''میں تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا تھا ڈیوک......!'' میں نے جواب دیا۔

''وہ کیوں......؟''

''یہ میرا شوق ہے کہ جب میں کسی سے دشمنی پر آمادہ ہوتا ہوں تو پھر مکمل طور پر اُس کا دشمن بن جاتا ہوں۔''

''یہ تمہارے خطرناک ہونے کی دلیل ہے۔ اور تمہارا خطرناک ہونا ہی اِس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کوئی اتنا خطرناک آدمی ہی ڈیوک کے منہ میں ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ لیکن اَب تم کیا چاہتے ہو......؟''

''میں......؟'' میں نے تعجب سے کہا۔

''ہاں، تم......!'' ڈیوک مسکرا کر بولا۔

''لیکن میں تو یہاں اپنی مرضی سے نہیں آیا ڈیوک!''

''ہاں! میں تمہیں یہاں لایا ہوں۔ جانتے ہو، مجھے تم پر شبہ کیسے ہوا......؟''
''نہیں...... لیکن میں جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔
''جوین ایک کیئر ٹیکر ہے۔ ایک معمولی سی ذہنیت کا آدمی۔ میں جانتا ہوں کہ اُس کی ذہنی وسعت کہاں تک ہے؟ کل میں نے اُس کا میک اَپ بھی دیکھا تھا۔ لیکن اُس وقت وہ شاید جوین ہی تھا۔ اس کے بعد تم نے اُس پر قابو پایا۔ لیکن اُس وقت تم کہاں تھے......؟'' ڈیوک نے سوال کیا۔
''ایک ملازم کے رُوپ میں۔''
''مگر میں نے تو تمام ملازموں کو چیک کرایا تھا۔''
''ہاں...... جوین مجھے بھول گیا تھا۔''
''اُس وقت تم کہاں تھے؟'' ڈیوک نے سوال کیا۔
''اپنے کوارٹر کی چھت پر ایک درخت کی شاخ کی نیچے۔''
''خوب...... اس کے بعد تم نے جوین کو قتل کر دیا؟''
''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔
''فلیگ کو بھی تم نے ہی قتل کیا ہوگا......؟''
''ہاں......!''
''لیکن فلیگ کو قتل کرنے کے بعد تم ویرا تک کیوں نہیں پہنچے......؟''
''مجھے اِس بارے میں کوئی معلومات نہیں تھیں کہ ویرا کہاں ہے......؟'' میں نے اُس سے جھوٹ بولنا مناسب سمجھا۔
''اوہ، ٹھیک...... تو پھر اَب تمہارا کیا خیال ہے؟''
''بس، یہی سوچا ہے کہ تمہیں قتل کر دُوں اور ویرا کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں۔ کیونکہ اس کے بعد ہینڈی فلپ کو بھی قتل کرنا ہے۔ اس کے بعد ویرا اور اُس کے بھائی گرائن کو اُن کی جائیداد کا مالک بنا دیا جائے گا۔'' میں نے جواب دیا۔
''بہت خوب...... بہت خوب...... مگر اُس کا بھائی گرائن ہے کہاں؟ وہ تو مر چکا۔''
''نہیں...... گرائن میرے پاس ہے۔''
''تمہارے پاس......؟'' ڈیوک نے تعجب سے پوچھا۔
''ہاں......!''

''کب سے......؟''
''کافی عرصے سے...... میں نے اُسے تلاش کر لیا ہے۔''
''تم جیسے آدمی سے کوئی بات بعید نہیں ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے میرے دوست! کہ تم اپنے مشن میں ناکام رہو گے۔''
''ہاں ڈیوک......! میں سمجھتا ہوں کہ تم اس جزیرے کے تنہا مالک ہو۔ یہاں پر تمہاری حکومت چلتی ہے۔ لیکن میں نے کافی دنوں سے تمہیں پریشان کیا ہوا ہے۔ یہ میری صلاحیتیں تھیں۔ اَب اگر تم ان مشینوں کا سہارا لے کر مجھے قتل کرنے کی کوشش کرو تو بہرصورت! یہ تو طے ہے کہ میں نہیں بچ سکتا۔ لیکن اگر ایک بہادر انسان کی حیثیت سے تم مجھے خود سے مقابلہ کرنے کی دعوت دو تو شاید میں اپنے مشن میں کامیاب ہو جاؤں۔''
''کیا چاہتے ہو......؟'' ڈیوک نے پوچھا۔
''میں تم سے دوبدو مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت اس عمارت میں، میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ تو ڈیوک! اگر ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ جسمانی صلاحیتوں کے بھی مالک ہو تو میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ اور مجھے بھی خود کو آزما لینے کا موقع دو۔
اور پھر ایک چالاک گیدڑ کی طرح ڈیوک بھی میرے چکر میں آ گیا۔ اگر اُسے اپنی قوت پہ ناز نہ ہوتا تو حالات شاید بدل جاتے اور ڈن کین کی کہانی نجانے کہاں ختم ہو جاتی۔ لیکن یہ کہانی بڑھنا تھی اور اگر ڈیوک واقعی اتنا متحمل مزاج ہوتا اور پُر جوش نہ ہوتا تو پھر ڈن کین کا وجود اس دنیا میں نہ رہتا۔
میرے الفاظ نے ڈیوک کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ پھر اُس نے اُسی نرم انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک کہتے ہو تم۔ تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے یہ بات مجھ پر بھی فرض ہو جاتی ہے کہ کم از کم تمہاری کچھ خواہشات کا احترام ضرور کیا جائے۔''
''یعنی......؟''
''میں تم سے مقابلہ کروں گا۔'' ڈیوک نے جواب دیا۔
''ایک بات پوچھوں......؟''
''ہاں...... پوچھو!''
''جسمانی مقابلہ کرو گے؟''
''ہاں...... جسمانی مقابلہ۔ ذہنی مقابلے میں تم کسی قدر شکست کھا چکے ہو۔ لیکن میرے

دوست! میں نے جو حیثیت حاصل کی ہے، وہ بھیک میں حاصل نہیں کی۔ میں نے اپنے آپ کو اتنا مضبوط بنایا ہے کہ آج اس منصب پر فائز ہوں۔ اور اس منصب کو برقرار رکھنے کے لئے میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جس کی توقع دوسرے لوگوں سے نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ آؤ...... اُٹھو......!'' ڈیوک نے کہا اور میں دل ہی دل میں مسکرانے لگا تھا۔

ڈن کین...... میں نے اپنے آپ کو مخاطب کیا۔ اس وقت بھی اگر تم فائدہ نہ اُٹھا سکے تو تم پر لعنت ہے۔ اگر سیکرٹ پیلس کی تربیت تمہیں ایک آدمی سے مقابلے پر فاتح نہ کر سکی تو تمہارا مر جانا ہی بہتر ہوگا...... میں نے دل ہی دل میں کہا۔

ڈیوک مجھے لے کر ایک ایسے ہال میں پہنچ گیا جو بالکل خالی تھا۔ تب اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا دیئے اور کہنے لگا۔ ''تم چاہو تو میری تلاشی لے سکتے ہو۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اور میں خود بھی یہی پسند کروں گا کہ تمہارا جسم ٹٹول لیا جائے۔''

''ٹھیک ہے ڈیوک! لیکن اس تلاشی کے دوران کیا کسی مکاری سے بھی کام لیا جائے گا......؟''

''نہیں...... ہرگز نہیں! ہم ایک دوسرے کو مکمل طور پر ہوشیار کرنے کے بعد مقابلہ کریں گے۔'' ڈیوک نے کہا۔

''تب میں بھی تمہاری بلند ظرفی کا اعتراف کروں گا ڈیوک!'' میں نے کہا اور ڈیوک نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ میں نے ڈیوک کے کپڑوں کی تلاشی لی۔ لیکن اس دوران میں ہوشیار بھی رہا تھا کہ ڈیوک کی کسی بھی حرکت کو ناکام بنا سکوں۔ ڈیوک کی تلاشی لینے کے بعد میں نے خود بھی ہاتھ بلند کر دیئے۔

ڈیوک نے پورے اطمینان سے میری تلاشی لی اور پھر مسکراتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کی آنکھوں میں سکون لہریں لے رہا تھا۔ ''میں مطمئن ہوں۔ اور ہاں! تم جوین کا میک اَپ اُتار دو! اس کے علاوہ ایک اور بات بتا دو۔''

''کہو......!'' میں نے سکون سے کہا۔ صورتِ حال ایسی تھی کہ ڈن کین پوری طرح جاگ اُٹھا تھا۔ ڈن کین...... جس کی رگوں میں حقیقی خاندانی خون گردش کر رہا تھا اور جس نے لمبا عرصہ ان حالات سے نمٹنے کے لئے تربیت حاصل کی تھی۔

''تمہاری موت کے بعد تمہاری لاش کہاں بھجوا دی جائے......؟'' ڈیوک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے قمیض بھی اُتار دی تھی۔ مضبوط اور توانا جسم کا مالک

ڈیوک، بے حد شاندار نظر آ رہا تھا۔

''میری لاش......'' میں نے بھی اُسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم میری لاش کو اپنی فتح کے نشان کے طور پر کسی بلند جگہ لٹکوا دینا۔''

''اوہ...... نہیں، نہیں۔ وہ تو میں تمہاری شاندار کارکردگی سے متاثر ہوں ڈیئر! ورنہ البرٹ صرف مشق جاری رکھنے کے لئے تو دس بیس کو موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے۔ دشمن کی حیثیت سے کسی سے مقابلہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اُس کے دشمن اِس قابل نہیں ہوتے کہ وہ براہِ راست اُن سے مقابلہ کرے۔ میرا ایک اشارہ تمہیں زندگی سے بہت دُور کر دے گا۔ لیکن یہ تمہارے لئے اعزاز ہے نوجوان! کہ میں بذاتِ خود تم سے مقابلہ کر رہا ہوں۔ ایسی صورت میں اگر تم مجھ سے یہ کہو کہ تمہاری لاش کو میں کسی نشان کے طور پر یا اپنی فتح کی خوشی میں کسی ایسی جگہ لٹکا دُوں جہاں لوگ اسے دیکھیں، تو یہ میرے لئے کوئی قابلِ فخر بات نہ ہوگی۔ کیونکہ جزیرے پر رہنے والے اور وہ لوگ جو مجھے جانتے ہیں اور مجھ سے واقف ہیں، اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ڈیوک کا مقابل زندگی سے بہت دُور نکل جاتا ہے۔ چنانچہ تمہاری یہ خواہش احمقانہ ہے۔''

''اوہ...... ڈیوک البرٹ! میرا خیال ہے کہ تمہاری اچھی شخصیت میں یہی ایک خراب بات ہے کہ تم اپنی ذات سے بہت ساری غلط فہمیاں منسلک کر چکے ہو۔''

''غلط فہمی......؟'' ڈیوک نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ بہت جلد تم بھی میری بات سے متفق ہو جاؤ گے۔ اب بس! زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آؤ! مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں۔'' ڈیوک نے کہا اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل آ گئے......

میری نگاہیں چیتے کی طرح ڈیوک کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اُس کی ہر جنبش سے میں ہوشیار تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ ڈیوک نے اپنے دونوں ہاتھ اطراف میں پھیلا دیئے۔ ایک پاؤں سیدھا کیا اور اچانک اُس نے اپنی جگہ سے ایک اُونچی جست لگائی۔ میں صرف اُس کی حرکات دیکھ رہا تھا۔ ڈیوک کا خیال ہوگا کہ میں اُس کی جست پر پینترا بدلوں گا اور میرے انداز سے خوف کا اظہار ہوگا۔ لیکن اُسے سخت مایوسی ہوئی۔ وہ اپنی جگہ سے اُچھلا، دوبارہ اُچھلا، تیسری بار اُچھلا۔ لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی۔

میں اُس کی اُچھل کود دیکھتا رہا۔ اور جب وہ چوتھی بار اُچھلا تو میں نے محسوس کیا کہ اُس کا

بایاں پاؤں میرے چہرے کی جانب آ رہا ہے۔ اور یہی کام دکھانے کا وقت تھا۔ میں خود بھی اُچھل پڑا۔ ڈیوک کے پاؤں کو اپنے پاؤں سے میں نے ایک طرف ٹھوکر مار دی۔ ڈیوک چونکہ ڈس بیلنس ہوگیا تھا اس لئے داہنی سمت سے زمین کی طرف گرا۔ اُس کا پاؤں اُکھڑ چکا تھا۔ لیکن اس وقت میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔

ڈیوک زمین تک پہنچا۔ اُس نے ایک ہاتھ ٹکایا اور فضا میں فوراً قلابازی کھا گیا۔ دوسرے لمحے وہ پھر کھڑا تھا۔ اور بلاشبہ! اس چستی اور پھرتی کا مظاہرہ اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ ایک ہی ہاتھ پر پورے جسم کو اس طرح سنبھال کر کھڑے ہو جانا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن میں نے صرف اپنی جگہ سے چند قدم پیچھے ہٹنے پر اکتفا کیا تھا۔ ڈیوک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ''خوب...... بہت خوب! جانتے ہو، یہ فن کون سا ہے؟''

''نہیں......!'' میں نے جواب دیا۔

''ہراؤ......اور یہ فن دنیا میں صرف ایک آدمی جانتا ہے۔''

''کون......؟'' میں نے سوال کیا۔

''پوستا...... ایک معذور آدمی۔ جس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ اُسی لنگڑے ماسٹر نے مجھے یہ سکھایا تھا۔ لیکن تم نے اُچھل کر جس طرح اسے خالی دیا، وہ قابل ستائش ہے۔ میں نے پسند کیا۔'' ڈیوک مضحکہ خیز انداز میں بول رہا تھا اور میں خاموشی سے ہونٹ بھینچے اُس کے دوسرے حملے کا انتظار کر رہا تھا۔

ڈیوک نے ایک بار پھر اپنے دونوں ہاتھ فضا میں گھمائے اور ایک عجیب سی سنسناہٹ فضا میں پھیل گئی۔ اُس کے ہاتھ، فولادی چھریاں محسوس ہو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہوا اُن سے ٹکرا کر کٹ رہی ہو۔ جب ڈیوک اُن ہاتھوں کو کسی بانے کی طرح گھما کر آگے لے آیا، ہاتھوں کی تیز آواز سے فضا میں سنسناہٹ گونج رہی تھی اور ڈیوک برق رفتاری سے میری طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا......

میں ڈیوک کی اُچھل کود دیکھتا رہا۔ اور پیچھے ہٹ کر میں نے اُن فولادی چھریوں نما ہاتھوں سے بچنے کی کوشش کی۔ ڈیوک یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک کیا ہو جائے گا۔ میں ایک دم سے زمین پر چت گرا تھا اور میرے پاؤں ڈیوک کے دونوں پیروں میں پھنس گئے۔ میں نے ڈیوک کو بل دیا اور ڈیوک نے پھر زمین پکڑ لی۔ اس بار اُس نے اپنے دونوں ہاتھ نیچے لگائے اور اُلٹی قلابازی کھا کر کھڑا ہوگیا۔ زمین چھونا تو اُس کا بدن جانتا ہی نہ تھا۔ میں

اس بات کی تعریف کیے بغیر نہ رہوں گا کہ اتنا خوبصورت مقابل مجھے پہلے نہیں ملا تھا۔ لڑنے میں بے حد مزہ آ رہا تھا۔ میں نے ابھی تک زیادہ تر ڈیوک کے وار روکے تھے۔ اپنی طرف سے کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ لیکن پھر میں نے ڈیوک کو طرح دی۔

ڈیوک اِس بات کا منتظر تھا کہ میں اُس پر حملہ کروں۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس انداز میں آگے بڑھا دیئے کہ میں اُس پر حملہ آور ہونا چاہتا ہوں۔ ڈیوک نے فوراً پینترا بدلا۔ اُس نے ایک چکر لگا کر فضا میں جست لگائی اور دونوں ٹانگیں میری طرف اُچھال دیں۔ لیکن میں تو صرف اُسے طرح دے رہا تھا۔ میں اُس کے نیچے سے دوسری جانب نکل گیا۔ پھر میں نے پہلا وار اُس کی گردن پر کیا۔

ڈیوک ایک دم سے بوکھلا گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا کر ٹِک گیا۔ اُس نے دونوں ہاتھ دیوار پر ٹکائے اور پھر سانپ کی طرح پلٹ گیا۔ اَب اُس کے چہرے کی مسکراہٹ کافور ہوگئی تھی۔ ایک بار پھر اُس نے کوشش کی، لیکن میں نے اسے بھی ناکام بنا دیا۔ اور اس کے بعد ڈیوک بالکل میرے سامنے آ گیا۔ ''یوں لگتا ہے میری جان! کہ تمہارا استاد بھی خاصا ہوشیار تھا۔ میرا خیال ہے، جتنے وار ہم ایک دوسرے پر کر چکے ہیں، اس کے بعد ہمیں یہ اندازہ تو ہوگیا ہے کہ پھرتی میں ہم دونوں ایک دوسرے سے کم نہیں ہیں۔''

''بالکل ٹھیک ڈیوک......!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر آؤ! اَب فاصلہ گھٹائیں۔'' وہ کسی چوڑے چکلے دیو کی مانند آگے بڑھتا ہوا بولا اور میں نے اُس کا یہ چیلنج بھی قبول کرلیا۔ وہ آگے بڑھا اور میں نے اپنی ساری اُنگلیاں اُس کی اُنگلیوں میں پھنسا دیں اور ڈیوک کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔

دوسرے لمحے مجھے احساس ہوا کہ میری ساری اُنگلیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ ڈیوک کی اُنگلیاں مجھے فولادی کڑیاں محسوس ہو رہی تھیں۔ اُسے ذرا بھی دقت نہیں ہوئی اور اُس نے اطمینان سے میرے دونوں ہاتھ موڑ دیئے اور پھر ایک گھٹنہ میرے پیٹ پر دے مارا...... مجھے خاصی تکلیف محسوس ہوئی تھی۔ لیکن ڈیوک نے میرے ہاتھ نہیں چھوڑے۔ اُسے اپنے ہاتھوں کی بے پناہ مضبوطی کا احساس تھا اور مجھے یقین تھا کہ دوسرے جھٹکے میں وہ میرے ہاتھ، کلائیوں کے پاس سے توڑ سکتا تھا۔

بچنا بہت ضروری تھا۔ میرے ہاتھ اُس کے چکر میں پھنس گئے تھے۔ اور اَب میرے ذہن میں ایک اور خیال آ رہا تھا۔ یہ ہاتھ انسانی نہیں ہیں۔ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ اور اگر

میرے ہاتھ اسی طرح اس کے ہاتھوں میں پھنسے رہے تو مجھے شکست ہو جائے گی...... ڈیوک
اَب مجھ پر حاوی تھا۔ اُس نے میرے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور میرے بدن پر ضربیں
رہا تھا۔ میں مصیبت میں گرفتار تھا......

لیکن پھر ایک بار مجھے موقع مل گیا۔ میں نے اس طرح ڈیوک کے ہاتھوں پر قوت صرف
کی کہ اُسے اپنے حملے کو روک کر مجھے سنبھالنا پڑا۔ اور یہی میں چاہتا تھا۔ میں نے اُس کے
ہاتھوں پر وزن ڈالا اور اپنے بدن کو عقب سے موڑ کر بائیں سمت سے ایڑی اُس کی کنپٹی
رسید کی۔

جو کچھ ہوا، بے اختیار ہوا تھا۔ ڈیوک کی گردن کافی زور سے مڑی اور بے اختیار اُس نے
میرے دونوں ہاتھ چھوڑ کر خود کو گرنے سے بچایا۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے اپنی اُنگلیاں
دیکھیں جو زخمی ہو گئیں تھیں اور اُن کی کھال پھٹ گئی تھی۔ جگہ جگہ سے خون رِس رہا تھا۔ ڈیوک
کی خوبصورت شکل اَب بدل گئی تھی۔ اور وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

ایک بار پھر اُس نے خوف ناک انداز میں میرے اُوپر چھلانگ لگائی...... میری اُنگلیاں
زخمی ہو گئی تھیں اور مجھے بھی غصہ آ گیا تھا۔ میں بھی تھرڈ ڈان تھا۔ چنانچہ میں ایک دم زمین پر
چت گرا اور دونوں پیروں کی ٹھوکر اُس کی ٹھوڑی پر ماری۔ ڈیوک بری طرح اُچھل کر گرا تھا۔
میں سیدھا ہوا اور اُچھل کر اُس پر جا گرا۔

ڈیوک نے دونوں ہاتھوں سے میری گردن گرفت میں لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اَب
میں اُس کے ہاتھوں سے بچ رہا تھا۔ میں نے اُس کی بائیں پسلی میں ایک ٹھوکر ماری اور
ڈیوک کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہم اخلاق و آداب بھول گئے۔ اَب
کمرے میں صرف دو درندے لڑ رہے تھے، زندگی اور موت کی جنگ...... ڈیوک زیادہ
اپنے ہاتھوں سے کام لینا چاہتا تھا۔ لیکن میں اُن سے ہی زیادہ بچ رہا تھا۔

ایک بار میں دیوار سے ٹِک گیا۔ ڈیوک مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھ
سیدھے کئے اور پوری قوت سے میرے بدن پر مارے۔ لیکن میں نیچے پھسل گیا تھا۔ اُس
کے دونوں ہاتھ، پتھریلی دیوار میں کہنیوں تک گھس گئے اور ڈیوک پھنس گیا۔

میں اُس کے نیچے سے نکل آیا تھا۔ ڈیوک نے پوری قوت سے ہاتھ کھینچے اور اچانک اُس
کے ہاتھوں سے چنگاریاں سی پھوٹ نکلیں۔ اُس کے دونوں ہاتھ، بازوؤں سے نکل کر دیوار
میں پھنسے رہ گئے تھے اور اُن سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

بلاشبہ! اُس کے ہاتھ الیکٹرونک تھے۔ ڈیوک پیچھے ہٹ گیا۔ اَب اُس کے چہرے پر کسی
قدر سراسیمگی تھی۔ لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ڈیوک اِس طرح بھاگ نکلے گا۔ اُس کے
بازو غائب تھے۔ اُس نے ایک چھلانگ لگائی اور دروازے کے نزدیک گرا۔ میں نے پیروں
سے کسی کو اتنی پھرتی سے کام لیتے نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے پیروں کے پنجوں سے دروازہ کھولا
اور باہر چھلانگ لگا دی۔

دوسرے لمحے میں بھی دروازے سے باہر تھا۔ ڈیوک انتہائی برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔
اور پھر وہ اُس بڑے ہال میں گھس گیا جہاں میں نے اُس سے پہلی ملاقات کی تھی۔ اُس نے
دروازہ بھی اُسی پھرتی سے بند کیا تھا۔ ضرور وہ کوئی اور گڑبڑ کرنے گیا ہے۔ لیکن...... لیکن
اَب میں اُسے کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں دیوانے بھیڑیئے کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہا
تھا۔ مکانوں میں روشندان نہیں ہونے چاہئیں۔ بعض اوقات یہ بے حد نقصان دہ ثابت
ہوتے ہیں۔

مجھے بھی ایک چوڑا روشندان نظر آیا تھا۔ اُس تک پہنچنا خاصا مشکل کام تھا۔ لیکن بہرحال!
میں اُس روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ وہیں سے میں نے ڈیوک کو دیکھا۔ وہ
ایک الماری کے نزدیک لیٹا ہوا، الماری کو پیروں سے کھول رہا تھا۔ حیرت انگیز مشق تھی اُسے
پیروں سے کام لینے کی۔

اُس نے الماری کھولی اور جونہی وہ اُس کے پٹوں کی آڑ میں ہوا، میں بے آواز نیچے کود
گیا اور ایک چوڑی مشین کے پیچھے پناہ لی۔ ڈیوک کو میرے اندر کود جانے کا اندازہ نہیں ہوا
تھا۔ میں نے مشین کی آڑ سے دیکھا۔ اُس نے الماری سے ہاتھوں کا ایک جوڑا نکالا تھا اور
پھر پیچھے ہٹ کر وہ وہیں لیٹ گیا۔ اَب وہ اپنے پیروں کو موڑ کر مصنوعی ہاتھ اپنے کندھوں
کے ساتھ فٹ کر رہا تھا۔ اُسے اس میں کافی مشکل پیش آئی۔ لیکن وہ ایک ہاتھ فٹ کرنے
میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اُس نے پیر ہی سے مصنوعی ہاتھ کا کوئی بٹن دبایا اور ہاتھ جنبش کرنے
لگا۔ ڈیوک کے حلق سے خوشی کی چیخ نکل گئی تھی۔ جنبش کرنے والے ہاتھ کی مدد سے اُس نے
دوسرا ہاتھ بہ آسانی فٹ کر لیا۔ اور اَب وہ مطمئن نظر آ رہا تھا۔ پھر وہ ایک مشین کے پاس پہنچا
جس کا فاصلہ اس جگہ سے زیادہ نہیں تھا، جہاں میں چھپا ہوا تھا۔ اُس نے مشین میں دو تین
پلگ لگائے اور پھر اُس کے دوسرے سرے اپنے دونوں ہاتھوں میں لگے ہوئے سوئچ میں
لگائے۔ ہال میں ایک آواز گونجنے لگی اور مشین پر ایک ڈائل کی سوئی زیرو سے ہٹ کر آہستہ

آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔

یقیناً وہ اپنے ہاتھوں کو الیکٹرک سے چارج کر رہا تھا۔ اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا گیا۔ مصنوعی ہاتھوں والا یہ شخص اَب اور زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ مجھے خطرہ نہیں مول لینا چاہئے۔ چنانچہ کوشش کر لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

سوئی جس سست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دیر لگے گی۔ ڈیوک نے تھکے تھکے سے انداز میں آنکھیں بند کر لی تھیں۔ میں نے مشین کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ دوسرے لمحے میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور بے آواز چلتا ڈیوک کے پیچھے پہنچ گیا۔ پھر صرف ایک لمحہ، میں نے وہ سوئچ پورا گھما دیا جس سے سوئی چلنا شروع ہوئی تھی۔ دوسرے لمحے ڈیوک کی دھاڑ سے ہال گونج اُٹھا تھا۔ سوئی تیزی سے سفر کرنے لگی اور ڈیوک دیوانہ وار پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اُس کے ہاتھ مشین سے آزاد نہ ہو سکے۔ اور اگلے ہی لمحے ڈیوک کا چہرہ سیاہ ہونے لگا۔ اُس کے حلق سے اتنی لمبی کراہ نکلی تھی، جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کرب اُس کے چہرے پر منجمد ہو گیا تھا۔ اور چند ہی لمحوں کے بعد اُس کا پورا بدن سیاہ ہو گیا تھا۔ ڈیوک البرٹ مر چکا تھا......

میرے چہرے سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ بالآخر میں نے ڈیوک البرٹ پر فتح حاصل کر لی تھی۔ بھیڑیا مر چکا تھا۔ لیکن اَب...... اَب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ یہاں سے نکلنا...... میک اَپ کا سامان تو مل نہیں سکتا تھا۔ ورنہ ڈیوک البرٹ کے میک اَپ میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جاتی۔ میں جانتا تھا کہ باہر صرف ایک آدمی ہے جو چوکیدار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور پھر دوسرا وہ تھا جو ہیلی کاپٹر پائلٹ کی حیثیت سے موجود ہے۔ لیکن اُس آدمی کو دھوکہ دینا ظاہر ہے، مشکل کام تھا۔ کیونکہ اُس کے ساتھ ایک لمبا سفر طے کرنا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں خود بھی اُڑا سکتا تھا۔ لیکن صورتِ حال وہی تھی کہ کیا کرتا؟ چند ساعت میں سوچتا رہا۔ پھر میں نے اس عمارت کی تلاشی لینے کی ٹھانی کہ کوئی نئی راہ سوجھ جائے تو اس سے اچھی بات کیا ہو گی۔ میں عمارت کے مختلف حصوں میں گھومتا رہا۔ مجھے جس چیز کی تلاش تھی، وہ نہیں ملی۔ البتہ کپڑوں کی ایک الماری مل گئی۔ اُس میں ڈیوک کے مختلف لباس موجود تھے۔ بہت سارے فلیٹ ہیٹ تھے۔ اور ایسی ہی دوسری چیزیں...... بہرصورت! اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں ڈیوک کا کوئی لباس پہن لوں۔

میں نے ایک ایسا لباس نکالا جو میرے بدن پر چست تھا۔ ڈیوک کے اور میرے جسم میں

گو، تھوڑا سا فرق ضرور تھا۔ لیکن یہ اندازہ گہری نگاہ سے دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا تھا کہ میں ڈیوک نہیں ہوں۔ میں نے لباس تبدیل کر لیا۔ اور پھر ایک چوڑے چھجے والا فلیٹ ہیٹ نکالا۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے فلیٹ ہیٹ کا ایک گوشہ کافی حد تک نیچے جھکا لیا اور ڈیوک کی میز کی دراز سے ڈیوک کا ہاتھی دانت کا پستول نکال لیا۔ پستول اور کارتوسوں کا پیکٹ میں نے اپنی جیب میں رکھا اور پھر باہر نکل آیا۔ میرے چہرے سے مکمل اطمینان کا اظہار ہو رہا تھا۔ لیکن درحقیقت! میں اضطراب کا شکار تھا۔

جونہی میں گیٹ سے باہر آیا تو باہر کھڑا ہوا قوی ہیکل چوکیدار جھک گیا۔ لیکن میں بڑھتا چلا گیا تھا۔ میں نے اُس کی جانب توجہ بھی نہ دی تھی۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ میں ڈیوک کی آواز بنا سکتا ہوں۔ اور اگر اُسی کی نقل کرنا چاہوں تو کوئی مشکل کام نہ ہو گا۔ بشرطیکہ میک اَپ کا سامان مل سکے۔ بہرصورت! میں اُس جگہ تک پہنچ گیا جہاں ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔

چند لمحوں کے بعد میں ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کے نزدیک کھڑا ہوا شخص میری طرف بڑھا۔ فلیٹ ہیٹ کا گوشہ اتنا جھکا ہوا تھا کہ وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ ذرا سی گہری نگاہ ڈالنے کے بعد وہ مجھے بخوبی پہچان سکتا تھا۔ لیکن وہ آہستہ سے بولا۔ ''کیا حکم ہے ڈیوک......؟''

''واپس چلنا ہے۔'' میں نے ڈیوک کے لہجے میں کہا۔

''بہت بہتر......!'' اُس نے جواب دیا۔ اور ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھ گیا۔ لیکن اُسی وقت میں نے اُس پر حملہ کر دیا۔ میرا ہاتھ اُس کی گردن پر پڑا تھا اور وہ اوندھے منہ جا گرا۔ اَب اُسے چھوڑنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دو شدید ٹھوکریں اُس کے چہرے پر رسید کیں اور وہ سیدھا ہو گیا۔ جس جگہ ہم لوگ موجود تھے، وہاں سے تھوڑے فاصلے پر ریت کے ٹیلے نظر آ رہے تھے۔ میں نے اُس کے بال پکڑے، اُسے گھسیٹا اور پھر اُسی حالت میں ریت کے ٹیلوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ اَب اُس کے اندر زندگی یا موت تلاش کرنا تو بے سود تھا۔ چنانچہ میں نے اُسے پوری قوت سے ریت میں گھسیڑنا شروع کر دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ زندہ تھا یا مر چکا تھا۔ لیکن اگر وہ زندہ بھی ہو گا اور بے ہوش ہو گا، تب بھی اُس کی زندگی محال تھی۔ کیونکہ میں نے اُسے ریت میں دفن کر دیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں ہیلی کاپٹر کے کاک پٹ میں جا بیٹھا۔ یہ مرحلہ بخیر و خوبی طے ہوا تھا۔ البرٹو کا ہوّا، ڈیوک البرٹ بالآخر میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اور فرانس کی دُہری

حکومت میں نے ختم کر دی تھی۔

ہیلی کاپٹر کی پرواز میں مجھے کوئی دُشواری نہیں ہوئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر، فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر میں نے ڈیوک کی رہائش گاہ کے عقبی حصے میں اُتار دیا۔ ایک آدمی نزدیک پہنچ گیا تھا۔ لیکن میں نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور ڈیوک کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ میں دلی طور پر خواہشمند تھا کہ فلیگ کے کمرے میں جا کر میک اَپ کرلوں۔ اس کے بعد آسانی تھی۔ پھر میں رہائش گاہ تک پہنچا ہی تھا کہ دو آدمی میرے قریب آ گئے۔ یقیناً یہ بھی ڈیوک کے خاص خادموں میں سے ہوں گے۔ وہ ادب سے جھکے اور پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ ''کیا حکم ہے ڈیوک......؟''

''ارے...... لیکن یہ...... ڈیوک......'' دوسرے نے میری صورت دیکھ لی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے اُن دونوں کی گردنوں پر ہاتھ ڈال دیئے۔ اگلے ہی لمحے وہ دونوں کمرے کے اندر تھے۔ میں نے پستول نکال کر دو فائر کئے اور گولیوں نے اُس کے سروں کے چیتھڑے اُڑا دیئے۔ دونوں دھڑ زمین پر گر کر تڑپنے لگے تھے۔

میں اُن کے سرد ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ اور پھر باہر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔ اَب میرا رُخ فلیگ کی رہائش گاہ کی طرف تھا۔ فلیگ کی الماری سے میں نے میک اَپ کا سامان نکالا اور اپنے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔ آج میں نے ساری مہارت صرف کر دی تھی۔ آخری کام تھا، اس لئے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

چنانچہ تیار ہو کر میں نے اپنا جائزہ لیا اور خود کو داد دینے کو دل چاہا۔ یہ یقین تھا کہ کوئی بھی مجھے پہچان نہیں سکتا۔ میں نہایت اطمینان سے باہر نکلا تھا۔ ایک بار پھر میں اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا اور میں نے اندر پہنچ کر گھنٹی بجا دی۔

چند لمحوں کے بعد دو آدمی اندر آ گئے۔ لیکن دروازے کے نزدیک پڑی لاشوں کو دیکھ کر وہ ایک دم ٹھٹھک گئے تھے۔ ''اِنہیں اُٹھوا کر باہر پھنکوا دو اور فرش صاف کرا دو!'' میں نے بھاری لہجے میں کہا اور دونوں جھک کر ایک لاش کو اُٹھانے لگے۔ اُن کے باہر جانے کے بعد میں نے ایک طویل سانس لی تھی۔ پھر دوسری لاش بھی اُٹھا دی گئی۔ اور اس کے بعد میں پھر باہر آیا۔ اَب میرا رُخ اُس کمرے کی طرف تھا جہاں لڑکیاں موجود تھیں۔ ویرا کو تلاش کرنے میں بھلا کیا دقت پیش آ سکتی تھی؟ میں نے محافظ عورت کو اِشارہ کیا اور وہ ادب سے میرے

پاس پہنچ گئی۔

''اسے لے کر آؤ!'' میں نے کہا اور محافظ عورت نے گردن جھکا دی۔ میرا رُخ ہیلی کاپٹر کی طرف تھا۔ حالانکہ اس وقت حالات پوری طرح میرے قابو میں تھے۔ اگر میں چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن میں نے ہیرو بننے کی کوشش نہیں کی اور ویرا کو لے کر ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گیا۔ ظاہر ہے، ڈیوک کی موت کے بارے میں بہت جلد پتہ چل جائے گا۔ اور اس کے بعد حالات میں جوڑ توڑ بدل ہوگا، وہ یہاں کے مظلوم لوگوں کی مدد ہوگی......

ویرا خاموشی سے ہیلی کاپٹر میں بیٹھی تھی۔ لیکن اُس کی خاموشی میں جتنے طوفان چھپے ہوئے تھے، میں جانتا تھا۔ ہیلی کاپٹر ایک بار پھر فضا میں بلند ہو گیا۔ اور اَب اُس کا رُخ پیرس کی طرف تھا۔ راستے میں، میں نے اُس سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

جس وقت میں پیرس کے ایک دُور افتادہ علاقے میں اُترا تو تقریباً رات ہو چکی تھی۔ روشنیاں جگمگاتی نظر آ رہی تھیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہم بالکل غیر آباد علاقے میں نہیں اُترے ہیں۔ ویرا اَب بھی خاموش تھی۔

میں نے ہیلی کاپٹر چھوڑ دیا اور اُسے اُترنے کے لئے سہارا دیا۔ ویرا نیچے اُتر آئی تھی۔ اور پھر میں نے چہرے سے میک اَپ اُتار دیا۔ ویرا چونک کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔ پھر جب اُس نے میرا چہرہ دیکھا تو بے اختیار اُچھل پڑی۔ ''مسٹر...... مسٹر ڈینس! آپ...... آپ......؟''

''ہاں ویرا! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ میں تمہیں البرٹ کے چنگل سے نکال لایا ہوں۔''

''آہ...... آہ! مسٹر ڈینس...... آہ......! کیا میں آزاد ہوں؟ کیا میں......'' وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

''میں نے تمہارے دشمن کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا ہے ویرا! ڈیوک البرٹ، تمہارے خاندان کا دشمن تھا۔ اور اَب اُس چوہیا کو بھی موت کے گھاٹ اُترنا ہوگا جو تمہاری جائیداد پر قابض ہو گئی ہے۔''

''ہینڈی فلپ......؟'' ویرا نے روتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں......!''

''مگر تم نے...... تم نے ڈیوک البرٹ کو......'' وہ اَب کافی حد تک سنبھل گئی تھی۔ اور ہم ہیلی کاپٹر سے دُور نکل آئے تھے۔

''ہاں...... میں نے پیرس کو ہمیشہ کے لئے ڈیوک کی چیرہ دستیوں سے نجات دلا
ہے۔ میں نے اُسے قتل کر دیا ہے۔''

''اوہ، کاش...... کاش! میرا بھائی بھی مجھے مل جاتا۔ آہ! گرائن ہی مل جاتا۔'' وہ حسرت
بھرے لہجے میں بولی اور میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک ٹیکسی ہمیں لے
مارک کی خفیہ رہائش گاہ کی جانب جا رہی تھی۔

مارک کے آدمی مجھے پہچانتے تھے۔ مارک اِس وقت موجود نہیں تھا لیکن کھلبلی مچ گئی۔
سب میرے سامنے مؤدب تھے۔ ''مارک جہاں ہو، اُسے طلب کر لو!'' میں نے کہا اور
سب بھاگ دوڑ میں لگ گئے۔ تب میں نے مارک کے ایک آدمی سے پوچھا۔ ''گرائن کہاں
ہے......؟''

''موجود ہے جناب! لیکن پریشان اور افسردہ ہے۔''

''اُسے یہاں لے آؤ......!'' میں نے کہا اور ویرا کے پاس پہنچ گیا۔ ویرا خوش بھی تھی اور
غم زدہ بھی۔

''میں سوچ رہی ہوں، اگر تمہاری مہربانی سے میری جائیداد مجھے واپس مل بھی گئی تو......
میں کیا کروں گی......؟''

''کیوں......؟''

''میں تنہا رہ کر تو کچھ بھی نہیں کر سکوں گی۔''

''اور اگر تمہارا بھائی تمہیں مل جائے تو......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ویرا
چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اُٹھ کر میرے پیروں سے لپٹ گئی۔

''میرا یہ ایک کام اور کر دو! میں ساری زندگی تمہاری غلام رہوں گی۔ میں...... میں......''
وہ میرے پیروں سے آنکھیں رگڑنے لگی۔ لیکن میں نے جلدی سے اُسے اُٹھا لیا۔ اُسی وقت
گرائن اندر آ گیا۔ ویرا نے اُسے نہیں دیکھا تھا۔ تب میں نے دونوں کو آمنے سامنے کر دیا۔

...... اور اس کے بعد جو کچھ ہوا، اس کا تعلق خالص جذبات سے ہے اور اس کی تفصیل
بے سود ہے۔ ہاں...... میرا دوست مارک جب میرے سامنے پہنچا تو اُسے بھی شاید اتنی ہی
خوشی تھی جتنی ویرا کو گرائن کے مل جانے کی۔ ساری رات وہ مجھ سے ڈیوک کی موت کے
بارے میں معلومات حاصل کرتا اور ناچتا رہا۔

تین دن تک ڈیوک کی موت کا انکشاف نہیں ہوا۔ لیکن چوتھے دن پورے فرانس میں

تہلکہ مچ گیا۔ تمام اخبارات نے ڈیوک البرٹ کی موت کی تفصیل چھاپی تھی۔ درحقیقت!
فرانس کی تاریخ میں تبدیلی آ گئی تھی۔ پانچویں روز میں نے مارک سے اجازت طلب کی۔
میں نے اُس سے کہا کہ اَب مجھے مزید کچھ عرصے تک اُس سے دُور رہنا ہوگا۔ میں اس کے
پاس واپس آؤں گا۔ پھر ہم یکجا زندگی گزاریں گے۔ میرا دوست مارک میرے لئے آبدیدہ
ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا تھا۔ میرے ذہن میں ایک آگ تھی۔ میں اُس آگ
کو سرد کرنا چاہتا تھا۔ اپنا کام کرنے کے بعد ہی میں زندگی کی کوئی ڈگر پکڑ سکتا تھا۔

ڈیوک کی موت کے ٹھیک آٹھویں دن میں، گرائن اور ویرا ہینڈی فلپ کے پاس جا پہنچے۔
گرائن اور میں پولیس افسروں کے میک اَپ میں تھے۔ ویرا کی شکل بھی بدلی ہوئی تھی۔
بوڑھی ہینڈی فلپ کافی چالاک عورت معلوم ہوتی تھی۔

''لیکن کیوں...... آخر کیوں......؟ انسپکٹر جنرل مجھ سے کیوں ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟''
اُس نے بے چینی سے پوچھا۔

''کوئی اہم بات ہی ہوگی۔''

''لیکن میں اپنے وکیل کو طلب کر لوں۔ اس کے بعد......''

''اس کی ضرورت نہیں ہے مادام ہینڈی! ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ کے بیٹے شارٹی کا
کوئی وجود نہیں ہے۔ اور یقیناً یہ اطلاع بھی آپ کے کانوں تک پہنچ گئی ہوگی کہ ڈیوک
البرٹ کا انتقال ہو چکا ہے۔''

ہینڈی فلپ کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''تو کیا تم لوگوں کو
میری گرفتاری کا حکم ملا ہے......؟''

''ہرگز نہیں۔ آپ ایک معزز خاتون ہیں۔ آئی جی آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔'' میں
نے کہا۔ تب وہ تیار ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جیپ میں جا رہے تھے۔

ہینڈی فلپ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ وہ بہت خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ ہم
ایک لمبی پہاڑی سڑک پر سفر کر رہے تھے۔ ''تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو......؟''
تھوڑی ہی دیر بعد اُس نے پوچھا۔

''اوہ...... ہینڈی فلپ! میرا خیال ہے، اَب تمہیں زندگی کے بوجھ سے آزاد ہو جانا
چاہئے۔ تم نے اِن لوگوں کو کافی پریشان کیا ہے۔ اِنہیں پہچانو! یہ روین شارپ گلینڈی
خاندان کے آخری افراد ہیں، ویرا اور گرائن۔'' میں نے دونوں کا میک اَپ اُتار دیا۔

''اور تم......تم......؟'' وہ مُردہ لہجے میں بولی۔

''میرے بارے میں جان کر کیا کرو گی؟ میرے خیال میں مرنے کے بعد بھی تمہار
لئے کوئی مشغلہ تو ہونا ہی چاہئے۔ کم از کم میرے بارے میں یہی سوچتی رہنا۔'' میں نے بر
روک دی۔

''تو کیا تم مجھے قتل کر دو گے......؟'' اُس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ لیکن میں نے ا
جواب نہیں دیا۔

''اَب تم اسٹیئرنگ سنبھالو۔ آ جاؤ......!'' میں نے کہا اور اُسے کھینچ کر اسٹیئرنگ پر
دیا۔ ویرا اور گرائن جیپ سے اُتر گئے تھے۔ میں نے پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا
اسٹیئرنگ ایک انتہائی گہری کھائی کی طرف کاٹ دیا۔ پھر میں نے کھائی کے کنارے پر
چھلانگ لگا دی اور ہینڈی فلپ کی جیپ، کھائی کی گہرائیوں تک ایک لکیر سی بناتی ہوئی اُتر
تھی۔

ہم تینوں نے ہینڈی فلپ کا انجام دیکھا اور واپس چل پڑے۔ گلینڈی خاندان کو اُس
خوشیاں واپس مل گئی تھیں۔ لیکن کین خاندان ابھی تک مایوسی اور پستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور
بات مجھے پسند نہیں تھی۔

☆......☆......☆

حالات مجھے اِس بات کی اجازت نہیں دے رہے تھے کہ میں اس پروگرام پر عمل کروں جس کا تصور میرے ذہن میں چیونٹیوں کی مانند رینگتا رہتا تھا۔ اور یہ تصور میری سب سے بڑی کمزوری تھا۔ حالانکہ مجھ جیسے انسان کو خوابوں کی دنیا کا باشندہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ میں تو عمل پر قادر تھا اور ہمیشہ عمل کرتا تھا۔

میں نے ڈیوک البرٹ کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا تھا۔ بعد میں اندازہ ہوا کہ خود فرانس حکومت اُس سے خوش نہیں تھی، لیکن اُس کے شیطانی جال سے خوفزدہ تھی۔ ایک مثالی چیز تھی کہ ایک شخص نے پوری حکومت کو رعب میں لے رکھا تھا۔ اُس کی موت کی اطلاع عام ہوتے ہی حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آ گئی۔ اور پھر کسی بھی اُس شخص کو نہیں چھوڑا گیا جس کا ذرا سا بھی تعلق ڈیوک سے نکلا۔ بے شمار افراد، ڈیوک کے خون کے پیاسے تھے۔ ڈیوک کا خون تو اُنہیں نہ مل سکا۔ لیکن جہاں بھی اُنہیں انتقام لینے کا موقع ملا، اُنہوں نے انتقام ضرور لیا۔ اور یہ سب میری وجہ سے ہوا تھا۔ اگر میں حکومت پر ظاہر ہو جاتا تو شاید مجھے فرانس کا سب سے بڑا اعزاز دیا جاتا۔ میرا مجسمہ فرانس کے کسی خوب صورت چوک میں لگایا جاتا۔ لیکن میں ان چیزوں کا خواہش مند نہیں تھا۔ میرا اعزاز تو کچھ اور تھا۔ اور اَب میں اس اعزاز کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں اِن دنوں شدت سے سوچ رہا تھا کہ باقی کاموں سے پہلے میں وہ کام کروں جو مجھے پہلے کرنا چاہئے تھا۔ میں بھول جاؤں کہ میں کیا کر چکا ہوں؟ نئے سرے سے اپنے کام کا آغاز کروں۔ اور بالآخر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ مارک وغیرہ کو میں نے اپنے اِس فیصلے سے آگاہ کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اور پھر میں نے خاموشی سے فرانس چھوڑ دیا۔

میں نے سوئٹزرلینڈ کا رُخ کیا تھا۔ دراصل میں نے اپنے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کی تھی۔ اگر میں فن لینڈ میں کوئی کام کرتا تو خود تو بچ نکلتا لیکن کین فیملی کے لئے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ لوگوں کو اُن کا وقار بحال ہونے پر حیرت ہوتی اور وہ اس کا ذریعہ جاننے کی

کوشش کرتے۔ اس طرح بات منظر عام پر بھی آسکتی تھی۔ مجھے چاہئے کہ میں کسی دوسرے ملک میں واردات کروں اور پھر فن لینڈ جاؤں۔ سوئٹزرلینڈ میں، میں نے تقریباً ایک ماہ قیام کیا۔ ایک ہفتے کے اندر میں نے نیا پلان ترتیب دے لیا تھا۔ میں ایک بڑے تاجر کی حیثیت سے ایک ایسے ادارے کے منتظمین سے ملا جو کرنسی منتقل کرانے کا کام کرتے تھے۔ میں نے اپنے بزنس کے کاغذات تیار کر لئے تھے جن کی نقول اُنہیں پیش کر دی گئیں۔ سارے کام باقاعدگی سے ہوئے تھے جس میں گورنمنٹ آف سوئٹزرلینڈ کی منظوری بھی شامل تھی۔ یہ سب کچھ میں نے بڑی رقم خرچ کر کے کرایا تھا۔ اور دولت سے دنیا کا ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ یہ رقم میں نے ڈنمارک بھجوانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور ان سارے کاموں کے لئے جو دولت میں نے مہیا کی تھی، اس کے حصول کے لئے مجھے تاش کا سہارا لینا پڑا تھا۔

سوئس حلقوں میں، میں مسٹر گیناڈ کے نام سے مشہور تھا۔ چند لوگ میرے شناسا ہو گئے تھے۔ دوسری طرف میں نے ڈنمارک کے بینکوں سے بھی خط و کتابت شروع کر دی تھی۔ اور وہاں مسٹر ہاکنز کے نام سے ایک بڑی رقم جمع کرانے کا معاملہ طے کیا تھا۔ میرا پروگرام یہی تھا کہ سوئٹزرلینڈ سے ڈنمارک جاؤں گا۔ اور پھر ڈنمارک سے یہ رقم فن لینڈ منتقل کر دی جائے گی۔ خاصا لمبا چکر چلایا تھا۔ ممکن ہے، اپنے لئے میں یہ سب کچھ نہ کرتا۔ حد سے زیادہ احتیاط نقصان دہ بھی ہوتی ہے۔ لیکن معاملہ کین فیملی کا تھا۔ میں اُن لوگوں کو محفوظ ہی رکھنا چاہتا تھا۔

یہ خواہش ابتداء سے میرے دل میں نہیں تھی۔ بس! اچانک خیال آیا تھا۔ اور اس خیال میں ایک انوکھا پن تھا۔ میں اُن لوگوں کو اُن کا مقام واپس دلانا چاہتا تھا جنہوں نے میرے حقوق مجھ سے چھین لئے تھے۔ انوکھا انتقام تھا یہ۔ انتقام کی تاریخ میں شاید اس سے انوکھی مثال ملنا مشکل تھی۔ بہرحال! سارے مراحل طے ہو گئے۔ اور اَب آخری مرحلہ رقم کے حصول کا تھا۔ اس کے لئے میں نے برن کے سب سے بڑے بنک کے ہیڈ آفس کا انتخاب کیا جو برن کی مشہور سڑک مارک گاسے پر واقع تھا۔ میں نے اس سڑک کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا اور بنک میں مسٹر گیناڈ کے نام سے اکاؤنٹ میں کھلوالیا تھا۔ اس طرح میں بنک میں ہونے والی نقل و حرکت سے بخوبی واقف ہو گیا تھا۔ کام کرنے کے سلسلے میں، میں نے اپنے لئے چند اصولوں کا انتخاب کیا تھا۔ کام نہایت سکون سے کرو۔ اس کے لئے بڑے راستوں کا انتخاب نہ کرو۔ سیدھے سیدھے راستے اپناؤ۔ اور پھر ان راستوں پر ایسا کوئی

نشان نہ چھوڑو جو تمہاری نشاندہی کر دے۔ کسی کو اپنا شریک راز نہ بناؤ۔ اگر ضرورت پڑے تو چند ایسے کرائے کے لوگوں کو تلاش کر لو جو وقتی طور پر ساتھ دے سکیں۔ اور پھر اُنہیں بھول جاؤ۔

چنانچہ وقت مقررہ پر میں نے بنک لوٹ لیا۔ جس قدر کرنسی کا میں نے تعین کیا تھا، اس سے زیادہ ایک کوڑی بھی نہیں لی۔ حالانکہ بنک میں بہت کچھ موجود تھا۔ لیکن دولت دیکھ کر حواس قابو میں رکھنا سب سے بڑی دانشمندی ہے۔ اُن لوگوں کو بھی چکر میں پڑنا چاہئے جو اس سلسلے میں تفتیش کریں۔ کرنسی کے تھیلے میرے ہوٹل میں منتقل ہو گئے، اور دوسرے دن میرے ایجنٹوں کے پاس۔ جہاں سے اسی روز اُنہیں دوسرے بنکوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اور اَب میرا کوئی کام نہیں تھا۔ باقی ذمہ داری اُنہی لوگوں کی تھی جنہیں مسٹر گینارڈ نے پہلے ہی کمیشن ادا کر دیا تھا۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر مسٹر گینارڈ والی حیثیت ختم کر دی اور استنبول کے ایک سیاح کی حیثیت سے ایک معمولی درجے کے ہوٹل میں منتقل ہو گیا۔ برن میں رہ کر میں حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔

بنک کے عظیم الشان ڈاکے کی خبریں تیسرے دن اخبارات میں شائع ہوئی تھیں۔ اور نتیجہ میری مرضی کے مطابق ہی تھا۔ اخبارات نے کسی ایسے گروہ کی نشاندہی کی تھی جو نہایت شاطر تھا۔ حالانکہ جتنی رقم بنک سے اُڑائی گئی تھی، اُس سے کہیں بڑی رقم بنک کی ایسی جگہوں پر تھی جہاں تک رسائی آسان تھی۔ لیکن محفوظ رقم پر ہاتھ صاف کیا گیا تھا تاکہ فوری طور پر اس کی اطلاع نہ ہو سکے۔ چونکہ رقم ایک مخصوص حد میں اُڑائی گئی تھی اس لئے انتظامیہ کا خیال تھا کہ ممکن ہے، اس میں خود بنک کے ملازمین ملوث ہوں۔ اس لئے بے شمار ذمہ دار لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری پہلی کوشش کامیاب تھی۔ اور میں نے انتظامیہ کو بری طرح اُلجھا دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ انتظامیہ آسانی سے اِس مسئلے کو نہیں سلجھا سکتی۔ بہرحال! میری پوزیشن صاف تھی اور اَب یہاں سے نکلنے کا مسئلہ تھا۔

لیکن اس کے لئے میں نے جدت سے کام لیا۔ ایک معمولی حیثیت کے سیاح کی حیثیت سے میں سوئٹزرلینڈ کے دارالحکومت برن سے ویرونا چل پڑا۔ ویرونا ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر تھا۔ شکسپیئر کی جیولیٹ کا شہر۔ جس میں، میں نے ایک دن قیام کیا اور پھر وہاں سے میلان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور میلان کے بعد ڈنمارک کا سفر۔

سارا کام ایک سائنٹفک اصول کے ساتھ ہوا تھا۔ اور یہی میری کامیابی کا راز تھا۔ کہیں

کوئی اُلجھن پیش نہیں آئی تھی۔ میں ڈنمارک میں داخل ہو گیا۔ برن چھوڑے ہوئے کئی د
گزر چکے تھے اور اس دوران کے حالات سے میں لاعلم تھا۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا
کہ سوئس پولیس اس سلسلے میں کہاں تک پہنچی ہے۔ چنانچہ میں نے ڈنمارک کے سرحدی ش
اوڈنزے میں قیام کیا۔ اینڈرسن کے اس شہر کی حیثیت بھی تاریخی تھی۔ دنیا بھر کے بچوں کا
ہیرو۔ بدشکل، بطخ اور فر کا درخت جیسی کہانیوں کا خالق اینڈرسن جسے اُس کے شہر نے، اُ
کے وطن نے نفرت کے سوا کچھ نہیں دیا تھا۔ لیکن اینڈرسن کے اس شہر سے مجھے کوئی خا
دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے ایک دن وہاں قیام کرنے کے دوران ایک ہفتے کے اخبارا
دیکھے۔ لیکن کوئی خاص خبر نہیں ملی تھی۔

تب میں کوپن ہیگن پہنچا۔ جہاں سے مجھے واپس اپنے وطن فن لینڈ جانا تھا۔ کوپن ہیگن
خوبصورت ترین شہر۔ جس کے بارے میں صرف میں نے سنا تھا، دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا
تھا۔ مجھے بے حد پسند آیا۔ دو دن قیام کرنے کے بعد میں نے اپنا کام شروع کیا۔ میں نے
اپنی اسی حیثیت سے اُن بنکوں سے رابطہ قائم کیا جس کے ذریعے میں نے رقم یہاں منگوائی
تھی۔ میں کسی بھی حادثے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ لیکن پھر تقدیر کی بات کروں گا۔
یہاں بھی مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی اور پتہ چلا کہ میری رقم، میری ہدایات کے مطابق فن لینڈ
کے بنکوں میں منتقل کر دی گئی ہے۔ مقامی بنکوں نے مجھے ہر تعاون کا یقین دلایا۔ لیکن اَب
یہاں رُکنا تو تھا نہیں۔ چنانچہ میں ڈن مورگن کی حیثیت سے واپس اپنے وطن روانہ ہو گیا۔
طویل عرصے کے بعد اپنی زمین پر قدم رکھا تھا۔ ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔
لیکن سیکرٹ پیلس کی تربیت نے مجھے تحمل بھی سکھایا تھا۔ میں نے ایک شاندار ہوٹل میں قیا
کیا۔ میرے اہم کاغذات، میرے پاس موجود تھے۔ اور دو دن میں نے سکون سے اپنے
وطن میں، اجنبی کی حیثیت سے گزارے۔ میرے دل میں اپنے والدین کا خیال تھا اور میں
نفرت و محبت کی عجیب سی کشمکش میں گرفتار ہو گیا تھا۔ حالات یاد آتے تو دل میں اُن لوگوں
کے لئے نفرت کا جذبہ اُبھر آتا۔ لیکن پھر دل خود بخود نرم ہو جاتا۔ بہرحال! میری نفرت
اُن کے لئے خوشحال زندگی کی حامل تھی۔

تیسرے دن میں نے اُن لوگوں کے حالات معلوم کئے۔ وہی کسمپرسی کی زندگی...... وہی
کشمکش...... کین خاندان کو اَب لوگ بھولتے جا رہے تھے۔ میرے والد ملازمت کرتے تھے۔
خاندان کے دوسرے لوگ بھی زندگی کے بوجھ کو گھسیٹ رہے تھے۔ مجھے افسوس ہوا۔ لیکن

سب اُن کیا کیا دھرا تھا۔ میں کیا کر سکتا تھا؟
بہرحال! میں نے پہلی توجہ اپنی جائیداد پر دی تھی۔ بروکرز کے ذریعے میں نے کافی
لوگوں سے رابطہ قائم کیا جو اَب اِس جائیداد کے مالک تھے۔ اور پھر میں نے پیغام بھجوایا کہ
میں اس جائیداد کو خریدنا چاہتا ہوں۔ میرے بروکر نے مجھے جواب دیا کہ وہ لوگ اسے
فروخت کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

''اُنہیں وہ جائیداد فروخت کرنے میں کیا تامل ہے......؟'' میں نے مسٹر گیراٹ سے
پوچھا۔

''مسٹر جیوش اسے اپنی رہائش گاہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور دوسری عمارات بھی اُن کے
تصرف میں ہیں۔ لیکن جناب! آپ اسی عمارت کو کیوں خریدنا چاہتے ہیں؟ مجھے حکم دیجئے کہ
میں آپ کے لئے شہر کے اعلیٰ ترین مقام پر رہائش کا بندوبست کر دوں۔'' میرے بروکر مسٹر
گیراٹ نے کہا۔

''نہیں مسٹر گیراٹ...... مسٹر جیوش سے پوچھو! اگر وہ ان عمارتوں کو فروخت کرنا چاہتے
ہیں تو جس رقم کا تعین وہ کرنا چاہیں، یہ کام ان کی مرضی سے ہوگا۔''

مسٹر جیوش ایک سیانے تاجر تھے۔ اُنہیں اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ کوئی اس جائیداد
میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔ اُنہوں نے مجھ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کر دی۔ اور
پھر اُن سے میری ملاقات اُسی شاندار عمارت میں ہوئی جس میں، میں نے آنکھ کھولی تھی۔
مجھے اس عمارت کے در و دیوار سے محبت تھی۔ میں اس وقت جذباتی ہو رہا تھا۔ اس لئے مجھے
یوں لگا جیسے ان در و دیوار کی خاموش نگاہوں میں، میرے لئے محبت ہو۔ اُنہیں بھی طلب ہو
کہ میں واپس آ جاؤں۔

''گو، میں اس جائیداد کو فروخت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اگر آپ اِسے خریدنا
ہی چاہتے ہیں تو آپ کو میرے مسائل بھی مدنظر رکھنے ہوں گے۔'' مسٹر جیوش نے کہا۔

''آپ اِس رقم کا تعین کریں جو آپ طلب کرنا چاہتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور
مسٹر جیوش نے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ اُنہوں نے اتنی رقم بتائی جس سے اس جیسی چار عمارتیں
خریدی جا سکتی تھیں۔ اور میں نے منظوری دے دی۔ رقم ادا کر دی گئی اور مسٹر جیوش نے
حسب وعدہ عمارت خالی کر دی۔ ایک ہفتے میں یہ کام مکمل ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اپنی جائے
پیدائش کو اپنے آبائی رنگ میں لانے کا، کام شروع کر دیا۔ اپنے اجداد کی تصاویر مہیا کیں جو

فروخت ہو چکی تھیں۔ اور اُنہیں اُن کی جگہ واپس دے دی۔ سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد میں نے ایک گمنام شخص کی حیثیت سے اپنے سارے اہل خاندان کو دعوت نامے جاری کر دیئے۔ اُن میں میرے والد اور چچا وغیرہ بھی شامل تھے۔ میں نے اُنہیں اپنے ساتھ طعام کی دعوت دی تھی اور عاجزانہ درخواست کی تھی کہ وہ میری اس دعوت کو قبول کر لیں۔ اور اُن لوگوں کی منظوری مل جانے سے مجھے دلی مسرت ہوئی تھی۔ میرا دل عجیب سے جذبات سے دھڑک رہا تھا۔ بالآخر وہ دن آ گیا جس کی شام کو میرے ایک خون کی تکمیل ہونے والی تھی۔

سیکرٹ پیلس کی تربیت نے مجھے فولاد بنا دیا تھا۔ میرا ذہن شیطانی انداز میں سوچنے لگا تھا۔ میرا دل پتھر کی طرح سخت ہو گیا تھا۔ میرے اعصاب فولاد کی مانند ہو گئے تھے۔ میں دنیا کے کسی حادثے سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا۔ میں سخت ترین حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ میں کسی بھی بات پر جذباتی نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن میرے خیال میں یہ ساری تربیت بیرونی تھی۔ میرے اندر کا انسان اِس تربیت سے زیادہ متاثر نہیں ہوا تھا اور میں اس انسان کو فراموش نہیں کر سکا تھا۔ یہ خواہش اسی انسان کی تھی کہ میں اپنے وطن جاؤں اور اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی ساکھ کو بحال کروں۔ اور جب میں نے اُن سب کو خیر باد کہہ دیا تھا، اُن کے افعال سے نفرت کا اظہار کر کے خاندانی روایات کو پامال کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا اور انہی خواہشات کی تکمیل کے لئے ایک سخت عمل سے گزر چکا تھا، تو مجھے سب کو بھول جانا چاہئے تھا۔ میں اُن کے بارے میں کیوں سوچتا جنہوں نے مجھے گمنامی کے گڑھے میں دھکیل دیا تھا؟ لیکن نفرت، ان لوگوں کے طرزِ عمل سے بغاوت نے مجھے انتقام کے ایک انوکھے راستے پر ڈال دیا تھا۔ اور انتقام کے اس جذبے کے پیچھے اگر جھانکا جا سکتا تو انسان کی کمزوری نمایاں ہو جاتی۔ وہ نظر آنے لگتا جو اندر چھپا ہوا تھا۔

اور اس وقت وہ بالکل سامنے تھا۔ اگر سامنے نہ ہوتا تو یہ جذبہ کہاں سے اُبھرتا؟ مسٹر جیوش نے ہماری قدیم رہائش گاہ میں تبدیلیاں کرائی تھیں اور خاصی دلکش تھیں۔ لیکن میں نے ان سب کو ختم کرا کے اس رہائش گاہ کو اس کی پرانی حیثیت دی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے اجداد کی تصاویر کی تلاش کرانے میں بے تحاشہ دولت خرچ کی تھی۔ اُنہیں فنش کرایا اور اس کوٹھی کو اس کی اصلی حیثیت دے کر اتنا مسرور ہوا تھا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ پھر جب وہ آنے والے تھے، جن سے میں نام نہاد نفرت کرتا تھا تو میرے دل کی دھڑکنوں میں بے

ترتیبی پیدا ہو گئی تھی۔ میں عمارت کے ایک حصے سے آنے والوں کا جائزہ لے رہا تھا، جو اُن کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ میرے والد تھے، والدہ تھیں، چچا تھے اور وہ دوسرے لوگ تھے جن سے کبھی مجھے محبت تھی اور جن کے ساتھ میں نے زندگی کی ابتداء کی تھی۔ ایک طویل عرصے کے بعد میں اُنہیں دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں جذبے رنگ بدل رہے تھے۔ مختلف رنگ...... جن میں کبھی نفرت جھلکتی، انتقام جھلکتا، دُھواں سا محسوس ہوتا۔ پھر دل کی ایک دھڑکن کہتی، وہ باپ ہے، وہ ماں ہے، وہ چچا ہے۔ اور وہ...... اور یہ سب ہارے ہوئے لوگ ہیں۔ ممکن ہے، انہیں احساسِ شکست ہو گیا ہو۔ ممکن ہے، وہ سوچ رہے ہوں کہ کبھی یہ شان و شوکت اُن کی بھی تھی۔ اور آج وہ اپنے گھر میں مہمان بن کر آئے ہیں۔ ممکن ہے، اُن کے دل غم کی شدت سے پھٹ گئے ہوں۔ اُنہیں ایک ایک بات یاد آ رہی ہو۔ لیکن وہ بے بس ہوں۔ اور ممکن ہے، ایسے وقت میں اُنہیں ڈن بھی یاد ہو۔ وہ نوخیز کلی، جو پھول بننے کی آرزو لے کر آئی لیکن اُسے کانٹوں پر ڈال دیا گیا۔ اُس سے اُس کا حسن چھین لیا گیا۔ اُس کی شکل مسخ کر دی گئی۔ اُسے پامال کر دیا گیا۔ ممکن ہے، اُن کے دل اُس کے لئے رو رہے ہوں۔ ممکن ہے، اُنہیں احساس ہو رہا ہو کہ وہ غاصب ہیں۔ خائن ہیں اور دل ہی دل میں وہ ان ساری کیفیات سے دوچار ہو رہے ہوں۔ ایسی شکل میں اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

تب میرے اندر سے ایک بڑائی اُبھری۔ میں ان سب پر قادر ہوں۔ میں ان کے جذبات سے کھیل سکتا ہوں۔ اگر میں اپنے ملازموں سے کہوں کہ انہیں پوری عمارت کی سیر کرائیں، خوب خاطر مدارت کریں اور پھر دھکے دے کر نکال دیں، ان سے کہیں کہ یہ عمارت ان کی ملکیت تھی۔ انہیں اس ورثے کو حقدار کے سپرد کرنا چاہئے تھا۔ انہوں نے اسے کیوں کھویا؟ اور اَب ان کا کیا حق ہے کہ وہ اس عمارت میں داخل ہوں۔ تو وہ خاموشی سے نکل جائیں گے۔ کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ کیونکہ انہیں احساس ہو گا کہ جو کچھ اُن سے کہا گیا ہے، سچ ہے۔

بے چارے لوگ...... وہ اپنے ہیں۔ برے ہیں۔ لیکن اپنے ہیں...... مجال ہے کسی کی کہ اُن کے ساتھ یہ سلوک کرے۔ میں بھی یہ حق نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ میرے بزرگ ہیں۔ ہاں! جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہی پروگرام ہونا چاہئے جو میں نے سوچا ہے۔ اور جس کے لئے میں نے انتظامات کئے ہیں۔ میں جو سب کچھ کر سکتا ہوں، اس لئے نہیں کروں گا کہ میں ان پر قادر ہوں۔ میں ان سے کھیل سکتا ہوں۔ اور جب میں ان سے کھیل سکتا ہوں

تو مجھے ان سے نہیں کھیلنا چاہئے۔

بڑائی کی آواز آخری تھی۔ میرے سینے کا مد و جزر سرد پڑ گیا۔ اور میرے اندر سکون پھیل گیا۔ میں نے اپنے ملازموں کو ہدایت کر دی تھی اور خود بھی اپنے چہرے پر ایک ملازم کا میک اَپ کر لیا تھا۔ میرا لباس بھی ملازموں جیسا تھا۔

یوں میں اپنی جگہ سے نکلا اور اُن کے سامنے پہنچ گیا۔ میرے والد اور اہل خاندان کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ بیتی ہوئی کہانیاں اُن کی نگاہوں میں رقصاں تھیں۔ یادوں کی دُھندلاہٹیں اُن کے سارے وجود پر چھائی ہوئی تھیں اور وہ ملول تھے۔ لیکن اپنے میزبانوں کی خوشی کے لئے خود کو خوددکھانے کی کوشش میں مصروف تھے۔

''اپنے آقا کی جانب سے میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔'' میں نے گردن خم کر کے آواز بدل کر کہا۔ اور اُداس نگاہیں میری طرف اُٹھ گئیں۔

میرے والد نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''لیکن تمہارے آقا کہاں ہیں؟ کیا وہ ہم سے ملاقات نہیں کریں گے؟''

''یقیناً! لیکن اچانک اُنہیں کوئی ضروری کام پیش آ گیا ہے۔ اور وہ تھوڑی دیر کے لئے چلے گئے ہیں۔ میں اُن کے قائم مقام کی حیثیت سے موجود ہوں۔ آیئے! میں آپ کو اِس عمارت کی سیر کراؤں۔ اس وقت تک میرے آقا واپس آ جائیں گے۔''

میرے والد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جذبات کی پرچھائیاں اُن کے چہرے پر رقصاں تھیں۔ اُن کی آنکھوں سے اظہار ہو رہا تھا کہ وہ میرے ان الفاظ سے رنجیدہ ہیں۔ ظاہر ہے، میں اس عمارت کو اُنہیں دکھانے کی پیشکش کر رہا تھا جو کبھی اُن کی اپنی ملکیت تھی۔ وہ خاندان کے دوسرے لوگوں سے آنکھیں چار نہیں کر پا رہے تھے اور گردن جھکائے ہوئے تھے۔ میں ان ساری باتوں کو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میں جذبات سے دُور ہی رہنا چاہتا تھا۔

''تشریف لایئے جناب......!'' میں نے کہا اور والد صاحب بادلِ نخواستہ میرے ساتھ چل پڑے۔ جب اُنہوں نے قدم آگے بڑھائے تو دوسرے لوگوں نے بھی اُن کی تقلید کی۔ میں نے ایک گائیڈ کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ چند ہی قدم چلنے کے بعد میرے چچا نے مجھے مخاطب کیا۔

''سنو......! تمہارا نام کیا ہے؟''

''آپ مجھے اپنے خادم کی حیثیت سے یاد کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے، میرے آقا کے مہمان

میرے لئے اپنے آقا کی مانند محترم ہیں۔ اس مناسبت سے آپ مجھے خادم کہہ سکتے ہیں۔''

''تم اس عمارت میں کب سے ہو؟'' چچا نے پوچھا۔

''عرصہ دراز سے اس عمارت سے میرا تعلق ہے جناب!'' میں نے گول مول جواب دیا۔

''کیا یہاں دوسرے مہمان بھی آنے والے ہیں؟''

''جی نہیں...... ہرگز نہیں۔''

''لیکن مسٹر جیوش نے ہمیں گمنام دعوت نامہ کیوں ارسال کیا تھا؟ بے شک! ہماری اُن سے ملاقات نہیں ہے لیکن ہم اُنہیں جانتے تو ہیں۔''

''اوہ...... اس عمارت کے مالک اَب مسٹر جیوش نہیں ہیں۔ میرے آقا نے منہ مانگی قیمت ادا کر کے اسے مسٹر جیوش سے خرید لیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

اس بات پر میرے والد صاحب اور دوسرے لوگ حیران رہ گئے۔ چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر چچا ہی بولے۔ ''تمہارے آقا کا کیا نام ہے......؟''

''کچھ دیر توقف فرمایئے! وہ پہنچنے والے ہوں گے۔ پھر وہ آپ سے اپنا تفصیلی تعارف کرائیں گے۔''

''عجیب بات ہے۔ ویسے ہم نے اس سودے کے بارے میں کوئی بات نہیں سنی تھی۔ تاہم یہ اس قدر اہم بات نہیں تھی کہ اس کے تذکرے ہوتے۔ ان عمارتوں کی قدر و قیمت اَب گمنامی میں جا پڑی ہے۔ اَب انہیں کوئی خریدے، کوئی فروخت کرے۔ لیکن مجھے تمہارے آقا کے بارے میں جاننے کا بے حد تجسّس ہے۔''

''اُن کے بارے میں ضروری باتیں آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''ہم نے سنا تھا، اس عمارت میں مسٹر جیوش نے کافی تبدیلیاں کرا لی ہیں۔ لیکن یوں لگتا ہے جیسے یہاں تو کوئی تبدیلی ہی نہیں ہوئی ہے۔''

''اوہ...... یہ بات نہیں ہے جناب! آیئے...... میں آپ کو بتاؤں، یہاں کیا کیا تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔'' اُس نے کہا۔ اور پھر میں ان لوگوں کو وہ ساری تبدیلیاں دکھاتا پھرا جو مسٹر جیوش نے یہاں کرائی تھیں۔ ''لیکن میرے آقا کا عجیب مزاج ہے۔ حالانکہ عمارت کے بعض حصے پہلے سے کافی خوبصورت ہو گئے تھے۔ لیکن میرے آقا نے ان سب تبدیلیوں کو منہدم کرا دیا اور عمارت کو پہلی حالت میں لے آئے۔ اس کی آرائش کے لئے اُنہوں نے نہ جانے

کہاں کہاں گھوم پھر کر کچھ تصاویر حاصل کیں۔ کباڑیوں نے ان تصاویر کی منہ مانگی قیمتیں وصول کیں۔ پھر کئی مصور اس عمارت میں آ کر ان تصویروں پر رنگ آمیزی کرتے رہے اور انہیں نیا کر دیا گیا۔ نہ جانے ان تصویروں کے لئے میرے آقا اس قدر جذباتی کیوں تھے......''

تعجب ہے۔ لیکن وہ تصاویر کہاں ہیں......؟'' والد صاحب نے پوچھا۔

''عمارت کے اندرونی حصے میں تصاویر کی ایک گیلری ہے۔ وہاں وہ تصاویر آویزاں ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور والد صاحب کے چہرے پر اضطراب کے آثار پھیل گئے۔ یہ آبائی گیلری تھی اور یہاں ہمارے خاندان کی آب و تاب نظر آتی تھی۔

میں آہستہ آہستہ اُن لوگوں کو گیلری میں لے گیا۔ اور پھر اُس خوبصورت گیلری سے ہم سب اندر پہنچ گئے۔ سب ہی ٹھٹھک گئے تھے...... سب کے چہرے آگ کی طرح سرخ ہو گئے تھے...... وہ سب اپنی تصاویر پہچان گئے۔ گیلری میں حسب معمول چند تصاویر پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ یہ تصاویر موجودہ سربراہوں کی ہوتی تھیں۔ اور اُن پر سے پردہ اس وقت ہٹایا جاتا تھا، جب سربراہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو کر اپنی ذمہ داری اپنے جانشین کے سپرد کر دیتا تھا۔

پریشان حال لوگ ششدر کھڑے تھے اور میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ میں اِس تاثر کو کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ نہ جانے میری اندرونی کیفیت کیا تھی؟ محرومی کا احساس...... حصول کی خوشی...... بخشنے کا تصور یکجا ہو گئے تھے۔

پھر گھٹی گھٹی آوازیں اُبھریں۔ بے چین نگاہوں سے میری طرف دیکھا گیا۔ اور پھر میرے والد صاحب نے آگے بڑھنے کی جرات کی۔ اُن کی ہیجانی کیفیت دیکھنے کے قابل تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے پہلی تصویر سے پردہ ہٹا دیا...... یہ خود اُن کی تصویر تھی۔ نہایت حسین تصویر...... جو میں نے بنوائی تھی۔ وہ اُسے دیکھتے رہے۔ پھر اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''کاش...... کاش! میں یہ تصویر یہاں سے ہٹوا سکتا۔'' وہ بولے۔

''لیکن یہ تصویر کہاں سے آئی......؟'' چچا نے کہا۔

''اور یہ دوسری تصویر......؟'' میری چچی بولیں۔

''ارے ہاں...... اسے تو دیکھو!'' چچا نے کہا۔ اور پھر اُنہوں نے آگے بڑھ کر دوسری تصویر سے پردہ ہٹا دیا۔ اس بار میرے خاندان کے لوگ اپنی چیخیں نہ روک سکے۔ کیونکہ

میری تصویر تھی۔ میرے والد صاحب ساکت و جامد کھڑے تھے اور میری ماں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ تب میرے والد صاحب، میرے نزدیک آئے اور میرا بازو پکڑ کر گلوگیر آواز میں بولے۔

''میرے دوست...... میرے محسن! آخر تمہارا آقا کون ہے؟ وہ کہاں ہے......؟ اور کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ تصویریں کہاں سے آئیں؟ کیا تم اس تصویر کو دیکھ کر اندازہ نہیں لگا سکتے کہ یہ کس کی ہے......؟''

میں خود بھی جذباتی ہو رہا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ والد صاحب کا دامن پکڑ کر شکایات کے دفتر کھول دُوں۔ اُن سے سب کچھ کہہ ڈالوں جو دل میں ہے۔ لیکن زندگی کے وہ سال کون لوٹا سکتا تھا جو برا بننے میں صرف کئے تھے؟ میری اچھائی نے، میری نیک نفسی نے میرے خاندان کی حیثیت چھین لی تھی اور مجھے گلیوں میں لا ڈالا تھا۔ لیکن میری برائی، میرے خاندان کو اس کی حیثیت واپس دلانے کا باعث بنی تھی۔ پھر میں کسے محسن سمجھوں؟ نیکی کو یا بدی کو......؟ اور اگر میں ان پر ظاہر ہو جاتا تو تلافی کی بات ہوتی۔ مجھے میرے راستوں سے روک لیا جاتا۔ میری زندگی کے ان بدترین سالوں کو کوئی واپس نہیں کر سکتا تھا۔ پھر میں نیکیوں کے پہاڑ کیوں ڈھاؤں؟ تھوڑی سی بے رحمی زندگی میں شامل ہو تو سکون رہتا ہے۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا۔ جذبات کو ذہن سے جھٹکا اور چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کر کے بولے۔

''ارے...... یہ تو بالکل آپ کی تصویر ہے۔''

''ہاں...... اور کیا تم اس تصویر کو پہچانتے ہو؟'' میرے چچا نے مداخلت کی۔

''واہ...... میں اسے نہ پہچانوں گا؟ یہ میرے آقا ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور میری ماں بلک بلک کر رو پڑی۔

''کہاں ہے میرا بچہ......؟ کہاں ہے وہ......؟ آہ! میرا ڈن کب آئے گا؟''

''میں کچھ بھی نہیں سمجھا جناب......؟'' میں نے والد صاحب سے کہا۔

''میرے دوست! تمہیں معلوم ہے یہ کس خاندان کی تصاویر ہیں؟''

''شاید کین خاندان کی۔ میرے آقا نے یہی بتایا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور کین خاندان تمہارے سامنے موجود ہے۔ ہاں! وہ خاندان...... جو اپنی حیثیت کھو بیٹھا تھا۔''

"تو...... تو کیا میرے آقا کا خاندان بھی یہی ہے......؟"

"ہاں...... وہ میرا بیٹا ڈن ہے۔"

"آہ...... یہی نام تو ہے میرے آقا کا۔ لیکن مجھے حیرت ہے جناب! یہ ساری کہانی اب میری سمجھ میں آرہی ہے۔ بلاشبہ! میرا آقا بے حد پُراسرار ہے۔ اُس نے یہاں کین خاندان کی ساری جائیداد خرید لی ہے۔ اور جو اس کے مالک تھے، اُنہیں اس جائیداد کی منہ مانگی قیمت ادا کی ہے۔ اُنہوں نے اس جائیداد کو کین خاندان کے نام سے ہی واپس خریدا ہے اور ان عمارتوں میں کی جانے والی تبدیلیوں کو خواہ وہ کتنی ہی قیمتی کیوں نہ تھیں، ملیامیٹ کرایا ہے۔ وہ جائیداد کو اس کا اصل رنگ دینے میں بے حد جذباتی نظر آتے تھے۔ پھر اُنہوں نے تصاویر حاصل کیں اور اُنہیں بڑی چاہ سے آویزاں کرایا۔ لیکن چند باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ کیا مجھے پوچھنے کی اجازت ہے......؟"

"پوچھو......!" والد صاحب، بھرائی آواز میں بولے۔

"جائیداد اِس خاندان کے ہاتھوں سے کیسے نکل گئی......؟"

"آہ...... میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ میں اپنی اولاد کا مجرم ہوں۔ اور یہ جائیداد حاصل کرنے کے بعد وہ حق بجانب ہے کہ ہمیں یہاں بلائے، ذلیل کرے اور یہاں سے نکال دے۔ بلاشبہ! اُس نے، وہ سب کچھ تنہا کیا ہے، جو پورے خاندان نے پشت ہا پشت میں کیا تھا۔ بلاؤ اُسے! مبارکباد دیں گے۔ اور پھر اُس سے درخواست کریں گے کہ ہمیں ہمارے کئے کی سزا دے۔" والد صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ سب آبدیدہ تھے۔

"میں اُن کا منتظر ہوں جناب! وہ یقیناً آنے والے ہوں گے۔ اور مجھے اپنے آقا کے بارے میں یقین ہے کہ وہ کم ظرف نہیں ہیں۔ وہ اس طرح آپ سے انتقام نہ لیں گے۔"

"اُسے لینا چاہئے...... اُسے لینا ہوگا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ یہ غم ناک فضا پیدا ہوگئی۔ براہِ کرم! چند ساعت کے لئے اس گھٹن کے ماحول سے نکل کر کسی مشروب کا دور ہو جائے۔ میری التجا قبول کریں۔" میں اُنہیں ایک بڑی نشست گاہ میں لے آیا۔ یہاں ملازموں نے ایک تقویت بخش مشروب سرو کیا۔ اور میں اُن افسردہ لوگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔

جب وہ مشروب سے فارغ ہوگئے تو میں اس طرح چونک پڑا جیسے مجھے کچھ یاد آگیا ہو۔

میں جلدی سے کھڑا ہوگیا۔ "اِس وقت خاندان کا سربراہ کون ہے......؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں......؟" میرے والد صاحب بولے۔

"چلتے وقت میرے آقا ایک صندوقچہ میرے حوالے کر گئے تھے۔ اور کہا تھا کہ جب تک وہ واپس آئیں، میں یہ صندوقچہ، سربراہ کے حوالے کر دُوں۔ اور اُس سے درخواست کروں کہ اس میں رکھے کاغذات کو بالترتیب پڑھ لیا جائے۔"

"کہاں ہے وہ......؟" والد صاحب نے بے چینی سے پوچھا۔

"میں ابھی پیش کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور اُن لوگوں کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ میری ذہنی کیفیت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اُن لوگوں کو دیکھ کر میں کافی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ میرا دل بہت کچھ چاہ رہا تھا۔ لیکن جو کچھ یہ سب کر چکے تھے، میں اسے معاف کرنے کے لئے بھی خود کو آمادہ نہیں پا رہا تھا۔ بلکہ اپنے اس سست رفتار کھیل سے مجھے اندرونی مسرت بھی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سب جس ذہنی اذیت سے گزر رہے تھے، اُس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا اور میں اُن کی اس کیفیت سے خود کو مطمئن پا رہا تھا۔ بلاشبہ! میرے انتقام کی نوعیت بھرپور تھی جس کا انجام بہرحال! اُن لوگوں کے لئے برا نہیں تھا۔ میں نے اُن سے انتقام لیتے ہوئے بھی کوئی ایسی مثال نہیں چھوڑی جو کین خاندان کی بدترین کہانی کہلاتی۔ بلکہ یہ انتقام تو اُن کی حیثیت بحال کرتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جب تک وہ زندہ رہیں، ذہنی اذیت کا شکار رہیں۔

میں نے الماری سے وہ صندوقچہ نکالا جس میں بہت کچھ موجود تھا۔ اور پھر میں صندوقچہ لے کر اُن کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے صندوقچہ اور اُس کی چابی والد صاحب کے حوالے کر دی۔ والد صاحب اس قدر بے چین تھے کہ اُنہوں نے انتظار نہ کیا اور چابی سے وہ صندوقچہ کھول لیا۔ صندوقچے کے سب سے پہلے حصے میں اُنہیں جو تحریر ملی تھی، وہ یہ تھی۔

"درخواست...... براہِ کرم میری تمام تحریریں اُونچی آواز میں پڑھیں۔"

سب ہی منتظر تھے اور گردنیں اُٹھا اُٹھا کر صندوقچے میں جھانک رہے تھے۔ تب والد صاحب نے وہ چٹ، چچا کے حوالے کر دی اور بولے۔ "لکھا ہے کہ میری تحریریں اُونچی آواز میں پڑھی جائیں۔"

"اور لکھنے والے کا نام......؟" چچا بے چینی سے بولے۔

"میں اُس کی تحریر پہچانتا ہوں۔" والد صاحب افسردگی سے بولے۔ پھر اُنہوں نے دوسرا

لفافہ نکال لیا۔ اور اُسے کھول کر بلند آواز میں پڑھنے لگے......

''ڈن کین کا سلام قبول ہو۔ اُس ڈن کین کا، جسے کین فیملی سے نکال کر صرف ڈن رہنے دیا گیا تھا۔ حالانکہ میں بے قصور تھا۔ میرے قابل احترام باپ اور عزت مآب چچا......! میرا تم سے سوال ہے۔ جواب دو......تم نے جب سمجھ کی وادیوں میں قدم رکھا تھا تو میری مانند تھے؟ کیا میری عمر میں تم نے وہ زندگی نہیں گزاری تھی جو ہر نوجوان کی آرزو ہوتی ہے......؟ اور کیا اس زندگی کے حصول میں تمہاری کاوشیں کارفرما تھیں؟ اور اگر تمہیں وہ زندگی تمہارے اجداد سے ملی تھی تو کیا میں اِس خاندان کی جائز اولاد نہ تھا؟ کیا تم نے میرے نطفے میں کوئی داغ محسوس کیا تھا؟ اگر نہیں تو تم نے میرا حق کیوں غصب کیا؟ تم نے میری امانت لوٹ کر کون سا کردار انجام دیا......؟ کیا کین خاندان کے روشن چراغ، گندی گلیوں کو منور کرتے تھے؟ جواب دو! اس سے پہلے ایسی کوئی مثال تمہارے سامنے ہے؟ خود کو خوشیوں کی انتہا تک کون نہیں پہنچانا چاہتا؟ لیکن کیا انہیں لوٹ کر جو ان کے دم سے روشنی کی پہلی کرن دیکھتے ہیں، کیا وہ اپنے اس کردار کو کوئی خوب صورت سا نام دے سکتے ہیں؟''

یہ کاغذ یہاں ختم ہو گیا تھا۔ والد صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ اُن کی آنکھوں میں دُھندلاہٹ صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ پھر اُنہوں نے دوسرا لفافہ نکالا اور اُسے پڑھنے لگے۔

''کھونے والو......! آج تم گلیوں میں پڑے ہو۔ اَب بھی اس شہر میں کین خاندان کے لوگوں کے شناسا موجود ہیں۔ جو تمہیں دیکھ کر زیرِلب مسکرا دیتے ہیں۔ ممکن ہے، تم ان مسکراہٹوں کو نظرانداز کر دیتے ہوں گے۔ ممکن ہے، اَب تمہیں اُن کی سوچ کا احساس نہ رہا ہو گا۔ لیکن مجھے اپنے خاندان کی روایتوں سے بہت پیار ہے۔ اس لئے کہ میں نے اپنی روایتوں کو نہیں دیکھا۔ میں نے صرف ان کے بارے میں سنا ہے، شہزادوں کی ان کہانیوں کی مانند جو انوکھی ہوتی ہیں۔ میرے دادا، میری عمر میں شہزادے تھے۔ اور جب وہ کوئی ضد کرتے تھے تو سینکڑوں افراد اُن کی وہ خواہش پوری کرنے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ مجھے وہ کہانیاں بہت پسند تھیں۔ میں نے بھی اُنہی شہزادوں کے خواب دیکھے......لیکن میرے لئے ان باتوں کو صرف کہانی بنا دیا گیا۔ ان کہانیوں میں ایک شہزادے کی کہانی گم ہو گئی ہے، جس کا نام ڈن تھا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کے بعد یہ کہانی پھر جاری ہو جائے۔ میں نے اِس کہانی کے اوراق کس طرح ترتیب دیئے؟ یہ ایک الگ کہانی ہے۔ میں یہ کہانی سنانا نہیں

چاہتا۔ کین خاندان کی زندگی کی اس کہانی کے چند اوراق سادہ ہی رہنے دیئے جائیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ اس کہانی میں کوئی شہزادہ نہیں تھا۔ ہاں! ایک کردار تھا جو کین خاندان کی کہانیوں کو زیب نہیں دیتا۔ میری درخواست ہے کہ اس کے بعد اس خاندان کی کہانیوں کا کوئی کردار گم نہ ہو۔ اس کے لئے ایک قانون بنایا جائے۔ ایسا قانون جو کین خاندان کے قانون کے نام سے پکارا جائے۔ اور اس قانون کے تحت خاندان کے کسی سربراہ کو یہ اجازت نہ ہو کہ وہ آنے والوں کے وجود کو گم کر دے۔ اِس قانون کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے میری درخواست کو نظرانداز نہ کیا جائے۔''

تیسرے اور آخری لفافے میں تحریر تھی......

میں نے کین خاندان کی ساری جائیداد واپس لے لی ہے۔ اور میرے قابل عزت والد صاحب! یہ سب میں نے آپ کے نام سے خریدی ہے۔ سارا کاروبار واپس لے لیا ہے میں نے......ایک گمشدہ وجود کی طرف سے کین خاندان کے لئے یہ تحفہ قبول فرمایئے......اس صندوقچے میں سارے کاغذات موجود ہیں۔ میں اپنا چھوٹا سا فرض پورا کرنے کے بعد یہاں سے جا رہا ہوں۔ اور شاید آئندہ کبھی آپ کے درمیان نہ آؤں...... اِس خوبصورت خاندان پر میں اپنے بدنما وجود کا کوئی داغ نہیں چھوڑنا چاہتا...... خدا حافظ......''

والد صاحب کی آواز رندھ گئی تھی۔ اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔ والدہ روتے روتے نڈھال ہو گئی تھیں۔ چچا کی گردن بھی جھکی ہوئی تھی۔ سب کے چہرے فق تھے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اس غم ناک ماحول میں اَب میرا ذہن بھی اُلٹ رہا تھا۔ وہ لوگ اپنی مصیبت میں اس طرح گرفتار تھے کہ انہیں میرے وہاں سے نکل آنے کا احساس بھی نہیں ہو سکا۔ اور وہاں رُکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ جو کچھ میں دیکھ چکا تھا، وہ کافی تھا۔ میں نے ان لوگوں پر بھرپور وار کیا تھا...... اَب وہ پوری زندگی تلملاتے رہیں گے۔ میں نے تو پہلے اُن سے رشتے توڑ دیئے تھے۔ اور اَب تو وہ سب میرے لئے اجنبی تھے۔ میں اُن سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

وہاں سے میں نے ایک چھوٹے سے لیکن خوب صورت ہوٹل کا رُخ کیا تھا۔ ہوٹل نہایت پرسکون علاقے میں تھا۔ میں یہاں زندگی کے چند لمحات سکون سے گزارنا چاہتا تھا۔ ہوٹل میں داخل ہونے سے پہلے میں نے میک اَپ اُتار دیا تھا اور فرضی نام سے کمرہ حاصل کیا تھا۔

ہوٹل کی عقبی کھڑکی سے تھوڑے فاصلے پر درختوں کے درمیان گھری ہوئی جھیل نظر آتی

تھی۔ اُس شہر کی کوئی چیز میرے لئے اجنبی نہیں تھی...... میں اکثر اُس جھیل کے کنارے ایک درخت کے نیچے خاموش بیٹھا رہا کرتا تھا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے، جنہیں میں مایوسی کے دنوں کا نام دیتا ہوں۔ یہاں میں اپنے تاریک مستقبل کے بارے میں سوچتا تھا۔ یہ ہوٹل اس وقت بھی موجود تھا۔ لیکن ان دنوں میرے ذہن میں اس ہوٹل میں داخل ہونے کا خیال بھی نہیں آیا تھا۔ آج میں جھیل سے تھوڑی دُور اس ہوٹل میں تھا اور صورتِ حال وہی تھی۔ یعنی میں اپنے سامنے ایک سادہ مستقبل لئے بیٹھا تھا......

گو، سوچنے کے انداز میں نمایاں تبدیلی تھی۔ لیکن موضوع ایک ہی تھا۔ اَب کیا کرنا چاہئے؟ میرے جیسے انسان کے لئے یہ سوچ زیادہ اہم نہیں تھی کہ کام کیا ہو؟ ذہن تھا، عمل تھا، تربیت تھی۔ لیکن زندگی کے لئے ایک ڈگر ضروری ہوتی ہے۔ ذہن میں کوئی احساس لازمی شے ہے۔ اور اس کے بعد...... اس کے بعد عمل کے دروازے کھلتے ہیں۔ سو! میں یہی سوچ رہا تھا۔

میں کیا ہوں......؟ سیکرٹ پیلس میں جو کچھ سیکھا تھا، اُس نے میری فطرت میں تبدیلیاں پیدا کی تھیں۔ چنانچہ ایسا کوئی تصور تو ذہن کو چھو کر بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ میں اچھا انسان ہوں۔ بات آخری نیکی یا آخری اچھائی کی تھی، وہ صرف یہ کہ اپنے خاندان کو مایوسیوں سے نکال دیا تھا۔ وہ مجھے اس راہ تک لائے تھے، پھل پا رہے تھے۔ میں اَب اُن کے درمیان زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔ لیکن خود میرے لئے کون سا راستہ ہے؟

کئی گھنٹے کے غور و خوض کے بعد وہی فیصلہ کیا، جو مجھ جیسے انسان کی انتہاء ہوتی ہے۔ خاندان کے سارے رشتے تو اُس وقت خود بخود ٹوٹ گئے تھے جب فن لینڈ چھوڑا تھا یہ چند تار باقی رہ گئے تھے جنہیں منقطع کر لیا تھا۔ اور اَب اپنی زندگی صرف اپنی تھی۔ سارے جھگڑوں سے پاک...... نہ کسی رشتے ناطے کی قید نہ انسانیت کے بندھن......

وہ جو صحیح راستوں سے ہٹائے جاتے ہیں، وہ جو نیکی کے راستوں سے پرے دھکیلے جاتے ہیں، جب بڑے بنتے ہیں تو انسانیت پناہ مانگتی ہے۔ میں بھی اَب اُنہی راستوں پر تھا۔ اس میں میرا کیا قصور تھا؟ اور جب میرا قصور نہیں تھا تو میں دنیا کو وہی دے سکتا تھا جو اُس کی طلب تھی۔ چنانچہ زندگی کو کیوں خیالات کے تابع کروں؟ جس وقت، جو دل چاہے کروں۔ تنہا انسان کو، جس پر کوئی اخلاقی بوجھ نہ ہو، مستقبل اور انسانیت کے فضول خیالات میں نہیں پھنسنا چاہئے۔ لیکن خاندان وہ تھا جو برسوں سے ایک روایت لے کر چل رہا تھا۔ کیوں نہ میں

ایک نئے خاندان کی بنیاد ڈالوں؟ میں قادر ہوں...... سب کچھ کر سکتا ہوں۔ نت نئے ہنگامے کروں اور دنیا کو اُلجھن میں ڈالوں...... بے شمار دلچسپ خیالات میرے ذہن میں چکراتے رہے۔ اور پھر جب کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکو تو ذہن کو آزاد چھوڑ دو کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے، میں نے ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیئے۔ فی الحال کچھ نہ سوچو اور ماحول میں خود کو ضم کر دو......

لیکن اس چھوٹے سے ہوٹل میں تو کوئی تفریح بھی نہیں تھی۔ ہاں! سکون کے لئے یہ بہت عمدہ جگہ تھی۔ چنانچہ آج کی رات اپنے وطن کی دلچسپیاں دیکھی جائیں۔ وہ دلچسپیاں جن سے میرے اجداد تو آشنا تھے لیکن اُنہوں نے میرے لئے اُن میں کوئی حصہ نہیں چھوڑا تھا۔ آج میں اپنا حصہ خود وصول کروں گا۔ اس کے بعد میں فن لینڈ چھوڑ دُوں گا۔ ہاں...... فن لینڈ ہر قیمت پر چھوڑ دُوں گا...... پہلا کام یہی کروں گا...... یادیں ہمیشہ مضمحل کر دیتی ہیں۔ جیسے یہ جھیل...... یادوں کی جھیل...... کیوں نہ اس جھیل کو بند کراؤں؟ خواہ کچھ بھی خرچ کرنا پڑے۔ اُس سے یادوں کے بخارات اُبھرتے ہیں۔ حکومت سے یہ جھیل خرید لوں۔ جو کچھ طلب کیا جائے گا، آسانی سے ادا کر دُوں گا۔ اور اس کے بعد اسے بند کرا دُوں گا۔

میں نے اپنا جائزہ لیا۔ یہ کام میں بہ آسانی کر سکتا ہوں۔ اور جب میں نے خود کو قادر پایا تو میرے دل میں ہمدردی اُبھر آئی۔ بے شک! میں اسے بند کرا سکتا ہوں بہ آسانی۔ لیکن اس سے فائدہ؟ میں تو فن لینڈ چھوڑ رہا ہوں۔ اور پھر یہ جھیل...... اسی نے تو میری سوچ کو سکون کا جلترنگ سنایا ہے۔ اس نے کبھی مجھے نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اس کا حسن ختم کر کے مجھے کیا ملے گا......؟

میں اپنی احمقانہ سوچ پر خود ہنس پڑا۔ تبھی میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے ویٹر کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ لیکن آنے والا جس انداز میں اندر آیا تھا، اس پر مجھے چونکنا پڑا۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا اور سنبھل گیا۔ کافی خوبصورت لڑکی تھی۔ عمدہ لباس میں ملبوس، ہاتھ میں پرس بھی تھا۔ مجھے دیکھ کر میری طرف تیزی سے بڑھی اور عجیب سے لہجے میں بولی۔ ''اوہ، ڈارلنگ......! ذرا اُن احمق انسانوں کو سمجھاؤ! نہ جانے کیا سمجھ رہے ہیں مجھے؟ میں نے اُن بے وقوفوں کو بتایا تھا کہ میرے شوہر میرے ساتھ ہیں۔ میں اُن کی اجازت سے شاپنگ کو نکلی تھی۔ نہ جانے کس غلط فہمی کا شکار ہیں یہ لوگ۔ خواہ مخواہ میرے پیچھے لگ گئے ہیں۔'' اُس نے سہمے ہوئے انداز میں میرا بازو پکڑ لیا تھا۔ میں نے

صرف ایک سرسری نگاہ اُن لوگوں پر ڈالی تھی۔ پھر میں نے لڑکی کے چہرے کو دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔ لڑکی کے پیچھے آنے والے تین افراد تھے۔ مقامی معلوم ہوتے تھے۔ لیکن چہرے بگڑے ہوئے تھے۔ یعنی وہ صورت سے بدمعاش معلوم ہوتے تھے۔

''یہ تمہاری بیوی ہے......؟'' اُن میں سے ایک نے مجھے گھورتے ہوئے کہا اور میں نے لڑکی کو کچھ اور پیچھے ہٹا لیا۔ پھر میں آہستہ آہستہ اُن کی طرف بڑھ گیا۔ میرے انداز سے وہ تینوں کسی قدر جز بز ہو گئے تھے۔ اور پھر وہ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

میں نے سب سے آگے والے کا گریبان پکڑ لیا۔ ''تمہیں اس کا تعاقب کرنے کی جرات کیسے ہوئی......؟'' میں نے غرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''اوہ، مسٹر...... بدتمیزی مت کرو۔ تم ہمیں نہیں جانتے۔ گریبان چھوڑو......!'' اُس نے اچانک پستول نکالتے ہوئے کہا۔ لیکن اُسے اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ میرے جسم کا کون سا حصہ اُس کے پستول والے ہاتھ کی کلائی پر لگا اور ایسی جگہ لگا جہاں ضرب پڑنے سے پورے پنجے کی نسیں بے کار ہو جاتی ہیں۔ اور یہ ضرب صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ پنجہ کھل جائے۔ سو پنجہ کھل گیا۔ پستول نیچے گر پڑا اور میری ٹھوکر سے دُور بھی چلا گیا۔ اُس کا گریبان بدستور میرے ہاتھ میں تھا۔

''میں تمہیں پولیس کے حوالے نہیں کروں گا۔ بلکہ نہایت خاموشی سے اس کمرے میں قتل کر کے تمہاری لاش کھڑکی سے باہر پھینک دُوں گا۔ سمجھے؟'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور اس بار اُس شخص نے میرے اُوپر حملہ کر دیا۔ لیکن گریبان والا ہاتھ کچھ اور اُوپر پہنچ گیا۔ اور اُس کی گردن میرے شکنجے میں آ گئی۔ میں نے سویو کے اصول پر اُس کی دو رگیں آپس میں ملا دیں اور اُس کے حلق سے ایک کرب ناک آواز نکل گئی۔

''مسٹر...... مسٹر! سنیں تو...... سنیں تو......!'' اُس کے دونوں ساتھی آگے بڑھے۔ اور دفعتہً میرے دونوں ہاتھ پھیل گئے۔ یہ اُن کی پسلیوں پر پڑے تھے۔ اور وہ دونوں مختلف سمتوں میں جا گرے۔ میں سکون سے اُن کے سامنے دونوں پاؤں پھیلائے کھڑا تھا اور میرے پیچھے لڑکی تھی۔ میں نے معمولی سی کوشش سے اُن تینوں کو ناکارہ کر دیا تھا۔ اور میری لائن کے لوگ ایسی حالت کو پہچاننے کی صلاحیت عام لوگوں سے زیادہ رکھتے ہیں، جو اُن کے لئے نقصان دہ ہوں۔

''تم نے...... تم نے حالات جانے بغیر جھگڑا شروع کر دیا۔ ہماری بات تو سن لو!

ہم......''

''تم میری بیوی کو پریشان کر رہے تھے اور اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ اس کے بعد بھی حالات جاننے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے......؟'' میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''وہ...... وہ صرف ایک غلط فہمی کی بناء پر ہوا تھا۔ یقین کرو! تم میری جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تصویر نکال سکتے ہو۔ یہ تصویر ان سے کتنی ملتی ہے، اس کا اندازہ تم خود کر سکتے ہو۔ میں اس لئے جیب میں ہاتھ نہیں ڈال رہا کہ تم غلط فہمی کا شکار ہو جاؤ گے۔''

''نکالو......!'' میں نے کہا اور اُس نے جلدی سے ایک تصویر نکال کر میری طرف اُچھال دی۔ میں نے تصویر اُٹھا لی۔ درحقیقت! یہ لڑکی کی تصویر تھی۔ میں نے اسے جیب میں رکھ لیا۔

''تمہیں اس کی تلاش کیوں تھی......؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ نہیں بتا سکتے ہم لوگ۔ اگر یہ تمہاری بیوی ہے تو وہ نہیں ہو سکتی۔ ہم معافی چاہتے ہیں۔'' وہ کہنے لگا اور میں نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ لڑکی خاموش کھڑی تھی۔ اُس کے چہرے پر معصومیت کے آثار تھے۔ بہرحال! یہ ہوٹل تھا۔ اور کسی قسم کی معلومات کے بغیر کسی قسم کا ہنگامہ مناسب بھی نہیں تھا۔ اس لئے میں نے اُنہیں جانے کی اجازت دے دی اور وہ تینوں کان دبا کر نکل گئے۔ اُنہیں احساس ہو گیا تھا کہ صورتِ حال اُن کے حق میں بری ہے۔ اس لئے کسی قسم کے انتقام کا خیال بھی اُن کے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا اور واپس پھر اپنی جگہ آ بیٹھا تھا۔ لڑکی کے چہرے پر کشمکش تھی۔ اور وہ اُلجھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

''اگر چاہو تو بیٹھ سکتی ہو......!'' میں نے کہا اور وہ پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

''ممکن ہے، باہر وہ لوگ موجود ہوں۔ ممکن ہے، اُنہیں ابھی تک شبہ ہو۔'' وہ ہچکچائے ہوئے انداز میں کہنے لگی۔ میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ چند ساعت میرے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ پھر خود ہی بولی۔

''اگر تمہیں ناگوار نہ ہو تو تھوڑی دیر یہاں تمہارے ساتھ گزار لوں......؟''

''میں تمہیں پیشکش کر چکا ہوں۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''شکریہ......!'' اُس نے گہری سانس لے کر کہا اور میرے سامنے ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ کافی پریشان نظر آ رہی تھی۔ دیر تک وہ خاموش بیٹھی رہی۔ تب میں نے کہا۔ ''کیا پیو گی......؟ میرا خیال ہے، تم کافی پریشان ہو۔''

''ہاں...... یہ حقیقت ہے۔ براہِ کرم! کافی پلوا دیں۔''

''برانڈی کی ضرورت محسوس کر رہی ہو تو......''

''نہیں......صرف کافی۔'' اُس نے کہا اور میں نے فون پر کافی کے لئے کہہ دیا۔ اَب وہ نڈھال سی نظر آنے لگی تھی۔

میں نے اُس کی تصویر جیب سے نکال کر اُس کی طرف بڑھا دی۔ ''اسے رکھ لو! تمہاری ہی ہے۔''

اُس نے خاموشی سے تصویر لے لی۔ پھر بولی۔ ''ایک درخواست کر سکتی ہوں......؟''

''کہو......!'' میں نے کہا۔

''جن حالات میں، میں آپ کے سامنے آئی ہوں اور جس انداز میں آئی ہوں، آپ نے نہ جانے میرے بارے میں کیا سوچا ہو گا؟ آپ میرے لئے اجنبی ہیں۔ لیکن آپ نے میرے اُوپر احسان کیا ہے۔ اِس احسان کا کوئی صلہ میرے پاس نہیں ہے۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ لیکن میں ہمیشہ یہ سوچتی رہوں گی کہ آپ نے نہ جانے میرے بارے میں کیا اندازہ کیا ہو گا؟ میں صرف آپ سے یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ میں کوئی بری لڑکی نہیں ہوں۔ میں حالات کا شکار ہوں۔''

''ممکن ہے......!'' میں نے گردن ہلائی۔

''اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا میرے پاس کہ میں کسی بھی کمرے میں چلی جاؤں۔ میں اُن لوگوں کو بیوقوف بنانا چاہتی تھی۔ اَب دیکھئے نا! مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کمرے میں کون ہے۔''

''ظاہر ہے......!'' میں نے غیر جذباتی انداز میں کہا۔

''آپ میرے بارے میں کچھ اور نہیں پوچھیں گے......؟'' وہ کسی قدر جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ اور نہ جانے کیوں میرا موڈ خوشگوار ہو گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''مثلاً......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''آپ ضرور مجھے فراڈ سمجھ رہے ہیں۔ آپ یقیناً میرے بارے میں برے انداز میں سوچ رہے ہیں۔ بس! ٹھیک ہے۔ آپ کا شکریہ۔ میں جا رہی ہوں۔'' وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''میں نے آپ کے لئے کافی منگوائی ہے محترمہ!'' میں نے کہا۔

''بس......نہیں پیوں گی میں کافی۔ آپ کے احسان کا شکریہ۔'' وہ ضدی انداز میں بولی۔

''اُفوہ......! آپ ناراض ہو کر جا رہی ہیں۔''

''تو اور کیا کروں؟ آپ مجھے بری طرح نظر انداز جو کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے، آپ نے میرے اُوپر بڑا احسان کیا ہے۔ لیکن مجھے ذلیل تو نہ کریں۔ آپ کی کیفیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ......''

''اوہ......آپ تشریف تو رکھیں محترمہ! سارے فیصلے خود ہی نہ کیجئے۔ آپ سے آپ کے بارے میں نہ پوچھنے کی کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیا وجہ ہو سکتی ہے بھلا...... مجھے بتائیے! اور آپ تو مسکرا بھی رہے تھے۔''

''آئندہ نہیں مسکراؤں گا...... وعدہ۔ رہی آپ سے آپ کے بارے میں نہ پوچھنے کی بات تو دیکھئے خاتون! آپ مصیبت میں پھنس کر میری مدد حاصل کرنے آئیں اور میں نے حسب توفیق آپ کی مدد کی۔ اَب کیا میں زبردستی آپ سے شناسائی پیدا کرنے کی کوشش کر کے اپنے احسان کی قیمت وصول کروں؟ آپ خود سوچیں! اگر میں ایسی کوشش کرتا تو آپ یہ بھی سوچ سکتی تھیں کہ میرے ذہن میں آپ کے لئے کوئی برا خیال ہے۔ اگر کوئی ایسی بات ہے جو آپ بتا سکتی ہیں تو ضرور بتائیے! میں اس اعتماد کا شکر گزار ہوں گا۔''

لڑکی چند ساعت مشکوک نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس سے پہلے میں نے اُس کے بارے میں غور نہیں کیا تھا۔ لیکن اَب میں نے اُس کے چہرے کا بغور جائزہ لیا تھا۔ تب مجھے دو احساس ہوئے۔ اوّل یہ کہ لڑکی کے چہرے میں ایک انوکھا پن ہے۔ اُس کے نقوش، تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یعنی جذبات یا تاثرات اُس کے نقوش میں اتنی نمایاں تبدیلی کر دیتے ہیں کہ اُس کی صورت ہی بدل جاتی ہے۔ یہ حیرت انگیز خصوصیت اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ میں نے بغور دیکھا تھا۔ گفتگو سے وہ معصوم نظر آ رہی تھی۔ لیکن اُس کے چہرے کے بارے میں ایک نگاہ میں اندازہ مشکل تھا۔ اس کے علاوہ، وہ کافی حسین تھی اور اُسے بلا تکلف جاذب نگاہ کہا جا سکتا تھا۔

اگر یہ بات ہے تو میں بیٹھ جاتی ہوں۔'' اُس نے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ ویٹر، کافی لے آیا تھا اور میں نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اُس نے ہاتھ اُٹھا کر مجھے روک دیا۔ ''یہ خدمت مجھے

کرنے دیں۔ اتنا کام تو میں بھی کر سکتی ہوں۔''

''اوہ، شکریہ......!'' میں بیٹھ گیا۔ اور پھر میں اُسے کافی بناتے دیکھتا رہا۔ ہر لمحے بد
والی لڑکی بہرحال! پسند کی جا سکتی تھی۔ میرے ہونٹوں پر ایک بار پھر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لی
جب اُس نے کافی کی پیالی میرے سامنے رکھی تو میں سنجیدہ ہو گیا۔ اُس نے میرا چہرہ دی
اور کسی قدر مطمئن نظر آنے لگی۔ پھر اپنی پیالی سے کافی کا ایک سِپ لے کر کہنے لگی۔

''میرا خیال ہے، اَب آپ میرے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہے ہیں۔''

''آپ کا خیال درست ہے محترمہ......!'' میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

''بھلا کیا سوچ رہے ہیں......؟''

''سوچ رہا ہوں، آپ کا نام کس طرح معلوم کیا جائے؟''

''اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟ مجھ سے پوچھ لیں۔''

''اوہ، ہاں! یہ تو بڑی آسان بات ہے۔'' میں نے گردن ہلائی۔ ''تو خاتون! اپنا نا
بتائیں۔''

''سونیا بڈ ماسٹر۔ بڈ ماسٹر میرے ڈیڈی کا نام ہے۔ سویڈن کی رہنے والی ہوں۔ میر
والد سویڈن کی ایک موٹر کمپنی کے ڈائریکٹر ہیں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مِس سونیا! لیکن سویڈن سے آپ یہاں کس طرح
گئیں؟''

''بدقسمتی کا شکار ہو کر۔'' اُس نے جواب دیا۔

''اس بدقسمتی کے بارے میں آپ کچھ بتائیں گی؟''

''صرف اس لئے کہ آپ حیرت انگیز انسان ہیں۔ آپ نے میری مدد کی ہے۔ اور حیرت
انگیز! آپ اس لئے کہ آپ نے ان خطرناک لوگوں کو بہ آسانی زیر کر لیا تھا۔ دیکھئے جناب
میں ایک بے سہارا لڑکی ہوں۔ بعض لوگ اتنے بدنصیب ہوتے ہیں کہ بس! اَب دیکھئے نا
میری ممی بھی ہیں، ڈیڈی بھی ہیں اور دوسرے عزیز بھی ہیں۔ لیکن میں کس قدر بے سہا
ہوں۔'' اُس کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔ میں کافی کے سِپ لیتے ہوئے گہری
نگاہوں سے اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ اتنی معصوم نہیں تھی، جتنا خود کو ظاہر کر رہی تھی۔ ظا
ہے، جس طرح وہ میرے کمرے میں آئی تھی اور جس بے باکی سے اُس نے مجھے اپنا شوہر
لیا تھا، وہ ذہانت کی بات تھی۔ لیکن اَب اُس کی باتوں سے بچوں کی سی معصومیت ٹپک رہ

تھی۔ اور یہ معصومیت حقیقی نہیں تھی۔

لیکن ابھی میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ اس معصومیت کے پردے میں کیا ہے؟ کسی
سازش کے تحت میری قربت حاصل کرنے کی کوشش...... یہ بات ناممکن نہیں تھی کہ کسی نے
میرے خلاف کوئی سازش کی ہو۔ یا پھر مجھے کارآمد پا کر مجھ سے کام نکالنے کے لئے بھی یہ
ڈھونگ رچایا جا سکتا تھا۔

''لیکن مِس سونیا! آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ سویڈن سے فن لینڈ کب اور کیوں آ
گئیں؟''

''انسان دولت مند ہونے کے بعد بے حد لالچی ہو جاتا ہے۔ میرے والد بلاشبہ ایک
دولت مند انسان ہیں۔ لیکن دولت مند بننے کے بعد وہ ہر وقت اس بات سے خوف زدہ
رہتے ہیں کہ کہیں اُن کی یہ دولت ختم نہ ہو جائے۔ وہ اُسے نہ صرف برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔
بلکہ اس میں گرانقدر اضافے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ گو، اُن کے ذرائع جائز ہی ہوتے
ہیں، چاہے دوسروں کے لئے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہوں۔''

''خوب...... لیکن مِس سونیا! اُن کی یہ خواہش آپ کو دربدر کرنے کا باعث کس طرح
بنی؟''

''بس! میری بھی بدقسمتی تھی۔ آپ اُس کی شکل دیکھیں تو نفرت سے زمین پر تھوک
دیں۔''

''اوہ، آپ...... آپ اپنے ڈیڈی کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کر رہی ہیں......؟''
میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

''ڈیڈی کے بارے میں نہیں، میں مسٹر رینڈال کی بات کر رہی ہوں۔''

''یہ کون بزرگ ہیں......؟'' میں نے دلچسپی سے کہا۔

''کمال ہے۔ آپ تو کچھ بھی نہیں جانتے۔'' اُس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ''مسٹر رینڈال
کا تعلق نہ جانے کہاں سے ہے۔ لیکن وہ جرمنی کی شہریت رکھتے ہیں۔ کاریں بنانے والی
ایک بہت بڑی کمپنی کے تنہا مالک ہیں۔ کاروباری دورے پر سویڈن آئے تھے۔ میرے والد
نے اُن کے لئے دن رات ایک کر دیئے۔ عجیب ضدی اور جھکی آدمی ہیں۔ میں اُنہیں انکل
کہتی تھی۔ اور وہ مجھے بے بی۔ ایک دن شادی کے موضوع پر بات چل نکلی تو اُنہوں نے مجھے
بتایا کہ اُنہوں نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ حالانکہ اُن کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہے۔ میں

نے ازراہِ مذاق کہہ دیا کہ یہ اچھی بات ہے کہ اُنہوں نے شادی نہیں کی۔ ورنہ اُن کی بیو
خودکشی کرنا پڑتی۔ کیونکہ بے انتہا دولت مند ہونے کے باوجود اُن کی شخصیت اتنی غیر
ہے کہ کوئی عورت اُن کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔ اور مسٹر رینڈال اس بات کا شاید برا
گئے۔ لیکن میرے الفاظ کا وہ اس قدر شدید انتقام لیں گے، مجھے گمان بھی نہیں تھا۔ وہ
سے واپس چلے گئے۔ اور پھر اُنہوں نے کاروباری چالیں چل کر میرے ڈیڈی کو اس طر
پھانسا کہ ڈیڈی اُن کے غلام بن گئے۔ تب مسٹر رینڈال نے مجھ سے شادی کرنے کی خوا
کا اظہار کر دیا۔ پہلے تو میرے ڈیڈی کو سخت تعجب ہوا۔ لیکن اس کے بعد وہ خوشی سے دیوا
ہو گئے۔ لیکن میں نے صاف انکار کر دیا۔ میں نے کہا، میں آزاد لڑکی ہوں اور میں اُس شخ
کے ساتھ شادی کرنے پر قطعی رضامند نہیں ہوں۔ پہلے تو میرے والد سخت پریشان ہوئے
اُنہوں نے مسٹر رینڈال کو میرے خیالات سے آگاہ کر دیا۔ لیکن جواب میں مسٹر رینڈال
کہا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ میرے ڈیڈی یعنی بڈ ماسٹر سے کاروباری تعلقات توڑ لیں گے
اور اُن تعلقات کے ٹوٹنے کا مطلب تھا کروڑوں کا نقصان...... چنانچہ میرے ڈیڈی
میرے اُوپر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ حالانکہ قانوناً وہ مجھے اس کے لئے مجبور نہیں کر سکتے تھے
لیکن جناب! قانون کی بات آپ سمجھتے ہیں۔ دولت مندوں کے لئے قانون میں بڑی لچ
ہوتی ہے۔ میں نے جو کوشش کی، اُلٹی ہو گئی۔ چاروں طرف سے مایوس ہو کر میں نے ا
طور پر کچھ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور پھر میں نے اپنی ذاتی رقومات مختلف ممالک کے بنکوں
منتقل کرا لیں۔ اور ایک مناسب موقع پا کر میں سویڈن سے بھاگ نکلی۔ لیکن میرے اپ
میرے دشمن ہیں۔ میرے ڈیڈی نے ہر ملک میں اپنے کارندے چھوڑے ہوئے ہیں۔ جہا
جاتی ہوں، مجھے تلاش کیا جاتا ہے۔ اور میں ملک ملک، ماری ماری پھر رہی ہوں۔ کسی بھی
مجھے سکون نہیں۔''

اُس کی آواز رندھ گئی۔ اور میں کسی قدر اُلجھ گیا۔ کیا واقعی یہ معصوم لڑکی اِن حالات کا ش
ہے؟ اگر ایسا ہے تو بہرحال! افسوس ناک بات ہے۔ بہرحال! میں ضرورت سے زیادہ
بھی نہیں ہوا تھا۔ اگر وہ سچ بول رہی ہے تو قابلِ رحم ہے۔ اور اگر فراڈ ہے، تب بھی غلط آ
سے آ ٹکرائی ہے۔ اور اُس کی اصلیت تلاش کرنا مشکل کام نہ ہو گا۔ اور پھر میں تو ایسی لڑکی
کا عا... دنیا تھا۔ یہ دوسری ویرا تھی۔ اور شاید پھر کوئی یکساں کہانی جنم لینے والی تھی۔
لڑکی ناک سے شوں شوں کر رہی تھی اور میں خاموش بیٹھا تھا۔ پھر وہ بولی۔ ''اِن حالا

کا میں، کب تک مقابلہ کر سکتی ہوں؟ کیا مسٹر رینڈال مجھ سے میرے الفاظ کا انتقام نہیں لینا چاہتے......؟''

''تم نے یہ بات اپنے ڈیڈی کو بتائی تھی......؟''

''ہاں...... بتائی تھی۔ لیکن ڈیڈی تو مسٹر رینڈال کے بارے میں ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتے۔ وہ تو مسٹر رینڈال کو فرشتہ سمجھتے ہیں۔ اُنہوں نے کہہ دیا ہے کہ یہ صرف میرا خیال ہے۔ مسٹر رینڈال بہت عظیم انسان ہیں۔ میں نے تم سے کہا نا، میں بالکل مجبور ہو گئی تھی۔''

''ہوں......!'' میں پرخیال انداز میں اُسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ بہرصورت، مِس سونیا! آپ نے اپنے مستقبل کے بارے مین کچھ تو سوچا ہو گا۔''

''بھلا اِن حالات میں کچھ سوچنے کا موقع مل سکتا ہے؟'' اُس نے کہا۔

''اس کے باوجود آپ کو سوچنا چاہئے۔ یہ حالات تو اس وقت تک رہیں گے، جب تک آپ یا تو اپنے ڈیڈی کی بات نہ مان لیں یا پھر اپنے لئے کوئی بہتر راستہ نہ نکال لیں۔''

''افسوس...... کسی سے مشورہ بھی تو نہیں لے سکتی۔'' اُس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو مشورہ دے سکتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اوہ...... تم کس قدر ہمدرد انسان ہو۔ مجھے معاف کرنا! میں کافی بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کر رہی ہوں۔ لیکن مجھ جیسے انسان کے بارے میں غور کرو تو میری یہ کیفیت فطری نظر آئے گی۔ میں خاصی بدحواس ہو رہی ہوں۔''

''کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں نے تو تمہارا نام بھی نہیں پوچھا۔''

''تم مجھے مائیکل کہہ سکتی ہو۔''

''شکریہ مسٹر مائیکل! لیکن آپ بھی تو مجھے اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔''

''میری زندگی میں ایسی کوئی کہانی نہیں ہے مِس سونیا! نہ میرے ڈیڈی کسی مالدار بڑھیا سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں نہ میں کسی مال دار شخص کا بیٹا ہوں۔''

''اوہ...... ہاں! مجھے احساس ہو رہا ہے۔ یقیناً ایسی ہی بات ہے۔ ورنہ آپ اِس معمولی سے ہوٹل میں کیوں قیام کرتے؟'' اُس نے ہمدردی سے کہا اور میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔ لیکن دوسرے لمحے میں سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''آپ کا خیال درست ہے مس سونیا!''

''لیکن اس کے باوجود آپ کچھ نہ کچھ تو کرتے ہوں گے۔''

''کوئی خاص کام نہیں۔ بس! یونہی مارا مارا پھرتا ہوں''

''تعجب ہے...... حالانکہ آپ بے حد مضبوط اور پھرتیلے انسان ہیں۔ جو چاہیں، کر سکتے ہیں۔ بلکہ آپ کو ضرور کرنا چاہئے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ان لوگوں نے یہاں سے تھوڑی دُور مجھے پکڑا تھا۔ براہِ راست میرے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ میں سونیا پڈ ماسٹر ہوں۔ پہلے تو میں بوکھلا گئی۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے سنبھل کر کہا کہ میرا نام تو ریگٹی مائمس ہے۔ اور میرے شوہر اس سامنے والے ہوٹل میں مقیم ہیں۔ اُن کم بختوں کو یقین نہیں آیا تھا۔ اُنہوں نے یہاں تک میرا پیچھا کیا۔ لیکن اتفاق...... کیا ہر اتفاق کوئی خاص رنگ نہیں اختیار کر سکتا جناب؟''

''میں نہیں سمجھا مس سونیا؟'' میں نے اُسے بغور دیکھا۔

''میں آپ کی مالی مدد کر سکتی ہوں۔ اور آپ۔''

''جی...... میں کیا......؟'' میں نے اُسے بغور دیکھا۔

''آپ میری حفاظت کریں۔''

''عجیب کام ہے۔ دوسری طرف آپ کے والد ہیں جو آپ پر اپنا قانونی حق رکھتے ہیں۔ ہر ملک کا قانون اُن کے حق میں فیصلہ کرے گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن میں تو کسی قیمت پر اپنے ڈیڈی کے پاس جانے کو تیار نہیں ہوں۔''

''تب پھر ایک ہی ترکیب ہو سکتی ہے۔'' میں نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''کیا......؟'' اُس نے بے اختیار کہا۔

''آپ شادی کر لیں۔'' میں نے سکون سے جواب دیا اور وہ چونک کر میری شکل دیکھنے لگی۔ اُس کے انداز سے پتہ چلتا تھا جیسے میں نے کوئی نہایت حیرت انگیز بات کہہ دی ہو۔ کافی دیر تک وہ بیوقوفوں کی طرح منہ کھولے بیٹھی رہی۔ اور پھر اُس نے منہ بند کر لیا۔

''کیوں...... آپ کو اس تجویز پر اتنی حیرت کیوں ہوئی ہے؟'' میں نے پوچھا اور وہ آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکنے لگی۔ پھر بولی۔

''بڑی انوکھی بات ہے۔ اِس سے قبل میرے ذہن میں کبھی یہ خیال نہیں آیا۔ حالانکہ اگر

میں ایسا کر لوں تو پھر شاید دنیا کا کوئی قانون مجھے کسی کی بات ماننے پر مجبور نہیں کرے گا۔ اور اس کے علاوہ مجھے اپنا ایک مخلص محافظ بھی مل جائے گا۔''

''یقیناً......'' میں نے جواب دیا اور لڑکی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اُس کی شکل وصورت پھر بدل گئی تھی۔ اَب اُس میں ہلکی سی شرم اور ایک انوکھا سا احساس پیدا ہو گیا اور میں سر کھجانے لگا۔ میری اس تجویز سے یہ خاتون اور کچھ نہ سمجھ لیں۔ چند ساعت میں خاموش رہا۔ اور پھر میں کچھ بولنے والا تھا کہ وہ بول پڑی۔

''میں اس بارے میں ابھی غور کروں گی۔''

''ضرور غور کریں۔''

''لیکن اِس دوران میں کیا آپ میری حفاظت کریں گے......؟''

''آپ کہاں مقیم ہیں......؟''

''ہوٹل رین بو میں۔''

''کسی کو آپ کی قیام گاہ کے بارے میں معلوم ہے؟''

''میرا خیال ہے نہیں۔''

''ہوں...... تو پھر دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ قیام گاہ تو اُن لوگوں کے علم میں آ چکی ہے۔ چنانچہ تمہارے لئے یہ غیر محفوظ ہو گئی۔ اَب یا تو مجھے تمہارے ہوٹل میں کوئی کمرہ حاصل کرنا پڑے گا، ورنہ ہم دونوں کو کسی تیسرے ہوٹل کا بندوبست کرنا ہو گا۔''

''اوہ...... میں اِس کا بندوبست آسانی سے کر لوں گی۔ براہِ کرم! تم اسی وقت یہ کمرہ چھوڑ دو۔'' اُس نے کہا اور میں نے فون کی طرف اشارہ کیا۔

''ٹھیک ہے۔ تم فون پر پہلے رین بو، بات کر لو۔ اگر وہاں کام نہ بن سکے تو کسی دوسرے ہوٹل سے بات کرو۔ اس کے بعد ہم وہاں منتقل ہو جائیں گے۔''

''او کے......!'' لڑکی جلدی سے ٹیلی فون کے قریب پہنچ گئی۔ اور پھر وہ ہوٹل کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ میں پرخیال نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر قبل میں عجیب وغریب احساسات کا شکار تھا۔ انوکھے سے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ لیکن اُس لڑکی کے آنے سے خیالات بٹ گئے تھے۔ ایک دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ لڑکی جو کچھ خود کو پوز کر رہی تھی، اُس نے جو کہانی سنائی تھی، اس کے بارے میں ابھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ لیکن بہرحال! مجھے اس میں کوئی اُلجھن بھی نہیں ہو رہی تھی۔ اگر وہ کسی پروگرام کے تحت مجھ تک

آئی یا پہنچائی گئی تھی تو بہرصورت! میں اُس میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ اور کسی بھی سازش سے پریشان نہیں تھا۔

یوں بھی ابھی میرے سامنے کوئی راستہ تو نہیں تھا۔ فن لینڈ چھوڑنے کے بعد ہی میں کچھ کرنا چاہتا تھا۔ ایسی شکل میں اگر کسی خوبصورت لڑکی کے ساتھ کچھ تفریح رہے تو کیا حرج ہے؟ اور اگر درحقیقت! لڑکی نے جو کچھ کہا ہے، درست ہے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

سونیا نے فون رکھ دیا اور بولی۔ ''کمرے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ آؤ چلیں......!''

''ہوں......!'' میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ میرے پاس سامان تو تھا نہیں۔ بس! اُٹھا اور چل پڑا۔ لڑکی نے ٹیکسی میں اس بارے میں سوال کیا تھا۔

''کیا تم درحقیقت بے حد غریب آدمی ہو......؟''

''ہاں سونیا!'' میں نے جواب دیا۔

''میں دیکھ رہی ہوں، تمہارے پاس تو کوئی سامان بھی نہیں ہے۔''

''کچھ نہیں ہے۔'' میں نے شانے اُچکائے۔

''رات کو پہننے کا لباس اور جوتے بھی نہیں ہیں۔ لیکن خیر! کوئی بات نہیں...... اَب تو تم میرے محافظ ہو۔ میں تمہارے لئے یہ ساری چیزیں مہیا کروں گی۔''

''شکریہ مِس سونیا......!'' میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔

ہوٹل رین بو بھی میرا دیکھا ہوا تھا۔ گو، اُس میں کبھی قیام کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ لیکن درجنوں بار اُس کے سامنے سے گزرا تھا، اُس کی شان و شوکت دیکھی تھی۔ اپنے وطن کی بات تھی اس لئے ان تمام چیزوں سے دلچسپی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سونیا کے بالکل برابر والے کمرے میں مقیم ہو گیا تھا۔ سونیا بہت خوش تھی اور درحقیقت! اُس لڑکی کے یہ روپ مجھے اُلجھا رہے تھے۔ میں اُس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

''اَب بولو......! اَب کیا پروگرام ہے؟'' وہ میرے سامنے بیٹھ کر بولی۔

''میرا تو کوئی پروگرام نہیں مِس سونیا!'' میں نے کہا۔

''اوہ...... میں لباس وغیرہ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔''

''ریڈی میڈ لباس خرید لیں گے۔''

''یقیناً...... کیونکہ لباس سلوانے کے لئے تو ہمارے پاس وقت بھی نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال ہے، کمرے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ اَب ہمیں یہ کام بھی کر لینا چاہئے۔''

''جیسی آپ کی مرضی۔ لیکن مِس سونیا! ان حالات میں آپ کا زیادہ باہر نکلنا مناسب نہ ہوگا۔''

''کیوں...... اَب کیوں؟ اَب تو تم میرے ساتھ ہو مائیکل! اور...... اور میں تمہیں اپنا......'' وہ خاموش ہو گئی۔

''اس کے باوجود...... بہرحال! چلئے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔'' میں نے کہا۔

پھر ہم دونوں باہر آ گئے۔ عجیب موڈی لڑکی تھی۔ خریداری کرتے ہوئے جیسے سب کچھ بھول گئی تھی۔ اسی طرح دلچسپی لے رہی تھی جیسے اپنے شوہر کے لئے خریداری کر رہی ہو۔ بہت سی چیزیں اُس نے میرے لئے خریدیں۔ اور پھر خوش خوش واپس آ گئی۔

''اَب تم لباس تبدیل کر کے آرام کرو۔ رات کو ہم ڈائننگ ہال میں کھانا کھائیں گے۔''

''بہتر ہے......!'' میں نے جواب دیا اور وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں نے ذہن آزاد چھوڑ دیا تھا۔ لڑکی دلچسپ تھی اور کوئی مسئلہ نہیں تھی۔ اور میں کسی ایسی بات کو مسئلہ نہیں بنا سکتا تھا۔ چنانچہ میں بھی لباس تبدیل کر کے آرام سے لیٹ گیا۔ اور پھر خالی الذہن ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

☆......☆......☆

رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے اُس نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور پھر اندر آ گئی۔ میں بستر سے اُٹھ گیا تھا۔ ''سو گئے تھے شاید......؟'' وہ بولی۔

''نہیں......بس! لیٹا تھا۔'' میں نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ بہت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھی جو کافی قیمتی بھی تھا۔ بہت ہی ہلکا قیمتی زیور بھی پہنے ہوئے تھی۔ اس سے کم از کم ایک بات کی تصدیق ہوتی تھی کہ وہ مالی طور پر مضبوط ہے۔ ویسے اُس نے میرے لئے جو خریداری کی تھی، وہ بھی کافی تھی اور اُس کے خرچ کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اچھی زندگی کی عادی ہے۔

''سوچ رہے ہو گے کچھ......!'' اُس نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں......!''

''مجھے نہیں بتاؤ گے؟'' اُس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

''بس......کوئی خاص بات نہیں۔ تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔''

''دراصل خود میں بھی اس دوران بہت کچھ سوچتی رہی ہوں۔ میں نے تمہاری تجویز پر بھی غور کیا ہے۔ لیکن اس میں کچھ دقتیں پیش آئیں گی۔ لیکن تم اُٹھ جاؤ! مجھے قید رہنا بالکل پسند نہیں ہے۔ نیچے چلو۔ ہم وہیں چل کر گفتگو کریں گے۔''

''بہتر......آپ چند ساعت انتظار کریں۔'' میں نے کہا اور باتھ رُوم کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ہم دونوں ڈائننگ ہال کی طرف چل پڑے۔ ایک میز کے گرد کرسی پر بیٹھتے ہوئے میں نے مسکرا کر کہا۔ ''بہرحال! مس سونیا! آپ ہیں کافی دلیر۔ خطرات میں گھرے ہونے کے باوجود آپ کسی خطرے کی زیادہ پرواہ نہیں کرتیں۔ اب اس وقت کی بات لے لیں۔ آپ جیسی لڑکی کو بہت احتیاط رکھنی چاہئے تھی۔''

''میں قیدیوں کی سی زندگی کسی قیمت پر نہیں گزار سکتی۔''

''اوہ......خواہ خطرات کیسے بھی ہوں؟''

''ہاں......جان دے سکتی ہوں، قید قبول نہیں کر سکتی۔'' اُس نے جواب دیا۔ اور پھر بولی۔ ''مسٹر رینڈال مجھے قتل تو نہ کر دیتے۔ زیادہ سے زیادہ، وہ مجھے قیدی بنا دیتے۔ لیکن میں نے اُن کی قید قبول نہیں کی۔ ورنہ مجھ سے شادی کر کے وہ میرا کیا بگاڑ لیتے؟''

یہاں میں نے لڑکی کے بیان میں ہلکا سا تضاد محسوس کیا۔ اُس نے ضد کی کہانی سنائی تھی۔ مسٹر رینڈال اُسے قید کیوں کر لیتے؟ آخر اُس کے اپنے بھی موجود تھے۔ بہرحال! اس نکتے کو میں نے اپنے ذہن میں رکھ لیا۔ سونیا اب بالکل خوف زدہ نہیں تھی۔ وہ سٹیج پر گانے والی کی جانب متوجہ تھی اور پوری طرح اُس میں دلچسپی لے رہی تھی۔ میں نے ہال کا جائزہ لیا۔ کوئی خاص بات نہیں نظر آئی تھی۔

پھر رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی اور سونیا نے جھک کر کہا۔ ''رقص کرو گے؟''

''کیوں نہیں......!''

''تو آؤ......!'' اُس نے کہا اور میں اُٹھ گیا فلور پر میرے ساتھ تھرکتے ہوئے وہ بولی۔ ''تم ہر لحاظ سے شاندار ہو مائیکل! یہ لباس پہن کر تم اعلیٰ خاندان کے فرد نظر آتے ہو۔ تم رقص بھی بہت شاندار اور پُر وقار انداز میں کرتے ہو۔ تمہارے کسی قدم میں جھول نہیں ہے۔ اور اپنے دشمنوں کو تم انتہائی حقیر سمجھتے ہو۔ اُن لوگوں سے میں نے تمہارے جنگ کرنے کے انداز کو دیکھا تھا اور بہت متاثر ہوئی تھی۔''

''شکریہ......!'' میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

''میں نے تم سے شادی کے بارے میں ایک اُلجھن کا اظہار کیا تھا نا؟''

''ہاں......!''

''جانتے ہو وہ اُلجھن کیا تھی؟''

''میں نہیں جانتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''دراصل میں نے زندگی بہت عمدہ ماحول میں گزاری ہے۔ میں نے کبھی شادی کے لئے کسی آئیڈیل نوجوان کے خواب نہیں دیکھے۔ لیکن میں اس کے باوجود، ایک معیار رکھتی ہوں اور زندگی کے ایک مستقل تصور میں اس معیار کا برقرار رہنا ضروری ہے۔ خود میرے پاس ابھی بہت کچھ ہے۔ لیکن اتنا نہیں کہ میں اس کے بل پر عمدہ زندگی گزار سکوں۔''

''ہاں......! زندگی کا ایک معیار ضرور ہونا چاہئے۔'' میں نے جواب دیا۔

''مائیکل!'' اُس نے راؤنڈ بدلتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارے بارے میں ابھی تک کوئی

خاص بات نہیں جان سکی۔ اس قدر باصلاحیت ہونے کے باوجود تمہارا کوئی مقام کیوں نہیں ہے؟"

"تم میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو سونیا! میں کوئی خاص حیثیت یا صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر میں نے ان لوگوں کو زیر کر لیا تو وہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ خود ہی کمزور تھے۔ میں تو اپنی زندگی میں ایک ناکام آدمی ہوں۔"

"اوہ......!" وہ آہستہ سے بولی۔

رات کا کافی حصہ ہوٹل کی تقریبات میں گزارنے کے بعد ہم واپس اپنے کمروں کی طرف چل پڑے اور اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر سونیا نے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "بہرحال! میں تمہارے بارے میں غور کروں گی۔" اور پھر وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر اندر چلی گئی۔

اُس کی اس بات پر میں دل ہی دل میں ہنس پڑا تھا۔ بے وقت لڑکی، غور کرے گی۔ بہرحال! اس دوران میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ زیادہ گہری نہیں ہے۔ میں نے بھی اپنے کمرے میں آ کر لباس تبدیل کیا اور پھر دوسرے امور سے فارغ ہو کر بتی بجھا کر نائٹ بلب روشن کیا اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔ بستر پر لیٹ کر میں نے اُس کے بارے میں غور کیا۔ انوکھی لڑکی تھی۔ لیکن میں اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ وہ احمق سوچ رہی تھی کہ شاید میں نے اُسے شادی کی تجویز اس لئے پیش کی ہے کہ میں اُس سے شادی کا خواہش مند ہوں۔ پھر وہ میری حیثیت کے بارے میں بھی سوچ رہی ہے۔ اگر اس کی کہانی حقیقت پر مبنی ہے، تب بھی میں اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ بہرحال! کل کا دن اُسے اور برداشت کیا جا سکتا ہے۔ کل تک میں اس کا محافظ...... اور پھر میں فن لینڈ چھوڑ دوں گا۔ مجھے اپنے بارے میں سوچنا تھا۔ کسی کے لئے میں زیادہ وقت صرف نہیں کر سکتا تھا۔ اور پھر میں نے سونے کے لئے کروٹ بدل لی۔

دنیا کے جھگڑوں سے بے نیاز انسان تھا۔ اس لئے نیند میری اپنی تھی۔ لیکن جسے جوانی کی نیند کہا جاتا ہے، وہ نہیں تھی۔ اور شاید سیکرٹ پیلس کی تربیت نے مجھے یہ احتیاط دی تھی۔ اس کے علاوہ میرے کان بھی کافی حساس تھے اور ذہن تیزی سے عمل کرنے کا عادی، سمجھ لینے کا ماہر۔ ورنہ اس ہلکی سی آواز سے نہ تو میری نیند متاثر ہوتی اور نہ میرا ذہن سونیا کی طرف جاتا۔ ہلکی سی آواز کسی چیز کے گرنے کی تھی۔ اور اس کے بعد جو آواز سنائی دی، وہ ایسی تھی جیسے کسی

کو چیخنے کی کوشش سے روک دیا گیا ہو۔ دبی دبی سی آواز تھی، جس نے مجھے بیدار کر دیا۔ دوسرے لمحے میں اُٹھ گیا۔ اور میرے ذہن میں صرف ایک ہی بات آئی کہ یہ آواز سونیا کے کمرے سے آئی ہے۔ میں نے تیز بتی جلانے کی کوشش نہیں کی۔ بس! میں دروازے کی جانب دوڑا اور دوسرے لمحے میں نے دروازہ کھول دیا۔ سونیا کے کمرے کا دروازہ چونکہ میرے کمرے کے دروازے کے برابر ہی تھا۔ اس لئے وہ دونوں افراد تقریباً میرے ہی کمرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ شاید وہ لوگ راہداری کی نگرانی کر رہے تھے۔

میرے کمرے کا دروازہ اچانک کھلنے سے وہ بری طرح چونک پڑے۔ لیکن سوچنے کے لئے ایک لمحہ بھی نہیں تھا۔ میں عقاب کی طرح اُن پر جا پڑا اور دونوں کے سر میں نے انتہائی تیزی سے ایک دوسرے سے ٹکرا دیئے۔ میری پہلی ہی کوشش کارآمد ہوئی تھی۔

میں اُن کے حواس گم کر دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ورنہ شاید دوسری شکل میں وہ اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستولوں کا استعمال کرنے میں کوئی عار نہ محسوس کرتے۔ دونوں کے ذہن چکرا گئے تھے۔ میرے گھونسوں نے اُن کی رہی سہی ہمت بھی گم کر دی اور آخری ہاتھ میں نے اُن کی گردنوں پر مارا جو بے ہوش کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔ سونیا کے کمرے کا دروازہ مجھے کھلا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اندر سے ہلکی ہلکی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔ میں نے دروازہ کھولا اور دیکھا کہ دو افراد سونیا پر جھپٹ رہے ہیں۔

میرے قدموں کی چاپ سن کر وہ ٹھٹکے۔ اُنہوں نے میری طرف دیکھا اور دوسرے لمحے میں نے محسوس کیا کہ اُن کے ہاتھوں میں خنجر دبے ہوئے ہیں۔ سونیا اس وقت مسہری کے انتہائی حصے پر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بے حد خوف زدہ نظر آ رہی تھی۔ وہ دونوں میری طرف پلٹے اور بولے۔ "کون ہو تم......؟" اُن میں سے ایک نے بھاری آواز میں پوچھا۔

لیکن اپنا تعارف میں خاموشی سے تو نہیں کرا سکتا تھا۔ یوں بھی ہوٹل میں ہنگامہ زیادہ مناسب نہیں تھا۔ اس لئے میں اُڑتا ہوا ایک پر جا پڑا اور میری لات اُس شخص کے منہ پر پڑی...... وار، بھرپور تھا۔ اُس نے پلٹ کر خنجر سے میرے پاؤں پر وار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اُچھل کر اُس کو ایک لات پنڈلی کی ہڈی پر ماری۔ پھر میں نے اُس کا خنجر والا ہاتھ پکڑ لیا۔ دوسرا آدمی مجھ پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اُس شخص کو اس لئے نیچے گرایا تھا کہ دوسرے کے وار سے نمٹ سکوں۔ اور میں نے اُسے بھی سنبھال لیا۔

صورتِ حال جس قدر خطرناک تھی، اس کا احساس اُن دونوں کو ہو گیا تھا۔ چنانچہ دیوار

سے ٹکرا کر گرنے والا باوجود، سخت چوٹ آنے کے ایک دم اُٹھا اور دروازے کی جانب دوڑا۔ دوسرے آدمی نے اُس کی جان بچانے کی کوشش کی تھی لیکن اُس کو بھاگتا دیکھ کر وہ خود بھی کیوں نہ اس عمل کو دُہراتا۔ میں نے بھی اُن میں سے کسی کو پکڑنا فضول سمجھا تھا۔ چنانچہ میں نے اُنہیں جانے دیا۔ میری توجہ سونیا کی طرف ہوگئی۔

پھر میں نے سونیا کے قریب پہنچ کر اُس کا ہاتھ پکڑا تو مجھے محسوس ہوا جیسے اُس کے بازو سے خون بہہ رہا ہو۔ میں نے غور سے دیکھا تو درحقیقت اُس کا بازو زخمی تھا۔ لیکن سونیا کو اس کی زیادہ پرواہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وہ اَب بھی بدستور خوف زدہ تھی۔ پھر وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ ''آہ...... مائیکل...... مائیکل...... وہ پھر واپس آ جائیں گے۔ آہ...... دروازہ بند کر دو!''

''نہیں سونیا! تم خود کو قابو میں رکھو۔ وہ واپس نہیں آئیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ...... مائیکل! تم دروازہ تو بند کر دو۔''

''ٹھیک ہے...... لیکن تمہارا بازو زخمی ہے۔''

''زیادہ نہیں۔ پلیز! تم دروازہ بند کر دو۔'' سونیا پھر بولی اور میں آگے بڑھ گیا۔ اُسے مطمئن کرنے کے لئے دروازہ بند کرنا ضروری تھا۔ میں نے دروازے سے جھانک کر دیکھا۔ بے ہوش آدمی بھی وہاں سے غائب تھے۔ گویا جانے والے اُنہیں بھی کسی نہ کسی طرح ساتھ لے گئے تھے۔ ممکن ہے، اُن کی تعداد کچھ زیادہ ہو۔ لیکن بہرصورت! وہ فرار ہو گئے تھے۔ تب میں واپس آیا اور میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

سونیا کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ میں نے تیز بتی روشن کی اور اُس کے بازو کے زخم کو دیکھنے لگا۔ زخم زیادہ گہرا نہیں تھا۔ یقیناً خنجر سے اُس پر حملہ کیا گیا تھا۔ لیکن وار اُچٹتا ہوا پڑا تھا۔ خون کافی بہہ رہا تھا۔ دوسرے لمحے میں اُسے سہارا دے کر باتھ رُوم میں لے گیا۔ اور پھر میں نے اُس کے بازو کو برہنہ کر دیا۔ زخم دیکھ کر میں نے اُس کو کپڑے سے صاف کیا اور پھر اُس پر ایک رُومال باندھ دیا۔ سونیا نڈھال سی نظر آ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ میں اُسے سہارا دیئے ہوئے اندر کمرے تک لایا اور اُسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

''کیا میں تمہارے لئے برانڈی طلب کروں؟''

''اوہ...... نہیں مائیکل! وقت کافی گزر چکا ہے۔ اس وقت ہوٹل کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا تم اس حملے کے بارے میں پولیس کو رپورٹ بھی نہیں کرو گی؟''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مائیکل! میں پولیس کو رپورٹ کیسے کر سکتی ہوں......؟''

''ہوں......!'' میں نے آہستہ سے کہا اور خاموش ہو گیا۔

سونیا تھوڑی دیر آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی۔ پھر وہ مسکرا پڑی۔ ''مائیکل! میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔'' اُس نے کہا۔

''او کے سونیا! میں واپس جاؤں......؟''

''نہیں...... واپس نہ جاؤ! میں خوف محسوس کر رہی ہوں۔''

''پھر کیا خیال ہے مِس سونیا......؟'' میں نے کسی قدر طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''میں نہیں سمجھی......''

''میرا خیال ہے رات سونے کے لئے ہوتی ہے۔ کیا آپ سونا پسند نہیں کریں گی۔'' میں نے پھر کہا۔

''مائیکل! تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟'' اُس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ اُس کا انداز کچھ عجیب سا تھا۔

''میرا خیال ہے، تمہیں میری یہ بات پسند نہیں آئی سونیا! لیکن میں کر بھی کیا سکتا ہوں؟ میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت کرنا نہیں چاہتا۔ جو کچھ تم نے کہا، وہی ٹھیک ہے۔ اور مجھے اسے صحیح تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں۔ لیکن سونیا! میرے ذہن نے تمہاری اِس کہانی کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی چند بنیادی وجوہ ہیں۔ میں تمہیں وہ وجوہ نہیں بتاؤں گا۔ بس! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی کہانی بتانا نہیں چاہو گی تو کوئی حرج نہیں ہو گا۔''

''تمہیں میری کہانی پر یقین کیوں نہیں ہے مائیکل......؟'' سونیا نے پوچھا۔

''سونیا! تم نے کہا تھا کہ تمہارے ڈیڈی صرف تمہیں پکڑوا لینا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ صرف تمہیں گرفتار کرنے آئے تھے۔ میں نے کہا اور سونیا کے نقوش بدلنے لگے۔

''میں تم سے شرمندہ ہوں مائیکل......!''

''تو اب کیا آپ مجھے صحیح کہانی بتانے پر آمادہ ہیں......؟'' میں نے بدستور طنزیہ انداز میں کہا۔

''ہاں......! اس لئے کہ تم ایک اچھے محافظ ہو، ایک عمدہ ساتھی، جس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔''

"ٹھیک ہے...... اس سے قبل آپ کو مجھ پر غالباً بھروسہ نہیں تھا۔"

"دیکھو مائیکل! مجھے معاف کر دو۔ میں جن حالات میں گھری ہوئی ہوں، اس کے تحت میں کسی کو بھی اپنا رازدار نہیں بنا سکتی تھی۔"

"میں اب بھی آپ کو یہی مشورہ دوں گا مس سونیا! آپ اب بھی کسی کو اپنا رازدار نہ بنائیں۔ صرف یہ بتائیں! کہ میں مزید آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ اور سنیں! میں زیادہ سے زیادہ کل تک آپ کا ساتھ دے سکتا ہوں۔ اور اس کے بعد میں آپ کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا۔"

"کیوں...... کل تک کیوں......؟" سونیا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"مس سونیا! آپ نے میرے میں مجھ سے پوچھا تھا۔ کیا ضروری ہے کہ میں اپنی زندگی کے بارے میں آپ کو تفصیل بتا دوں؟ یہ میرے اپنے معاملات ہیں۔ اور میرے اپنے ساتھ ہیں۔ میں ان میں کسی کو شریک نہیں کر سکتا۔ البتہ اتنا میں ضرور کہوں گا کہ میرے اپنے مسائل بھی ہیں۔ اور ہاں! آپ نے جو محافظ کی حیثیت سے مجھے ملازم رکھا ہے، میرا خیال ہے میں نے وہ ملازمت قبول نہیں کی۔"

"مائیکل! تم کافی ناراض معلوم ہوتے ہو۔"

"ناراضگی کی بات نہیں ہے سونیا! میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تم اتفاقیہ طور پر اگر میرے کمرے میں آئیں اور اتفاقیہ طور پر ہی میں نے تمہاری مدد بھی کی تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے بہت زیادہ اہمیت دی جائے۔ بہرصورت! میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو تمہاری اِس حد تک مدد تو ضرور کرتا۔ باقی رہا تمہاری کہانی کا مسئلہ تو یقین کرو! کہ مجھے پہلے بھی اس پر یقین نہیں آیا تھا۔

"اوہ...... مائیکل! یہ بات نہیں ہے۔ حالانکہ میری تمہاری ملاقات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے۔ لیکن پھر بھی میں تم کو خود سے الگ محسوس نہیں کرتی۔"

"یہ غیر فطری بات ہے سونیا! براہِ کرم مجھے اس سلسلے میں یقین دلانے کی کوشش نہ کرو۔"

"میں تو کچھ اور محسوس کر رہی ہوں۔" وہ بولی۔

"مثلاً کیا......؟"

"میں نے تم سے ایک بات کہی تھی۔ اور بعد میں، میں اس کے بارے میں سوچتی بھی رہی تھی۔"

"کون سی بات......؟"

"معیار اور حیثیت والی بات۔"

"اوہ...... تو کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اِس بات سے ناراض ہو گیا ہوں؟ نہیں مس سونیا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ یقین کریں! کہ میرے سامنے بھی زندگی کا ایک معیار ہے۔ اور میں اپنے معیار کو دوسروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایسی شکل میں، میں نہیں کہہ سکتا کہ اگر آپ نے مجھے کچھ کہا تو میں اس پر کہاں تک عمل کروں گا۔ چھوڑیں اِن باتوں کو۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کا پروگرام کیا ہے......؟"

"مائیکل! سب سے پہلے تو مجھ سے وعدہ کرو! کہ تم مجھے چھوڑ دو گے نہیں۔ میں جو کچھ کر چکی ہوں، وہ ایک فطری چیز تھی۔ لیکن اب تو بہرصورت! میں تم پر اعتماد کرنے لگی ہوں۔ اور میں تمہیں اپنی کہانی بھی سناؤں گی۔"

سونیا کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میں چند لمحے اُسے دیکھتا رہا۔ اور پھر نئی کہانی سننے کے لئے تیار ہو گیا۔ تب اُس نے گردن جھکا لی۔

"میرا اصلی نام جوزیفائن ہے۔ جوزیفائن ہمبرگ...... ویسے میں نے تم سے یہ بات بالکل درست کہی تھی کہ میں ایک سرمایہ دار کی بیٹی ہوں۔ اُس کے بارے میں تفصیل نہیں بتاؤں گی۔ بس! یوں سمجھ لو کہ کچھ سازشوں کا شکار ہوں اور گھر سے فرار ہوئی ہوں۔ کچھ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں۔ میں ابھی تک اُن سے بچتی رہی ہوں۔ کئی ملکوں میں گھوم پھر آئی ہوں اور اب فن لینڈ پہنچی ہوں۔ لیکن وہ کمبخت کہیں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔"

"کیا مسٹر ہمبرگ...... میرا مطلب ہے تمہارے والد اُن لوگوں کے ساتھ ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں...... وہ بے چارے بھی سازشوں کا شکار ہیں۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں مائیکل! بہت عجیب و غریب حالات ہیں۔ میرے والد ایک بہت بڑے سائنسدان ہیں۔ اُن کے کچھ راز میرے پاس بھی موجود ہیں۔ خطرناک لوگوں کے ایک گروہ نے اُن رازوں کو معلوم کرنے کے لئے میرے والد کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے مجھے اغواء کر لیا اور میرے والد کو دھمکیاں دینے لگے کہ اگر اُنہوں نے اپنے سائنسی راز اُن کے حوالے نہ کئے تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ میرے والد کافی پریشان ہو گئے۔ لیکن پھر مجھے ایک موقع مل گیا اور میں اُن لوگوں کے چنگل سے نکل آئی۔ وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے اپنے

والد کو ٹیلی فون کیا اور اُنہیں کہا کہ وہ اپنی حفاظت کا بندوبست کریں، میں اپنی حفاظ انتظام کرلوں گی۔ اور جس وقت بھی مناسب موقع ملا، اُن کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ چنا میں نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد سے یہ لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اُنہ نے جگہ جگہ میرا تعاقب کیا ہے اور مجھے قتل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ میں بمشکل اُن سے بچ سکی ہوں مائیکل! لیکن اب میں تھک چکی ہوں۔'' اُس نے دونوں ہاتھ ا چہرے پر رکھ لئے۔ اُس کی آواز رندھ گئی تھی۔ لیکن میں مطمئن نہیں تھا۔ جو لڑکی اس رو سے ایسی کہانی بیان کرسکتی ہے جو خاصی ٹھوس اور متاثر کن ہو، اسے دوسری کہانی سنانے کیا عار ہوسکتا ہے؟

''تو پھر اب تم کیا چاہتی ہو......؟''

''تم مجھے بحفاظت میرے والد تک پہنچا دو۔'' سونیا نے کہا۔

''اوہ...... یہاں سے تم کہاں جانا چاہتی ہو......؟''

''ڈنمارک......!'' اُس نے جواب دیا۔

''کیا تم ڈنمارک کی باشندہ ہو......؟''

''ہاں......!'' وہ آہستہ سے بولی۔ اور میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں نے اپنی مسکراہٹ اُس پر عیاں نہ ہونے دی۔ حالانکہ وہ اپنے خدوخال ڈنمارک کی باشندہ نظر نہیں آتی تھی، چونکہ میں نے ڈنمارک دیکھا ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ڈنمارک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرسکتا ہوں۔ پھر کیا اپنے والد کے پاس پہنچ جاؤ گی؟''

''ہاں مسٹر مائیکل! آپ میرے لئے یہ انتظام کر دیں۔ میں زندگی بھر آپ کی شکر گزار رہوں گی اور بہرصورت! اگر آپ پسند کریں گے تو آپ کو آپ کی اِس محنت کا معاوضہ دُوں گی۔'' سونیا نے کہا۔

''ٹھیک ہے مِس جویفائن یا مِس سونیا! میں آپ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آ کب ڈنمارک چلنا پسند کریں گی؟ اور کیا آپ کے پاس پاسپورٹ وغیرہ موجود ہے؟'' م نے پوچھا۔

''ہاں......! میرے پاس انٹرنیشنل پاسپورٹ موجود ہے، جس پر میں باآسانی ڈنمارک ویزا لگوا سکتی ہوں۔'' جوزیفائن نے کہا۔

میں آئندہ کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے لگا۔ تب میں نے چند لمحوں کے بعد اُس سے کہا۔ ''ٹھیک ہے...... آپ یہ کام میرے سپرد کر دیں۔ میں آپ کو ڈنمارک لے جانے کی تیاریاں مکمل کرلوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔ پھر اُس نے اپنے آنسو پونچھے اور میری طرف دیکھ کر بولی۔

''میرے بازو میں تکلیف ہو رہی ہے۔ کیا میں لیٹ جاؤں......؟''

''ہاں...... ضرور!'' میں نے جواب دیا اور وہ آہستہ سے کرسی سے اُٹھ گئی۔ سہارا لیتی ہوئی وہ مسہری تک پہنچ گئی اور لیٹ گئی۔ پھر بولی۔

''مجھے افسوس ہے کہ تمہاری بھی نیند خراب ہوئی...... میرا خیال ہے تم بھی آرام کرو۔ لیکن کیا میں تم سے یہ درخواست کرسکتی ہوں کہ تم بھی رات اسی کمرے میں گزارو؟ میں ان لوگوں سے خوف زدہ ہوں۔''

''اوہ...... مس سونیا! جیسی آپ کی مرضی۔''

''کوئی حرج نہیں ہے مسٹر مائیکل...... آپ بھی اسی بستر پر آ جائیں۔'' اُس نے کہا اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

میرے ذہن میں پھر گدگدی سی ہونے لگی تھی۔ گویا لڑکی کا یہ رُخ بالکل ہی بدلے ہوئے انداز کا حامل تھا۔ لیکن جناب! مجھے اس بات کی کیا فکر ہوسکتی تھی؟ چنانچہ میں نے گردن ہلا دی اور اُس کے پاس مسہری پر پہنچ گیا۔ اُس نے میرے لئے جگہ بنا دی تھی۔ میں نے دروازے کو دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ پھر میں بھی لیٹ گیا۔ میرے ذہن میں اب کچھ اور احساسات جنم لے رہے تھے۔ جوزیفائن کے بدن کی گرمی میرے بدن تک پہنچ رہی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ ذہنی طور پر مجھ سے متاثر ہوگی۔ اور اس کے بعد کوئی اقدام کرے گی۔ خود میں کوئی قدم اُٹھانا نہیں چاہتا تھا۔ یوں کافی وقت گزر گیا۔ تب میں نے آہستہ سے اُسے مخاطب کیا۔ ''مِس جوزیفائن......! کیا آپ کو نیند آ گئی؟''

''نہیں مسٹر مائیکل......! میں جاگ رہی ہوں۔''

''سونے کی کوشش کریں۔ میرا خیال ہے نیند آپ کے لئے بے حد سکون بخش ثابت ہو گی۔ کل صبح میں آپ کے زخم کا علاج کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''شکریہ...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ زخم زیادہ گہرا نہیں ہے۔ میرا خیال ہے میں اس تکلیف کو باآسانی برداشت کرلوں گی۔''

رات کے کافی حصے تک میں اُس کے جذبات کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن مجھے اُس کے کوئی ایسی لچک نظر نہیں آئی تھی جس سے اندازہ ہوتا کہ وہ صرف عورت ہے۔ اور یہ بہرصورت! مجھے بری نہیں لگی تھی۔ کم از کم اُس کے اندر ایک خوبی تو موجود تھی۔ گویا اُ جھوٹ بولنے کے بعد کسی حد تک مجھے بد دل کر دیا تھا۔ لیکن مجھے اُس کی یہ بات پسند تھی۔ اور بہرصورت! میں کسی ایسی شخصیت کو کسی غلط انداز میں متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ چنا رات آرام سے گزر گئی اور سورج نکل آیا۔

میں گہری نیند سو گیا تھا اور نہ جانے کب تک سوتا رہا۔ سونیا ہی نے مجھے جگایا تھا۔ اُس آنکھوں میں اعتماد نظر آ رہا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی۔ ''مائیکل اُٹھو گے نہیں؟ وہ مسکرا کر بولی اور مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ اور میں نے اُسے جوزفائن کہنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ میں اُٹھ گیا۔ جوزیفائن شاید غسل کر چکی تھی۔ کافی نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ میں نے اُس کے بازو کو دیکھا۔ بازو پر اب بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔

''تمہارے بازو کا زخم اب کیسا ہے مس جوزیفائن؟'' میں نے پوچھا۔

''اوہ...... میں نے کہا نا، کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں اس کے لئے پریشان نہیں ہوں۔''

''ٹھیک ہے...... لیکن میں بازار سے کوئی ایسی چیز خرید لاؤں گا جسے تمہارے بازو پر سکوں۔''

''تم خواہ مخواہ اس کے لئے فکر مند ہو۔ مجھے تو سچ مچ اس بارے میں ذرا بھی احساس نہیں ہے۔ تاہم! تم غسل کر لو۔ میں ناشتے کے لئے کہتی ہوں۔''

اور جب میں غسل کر کے باہر آیا تو ویٹر ناشتہ لگا رہا تھا۔ جوزیفائن اس طرح مطمئن تھی جیسے رات کچھ بھی نہ ہوا ہو اور ساری دنیا میں اُس کا کوئی دشمن نہ ہو۔ یہ بات اُس کی اعتمادی کا مظہر تھی۔

ہم دونوں ناشتہ کرنے لگے۔ جوزیفائن اس دوران خاموش رہی۔ پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''اب کیا خیال ہے مائیکل...... ڈنمارک کب چلو گے؟''

''تمہارے پاس پاسپورٹ موجود ہے۔ میرے پاس بھی ہے جوزیفائن! میرا خیال آج کا دن میں اس مسئلے میں گزار دوں گا۔ ہاں! اگر تم چاہو تو میں تمہیں محفوظ رکھنے کے

اور بھی کارروائی کر سکتا ہوں۔''

''مثلاً......؟'' اُس نے پوچھا۔

''دیکھو! یہ بات تو ظاہر ہے کہ تمہارے دشمن یہاں موجود ہیں۔ چنانچہ اب یہ جگہ بھی اُن کی نگاہ میں ہوگی۔ ایسی صورت میں ہمیں اول تو اس ہوٹل میں قیام ہی نہیں کرنا چاہئے اور جتنا وقت بھی ہم گزاریں کسی دوسری جگہ ہی گزاریں۔ حفاظت کے طور پر یہ ضروری ہے۔ اور ویسے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے چہرے پر تھوڑا سا میک اَپ کر لو۔''

''میک اَپ......؟'' وہ تعجب سے بولی۔

''ہاں...... خدوخال بدلنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔''

''اوہ...... لیکن مجھے تو میک اَپ کرنا نہیں آتا۔ کیا تم یہ کام کر لیتے ہو مائیکل......؟'' اُس نے پُراشتیاق لہجے میں پوچھا۔

''ہاں...... میں یہ کام کر سکتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مگر کس طرح...... اس کے لئے تو کچھ سامان کی ضرورت بھی تو ہوتی ہے۔''

''سامان ہم بازار سے خرید لیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''جیسا تم مناسب خیال کرو مائیکل! میں یہ بات تو بالکل سچ کہہ رہی ہوں کہ صرف چند گھنٹوں میں، میں نے تم پر بہت زیادہ اعتماد کر لیا ہے۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم باہر آ گئے۔

بازار جا کر ہم نے میک اَپ کا کچھ سامان خریدا۔ اور اس کے بعد واپس اپنے ہوٹل میں آ گئے۔ یہاں آ کر میں نے سونیا کے چہرے پر اپنی مہارت آزمائی۔ اُس کے بالوں کا رنگ بھی بدل دیا اور خدوخال بھی۔ اب وہ کسی حد تک عمر رسیدہ معلوم ہو رہی تھی۔ یعنی اُس کی عمر تیس یا بتیس سال محسوس ہوتی تھی۔

سونیا کو اپنا یہ میک اَپ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی تھی اور اُس نے بڑے عجیب انداز میں کہا تھا۔ ''یہ تو بڑی تعجب خیز بات ہے مائیکل! میرا چہرہ تو بالکل بدل گیا۔ آہ...... کاش! میں بھی اس فن سے واقف ہوتی۔ تب مجھے یہ سب پریشانیاں نہ اُٹھانا پڑتیں۔''

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میک اَپ کرنے کے بعد ہم ایک بار پھر ہوٹل سے نکل آئے۔ اور سب سے پہلا کام ہم نے یہ کیا کہ دوسرے ہوٹل میں کمرہ بُک کرا لیا۔ دوپہر ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود، میں سونیا کو چھوڑ کر نکل گیا۔ یہاں سے ڈنمارک

تک کا سفر کرنا میرے لئے بھی ایک پسندیدہ بات تھی۔ کیونکہ بہرصورت! میں بھی فن لینڈ
چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ سونیا کا پاسپورٹ میں نے ساتھ لے لیا تھا۔ چنانچہ میں متعلقہ دفتر پہنچا
اور میں نے اس سلسلے میں ضروری کارروائی مکمل کر لی۔

دوسرا دن بھی ہمیں ویزے کے سلسلے میں صرف کرنا تھا۔ چنانچہ میں شام کو واپس آ گیا۔

اس بار ہم دونوں نے ایک ہی کمرہ لیا تھا۔ سونیا غالباً میری طرف سے مطمئن ہوگئی تھی کہ
میں اُس کا ساتھی بن جاؤں تو کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ میں خود بھی اُس کے ساتھ کوئی
ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا، جب تک کہ خود اُس کی آمادگی نہ پاتا۔ رات ہم دونوں نے
ساتھ ہی گزاری۔

ڈبل رُوم تھا۔ اس لئے بستر دو تھے۔ سونیا کافی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ پھر
آرام سے گہری نیند سوگئی۔ میرے ذہن میں کافی دیر تک خیالات چکراتے رہے تھے۔ لیکن
بہرصورت! میں نے کسی ایسے اقدام کا ارادہ نہ کیا جو سونیا کے لئے بے اعتمادی کا باعث ہو۔
یوں رات گزر گئی اور دوسری صبح حسبِ معمول خوشگوار تھی۔

ہم دونوں نے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور اس کے بعد میں نے سونیا سے اجازت چاہی۔ میں
نے اُسے بتا دیا تھا کہ آج شاید ہماری روانگی کے سارے انتظامات مکمل ہو جائیں گے۔ رات
کے کسی جہاز سے ہم فن لینڈ چھوڑ دیں گے۔

سونیا چونکہ میک اَپ کی وجہ سے مطمئن ہوگئی تھی اس لئے اُس نے خاموشی سے مجھے
اجازت دے دی۔ میں ہوٹل سے باہر آ گیا۔ سچی بات یہ تھی کہ میں اُس لڑکی کی طرف سے
خود بھی مطمئن نہیں تھا۔ لیکن یہ دوسری بات تھی۔ اگر وہ کوئی غلط لڑکی تھی تو مجھے اس سے کوئی
فرق نہیں پڑتا تھا اور اتنا اندازہ میں نے لگا لیا کہ وہ لڑکی کسی سازش کے تحت میرے پاس
نہیں آئی تھی۔ بلکہ اُس کا میرے نزدیک آنا ایک اتفاقی بات تھی۔ چنانچہ جہاں تک ڈنمارک
پہنچنے کی بات ہے، میں اُس لڑکی کو ڈنمارک لے جا سکتا تھا۔ چنانچہ دن کی تمام تر کوششوں
کے بعد میں نے سارے انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ یہاں تک کہ رات ساڑھے دس بجے
کے پلین سے ہم ڈنمارک جانے کے لئے تیار ہوگئے۔

جہاز کے ٹکٹ بھی میں نے خرید لئے تھے۔ اور ان تمام کاموں میں مجھے شام ہوگئی۔ شام
کو جب میں سونیا کے پاس پہنچا تو وہ شدت سے میرا انتظار کر رہی تھی۔ بے اختیار میری
طرف بڑھی۔ اُس کے انداز سے اظہار ہو رہا تھا جیسے مجھ سے لپٹ جائے گی۔ لیکن میرے

نزدیک پہنچ کر ٹھٹک گئی اور پھر اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''پورا دن صرف ہوگیا مائیکل......!'' اُس نے کہا۔

''اوہ...... ہاں سونیا! میں نے سوچا کہ آج کام ختم ہو جانا چاہیئے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہوگیا......؟'' اُس نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ہاں...... آج رات کو ساڑھے دس بجے ہم روانہ ہو رہے ہیں۔''

''ڈنمارک......؟'' وہ خوشی سے اُچھل پڑی۔

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔ پھر ٹکٹ اور دوسرے کاغذات نکال کر میں نے اُس
کے سامنے ڈال دیئے۔ سونیا حیرت زدہ رہ گئی تھی۔ اُس نے ڈنمارک کے ٹکٹ دیکھے جو کافی
قیمتی تھے۔ اور مجھ جیسے قلاش آدمی سے وہ اتنے مہنگے ٹکٹ خریدنے کی توقع نہیں رکھتی تھی۔

''لیکن...... لیکن مائیکل! کیا تمہارے پاس اتنی رقم تھی؟ نہ جانے تمہیں کتنی دقتیں اُٹھانی
پڑی ہوں...... تم مجھے فون کر دیتے۔''

''کام ہوگیا تھا مس جوزیفائن! اس لئے اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔''

''کیا میں تمہیں یہ رقم ادا کردوں؟''

''ابھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ضرورت پیش آئی تو بتا دوں گا۔'' میں نے جواب دیا اور
پھر میں باتھ رُوم میں چلا گیا۔ وہ حیران نظر آ رہی تھی۔ باتھ رُوم سے نکلا تو وہ منتظر تھی۔

''میں نے کافی منگوائی ہے۔ لیکن اگر تم بھوکے ہو تو کھانے کا بندوبست کروں؟''

''نہیں...... میں نے دوپہر کو کھانا کھا لیا تھا۔ اور اس وقت صرف کافی کی ضرورت محسوس
کر رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کافی پی رہے تھے۔ میں نے سونیا
کی آنکھوں میں غور وفکر کی پرچھائیاں دیکھی تھیں۔ وہ نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔

''تمہارے والد مسٹر ہیمبرگ تو ڈنمارک میں کافی مشہور ہوں گے۔'' میں نے پوچھا اور وہ
چونک پڑی۔

''ہاں...... ایک سائنسدان کی حیثیت سے وہ مشہور آدمی ہیں۔'' اُس نے جواب دیا اور
میں خاموش ہوگیا۔ رات کو نو بجے ہم نے ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں کھانا کھایا اور پھر روانگی
کی تیاریاں کرنے لگے۔ پونے دس بجے ہم ہوٹل سے نکلنے کے لئے تیار تھے۔ تب میں نے
سونیا سے کہا۔

''میک اَپ ختم نہیں کرو گی مس جوزیفائن؟''

''کک...... کیا مطلب......؟'' اُس نے چونک کر پوچھا۔

''اگر ہم نے میک اَپ ختم نہ کیا تو ایئر پورٹ سے واپس کر دیئے جائیں گے۔ کیا تمہیں پاسپورٹ پر لگی تصویر کے مطابق نہیں ہونا چاہئے؟''

''اوہ...... میرے خدا! یہ بات تو ذہن سے نکل ہی گئی تھی۔'' وہ پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

''مجھے یاد تھی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن مائیکل! کیا اس طرح ہم خطرات سے دوچار نہیں ہو سکتے؟'' وہ تشویش زدہ انداز میں بولی۔

''ہاں...... خطرات تو ہیں۔ لیکن یہ ضروری ہے۔ اب یہاں اتنا وقت تو نہیں تھا کہ دوسرے پاسپورٹ تیار کرائے جا سکتے۔ بہرحال! جہاں ہم اتنے خطرات مول لیتے رہے ہیں، وہاں یہ تھوڑا سا خطرہ اور مول لینا پڑے گا۔ اس کے بعد تم اپنے وطن پہنچ جاؤ گی۔''

''ٹھیک ہے......'' اُس نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔ بہرحال! ہم نے ہوٹل چھوڑ دیا۔ اور اس کے ایک باتھ رُوم میں ہم نے میک اَپ صاف کر لیا تھا۔ پھر ایک ٹیکسی لے کر ہم ایئر پورٹ چل پڑے۔ پلین روانگی کے لئے تیار کھڑا تھا۔ دوسرے معاملات میں زیادہ وقت نہ لگا اور ہم پلین میں جا بیٹھے۔ پھر جب ہوائی جہاز نے فن لینڈ کی زمین چھوڑی سونیا! جوزیفائن نے سکون کی گہری سانس لی۔

لیکن اُس وقت میرا ذہن بھٹک رہا تھا۔ اُس لڑکی کی اچانک آمد نے میرے احساسات کا رُخ بدل دیا تھا ورنہ میں کافی جذباتی ہو رہا تھا۔ فن لینڈ میرا وطن تھا۔ ایک دن یہاں سے برے احوال میں نکلا تھا۔ اور اس کے بعد میری زندگی نے جو رُخ اختیار کیا تھا، اس کے بارے میں، میں خود بھی خوش نہیں تھا۔ لیکن بہرحال! ایک جنون مجھے برائی کی طرف لے گیا تھا اور اب میں پُرسکون تھا۔ فطری طور پر میں برا انسان نہیں تھا۔ ورنہ اپنے والدین کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا اور اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیتا۔ مجھے یقین تھا کہ اب تک میرے والد اور چچا کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی کہ جو شخص خادم کی حیثیت سے اُن کے ساتھ تھا، وہ اُن کا بیٹا ہی تھا۔ کچھ بھی تھا، آخر میں اُن کی اولاد تھا۔ دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہوں گے۔ کس طرح تڑپے ہوں گے وہ میرے لئے...... لیکن ڈن کین اب ایک خواب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا اُن کے لئے۔ اور بہتر ہے اس خاندان سے یہ نام خارج ہی ہو جائے۔

تاکہ اس کی نیک نامی پر کوئی سیاہ دھبہ نہ پڑ سکے۔ اس خاندان کو کھویا ہوا وقار واپس مل گیا ہے۔ اور مجھے اُمید تھی کہ پشیمان لوگ اب سنبھلنے کی کوشش کریں گے اور دوبارہ کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھائیں گے جس سے یہ خاندان پھر گمنامی کے گڑھے میں جا پڑے۔ اگر صاحب دل ہیں تو میری حیثیت اس خاندان کی ایک یاد بنی رہے گی اور وہ مجھے حرفِ غلط کی طرح مٹانے کی کوشش نہیں کریں گے۔

بہرحال! میری خوش بختی تھی کہ میں بالآخر اُن لوگوں کی زندگی کو سہارا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن اب...... اب میری بھی تو کوئی حیثیت ہونی چاہئے۔ نہ سہی، کین خاندان سے متعلق ہو کر۔ میں نے تو فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک نئے خاندان کی بنیاد ڈالوں گا۔ اور اس پر عمل کرنے کے لئے ابھی مجھے بہت کچھ کرنا تھا۔ بالشبہ! بہت کچھ۔

سونیا کی آواز نے میرے خیالات کا طلسم توڑ دیا۔ ''مائیکل......!'' اُس نے مجھے پکارا تھا اور میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ ''بہت خاموش ہو'' وہ بولی۔

''ہوں...... کوئی خاص بات نہیں ہے سونیا......!''

''جوزیفائن پلیز......! میں یہ نام سن کر شرمندہ ہو جاتی ہوں۔''

''کیوں......؟'' میں نے معنی خیز نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''اس لئے کہ میں نے تم جیسے مخلص انسان سے جھوٹ بولا تھا۔''

''اوہ...... ایسی کوئی بات نہیں ہے مس جوزیفائن! کیا آپ کے خیال میں، میں آپ کی اس کہانی سے مطمئن ہو گیا تھا؟''

''کیا مطلب؟''

''بقول تمہارے، اگر تھوڑی بہت صلاحیت رکھتا ہوں تو اس میں کم از کم جھوٹ اور سچ پرکھنے کی صلاحیت بھی تو شامل ہو گی۔''

''اوہ......!'' اُس کے چہرے کا رنگ کسی حد تک بدل گیا۔ وہ چند لمحوں تک عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر جب میں نے اُس کی جانب دیکھا تو اُس نے نگاہیں جھکا لیں۔

''لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس جھوٹ کو زیادہ دیر تک برقرار نہیں رکھا۔ بلکہ اس سلسلہ میں مجھے اُن لوگوں کا شکر گزار بھی ہونا چاہئے جنہوں نے تمہارے اُوپر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔''

جوزیفائن نے میری طرف دیکھا۔ اور پھر نگاہیں جھکا لیں۔ میرے ان الفاظ سے اُس

نے نہ جانے کیا نتیجہ اخذ کیا تھا۔ پھر وہ خاموش ہو رہی۔ اور اس موضوع پر اُس نے اور کوئی بات نہیں کی۔

"ڈنمارک پہنچ کر تو براہِ راست اپنے والد کے پاس جاؤ گی......؟"

"اوہ...... یہ تو مناسب نہ ہوگا مائیکل!" اُس نے کہا۔

"کیوں......؟"

"تم دیکھ چکے ہو کہ وہ لوگ بدستور میرے پیچھے ہیں۔"

"ہاں...... یہ بات تو ہے۔ لیکن اس کا مطلب تو یہ ہوا جوزیفائن! کہ وہ لوگ آج بھی سائنسی راز تم سے معلوم کرنے کے لئے بے چین ہیں۔"

"یہی لگتا ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

"لیکن راز معلوم کرنے والے قتل کرنے کی کوشش تو نہیں کرتے......؟"

"میں نے بھی اس سلسلے میں سوچا ہے مائیکل! اور ایک ہی نتیجے پر پہنچی ہوں۔"

"وہ کیا......؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ان لوگوں کو جو کچھ معلوم کرنا تھا، معلوم کر چکے ہیں۔ اور اب وہ مجھے اس لئے ختم کرنا چاہتے ہیں کہ میں اُن کی نشاندہی نہ کر سکوں۔"

"اس سے تو ایک بات اور واضح ہو جاتی ہے جوزیفائن!"

"کیا......؟"

"اپنے والد سے جدا ہونے کے بعد تم نے کبھی اُن کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی......؟"

"اس کی مہلت ہی نہیں مل سکی۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ اُنہوں نے تمہارے والد کو کوئی نقصان پہنچا دیا ہو۔ اور اب وہ صرف اس لئے تمہیں قتل کر دینا چاہتے ہوں کہ اُن کی نشاندہی نہ ہو سکے۔" میں نے کہا اور وہ بری طرح چونک پڑی۔ چند ساعت پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر ہکلاتی ہوئی بولی۔

"تت...... تمہ،را...... تمہارا مطلب یہ ہے کہ...... اُنہوں نے میرے ڈیڈی کو......" اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور پھر وہ چہرے پر رُومال رکھ کر سسکنے لگی۔ "نہیں نہیں...... یہ نہیں ہو سکتا۔ میرے ڈیڈی مر نہیں سکتے...... وہ مر نہیں سکتے۔"

میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ اُس کی سسکیوں کی آواز پر چند لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ "اوہ جوزیفائن...... جوزیفائن! یہ ضروری تو نہیں ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے، درست ہی ہو۔ ہم حالات کا جائزہ لیں گے۔"

"اگر...... اگر اُنہیں کچھ ہو گیا تو مجھے زندگی کا سب سے بڑا نقصان برداشت کرنا پڑے گا مائیکل! میں خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔" اُس نے ناک رگڑتے ہوئے کہا۔

"تمہیں ہمت سے کام لینا ہوگا جوزیفائن!"

"میں بے حد مصیبت زدہ ہوں مائیکل! تم یقین کرو، میں بے حد مصیبت زدہ ہوں۔" اُس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

"میں کہہ چکا ہوں جوزیفائن! کہ میں ہر طرح تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے اُسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ حالانکہ اُس جھوٹی لڑکی پر مجھے اب بھی اعتماد نہیں تھا۔ لیکن بہرحال! میں پلین میں اس قسم کی بے ہودگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اُسے تسلی دینا ضروری تھا۔

"ایک بات بتاؤ مائیکل......!" چند منٹ کے بعد اُس نے کہا۔

"ہوں...... پوچھو جوزیفائن!"

"تم مجھ سے شادی کر لو گے......؟" اُس نے کہا اور ایک لمحے کے لئے مجھے غصہ آ گیا۔

"لیکن شادی کے لئے تمہارے چند نظریات ہیں جوزیفائن! اُن کا کیا ہوگا؟"

"دیکھو! یہ اُس وقت کی بات ہے جب میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا اور جھوٹ بولنے کی بھی ایک وجہ تھی مائیکل! میں جن حالات سے گزر رہی ہوں، اُن کا اندازہ تمہیں ہے۔ میں کسی کو اپنے بارے میں سچ نہیں بتا سکتی تھی۔ مجھے معاف کر دو۔"

"ٹھیک ہے جوزیفائن! پہلے تم اپنے حالات سے نمٹ لو۔ اس کے بعد اس موضوع پر سوچیں گے۔" میں نے جواب دیا اور وہ ناک سے شوں شوں کرتی رہی۔

واقعی یہ لڑکی میرے لئے مصیبت بن گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ اب بھی جھوٹ بول رہی ہے اور اپنے جھوٹ کو نبھانے کے لئے طرح طرح کی باتیں گھڑتی تھی جو کہ ناقص ہوتی تھیں۔ اگر پلین کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید میں ابھی اُس کو درست کر دیتا۔ لیکن یہاں اپنے آپ کو بھی تماشہ بنانا پڑتا...... چنانچہ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

سفر جاری رہا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہ کچھ گفتگو کرنے لگتی تھی اور میں اُس کا جواب

دے دیتا تھا۔ پھر ایک طویل مسافت کے بعد ہمارا طیارہ زی لینڈ کے جزیرے پر اُتر گیا۔ ڈنمارک کا صدر مقام کوپن ہیگن ہماری منزل تھا۔

ضروریات سے فارغ ہو کر ہم کوپن ہیگن کے ہوائی اڈے سے باہر آ گئے اور ٹیکسی تلاش کرنے لگے۔ پروگرام کے مطابق ہمیں کسی ہوٹل میں قیام کرنا تھا۔ اور ہم اس شہر کے ایک خوبصورت ہوٹل میں پہنچ گئے۔ ہوٹل میں کمرہ ہم نے مسٹر اور مسز مائیکل کے نام سے لیا تھا۔ یہ کوئی خواہش نہ تھی، بس! وقت کی ضرورت تھی۔

جوزیفائن کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ کمرے میں مقیم ہو جانے کے بعد اُس نے دُکھ بھرے انداز میں کہا۔ ''کیسی انوکھی بات ہے مسٹر مائیکل! میں اپنے ملک، اپنے شہر میں ہوں۔ لیکن اجنبیوں کی مانند۔''

''بعض اوقات ایسا ہوتا ہے جوزیفائن! لیکن تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔'' میں نے اُسے دلاسہ دیا۔

''ہاں...... میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرنے کی عادی ہوں مائیکل! لیکن اب تمہارا پروگرام کیا ہے؟''

''جو تم پسند کرو......'' میں نے جواب دیا۔

''دیکھو! میں ذہنی طور پر بالکل مفلوج ہو کر رہ گئی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میرے آئندہ کا لائحہ عمل تم ہی مرتب کرو۔''

''تب پھر براہِ کرم! مجھے اپنے والد کا پتہ دو۔ میں وہاں جا کر اُن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے ٹھیک حالت میں مل گئے تو میں اُن سے ملاقات کر کے اُنہیں تمہارے بارے میں بتاؤں گا۔ اور پھر اس سلسلے میں وہ جو کچھ بھی ہدایات دیں گے، اُن کے مطابق عمل کروں گا۔''

''ہاں...... یہ ٹھیک ہے۔'' لڑکی نے جواب دیا۔ اور پھر اُس نے مجھے کوپن ہیگن کے ایک علاقے کے بارے میں بتایا۔ اس علاقے کو میں بھی جانتا تھا۔ بلاشبہ یہاں مالدار ترین لوگوں کی کوٹھیاں تھیں اور اس پتے سے کم از کم یہ اندازہ تو ہوتا تھا کہ جوزیفائن کو ڈنمارک کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔

میں نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ جوزیفائن کے مسئلے کو اختتام پر پہنچا کر ہی دم لوں گا۔ اگر وہ درست ہی کہہ رہی ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔ یہ اچھا کام ہوگا کہ وہ آسانی سے اپنے

باپ کے پاس پہنچ جائے گی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا، یہ اس کی اپنی ذمہ داری ہوگی۔ اور اب رہ گیا تھا میرا مسئلہ تو ظاہر ہے اس لڑکی سے اب اس حد تک متاثر نہیں ہوا تھا کہ اُس سے جدا ہونے پر مجھے کسی قسم کا افسوس ہوتا۔ چنانچہ میں نے وعدہ کر لیا۔ دن نکل آیا تھا اور کوپن ہیگن کا ماحول کہر میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہم نے ناشتہ طلب کیا۔ گو، میں رات بھر سو نہیں سکا تھا لیکن بہرصورت! ذہنی کیفیت اس قدر خراب نہیں تھی کہ مجھے سخت نیند آ رہی ہوتی۔ پہلے میں ہر قیمت پر اُس لڑکی کا مسئلہ طے کر دینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد ہی آرام مناسب ہوتا۔ یوں بھی اگر اُس کا کہنا درست ہے تو ایک آدھ گھنٹے میں یہ سارے کام نمٹ جائیں گے۔ اور اس کے بعد ممکن ہے، ہمیں آرام کے لئے عمدہ جگہ نصیب ہوتی۔ اور اگر لڑکی کے بیان کے مطابق اُس کے والد کو قتل کر دیا گیا ہوگا یا ایسی ہی کوئی صورتِ حال ہوگی تو بہرحال! واپس آ کر بھی یہ سب کچھ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ناشتے کے بعد میں جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور جوزیفائن میرے ساتھ کمرے کے دروازے تک آئی۔

''میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی مائیکل! تم میرے ساتھ جتنا کچھ کر رہے ہو، اور اب تک تم نے جو کچھ کیا ہے، اس کی جگہ میرے دل میں ہے۔''

''ٹھیک ہے جوزیفائن!'' میں نے اُس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر میں باہر آ گیا۔

جوزیفائن نے مجھے جو پتہ دیا تھا، میں اس پر کوشش کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں اُس علاقے میں پہنچ گیا۔ کوپن ہیگن کے بارے میں مجھے بہت زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ حالانکہ میں نے یہ شہر پہلے بھی دیکھا تھا۔ اور چند روز یہاں رہا بھی تھا۔ لیکن باقاعدہ شہر دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

یہاں آنے کے بعد میں نے یہ بات بھی سوچی تھی کہ اگر موقع ملا تو اس شہر کا بخوبی جائزہ لوں گا اور ڈنمارک کے دوسرے علاقے بھی دیکھوں گا۔ جس علاقے کا جوزیفائن نے پتہ دیا تھا، وہاں پہنچ کر میں وہ کوٹھی تلاش کرنے لگا جو بقول جوزیفائن کے اُس کے باپ کی تھی۔ لیکن یہاں کا تو سسٹم ہی دوسرا تھا۔ انتہائی کوشش کے باوجود اس جگہ کا پتہ نہ چل سکا۔ میں نے مختلف ذرائع سے مسٹر ہمبرگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن ایک بھی ایسا نہ ملا جو مسٹر ہمبرگ کو جانتا ہو۔

تب میں نے اپنے آپ پر لعنت بھیجی اور دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ واہ...... سیکرٹ پیلس کا

تربیت یافتہ شخص ایک لڑکی کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا تھا۔ میں ایک ایسا فرضی نام تلاش رہا تھا جس کا کہیں کوئی وجود نہیں تھا۔ گویا لڑکی نے ایک بار پھر مجھے دھوکہ دیا تھا۔ شبہ تو پہلے ہی تھا۔ لیکن اب یہ بات پورے یقین کو پہنچ گئی تھی کہ اُس نے یہاں بھی فریب کیا۔ اب اس کے جواب میں وہ کیا کہے گی؟ میں نے سوچا۔

عجیب سی کیفیت تھی۔ کبھی تو اُس پر شدید غصہ آنے لگتا تھا۔ آخر وہ چاہتی کیا تھی؟ کیوں اُس نے مجھے بے وقوف بنا رکھا ہے؟ اور کب تک بے وقوف بنا سکتی ہے؟ اور کبھی اپنے آپ پر کہ آخر میں بے وقوف بن کیوں رہا تھا؟

خیر! فن لینڈ تو مجھے چھوڑنا ہی تھا۔ لیکن اس طرح اسے اپنے اُوپر مسلط کرنا تو مناسب نہیں تھا۔ آخری بار میں نے اُس سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میرا خیال تھا کہ میں اُسے صحیح سنا دُوں اور اپنے پاس سے بھگا دُوں۔ اور اس کے بعد میں اپنے کام کو شروع کر دُوں۔ ڈنمارک دیکھنے کا شوق مجھے بھی تھا اور میں یہاں کے تمام علاقوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ فیصلہ کرنے کے بعد میں ہوٹل کی جانب چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی کے ذریعے ہوٹل پر اُترا، کرایہ ادا کیا اور اندر آ گیا۔

اندر آنے کے بعد اپنے کمرے کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن دروازہ لاک تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ چند ساعت میں اِدھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر نیچے اُتر آیا۔ کاؤنٹر سے میں نے اپنے کمرے کے بارے میں پوچھا۔ تب کاؤنٹر کلرک نے بتایا کہ وہ تو کافی دیر پہلے چابی اُس کے حوالے کر کے کہیں چلی گئی ہیں۔

"کیا کوئی پیغام دے گئی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں جناب......!"

"اوہ...... چابی مجھے دے دو۔" میں نے کاؤنٹر کلرک سے کہا اور چابی لے کر اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔

تب یہ حقیقت مجھ پر عیاں ہوئی کہ لڑکی نے ایک بار پھر مجھے دھوکہ دیا تھا۔ اُس کا سامان وہاں موجود نہیں تھا۔ گویا وہ مجھے ڈنمارک تک لانا چاہتی تھی۔ اور اس کے بعد......

لیکن کمبخت کہاں چلی گئی؟ تب میری نگاہ میز پر رکھے ہوئے ایک کاغذ پر پڑی۔ اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ یقیناً خط تھا۔ اور اُس میں کوئی پیغام۔ میں نے کاغذ اُٹھایا۔

ڈیئر مائیکل......!

شرمندگی یا معذرت کے الفاظ کہنا ایک اور کمینگی ہو گی۔ کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی سوائے اس کے کہ میں نے پہلی بار بھی جھوٹ بولا تھا اور دوسری بار بھی۔ میں خاموشی سے یہاں سے جا سکتی تھی، تمہیں کوئی خط نہ لکھتی، کوئی معذرت نہ کرتی۔ لیکن میرے ضمیر نے یہ بات گوارہ نہ کی۔ صرف ایک بات میں تمہیں ضرور بتانا چاہتی ہوں کہ ہوں میں مصیبت زدہ۔

میں نے اپنی حقیقی کہانی تمہیں نہیں بتائی۔ ابھی تک نہیں بتائی۔ لیکن میری کہانی ایسی ہی ہے کہ میں کسی کو بتا بھی نہیں سکتی۔ ٹھیک ہے، بلاشبہ! تم ایک اچھے انسان ہو۔ لیکن دنیا پر سے میرا بھروسہ اُٹھ گیا ہے۔ میں کسی بھی شخص پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔ اور مجھے معاف کرنا! میں نے تمہیں بھی اس قابل نہیں سمجھا۔

جتنا وقت تم نے میرے ساتھ گزارا ہے اور میرے لئے جو کچھ کیا ہے، اس کے لئے میں تا زندگی تمہاری مشکور رہوں گی۔ اور مسٹر مائیکل! اگر زندگی میں کوئی موقع ملا جس کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ اگر میں نے کبھی اپنی حیثیت حاصل کر لینے کے بعد تمہیں پایا تو میں تمہاری اس محبت کا ہر قیمت پر صلہ دُوں گی۔ کاش! میں تم جیسے بہترین شخص کو اپنی زندگی کا ساتھی منتخب کر لیتی۔ لیکن افسوس! یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے۔ تم شاید اس کہانی کو ایک اور جھوٹی کہانی سمجھو۔ لیکن میں تمہیں سچ بتانے کے لئے کبھی نہیں آؤں گی...... خدا حافظ۔

سونیا یا جوزیفائن یا......

خط پڑھ کر میں نے گہری سانس لی اور پرچے کے پرزے پرزے کر کے اُسے ایک طرف اُچھال دیا۔ مجھے اُس لڑکی سے بے پناہ نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ میں جوتوں سمیت پلنگ پر جا پڑا اور اُس کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ میری کیفیت کیا تھی؟ نہ تو میں اُسے چاہنے لگا تھا اور نہ ہی اُس سے نفرت کرنے لگا تھا۔ میرے اندر بیزاری کا وہ احساس بھی نہیں تھا جو تھوڑی دیر پہلے اُجاگر ہوا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا، ظاہر ہے محض وقت گزاری تھی۔ اس میں نہ تو میرا کچھ خرچ ہوا اور نہ ہی ملا۔ سو مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ البتہ اُس بیوقوف لڑکی نے اس انداز میں مجھے بیوقوف بنایا تھا، وہ ایک شرم ناک بات ضرور تھی اور میں اُسے پاتا تو اُسے سزا دیئے بغیر نہ رہتا۔ لیکن بہرصورت! اب اُس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ یہاں تک آیا ہوں تو اب اپنے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔ اچھا ہوا، میں تو خود اسے اپنی زندگی سے نکال دینا چاہتا تھا۔ بلاوجہ میرے راستے میں آ پڑی تھی۔

میں اُسے کیا دیتا؟ اگر وہ صحیح بھی ہوتی اور اُس کی کہانی ٹھیک بھی ہوتی، تب بھی، بہرحال
میرے لئے تو ایک مصیبت ہی تھی۔ انسانی حیثیت سے میں اُسے قطعی طور پر نظرانداز نہیں
سکتا تھا۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا۔

چنانچہ اب اگر وہ میری زندگی سے اس طرح نکل گئی اور اپنے ایک جھوٹ کے سہارے
میرے اُوپر اُس کو سنبھالنے کا کوئی فرض عائد نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی وہ میرے راستے میں
کی کوشش کرے گی۔ اور پھر میں نے اُس کی طرف سے اپنا ذہن جھٹک دیا۔ خواہ مخواہ
مصیبتیں گلے ڈال لیتا ہوں اور پریشان ہوتا ہوں۔

میری تو اپنی زندگی ہی دوسری ہے۔ اور مجھے اپنے بارے میں سوچنا ہے۔ اور اس
لئے میں کسی کا دست نگر تو نہیں تھا۔ چنانچہ ذہن سے سارے خیالات کو جھٹکنے کے بعد
نے ویٹر کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ اور جب ویٹر آ گیا تو اُس سے وہسکی طلب کی۔ میں
چاہتا تھا۔ خواہ مخواہ میرا ذہن پراگندہ ہو رہا تھا۔ اول تو گھر کے حالات سے ہی خاصی
میں مبتلا تھا۔ دوسری یہ مصیبت جو گلے پڑ گئی تھی۔ دونوں واقعات کو مٹانا چاہتا تھا۔

چنانچہ ویٹر، وہسکی کی بوتل لے آیا اور میں نے پانی ملائے بغیر شراب پینی شروع کر
کئی پیگ لینے کے بعد میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ اور اب میں سو جانا چاہتا تھا
اور پرسکون نیند......

چنانچہ میں نے بمشکل تمام لباس تبدیل کیا، یہ تمام کپڑے بھی اُسی پاگل لڑکی نے میرے
لئے خریدے تھے۔ لیکن بہرصورت! جذباتی بھی نہیں ہونا چاہتا تھا کہ اُن کپڑوں کو جلا کر
کر دیتا۔ ایک ضرورت تھی۔ اگر فراہم ہو گئی تھی تو اس میں حرج ہی کیا تھا؟

چنانچہ میں گہری نیند سو گیا۔ دوپہر یونہی گزر گئی تھی۔ چونکہ رات بھر بھی جاگتا رہا تھا
لئے گہری نیند آئی۔ اور اس کے بعد جاگا تو طبیعت بھاری بھاری تھی۔ لیکن غسل کر لینے کے
بعد طبیعت کا بھاری پن ختم ہو گیا۔ اور اس کے بعد میں باہر آ گیا۔

کوپن ہیگن کی شام بھی کہر آلود تھی۔ سڑکوں پر مدھم روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ وہ رونق
گہما گہمی نہیں تھی جو ہونی چاہئے تھی یا جو شام کا خاصا ہوتی ہے۔ بس! لوگ اپنے
کاموں میں مصروف تھے۔ حالانکہ کہر اور دھند تو یہاں ہمیشہ ہی رہتی تھی۔ لیکن بعض
کافی رونق ہو جایا کرتی تھی۔

میں اپنے ہوٹل سے باہر آ گیا۔ کہر کی مناسبت سے سردی بھی تھی۔ لیکن میں جو

ہوئے تھا، خاصا گرم تھا۔ ذہن میں کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ اس لئے میں پیدل ہی چل
پڑا۔ چوڑے فٹ پاتھ پر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا جا رہا تھا۔ راستے میں بہت سارے لوگ نظر
آئے، اپنے اپنے کاموں میں مصروف...... کبھی کبھی کوئی ایسی لڑکی بھی نظر آ جاتی تھی جسے
کاروباری کہا جا سکتا تھا۔ یوں بھی ڈنمارک کے اس شہر میں کاروباری لڑکیاں ضرورت سے
زیادہ نظر آتی تھیں۔

ٹاؤن ہال میں بھی کئی شکاریں عورتیں، شکار کی تلاش میں کھڑی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے
سوچا، کیوں نہ اُلجھنوں کی یہ رات کسی خوشگوار تاثر کے ساتھ گزاری جائے۔ چنانچہ میں نے
اُن کا جائزہ لیا اور پھر ایک سرخ بالوں والی لڑکی کی طرف اُنگلی سے اشارہ کیا۔ دوسرے لمحے
سرخ بالوں والی لڑکی میرے نزدیک تھی۔ اُس نے بڑی شناسائی کے انداز میں مجھے سلام کیا
اور میں نے گردن ہلا دی۔

"کیا تمہاری یہ شام خالی ہے......؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"خالی نہ بھی ہو تو تم جیسے حسین نوجوان کے لئے ہر مصروفیت ترک کی جا سکتی ہے۔"
لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"اس عزت افزائی کا شکریہ۔ آؤ!" میں نے کہا اور وہ پالتو کتیا کی مانند میرے ساتھ چل
پڑی۔

"کار نہیں ہے تمہارے پاس......؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں...... مقامی نہیں ہوں۔"

"اوہ...... سیاح ہو؟" وہ مسکرائی۔

"ہاں......!" میں نے جواب دیا۔

"قیام کہاں ہے......؟"

"عمدہ جگہ ہے...... فکر مت کرو۔"

"تم جیسے نوجوان کے ساتھ زندگی کی ہر فکر سے بے نیاز ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔ وہ
سامنے فیونز ہے۔ کیا ہم لوگ کچھ دیر وہاں نہ بیٹھیں گے؟" اُس نے ایک بار کی طرف
اشارہ کیا۔ کوئی حرج نہیں تھا۔ لیکن فوری طور پر اختلاف کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔ ذہن میں
بغاوت سی اُبھر رہی تھی۔

"نہیں...... ہم وہاں نہیں بیٹھیں گے۔" میں نے جواب دیا اور لڑکی نے چونک کر میری

دیکھا۔ پھر شانے ہلا کر کہنے لگی۔
''جیسی تمہاری مرضی۔ کیا میں ٹیکسی روکوں؟''
''تھوڑی دُور پیدل چلنے کی زحمت نہیں کر سکتیں؟'' میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔
لڑکی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اُسے شاید میری بدمزاجی پر تعجب ہوا تھا۔ عورتوں کے شکاری یا عورتوں کے رسیا مجھ جیسے تو نہیں ہوتے تھے۔ وہ تو ان کی دلجوئی کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ یہ کیسا گاہک ہے جس کے مزاج ہی نہیں ملتے؟ اُس نے سوچا ہوگا۔ لیکن اپنے کاروبار سے وہ بھی مخلص تھی اور ظاہر ہے، اُس کا واسطہ مجھ جیسے بہت سے احمقوں سے پڑتا گا۔
''غالباً تم پیدل گھومنا چاہتے ہو۔ کبھی کبھی یہ موڈ بھی ہوتا ہے۔ ویسے کیا تم نے کوپن ہیگن کے مشہور مقامات کی سیر کر لی ہے؟''
''یہاں کون سی جگہ مشہور ہے؟ رکھا ہی کیا ہے اس چھوٹے سے شہر میں؟'' میں نے کر کہا اور لڑکی نے ایک بار پھر تعجب سے مجھے دیکھا اور بولی۔
''یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہر جگہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔''
''ہوں......!'' میں نے مختصراً کہا۔ اور وہ میرے ساتھ پیدل گھسٹتی رہی۔ اس دوران مجھے ایک بار بھی اُس کی بے چارگی پر رحم نہیں آیا تھا۔ آخر کب تک صبر کرتی؟ منمناتے ہوئے لہجے میں بولی۔ ڈارلنگ...... میں تھک گئی ہوں۔ اور پھر موسم بھی کچھ زیادہ خوش گوار نہ ہے۔ کوپن ہیگن کی سڑکیں اس وقت زیادہ پر رونق ہوتی ہیں، جب سورج پورے دن چمکنے کے بعد غروب ہوتا ہے۔''
''ہوں......'' میں نے ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو اشارہ کیا اور لڑکی کا چہرہ کھل اُٹھا۔ ٹیکسی رُکتے ہی وہ پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی تھی۔ میں اُس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔ لڑکی مجھ سے چمٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔
''کیا تمہیں سردی نہیں محسوس ہو رہی؟''
''نہیں......!''
''کہاں کے باشندے ہو؟''
''فن لینڈ کا......!'' میں نے جواب دیا۔
''تبھی اتنے خوبصورت ہو۔ فن لینڈ کے لوگوں کے بارے میں، میں نے یہی سنا ہے

وہ کافی تندرست اور حسین ہوتے ہیں۔ ویسے مجھے تعجب ہے، تم نے بار میں بیٹھنا پسند نہیں کیا۔''
''ہاں...... اس کی ایک وجہ ہے۔''
''کیا......؟''
''میں بار سے تمہیں لاد کر نہیں لا سکتا تھا۔ بار میں بیٹھنے کے بعد تم عورتیں اپنی گنجائش بھول جاتی ہو اور اتنی بھول جاتی ہو کہ مصیبت بن جاتی ہو۔ میں اُنہیں برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔
اُس کے حلق سے ایک سسکی سی نکل گئی۔ ''سب لوگ یکساں نہیں ہوتے جناب! ممکن ہے، آپ کا واسطہ یہاں ایسی لڑکیوں سے پڑا ہو۔ میں ایسی نہیں ہوں۔'' اُس نے کسی قدر اُداس لہجے میں کہا۔
''ہونہہ......!'' میں نے نفرت سے ہنکارا بھرا اور وہ خاموش ہو گئی۔ پھر راستہ خاموشی سے طے ہوا اور میں اپنے ہوٹل پہنچ گیا۔ لڑکی میرے ساتھ میرے کمرے میں آ گئی۔ میں نے اُسے غور سے دیکھا۔ اُس کے چہرے پر اُداسی تھی۔ ایک لمحے کے لئے مجھے افسوس ہوا۔ بلاوجہ میں نے اُسے ذلیل کر دیا تھا۔ حالانکہ اُس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ لیکن یہ احساس صرف ایک لمحے کے لئے جاگا تھا۔ دوسرے لمحے میری آنکھوں میں جوزیفائن کی شکل گھوم گئی۔
ناقابلِ اعتبار، ہر لحاظ سے، ہر رنگ میں۔ میں نے نفرت سے سوچا اور بیرے کو بلانے کے لئے بیل بجا دی۔ بیرا آ گیا تو میں نے اُسے کئی قسم کی شرابوں کا آرڈر دے دیا اور وہ باہر چلا گیا۔ میں نے لباس نکالا اور باتھ رُوم کی طرف چلا گیا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد میں باہر آیا تو بیرا، شراب رکھ کر جا چکا تھا۔ لڑکی ایک کرسی پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑا اور وہ جلدی سے اُٹھ گئی۔ تب میں نے اُسے اُس میز کے سامنے لا بٹھایا جہاں شراب سجی ہوئی تھی۔ ''پیو...... جتنی پی سکتی ہو۔''
''ایک بار پھر عرض کر رہی ہوں جناب! میں اُن لڑکیوں سے مختلف ہوں جنہوں نے آپ کو پریشان کیا ہے۔ میں پینے کی خواہش مند بھی نہیں ہوں۔ میں نے صرف اس لئے کہا تھا کہ جو لوگ اس موسم میں یہاں آتے ہیں، وہ پینا پسند کرتے ہیں۔ یوں سمجھیں! کہ میں نے صرف بار کی نشاندہی کی تھی۔ آپ نے میری بات کو غلط سمجھا۔''
''اوہ، پیو! کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے بھی صرف اس لئے منع کیا تھا کہ لڑکیاں شراب

پی کر بدحواس ہو جاتی ہیں اور کسی بدحواس لڑکی کو سنبھالنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔"

"سوری جناب! میں نہیں پی سکتی۔ اور آپ سے ایک درخواست بھی کرنا چاہتی ہوں۔" لڑکی اُداسی سے بولی۔

"ہاں...... کہو، کیا بات ہے؟"

"اگر اس حیثیت سے آپ میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں تو یہ مناسب نہیں ہے۔ اگر میں آپ کی کمپنی کے قابل نہیں ہوں تو مجھے اجازت دے دیں۔"

میں اُس کی شکل دیکھنے لگا۔ اور پھر میں نے محسوس کیا کہ واقعی میں اُس کے ساتھ بہت کرخت ہو گیا ہوں۔ یہ صرف میری ذہنی تھکن تھی جو الفاظ کی شکل میں سامنے آ رہی تھی۔ لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ میں کسی کا غصہ اُس پر اُتار رہا تھا۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا۔ میں نے کرسی گھسیٹی اور اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ تب میں نے اپنے ہاتھ سے دو پیگ بنائے اور ایک اُس کے سامنے رکھ دیا۔ "کیا نام ہے تمہارا......؟"

"پیگی......!" اُس نے جواب دیا۔

"پیگی......! تمہیں میری باتیں بہت بری لگی ہیں نا؟"

"نہیں جناب! ہم تو ہر قسم کے سلوک کی عادی ہوتی ہیں۔ لیکن آپ جیسے شخص کی زبان سے ایسے الفاظ اچھے نہیں لگے۔ میں نے آپ کو دوسروں سے کسی قدر الگ سمجھا تھا۔"

"اوہ، پیگی! کوئی ایسا جملہ نہ کہو جو ذہن کو بھٹکانے کا باعث بنے۔ کیا تم یہ جملے تیسرے شخص سے نہیں کہتیں؟"

"نہیں جناب...... میرا خیال ہے، آپ نے گنتی میں غلطی کی ہے۔ اگر ہم ہر تیسرے شخص سے کہیں تو باقی دو افراد جنہیں آپ نے درمیان سے چھوڑ دیا ہے، ہمارے پاس سے خوش ہو کر نہیں جا سکتے۔" پیگی نے مسکرا کر جواب دیا اور میں چونک کر اُس کی شکل دیکھنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"گڈ...... یقین کرو! تمہاری اس بات نے مجھے کافی خوش کر دیا ہے۔ دراصل پیگی! مجھے جھوٹ بولنے والوں سے سخت نفرت ہے۔ لڑکیاں ایسے ایسے جھوٹ بولتی ہیں جو کسی طور ذہن سے نہیں اُترتے۔" میں نے کہا۔ "بہرحال! جام اُٹھاؤ۔ میں تمہارے اِن الفاظ سے خوش ہوں۔"

اور پیگی نے شانے سکوڑ کر جام اُٹھا لیا۔ اُس کے چہرے پر اب بھی مسکراہٹ کی کوئی رمق

نمودار نہیں ہوئی تھی۔ ہم دونوں نے جام ٹکرائے اور پیگی نے خاموشی سے شراب کے چھوٹے چھوٹے سِپ لینا شروع کر دیئے۔

پھر میں نے اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "ہاں پیگی! تم ہر شخص سے یہ جملے کہتی ہو جو تم نے مجھ سے کہے ہیں؟"

"ظاہر ہے جناب! ہمارا پیشہ ہی یہی ہے۔ ہر شخص خود کو سپر مین سمجھنے کا عادی ہوتا ہے۔ اور اگر ہم اُس کو اُس کی حد تک نہ پہنچائیں تو وہ ہم سے خوش نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کی ذہنی کیفیت نہیں سمجھ سکی۔ ورنہ میں آپ سے بھی اسی قسم کی باتیں کرتی جو آپ کو پسند آتیں۔ لیکن تھوڑی دیر اور برداشت کر لیں جناب! اس کے بعد میں آپ کی ذہنی کیفیت سے واقف ہو جاؤں گی تو آپ کی مرضی کے مطابق گفتگو کروں گی۔ ظاہر ہے، مجھے آپ کی جیب سے معاوضہ وصول کرنا ہے۔"

"اوہ، پیگی...... پیگی! اتنی تلخ گفتگو نہ کرو۔"

"یہ گفتگو تلخ نہیں ہے جناب! اس سے پہلے آپ میرے بارے میں بہت سی باتیں کر رہے تھے۔ میں بھی بہت سے لوگوں کا تجربہ رکھتی ہوں۔ یوں سمجھ لیں! کہ آپ عورتوں کی دنیا میں اجنبی نہیں ہیں اور میں مردوں کی دنیا میں۔ جتنا تجربہ آپ کو عورتوں کے بارے میں ہے، اتنا تجربہ مجھے مردوں کے بارے میں ہے۔ کیا یہ بات صاف گوئی پر مبنی نہیں ہے؟"

"یقیناً...... یقیناً۔"

"آپ میری زندگی کے پہلے مرد تو نہیں ہیں۔ جس جگہ سے آپ نے مجھے اُٹھایا ہے، وہ جگہ پروفیشنل لڑکیوں کی ہے۔ چنانچہ باقی باتیں آپ کو خود ہی سوچ لینی چاہئیں۔"

"اوہ، ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے پیگی! پلیز...... اس موضوع کو ختم کر دو۔"

"بہت بہتر جناب!" پیگی نے سعادت مندی سے کہا۔ لیکن اس سعادت مندی میں بھی ایک طنز پوشیدہ تھا۔

میں نے شراب کے کئی جام پیئے...... پھر اپنا جام رکھ دیا۔ "تمہارے لئے اور بناؤں؟"

"جی نہیں...... ورنہ پھر آپ مجھے بدحواس عورتوں میں شمار کریں گے۔" پیگی نے جواب دیا۔

مجھے احساس تھا کہ میں نے اُس سے کافی تلخ گفتگو کی ہے۔ اس کے جواب میں اگر وہ اس قسم کی گفتگو کر رہی ہے تو وہ بھی حق بجانب ہے۔ اس کے بعد اُس نے شراب کو ہاتھ نہیں

لگایا۔ میں بھی اس سے زیادہ نہیں پینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے پیگی سے اُٹھنے کے لئے
اور تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے ساتھ بستر پر تھی......

لیکن اس کے بعد میں پیگی کو کسی طور تعاون پر آمادہ نہیں کر سکا۔ اُس کا عدم تعاون یہ
کہ وہ پورے طور سے میرے احکامات کی تعمیل کر رہی تھی۔ لیکن خالص کاروباری انداز میں
اُس میں خود اُس کی کوئی کاوش یا پسند شامل نہیں تھی۔

علی الصبح اُس نے جانے کی اجازت مانگی۔

''بہت جلدی ہے پیگی......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں جناب! اگر آپ حکم دیں تو پورا دن رُکنے کے لئے تیار ہوں۔ میں تو صر
اس لئے جا رہی تھی کہ کہیں دوسری لڑکیاں ناشتے کے لئے بھی نہ رُک جاتی ہوں۔ ا
آپ......''

''پیگی پلیز......! بس کرو۔ رات کو میری ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ ایک حادثے
مجھے پریشان کر دیا تھا'' میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ''میرا خیال ہے، میں نے تم سے کافی
گفتگو کی تھی۔''

''کوئی بات نہیں جناب! لوگ تو ہمارے ساتھ بہت کچھ کرتے ہیں۔ لیکن ہم بہرصورت
اُن سے تعاون کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا پیشہ ہی تعاون کا ہے۔'' پیگی نے پھیکے انداز
مسکراتے ہوئے کہا اور میں اُسے گھورنے لگا۔ مجھے اُس پر غصہ آنے لگا تھا۔ اب ظاہر
میں اُس کی خوشامد تو کر نہیں سکتا تھا۔ چند ساعت میں اُسے دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے سو
جاتی ہے تو جہنم میں جائے۔ مجھے اُس سے کیا لینا ہے؟ تب میں نے اپنے پرس سے کچھ نو
کھینچے۔ میں نے جائزہ بھی نہیں لیا تھا کہ کتنی رقم ہے۔ بس! میں نے نوٹ اُس کی طرف بڑ
دیئے اور پیگی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے سادگی سے ہاتھ بڑھایا اور ا
سے نوٹوں میں سے صرف ایک نوٹ لے لیا۔ ''یہ نوٹ پیگی کا ہم وزن ہے جناب! ا
سارا وجود اس سے بہ آسانی خریدا جا سکتا ہے۔ جسم، دل، دماغ، ضمیر، جذبات...... سا
چیزوں کی خریداری کے لئے یہ رقم کافی ہے۔ اور میں ایک ایماندار دُکاندار کی حیثیت
مال کی صحیح قیمت وصول کرنے کی عادی ہوں۔ آپ کا شکریہ۔ خدا حافظ!''

وہ آگے بڑھی اور مُڑ کر دیکھے بغیر دروازے سے باہر چلی گئی۔

☆......☆......☆

پیگی چلی گئی لیکن میرے ذہن پر ہلکی سی ضرب پڑی تھی۔ میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔
ذہن، آزادی کا طلب گار تھا۔ ایک بار خواہش جاگی تھی کہ باہر جا کر پیگی کو روکوں۔ اُس کے
ساتھ ہونے والی زیادتی کا ازالہ کروں اور اُس سے کہوں کہ وہ دل میں کدورت لے کر
میرے پاس سے نہ جائے۔ پورا دن میرے ساتھ گزارے۔ تنہائی سے اُلجھن ہوگی مجھے......

لیکن پھر نفرت سی اُبھر آئی۔ جوزیفائن یاد آگئی تھی۔ اور پہلی بار میں نے اپنے ذہن کو
ٹٹولا۔ یہ سب کیا ہے۔ میں اس سے نفرت کیوں کر رہا ہوں۔ میرا اس سے کیا واسطہ تھا؟
حادثے کے تحت ملی تھی، چلی گئی۔ اُس نے مجھے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا۔ صرف جھوٹ بولا
تھا۔ اپنی ضرورت کے تحت، چلی گئی۔ ٹھیک کیا، میرے ساتھ رہتی تو کچھ ذمہ داریاں ہی قبول
کرنا پڑتیں۔

وہاں ایک تجربہ ہو گیا تھا۔ یوں تو سیکرٹ پیلس کی تربیت میں دنیا کی ہر چیز کے بارے
میں بڑے نفسیاتی طریقے سے بتایا جاتا تھا۔ عورت کے بارے میں بھی کچھ سبق تھے۔ لیکن
اس وقت اُن باتوں پر توجہ ہی نہیں دی تھی۔ عورت کو کوئی چیز ہی نہیں سمجھا تھا۔ اب اتنا اندازہ
ضرور ہو گیا تھا کہ عورت، مقناطیس کی کیفیت رکھتی ہے۔ اور یہ وہ شے ہے کہ عملی زندگی میں
قدم قدم پر اس سے واسطہ پڑتا ہے اور اس کا فریب، سب سے گہرا فریب ہوتا ہے۔ چنانچہ
اسے ایک بڑا مقام دینا پڑے گا۔ اس کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس سے
مکمل طور پر ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ ورنہ نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔

چنانچہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جوزیفائن کو ذہن سے کھرچ دینا ضروری ہے۔ اور اس فیصلے
کے بعد وہ اضمحلال کم ہو گیا۔ اب مجھے اپنے کام کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔ اور میں
سوچنے لگا کہ کچھ کروں۔ لیکن کیا؟ چھوٹے موٹے کام سینکڑوں تھے۔ جب چاہتا، کر سکتا تھا۔
دولت کی کوئی کمی نہیں تھی۔ لیکن جرائم صرف دولت کے لئے تو نہیں کئے جاتے۔ اپنی انا کی
تسکین بھی تو ضروری ہے۔ ہاں! دولت بھی ہاتھ آتی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ دولت کا

حصول بھی تو ضروری ہے۔

گو، میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ میں اُن لوگوں سے انتقام
چکا تھا جو میرے وقار کے قاتل تھے اور جنہوں نے میری شرافت اور نجابت چھین لی تھی۔
باپ ہے، ماں ہے۔ کتنے ہی مر چکے ہوں، اولاد کو تو نہ بھول سکیں گے۔ میری یاد اُن کے
کے دل میں کچوکے لگاتی رہے گی۔ سوچتے رہیں گے کہ نہ جانے یہ سب کچھ کیا تھا؟ اور جب
تک زندہ رہیں گے، سوچتے رہیں گے، تڑپتے رہے ہیں۔ زندگی کا کوئی لطف اُٹھائیں گے
میں یاد آؤں گا، میرے مرہون منت رہیں گے۔ چنانچہ میں نے یہ باب بند کر دیا تھا۔ اب
زندگی کا نیا باب شروع کرنا ہے۔ نیا باب، کئی کہانیاں جنہیں دلچسپ و دلکش رنگ دینا
کام ہے۔ میں ایسے جرائم کروں گا جو ذہانت اور نکارکردگی کی مثال ہوں گے۔ ان کا مقصد
صرف دولت کا حصول نہیں ہو گا بلکہ اپنی حیثیت منوانا بھی ہو گا۔ اور میں اپنے اندر یہ
صلاحیت پاتا تھا، یہ جرات پاتا تھا۔ میں پوری دنیا سے اپنا لوہا منوا سکتا تھا۔

نہ جانے کب تک اسی طرح لیٹا خیالات میں گم رہا۔ عورت کے بارے میں جو فیصلے کئے
تھے، اُنہوں نے مطمئن کر دیا تھا۔ اور اب جوزیفائن کی یاد ایک کسک نہ رہی تھی۔ اُس کے
خریدے ہوئے لباس، اُس کی باتیں یاد دلا دیتے تھے۔ بہرحال! ساری باتیں فضول تھیں۔

لیٹے لیٹے تھک گیا تھا۔ سوچا باہر نکلوں، دنیا دیکھوں۔ ڈنمارک پریوں کا شہر اور یہ پریاں
بہ آسانی حاصل ہو سکتی تھیں۔ کیا ضروری ہے کہ وہ پیگی ہو؟ قدم قدم پر پیگی موجود ہے۔
عورت ہر حال میں عورت ہے...... صرف عورت۔ جو کتنی ہی معصوم صورت ہو، بہرحال
فریب دے گی۔ پھر کیوں نہ اسے فریب دیا جائے۔ ہر رات ایک نیا فریب......

لباس تبدیل کیا، بال سنوارے اور باہر نکل آیا۔ باہر کی دنیا دل فریب تھی۔ پوری دنیا دل
فریب تھی۔ میں اس ماحول میں گم ہو گیا۔ ڈنمارک کے خوبصورت گلی کوچے۔ ان گلی کوچوں
میں کوندتی ہوئی بجلیاں۔ میں مسکراتا ہوا اُن کے درمیان سے گزرتا رہا۔ آج سورج چمک رہا
تھا اور بازاروں میں خوب رونق تھی۔

کافی دیر تک میں چہل قدمی کرتا رہا۔ اور پھر ایک ریستوران میں داخل ہو گیا۔
ریستوران میں بیٹھ کر میں نے کھانے کے لئے کچھ چیزیں منگوائیں اور کافی دیر تک ان سے
شغل کرتا رہا۔ پھر ریستوران سے بھی نکل آیا۔ تب ایک بازار سے گزرتے ہوئے میں نے
سوچا، ڈنمارک کو بھی چھوڑ کر یہاں سے آگے بڑھا جائے۔ اور اس کے بعد کوئی کام شروع کر

دیا جائے۔ کوئی بھی کام، جس کے ذریعے دولت بھی ہاتھ آئے اور ذہن بھی بٹے...... حالانکہ
میرے پاس ابھی کافی رقم تھی۔ اگر رات کسی جوئے خانے میں گزاری جائے تو صبح کو اتنی
دولت ہو گی کہ کافی دن تک ضرورت نہ پیش آئے۔ میرا کھیل اتنا ہی پر اعتماد تھا۔ لیکن ابھی
اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ابھی تو بہت کچھ تھا۔ جب ضرورت ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ لیکن
باقی وقت کس طرح گزارا جائے؟

توالی پارک سے گزر کر میں اسٹروگیٹ پہنچ گیا۔ کوپن ہیگن کا سب سے بڑا مرکز خرید و
فروخت۔ جس کی رونق قابل دید تھی۔ اس سے تھوڑا سا آگے بڑھ کر سینما، شبینہ کلب اور قہوہ
خانے۔ سب کا کاروبار شروع ہو گیا تھا۔

موجودہ ڈنمارک، یورپ میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ جنس کی آزادی پوری دنیا میں سب
سے زیادہ ہے۔ بلیو فلمیں کھلے عام سینماؤں میں چلتی ہیں اور ان فلموں کو دیکھنے والے عموماً
اہل ڈنمارک نہیں ہوتے۔ بلکہ سینماؤں کی قطاروں میں سویڈش، جرمن اور امریکی ہی زیادہ
نظر آتے ہیں۔ یہاں یہ ایک نہایت منافع بخش کاروبار شمار ہوتا ہے۔ ان فلموں کے علاوہ
کتابیں، رسائل اور دوسرے لوازمات بھی تیار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں جنسی میلے بھی
منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اُس وقت کا ڈنمارک اس قدر بے راہ رو نہیں تھا۔ یہاں یورپ
کے دوسرے شہروں کی بہ نسبت آزادی زیادہ تھی۔ لیکن بے راہ روی اس قدر عام نہیں تھی کہ
دوسرے ممالک کے آنے والوں کو عجیب محسوس ہو۔

فن لینڈ میں، میں نے بھی دوسرے نوجوانوں کی طرح ڈنمارک کے رنگین قصے سنے
تھے۔ اور دو ایک بار میرے ذہن میں اس چھوٹے سے ملک کو دیکھنے کا خیال آیا تھا۔ لیکن یہ
اس وقت کی بات ہے جب ڈنمارک میرے لئے بہت دُور کی چیز تھا۔ آج کی بات دوسری
تھی۔ چنانچہ آج ڈنمارک کے اس عظیم شہر میں میرے لئے کوئی خاص دلکشی نہیں تھی اور میں
اس کے گلی کوچوں میں کافی بد دل پھر رہا تھا۔

ایک جگہ کافی رش تھا۔ میں رُک گیا۔ ایک عمارت تھی۔ جس کے دروازے پر کیپ یارن
لکھا ہوا تھا۔ یہاں کچھ تصاویر آویزاں تھیں۔ میں نے بھی ان تصاویر کو دیکھنے کی کوشش کی اور
اسی وقت مجھے عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

''فضول...... بالکل بیکار۔ میری رائے ہے نوجوان! یہاں وقت نہ ضائع کرو۔ بہتر ہے،
رات کی پرسکون نیند اپناؤ۔''

میں نے گھوم کر دیکھا۔ ایک بوڑھا لیکن توانا شخص میرے عقب میں کھڑا تھا۔ بڑا مقدس اور پروقار چہرہ تھا۔ خاصا متاثر کرنے والا چہرہ...... وہ مجھ سے ہی مخاطب تھا۔ میں بھی اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''میں نہیں سمجھا محترم......؟'' میں نے کہا۔

''اگر یہ جگہ چھوڑنا پسند کرو تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کروں۔ بولو! کیا تم بھی دوسرے لوگوں کی طرح مجھے نظرانداز کر دو گے......؟ میرا مذاق اُڑاؤ گے؟''

''نہیں......!'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''تو آؤ...... میرے ساتھ آؤ! میں تمہیں کسی عمدہ سی جگہ بیٹھ کر قہوہ پلاؤں گا اور اپنا مافی الضمیر بھی کہوں گا۔'' توانا بوڑھے نے میرا بازو پکڑ لیا اور میں خاموشی سے اُس کے ساتھ چل پڑا۔ بوڑھا مجھے ایک قہوہ خانے میں لے آیا۔ ایک میز کے گرد بیٹھنے کے بعد اُس نے قہوے کے لئے کہا، پھر بولا۔ ''یہ عمارت بگڑے ہوئے ذہنوں کو سکون نہیں دیتی۔ بلکہ انہیں اور انتشار میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور منتشر ذہن دنیا کی سب سے خطرناک چیز ہوتے ہیں۔''

''میں اس عمارت کے بارے میں نہیں جانتا۔'' میں نے کہا۔

''اوہ...... تو تم جان بوجھ کر یہاں نہیں گئے تھے؟''

''نہیں...... بس! اتفاقیہ طور پر رُک گیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب پھر ٹھیک ہے۔ ممکن تھا، برہنہ تصاویر کی کشش تمہیں بھی اندر لے جاتی۔ میرے بچے! سکون کی تلاش اکثر غلط راستوں تک لے جاتی ہے۔ میں تمہیں سکون کی وادیوں کا راستہ بتاؤں گا۔''

''تم کون ہو......؟'' میں نے قہوے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''فرنانڈس...... میں تاسترپ کے گرجے میں درس دیتا ہوں۔ اس کے احکامات بیان کرتا ہوں۔'' بوڑھے نے جواب دیا۔ گویا وہ پادری تھا۔ اس کے بعد میں خاموشی سے قہوے کے گھونٹ لیتا رہا۔

فادر فرنانڈس بھی چند ساعت خاموشی سے قہوے کے گھونٹ لیتے رہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہاں چکر میں آ پھنسا؟ اب فادر فرنانڈس اخلاقیات پر بور کریں گے۔ اور ظاہر ہے، یہ میری لائن کی باتیں نہیں تھیں۔ تاہم پادری تھے۔ مجبوراً خاموش رہنا پڑا تھا۔

''سکون......'' فادر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ لیکن اسی وقت میں نے ہاتھ اٹھا کر

انہیں روک دیا اور جلدی سے بولا۔

''اس سے قبل میرے کچھ سوالات کا جواب دے دیں فادر!''

''ضرور میرے بچے!'' فادر مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولے۔

''آپ اُدھر کیسے آ نکلے تھے؟''

''میں...... جہاں سے بھی گزرو، نیکیوں کا سبق دے سکتے ہو، دے دو۔ میں اپنے چھوٹے سے قصبے سے یہاں آیا تھا۔ ایک کام تھا۔ صبح واپس جانے کا ارادہ ہے۔ اِدھر سے گزرا تو بدی کا ہجوم دیکھا اور رُک گیا۔ لوگوں سے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ لیکن کسی نے توجہ نہیں دی۔ بدی ہمیشہ طاقت ور ہوتی ہے۔''

''آپ کا کہنا درست ہے فادر!'' میں نے اپنی پیالی خالی کرتے ہوئے کہا۔ ''اب اس وقت بدی مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں فوراً یہاں سے نکل بھاگوں۔ اور بدی اتنی طاقتور ہے کہ میں اسے شکست نہیں دے سکتا۔'' اس لئے میں اپنی کرسی چھوڑ کر اُٹھ گیا۔

''آہ...... بیٹھو! میری چند باتیں سن لو! اس کے بعد میں تمہیں نہیں روکوں گا۔'' فادر فرنانڈس ہاتھ اُٹھا کر بولے۔

''افسوس فادر......! یہ کمبخت بدی میری گردن پکڑ کر بری طرح گھسیٹ رہی ہے۔ لیکن آپ فکر نہ کریں۔ آپ کا پلایا ہوا قہوہ، میرے بدن میں اُتر گیا ہے اس لئے اب میں اُس عمارت کا رُخ نہیں کروں گا جہاں سے آپ مجھے لائے تھے۔''

اور پھر فادر مجھے آوازیں دیتے رہ گئے لیکن میں وہاں سے نکل بھاگا۔ اس وقت قطعاً ہمت نہیں تھی کہ فادر کے ساتھ بیٹھ کر اُن کی نصیحتیں سنوں۔ واپس اپنے ہوٹل آ گیا تھا اور آج کی رات تنہا تھی۔ پیگی یاد آئی لیکن میں نے بہت جلد اُسے ذہن سے نکال دیا۔ فضول باتوں کو ذہن میں رکھنے سے کیا فائدہ؟ صرف کام کی بات...... جو ابھی ذہن میں نہیں آتی تھی۔ اور جب تک ڈنمارک چھوڑ نہیں دوں گا، آئے گی بھی نہیں۔ نہ جانے کیوں یہ خیال میرے ذہن میں بیٹھ گیا تھا۔

سونے سے تھوڑی دیر قبل میں نے چند فیصلے کئے اور سو گیا۔ زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی آتی رہے تو انسان یکسانیت کا شکار نہیں ہوتا۔ یکسانیت بعض اوقات اضمحلال پیدا کر دیتی ہے اور انسان معطل ہو جاتا ہے۔ وہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو، صحیح فیصلوں سے قاصر رہتا ہے۔ میرے اندر ایک خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ میں خود کو قادر سمجھنے لگا تھا۔ سوچنے لگا تھا کہ زندگی کے

جس راستے پر قدم بڑھاؤں گا، وہاں میرے لئے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ اور یہ بات بہرحال! مناسب نہیں تھی۔

رات کو میں نے فیصلہ کیا تھا کہ ڈنمارک سے سویڈن آبی راستے سے جاؤں گا۔ فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا اور تبدیلی بھی متوقع تھی۔ ہوائی سفر تو آسانی سے ہو سکتا تھا۔ اس طرح تھوڑی سی تبدیلی رہے گی۔ ایک معمولی انسان کی حیثیت سے سفر کی دلچسپیوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ دوسری صبح میں نے ہوٹل چھوڑ دیا اور بندرگاہ پہنچ گیا۔ جہاں سے اسٹیمر بحیرۂ بالٹک عبور کراتے تھے۔

ضروری کارروائی کے بعد میں اسٹیمر پر سوار ہو گیا۔ بہت سے لوگ تھے جن میں زیادہ تعداد ڈینش لوگوں کی تھی۔ وہ بہت سی خرافات لے کر ڈنمارک آتے تھے، جن میں جنسی ضروریات بھی شامل ہوتی تھیں۔ اور پھر اس آبی ذریعہ سے واپس سویڈن چلے جاتے تھے۔
میں بھی عام لوگوں کی طرح اُس بھیڑ سے لطف اندوز ہوتا ہوا بحیرۂ بالٹک عبور کرتا رہا۔ اور پھر مالمو میں داخل ہو گیا۔ مالمو، سویڈن کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن میرا ارادہ سٹاک ہام جانے کا تھا۔ چنانچہ میں سفر کے دوسرے مرحلے کے بارے میں معلومات کی تیاریاں کرنے لگا۔

مالمو کے مرکزی چوک پر کھڑا تھا۔ میرے ہاتھ میں میرا چھوٹا سا سوٹ کیس تھا۔ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کون سی سمت اختیار کروں کہ ایک کار میرے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک بھورے بالوں والا بوڑھا اور ایک سرخ لڑکی، کار میں موجود تھے۔ گڑیوں جیسے نقش و نگار والی لڑکی جو خوب صورت ہونے کے باوجود زیادہ اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ میں چونک کر اُنہیں دیکھنے لگا۔

''لفٹ......؟'' لڑکی نے خوب صورت دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔
''اوہ، ہاں...... شکریہ!'' میں نے جواب دیا۔ ان علاقوں کا طریق سفر یہ بھی تھا۔ گو، بہت کم لوگوں کے پاس کاریں تھیں۔ لیکن لمبے سفر پر لوگ ایک دوسرے کو لفٹ دے دیتے تھے۔ میں کار کے پچھلے حصے میں بیٹھ گیا۔ پھیلے ہوئے منہ والا بوڑھا زیادہ خوش اخلاق نہیں تھا۔ اُس نے رئیس لوگوں کا سا کوٹ پہنا ہوا تھا لیکن اُس کی ساتھی گڑیا بہت ہنس مکھ معلوم ہوتی تھی۔ کار، بوڑھا ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ میرے بیٹھنے کے بعد اُس نے کار آگے بڑھا دی۔
''کہاں جاؤ گے......؟'' خاصی دُور نکلنے کے بعد اُس نے پوچھا۔

''اسٹاک ہام......!'' میں نے جواب دیا۔
''اوہ...... لیکن میں تمہیں صرف یوٹے برگ تک چھوڑ سکتا ہوں۔ میں وہیں جا رہا ہوں۔'' بوڑھے نے بھاری آواز میں کہا۔
''بہت شکریہ! میں وہاں سے اسٹاک ہام چلا جاؤں گا'' میں نے جواب دیا۔ بوڑھے کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہوا۔ نہ جانے اُس نے مجھے لفٹ کیسے دے دی تھی؟ اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی رہی۔ البتہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اُس کے برابر بیٹھی لڑکی، عقب نما میں مجھے جھانک رہی ہے۔ ایک بار مجھ سے نگاہیں ملیں تو وہ آنکھیں بھینچ کر مسکرا دی۔ بوڑھے نے اُس کی یہ حرکت نہیں دیکھی۔ لیکن میں نے بخوبی دیکھا تھا۔ تاہم میں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔
''ہمارا سفر کافی طویل ہے۔ یہ کئی گھنٹے ہم اِس طرح خاموش رہ کر تو نہیں گزار سکیں گے۔ مسٹر! کیا تم اپنا تعارف بھی نہیں کراؤ گے؟'' بے چین لڑکی بالآخر خاموش نہ رہ سکی۔ بوڑھے نے اُس کی آواز پر چونک کر گردن تھوڑی سی موڑی۔
''سفر اتنا طویل بھی نہیں ہے۔ اور تم نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ بک بک کر کے میرے کان نہیں کھاؤ گی۔'' بوڑھے نے سرد لہجے میں کہا۔ اُس نے یہ بھی غور نہیں کیا تھا کہ لڑکی کا تخاطب اُس سے نہیں، مجھ سے تھا۔ اور بہرحال! یہ بداخلاقی تھی۔
میں نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ میرا خیال تھا وہ بھی اس بات کو برا محسوس کرے گی۔ لیکن اُس کا چہرہ بدستور کھلا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے مخصوص انداز میں آنکھیں بھینچ کر کہا۔ ''اسی لئے تو پپا! میں اجنبی کے کان کھانا چاہتی ہوں۔ تاکہ تمہارے کان بچ جائیں گے۔ تم اجازت دو تو میں پچھلی سیٹ پر چلی جاؤں؟'' لڑکی نے پوچھا۔
''خاموش بیٹھی رہو......!'' بداخلاق بوڑھے نے سارا تکلف بالائے طاق رکھ دیا۔ اُس کی آواز میں غراہٹ تھی۔ لیکن لڑکی نے اُس کی بدتمیزی کا بھی کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔ البتہ چند ساعت کے بعد اُس نے منہ پھلا لیا تھا۔ اُس کی آنکھوں کی شرارت آمیز چمک یونہی برقرار تھی۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔
''تب پھر اس بے چارے کو کیوں تکلیف دے رہے ہو پپا؟ گاڑی روک کر اِسے اُتار دو۔'' اور بوڑھا پھر چونک پڑا۔ لیکن اس بار اُس نے گردن نہیں موڑی تھی۔
''کیا بکواس ہے؟'' اُس نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔

''تو اور کیا؟ میں نے اسی لئے تو اسے بٹھانے کی فرمائش کی تھی کہ راستے میں اس سے باتیں کروں گی۔ اگر تم اس سے باتیں نہیں کرنے دیتے تو پھر اسے بٹھانے سے کیا فائدہ؟''

''اوہ، اوہ...... میں کہتا ہوں گریتا! تم خاموش رہو گی۔'' بوڑھا غصیلے لہجے میں بولا۔

''اتنی خاموشی میرے بس کی بات نہیں ہے پپا! کیوں مسٹر...... کیا آدمی اتنا طویل عرصہ تک خاموش رہ سکتا ہے؟'' وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''نہیں......!'' میں نے جواب دیا۔

''مگر پپا کی سمجھ میں نہیں آتا۔'' اُس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''رفتہ رفتہ آ جائے گا۔ ابھی ان کی عمر ہی کیا ہے؟'' میں نے جواب دیا۔ بوڑھے کے ٹائپ کو میں سمجھ رہا تھا۔ اس لئے میں نے تکلف بالائے طاق رکھ دیا۔

''واہ...... پپا کی عمر کے بارے میں تمہارا کیا اندازہ ہے؟ اب وہ اتنے چھوٹے بھی نہیں ہیں کہ اتنی اتنی سی باتیں نہ سمجھیں۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''مسٹر! میں بے تکلفی کو پسند نہیں کرتا۔ براہِ کرم! اپنی حد میں رہنے کی کوشش کرو۔'' بوڑھے نے اس بار مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یہ خرابی ایکسٹرا ہے پپا میں۔ وہ بے تکلفی بھی پسند نہیں کرتے۔'' لڑکی پھٹ سی پڑی۔

''بہت سی خرابیاں معلوم ہوتی ہیں ان میں۔ میرا خیال ہے تم انہیں کسی ورکشاپ میں چھوڑ دو۔'' میں نے سنجیدگی سے لڑکی کو مشورہ دیا۔

''ورکشاپ میں......؟'' لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ لیکن بوڑھے نے جھلائے ہوئے انداز میں کار، سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ اور پھر وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا۔ ''میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں بے تکلفی پسند نہیں کرتا۔'' اُس نے کہا۔

''ہاں...... مجھے یاد ہے۔ یہ بات آپ نے کہی تھی جناب!'' میں نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

''لیکن تم بدتمیزی پر اُتر آئے ہو۔''

''کیا...... میں بدتمیزی پر اُتر آیا ہوں؟'' میں نے رازدارانہ لہجے میں لڑکی سے پوچھا۔

''پتہ نہیں۔ میں تو اندازہ نہیں کر سکی۔'' وہ شانے ہلا کر بولی۔

''سوری مسٹر! براہِ کرم! نیچے اُتر جاؤ۔ میں بدتمیز لوگوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔'' بوڑھے نے نتھنے پھلاتے ہوئے کہا۔

''اوہ، جناب! لیکن اس سنسان جگہ...... یہاں سے میں کہاں جاؤں گا؟'' میں نے مظلومانہ انداز میں کہا۔

''میں نہیں جانتا۔ یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ میں تمہیں برداشت نہیں کر سکتا۔ تم مجھے ورکشاپ بھیج رہے تھے۔'' وہ غرایا۔

''نہیں بھیجوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور لڑکی نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔

''میں کہتا ہوں...... میں کہتا ہوں......'' غصے کی وجہ سے بوڑھے کے الفاظ حلق میں اٹک گئے۔

''پپا! یہ غیر اخلاقی حرکت ہے۔ آخر یہ بے چارے کہاں جائیں گے؟ ابھی تو اپسالا بھی کافی دُور ہے۔'' لڑکی نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''میں...... میں تمہیں اپسالا میں زبردستی اُتار دُوں گا۔ سمجھے؟'' بوڑھے نے کہا اور ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ وہ بری طرح کھول رہا تھا۔

''اگر یہ خاموش بیٹھے رہیں پپا! تب تو آپ ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں کریں گے؟''

''گریتا! میں کہتا ہوں خاموش رہو۔ ورنہ میں تمہیں سخت سزا دُوں گا۔'' بوڑھا ہونٹ بھینچ کر بولا۔ غصہ میں اُس نے کار کی رفتار تیز کر دی۔

''واقعی...... پپا ٹھیک کہتے ہیں مسٹر! ہمیں ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔ کیا ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے سے تعارف حاصل کریں؟ اگر تمہیں معلوم بھی ہو جائے کہ میرا نام گریتا ہے اور میرے پپا کا نام اینڈریو، تو تمہیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟''

''یقیناً...... میں خود بھی خاموش رہنا پسند کرتا ہوں۔ میرے دوست کہتے ہیں کہ مسٹر مائیکل! تم اس قدر خاموش کیوں رہتے ہو؟ اب تم ہی بتاؤ گریتا! میں انہیں کیا جواب دُوں؟''

''جواب دینے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ ٹے برگ کے کانونیٹ میں تو میں بالکل خاموش رہتی ہوں۔ اپنی دوستوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتی ہوں۔ بس! اگر کبھی پپا کے ساتھ سیر کو نکل آتی ہوں تو سفر کے دوران بولنے کو دل چاہتا ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ پپا اسے پسند نہیں کرتے تو ٹھیک ہے۔''

''دورانِ سیاحت میں بھی لوگوں سے زیادہ گفتگو نہیں کرتا۔ اب فائدہ بھی کیا؟ بہت سے ممالک گھوم چکا ہوں۔ سوئڈن میں کسی کو دوست نہیں بناؤں گا۔ اور وہاں سے آگے جانے کے بعد بھی۔''

"ہاں! فائدہ بھی کیا؟ اگر تم بوٹے برگ میں قیام بھی کرو تو اس شہر کا بے پناہ حسن تمہیں یقیناً متاثر کرے گا۔ لیکن اگر تم نے دوست پال لئے تو......"

"تو میں تم دونوں کو جہنم رسید کر دوں گا۔ سمجھے تم لوگ؟" بوڑھا حلق پھاڑ کر چیخا اور اُسے کھانسی آ گئی۔ لڑکی جلدی سے اُس کا شانہ تھپتھپانے لگی۔

"اوہ، پپا...... پپا ڈیئر! کتنی بار کہا ہے کہ اتنی زور سے نہ چیخا کرو۔ ٹھہرو! میں تمہیں تھوڑی سی کافی دیتی ہوں۔ اوہ...... بے چارے پپا۔ نہ جانے کیوں انہیں اتنی شدید کھانسی اُٹھتی ہے۔" لڑکی نے پریشان لہجے میں کہا۔ اور پھر عقبی سیٹ کی طرف جھک گئی۔ "مسٹر مائیکل۔ پلیز! ذرا یہ باسکٹ اُٹھا دیں۔ میں پپا کے لئے شدید پریشان ہوں۔ ایک مرض ہو تو کہوں۔ پپا نے تو امراض کی پوری فہرست بنا لی ہے۔ بے خوابی کے مریض ہیں۔ ہفتوں نیند نہیں آتی۔ نیند لانے والی دواؤں کا مستقل استعمال کرتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

لڑکی نے باسکٹ سے کافی کا تھرماس نکالا اور اس کے ساتھ ہی براؤن رنگ کی ایک شیشی بھی۔ اُس نے تھرماس سے پیالی میں کافی اُنڈیلی اور پھر شیشی کھول کر اُس میں سے چند قطرے، کافی کے پیالی میں ٹپکا دیئے۔ اور پھر پیالی بوڑھے کے ہاتھ میں تھما دی۔

میں نے متحیرانہ انداز میں لڑکی کی اس حرکت کو دیکھا تو لڑکی نے میری طرف دیکھ کر آنکھ ماری اور سنجیدہ ہو گئی۔ پھر اُس نے دودھ کے دو کپ بنائے۔ ایک خود سنبھال لیا اور دوسرا مجھے دے دیا۔ لیکن نہ جانے اُس نے بوڑھے کو کیا دیا تھا؟ بوڑھا اطمینان سے کافی پی رہا تھا۔ باسکٹ واپس رکھتے ہوئے میں نے اُس شیشی کا لیبل پڑھا اور میرا منہ تعجب سے کھل گیا۔ یہ ایک خواب آور دوا تھی جو کافی تیز ہوتی ہے۔ بوڑھا ڈرائیونگ کر رہا تھا اور اگر اُسے جھونک آ جاتی تو ہمارا برا حشر بھی ہو سکتا تھا۔

لیکن لڑکی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اُس نے شانے ہلائے اور کافی پینے لگی۔ یہ شریر سی رس بھری لڑکی مجھے اچھی لگ رہی تھی۔ لیکن ظاہر ہے، قابل حصول نہیں تھی اس لئے میں نے اس بارے میں نہیں سوچا۔ البتہ میں بار بار بوڑھے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اب سٹیئرنگ بہک رہا تھا۔ بوڑھا آنکھیں پھاڑ رہا تھا۔ پھر اُس کی بھرائی ہوئی آواز اُبھری۔

"نہ جانے...... نہ جانے میرے اُوپر نیند کا اس قدر شدید غلبہ کیوں ہو رہا ہے؟"

"تمہیں نیند آ رہی ہے پپا؟" گریتا نے چیخ کر پوچھا۔

"ہاں...... پلکیں جڑی جا رہی ہیں۔" بوڑھے نے گاڑی سڑک کے کنارے کر دی اور پھر اُس نے بریک پر پاؤں رکھ دیا اور گیئر نیوٹرل کر دیا۔ "لیکن یہ ہوا کیا؟" وہ گردن جھٹکتا ہوا بولا۔ اور پھر اُس کا سر آہستہ آہستہ اسٹیئرنگ سے جا ٹکا۔ اب وہ پوری طرح بے خبر ہو گیا تھا۔ رس بھری اپنے مخصوص انداز میں آنکھیں بھینچ کر مسکرائی اور پھر بولی۔

"آؤ! اب پپا کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیں۔"

"لیکن گریتا! تم نے...... تم نے اپنے پپا کو......" میں نے کہا۔

"میں نے جو کچھ کیا ہے، ٹھیک کیا ہے۔ پپا خود بھی بور ہیں اور دوسروں کو بھی بور کرتے ہیں۔ وہ بے حد خشک مزاج انسان ہیں۔ کسی سے دوستی نہیں کرتے۔ لیکن میں دنیا سے کٹ کر نہیں رہ سکتی۔ وہ تمہیں دیکھ کر گاڑی نہیں روک رہے تھے۔ میں نے بڑی مشکل سے انہیں تیار کیا تھا۔"

"اوہ...... گریتا! تمہارا شکریہ۔ لیکن تم نے انہیں بے ہوش کیوں کر دیا؟"

"تم سے باتیں کرنے کے لئے۔ میرا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ تم سے باتیں کروں۔ پپا کی کیفیت تم نے دیکھ ہی لی تھی۔"

"ہوں......" میں نے گردن ہلائی۔ "یہ بے ہوشی کی دوا تمہارے پاس کہاں سے آ گئی؟"

"پپا ہی کی تھی۔ وہ رات کو ایک قطرہ استعمال کرتے ہیں۔ میں نے سوچا دن میں چند قطرے بڑھا دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اب وہ آرام سے سوتے رہیں گے۔"

"اور کار کون ڈرائیو کرے گا؟"

"میں......" اُس نے اطمینان سے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں نے بوڑھے کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ گریتا نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔ اور اُس کے اشارے پر میں اُس کے برابر آ بیٹھا۔ اُس کے بدن سے ایک بھینی بھینی مہک سی اُٹھ رہی تھی جو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ یوں بھی جسمانی طور پر وہ بہت عمدہ تھی۔

"اب ہم لوگ کھل کر گفتگو کر سکتے ہیں۔" اُس نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

"کیا تم اکثر کار ڈرائیو کرتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اکثر۔ لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا؟" اُس نے نگاہیں سامنے جماتے ہوئے کہا

"ہاں! فائدہ بھی کیا؟ اگر تم بوٹے برگ میں قیام بھی کرو تو اس شہر کا بے پناہ حسن تمہیں یقیناً متاثر کرے گا۔ لیکن اگر تم نے دوست پال لئے تو......"

"تو میں تم دونوں کو جہنم رسید کر دوں گا۔ سمجھے تم لوگ؟" بوڑھا حلق پھاڑ کر چیخا اور اُسے کھانسی آ گئی۔ لڑکی جلدی سے اُس کا شانہ تھپتھپانے لگی۔

"اوہ، پپا...... پپا ڈیئر! کتنی بار کہا ہے کہ اتنی زور سے نہ چیخا کرو۔ ٹھہرو! میں تمہیں تھوڑی سی کافی دیتی ہوں۔ اوہ...... بے چارے پپا۔ نہ جانے کیوں انہیں اتنی شدید کھانسی اُٹھتی ہے۔" لڑکی نے پریشان لہجے میں کہا۔ اور پھر عقبی سیٹ کی طرف جھک گئی۔ "مسٹر مائیکل...... پلیز! ذرا یہ باسکٹ اُٹھا دیں۔ میں پپا کے لئے شدید پریشان ہوں۔ ایک مرض ہو تو کہوں۔ پپا نے تو امراض کی پوری فہرست بنا لی ہے۔ بے خوابی کے مریض ہیں۔ ہفتوں نیند نہیں آتی۔ نیند لانے والی دواؤں کا مستقل استعمال کرتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

لڑکی نے باسکٹ سے کافی کا تھرماس نکالا اور اس کے ساتھ ہی براؤن رنگ کی ایک شیشی بھی۔ اُس نے تھرماس سے پیالی میں کافی اُنڈیلی اور پھر شیشی کھول کر اُس میں سے چند قطرے، کافی کے پیالی میں ٹپکا دیئے۔ اور پھر پیالی بوڑھے کے ہاتھ میں تھما دی۔

میں نے متحیرانہ انداز میں لڑکی کی اس حرکت کو دیکھا تو لڑکی نے میری طرف دیکھ کر آنکھ ماری اور سنجیدہ ہو گئی۔ پھر اُس نے دودھ کے دو کپ بنائے۔ ایک خود سنبھال لیا اور دوسرا مجھے دے دیا۔ لیکن نہ جانے اُس نے بوڑھے کو کیا دیا تھا؟ بوڑھا اطمینان سے کافی پی رہا تھا۔

باسکٹ واپس رکھتے ہوئے میں نے اُس شیشی کا لیبل پڑھا اور میرا منہ تعجب سے کھل گیا۔ یہ ایک خواب آور دوا تھی جو کافی تیز ہوتی ہے۔ بوڑھا ڈرائیونگ کر رہا تھا اور اگر اُسے جھونک آ جاتی تو ہمارا برا حشر بھی ہو سکتا تھا۔

لیکن لڑکی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اُس نے شانے ہلائے اور کافی پینے لگی۔ یہ شریر سی رس بھری لڑکی مجھے اچھی لگ رہی تھی۔ لیکن ظاہر ہے، قابل حصول نہیں تھی اس لئے میں نے اس بارے میں نہیں سوچا۔ البتہ میں بار بار بوڑھے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اب سٹیئرنگ بہک رہا تھا۔ بوڑھا آنکھیں پھاڑ رہا تھا۔ پھر اُس کی بھرائی ہوئی آواز اُبھری۔

"نہ جانے...... نہ جانے میرے اُوپر نیند کا اس قدر شدید غلبہ کیوں ہو رہا ہے؟"

"تمہیں نیند آ رہی ہے پپا؟" گریتا نے چیخ کر پوچھا۔

"ہاں...... پلکیں جڑی جا رہی ہیں۔" بوڑھے نے گاڑی سڑک کے کنارے کر دی اور پھر اُس نے بریک پر پاؤں رکھ دیا اور گیئر نیوٹرل کر دیا۔ "لیکن یہ ہوا کیا؟" وہ گردن جھٹکتا ہوا بولا۔ اور پھر اُس کا سر آہستہ آہستہ اسٹیئرنگ سے جا ٹکا۔ اب وہ پوری طرح بے خبر ہو گیا تھا۔

رس بھری اپنے مخصوص انداز میں آنکھیں بھینچ کر مسکرائی اور پھر بولی۔

"آؤ! اب پپا کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیں۔"

"لیکن گریتا! تم نے...... تم نے اپنے پپا کو......" میں نے کہا۔

"میں نے جو کچھ کیا ہے، ٹھیک کیا ہے۔ پپا خود بھی بور ہیں اور دوسروں کو بھی بور کرتے ہیں۔ وہ بے حد خشک مزاج انسان ہیں۔ کسی سے دوستی نہیں کرتے۔ لیکن میں دنیا سے کٹ کر نہیں رہ سکتی۔ وہ تمہیں دیکھ کر گاڑی نہیں روک رہے تھے۔ میں نے بڑی مشکل سے انہیں تیار کیا تھا۔

"اوہ...... گریتا! تمہارا شکریہ۔ لیکن تم نے انہیں بے ہوش کیوں کر دیا؟"

"تم سے باتیں کرنے کے لئے۔ میرا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ تم سے باتیں کروں۔ پپا کی کیفیت تم نے دیکھ ہی لی تھی۔"

"ہوں......" میں نے گردن ہلائی۔ "یہ بے ہوشی کی دوا تمہارے پاس کہاں سے آ گئی؟"

"پپا ہی کی تھی۔ وہ رات کو ایک قطرہ استعمال کرتے ہیں۔ میں نے سوچا دن میں چند قطرے بڑھا دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اب وہ آرام سے سوتے رہیں گے۔"

"اور کار کون ڈرائیو کرے گا؟"

"میں......" اُس نے اطمینان سے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور پھر ہم دونوں نے بوڑھے کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ گریتا نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔ اور اُس کے اشارے پر میں اُس کے برابر آ بیٹھا۔ اُس کے بدن سے ایک بھینی بھینی مہک سی اُٹھ رہی تھی جو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ یوں بھی جسمانی طور پر وہ بہت عمدہ تھی۔

"اب ہم لوگ کھل کر گفتگو کر سکتے ہیں۔" اُس نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

"کیا تم اکثر کار ڈرائیو کرتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اکثر۔ لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا؟" اُس نے نگاہیں سامنے جماتے ہوئے کہا

اور میں اُس کے سرخ رُخساروں کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے ایک نگاہ، قرب و جوار
ڈالی۔ سڑک کے دونوں جانب دیوقامت درخت کھڑے تھے۔ اُنہوں نے اُوپر سے ...
چھپا دیا تھا۔ درختوں کے نیچے گھاس پھونس اور قدرتی جھاڑیوں کی بہتات تھی۔

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہیں رُک کر آرام کریں۔ علاقہ بہت ...
صورت ہے۔''

''اس بات کا تمہارے سوال سے کیا تعلق؟'' لڑکی نے پوچھا۔

''ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''لیکن کیا؟ مجھے سمجھاؤ۔'' گریتا نے کہا۔

''اگر تم ڈرائیونگ نہ جانتی ہوتیں تو گاڑی کہیں کھڑی کر دیتیں اور جب تک تمہارے
نہ جاگتے، سفر نہ شروع کیا جاتا۔ ہم دونوں جی بھر کے باتیں کر سکتے تھے۔'' میں نے ...
سانس لے کر کہا۔

''اوہ...... تو تمہارا دل بھی مجھ سے گفتگو کرنے کو چاہتا ہے۔''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔

''تب بے فکر رہو۔ سفر بہت طویل ہے۔ اور میں سست رفتاری سے ڈرائیونگ کروں گی۔
راستہ بھی سکون سے کٹے گا اور ہم بہت سی باتیں کر لیں گے۔'' لڑکی نے جواب دیا اور میں
نے ایک ٹھنڈی سانس لی...... بن رہی ہے یا سچ مچ گدھی ہے......؟ میں نے سوچا۔

''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور دل ہی دل میں سوچا کہ اگر وہ بن رہی ہے تو میں
بھی کوشش نہیں کروں گا۔ اُس نے حسبِ معمول بچگانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب شروع کرو!''

''کیا......؟''

''باتیں...... اپنے بارے میں بتاؤ۔ اگر سیاح ہو تو بتاؤ! کہاں کہاں سفر کیا؟ کیا کیا
دیکھا؟ کیسے کیسے لوگوں سے ملاقات ہوئی؟ تنہا ہو یا زندگی میں کوئی اور بھی شامل ہے؟ ...
مطلب ہے، کوئی اور......'' اُس نے آنکھ دبائی اور ہنس پڑی۔ میں بغور اُس کا جائزہ لے ...
تھا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''نہیں گریتا! زندگی خالی ہے۔ کوئی اور شامل نہیں ہے اس زندگی میں۔''

''کسی بھی حیثیت سے نہیں......؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں...... کسی بھی حیثیت سے نہیں۔''

''مگر کیوں؟ یقین کرو! خاصے خوبصورت ہو، توانا اور کسے ہوئے بدن کے مالک ہو۔
میرا خیال ہے، لڑکیاں تمہیں نظر انداز نہیں کرتی ہوں گی۔''

''کرتی ہیں، جیسے تم...... اب دیکھو نا! میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ کہیں رُک کر
تھوڑی دیر آرام کریں۔ میری خواہش تھی کہ تنہائی میں تمہارے قریب آنے کی کوشش کروں
گا۔ لیکن تم نے کس خوبصورتی سے ٹال دیا اور بدستور ڈرائیونگ کر رہی ہو۔ بس! اسی طرح
آج تک ہر لڑکی مجھے نظر انداز کرتی رہی ہے۔''

''تب تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ تمہارا انتخاب غلط ہوتا ہے۔''

''کیوں......؟'' میں نے پوچھا۔

''میں ڈیمن سے محبت کرتی ہوں۔ ڈیمن بڑا پیارا نوجوان ہے۔ میں نے اُسے زندگی
بھر کا ساتھی منتخب کر لیا ہے اور اُس سے پوری طرح وفادار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ! تمہاری اِس
پیشکش کو میں کیسے قبول کر سکتی ہوں؟''

''ہاں...... یہ تو ہے۔'' میں نے گردن ہلائی۔ لیکن دل ہی دل میں بور ہو گیا تھا۔ بڑی
عجیب لڑکی ہے۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ کمبخت کے مسکرانے کا انداز بہت غلط
تھا۔ ہر شخص غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔ ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ گاڑی رُکوا کر نیچے اُتر
جاؤں۔ لیکن پھر خود کو سنبھالا۔ یہ تو فضول بات ہے، میں پھر کسی لڑکی کے چکر میں پھنس رہا
ہوں۔ چنانچہ میں لاپرواہ ہو گیا۔ اب میں اُس کو یہ احساس بھی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ
میں نے اُس کے بارے میں اس انداز میں سوچا ہے۔

اچانک درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ایک ریتلا میدان شروع ہو گیا۔ سڑک پر ہوا سے
ریت کی دبیز چادر بچھ گئی تھی اور گاڑی کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ لڑکی اپنے رومان کی داستان
سنا رہی تھی اور میں طوعاً کرہاً اُسے جواب دے رہا تھا۔ اور پھر اچانک میری مشکل حل ہو گئی۔
دُور سے اپسالا کے نشانات نظر آنے لگے تھے۔ میں نے اُن نشانات کو غور سے دیکھا اور پوچھ
بیٹھا۔ ''مس گریتا! کیا یہ اپسالا ہے؟''

''ہاں...... ہم اپسالا پہنچ گئے ہیں۔ اور اب یہاں سے بوٹے برگ کا فاصلہ زیادہ نہیں رہ
گیا ہے۔''

''بہت خوب...... براہِ کرم! آپ گاڑی روک دیں۔'' میں نے کہا۔

''ارے کیوں......؟''

''بس...... میں یہی اُتروں گا۔ میں نے بوٹے برگ جانے کا فیصلہ ترک کر دیا
یہاں سے میں کسی اور ذریعہ سے سٹاک ہام پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

''ارے، ارے...... یہ اچانک تمہیں کیا سوجھی مسٹر مائیکل؟'' وہ متحیرانہ انداز میں بولی

''میں اپنے فیصلے یونہی اچانک بدل دیا کرتا ہوں۔''

''ہرگز نہیں جناب! آپ کو علم ہے، آپ کے لئے میں نے اپنے پپا کو گہری نیند سلا
اور یہ کئی گھنٹے گزرنے سے پہلے ہوش میں نہیں آئیں گے۔ مجھے تنہا بوٹے برگ کا
پڑے گا جو موت کے مترادف ہے۔ میں تنہا سفر نہیں کر سکتی۔ میں آپ کو بوٹے برگ
پہلے نہیں چھوڑ سکتی۔''

''مِس گریتا! مجھے یہاں اُتار دینا آپ کے مفاد میں ہے۔'' میں نے گہری سنجیدگی اخ
کرتے ہوئے کہا۔

''آخر کیوں...... بھلا میرا کیا مفاد ہوگا؟''

''آپ نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔''

''کوئی بہانہ نہیں چلے گا جناب! میں بے وقوف نہیں ہوں۔ وہ ہنس کر بولی۔

''مِس گریتا! میں پوری سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ نہ پوچھیں تو بہتر ہے
میں نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ لہجہ اختیار کیا اور شاید اس بار میرے لہجے کی سنجیدگی
نے اُسے متاثر کیا۔ اُس کا پاؤں ایکسیلیٹر سے ہٹ گیا اور کار کی رفتار سست ہوگئی۔

''بات کیا ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''درحقیقت مِس گریتا! جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں اپنی زندگی میں ایک نا
انسان ہوں۔ خاص طور سے عورت کے معاملے میں۔ یوں تو مجھے بے شمار ناکامیوں
دیکھنا پڑا ہے لیکن میں نے ان کا کوئی اثر نہیں لیا۔ لیکن عورت میرے لئے ایک ز
بیماری بن گئی ہے۔ میں خود اس بیماری سے خوفزدہ رہتا ہوں۔'' میں نے اُلجھے ہوئے لہ
کہا۔

''بیماری......؟'' وہ آہستہ سے بولی۔

''ہاں! عورت کی محبت سے ناکامی نے میرے اندر ایک جنونی کیفیت پیدا کر دی
اول تو میں کسی لڑکی کو اس قابل ہی نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر کوئی لڑکی مجھے پسند آ جائے تو پھر

پھر میرا ذہن اُس کے حصول کے بارے میں سوچنے لگتا ہیں۔ میں اُسے حاصل کرنے کے
لئے پاگل پن کی حدود میں داخل ہو جاتا ہوں۔''

''اوہ......!'' وہ آہستہ سے بولی۔

''اور بہت دیر سے اپنے ذہن کو کنٹرول کر رہا ہوں۔ تمہارے قرب نے میرے ذہن کو
اُلجھا دیا ہے۔ میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔''

''تت...... تو...... تم...... تم میرے بارے میں......''

''میرا دل چاہ، ہا ہے کہ میں تمہیں اسٹیئرنگ سے گھسیٹ لوں اور...... اور......''

''اوہ......'' اُس نے ہلکی سی چیخ کے ساتھ بریک لگا دیئے۔ بوڑھا، پچھلی سیٹ سے
لڑھک کر نیچے آ گیا اور میرا سر ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ ''اُترو...... براہِ کرم! اُتر جاؤ! اپسالا اب
زیادہ دُور نہیں رہ گیا ہے۔ پلیز...... اُتر جاؤ!'' وہ بولی اور میں نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔
پھر میں دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا۔ اور جونہی میں نے نیچے قدم رکھا، لڑکی نے ایک جھٹکے
سے کار آگے بڑھا دی۔ اُس نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اُس کے بے ہوش پپا کا کیا حشر ہوا
ہے؟ ایسی گئی کہ پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔

میں خاموشی سے اُسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں
نے گہری سانس لی۔ درحقیقت میں اُس کی بکواس سے بور ہو گیا تھا۔ بوٹے برگ پہنچنے تک تو
وہ بکواس کر، کر کے مجھے پاگل ہی کر دیتی اس لئے میں نے اُتر جانا مناسب سمجھا۔ ہاں!
دوسری شکل میں معقول بات تھی۔ یعنی اگر وہ بوڑھے کی بے ہوشی سے مجھے بھی فائدہ پہنچا
سکتی، تب تو اُس کے ساتھ بوٹے برگ میں بھی دو چار روز قیام کیا جا سکتا تھا۔

لیکن ایسی شکل میں اُسے برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ چنانچہ اُس سے پیچھا چھڑا لینا
مناسب تھا۔ اور پھر میں اپسالا کی طرف چل پڑا۔ اس شہر کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات
حاصل نہیں تھیں۔ لیکن بہرحال! شہر ہے۔ اتنا معلوم تھا کہ اپسالا، سویڈن کے ثقافتی مراکز میں
سے ایک ہے۔

اپسالا کے نقوش اُبھرتے رہے۔ لیکن سورج کا گولا زمین بوس ہو چکا تھا۔ اس لئے روشنی
تیزی سے غائب ہو رہی تھی۔ ہاں! اپسالا کی رات جگمگانے لگی تھی۔

اور پھر میں روشنیوں کے مرکز سے ابھی کافی دُور تھا کہ مکمل رات ہوگئی۔ لڑکی کی بکواس
سے اتنا اُکتا گیا تھا کہ اُس کے ساتھ اپسالا تک جانا بھی گوارا نہ ہوا۔ جتنی دیر برداشت کیا،

مجبوری تھی۔ بس! اپسالا کی عمارتیں دیکھتے ہی اُسے چھوڑ دینے کو دل چاہتا تھا۔ لیکن اب
احساس ہو رہا تھا کہ جلد بازی ہوئی۔ یہاں تک آیا تھا، تھوڑا سا فاصلہ اور طے کر لیتا تو کیا
حرج نہیں تھا۔

بہر حال! تجربات میں اسی طرح اضافہ ہوتا ہے۔ سیکرٹ پیلس کی تربیت نے مجھے بے
شمار باتیں سکھائی تھیں۔ لیکن تجربات سب سے بڑے معلم ہوتے ہیں۔ عمل ایک الگ حیثیت
رکھتا ہے۔ اس وقت جب انسان کے پاس وسائل نہ ہوں تو جلد بازی بہر حال! نقصان دہ
ہوتی ہے۔ یہ ایک اور سبق تھا۔

آبادی سے کچھ دُور، درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ یہ جھنڈ، اپسالا کے راستے میں ہی
پڑتے تھے۔ بس! سڑک سے تھوڑے سے ہٹے ہوئے تھے۔ شاید کوئی باغ تھا۔ بہر حال
تھوڑی دیر کے بعد میں اُنکے نزدیک پہنچ گیا۔ درختوں کے درمیان ایک چوٹی سی شفاف جھیل
نظر آ رہی تھی۔ منظر کچھ ایسا خوشگوار تھا کہ بے اختیار وہاں رُک جانے کو دل چاہا۔ دن کی
روشنی میں اپسالا کو دیکھا جائے گا۔ یوں بھی رات گزارنی تھی۔ وہاں نہ سہی، یہاں سہی۔ اور
شہر میں شاید اتنا پر فضا مقام دوسرا نہ ہو۔ بس! تھکن سی تھی اور آگے جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی
تھی۔ اس لئے میں نے جھیل کے کنارے ہی ڈیرہ ڈال دیا۔

کھانے پینے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ لیکن جھیل کے کنارے کے درختوں سے سیب کی
مہک اُٹھ رہی تھی۔ گو، غیر اخلاقی بات تھی لیکن مجھ جیسے انسان کے لئے نہیں۔ چنانچہ چند سیب
توڑ لئے اور اُنہیں جھیل کے پانی سے دھو کر کھانے لگا۔ اور پھر جھیل کے کنارے ہی ایک
صاف ستھری جگہ دیکھ کر لیٹ گیا۔ چاند نکل آیا تھا۔ آسمان شفاف تھا اور چاندنی، درختوں
سے چھن کر جھیل کے پانی کو جھلملا رہی تھی۔ اس حسین ماحول میں اگر کوئی شے تکلیف دہ تھی
تو تنہائی۔ اگر کوئی اور اس حسن کا ہم نشیں ہوتا تو یہ منظر دوبالا ہو سکتا تھا۔ میں خاموش لیٹا
جھینگروں اور دوسرے جانوروں کی آوازیں سنتا اور چاند کو دیکھتا رہا۔ پھر کسی کار کے انجن کی
آواز سن کر چونک پڑا۔

دُور سے روشنیاں جھیل کی جانب آ رہی تھیں۔ اُن کے بارے میں کچھ سوچنا فضول تھا۔
لیکن ایک احساس ذہن میں جاگا تھا۔ ممکن ہے، وہ کوئی رومانی جوڑا ہو جس نے آبادی سے
دور اس حصے میں رنگ رلیاں منانے کا پروگرام بنایا ہو۔ ایسی صورت میں میری یہاں
موجودگی کباب میں ہڈی بن سکتی تھی۔ یقیناً وہ لوگ یہاں میری موجودگی سے خوش نہ

ہوں گے۔ چنانچہ کیوں نہ میں اُنہیں یہ احساس ہی نہ ہونے دُوں اور خود بھی تنہائی نہ محسوس
کروں۔ میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور ایک چوڑے تنے کے درخت کی آڑ میں چلا
گیا۔

روشنیاں اس وقت درخت پر بھی پڑی تھیں۔ اور پھر بجھ گئیں۔ چاندنی کے سائے میں وہ
پرانی کار نظر آ رہی تھی جو کافی لمبی تھی۔ لیکن کار میں کئی افراد تھے۔ غالباً تین مرد اور دو
عورتیں۔ میں نے اُنہیں گن لیا تھا۔

''اب بتائیے مِس مارگن! یہ کیسی جگہ ہے؟'' اُن میں سے کسی مرد کی آواز اُبھری۔

''ہاں...... جگہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر ہم لوگ اپسالا میں قیام کرتے تو مناسب تھا۔''
نسوانی آواز سنائی دی۔

''اوہ...... میں بتا چکا ہوں کہ اپسالا کے ہوٹل اور دوسری قیام گاہیں بڑی غیر دلچسپ
ہیں۔ اس کھلے ماحول کا حسن، وہاں کہاں؟ ہم دن کی روشنی میں اپسالا چلیں گے۔'' مرد نے
کہا اور اُس کے جواب میں کوئی آواز نہیں آئی۔

''شیل انتظام کرو۔ بوتلیں نکالو، اور سٹول بھی۔ گزرنے والے وقت کا ہر لمحہ قیمتی ہوتا
ہے۔ اور قیمتی لمحات کا یوں ضائع ہونا افسوس ناک ہے۔

''اوہ...... ضرور مسٹر گرانٹ!'' دوسرے آدمی نے کہا اور پھر وہ کار کی ڈگی سے فولڈنگ
سٹول نکالنے لگا۔ اُس نے جھیل کے کنارے سٹول ڈال دیئے۔ دوسری لڑکی اُس کی مدد کر
رہی تھی۔ اور پھر وہ سٹولوں پر آ بیٹھے۔

''سوری جناب! میں نہیں پیوں گی۔'' لڑکی کی آواز سنائی دی۔

''اوہ...... کیوں مِس مارگن؟''

''بس...... میں اس وقت نہیں پیوں گی۔'' لڑکی کے انداز میں کسی قدر ہچکچاہٹ تھی۔

''کیا ہمارے درمیان یہ تکلیف موجود ہے؟'' کسی مرد نے کہا۔

''میں معذرت خواہ ہوں جناب!''

''مِس ژیلیا! آپ مِس مارگن کو سمجھائیں۔'' مرد نے کہا۔

''ہاں مِس مارگن! آپ گھبرا کیوں رہی ہیں؟ زندگی اس کے بغیر کہاں مکمل ہے اور پھر
یہ خوب صورت ماحول۔ کیا آپ کو یہ ماحول پسند نہیں آیا؟''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن......''

"لیکن کیا؟ اس طرح تو ہم سب کا لطف ادھورا رہ جائے گا۔"

"میں آپ کو بتا چکی ہوں جناب! میرے ذہن میں میرے والدین ہیں جو سخت پر
ہوں گے۔ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ ان کی کیا حالت ہوگی؟ میں جلد از جلد اُن کے
پہنچ جانا چاہتی ہوں۔ ایسی صورت میں، میں ایسی تفریحات سے زیادہ لطف اندوز نہیں
سکتی۔" لڑکی نے جواب دیا اور اچانک میرے ذہن میں دھاکہ سا ہوا۔ یہ آواز تو جانی پہ
سی تھی۔ اور یہ آواز...... اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو سونیا یا جوزیفائن کے علاوہ کسی کی
تھی۔

میں آنکھیں پھاڑنے کر دیکھنے لگا۔ لڑکی، نوجوان کی آڑ میں تھی۔ اس لئے میں اُ
صاف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے یقین ہونے لگا کہ وہ جوزیفائن ہی ہے
مِس مارگن، جوزیفائن، سونیا۔ اور اب کوئی نئی کہانی، جس میں والدین کا ذکر موجود تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مِس مارگن! لیکن اس وقت یہ حسین ماحول تو سب کچھ بھول جانے
لئے ہے۔ اس وقت سب کچھ بھول جاؤ مِس مارگن! اور شراب تمہاری مدد کرے گی۔" ا
مرد نے کہا۔

"میں معافی چاہتی ہوں جناب! مِس مارگن اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ اور وہ سب ا
دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ لڑکی شاید گاڑی میں جا بیٹھی تھی۔ تب اُن میں سے ایک
کہا۔

"ژیلیا! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"پرانے خیالات کی پریشان لڑکی ہے جناب!"

"اوہ...... لیکن لڑکی ہے اور بور کر رہی ہے۔"

"پھر کیا، کیا جائے......؟"

"کیا تو وہی جائے گا، جو کرنا ہے۔ یوں بھی ہم تینوں اُداس ہیں۔ اور اُداسی دور
چاہتے ہیں۔ تم کس کا ساتھ دو گی؟ تمہارا فرض ہے مِس ژیلیا! اُسے سمجھاؤ۔" ایک شخص
کہا۔

"مشکل ہے جناب!"

"اوہ...... ڈیئر گرانٹ! اُسے میں سمجھا لوں گا۔ اور جب اُسے سمجھا لوں گا تو پھر تم
لینا۔" دوسرے آدمی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بے وقوف لڑکی۔ ہم اُسے یہاں تک لائے ہیں۔ آگے بھی لے جائیں گے۔ اور وہ اِس
قدر اجنبی رہنا چاہتی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"لیکن تھوڑی سی بدمزگی پیدا ہوگی۔ وہ اگر ہمارا ساتھ دیتی تو فائدے میں رہتی۔ ایسی
شکل میں وہ لطف نہیں آئے گا، جس کے لئے ہم یہاں تک آئے ہیں۔"

"بہرصورت! گزارا تو کرنا ہی ہے۔ جیسے بھی ہو۔" اُنہوں نے چیئرز کیا اور شراب پینے
لگے۔

میرے چہرے پر نفرت کے نقوش اُبھر آئے تھے۔ اگر وہ جوزیفائن ہی ہے تو ٹھیک ہے۔
اُسے سزا ملنی ہی چاہئے۔ یہ ہے بھی اسی قابل کمبخت۔ ناقابل اعتبار۔ غالباً یہ لوگ اُس کے
لئے اجنبی ہیں اور وہ اُن کے لئے۔ اور حسب عادت اُس نے اُنہیں بھی کوئی کہانی سنائی
ہے۔ نہ جانے یہ لڑکی کیا ہے؟ کیا کرتی پھر رہی ہے؟ اور کیا چاہتی ہے؟ بہرحال! دلچسپ
بات تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ایک اور مصیبت میں آ پھنسی ہے۔ اس بار اُس کا بھاگنا بھی
مشکل ہی نظر آتا تھا۔ لیکن میں اب اُس کے لئے اتنا جذباتی نہیں تھا کہ فوراً ہی اُس کی مدد کو
دوڑ پڑتا۔ میں چاہتا تھا کہ اُسے تھوڑی سی سزا ملے۔

میں اپنی جگہ انتظار کرتا رہا۔ لیکن ابھی اُن لوگوں نے چند ہی پیگ لئے تھے کہ اُچھل
پڑے۔ میں بھی گاڑی کے انجن کی آواز سن کر چونک پڑا تھا۔ "چچ...... چابی کہاں ہے؟" اُن
میں سے کوئی چیخا۔

"چابی تو میرے پاس ہے۔" دوسرے کی آواز اُبھری۔ اور وہ اُچھل کر کھڑے ہو گئے
تھے اور بری طرح بدحواس نظر آ رہے تھے۔

گاڑی سٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ لیکن تیسرا، دوسروں کی طرح بدحواس نہیں ہوا تھا۔ اُس
نے پستول نکال کر گاڑی کے ٹائروں پر دو فائر کئے اور گاڑی اُچھلنے لگی۔ نشانہ کامیاب تھا۔
گاڑی گھوم گئی۔ زیادہ تیز رفتار ہوتی تو اُلٹ بھی سکتی تھی۔

اور پھر وہ سب دوڑ پڑے۔ صرف لڑکی اُس جگہ کھڑی رہ گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ
جوزیفائن کو پکڑ لائے۔ چاندنی میں اب میں نے اُسے بخوبی دیکھ لیا تھا۔ وہ بدحواس نظر آ رہی
تھی اور شاید اُس نے جدوجہد بھی کی تھی۔ کیونکہ اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور لباس
بھی منتشر تھا۔

اُسے پکڑ کر لانے والوں نے اُسے زور سے زمین پر دھکا دے دیا۔ تینوں اُس کے قریب

کھڑے ہو گئے تھے۔ ''خوب صورت لومڑی! دھوکہ دے کر بھاگ رہی تھی۔'' اُن میں سے ایک غرایا۔

''لیکن چابی تو میرے پاس ہے۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کس طرح کر لی؟'' دوسرا متحیرانہ انداز میں بولا۔

''صورت سے جس قدر معصوم نظر آتی ہے، اتنی ہے نہیں۔ کھڑی ہو جاؤ مس مارگن! تم نے ہماری مشکل آسان کر دی ہے۔ ورنہ ہم سوچ رہے تھے کہ تھوڑی سی بد اخلاقی برتنا پڑے گی تمہارے ساتھ۔ لیکن اپنی طرف سے بھاگنے کی کوشش کر کے تم نے ہچکچاہٹ کی دیوار گرا دی ہے۔ اب ہم اتنے شریف لوگ بھی نہیں ہیں کہ اس کے بعد بھی تمہارا احترام کریں۔''

''تم...... تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں...... میں...... تم اخلاق سے گری ہوئی حرکت کر رہے تھے۔''

''اور تم ہماری گاڑی لے کر بھاگ رہی تھیں...... کیوں؟''

''میں تمہاری گاڑی، اپسالا میں چھوڑ دیتی۔''

''اور ہم وہاں تک پیدل جاتے۔ جبکہ ہم نے تمہیں اپنی گاڑی میں لفٹ دی تھی۔'' دوسرے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''لیکن تم مجھے شراب پینے کے لئے مجبور کر رہے تھے۔''

''ہاں...... اس وقت صرف شراب پینے کے لئے مجبور کر رہے تھے۔ لیکن اب اس سے کچھ اور آگے بڑھیں گے۔ کیوں دوستو......؟'' اُس نے دوسروں کی طرف رُخ کر کے کہا اور سب ہنس پڑے۔

لڑکی جلدی سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن وہ تینوں اُسے گھیرے ہوئے کھڑے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک نے دوسری لڑکی کو آواز دی۔ ''ژیلی! تم بھی آ جاؤ۔ آج تم دلچسپ تماشہ دیکھو گی۔ تمہیں اس کھیل پر کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا......؟''

''اوہ...... نہیں شیل! اعتراض کیسا؟'' ژیلیا ہنس کر بولی۔

''تب پھر براہِ کرم! تم ہی اِن خاتون کو لباس کے بوجھ سے آزاد کر دو۔ اور خود بھی تہذیب کی قید سے آزاد ہو جاؤ۔'' اُس نے کہا اور پھر آسمان کی طرف منہ کر کے بولا۔ ''سنہرے چاند! آج ہم تجھے چند خوبصورت مناظر سے روشناس کرائیں گے۔ وہ مناظر، جو تو اس وقت دیکھتا تھا، جب انسان پر تہذیب کے بوجھ نہیں تھے۔ جب وہ آسمان کی چھت کے

نیچے دیواروں کی قید سے آزاد، اپنی ضروریات پوری کرتا تھا۔ آج وہی دور، تھوڑی دیر کے لئے پلٹ آیا ہے۔ دوستو! یہ ایک یادگار رات ہو گی...... ژیلی ڈارلنگ! جلدی کرو۔''

ژیلیا آگے بڑھ آئی۔ اور پھر اُس نے سرد لہجے میں کہا۔ ''لباس اُتار دو......!''

''بکواس مت کرو...... مم...... میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دُوں گی۔''

''میں کہتی ہوں، لباس اُتار دو......!'' ژیلیا غرائی۔

''تم...... تم کیسی عورت ہو؟ عورت ہو کر......'' جوزیفائن نے بے بسی سے کہا۔

''میں بہت بری عورت ہوں۔ بس! تم میرے حکم کی تعمیل کرو۔ ورنہ تمہاری شکل بگاڑ دُوں گی۔'' ژیلیا نے کہا اور جوزیفائن چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''شیل......!'' ایک شخص نے دوسرے کو آواز دی۔

''لیس مسٹر گرانٹ......!''

''وحشی دور کا انسان ایسی سرکش عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا تھا؟''

''ابھی بتاتا ہوں مسٹر گرانٹ!'' شیل نے کہا اور پھر وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی کی ڈگی کھول کر وہ کچھ چیزیں نکال لایا۔ میں دلچسپی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جوزیفائن نے ایک بار پھر بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن شیل نے پستول نکال کر اُس کا رُخ جوزیفائن کی طرف کر دیا تھا اور وہ چونک کر رُک گئی تھی۔ اب اُس کے چہرے پر دہشت کے آثار منجمد تھے۔ دوسری طرف شیل، لوہے کی لمبی میخیں جو خیموں وغیرہ کے لگانے میں استعمال ہوتی ہیں، ایک مخصوص فاصلے سے زمین میں گاڑ رہا تھا۔ رسّی کا ایک موٹا لچھا بھی اُس نے ایک طرف ڈال دیا تھا۔ اور اس کارروائی سے اُن کے خطرناک جھانک رہے تھے۔

اُس نے چار میخیں، زمین پر گاڑھ دیں اور پھر اس کام سے فارغ ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے جیب سے ایک لمبا چاقو نکالا اور رسّی کا لچھا کھول کر اُس میں سے چار ٹکڑے کاٹے اور اس کے بعد جوزیفائن کی جانب دیکھ کر مسکرانے لگا۔

''اگر تم چاہتی ہو کہ یہاں سے جاتے ہوئے ہم تمہیں قتل کر دیں اور تمہاری لاش یہیں چھوڑ دیں، تب تو دوسری بات ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں چاہتے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم ایک دلکش رات گزارنے کے بعد تمہیں آزاد کر دیں۔ تا کہ تم دنیا کو ہماری داستان سناتی پھرو۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم اپنا لباس اپنے ہاتھوں سے اپنے بدن سے جدا کر دو...... بصورت دیگر یہ چاقو اس کام کو انجام دے گا۔ اور جب لباس ضائع ہو جائے گا تو پھر تمہیں زندہ رکھنے کی

ضرورت بھی نہ رہے گی۔ کیا خیال ہے؟''

جوزیفائن کا چہرہ، دُھواں دُھواں ہو رہا تھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ تب اچانک شیل دھاڑا۔ ''صرف تیس سیکنڈ...... اس کے بعد تمہارا لباس کاٹ کر تمہارے بدن سے جدا کر دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد سے تم خود کو اس دنیا میں محسوس نہ کرنا۔ سمجھیں؟''

اور میں نے جوزیفائن کو گہری سانس لیتے ہوئے دیکھا۔ اچانک اُس کے چہرے پر سکون پھیل گیا۔ ''دیکھو......!'' اُس نے کہا۔ ''میں نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا ہے۔ میں نے تم سے لفٹ مانگی تھی۔ اور یہ دیکھ کر کہ تمہارے ساتھ ایک عورت بھی ہے، صورت سے تم شریف ہی نظر آتے تھے، میں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ہاں! میں نے اس وقت بھاگنے کی کوشش ضرور کی، جب مجھے احساس ہوا کہ میں برے لوگوں کے درمیان ہوں۔ یہ میری فطری کوشش تھی، جس کے لئے میں خود کو مجرم نہیں سمجھتی۔ رہ گئیں تمہاری بعد کی باتیں تو کیا تم میری ایک تجویز قبول کرو گے؟''

''ضرور مس مارگن......!'' شیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مس مارگن نہیں، اینڈریا فرگوسن...... یہ میرا اصلی نام ہے۔ اور اس وقت میں جھوٹ نہیں بولنا چاہتی۔''

''خوب...... نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن تجویز کیا ہے؟''

''میں تمہارے تجربات میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔''

''کیسا......؟'' شیل نے پوچھا۔

''تم نے بہت سی زندہ لڑکیوں سے تلذذ حاصل کیا ہو گا۔ کچھ نے تمہارے ساتھ تعاون کیا ہو گا، کچھ نے نہ کیا ہو گا۔ آج تم ایک لاش سے تجربہ کرو۔ مجھے چاقو سے یا گولی مار کر قتل نہ کرو۔ بلکہ طاقتور ہو تو میری گردن دبا دو۔ اس طرح میرا جسم خراب نہیں ہو گا۔ اور اس کے بعد میرے مُردہ بدن کے ساتھ جو چاہو، سلوک کرو۔ کیا خیال ہے تمہارا؟ کیا یہ ایک دلچسپ تجربہ نہ ہو گا؟'' وہ مسکرائی۔ لیکن اُن لوگوں کے چہرے ست گئے تھے۔ شیل کی آنکھوں سے ناگواری کے تاثرات مترشح تھے۔

''کیا تم خود کو بہت زیادہ دلیر ثابت کرنا چاہتی ہو؟'' وہ غرا کر بولا۔

''ہوں بھی اتنی ہی دلیر۔ کیا مجال ہے تمہاری کہ میری زندگی میں تم میرے ساتھ کوئی

نازیبا سلوک کر سکو...... زندگی کا بہرحال! کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔'' جوزیفائن نے بڑی بے باکی سے کہا اور ایک دم میرے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی۔ مجھے اُس کے یہ الفاظ بہت عجیب محسوس ہوئے تھے۔ بہرحال! یہ کردار کی بات تھی۔ وہ کچھ بھی تھی، لیکن نسائیت کے بارے میں ٹھوس کردار کی مالک تھی۔ مجھے ملی تھی تو اُس نے ایک فرضی کہانی سنائی تھی۔ لوگ اُس کے تعاقب میں تھے۔ بہرحال! اس کے بعد وہ اتنے دن میرے ساتھ رہی۔ دوسری کہانی کے بعد کچھ اور مائل ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے بحیثیت عورت اُسے ٹھوس ہی پایا تھا۔ اُس کے دوسرے جھوٹ کے بعد سے مجھے اُس سے نفرت ہو گئی تھی۔

لیکن اس وقت اُس کا شخصیت کا ایک اور پہلو سامنے آیا تھا۔ موت کو سامنے دیکھ کر تو بڑی سے بڑی قربانی دی جا سکتی ہے۔ لیکن وہ اپنی شخصیت کو برقرار رکھنے کے لئے زندگی دینے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ اور بہرحال! یہ اچھے کردار کی دلیل تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ اُس کے خلاف میری نفرت میں کسی قدر کمی واقع ہوئی ہے۔

''مسٹر گرانٹ! کیا تم خاتون اینڈریا فرگوسن کو نئے تجربے سے روشناس کرانے میں میری مدد نہیں کرو گے؟'' شیل نے دوسرے آدمی کی طرف رُخ کر کے کہا اور اچانک وہ تینوں اُس پر ٹوٹ پڑے۔ جوزیفائن شاید اس اچانک حملے کے لئے تیار نہیں تھی۔ یوں بھی وہ ان تینوں سے بیک وقت نہیں نپٹ سکتی تھی۔ تاہم اُس نے شدید جدوجہد کی۔ لیکن بہرحال! وہ اُس پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

اُنہوں نے اُسے نیچے گرا لیا اور پھر اُس کے دونوں ہاتھ اُن کیلوں سے باندھ دیئے گئے جو زمین میں گاڑ دی گئی تھیں۔ اور اس کے بعد دونوں پاؤں بھی۔ اب وہ بے بس زمین پر چت پڑی ہوئی تھی۔ اُس کے ہاتھ اور پاؤں پھیلا کر باندھے گئے تھے اور اُن لوگوں کے مذموم ارادے واضح تھے۔

جوزیفائن کو میں پہلے بھی اُن لوگوں کے ہتھے نہ چڑھنے دیتا۔ میں اُس کی مدد ضرور کرتا۔ لیکن اس وقت جب اُسے مناسب سزا مل چکی ہوتی، جب وہ لباس سے عاری ہو چکی ہوتی اور جب اُسے یہ احساس ہو چکا ہوتا کہ اب وہ کچھ نہیں رہی ہے۔ لیکن اب صورتِ حال بدل چکی تھی۔ جو لڑکی اپنی نسائیت کے وقار کے لئے زندگی قربان کر دینے پر آمادہ ہو، اس کا بھرم ٹوٹنا نہیں چاہئے۔ اُس کا مان برقرار رہنا چاہئے۔ چنانچہ اب میری مداخلت ضروری تھی۔

''ژیلیا! اب تمہیں اپنے کام میں آسانی ہو گی۔'' شیل نے کہا اور ژیلیا نے گردن ہلا

دی۔ پھر وہ آگے بڑھی اور میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں برق و بار کی مانند درخت کے
پیچھے سے نکلا اور دوسرے لمحے میں نے ایک وحشیانہ چھلانگ لگائی۔ میری بھرپور لات جھکی
ہوئی عورت کی کمر پر پڑی اور میں اُڑتا ہوا شیل پر جا گرا۔

بات کسی کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ ژیلیا نے دو قلابازیاں کھائی تھیں اور دُور جا گری
تھیں۔ شیل کا پستول میں نے نکال لیا تھا اور پھر اُن سے تھوڑے فاصلے پر جا کھڑا ہوا۔ وہ
احمقانہ انداز میں مجھے گھور رہے تھے اور اُن کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

''ہاتھ اُٹھا دو......!'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ لیکن جیسے میری بات اُن کی سمجھ ہی میں نہ
آئی ہو۔ تب میں نے اُن میں سے ایک کی پیشانی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا، جس کے پاس
پستول ہونے کا امکان تھا۔ نزدیک سے چلی ہوئی گولی نے اُس کی پیشانی کے چیتھڑے اُڑا
دیئے۔

اب اُن لوگوں کو صورتِ حال کی نزاکت کا احساس ہوا تھا۔ دوسرے آدمی نے خوف زدہ
انداز میں ہاتھ اُٹھا دیئے۔ شیل نے بھی یہی عمل کیا تھا۔ ''تم اُٹھو کتیا......!'' میں نے زمین پر
پڑی لڑکی کی طرف رُخ کر کے کہا اور وہ اس طرح اُٹھ گئی جیسے سپرنگ نے اُچھال دیا ہو۔

''اس کی جیب سے پستول نکال کر دُور پھینک دو!'' میں نے دوسرے آدمی کی طرف
اشارہ کیا۔ میری آواز جس قدر خوفناک تھی، خود مجھے بھی اس کا اندازہ نہیں تھا۔ ژیلیا جیسے مسحور
ہوگئی ہو۔ اُس نے جلدی جلدی دوسرے آدمی کی تلاشی لی اور ایک لمبا چاقو اُس کی جیب سے
نکال کر ایک طرف ڈال دیا۔ اور پھر منہ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

''پستول کہاں ہے؟'' میں نے کہا۔

''پپ...... پستول نہیں ہے۔'' اُس کے منہ سے مشینی انداز میں نکلا۔ میں نے اندازہ لگا
لیا کہ وہ اس بدحواسی میں جھوٹ یا چالاکی سے کام نہیں لے سکتی۔ اُن کی نگاہیں بار بار اپنے
ساتھی کی طرف اُٹھ جاتیں جو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا تھا۔ خون نے قرب و جوار کی زمین کو
رنگین کر دیا تھا۔

''وہاں چلو! اب اسے کھول دو!'' میں نے جوزیفائن کی طرف اِشارہ کر کے کہا اور ژیلیا
نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

''کھول دو......!'' شیل نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ میری درندگی کا اندازہ لگا چکا
تھا۔ ژیلیا، جوزیفائن کی طرف جھپٹی اور پھر اُس نے اُسے کھول دیا۔ جوزیفائن کھڑی ہوگئی

تھی۔

''ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟'' میں نے اُس سے پوچھا اور جوزیفائن کے
منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ''جواب دو...... کیا،
کیا جائے اِن لوگوں کے ساتھ......؟'' میں نے دوبارہ کہا اور جوزیفائن اب بھی کچھ نہیں
بولی۔

''چلو! تم بتا دو......!'' میں نے ژیلیا سے پوچھا۔ لیکن ظاہر ہے، وہ بھی کیا جواب دیتی؟
تب میں نے پستول ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اچھا...... ٹھیک ہے۔ میں خود ہی فیصلہ کئے دیتا
ہوں۔ چلو لڑکی! تم یہ رسّی اُٹھاؤ، اور ان دونوں کی پشت سے پشت ملا کر انہیں باندھ دو۔''
میں ژیلیا کو ہدایات دیتا رہا اور اُس نے اُن دونوں کو کس دیا۔

''اب تم باقی رہ گئیں۔ بولو! میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟'' میں نے مسکراتے
ہوئے ژیلیا سے پوچھا اور ژیلیا کے چہرے میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اُس نے آنکھوں پر دونوں
ہاتھ رکھ لئے اور پھر رونا شروع کر دیا۔

''یہ دونوں...... یہ تینوں بڑے کمینے انسان ہیں۔ یہ...... یہ میرے ساتھ بہت برا سلوک
کرتے تھے۔ میں اِن کے ہاتھوں میں بے بس تھی ڈارلنگ...... میرا کوئی قصور نہیں ہے......''
وہ آگے بڑھ آئی۔

''اوہ...... کیا واقعی، تم مجبور تھیں......؟'' میں نے لہجے میں ہمدردی پیدا کر کے کہا۔

''ہاں...... اِن ظالموں نے میرے اُوپر بہت سے ظلم کئے ہیں۔ میں اُن کے ہاتھوں میں
کھلونا تھی۔''

''لیکن اس کے باوجود تمہیں اس لڑکی کی مدد کرنی چاہئے تھی۔'' میں نے کہا۔ میں لڑکی
کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ وہ مجھے فریب
دینے میں کامیاب ہو جاتی۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں مکاری پڑھ لی تھی۔

''بھلا میں ان لوگوں کے احکامات سے انحراف کس طرح کرتی؟ خود میری زندگی خطرے
میں پڑ جاتی۔'' اُس نے سسکی لے کر کہا۔

اس دوران میں نے پستول غیر محسوس انداز میں پیچھے کر لیا تھا۔ لڑکی پر یہی ظاہر ہوا جیسے
میں نے پُرخیال انداز میں ہاتھ پیچھے کر لئے ہوں۔ لیکن میرے ہاتھ اپنا کام دکھا چکے تھے اور
میں نے پستول کے بقیہ کارتوس نکال کر اُس کا چیمبر خالی کر دیا تھا۔

"ہوں...... یہ تو ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا "بہر حال! تم بتاؤ! میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"پتھروں سے سر کچل دو اِن کا۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"میرے ذہن میں ایک اور تجویز ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا......؟"

"کیوں نہ ہم انہیں یونہی بندھا ہوا چھوڑ دیں اور اِن کے سامنے رنگ رلیاں منائیں۔ کیا خیال ہے، کیا یہ سزا اِن کے لئے کافی نہیں ہو گی؟"

"واہ...... عمدہ خیال ہے۔ لیکن یہ......" ژیلیا نے جوزیفائن کی طرف اِشارہ کر کے کہا۔

"یہ بے چاری اب تک بدحواس ہے۔ اور پھر تمہاری موجودگی میں مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں ہے۔"

"یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔" ژیلیا نے کہا۔

"تب پھر...... تم لباس اُتار دو......" میں نے کہا اور ژیلیا نے ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی۔ اُس نے اپنے لباس کے بٹن کھولے اور چند لمحات کے بعد وہ لباس سے عاری تھی۔ اُس نے ایک طویل انگڑائی لے کر اپنے بدن پر ہاتھ پھیرے۔ جوزیفائن کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔

"تھینک یو ژیلی!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پستول ایک طرف اُچھال دیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ژیلیا کی آنکھوں نے پستول کا تعاقب کیا تھا۔

"کیا تم ڈرنک نہیں کرو گے ڈارلنگ......؟" اُس نے کینوس کے سٹولوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور میں نے اُن کی جانب نگاہ ڈالی۔

"ضرور، آؤ......!" میں مُڑ گیا اور ژیلیا شاید اس کی منتظر تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ اُس نے جھپٹ کر پستول اُٹھا لیا ہے۔ جوزیفائن کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی تھی۔ لیکن میں اطمینان سے جا کر ایک سٹول پر بیٹھ گیا۔ "کم آن ڈارلنگ......!" میں نے کہا اور ژیلیا ہنس پڑی۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا تو وہ پستول کا رُخ میری طرف کئے کھڑی تھی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یہ کیا مذاق ہے ژیلیا؟ تم نے پستول کیوں اُٹھا لیا؟" میں نے کہا۔

"میں اکثر ایسے مذاق کرتی ہوں ڈیئر! فکر مت کرو۔"

"لیکن...... لیکن تم نے......" میں نے کہنا چاہا لیکن ژیلیا نے ایک قہقہہ لگایا۔

"اب ذرا پہلے ان دونوں کو کھول دُوں۔ اُس کے بعد تمہارے ساتھ محبت بھری باتیں کروں گی۔ چلو بے بی! تم اُٹھ جاؤ اور اُن دونوں کو کھول دو۔" اُس نے جوزیفائن کو مخاطب کر کے کہا۔

"ژیلیا! یہ کیا ہے؟ تم تو......" میں سٹول سے کھڑا ہو گیا۔

"میرا خیال ہے ڈارلنگ! تم صرف حساب برابر کرنے آئے تھے۔ لڑکیاں دو تھیں اور مرد تین۔ ایک کو انتظار کرنا ہوتا۔ اب ٹھیک ہے۔ دو لڑکیاں اور دو مرد......" ژیلیا نے ہنس کر کہا۔

"اور میرا کیا ہو گا......؟" میں نے کہا۔

"وہی، جو اُس کا ہوا ہے......" ژیلیا نے لاش کی طرف اِشارہ کر کے کہا۔ اور پھر اُن دونوں کی طرف رُخ کر کے بولی۔ "تم نے سوچا ہو گا شیل! کہ ژیلیا تمہارے ساتھ غداری پر آمادہ ہو گئی ہے۔ ایسی بات نہیں ڈارلنگ...... بس! مرد کو بے وقوف بنانے کے کچھ گر ہوتے ہیں۔ اور میں ان سے بخوبی واقف ہوں۔ اے لڑکی! تم نے سنا نہیں؟"

"وہ بہری ہے۔" میں نے کہا اور ژیلیا کی طرف بڑھنے لگا۔

"رُک جاؤ ڈارلنگ! میرا تو خیال تھا کہ تم ہمارے تماشائی بن جاؤ! اس طرح رات کے کھیل میں کچھ دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ ہم تمہیں باندھ کر ڈال دیں گے اور کھیل ختم ہونے کے بعد تمہیں گولی مار کر اسی جگہ چھوڑ دیں گے۔ رُک جاؤ! زندگی بڑی قیمتی شے ہے۔ جتنے سانس لے سکو، ان کی قدر کرو۔" ژیلیا، ڈرامائی انداز میں بولی۔

"ژیلی ڈیئر! میرا خیال ہے مردوں کے بارے میں تمہاری معلومات بہت محدود ہیں۔ تم صرف اس قسم کے مردوں کو بے وقوف بنا سکتی ہو۔" میں نے اُن دونوں کی طرف اِشارہ کیا جو بندھے پڑے تھے۔ "چلو...... گولی چلاؤ۔ اور اس کے بعد اس پستول کو اپنے سر پر دے مارو۔" میں اب اُس سے چند فٹ کے فاصلے پر تھا۔ دوسرے لمحے ژیلی نے گولی چلا دی اور پستول سے ٹرچ کی آواز نکل کر رہ گئی۔ ژیلیا کے چہرے پر سفیدی پھیل گئی اور ایک بار پھر بدحواسی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ اُسے اپنی برہنگی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ پے در پے اُس نے کئی بار ٹرائی کی اور میں ہنسنے لگا۔

"بقیہ کارتوس یہ موجود ہیں ڈارلنگ......!" میں نے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا اور ژیلیا نے پستول میرے اُوپر پھینک مارا۔ میں نے ہاتھ کو ایک مخصوص جنبش دی اور پستول میری اُنگلی

میں پھنس کر ناچ گیا۔ میں نے اُسے اُنگلی میں گھمایا۔ اور پھر اُس کا چیمبر کھول کر کارتوس
میں ڈال دیئے۔ اب ژیلیا کا چہرہ بالکل سفید پڑ گیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اُس کے
پکڑ لئے۔ ''یہ سب کچھ میں نے تمہیں روشنی میں لانے کے لئے کیا تھا ڈارلنگ!'' میں
اُس کی کمر پر ایک لات رسید کر دی اور ژیلیا اُچھل کر اُن دونوں پر جا گری۔ میں آگے
اور پھر میں نے اُن کے سروں پر پے در پے ٹھوکریں رسید کرنا شروع کر دیں۔ تینوں ہی
لگے تھے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اُن کی آوازیں معدوم ہو گئیں۔ تینوں بے ہوش ہو گئے تو
اِس کام سے فارغ ہو کر میں نے جوزیفائن کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میری ہی جانب دیکھ رہی
تھی۔ مجھ سے نگاہ ملنے پر اُس نے نگاہیں جھکا لیں۔

''کیا تم ان کے لئے اس سے سخت سزا چاہتی ہو؟ کیا میں انہیں گولی مار دوں؟'' میں
نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''نہیں، نہیں...... بس! کافی ہے۔'' وہ گھبرا کر بولی۔

''میرے لائق اور کوئی خدمت......؟'' میں نے پوچھا اور اُس نے گردن جھکا دی۔ پھر
وہ سسک سسک کر رو پڑی۔ اُس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔
پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ بڑی اپنائیت تھی اُس کے انداز میں بڑی
پشیمانی تھی۔ میں نے اب بھی کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

''مجھے معاف کر دو مائیکل...... مجھے معاف کر دو!'' اُس نے روتے ہوئے کہا۔

''تم نے میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جوزیفائن یا سونیا! میں تمہیں، تمہارے
نام سے نہیں پکاروں گا، جو تم نے اِن لوگوں کو بتایا تھا۔ کیونکہ مجھے اُس کی کہانی معلوم نہیں
ہے۔''

''مائیکل! پلیز...... مجھے معاف کر دو۔'' وہ سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

''جب ذہن میں صرف خلوص ہوتا ہے بے بی...... جب صرف کسی کی مدد کرنے کا
احساس ہوتا ہے، بے لوث اور بے غرض، تو جذبات شدید ہو جاتے ہیں۔ شاید تمہیں اس کا
احساس نہ ہو۔''

''مائیکل...... آخری بار...... صرف آخری بار......!''

''نہیں سونیا! مجھے، میرے حال پر چھوڑ دو۔ ویسے میں اب بھی تمہاری ہر طرح کی مدد
کے لئے تیار ہوں۔'' میں نے کھردرے لہجے میں کہا اور وہ روتی رہی۔ میں نے ایک بار بھی

ہمدردی سے اُس کے بدن کو نہیں چھوا تھا۔

''تمہارے دل میں اب میرے لئے کوئی گنجائش نہیں پیدا ہو سکتی مائیکل......؟'' اُس نے
آہستہ سے مجھ سے الگ ہٹتے ہوئے پوچھا۔

''کس قسم کی گنجائش چاہتی ہو......؟''

''تم ایک بار اور مجھے معاف نہیں کر سکتے؟''

''تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے جوزیفائن! کیونکہ میں اب بھی تمہاری مدد کرنے کے
لئے تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور وہ اُداس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے
ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے اسٹاک ہام تک پہنچا دو گے......؟''

''ہاں...... یقیناً!'' میں نے جواب دیا۔

''تب یہ آخری مہربانی اور کر دو۔ ویسے تم نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے مائیکل! میں
اسے زندگی بھر فراموش نہیں کروں گی۔ میری تقدیر، میرے لئے جو بھی فیصلہ کرے، میں
تمہارے احسان کو مرتے دم تک یاد رکھوں گی۔'' اُس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''آؤ...... کار کا ٹائر بدلنے میں میری مدد کرو۔'' میں نے کہا اور آگے بڑھ کر شیل کے
لباس سے کار کی چابی نکال لی۔ وہ گردن لٹکائے میرے ساتھ آگے بڑھ آئی تھی۔ پھر سٹپنی
کھول کر ہم نے سپیئر وہیل نکالا، اور اسے بدلنے کے اوزار بھی۔ اس کے بعد میں ٹائر بدلنے
لگا۔ اور اس کام میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ تمام سامان واپس رکھنے کے بعد میں نے سٹیئرنگ
سنبھال لیا۔ اور وہ میرے برابر آ بیٹھی۔ تب میں نے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اور
تھوڑی دیر کے بعد ہم اس علاقے سے دُور نکل آئے۔

☆......☆......☆

دونوں خاموش بیٹھے تھے۔ جوزیفائن کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا۔ اُس نے کئی با
کہنے کے لئے ہونٹ کھولے تھے لیکن بول نہ سکی۔ اب میں اس اتفاق پر غور کر رہا تھا، جو
آیا تھا۔ اگر میں اُس لڑکی یعنی گریتا سے بور ہو کر یہاں نہ آتا تو جوزیفائن سے دوبارہ ملا
نہ ہوتی اور وہ بے چاری ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتی۔ بعض اوقات ایسی باتیں سمجھ میں
آتیں۔

''مائیکل......!'' اُس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

''یس، مس جوزیفائن......؟''

''مجھ سے بات بھی نہیں کرو گے......؟'' وہ پشیمان لہجے میں بولی۔

''کیوں نہیں......فرمایئے......!''

''اتنے بدلے ہوئے لہجے میں گفتگو کرو گے......؟''

''میں نہیں سمجھا مس جوزیفائن......؟'' میں نے کہا۔

''مجھے معاف نہیں کرو گے......؟'' اُس کی آواز میں شدید پشیمانی تھی۔ ایک ا
شرمندہ انسان کا انداز تھا۔ میں جانتا تھا کہ میں نے یہ جملے کتنی مشکل سے ادا کئے تھے
دیر پہلے مجھے اُس لڑکی سے شدید نفرت ہو گئی تھی۔ میں نے اُسے دل کی گہرائیوں میں
بسایا تھا۔ لیکن بہرحال! اُس سے متاثر ہوا تھا۔ اور میں نے اُس کے بارے میں اچھے ا
میں سوچا تھا۔ لیکن بات تقریباً اُسی وقت ختم ہو گئی تھی جب اُس نے مجھے دوسری کہانی
تھی۔ اُس وقت اس کے لئے میرے دل میں وہ پہلی جیسی عزت نہیں رہ گئی تھی۔ تاہم
نے سوچا تھا کہ جب میں نے اُس کے لئے اتنا کچھ کیا ہے تو تھوڑا سا اور سہی۔

لیکن اُس کے کھو جانے کے بعد میں نے اپنے دل میں اُس کے لئے نفرت محسوس
تھی۔ میں فریب دینا جانتا تھا۔ میں اُسے فروخت کر سکتا تھا۔ میں اُسے اتنی دُور پہنچا سکتا
جہاں کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ میں اُس کی نسوانیت کو تار تار کر سکتا تھا۔ لیکن میں

ں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دی تھی۔ میں نے اُس کی حفاظت کی تھی۔ اگر وہ مجھ سے جھوٹ
بولتی تو فائدے میں رہتی۔ خواہ کسی پریشانی کا شکار ہوتی۔ لیکن مجھے فریب دے کر اُس نے
ھے جھنجھلاہٹ کا شکار بنا دیا تھا۔ وہ لوگ درندہ صفت تھے۔ اُس لڑکی کے ساتھ یہ سلوک
رنے میں اُن کا کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ صرف ایک وقتی جذبے کے تحت اُس پر سوار ہو گئے
ھے۔

''بلاشبہ......میں قابل نفرت ہوں۔ اور تم مجھ سے نفرت کرنے میں حق بجانب ہو مائیکل!
یونکہ تم اب تک میرے لئے رحمت ہی ثابت ہوئے ہو۔ جبکہ میں بار بار تمہارے اعتماد کو
یس پہنچاتی رہی ہوں۔ میں بہت نیچ ہوں۔ لیکن یہ دنیا ہے......تمہارا واسطہ مجھ جیسی بہت
ا نیچ شخصیتوں سے پڑے گا۔ لیکن ان میں بعض ایسی بھی تو ہوں گی جنہیں تم معاف کر دو
ے......!''

میں نے اب بھی اُس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ چند ساعت انتظار کے بعد وہ بولی۔
اب میں اپنی وکالت کروں گی۔ زیادہ ناراض ہو جاؤ تو مجھے ڈانٹ دینا، خاموش ہو جاؤں
ی۔ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے تھوڑی سی بکواس اور برداشت کر لو۔ میں ایسے حالات
ا شکار رہی ہوں کہ دنیا پر سے میرا اعتماد اُٹھ گیا تھا۔ یوں سمجھ لو! ایک طرح سے جھوٹ بولنے
ی عادی ہو گئی ہوں کیونکہ میرا جھوٹ ہی مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ میں نے تمہارے
لوص پر شک نہیں کیا۔ لیکن میں ایک ایسی مجرم بن گئی ہوں، جو صرف عادتاً جرم کرتا ہے۔
یکھو! میرا ضمیر جاگ رہا ہے۔ میں تمہارے سامنے اتنی شرمندہ ہوں کہ الفاظ میں بیان نہیں
کر سکتی۔''

''اب کیا چاہتی ہو جوزیفائن......؟'' میں نے نرم لہجے میں کہا۔

''تم سے باتیں کرنا......!''

''کرو......''

''اس طرح نہیں۔ پہلے تم مجھے معاف کر دو۔ مجھے اپنی ساری برائیوں کا اعتراف ہے۔
یں درحقیقت! اس قابل نہیں ہوں کہ تم مجھے معاف کرو۔ لیکن آخری بار معاف کر دو! آخر تم
نے میری مدد کی ہے۔ آخر تم مجھے کسی منزل پر پہنچانے کا اِرادہ رکھتے ہو۔''

''ہاں......لیکن تمہاری پسندیدہ منزل پر۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیوں......آخر کیوں......؟''

"کیونکہ اس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔"

"مجھ سے انتقام بھی نہیں لو گے؟"

"کس بات کا انتقام؟" میں نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

"شکست اعتماد کا انتقام۔"

"جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ طویل زندگی میں لاتعداد سانحے ہوتے ہیں، میں نے تمہاری شخصیت کو اپنی ذات کے لئے ایک تجربہ بنا لیا ہے اور مجھے نقصان نہیں ہوا۔ اب کم از کم میں خلوصِ دل سے کسی کی مدد پر آمادہ نہیں ہوں گا۔ اور اب کسی کے لئے اتنی بے چینی نہیں محسوس کروں گا۔"

میری اس بات پر وہ کافی دیر تک خاموش رہی، پھر بولی۔ "آہ...... اس طرح تو میرا جرم اور سنگین ہو گیا ہے۔ میں نے ان سب ہستیوں کا نقصان کیا ہے جو کسی نہ کسی طرح تمہاری مدد کی محتاج ہو سکتی ہیں۔ مائیکل! خدا کے لئے ایک بار...... صرف ایک بار اپنے اندر لچک پیدا کرلو۔ میری بات سن لو! اور صرف مجھے ذلیل کرلو...... اتنا بھیانک فیصلہ نہ کرو۔"

"غالباً تم خاموشی سے سفر نہیں کرنا چاہتیں۔ شاید اس طرح تمہیں نیند آنے لگتی ہے۔ خیر! بولتی رہو۔ میں سن رہا ہوں۔"

"معاف نہیں کرو گے......؟"

"نہیں......!" میں نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ اور وہ خاموش ہو گئی۔ پھر اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"میرے لئے اب کیا کرو گے......؟"

"جو تم کہو......!" میں نے جواب دیا۔

"تب مجھے سٹاک ہوم میں، وہاں کے مشہور صنعت کار بٹیل فرگوسن کی کوٹھی پر پہنچا دو!"

"بہت خوب...... یہ کون موصوف ہیں؟"

"جو کوئی بھی ہوں، بس! تم مجھے اُن کے حوالے کر دو۔"

"کوئی نئی کہانی سنانا چاہتی ہو......؟" میں مسکرا کر بولا۔

"ہاں......!" اُس نے جواب دیا۔

"چلو! سنا دو۔ تم بھی کیا یاد کرو گی۔" میں نے کہا اور اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ گویا شرمندگی اور اپنے ذلیل ہونے کے احساس کو چھپا رہی تھی۔ میری نگاہوں میں کیسے ہی

جذبات کیوں نہ ہوں، وہ اپنی کہانی جاری رکھے گی۔

ایک بار پھر دل میں اُس کے لئے رحم کے جذبات اُبھرنے لگے۔ لیکن صرف ایک حد تک۔ ضرورت سے زیادہ کوئی کام نہیں کیا جا سکتا تھا، خواہ اُس کو نقصان ہو یا فائدہ۔

"بٹیل فرگوسن، سویڈن کے ایک بڑے صنعت کار ہیں۔ اور میں اُن کی اکلوتی بیٹی اینڈریا فرگوسن ہوں۔" اُس نے بدستور آنکھیں بند کئے کئے کہا۔

"خوب...... گویا اب میں تمہیں اینڈریا کے نام سے پکاروں......؟" میں نے اُس کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا۔

"بٹیل فرگوسن ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی زندگی بے داغ ہے۔ لیکن زندگی میں بالآخر اُن سے کوئی لغزش ہو گئی۔ کوئی ایسی لغزش جس کو چھپانے کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور اُن کی اس لغزش سے صرف ایک شخصیت واقف تھی۔ اور اُس شخصیت کا نام سلویا فرائن ہے۔ سلویا فرائن خود بھی ڈنمارک کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن یہ گھرانا اپنی ساکھ کھو چکا ہے۔ اب اس کا خاندان منتشر ہے اور صرف اُس کا نام رہ گیا ہے۔ سلویا فرائن کو اپنے گھرانے سے تو کوئی دلچسپی نہیں، البتہ وہ خود ایک امیر کبیر عورت بن کر زندہ رہنا چاہتی ہے۔ چنانچہ اُس نے خود سے ڈھائی گنا زیادہ عمر کے مسٹر فرگوسن سے شادی کی فرمائش کی۔ اور اس بات پر مجبور کرنے کے لئے اُس نے اس راز کا حوالہ دیا جس سے وہ واقف تھی۔

اگر وہ کوئی ایسی شخصیت ہوتی، جس کی ہمارے خاندان میں شمولیت ایک داغ بن جاتی تو شاید مسٹر فرگوسن ایک بدنامی سے بچنے کے لئے دوسری بدنامی مول لینے کو تیار نہ ہوتے۔ لیکن سلویا نے اپنی خاندانی نجابت کا حوالہ دیا تھا۔ میری ماں چونکہ مر چکی تھیں۔ اس لئے میرے والد بہ آسانی شادی کر سکتے تھے۔ جبکہ اُن کا دوسری شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اُنہیں تعجب بھی تھا کہ سلویا جیسی حسین عورت اُن سے شادی پر آمادہ ہو گئی ہے۔ لیکن سلویا نے صاف کہہ دیا کہ وہ ایک عمدہ زندگی گزارنے کی خواہاں ہے۔ بقول میرے والد کے اُنہوں نے اُسے پیشکش کی کہ وہ اُسے اتنی دولت دینے پر آمادہ ہیں کہ وہ اعلیٰ زندگی بسر کر سکے۔ لیکن سلویا اس کے لئے تیار نہ ہوئی۔ اور اُس نے کہا کہ وہ صرف اُن سے شادی کرنا چاہتی ہے اور یہی اُن کے راز کی قیمت ہے۔ بہرحال! جب کوئی چارہ کار نہ رہا تو میرے والد مجبوراً اس پر آمادہ ہو گئے اور اُنہوں نے سلویا سے شادی کر لی۔

سلویا میری ماں بن کر میرے گھر آ گئی۔ میرے والد کا خیال تھا کہ وہ زیادہ اچھی عورت نہیں ہے۔ لیکن سلویا نے ہمارے گھر میں آ کر شرافت اور محبت کا وہ مظاہرہ کیا کہ ہم دنگ رہ گئے۔ اُس نے سب کو اپنی محبت سے موہ لیا تھا۔ لیکن یہ صرف قدم جمانے کی بات تھی۔ جب ہاکن امریکہ سے فارغ التحصیل ہو کر واپس آیا تو فرائن خاندان تباہ ہو چکا تھا۔ ہاں! انفرادی طور پر سلویا اُس خاندان کے ایک مضبوط ترین فرد کی حیثیت سے موجود تھی۔ گو، وہ اب خود کو سلویا فرگوسن کہلواتی تھی۔

ہنس مکھ ہاکن کو ہم سب نے دل سے قبول کیا۔ لیکن جب خود میں نے مسٹر فرگوسن نے اُسے سلویا کی خواب گاہ میں اُن حقوق تک پایا جو صرف میرے والد کے لئے مخصوص تھے تو ہم چونک پڑے۔ میں تو لڑکی تھی، لیکن میرے والد نے سلویا سے گفتگو کی اور سلویا نے بے باکی سے کہہ دیا کہ کیا مسٹر فرگوسن ایک مرد کی حیثیت سے اتنے پر کشش ہیں کہ کوئی نوجوان لڑکی اُن کے ساتھ مطمئن رہ سکے؟

"لیکن تمہاری تو خواہش تھی سلویا......!" میرے والد بولے۔

"صرف دولت کے حصول تک۔"

"اور خاندانی روایات کی کیا حیثیت ہے تمہاری نگاہ میں؟"

"میرا خاندان اپنا وقار کھو چکا ہے۔"

"میں اپنے خاندان کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں اس کی روایات کو زندہ رکھنے کی پابند نہیں۔" سلویا نے جواب دیا۔

"گویا تم مجھے ایک شوہر کی حیثیت سے قبول نہیں کرتی ہو؟"

"کرتی ہوں......لیکن ایک حد تک۔"

"اور وہ حد کیا ہے......؟"

"آپ میری ضرورت کی رقومات کے چیکوں پر دستخط کرتے رہیں۔ اس کے عوض آپ مجھے اپنی بیوی کہتے رہیں۔ بات صرف یہ نہیں ہے مسٹر فرگوسن! کہ میں آپ کی بیوی ہوں بلکہ بنیاد کچھ اور ہے۔"

والد صاحب خاموش ہو گئے۔ لیکن وہ اس صدمے سے اتنے نڈھال ہوئے کہ بیمار ہو گئے۔ اور اپنی اس عمر سے کئی گنا آگے پہنچ گئے۔ لیکن سلویا پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ تو اور خوش ہو گئی تھی اور زیادہ مطمئن ہو گئی تھی۔ تب میرے والد کو میرا خیال آیا۔ میں اُن کی لغزش کا

سب سے بڑا شکار تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے میرے لئے کچھ کرنے کے بارے میں سوچا اور خفیہ طور پر کارروائی کرنے لگے۔ خود مجھے بھی اِس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ لیکن ایک دن سلویا کو پتہ چل گیا کہ مسٹر فرگوسن کی ساری دولت اینڈریا فرگوسن کے نام منتقل ہو چکی ہے۔ وہ آتش فشاں بن گئی۔ اور اُس نے مسٹر فرگوسن سے کہا کہ اُنہیں اِس چالاکی کا ایسا مزہ چکھائے گی کہ وہ یاد رکھیں گے۔

"مسٹر فرگوسن......!" اُس نے کہا۔ "تمہارا خیال ہو گا کہ میں اب کچھ نہیں کر سکوں گی؟"

"ہاں سلویا......! میرا یہی خیال ہے۔" میرے والد نے کہا۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے...... میں...... میں اب بھی سب کچھ کر سکتی ہوں۔"

"بات دراصل یہ ہے سلویا! کہ جب تک حالات صرف میری ذات تک محدود تھے، میں خوف زدہ تھا۔ لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ اب میری اس لغزش کا اثر، اینڈریا تک پہنچ رہا ہے۔ میں اپنی بیٹی کے لئے رُسوا ہو جاؤں گا۔ اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔"

"لیکن میں تمہیں رُسوا نہیں کروں گی ڈارلنگ! یوں بھی اب تمہاری رُسوائی، میری رُسوائی ہے۔ کیونکہ میں تمہاری بیوی ہوں۔"

"اوہ......پھر......پھر تم کیا کرو گی......؟"

"بس! اس دولت کو نہیں چھوڑوں گی۔" سلویا نے کہا۔

"لیکن اس پر اب میرا حق ہے، نہ تمہارا۔"

"ایسا بھی کیا ڈارلنگ! بہر حال! اب تم میرے کرتب دیکھو گے۔" اُس نے کہا اور میرے والد فکر مند ہو گئے۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب کیا چال چلے گی؟ وہ میرے لئے بہت پریشان تھے۔ پھر ایک شام سلویا، مسٹر فرگوسن کے ساتھ کہیں گئی ہوئی تھی کہ ہاکن آ گیا۔ میں تنہا تھی۔ ہاکن کے بارے میں، میں بتا چکی ہوں کہ وہ ہنس مکھ انسان تھا اور اس وقت تک مجھے پسند تھا جب تک میں نے اُسے سلویا کی خواب گاہ میں نہیں دیکھا تھا۔ اب میں اُسے زیادہ پسند نہیں کرتی تھی۔ بہر حال! وہ حسب عادت بڑے تپاک سے ملا۔

"ہیلو اینڈریا......!"

"ہیلو......!" میں نے کسی قدر سرد مہری سے کہا اور وہ ہنستے ہنستے اُداس ہو گیا۔ اُس کے خدوخال ایک دم بدل گئے تھے۔

''اینڈریا......!'' اُس نے اُداس لہجے میں مجھے پکارا اور میں اُس جانب دیکھنے لگی۔

''سلویا کہاں ہے؟ اور تمہارے پاپا......؟''

''دونوں کہیں گئے ہوئے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم اگر اجازت دو تو میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں......؟''

''بیٹھئے مسٹر ہاکن......!''

''شکریہ اینڈریا......! جب میں یہاں آیا تھا تو تمہارا اور مسٹر فرگوسن کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا تھا۔''

''ہاں......تمہارا خیال درست ہے۔ ہم نے تمہیں سلویا کے کزن کی حیثیت سے قبول کیا تھا۔'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''اور اب......؟''

''تم خود جانتے ہو کہ تم اُس کے کزن نہیں ہو۔''

''کیا تم اِس بات پر یقین کرسکتی ہو اینڈریا! کہ بعض اوقات انسان وہ نہیں ہوتا جو نظر آتا ہے۔'' اُس نے افسردگی سے کہا۔

''تم وہ نہیں ہو، جو میں نے دیکھا ہے۔''

''ہاں اینڈریا...... میں وہ نہیں ہوں۔''

''پھر کیا ہو......؟''

''میں ایک ناکردہ گناہ۔ فرائن خاندان کا ایک فرد، جسے اپنے خاندان سے پیار تھا اور جو اُس کی تباہی پر دُکھی تھا۔ لیکن جو اُس کے لئے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ تب میں سلویا کے پاس آ گیا۔ لیکن وہ اس قدر بدل چکی ہے، خود مجھے بھی نہیں معلوم تھا۔'' اُس نے اُداس لہجے میں کہا۔

''خوب......!'' میں نے دلچسپی سے اُسے دیکھا۔

''وہ اتنی تبدیل ہوگئی ہے کہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے۔ خاندان کی تباہی سے تو دوسرے افراد بھی متاثر ہوئے ہیں۔ لیکن اس حد تک کوئی بھی نہیں گیا۔

''میں سمجھی نہیں مسٹر ہاکن؟'' میں نے اُس کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

''مِس اینڈریا! میں صاف گوئی کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ مسٹر فرگوسن بلاشبہ ایک محترم شخصیت ہیں۔ میں اُنہیں ایک باوقار شخصیت اور ایک قابل احترام انسان مانتا ہوں۔ لیکن

سلویا جیسی آتش مزاج لڑکی نے اُن سے شادی، اُن کی ذات سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ اُن کی دولت سے متاثر ہو کر کی تھی۔ اُس نے اپنے سارے جذبات سلا دیئے تھے۔ کیا انسان اپنی ذات کے لئے اپنے تمام احساسات سے جنگ کرسکتا ہے؟''

''شاید نہیں......!''

''لیکن اُس نے کی۔ اُس نے دولت کو اپنے جذبات پر حاوی کر دیا۔'' ہاکن نے کہا اور میں اُس شخص کے الفاظ پر غور کرنے لگی۔ ابتداء میں جب ہاکن آیا تھا تو مجھے بھی اچھا لگا تھا۔ اُس کی دلچسپ باتوں اور پُرکشش اندازِ گفتگو نے مجھے بھی متاثر کیا تھا۔ ممکن ہے، یہ تاثر اور بڑھتا۔ لیکن میں نے اُس کی اصلی شکل دیکھ لی تھی اور اس کے بعد مجھے اُس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔

لیکن آج...... آج اُس کی باتیں سن کر احساس ہو رہا تھا کہ ہاکن بذاتِ خود اتنا بُرا نہیں ہے۔ نہ جانے کیوں...... نہ جانے کیوں وہ سلویا کے ہاتھوں مجبور ہے۔''

''تمہارے خیال میں اس کی وجہ کیا ہوسکتی ہے مسٹر ہاکن......؟'' میں نے پوچھا۔

''نفسیاتی ہیجان!'' اُس نے جواب دیا۔ ''خاندان اچھے حالات میں نہیں تھا۔ سلویا اُس کی تباہی کی گھٹن برداشت نہ کرسکی اور اُس نے فرار حاصل کیا۔ اُس نے اپنی ذات کے لئے ایسا ماحول پیدا کرلیا۔ لیکن اس کے لئے اُس نے اپنے جذبات کی قربانی دی۔''

''اس میں تو کسی کا قصور نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... اس میں صرف سلویا کی سوچ کا قصور ہے۔ لیکن وہ اپنے جذبات کو سلا نہیں سکی۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد اُس نے دوسرے راستے تلاش کرلئے۔ اور...... اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔''

''اوہ...... لیکن کیا آپ اُس کے مقاصد کی تکمیل میں معاون ہیں مسٹر ہاکن...... کیا آپ اس بات سے انکار کریں گے؟''

''نہیں......!'' اُس نے اُداسی سے کہا۔ ''لیکن اس کی ایک وجہ ہے۔''

''کیا آپ مجھے بتائیں گے؟''

''آپ یقین کرلیں گی......؟'' اُس نے بدستور مضمحل انداز میں کہا۔

''کوشش کروں گی۔'' اُس نے کہا۔

''میں اِس دوسرے خاندان کو تباہی سے بچانا چاہتا تھا۔''

"میں نہیں سمجھی...... دوسرا خاندان کون سا؟"

"فرگوسن خاندان......!" اُس نے کہا اور میں چند لمحات کے لئے خاموش رہ گئی۔ اُ
بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ جب میں ان الفاظ کی گہرائی پر اُترنے میں ناکام رہی تو
نے ایک اُلجھی ہوئی سانس لے کر اُس کی طرف دیکھا۔

"براہِ کرم! کچھ اور وضاحت کریں...... میں نہیں سمجھی۔"

"مِس اینڈریا! آپ جانتی ہیں، میں ایک الگ حیثیت کا انسان ہوں۔ آپ کو ا
باتوں سے متاثر کر کے کوئی مفاد نہیں حاصل کر سکتا۔ لیکن اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لئے
اپنی وکالت ضرور کروں گا۔ میں سلویا سے بچپن سے بے تکلف تھا۔ میں نے اُس سے اس
شادی کے بارے میں پوچھا۔ پہلے تو وہ مسکرا کر ٹالتی رہی۔ اور پھر ایک دن پھٹ پڑی۔ اُس
نے بتایا کہ وہ صرف دولت کے لئے یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ تب میں اُسے پرسکون کرتا رہا
اور پھر میں نے اُس سے پوچھا کہ وہ آئندہ زندگی کے لئے کیا ارادے رکھتی ہے؟ تب اُس
نے کہا کہ وہ اب کھل کر باہر کی دنیا میں آئے گی۔ دولت فرگوسن خاندان کی ہو گی اور عیش
کرنے والے مختلف لوگ...... میں اُس جنونی لڑکی سے واقف تھا۔ میں نے سوچا، یہ اس
خاندان کے وقار کو ضرور تباہ کر دے گی۔ پہلے میں نے اُسے اخلاق اور اقدار کی باتیں
سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کے احساسات طوفان کی مانند تھے۔ تب میں نے اُس
طوفان کے آگے اپنی ذات کا بند باندھ دیا۔ میں نے اس خاندان کو تباہ ہونے سے بچانے
کے لئے خود کو پیش کر دیا۔ اور مِس اینڈریا! میں اپنی کوشش میں کافی حد تک کامیاب ہو گیا۔"
ہاکن نے کہا اور تھکے تھکے انداز میں گردن جھکا لی۔

میں شدتِ حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔ اُس اجنبی شخص نے ہمارے خاندان کو رُسوائیوں
سے بچانے کے لئے کتنی بڑی قربانی دی تھی۔ میرے دل میں اچانک اُس کے لئے وقعت
بڑھ گئی۔ میں بہت متاثر ہوئی تھی۔ اور پھر میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس کے شانوں پر
ہاتھ رکھ دیئے۔

"تم نے ہمارے لئے اتنی بڑی قربانی دی ہے ہاکن! آہ...... ہم کیسے ناسپاس ہیں۔ اس
کے باوجود تمہیں برا سمجھتے رہے۔"

"کوئی بھی اچھا نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اِس میں کسی کا کیا قصور ہے......؟" ہاکن نے افسر
لہجے میں کہا۔

"لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں ہاکن! کم از کم میں تمہیں برا نہیں سمجھتی۔"

"شکریہ مِس اینڈریا...... یقین کریں! میرے دل سے ایک بوجھ ہٹ گیا ہے۔"

"میں کوشش کروں گی کہ پپا کا دل بھی تمہاری طرف سے صاف کر دُوں۔"

"اوہ...... مِس اینڈریا! یہ ابھی مناسب نہیں ہو گا۔ میں خود پریشان ہوں اور سوچ رہا
ہوں کہ اِس سلسلے میں کوئی بہتر ترکیب سوچ سکوں۔ ابھی تم یہ باتیں خود تک محدود رکھو! ہم
دونوں مل کر اِس خاندان کو رُسوائی سے بچانے کا کوئی حل تلاش کریں۔"

"تمہیں معلوم ہے ہاکن! کہ سلویا کے پاس پپا کا کوئی خاص راز ہے۔"

"کیا مطلب...... کیسا راز......؟" ہاکن نے تعجب سے پوچھا۔

"آہ...... پپا اسی وجہ سے تو مجبور ہو گئے تھے۔ ورنہ وہ دوسری شادی کے خواہش مند نہیں
تھے۔"

"اوہ، اینڈریا! یہ تو تم نے بڑے کام کی بات بتائی۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں
اینڈریا! اور میں اپنے خلوص کا ثبوت اِس طرح دُوں گا کہ میں سلویا سے تمہارے پپا کا وہ راز
حاصل کر لوں۔ اس کے لئے مجھے جس انداز میں کوشش کرنا پڑے، تم اس پر توجہ نہ دینا۔"

"ٹھیک ہے ہاکن!" میں نے کہا۔ میں اُس سے بہت متاثر ہو گئی تھی۔ اتنی متاثر کہ
چھپانے کی کوشش کے باوجود میں، پپّا سے یہ راز نہ چھپا سکی۔ میں نے اپنے والد مسٹر فرگوسن
کو ساری تفصیل بتا دی۔ اور اُن کے خیال میں ہاکن کی آخری پیشکش نے اُنہیں بہت متاثر کیا
تھا۔

"اگر وہ اِس میں کامیاب ہو جائے تو پھر میں سلویا کو بتاؤں گا کہ میں کیا ہوں؟" اُنہوں
نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد میں ہاکن سے ملتی رہی۔ اکثر جب کبھی سلویا گھر
پر نہ ہوتی، میں اور ہاکن سیر و تفریح کے لئے بھی نکل جاتے تھے۔ ہاکن بلاشبہ! ایک پرکشش
شخصیت کا مالک تھا۔ میرے والد بھی اُس پر اعتماد کرنے لگے تھے۔ اس لئے وہ مجھے ہاکن
سے مِلنے جُلنے سے نہیں روکتے تھے۔

لیکن ایک روز...... رات کا وقت تھا۔ ہاکن اور سلویا کہیں گئے ہوئے تھے۔ میرے والد،
میرے کمرے میں آ گئے۔ اُن کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ میں اُنہیں اِس حال میں
دیکھ کر چونک پڑی اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ وہ میرے سامنے آ بیٹھے تھے۔

"اینڈریا!" اُنہوں نے گہری اور گھمبیر آواز میں کہا۔

''کیا بات ہے پپّا......؟''
''اس ہاکن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''
''میں نہیں سمجھی پپّا......؟''
''کیا وہ تم سے مخلص ہے......؟''
''آپ خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں پپّا......!'' میں نے کہا۔
''میرا خیال ہے تم اُسے پسند کرنے لگی ہو۔''
''ایک اچھے انسان کی حیثیت ہے۔ جو کچھ ہمارے سامنے آیا ہے، اس سے ہمیں اند
ہوتا ہے کہ وہ برا آدمی نہیں ہے۔''
''اس کے علاوہ؟ میرا مطلب ہے، ایک نوجوان لڑکی کی حیثیت سے اُس کے بار
میں تمہارے کیا تاثرات ہیں؟ کیا تم اُس سے شادی کرنا پسند کرو گی؟'' میرے والد
اور میں کسی قدر حیران ہوگئی۔ ہاکن بلاشبہ ایک اچھا نوجوان تھا۔ ہمارا ہمدرد۔ اور اسی
میں اُس سے مانوس تھی۔ لیکن اس بارے میں، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ لیکن اگر ایسا ہو
جائے تو کوئی بری بات نہیں تھی۔ بہرحال! ہمدرد لوگ زندگی بھر کے ساتھی بھی بنائے جاتے
ہیں۔ چنانچہ میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔
''میں نے اِس بارے میں کبھی نہیں سوچا پپّا! نہ ہی میں ذہنی طور پر اس انداز میں اُ
سے متاثر ہوں۔ باقی باتیں آپ بہتر طور سے سوچ سکتے ہیں۔''
''اوہ، اینڈریا! میں بس یہی معلوم کرنا چاہتا تھا، تم ذہنی طور پر اُس سے اِس انداز میں
متاثر نہیں ہو۔'' پپّا نے سکون کی سانس لے کر کہا۔
''لیکن بات کیا ہے پپّا......؟''
''دراصل اینڈریا! بعض اوقات انسان اپنی زندگی میں کوئی ایسی غلطی کر بیٹھتا ہے کہ اُ
پوری زندگی اس کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ میری ایک لغزش نے میری زندگی کا رُخ ہی بدل
ہے۔ اگر مجھ سے وہ بھول نہ ہوئی ہوتی تو سلویا جیسی عورت میری زندگی میں نہ آتی۔ وہ
حد چالاک ہے۔ شیطان صفت عورت...... میں جانتا ہوں، وہ کبھی ہمدردی سے میرے
بارے میں نہیں سوچ سکتی۔ اور اُس شیطان کے ساتھ ایک اور شیطان شامل ہوگیا ہے۔ اب
ہمارا واسطہ دو شیطانوں سے ہے۔''
''دوسرا شیطان کون پپّا......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاکن......!'' پپّا نے جواب دیا اور میرا منہ تعجب سے کھل گیا۔
''کون......کون پپّا......؟'' مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔
''ہاں...... میں ہاکن کی بات ہی کر رہا ہوں۔''
''لیکن پپّا! ہاکن تو...... وہ تو......'' مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
''ہاں بیٹے...... اس دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو جائز ذرائع سے کما کر دولت مند
بننے کی خواہش رکھتے ہوں۔ بڑی تعداد اُن لوگوں کی ہے جو مجرمانہ عمل سے دوسروں کی
قسمت سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ بدبخت ہاکن بھی اُنہی میں سے ایک ہے۔ میں نے
اتفاق سے اُس کی اور سلویا کی گفتگو سن لی ہے۔ اور یہ گفتگو میرے لئے کافی تشویش ناک
ہے۔''
''کیسی گفتگو پپّا......؟'' میری سانس گھٹ رہی تھی۔
''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ سلویا کو اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ میں نے اپنی دولت
تمہارے نام منتقل کر دی ہے۔ اور وہ اس بات پر زخمی ناگن کی طرح بل کھا رہی ہے۔''
''ہاں...... آپ نے مجھے بتایا ہے پپّا......!''
''اب اُس نے یہ نئی چال سوچی ہے۔ ذلیل ہاکن ایک پروگرام کے تحت ہمارا ہمدرد بنا
ہوا ہے۔ اُس نے خود کو مظلوم بنا کر پیش کیا ہے۔ اور اُس کا مقصد...... اُس کا مقصد یہ ہے کہ
تمہیں پوری طرح متاثر کرنے کے بعد وہ تم سے شادی کر لے۔ اور بہرحال! وہ سلویا کا
عزیز اور اُس کا عاشق ہے۔ تم سے شادی کرنے کے بعد وہ تمہاری دولت کا مالک بن جائے
گا۔ اور دولت پھر سلویا کی دسترس میں ہوگی۔''
پپّا نے تفصیل بتائی اور مجھے چکر آنے لگے۔ میں اس گھناؤنی سازش کے بارے میں سوچ
بھی نہیں سکتی تھی۔ میں ہراساں نگاہوں سے اپنے والد کی شکل دیکھتی رہی۔
''چنانچہ میں نے اسی لئے یہ سوال کیا تھا بیٹی! کہ کہیں تم اس حد تک تو نہیں پہنچ گئیں کہ وہ
شیطان اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے۔''
''نہیں پپّا......! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن آپ نے یہ گفتگو کب سنی......؟''
''پچھلی رات...... وہ حسب معمول اُس کے کمرے میں تھا۔''
''اوہ...... پپّا! اور کچھ؟''
''دراصل ہاکن نے ہم لوگوں کا مکمل اعتماد حاصل کرنے کے لئے سلویا سے وہ راز معلوم

کر لیا تھا۔ اُس کی خواہش تھی کہ وہ راز ہمیں واپس کر دے۔ اس طرح ہم مکمل طور پر
کے جال میں پھنس جائیں گے۔''

''اوہ، ونڈر فل......!'' میں نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا......؟'' پپا نے مجھے دیکھا۔

''اگر یہ بات ہے پپا! تو کل سے ہم اُس پر اور زیادہ اعتماد کا اظہار شروع کر دیں
تاکہ وہ آپ کا راز، آپ کو واپس کر دے۔ اور پھر ہم اُن دونوں کو ذلیل کر کے یہاں سے
نکال دیں گے۔''

''نہیں بیٹے! وہ شیطان کی خالہ بہت چالاک ہے۔'' پپا مایوسی سے بولے۔

''آپ سلویا کی بات کر رہے ہیں؟''

''ہاں......!''

''تو کیا وہ......''

''ہاں......! وہ اس بات پر تیار نہیں ہوئی۔ بلکہ اُس نے ایک اور شیطانی تجویز پیش کی۔
اُس نے کہا کہ ہاکن اِس چکر میں نہ پڑے۔ بلکہ وہ دوسرا ذریعہ اختیار کرے۔ مسٹر فرگوسن
یعنی مجھے وہ چکر دیتا رہے کہ وہ سلویا سے راز حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور تم پر زیادہ
سے زیادہ اعتماد قائم کر لے۔ اس کے بعد ایک دن بہانے سے تمہیں کہیں لے جائے اور
تمہارے ساتھ مجرمانہ سلوک کر کے تمہیں مکمل طور سے اپنے جال میں پھانس لے۔ اس طرح
وہ ہمیں بلیک میل کر کے تم سے شادی کر لے۔ یوں ہمیشہ ہم، اُس کے چنگل میں رہیں
گے۔''

''اوہ......اوہ......!'' میں نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

''اُس نے اُس ذلیل سے وعدہ کیا ہے کہ وہ یہ کام کر لے گا۔ وہ دونوں مل کر مکمل طور
سے ہمیں تباہ کرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ صورتِ حال حد سے زیادہ سنگین ہے۔ ہاکن نے
خطرہ ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے، میں اُن کے خلاف کوئی کارروائی کروں۔ تو سلویا کہنے لگی کہ اس کا
علاج اُس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر کام بگڑ بھی جائے گا تو وہ سنبھال لے گی۔'' میرے والد
پریشانی کی گہری گہری سانسیں لینے لگے۔

''پھر......اب کیا ہو گا پپا......؟''

''میری بچی! میں اپنی عزت کی حفاظت ضرور چاہتا ہوں۔ لیکن...... لیکن میں ان لوگوں
اس کوشش میں کامیاب نہیں ہونے دُوں گا۔''

''ہم کیا کر سکتے ہے پپا......؟'' میں نے پوچھا۔

''میری بے بسی پر مجھے سخت سست مت کہنا اینڈریا! بس، انسان ہوں، غلطی ہو گئی۔ اور
اس کی سزا تجھے بھگتنا پڑ رہی ہے۔''

''اوہ......نہیں پپا! میں سمجھتی ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں چاہتا ہوں، تو کچھ روز کے لئے یہاں سے چلی جا۔ اِس دوران میں حالات پر
قابو پانے کی کوشش کروں گا۔'' پپا نے جواب دیا۔

''مگر میں کہاں چلی جاؤں پپا......؟'' میں نے پوچھا۔

''چند ممالک کی سیاحت پر...... میں تجھے کہیں بھی بھیج سکتا ہوں۔ لیکن اپنے کسی شناسا
کے پاس نہیں۔ کیونکہ سلویا میرے شناساؤں کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہے۔''

''میں تیار ہوں پپا......!'' میں نے جواب دیا۔ بس! اُس دن پپا مجھے گلے لگا کر خوب
روئے۔ میرے ضبط کے بندھن بھی ٹوٹ گئے۔ بہرحال! پپا نے دوسرے دن مجھے ایک ہوٹل
میں پہنچا دیا۔ اُنہوں نے دوسروں کو یہ بتایا تھا کہ میں اپنی کسی سہیلی کے ہاں گئی ہوں۔ اور پھر
اُنہوں نے نہایت تیزی سے میرا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات تیار کرائے اور ایک رات
خاموشی سے مجھے سپین کے لئے روانہ کر دیا۔

زندگی میں پہلی بار میں تنہا سیاحت پر نکلی تھی۔ لیکن میں نے کہیں بھی خود کو کمزور نہیں ظاہر
ہونے دیا۔ پھر اس کے بعد نہ جانے کیا ہوا...... نہ جانے کس طرح ان لوگوں کو میرے
بارے میں معلوم ہو گیا...... اور...... انجانے لوگ میرے تعاقب میں لگ گئے۔ پھر سپین،
وینس، ڈنمارک، سویڈن کے نزدیکی علاقوں میں چکراتی رہی...... اور اُن لوگوں نے ہر جگہ میرا
تعاقب کیا...... میں نے خوف کی وجہ سے اپنے پپا سے بھی رابطہ نہیں قائم کیا...... نہ جانے اُن
کا کیا حال ہو گا......''

اُس نے ایک سسکی لی اور خاموش ہو گئی۔ گویا اب وہ رونا بھی نہیں چاہتی تھی۔ میں
خاموشی سے اُس کی کہانی سن رہا تھا۔ دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اُس پر اعتبار کر لوں۔ لیکن پھر کیا
کرتا؟ میں بالکل خاموش رہا۔ پھر اُس نے ایک گہری سانس لی اور بولی۔ ''چنانچہ تم اگر مجھے
قابلِ معافی نہیں سمجھتے تو ہم سٹاک ہوم چل رہے ہیں۔ وہاں مجھے سلویا کے حوالے کر دو۔''

''تمہیں یقین ہے، یہ تمہاری آخری کہانی ہے؟''

''ہاں...... اس کے بعد میں تمہیں کوئی کہانی نہ سناؤں گی۔''

''سنو لڑکی! میں بھی تمہیں آخری بار بتا رہا ہوں۔ میں زیادہ اچھا انسان نہیں ہوں۔ بلاشبہ! تم نے مجھ سے جھوٹ بول کر مجھ کو نقصان نہیں پہنچایا۔ لیکن کیا یہ احساس کم ہے کہ کوئی دوست بن کر کسی کو بیوقوف بنانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ سنو! اس وقت بھی اگر تم خود کو بچا کر صرف سٹاک ہوم پہنچنا چاہتی ہو؟ اگر یہ بات ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں تمہارے دشمن خواہ کوئی بھی ہوں، میں تمہیں اُن سے بچا کر تمہاری مطلوبہ جگہ پہنچا دوں گا۔ تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ درحقیقت تم کون ہو؟ نہ میں تم سے کوئی معاوضہ طلب کروں گا۔ کام صرف دوستانہ طور پر ہوگا۔ اگر تمہاری یہ طویل کہانی بھی جھوٹی ہے تو میں خلوص دل سے تمہیں معاف کر دُوں گا اور مزید کوئی سوال نہیں کروں گا۔ لیکن اگر تم نے اس وقت جھوٹ بول کر مجھے چکمہ دینے کی کوشش کی تو لڑکی! میں تمہیں لڑکی سے عورت بنا دُوں گا۔ میں تمہارے بدن کو مسل دُوں گا۔ اور جب تک دل چاہے گا، تمہیں اپنے پاس رکھوں گا۔ تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ تم، میرے چنگل سے نہیں نکل سکو گی۔ اور اس وقت میرے اُوپر اخلاقی ذمہ داری نہ ہوگی۔ اس وقت میں تمہاری ہر التجا کو نیا فریب سمجھوں گا۔'' میری آواز بے حد خونخوار ہوگئی۔

لیکن اُس کے چہرے پر سکون تھا۔ ''تم اس بار میرے اُوپر یقین کرلو! اس کے بعد تم کو اختیار ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''گویا تم مجھے آخری بار مطمئن کر رہی ہو؟''

''ہاں......!''

''اور تمہاری یہ کہانی سچ ہے؟''

''ہاں مائیکل! میں اب تم سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔ تم نے میری عزت بھی بچائی ہے۔ میری بے لوث مدد بھی کی ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''چنانچہ ہمارے درمیان سے جھوٹ نکل گیا؟''

''ہاں......!''

''پھر یہ بتاؤ! پہلے جھوٹ کیوں بولا تھا؟'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میرے حالات سن چکے ہو تم۔''

''ہاں......'' میں نے جواب دیا۔

''تمہارے پاس اتفاقیہ طور پر گئی تھی۔ لیکن تم حیرت انگیز انسان نکلے۔ بے حد صلاحیتوں کے مالک۔ میں خوف زدہ تھی۔ میں نے سوچا، وہ لوگ تمہارا تعاون نہ حاصل کر لیں۔ اس کے بعد بچنا محال تھا۔ بس! تم اسے میرا خوف سمجھو۔'' اُس نے جواب دیا۔

''چلو، ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں...... لیکن اب میں تمہیں کس نام سے پکاروں؟''

''اینڈریا۔'' اُس نے جواب دیا۔

''ہوں......'' میں نے گہری سانس لی۔ ''ایک بات بتاؤ اینڈریا!''

''جی......؟''

''تمہارے والد صاحب نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ راز کیا تھا؟''

''نہیں......!'' اُس نے جواب دیا۔

''ہوں...... تو اَب تمہارا کیا پروگرام ہے؟''

''سٹاک ہوم پہنچ کر کسی پوشیدہ مقام پر قیام کروں گی۔ میں اپنے پپّا کی خیریت معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوں۔'' اُس نے جواب دیا اور میرے ذہن میں تانے بانے بننے لگے۔ اچانک ہی میرے ذہن میں کچھ نئے خیالات آئے تھے۔ یہ تو میرے کچھ مطلب کی بات تھی۔ اچانک ہی مجھے کاروبار سوجھ گیا تھا۔

''اینڈریا!'' میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ اور وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ ''کیا سٹاک ہوم میں بھی تمہیں میری مدد کی ضرورت نہیں ہوگی......؟''

''میں نہیں سمجھی......؟''

''اگر حالات بدستور ہوئے......؟'' میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''ہاں......! اس کے امکانات کافی ہیں۔ اور پھر میں خطرے میں تو ہوں۔''

''میں تمہیں ان خطرات سے نکال لوں گا۔ میں، سلویا اور ہاکن کے خلاف کام کروں گا۔ اور اگر تمہارا کام بن گیا تو تم سے کچھ معاوضہ لوں گا۔''

''مائیکل! میں...... میں تمہیں معاوضہ دُوں گی۔ ہاں! جو کچھ تم طلب کرو گے۔ اس کے علاوہ میں زندگی بھر تمہاری احسان مند رہوں گی۔'' اُس نے شکرگزاری سے کہا۔

''لیکن ایک شرط ہے مِس اینڈریا فرگوسن!'' میں نے کہا۔ ''اور شرط یہ ہے کہ آج سے آپ اپنی ذہانت کا استعمال قطعی طور پر بند کر دیں۔ اور صرف میری ہدایات پر عمل کریں۔''

”خدا کی قسم مائیکل! وعدہ کرتی ہوں۔ تمہاری ہدایات کے خلاف ایک قدم نہیں اُٹھاؤں
گی۔ میں نے جو کچھ کیا ہے، اُس پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اور صرف اس لئے کہ تم ایک
غرض انسان ہو اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک۔ میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے، اس میں
جھوٹ نہیں ہے۔ درحقیقت! یہ میری سچی کہانی ہے۔ باقی تم خود اس سلسلے میں کوئی فیصلہ
لینا۔ یہ بات میں دعوے سے اس لئے نہیں کہتی کہ دو بار میں، تمہارے ساتھ فریب کر چکی
ہوں۔“

”ہوں......ٹھیک ہے مِس اینڈریا! میں اس بار جو کچھ کر رہا ہوں، آپ یوں سمجھ لیں! کہ
اس میں میرا مفاد بھی ہے۔ کیا مفاد ہے؟ اس بارے میں، میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا۔
بہرصورت! آپ نے میرے احکامات پر چلنے کا وعدہ کیا ہے۔ اور آپ اس بات کا بھی یقین
کرلیں! کہ میں نے آپ کو جو دھمکی دی ہے، اُس پر عمل کروں گا۔“

”میں تمہیں یقین دِلاتی ہوں کہ میری اِس بات میں کوئی فریب نہیں ہے۔ ا
بہرصورت! میں تمہارے احکامات سے انحراف نہیں کروں گی۔ میں تھک چکی ہوں۔“

”اگر کوئی میرا بوجھ اپنے کندھوں پر ڈال لے تو میں اُس کی شکرگزار رہوں گی۔ میں نہ
جانتی کہ سٹاک ہوم میں میرے پپّا کا کیا حال ہے؟ اُن ذلیل آدمیوں نے اُن کے ساتھ
سلوک کیا ہے؟ پپّا اُن سے شکست تو نہیں مان گئے؟ بہرصورت! میرا دل اُن کے لئے سخت
پریشان ہے۔“

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بہرصورت! سفر کے دوران ہم نے کافی گفتگو
کی تھی۔ اور پھر ہم بوٹے برگ پہنچ گئے۔

یہاں جس طرح آنے کا پروگرام تھا، اُس میں کافی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ بہرصورت
مجھے کوئی خاص فرق نہ پڑا تھا۔ مجھے تو سٹاک ہوم جانا ہی تھا۔ اور وہاں جانے کے بعد
کرنے کا پروگرام بھی میرے ذہن میں تھا۔ بہت عرصہ ہو چکا تھا، میں نے ایسا کوئی کام نہیں
کیا تھا، جسے میں کام کی حیثیت دے سکتا۔

بوٹے برگ میں ہم نے یہ کار چھوڑ دی۔ یہاں سے دوسرے ذرائع اختیار کرنے تھے
اور بہرصورت! کسی کی چیز اپنی تحویل میں رکھنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا اور میں یہ نہیں چاہتا تھا
کہ میں کوئی ایسا رِسک لوں جو میرے لئے دُشوار گزار ہو۔

بوٹے برگ سے اُمپالا تک ہم نے پھر ایک گاڑی میں لفٹ لی۔ اور اب سٹاک

صرف تیس میل رہ گیا تھا۔ سٹاک ہوم پہنچنے تک ہمیں وہی سفر اختیار کرنا تھا۔ چنانچہ ہم نے
ایک رات اُمپالا میں قیام کیا اور دوسرے دن ہم سٹاک ہوم جانے والی سڑک کی طرف چل
پڑے۔ کافی دُور تک پیدل سفر کیا تھا۔ یہاں پر بھی بہرصورت! انتظام ہو ہی گیا۔ یہ ایک
زرعی فارم کی وین تھی جس کے بوڑھے ڈرائیور نے ہمیں لفٹ دی اور اُس نے ہمیں سٹاک
ہوم کی ایک نواحی آبادی میں اُتار دیا۔

خوشنما رہائشی فلیٹوں کی درجنوں جدید اور بلند عمارتیں پھولوں کے حسین قطعات میں گھری
ہوئی تھیں۔ سٹاک ہوم جانے والی سڑک کے اُونچے درخت، لہلہاتے کھیت، نہایت
خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔ آبادی کے درمیان ایک بڑا پارک تھا۔ ابھی صرف تین
بجے تھے لیکن سورج جیسے سوا نیزے پر تھا۔ چاروں طرف چندھیا دینے والی دُھوپ پھیلی ہوئی
تھی۔ علاقہ سنسان پڑا تھا۔ پارک بالکل خالی تھا۔ یہاں اُتر کر میں نے اینڈریا سے پوچھا۔

”اینڈریا! جدید علاقہ یہاں سے کتنا دُور ہے......؟“

”زیادہ نہیں......ہمیں تھوڑے فاصلے پر ٹیکسی مل جائے گی۔“

”ہاں......سٹاک ہوم میرے لئے نئی جگہ ہے۔ اس لئے تم یہاں مجھے گائیڈ کرو گی۔“

”او کے مسٹر مائیکل! کیا آپ مجھے اپنا پروگرام نہیں بتائیں گے؟“ اُس نے پوچھا۔

”کیوں نہیں اینڈریا؟ میرے ذہن میں جو کچھ ہے، اس میں تم بہرصورت! میری
معاون تو ہو گی۔ اور خاص طور سے اس صورت میں جب کہ تم نے وعدہ کیا ہے کہ تم میرے
ساتھ تعاون کرو گی۔“

”تم دیکھو گے کہ میں کسی بھی سلسلے میں تم سے انحراف نہیں کروں گی۔“ اینڈریا نے
جواب دیا۔

”تب پھر ہم سب سے پہلے کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کریں گے۔ کچھ دیر آرام کرنے
کے بعد میں تمہارے پپّا کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ اور اس کے بعد ہم اُن
سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ میرا خیال ہے، باقی تمام کام اس کے بعد ہی کئے
جائیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ ہمیں پہلے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہئیں، اس کے
بعد ہی کوئی قدم اُٹھایا جائے تو مناسب ہو گا۔“

”ٹھیک ہے......!“ اینڈریا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تھوڑے فاصلے پر ہمیں
ایک ٹیکسی مل گئی جس نے ہمیں سٹاک ہوم کے مرکزی علاقے میں اُتار دیا۔

شہر کا ایک خوبصورت ہوٹل آڈرے، ہماری قیام گاہ تھا۔ آڈرے کے عالیشان کمرے میں پہنچ کر میں نے گہری سانس لی اور ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔ اینڈریا بھی خاموش ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نیم وا آنکھوں سے اُس کی صورت دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی اُس لڑکی نے سچ بولا ہے؟ اگر اب بھی اُس نے کوئی کہانی سنائی ہے تو پھر اُس کے ساتھ ہر زیادتی جائز ہو گی۔ وہ لوگ اُس کی زندگی کے درپے تھے لیکن میں اُنہیں بیزار کر دُوں گا۔ اور اگر......

''اینڈریا......!'' دفعتہً مجھے ایک تجویز سوجھ گئی۔

''ہوں......!'' اُس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

''تمہیں اپنے والد کے گھر اور دفتر کے فون نمبر تو معلوم ہی ہوں گے۔''

''ہاں...... مجھے یاد ہیں، بشرطیکہ نمبر بدل نہ گئے ہوں۔''

''براہِ کرم! مجھے بتانے کی زحمت کرو گی......؟'' میں نے کہا اور اینڈریا نے دو فون نمبر دُہرا دیئے۔

''یہ ایسے نمبر ہیں جہاں سے تمہیں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ میں بتا چکی ہوں کہ مسٹر فرگوسن کا کاروبار بہت بڑا ہے۔ ہمارے بہت سے دفاتر یہاں سٹاک ہام میں بھی ہیں۔ اس لئے بہت سے فون نمبر ہیں۔ لیکن یہ نمبر ڈیڈی کے پرسنل ڈیپارٹمنٹ کا ہے۔ یہاں سے اگر وہ کہیں باہر بھی گئے ہوں تو اُن کا فون نمبر معلوم ہو سکتا ہے۔''

''اوہ...... ٹھیک ہے۔'' میں نے نمبر نوٹ کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ جو خیال میرے ذہن میں آیا تھا، میں اُس پر فوری عمل کے لئے تیار تھا۔

اینڈریا نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں باہر نکل آیا۔ راہداری میں کئی کال بوتھ تھے۔ میں ایک کال بوتھ پر پہنچ گیا اور پھر میں نے پہلے اینڈریا کے گھر کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ریسیور اُٹھا لیا گیا تھا۔

''ہیلو......!'' ریسیور میں آواز آئی۔

''مِس اینڈریا پلیز......!'' میں نے کہا۔

''جی......؟'' آواز میں کسی قدر تعجب تھا۔

''کیا یہ مسٹر فرگوسن کی رہائش گاہ نہیں ہے؟''

''وہی ہے جناب! لیکن آپ کون بول رہے ہیں؟'' دوسری طرف کی آواز میں ہچکچاہٹ

تا۔

''میرا نام مائیکل بون ہے۔ مِس اینڈریا کا بہت پرانا دوست ہوں۔ طویل عرصے کے غیر ممالک کے دورے سے واپس آیا ہوں۔ براہِ کرم! مِس اینڈریا کو اطلاع دے

''

با۔

''سوری مسٹر مائیکل! مِس اینڈریا تو عرصے سے ملک سے باہر گئی ہوئی ہیں۔''

''ارے، اچھا؟ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔ کہاں گئی ہیں؟''

''کئی ملکوں کا دورہ کر رہی ہیں۔ اس وقت کہاں ہیں، مجھے علم نہیں ہے۔''

''آپ کون بول رہی ہیں؟''

''میرا نام نیگی ہے۔ ملازمہ ہوں۔''

''اچھا مِس نیگی! کیا مسٹر فرگوسن موجود ہیں؟''

''جی، وہ بھی نہیں ہیں۔''

''مسز فرگوسن بھی نہیں ہیں؟''

''جی...... وہ ہیں۔''

''تب، براہِ کرم! اُن سے بات کرا دیں۔'' میں نے کہا۔

''ہولڈ آن پلیز! میں اُن سے رابطہ قائم کرتی ہوں۔'' جواب ملا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد فون پر آواز سنائی دی۔

''ہیلو......!''

''مسز فرگوسن؟''

''ہاں! میں بول رہی ہوں۔''

''مسز فرگوسن! میں آپ سے انتہائی اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے وقت دے سکیں گی؟''

''کون بول رہا ہے...... کیا ہمارا تعارف ہے؟''

''نہیں...... میں ڈنمارک سے آیا ہوں۔ اور آپ کو مِس اینڈریا کے بارے میں ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔''

''اوہ، اینڈریا...... میری بچی...... وہ خیریت سے تو ہے؟''

''ہاں...... ابھی تک تو خیریت سے ہے۔ لیکن ممکن ہے، آئندہ خیریت سے نہ رہے۔''

"کیا مطلب...... میں سمجھی نہیں۔"

"میں آپ کو اُس کا ایک پیغام دینا چاہتا ہوں۔"

"اوہ، مسٹر...... براہِ کرم! آپ فوراً مجھ سے ملاقات کریں۔ کتنی دیر میں آ رہے آپ؟ کیا آپ کو ہماری کوٹھی کا پتہ معلوم ہے......؟"

"جی ہاں...... میں پہنچ جاؤں گا۔"

"تو میں آپ کا انتظار کروں......؟"

"جی ہاں...... میں ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟"

"مائیکل بون۔" میں نے جواب دیا۔

"پلیز...... میں نہایت بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔ دوسری طرف سے گیا اور میں نے الوداعی الفاظ کے بعد فون بند کر دیا۔ فون بند کرنے کے بعد میں چند سا اسی جگہ کھڑا سوچتا رہا۔ اس طرح کم از کم ایک بات کا ثبوت مل گیا تھا کہ اینڈریا فرگو وجود تو ہے۔ تو کیا اُس لڑکی کی کہانی پر یقین کر لیا جائے؟ بہرحال! اگر اس بار بھی وہ فرار ہو تو...... تو پھر میری پوری کوشش اُسے تلاش کرنے میں صرف ہو گی۔ اور میں اُس سے پ حساب چکا لوں گا۔

میں واپس کمرے میں آ گیا۔ اینڈریا اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ "کیا تم نے فون کیا تھا......؟" اُس نے بے اختیار پوچھا۔

"ہاں......!" میں نے جواب دیا۔

"پپّا سے بات ہوئی تھی؟" اُس کے انداز میں اشتیاق جھلک رہا تھا۔

"نہیں...... وہ آفس میں تھے۔ میں نے گھر فون کیا تھا۔"

"وہاں سے اطلاع ملی تھی کہ وہ آفس میں ہیں؟"

"ہاں......!"

"اوہ...... اِس کا مطلب ہے کہ وہ ٹھیک ہیں۔ خدا کا شکر ہے، مجھے اُن کی خیریت کی اطلاع تو ملی۔" وہ سکون کی گہری گہری سانسیں لے کر بولی۔

"ہاں...... یقیناً! وہ خیریت سے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری گفتگو کس سے ہوئی تھی؟"

"پہلے تمہاری ایک ملازمہ سے اور پھر مسز فرگوسن سے۔"

"خوب...... کوئی خاص بات ہوئی؟"

"ابھی نہیں...... میں اُن سے ملنے جا رہا ہوں۔"

"کہاں...... ہماری کوٹھی پر......؟"

"ہاں......!"

"کیا اُنہوں نے تم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی ہے؟"

"ہاں......!"

"لیکن کیوں......؟"

"یہ میں تمہیں واپس آنے کے بعد بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو کر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ کتنی دیر میں جا رہے ہو؟"

"بس، ابھی۔ براہِ کرم! مجھے کوٹھی کا پتہ بتاؤ۔ ایک بات اور بھی۔" میں نے اُسے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "کیا میں اُمید کروں کہ واپسی میں تم مجھے یہیں ملو گی؟"

یوں لگا جیسے اُسے میرے اس سوال سے تکلیف پہنچی ہو۔ لیکن پھر اُس نے خود کو سنبھالا اور آہستہ سے گردن جھکا کر کہا۔ "ہاں......!"

"او کے...... تو پھر میں جا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ مجھے پتہ سمجھانے لگی۔ اچھی طرح پتہ معلوم کرنے کے بعد میں ہوٹل سے باہر نکل آیا اور پھر ایک ٹیکسی مجھے لے کر گیلا دیپا کے علاقے کی طرف چل پڑی، جہاں مسٹر فرگوسن کی کوٹھی تھی۔ کوٹھی دُور سے ہی نظر آ گئی تھی۔ میں ایک گھنٹے سے کچھ پہلے ہی پہنچ گیا۔

"مسز فرگوسن سے ملنا چاہتا ہوں۔ کارڈ میرے پاس موجود نہیں ہے۔ بس! آپ بتا دیں کہ مائیکل، ملاقات کا خواہشمند ہے۔" میں نے ایک ملازم قسم کے آدمی سے کہا اور اُس نے گردن جھکا دی۔ مجھے اُسی جگہ کھڑا چھوڑ کر وہ اندر چلا گیا۔ اور واپس تنہا نہیں آیا تھا۔ اُس کے ساتھ ایک گٹھے ہوئے بدن کی خوبصورت عورت تھی۔ اور ایک دراز قامت نوجوان...... جس کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ہاکن ہو سکتا ہے۔ خاصا تیز و تند نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ گہری نگاہ رکھنے والا اور جلد فیصلہ کرنے والا۔

"ہیلو......!" عورت نے مجھے اُوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ ایک بیش قیمت لباس میں تھی اور شاندار نظر آ رہی تھی۔

"ہیلو......! غالباً میں مسز فرگوسن سے ہم کلام ہوں۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ نوجوان گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے مسٹر مائیکل...... براہِ کرم! تشریف لائیے۔" اُس نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سب ایک عالیشان ڈرائنگ رُوم میں تھے۔ "آپ مجھے اینڈریا کے بارے میں بتانے والے تھے؟"

"جی......!"

"کہاں ہے وہ...... کیسی ہے؟ ہم سب اُس کے لئے سخت پریشان ہیں۔" مسز فرگوسن نے بے چینی سے کہا۔

"اوہ...... مسز فرگوسن! اگر میں آپ کو یہ غم ناک خبر دُوں کہ مِس اینڈریا اب اِس دنیا میں نہیں ہیں تو......؟" میں نے افسردہ سی شکل بناتے ہوئے کہا اور مسز فرگوسن کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔ اُس نے منہ پھاڑ کر دیکھا اور پھر اُس کے حلق سے ایک سریلی سی چیخ نکل گئی۔ وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور پھر گردن ہلاتی ہوئی بولی۔ "نہیں، نہیں...... یہ جھوٹ ہے...... یہ غلط ہے۔ آہ...... یہ کیسے ممکن ہے...... کیا ہوا اُسے؟" عورت شاندار اداکاری کر رہی تھی۔ میں نے ہاکن کی طرف دیکھا۔

"میں صرف آپ سے یا مسٹر فرگوسن سے گفتگو کرنا چاہتا تھا خاتون......!"

"آہ...... آہ! یہ کیسی خبر سنائی تم نے۔ ہاکن میرے کزن ہیں۔ ہمارے ہر راز کے شریک...... ہمارے بالکل اپنے...... اِن کی فکر مت کرو۔" اُس نے ناک سے شوں شوں کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مسز فرگوسن! آپ یوں سمجھ لیں کہ مِس اینڈریا ابھی زندہ ہیں۔ لیکن اگر آپ لوگوں نے توجہ نہ دی تو وہ بہت جلد موت کا شکار ہو جائیں گی۔"

"زندہ ہے...... وہ زندہ ہے...... اوہ! خدا کا شکر ہے۔ پھر تم نے یہ منحوس الفاظ منہ سے کیوں نکالے تھے......؟" مسز فرگوسن نے کہا۔

"میں نے کہا نا! کہ وہ موت سے بہت نزدیک ہیں...... اگر آپ لوگوں نے نوٹس نہ لیا تو وہ موت کا شکار بھی ہو سکتی ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا خیال ہے جناب! آپ پہیلیاں بجھانے کی بجائے صاف گفتگو کریں۔ کافی سسپنس پیدا ہو چکا ہے۔" ہاکن نے پہلی بار زبان کھولی۔ اُس کا لہجہ سرد تھا۔

"ہاں...... میں سخت پریشان ہو گئی ہوں۔ براہِ کرم!"

میں نے اُن دونوں کے لہجے اور انداز پر توجہ نہیں دی اور آہستہ سے کہا۔ "دراصل! وہ ایک ایسے گروہ کے چکر میں پھنس گئی ہیں جو بے حد خطرناک ہے۔ شاید آپ نے "شیگی" کا نام سنا ہو۔ اُس کے ارکان بے حد سفاک ہوتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں اُنہوں نے اپنا مطالبہ پورا نہ ہونے پر بچوں کے ایک پورے سکول کو بارود سے اُڑا دیا تھا۔"

"اوہ، تو...... تو...... لیکن اینڈریا......" مسز فرگوسن نے کہا۔

"ہاں...... گروہ کے ارکان نے اُنہیں ڈنمارک سے اغواء کیا ہے۔"

"اغواء کیا ہے...... کیوں؟ کیا چاہتے ہیں وہ لوگ......؟"

"صرف دو لاکھ پونڈ......!" میں نے جواب دیا۔

"دو لاکھ پونڈ؟ میرے خدا......!" سلویا، یعنی مسز فرگوسن نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ "گویا وہ اُس کے عوض یہ رقم چاہتے ہیں؟"

"ہاں......!" میں نے جواب دیا۔

"اور تم اُن کا مطالبہ لے کر آئے ہو؟" ہاکن نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہی سمجھ لو......!" میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تو پھر کیوں نہ تم سے یہیں نمٹ لیا جائے......" ہاکن اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور میں نے مضحکانہ انداز میں اُسے دیکھا۔

"جیسے تمہاری مرضی......"

"میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دُوں گا۔" ہاکن غرایا۔

"خود نمٹنے کا اِرادہ کیوں ملتوی کر دیا مسٹر ہاکن؟"

"اوہ، ہاکن...... ہاکن......! کیسی باتیں کر رہے ہو؟ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ اینڈریا اِن کی قید میں ہے۔ وہ اُس کے ساتھ برا سلوک کر سکتے ہیں۔" مسز فرگوسن ہاکن کے شانے پر ہاتھ رکھتی ہوئی میری طرف دیکھ کر بولی۔ "ایکسکیوزمی مسٹر! میں آپ کے لئے کوئی بندوبست کروں...... کیا پسند کریں گے آپ......؟"

"جو آپ پسند کریں مسز فرگوسن!" میں نے خود اعتمادی سے کہا اور مسز فرگوسن، ہاکن کو

لے کر باہر نکل گئی۔ میں اطمینان سے بیٹھا رہا تھا۔

چند ساعت کے بعد وہ واپس آ گئی۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ''سوری جناب! ہاکن بے حد جذباتی نوجوان ہے۔ آپ خیال نہ کریں۔''

''جی......'' میں نے گردن ہلائی۔

''ویسے آپ بھی مجھے عجیب محسوس ہوتے ہیں۔''

''کیوں......؟''

''ہم دونوں کے چلے جانے سے آپ کو تشویش بھی نہیں ہوئی۔ ہم پولیس کو اطلاع دیئے بھی جا سکتے تھے۔''

''اوہ...... اِس سے کوئی فرق نہ پڑتا محترمہ! بلکہ آپ خود نقصان میں رہتیں۔ شیگی کا گروہ دو، چار افراد پر مشتمل تو ہے نہیں۔ اگر آپ ایسا کرتیں تو پھر اینڈریا کی زندگی کی ضمانت کون دیتا؟'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ، ہاں...... مجھے اپنی بچی کا احساس ہے۔ لیکن مسٹر مائیکل! کیا اِس رقم میں کوئی رعایت نہیں ہو سکتی؟''

''ہم لوگ، کم مایہ لوگوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتے۔ کیا مسٹر فرگوسن کے لئے یہ رقم زیادہ ہے؟'' میں نے کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تم نے مسٹر فرگوسن سے گفتگو کی؟''

''ابھی نہیں۔ لیکن اگر آپ......''

''آہ، نہیں۔ میرے شوہر کا دل بے حد کمزور ہے۔ وہ بیمار ہو سکتے ہیں۔ براہِ کرم! آپ اُن سے اس موضوع پر کوئی گفتگو نہ کریں۔ رقم کا بندوبست میں کر دُوں گی۔''

''شکریہ مسز فرگوسن......! اس کے لئے کیا پروگرام ہے؟''

''آپ مجھے اپنا فون نمبر دیں گے......!''

''جی نہیں! آپ مجھے وقت دے دیں۔ میں آپ کو خود فون کر لوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''آج شام سات بجے، میں آپ کو بتا دُوں گی کہ رقم کہاں ادا کرنی ہے۔ لیکن اس کے بعد میری بچی مجھے مل جائے گی نا؟''

''یقیناً! ہم صاف کاروبار کرتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ تو پھر سات بجے آپ مجھے رِنگ کر لیں۔'' سلویا نے کہا اور اچانک میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ ارے، ارے...... میں آپ کے لئے کافی منگوا چکی ہوں۔''

''شکریہ مسز فرگوسن! میں یہاں کسی خیر سگالی کے مشن پر نہیں آیا۔ اس لئے میں کچھ نہیں پیوں گا۔'' میں نے کہا اور وہ منہ پھاڑ کر رہ گئی۔ میں باہر نکل آیا تھا۔ اور پھر میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

سڑک پر کچھ دُور چلنے کے بعد مجھے ٹیکسی مل گئی تھی۔ میں نے ڈرائیور کو ایسے ہی ایک جگہ کا پتہ دے دیا اور ٹیکسی چل پڑی۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ ہاکن کو تعاقب کا سلیقہ نہیں تھا۔ حالانکہ میں اُس کی کار نہیں پہچانتا تھا۔ لیکن اُس نے فاصلہ اتنا بھی نہ رکھا کہ میں اُس کی شکل نہ دیکھ سکتا۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر اُسے دیکھ لیا تھا۔

پھر اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ کر میں نے جیسے اچانک کچھ یاد کرتے ہوئے کہا۔ ''اوہ...... سوری ڈرائیور! مڈسمر نائٹ کیمپ چلو! مجھے یہاں اپنے ایک دوست سے ملنا ہے۔'' ڈرائیور نے ٹیکسی کا رُخ بدل دیا۔ ہاکن کی نیلی کار، بدستور ہمارے پیچھے آ رہی تھی۔ مڈسمر نائٹ کیمپ ایک جھیل کے کنارے واقع تھا۔ ایک روایتی جگہ، جو میرے اندازے کے مطابق تھی۔ خوشنما جھیل اور اُس کے کنارے درختوں کے خوبصورت جھنڈ۔

''ڈرائیور......!'' میں نے ڈرائیور کو پکارا۔

''لیس سر......؟'' ڈرائیور، ادب سے بولا۔

''تم اس جگہ رُک کر میرا انتظار کرو۔ میں واپس آتا ہوں۔''

''بہت بہتر جناب!'' اُس نے کہا۔

''ٹیکسی کو اِس طرح موڑ کر دُور لے جانا، جیسے واپس جا رہے ہو۔ نیلی کار میں آنے والا میرا دوست ہے۔ ذرا اُس سے مذاق کرنا ہے، کوئی غلط بات نہیں ہے۔ تم بے فکر رہو!''

''ٹھیک ہے جناب......!'' ڈرائیور نے جواب دیا اور میں ٹیکسی سے اُتر کر درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف چل دیا۔ ایک درخت کی آڑ سے میں نے دیکھا کہ ہاکن نے اپنی کار ایک مناسب جگہ پارک کی تھی۔ اور پھر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اسی طرف آیا تھا، جدھر میں گیا تھا۔ غالباً وہ مجھے نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ میں نے پستول نکال لیا۔ یہ وہی پستول تھا جو میں نے اُن لوگوں سے حاصل کیا تھا جو اینڈریا سے زیادتی کرنا چاہتے تھے۔

ہاکن کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ اور پھر وہ
گیا۔ غالباً وہ میرے بارے میں اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور در
کے پیچھے رینگتا ہوا اُس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ گردن اُٹھا اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔
تب میں نے پستول کی نال اُس کی گردن پر رکھ دی اور وہ اُچھل پڑا۔

"غالباً تم مجھے تلاش کر رہے ہو مسٹر ہاکن......!" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ہاکن
سانپ کی طرح پلٹا۔ اُس کا ہاتھ کوٹ کے جیب کی طرف رینگ گیا۔ لیکن میں نے دباؤ
کی گردن پر سخت کر دیا۔ میرے دوسرے ہاتھ نے اُس کی جیب خالی کر دی تھی اور اُس
پستول میرے ہاتھ میں آ گیا۔ جسے میں نے پلٹتے ہوئے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ ہاکن کسی
قدر بدحواس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مسز فرگوسن نے بدعہدی نہیں کی......؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم......" ہاکن، دانت پیس کر بولا۔

"میں خاموشی سے تمہاری لاش اِس جھیل میں پھینک کر چلا جاؤں گا۔" میں نے انتہائی
سرد لہجے میں کہا اور ہاکن کسی قدر خوف زدہ ہو گیا۔

"لیکن میں......" وہ ہکلایا۔

"ہاں...... میں یہی جاننا چاہتا ہوں۔ تم نے میرا تعاقب کیوں کیا......؟"

"فطری بات تھی......!" ہاکن نے جواب دیا۔

"کیا اِس طرح تم نے اینڈریا کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال دی......؟"

"اوہ...... مجھے کسی کی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے، تم اُس کے کوئی نہیں ہو۔ لیکن کیا تم مسز فرگوسن کے ایماء پر میرے پیچھے آئے
ہو......؟"

"نہیں......!"

"پھر تم نے یہ زحمت کیوں کی......؟"

"بس...... میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔"

"فضول اور احمقانہ بات۔ بہرحال! میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں کہ ایسی کوئی دوسری
حرکت نہ ہو۔ ورنہ اس کے بعد میں ہر اخلاقی معاہدے سے آزاد ہوں گا۔"

"اینڈریا کہاں ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"وہاں، جہاں تم اُسے تلاش نہیں کر سکتے۔ جاؤ! مسز فرگوسن سے کہو، حسب وعدہ رقم تیار
کر لے۔ اور اگر اُس کی زندگی چاہتی ہے تو حسب وعدہ رقم مجھے دیدے۔ ورنہ پھر اینڈریا کی
لاش تمہارے پاس بھیج دی جائے گی۔"

ہاکن نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بے بس ہو گیا تھا۔ میں اُس کے بارے میں فیصلے کر رہا
تھا۔ پھر میں نے اچانک رُخ بدلا اور پستول کا دستہ، ہاکن کے سر کے پچھلے حصے پر رسید کر
دیا۔ ہاکن کے حلق سے کراہ نکل گئی تھی۔ لیکن دوسرے وار پر وہ حواس کھو بیٹھا۔ میں نے اُسے
آرام سے زمین پر لٹا دیا تھا۔ اور پھر میں اطمینان سے واپس چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور، اطمینان
سے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور میں نے گردن ہلا دی۔

ٹیکسی میں نے اپنے ہوٹل سے بالکل مختلف راستے پر چھوڑ دی تھی اور پھر ہوٹل تک کا سفر
پیدل ہی طے کیا۔ اس دوران بھی میں نے حالات پر نگاہ رکھی تھی۔

ہوٹل میں داخل ہوتے وقت اینڈریا میرے ذہن میں تھی۔ بے وقوف لڑکی نے کہیں
ہوٹل چھوڑ نہ دیا ہو۔ لیکن جب میں کمرے میں داخل ہوا تو اینڈریا موجود تھی اور بے چینی سے
میرا انتظار کر رہی تھی۔

"ہیلو اینڈریا......!"

"ہیلو مائیکل......!" وہ میری شکل دیکھنے لگی۔

"کیسا وقت گزرا......؟"

"نہایت بے چین۔"

"کیوں......؟"

"میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"کیا، کیا خیالات تھے ذہن میں......؟"

"تم خود اندازہ کر سکتے ہو مائیکل! اور میں اب بھی بے چین ہوں۔ براہِ کرم! صرف
ایک بار بتا دو۔" اُس نے لجاجت سے کہا۔

"کیا......؟"

"میرے پپا کیسے ہیں......؟"

"بالکل ٹھیک......!"

"تمہاری ملاقات ہوئی تھی اُن سے......؟"

"نہیں......لیکن اُن کے بارے میں معلومات پوری مل گئی ہیں۔"

"اوہ......تو تم ہماری کوٹھی نہیں گئے تھے......؟"

"وہیں گیا تھا۔"

"کسی سے ملاقات ہوئی......؟"

"ہاں......تمہاری ماں سلویا سے، اور اُس کے عاشق ہاکن سے۔"

"اوہ...... ہاکن موجود ہے؟"

"ہاں...... وہ اس سونے کی چڑیا کو چھوڑ کر کہاں جائے گا......؟" میں نے جواب دیا۔

"مائیکل! کیا تم مجھے تفصیل نہیں بتاؤ گے......؟" اُس نے پریشانی سے پوچھا اور میں اُسے بلاکم و کاست سب کچھ بتا دیا۔ ہاکن کی درگت سے اینڈریا بہت خوش ہوئی تھی۔ وہ منٹ تک خاموش کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ "لیکن تم کیا کرنا چاہتے ہو مائیکل......؟"

"پورا کھیل ختم کر دُوں گا اینڈریا!"

"میں نہیں سمجھی......؟"

"میں تمہارے پپّا کی ہمیشہ کے لئے گلوخلاصی کرا دُوں گا اینڈریا! اور اِس سلسلے میں، م تم سے معاوضہ وصول کروں گا جس کی پہلی قسط تمہاری سوتیلی ماں ادا کرے گی۔"

"اوہ...... مائیکل! اگر تم ایسا کر دو تو......تو میں تمہیں نہیں بتا سکتی، یہ ہمارے اُوپر کتنا ب احسان ہوگا۔" اینڈریا نے کہا اور میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں۔ اینڈریا سے کہا۔

"اینڈریا! مجھے ایک چیز کی ضرورت ہے۔"

"کیا......؟"

"ایک ننھا سا مونو ٹیپ......اس کے ساتھ انلارجر بھی ہو۔"

"میرا خیال ہے، ہم اِسے بازار سے خرید سکتے ہیں۔"

"کیا ایسی کوئی جگہ تمہارے علم میں ہے؟"

"ہاں......! تم اسے ماربا سٹریٹ پر تلاش کر سکتے ہو۔" اینڈریا نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں، دوبارہ ہوٹل سے نکل آیا۔ ٹیکسی سے ماربا سٹریٹ کیا اور وہاں سے الیکٹرونک سامان کے ایک شوروم سے اپنی مطلوبہ اشیاء خرید کر واپس آ گیا۔ ونو ٹیپ کا تجربہ میں نے خود اپنے کمرے میں باہر کے بوتھ سے ٹیلی فون کر کے کیا تھا۔

ٹیپ کے تار اپنے فون سے منسلک کر کے میں نے اپنی ہی آواز ٹیپ کی تھی اور ننھے سے اُس ٹیپ کی کارکردگی شاندار تھی۔ میں نے مطمئن ہو کر گردن ہلا دی اور پھر انتظار کرنے لگا۔

شام کو ٹھیک سات بجے میں نے مسز فرگوسن کو ٹیلی فون کیا اور دوسری طرف سے اُس نے فون ریسیو کیا۔ "مسز فرگوسن......!"

"اوہ، مسٹر مائیکل......! کیا یہ آپ بول رہے ہیں؟"

"ہاں......سات بجے ہیں۔"

"میں بے چینی سے آپ کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔"

"مسٹر ہاکن واپس پہنچ گئے......؟"

"ہاں......اُس نے جو حماقت کی تھی، میں اس کے لئے شرمسار ہوں۔" سلویا نے کہا۔

"کوئی بات نہیں، میں نے اُسے تھوڑی سی سزا بھی دے دی ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تھوڑی سی نہیں، کافی ہے۔ وہ شدید بخار میں پھنک رہا ہے۔"

"اوہ...... مجھے افسوس ہے۔ بہرحال! آپ نے کیا سوچا؟"

"میں تم سے کچھ اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں مائیکل......!"

"جی، فرمائیے......؟"

"مجھ سے مل لو......!"

"اب یہ ممکن نہیں ہے مادام فرگوسن! کیونکہ آپ کی طرف سے بدعہدی ہو چکی ہے۔"

"اوہ......وہ ہاکن کی حرکت تھی۔"

"لیکن گروہ کی طرف سے مجھے محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔"

"تو اب تم......؟"

"جی ہاں......اب میں صرف آپ سے رقم وصول کرنے کے لئے مل سکتا ہوں۔"

"میں خود تمہارے پاس آ سکتی ہوں۔"

"یہ بھی مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ......لیکن میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ ہاکن کے سلسلے میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ میں تمہارے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کروں گی۔"

"سوری مسز فرگوسن! میں عرض کر چکا ہوں کہ گروہ کی طرف سے مجھے اجازت نہیں ہے۔"

"ہوں...... کہاں سے فون کر رہے ہو؟"

"پبلک کال بوتھ سے۔ آپ میرے بارے میں کوئی معلومات نہیں حاصل کر سکتیں۔"

"میں ایسا کوئی اِرادہ نہیں رکھتی۔ کیونکہ میں خود ہی تمہاری ضرورت مند ہوں۔" فرگوسن نے جواب دیا۔

"جی...... تو فرمایئے!"

"کیا تم صرف گروہ کے لئے کام کرتے ہو یا اپنے طور پر کچھ اور بھی کر لیتے ہو......؟"

"میں نہیں سمجھا مسز فرگوسن......؟"

"میں ذاتی طور پر تم سے ایک کام لینا چاہتی ہوں۔ اور اس کا شاندار معاوضہ ملے گا۔"

"اوہ...... ہم تو خادم ہیں۔ فرمایئے......؟"

"اچھا! ایک بات بتاؤ! اگر میں تمہیں یہ معاوضہ ادا کرنے سے انکار کر دُوں تو......؟"

"تو ہم آخری بار مسٹر فرگوسن سے رابطہ قائم کریں گے اور اس کے بعد اینڈریا کی لاش آپ کے پاس بھیج دی جائے گی۔"

"اوہ...... میں چاہتی ہوں، تم مسٹر فرگوسن سے رابطہ نہ قائم کرو۔"

"خوب...... لیکن معاوضہ؟"

"وہ میں تمہیں ادا کروں گی۔ دو لاکھ پونڈ اور اس کے علاوہ مزید ایک لاکھ پونڈ۔ اور رقم تمہیں تمہاری حسب خواہش ادا کر دی جائے گی۔"

"آپ کا کام کیا ہے مسز فرگوسن......؟"

"رازداری شرط ہے۔"

"آپ مکمل اطمینان رکھیں۔"

"اینڈریا کو قتل کر دو۔ اور اُس کی لاش خاموشی سے ٹھکانے لگا دو۔ کسی طور اُس کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہئے۔ اس کا معاوضہ ایک لاکھ پونڈ ہوگا۔"

"اوہ......" میں ششدر رہ گیا۔ چند ساعت کی خاموشی کے بعد میں نے پوچھا۔ "لیکن مسز فرگوسن! آپ...... آپ مذاق تو نہیں کر رہیں......؟"

"نہیں......" بھاری آواز میں جواب ملا۔

"آپ ایسا کیوں کرنا چاہتی ہیں......؟"

"یہ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"ہوں......" میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "اگر ہمارا معاوضہ مل جاتا ہے مسز فرگوسن! تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن حیرت ضرور ہے۔"

"معاوضہ تم جب چاہو، ادا کیا جا سکتا ہے۔"

"آج رات......؟"

"نہیں...... کل کسی وقت۔" جواب ملا۔

"تب کل دس بجے، کیش......!"

"ٹھیک ہے۔ تم جگہ بتا دو! ہاکن تمہیں رقم پہنچا دے گا۔"

"اوکے مادام......!" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔ میرا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ میں نے ٹیپ پر کئی بار مسز فرگوسن کی آواز سنی اور مطمئن ہو گیا۔ بہترین کام ہو گیا تھا۔ اینڈریا کا چہرہ ستا گیا تھا۔ میں نے اُسے تسلی دی۔ اُس کی دل جوئی کرنے لگا۔ بہر حال! اب مجھے اس کہانی پر یقین آ گیا تھا۔

دوسرے دن پونے دس بجے میں نے مسز فرگوسن کے گھر کے قریب ایک بوتھ سے مسز فرگوسن کو فون کیا۔ اس سے قبل میں کوٹھی کا جائزہ لے چکا تھا۔ دوسری طرف سے فوراً فون ریسیو کیا گیا تھا۔

"مائیکل بول رہا ہے مسز فرگوسن......!"

"سب کچھ تیار ہے مائیکل! بتاؤ، کہاں بھیجوں......؟"

"مارشل اسکوائر کے دوسرے چوراہے پر میں موجود ہوں۔ ہاکن کو اپنی کار میں تنہا ہونا چاہئے۔ کوئی سازش تمہارے لئے سخت نقصان دہ ہوگی۔"

"اوہ...... سازش کی بات نہ کرو۔ ہاکن اپنی کار میں پہنچے گا۔ تم اُسے پہچانتے ہو۔" مسز فرگوسن نے کہا۔

"ہاں...... اور اُس سے کہہ دیں، ہر حالت میں ذہن قابو میں رکھے۔"

"تم بالکل فکر مت کرو۔ سب ٹھیک رہے گا۔ میں اُسے فوراً روانہ کر رہی ہوں۔"

"اوکے......!" میں نے فون بند کر دیا۔ اور پھر میں تقریباً دوڑتا ہوا مسٹر فرگوسن کی کوٹھی کی سمت پہنچا تھا۔ مجھے ایک مشکل کام انجام دینا تھا۔ چونکہ ابھی تھوڑی دیر قبل میں کوٹھی کا جائزہ لے چکا تھا اس لئے اس میں دقت بھی نہیں ہوئی۔ ہاکن کی لمبی نیلی کار، بدستور پورچ میں کھڑی ہوئی تھی۔ میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ حتیٰ الامکان میں نے خود کو دوسروں کی

نگاہوں سے چھپائے رکھا تھا۔ بہرحال! کار کا عقبی دروازہ تھوڑا سا کھول کر میں اندر رینگ گیا۔ اور پھر کار کی چوڑی سیٹ کے نیچے سمانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ خطرناک کام تھا، لیکن انجام دینا تھا اور اس میں کوئی کوتاہی ممکن نہیں تھی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ بڑے صبر آزما حالات کا سامنا تھا۔ یوں بھی کار کی پچھلی سیٹ پر بہت تنگ جگہ تھی۔ اور بہرصورت! میں ایک تندرست آدمی ہوں۔ کافی دقت پیش آ رہی تھی۔ لیکن جیسے تیسے کام تو انجام دینا ہی تھا۔ اور پھر جلد ہی میں نے قدموں کی چاپ سنی۔ اس کے بعد دروازہ کھلا اور ایک چوڑا بریف کیس، کار کی پچھلی سیٹ پر اُچھال دیا گیا۔ میں نے مسز فرگوسن کی آواز سنی۔

''ہاکن! میں آخری بار ہدایت کر رہی ہوں کہ اپنے سر کی اس چوٹ کو ذہن سے نکال دو۔''

''اوہ ..... سلویا ڈارلنگ! تم فکر کیوں کرتی ہو؟ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ تو نہایت مناسب ہے۔ ہم تو اس تشویش میں مبتلا تھے کہ وہ کمبخت نجانے کہاں چلی گئی اور کس شکل میں نمودار ہو گی؟ میرا خیال ہے، یہ مسٹر فرگوسن پر آخری کاری ضرب ہو گی۔'' ہاکن نے کہا۔

میں نے اُن کے یہ الفاظ بھی ٹیپ کر لئے تھے۔ بہرصورت! میرا کام ختم نہیں ہوا تھا لیکن انتہائی کامیابی سے جاری تھا۔ کار سٹارٹ کر دی گئی اور ابھی کوٹھی سے تقریباً ایک فرلانگ ہی دُور گئی ہو گی کہ میں آہستہ آہستہ پیچھے سے اُبھرا اور میں نے جب خود کو پوزیشن میں کر لیا تو بریف کیس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ہاکن سے کہا۔

''شکریہ مسٹر ہاکن! کار روک دیں۔'' ہاکن کے ہاتھ بہک گئے۔ کار سڑک پر لہرائی اور ہاکن نے فُل بریک لگا دیئے۔ وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ پھر اُس نے منہ پھاڑ کر مجھے دیکھا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

''تم ..... تم ..... تم یہاں ..... کار میں .....؟'' ہاکن حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

''ہاں مسٹر ہاکن! ہم لوگوں کے کام کرنے کا انداز یہی ہوتا ہے۔ آپ اِس کو محسوس نہ کریں۔ بہرحال! آپ نے اپنا کام پورا کر لیا ہے۔ کیا میں اطمینان کر لوں کہ اِس بریف کیس میں رقم ہو گی .....؟''

''ہاں .....!'' ہاکن نے سرد لہجے میں کہا۔

''بس ..... میں نے سوچا کہ آپ کو زیادہ تکلیف کیا دُوں۔ ہاں تھوڑی سی تکلیف ضرور دُوں گا مسٹر ہاکن!''

''کہو ..... کیا بات ہے؟'' ہاکن نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''براہِ کرم! آپ چابی اگنیشن میں لگی چھوڑ کر نیچے اُتر جائیں۔ اور کار سے پچاس گز دُور چلے جائیں۔ میں آپ کی کار لے جا رہا ہوں۔ اسے کسی مناسب جگہ چھوڑ دُوں گا۔ اور وہیں سے آپ اپنی کار لے لیں۔ فی الوقت میں اِسے لئے جا رہا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ .....'' ہاکن نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ لیکن بہرصورت! اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ وہ سٹیئرنگ سے اُتر گیا۔ میں نے بریف کیس کھول کر اندر رکھے ہوئے نوٹوں کو دیکھا۔ بلاشبہ! رقم پوری تھی اور نوٹ بریف کیس میں اُوپر تک جمے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے بریف کیس بند کر دیا اور اُسے اگلی سیٹ پر رکھنے کے بعد پیچھے سے کود کر آگے بڑھ گیا۔ ہاکن میری ہدایت کے مطابق کافی دُور چلا گیا تھا۔ اور اس کے بعد میں نے نہایت پھرتی سے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

کار کو مطلوبہ جگہ چھوڑنے کے بعد میں بریف کیس لے کر نیچے اُتر گیا۔ وہاں سے ایک ٹیکسی لے کر میں ایک اور جگہ گیا۔ اور پھر دوسری ٹیکسی لے کر واپس اپنے ہوٹل چل پڑا۔ کافی لمبی رقم کمائی تھی میں نے۔ اور اب مجھ پر فرض ہو گیا تھا کہ اینڈریا کے لئے بھرپور انداز میں کام کروں۔

اینڈریا بھی خوش ہوئی تھی۔ لیکن اُس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ میرا آئندہ قدم کیا ہو گا۔ اُس نے میری اِس کوشش پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''مجھے بے حد مسرت ہے مائیکل! کہ تم نے اُن مجرمانہ ذہنیت رکھنے والوں کو زبردست چوٹ دی ہے۔ لیکن آئندہ تم کیا کرو گے؟ اس سلسلے میں، میں اُلجھی ہوئی ہوں۔''

''اوہ، اینڈریا ڈارلنگ ..... بس! یوں سمجھ لو، تھوڑا سا بزنس اور کروں گا اور تمہارے پپا کو اُن دونوں سے نجات دلا دُوں گا۔ اگر اِس سلسلے میں، میں تمہاری بے پناہ دولت میں سے کچھ حاصل کر لوں تو تمہیں اعتراض تو نہ ہو گا .....؟''

''کیسی باتیں کر رہے ہو مائیکل؟ اوّل تو مجھے دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دوسرے تمہاری اِن کوششوں کے نتیجے میں اگر ہمیں ایک پرسکون زندگی مل جائے تو اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟''

"بس......تو ٹھیک ہے۔تم کھیل دیکھتی رہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اینڈر
پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولی۔

"ایک بات بتاؤ گے مائیکل......؟"

"ہوں......!"

"تم خود کیا ہو؟ بعض اوقات انسان کیسے کیسے عجیب اتفاقات سے دوچار ہو جاتا ہے
میں صرف اتفاقیہ طور پر ہی تمہارے کمرے میں جا گھسی تھی۔ لیکن تم کیا نکلے مائیکل؟ میں نے
تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچا ہے۔ لیکن تم میری سمجھ میں نہیں
آئے۔ تم بذاتِ خود کیا ہو؟ تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے میں کھو جاتی ہوں۔ اور......
اور وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

"ہاں، اور......؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں...... سوچتی ہوں کہ کیا تم جیسے مضبوط انسان کا سہارا، زندگی سے ساری
پریشانیاں دُور نہ کر دے گا؟" اُس نے کہا اور گردن جھکا لی۔ میں نے ایک گہری سانس لی
تھی۔

☆......☆......☆

اینڈریا فرگوسن کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔ ممکن ہے، اُس کا خیال ہو کہ میں اُس کی
دولت پر ریجھ کر اُس سے شادی کر لوں گا۔ بہرحال! وہ مجھے ایک اچھا انسان سمجھتی تھی اور
اپنے لئے ایک مضبوط محافظ...... میرے لئے یہ دولت کیا حیثیت رکھتی تھی؟ وہ بے چاری
میرے بارے میں جانتی ہی کیا تھی؟ اُسے کیا علم تھا کہ میں سیماب ہوں اور کہیں قرار میرے
لئے ممکن نہیں ہے۔

وہ نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "تمہارا قرب مجھے بے حد سکون بخشتا
ہے...... اور میں محسوس کرتی ہوں کہ میں ایک مضبوط حصار میں ہوں...... ایک ایسے حصار میں
مائیکل! جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔"

"ہم دونوں دوست ہیں اینڈریا! اس لئے اگر تم ایسے تاثرات رکھتی ہو تو کوئی انوکھی بات
نہیں ہے۔" میں نے بور ہو کر کہا۔

"میں تو اس سے زیادہ بھی کچھ چاہتی ہوں۔" اینڈریا بے حد جذباتی ہو رہی تھی۔

"کیا......؟" میں نے پوچھا۔

"میں ساری زندگی کے لئے تمہارا سہارا چاہتی ہوں مائیکل! میں تمہارے ساتھ قدم
بڑھانا چاہتی ہوں۔ زندگی کی ہر منزل پر تمہیں محسوس کرنا چاہتی ہوں۔ دل کی ایک بات
بتاؤں، یقین کر لو گے؟"

"کہو......!" میں نے جواب دیا۔

"تمہیں وہ وقت یاد ہے جب میں ان ذلیل لوگوں کے چنگل میں پھنس گئی تھی اور وہ اُس
عورت کے ساتھ مل کر مجھے زندہ درگور کر دینا چاہتے تھے؟"

"ہاں...... یاد ہے۔"

"کیا اس وقت تمہارے سوا اور کوئی سہارا تھا؟ جانتے ہو مائیکل! اُس لمحے میں، میں نے
کیا سوچا تھا؟"

''کیا سوچا تھا......؟'' میں نے بیزاری سے پوچھا۔

''بس...... یوں لگا تھا جیسے میری بے سہارا زندگی کو کوئی مضبوط سہارا مل گیا ہو۔ میں تمہاری آرزو کی تھی۔''

''اینڈریا! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔''

''کہو مائیکل! میں تو نہ جانے کب سے تمہارے منہ سے کچھ سننے کے لئے بے چین ہوں۔'' اینڈریا بدستور جذباتی لہجے میں بولی۔

''میرے بارے میں تم زیادہ نہیں جانتی ہو اینڈریا! تم ایک طویل عرصے تک مجھ سے پیار کرتی رہی ہو۔ لیکن میں نے کبھی تمہارے بارے میں کسی جذباتی انداز میں نہیں سوچا اینڈریا! میں ذرا دوسری قسم کا انسان ہوں۔ کوئی عورت، میری زندگی کی منزل نہیں بن سکتی۔ بے حد دولت مند ہو۔ لیکن تمہاری یہ حیثیت مجھے تم سے ذرا بھی متاثر نہیں کرتی۔ میں تو ہر منزل سے خوف کھاتا ہوں۔ وہ جو منزل کا تعین کر لیتے ہیں، میرے خیال میں بزدل ہوتے ہیں۔ منزل کیا ہے، تھکن کا دوسرا نام۔ تھکے ہوئے لوگوں کو منزل کی تلاش ہوتی ہے۔ ابھی میرے اعضاء میں کوئی تھکن نہیں ہے۔ ابھی تو میں نے اُڑنے کی تیاری کی ہے۔ اور تم میرے سامنے کوئی منزل لانا چاہتی ہو؟''

اینڈریا فرگوسن منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے انداز میں حیرت تھی۔ دیر تک وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ اور پھر اُس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ ''گویا تم...... تم مجھے ٹھکرا رہے ہو۔''

''اگر تم محسوس کرو تو یہ ایک دوستانہ بات ہے۔ بجائے اس کے کہ میں تمہیں دھوکے میں رکھتا، میں نے تم سے صاف صاف کہہ دیا۔ اس میں نہ تو تمہاری توہین ہے اور نہ ایسی کوئی بات جسے تم محسوس کرو۔''

''تم...... تم کیا ہو مائیکل......؟''

''کیوں......؟'' میں نے اُسے بغور دیکھا۔

''میرا خیال تھا...... آہ! میرا خیال تھا کہ تم میری محبت کا اعتراف سن کر خوشی سے اُچھل پڑو گے۔ اپنی تقدیر پر ناز کرو گے۔ لیکن تم نے میرے خیالات کے سارے محل مسمار کر دیئے۔''

''آپ کے ذہن میں یہ خیال کیوں تھا مس فرگوسن......؟''

''اس لئے کہ میں بے اندازہ دولت کی مالک ہوں۔ اور کوئی بھی ایسا آوارہ گرد نوجوان، جس کا اپنا کوئی مقام نہ ہو، میری قربت اور میرا التفات پسند کرے گا۔ وہ سوچے گا کہ اُسے پوری زندگی کے لئے ایک بہترین سرمایہ اور عزت مل رہی ہے۔''

''اینڈریا! انسان کا اصل مقام اُس کی نگاہ میں ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو کچھ نہیں ہوتے اور کسی طور، میرا مطلب ہے کسی اور ذریعے سے اپنا مستقبل بناتے ہیں، لوگ اُنہیں اعلیٰ انسان کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اُنہیں اُونچے سے اُونچے اعزازات سے پکارا جاتا ہے۔ لیکن کیا کبھی اُن کے ذہنوں میں اُن کی اصلیت نہ جاگتی ہو گی؟ چنانچہ اگر کوئی مقام اپنی محنت سے ملے تو اس کی حیثیت دوسری ہوتی ہے۔''

''تمہارے خیالات بہت اچھے ہیں۔''

''لیکن میرا کردار زیادہ اچھا نہیں ہے۔ اور میں کردار بنانا بھی نہیں چاہتا۔ ابھی تو مجھے زندگی کے بے شمار رُخ دیکھنے ہیں۔ میں خود کو کسی ایک کردار میں ڈھالنے کا خواہشمند نہیں ہوں۔''

''تمہارے اِس انکار سے مجھے زیادہ رنج نہیں ہوا مائیکل! تم جیسے لوگوں کی اگر دوستی بھی مل جائے تو بڑی بات ہوتی ہے۔''

''شکریہ...... اگر تم فرسودہ قسم کی لڑکیوں کی مانند اپنی محبت کی شکست پر آنسو بہاتیں تو مجھے بالکل اچھی نہ لگتیں۔''

اینڈریا چند ساعت خاموش رہی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے۔ لیکن پھر اُس نے آنسوؤں کو پی لی اور لہجہ صاف کر کے بولی۔ ''اب تمہارا کیا اِرادہ ہے مائیکل؟''

''ابھی میں یہ کام شروع کر چکا ہوں۔ اور بہت جلد تمہارے مسئلے کو نمٹا دُوں گا۔ تمہیں بے فکر رہنا چاہئے۔''

''تمہاری موجودگی میں مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ لیکن مائیکل! کیا ہم دوست بھی نہیں بن سکتے؟ مثلاً ایسے دوست، جو جدا ہونے کے بعد بھی ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔''

''وضاحت کرو۔''

''میں تمہاری خیریت چاہتی ہوں مائیکل! میں تمہاری ذات کے نقوش کو اپنے احساسات میں جذب کر لینا چاہتی ہوں۔ میں زندگی میں کسی آلودگی کو پسند نہیں کرتی۔ میرا خیال تھا کہ خود کو اُس شخص کے سامنے واضح کر دُوں گی جو میری ساری زندگی کا ساتھی ہو۔ لیکن اب

میرے ذہن میں ایک تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ کیا تم مجھے چند لمحات کے لئے بھی قبول نہیں کرو گے؟''

''تم اپنے اِس کردار کو کیوں ختم کرنا چاہتی ہو......؟''

''صاف صاف کہہ دُوں......؟''

''ہاں...... مجھے یقین ہے کہ تم، مجھ سے گفتگو میں کوئی کھوٹ نہیں رکھو گی۔''

''تم نے میرے پندار کو شکست دی ہے۔ اس کے بعد ممکن ہے، میں پوری زندگی کسی مرد کو اپنے قریب نہ آنے دُوں۔ اگر مجھے میری حیثیت واپس مل گئی تو میرے پاس اتنی دولت ہے کہ زندگی بسر کر سکتی ہوں۔ میں اسے اپنا پہلا اور آخری مرد سمجھنا چاہتی ہوں جس نے مجھے نہایت بے رحمی سے ٹھکرا دیا ہے۔'' اُس کی آنکھیں پھر بھر آئیں۔

''تم جذباتی ہو رہی ہو اینڈریا......!''

''نہیں مائیکل! تمہیں علم ہے کہ میں بے کردار نہیں ہوں۔ میں اس وقت جان دینے کو تیار تھی جب وہ لوگ میرے درپے تھے۔ اگر تم میری مدد نہ کرتے تو دیکھتے کہ میں خود کو اپنی عزت کے لئے قربان کر دیتی۔ لیکن میرے احساس کو سمجھو! اگر میں تمہیں بھی نہ حاصل کر سکی تو پھر ہمیشہ کے لئے ایک داغ بن جاؤں گی۔''

''تمہارے پاس وقت ہے اینڈریا...... سوچ لو! ممکن ہے، جذبات کے بھنور سے نکل آؤ۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔''

''مان سکتے ہو تو میری اتنی سی خواہش مان لو۔ ورنہ تمہاری مرضی۔'' اینڈریا گہری سانس لے کر بولی اور میں نے شانے ہلا دیئے۔ اُس کے دل میں اتنی شدت سے یہ خواہش بیدار ہوئی تھی تو میں کیا کر سکتا تھا؟ یا یہ ممکن ہے، اُس کے ذہن میں اور کوئی خیال ہو۔ ممکن ہے، وہ سوچ رہی ہو کہ میں اُس کے بدن کے جال میں پھنس جاؤں اور اُسے اپنا لوں۔

لیکن اگر اُس کی یہ سوچ تھی تو وہ اُس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ میری زندگی کی کتاب کے اوراق پر اُس کا نام بھی لکھا گیا۔ اور پھر صفحہ اُلٹ گیا۔ اور کتاب عام طور سے ایک بار پڑھی جاتی ہے۔ اس کتاب کو میں نے ازراہِ کرم دو تین بار پڑھ لیا۔ بس! اس سے زیادہ کیا کرتا؟ اصل کام تو اُس کے مقصد کا حصول تھا۔ چنانچہ کچھ دیر آرام کے بعد میں نے اپنا کام دوبارہ شروع کر دیا۔

دو راتیں میں نے سٹاک ہوم کے مختلف ہوٹلوں، نائٹ کلبوں اور قہوہ خانوں میں

گزاریں۔ مجھے اپنے مطلب کے لوگوں کی تلاش تھی۔ رینبو مڈ نائٹ کلب کی رقاصہ ریگی نوسٹر مجھے اپنے کام کے لئے موزوں معلوم ہوئی۔ میں نے اُس کے ساتھ تین سیاہ فام بھی دیکھے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اندازہ لگایا کہ ریگی ایک ماہر شکاری ہے۔ چنانچہ تیسرے دن میں نے دن بھر کچھ ضروری خریداری کی اور رات کو رین بو پہنچ گیا۔ ریگی کے قیامت خیز رقص جاری تھے۔ اور اُس کے پروانے اُسے داد دیتے رہے۔ اپنے حلقے میں وہ کافی مقبول تھی۔ اور پھر ایک آوارہ منش بوڑھا دولت مند اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ ریگی اور وہ شخص ایک میز پر آ بیٹھے اور میں اُس کے قریب پہنچ کر اُن دونوں کی گفتگو سننے لگا۔

ساری گفتگو میرے کام کی تھی۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے بوڑھا دولت مند اپنی خوبصورت پونٹیاک میں ریگی کے ساتھ چل پڑا۔ اُنہوں نے رنگم کے سمندری علاقے کے ایک خوب صورت مکان میں رنگ رلیاں منانے کا پروگرام بنایا تھا۔ میں ایک کار میں اُن کے پیچھے تھا۔ یہ کار میں نے ایک کمپنی سے حاصل کی تھی۔ اُس مکان میں داخلہ میرے لئے مشکل ثابت نہ ہوا تھا۔ میرے سارے اندازے درست تھے۔ اس وقت جب بوڑھا اوباش، شراب کے نشے میں ڈوب کر ریگی کے بدن میں جذب ہو جانا چاہتا تھا، اچانک تین سیاہ فام نمودار ہوئے۔ ریگی نے خوف زدہ ہونے کی اداکاری کی تھی۔

''کون ہو تم......؟'' اُس نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا اور ایک سیاہ فام نے اُس کے منہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ ساری کی ساری اداکاری تھی۔

''تم اِس علاقے میں رنگ رلیاں منانے آئیں اور ہمیں بھول گئیں؟ چلو......! اِن دونوں کی تصویریں بناؤ!'' اُس نے دوسرے سیاہ فام سے کہا اور سیاہ فام اپنے کیمرے سے اُن کی تصویریں بنانے لگا۔

''ٹھہرو...... ٹھہرو......! یہ کیا کر رہے ہو؟ میں تمہیں جو مانگو گے، دے سکتا ہوں۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟'' بوڑھے نے کہا۔

''جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ تو ہے ہی ہمارا۔ لیکن یہ تصویریں بعد میں کام آئیں گی۔ غالباً تمہارا نام کول بیگن ہے۔ کول برادرز کے پروپرائیٹر کول بیگن۔ تم اچھی خاصی حیثیت کے مالک ہو۔''

''م...... مگر میں......'' ریگی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''اگر تم نے گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو میں تمہیں گولی مار دُوں گا۔'' سیاہ فام نے پستول کا

رُخ ریگی کی طرف کر دیا اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی خاموش ہوگئی۔ اور پھر پستول کے اِشارے پر بوڑھے کول بیگن اور ریگی کی کئی تصویریں بنائی گئیں۔ اس کے بعد وہ لوگ بے چارے بوڑھے کی تمام چیزیں سمیٹ کر چلتے بنے۔ بوڑھے کی بری حالت تھی۔ ریگی بھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''اب کیا ہوگا مسٹر کول بیگن......؟'' وہ روتی ہوئی بولی۔

''تمہارا کیا ہوگا...... برباد تو میں ہوگیا۔''

''نہیں، نہیں...... میں بھی ایک باعزت لڑکی ہوں۔ رقص کرنا دوسری بات ہے۔ لیکن اگر یہ تصویریں...... آہ، آہ! مجھے بھی بلیک میل کریں گے مسٹر کول بیگن......!''

''سوری...... میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میری ساری عزت خاک میں مل گئی۔'' پھر ریگی بہت کچھ کہتی رہی۔ لیکن کول بیگن وہاں نہ رُکا۔ اور پھر اُس کی پونٹیاک، برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ ریگی اپنے آپ کو درست کرنے لگی۔ اور پھر دروازے سے وہی تینوں سیاہ فام اندر داخل ہوئے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سارے کام میری مرضی کے مطابق ہو رہے تھے۔ وہ لوگ کول بیگن کی حرکتوں کا مذاق اُڑا رہے تھے اور ریگی اُن کے ساتھ قہقہے لگا رہی تھی۔ پھر جب وہ وہاں سے چلے گئے تو میں بھی اپنی جگہ سے نکل آیا۔

میرے پاس بھی بہت کچھ تھا۔ اُن لوگوں کی ساری حرکات ابتداء سے انتہاء تک میرے الٹراوائلٹ کیمرے میں محفوظ تھیں جسے تصویر لینے کے لئے روشنی کا سہارا درکار نہیں ہوتا۔ اور اُن کی آوازیں ایک طاقتور ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے ریکارڈ ہو چکی تھیں۔ گویا میں نے بلیک میلروں کو بلیک میل کرنے کے سارے انتظامات مکمل کر لئے تھے۔

وہاں سے واپس میں اپنی قیام گاہ پر ہی آیا تھا۔ اینڈریا اپنے ذہن میں فیصلہ کر چکی تھی کہ اب میں کتنی ہی رسیاں تڑانے کی کوشش کروں، اُس کے بدن کا جال کمزور ثابت نہ ہوگا۔ بالآخر ایک دن میں خود اعتراف کر لوں گا کہ اب میں اُس سے نہیں بھاگ سکتا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ بعض اوقات کسی فریق میں خصوصی اضافہ ہونے لگے تو یہ بزنس مین کی خوش بختی ہے۔ اس لئے کوئی بے ایمانی کا سودا نہیں کیا۔ چنانچہ اینڈریا اگر میرے نزدیک آ گئی تو سرے سے اس سے انحراف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہاں! مجھے اپنے چند کام کرنے تھے جنہیں میں نے بعد پر اُٹھا رکھا تھا۔ اور جب اینڈریا نیند کی وادیوں میں کھوگئی تو میں اُٹھ گیا۔

دو تین گھنٹے میں، میں اپنے کام سے فارغ ہوگیا۔ اور اب چونکہ اینڈریا کے ساتھ تکلف

ختم ہوگیا تھا، اس لئے آرام سے اُس کے نرم و گداز بدن میں جذب ہو کر سو گیا...... اور دوسرے دن، دیر تک سوتا رہا۔

اینڈریا مطمئن تھی۔ صبح کے ناشتے پر وہ اسی طرح مجھے سرو کر رہی تھی جیسے ایک سلیقہ شعار بیوی اپنے شوہر کی خدمت کو اپنا نصب العین سمجھتی ہے۔ اور اُس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھتی ہے۔

''مائیکل! آج تمہاری دن بھر کیا مصروفیت رہے گی؟''

''کوئی خاص نہیں...... کیوں؟''

''بس...... میں ذہنی طور پر عجیب سی کیفیت محسوس کر رہی ہوں۔ اس سے قبل میرے ذہن میں ایک تردّد رہتا تھا۔ میں اپنے مستقبل پر غور کرتی تھی تو بے حد مشکلات نظر آتی تھیں۔ لیکن اب صورتِ حال دوسری ہے۔ اب ایک سکون کا احساس ہوتا ہے۔''

''یہ تو اچھی بات ہے۔'' میں نے کہا۔

''دل چاہ رہا تھا مائیکل! آج تمہارے ساتھ سٹاک ہوم کی جانی پہچانی سیر گاہوں میں جاؤں اور خود کو مکمل طور پر آزاد سمجھوں۔''

''مناسب نہیں ہوگا ہنی! اُدھر تمہاری ماں اور اُس کا عاشق تمہاری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اور میں کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھانا چاہتا جو میری پلاننگ کے خلاف ہو۔''

''گویا یہ مناسب نہیں رہے گا......؟''

''نہیں......!''

''بہرحال! میں یہی بہتر سمجھتی ہوں، جو تم۔ میں تو زندگی کے ہر لمحے تم سے تعاون کرنے کی خواہش مند ہوں۔ تم جیسے مضبوط سہارے تقدیر سے ملتے ہیں۔'' اُس کے ان الفاظ پر میں نے خاموشی اختیار کی تھی۔ ظاہر ہے، میں اُس بے وقوف لڑکی کی باتوں کا کیا جواب دیتا؟

دوسرے دن میں اپنا کام مکمل کر چکا تھا۔ اور اب میں ریگی سے ایک ملاقات کرنے کے لئے تیار تھا۔ یہ ملاقات میں نے ایک عمدہ رئیس زادے کی مانند اُس سے بلیو مون میں کی، جہاں وہ اپنی ساری حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی......

میں بے تکلفی سے اُس کے نزدیک جا پہنچا تھا۔ ریگی نے بہت زیادہ تعجب کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ اُس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ ''کیا ہم پہلے سے شناسا ہیں......؟'' اُس نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔

’’ہاں...... اچھی طرح سے۔‘‘ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
’’لیکن تم مجھے یاد نہیں ہو۔‘‘
’’یقیناً...... ایسا ہی ہوگا۔‘‘
’’ایسا کیوں ہے ڈیئر؟ اور پھر یقین کرو! مجھے ایسے شناساؤں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی جو مجھے یاد نہ ہوں۔‘‘ ریگی نے پیکٹ سے سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔
’’لیکن میں ان لوگوں کو کبھی نہیں بھولتا جو نمایاں خصوصیات کے حامل ہوں، جیسے تم۔ یقین کرو ڈیئر ریگی! میں تمہارا اچھا دوست بھی ثابت ہوسکتا ہوں اور بدترین دشمن بھی۔‘‘
ریگی نے سگریٹ کے دو تین گہرے کش لئے۔ اس دوران اُس کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر اُس نے شانے اُچکائے۔ ’’تم نہ جانے کیوں یاد نہیں آ رہے؟ اور مجھے اس بات پر بھی تعجب ہے کہ میرے شناساؤں میں کبھی کوئی غیر معروف انسان نہیں رہا۔‘‘
’’تم اس کی وجہ مجھ سے پوچھ سکتی ہو۔‘‘
’’تو بتاؤ......!‘‘ وہ گہری سانس لے کر بولی۔
’’وجہ صرف یہ ہے کہ میں تمہیں جانتا ہوں، تم مجھے نہیں جانتیں۔ مالی طور پر میں بھی کمزور نہیں ہوں۔ تمہیں بہت کچھ پیش کرسکتا ہوں۔‘‘
’’تمہارے رکھ رکھاؤ سے یہی اندازہ ہوتا ہے، اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ میری تم سے شناسائی کیوں نہیں ہے۔ لیکن کیا چاہتے ہو......؟‘‘
’’تنہائی......!‘‘ میں نے جواب دیا اور وہ مسکرا دی۔
’’جو کوئی بھی ہو اور جو کچھ بھی ہو، اچھے ہو اور منفرد سے لگتے ہو۔ تمہاری گفتگو میں ایک آہنی اعتماد ہے۔ اور مجھے ایسے لوگ پسند ہیں۔ میرا خیال ہے تم کل دن میں مجھ سے ملاقات کرو۔‘‘
’’اس وقت کیا مصروفیت ہے......؟‘‘
’’ابھی مجھے کچھ لوگوں کا انتظار ہے۔‘‘
’’لیکن میں یہ کیوں پسند کروں گا ڈیئر ریگی! کہ تم کچھ دوسرے لوگوں کو مجھ پر ترجیح دو۔ اور میرا خیال ہے، تکلف کافی ہوگیا۔ اب تم یہاں سے اُٹھ جاؤ!‘‘
’’اوہ......!‘‘ ریگی نے غور سے مجھے دیکھا۔ ’’تمہارے انداز میں حکم ہے۔‘‘
’’یہی سمجھ لو ڈیئر! مجھے معلوم ہے کہ تمہارے تینوں کالے ساتھی یہاں موجود ہیں۔ اس

کے باوجود، میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔‘‘ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
’’ضرورت سے زیادہ واقف کار معلوم ہوتے ہو۔ آؤ، چلیں......!‘‘ اُس نے چٹکی بجا کر ویٹر کو اشارہ کیا اور پھر پرس سے بل کی رقم نکالتی ہوئی بولی۔ ’’لیکن شرط یہ ہے کہ کچھ کر کے دکھاؤ......‘‘
’’آؤ چلو...... جو کہو گی، کروں گا۔ تم مجھے اتنی ہی پسند آئی ہو۔‘‘ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بھی اُٹھ آئی۔
’’پوچھو گے بھی نہیں کہ میں کیا چاہتی ہوں......؟‘‘
’’ڈارلنگ! ضرورتیں پوری کرنے کے لئے سوچ بچار کیا معنی رکھتی ہے؟‘‘
’’بات دولت کی نہیں ہے۔‘‘ اُس نے میرے ساتھ باہر نکلتے ہوئے کہا۔
’’میں جانتا ہوں۔ تمہارے ذرائع آمدنی معمولی نہیں ہیں۔ اس لئے دولت کی تمہیں زیادہ پرواہ نہیں ہوگی۔‘‘ میں نے جواب دیا اور اُس نے ایک بار پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر وہ خاموشی سے باہر نکل آئی۔ میں اُس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔
’’کار ہے تمہارے پاس......؟‘‘ اُس نے پوچھا۔
’’ہاں...... موجود ہے۔‘‘
’’کہاں چلو گے......؟‘‘
’’تمہاری رہائش گاہ پر۔‘‘
’’یہ جاننے کے باوجود کہ میرے تین سیاہ فام ساتھی، ہمارا تعاقب کریں گے......؟‘‘
’’وہاں اور کتنے ہیں......؟‘‘ میں نے پوچھا۔
’’میری رہائش گاہ پر......؟‘‘
’’ہاں......!‘‘
’’بس! دماغ درست کرنے والوں میں اُن کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ویسے میری شرط یہ تھی کہ اگر تم میرا قرب چاہتے ہو تو اُن تینوں کو درست کر دو۔‘‘
’’میں نے کہا نا، ہر شرط منظور ہے۔ لیکن کیا تم یہ ہنگامہ اپنی رہائش گاہ پر پسند کرو گی؟‘‘
’’کوئی حرج نہیں ہے۔ میرا مکان کافی وسیع ہے۔ لیکن اگر تم وہاں پہنچنے سے قبل ہی معاملے کو نمٹانا چاہو، تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔‘‘
’’تب پھر آؤ! کسی سنسان راستے کا انتخاب کریں۔‘‘ میں نے کہا اور کار سٹارٹ کر دی۔

''تمہارے آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہوں گے نا......؟''

''ہاں...... بےفکر رہو!'' ریگی نے ہنستے ہوئے کہا۔ میرے ذہن میں وہی حس بیدار ہو گئی تھی، جو بعض اوقات ایک ممتاز فطرت کا مظہر ہوتی ہے۔ دل چاہتا تھا کہ خواہ مخواہ کسی سے لڑ جاؤ اور زندگی دے دو یا زندگی چھین لو۔ مقصد کچھ ہو یا نہ ہو۔

ڈرائیونگ میں ہی کر رہا تھا۔ ریگی مجھے راستہ بتا رہی تھی۔ آگے ساحلی علاقے کی ایک وسیع و عریض سڑک تھی۔ ریگی نے ایک طرف اِشارہ کر دیا۔ ''اِس طرف اُتار دو۔''

میں نے ایک جھٹکے سے کار سڑک سے اُتار دی اور پھر اُسے روک لیا۔ اس سفر کے دوران میں نے ایک کار کی روشنیاں بدستور اپنے تعاقب میں دیکھی تھیں۔ اور پھر وہ روشنیاں اُسی جگہ رُک گئیں جہاں سے کار میں نے سڑک سے نیچے اُتاری تھی۔

''ڈائف...... کم آن!'' لڑکی نے چیختے ہوئے کہا اور تینوں سیاہ فام برق رفتاری سے نیچے پہنچ گئے۔ وہ قوی ہیکل تھے۔ تینوں لڑکی کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ''مارو اِسے...... مارو! ہڈیاں توڑ دو......!'' ریگی نفرت سے بولی اور وہ تینوں ایکشن میں آ گئے۔ ''تم پستول نہیں استعمال کرو گے۔'' وہ بولی اور میری طرف دیکھنے لگی۔

میں نے کوٹ تک اُتارنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ بس! ایسا ہی موڈ تھا۔

تینوں سیاہ فام اس انداز میں آگے بڑھے جیسے مجھے پیس ڈالیں گے۔ میں نے کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اور پھر جھکائی دے کر گھوم گیا۔ ایک سیاہ فام کی پنڈلی پر ٹھوکر پڑی اور دوسری پاؤں دوسرے کی ٹھوڑی پر۔ ایک نیچے بیٹھ گیا اور دوسرا اُلٹ کر گرا۔ تیسرے کو میں نے اُچھل کر گردن سے پکڑ لیا۔ میں نے اُسے جھکا لیا اور اُچھل کر گھٹنا اُس کی ٹھوڑی پر مارا۔ اُس سے فارغ ہوا تو ایک لات اُس کے سر پر رسید کر دی جو پنڈلی پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ اور گھونسا اُس کی ناک پر جمایا جو گرنے کے بعد اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اُن تینوں کو بیکار کرنے میں بمشکل ایک منٹ صرف ہوا۔ اور میں اطمینان سے کھڑا ہو گیا۔ لڑکی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے اُن میں سے ایک ایک کے پاس جا کر اُنہیں دیکھا اور مایوسی سے ہونٹ سکیڑ لئے۔

''آؤ......!'' اُس نے مجھ سے کہا اور میں گہری سانس لے کر اُس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ اطمینان سے میری کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ ''چلو!'' وہ لاپرواہی سے بولی اور میں نے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

''اِن لوگوں کو......''

''اوہ...... مجھے اب اُن سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' اُس نے میری بات پوری ہونے سے پہلے کہا۔ اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مجھے راستہ بتاتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوبصورت سی عمارت کے بڑے پھاٹک سے گزر کر پورچ میں رُک گئی۔

عمارت کافی خوبصورت تھی۔ اور پھر اِس قسم کی کاروباری عورت کا مکان اس قدر شاندار ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن میں اُس کے کاروبار کو بخوبی سمجھتا تھا۔ اس لئے مجھے حیرت نہیں ہوئی۔

عمارت کے خوبصورت ڈرائنگ رُوم میں پہنچ کر وہ سنجیدگی سے بولی۔ ''اطمینان سے بیٹھو...... میں لباس تبدیل کر آؤں۔ کافی پیو گے......؟''

''نہیں، شکریہ......!'' میں نے جواب دیا اور وہ چلی گئی۔ میں نے گہری نگاہوں سے ڈرائنگ رُوم کا جائزہ لیا اور اُس کا انتظار کرتا رہا۔ اُس کے ٹائپ کو میں سمجھ گیا تھا۔ وہ اُن لڑکیوں میں سے تھی جو جرائم کی دنیا میں مکمل ہو چکی ہوتی ہیں اور کسی منتخب راستے پر سکون سے چلتی ہیں۔ پہلے اُس کے بارے میں اس حد تک اندازہ نہیں لگایا تھا، ورنہ اُسے اپنے پروگرام میں شامل نہ کرتا۔ مجھے اتنی ٹھوس اور اُونچے پیمانے کی کسی لڑکی کی ضرورت نہیں تھی۔ میرا کام تو معمولی سا تھا جسے کوئی بھی لڑکی انجام دے سکتی تھی۔ لیکن میرے مقصد کے لئے وہ پوری طرح مکمل تھی۔ اس لئے اُس کی طرف توجہ دینی پڑی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت لباس میں میرے سامنے تھی۔ اُس کے بدن سے بھینی بھینی خوشبو اُٹھ رہی تھی۔ لباس اِس قسم کا تھا کہ طبیعت میں خواہ مخواہ ایک ہیجان پیدا ہو۔ حالانکہ وہ بہت زیادہ حسین نہیں تھی، لیکن پرکشش تھی۔ تاہم میں صرف ایک جذباتی انسان نہیں تھا۔ سیکرٹ پیلس کی تربیت میں ایسی ٹھوس طبیعت تشکیل پا چکی تھی کہ خطرناک ترین حالات میں بھی خود پر قابو پانا مشکل نہ ہو۔

وہ میرے نزدیک آ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ ''کہیں باہر سے آئے ہو......؟''

''کیوں...... کیسے اندازہ لگایا؟''

''مقامی تو نہیں ہو، صورت سے ہی پتہ چلتا ہے۔''

''کیا یہاں غیر ملکی نہیں رہتے؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں...... لیکن کرائے کی گاڑیاں نہیں رکھتے۔ ایسی کاریں اُنہی لوگوں کے پاس ہوتی

ہیں جو تھوڑے عرصے کے لئے کہیں باہر سے آتے ہیں۔"

"اوہ..... گہری نگاہ رکھتی ہو۔"

"میرے بارے میں اتنی معلومات رکھنے کے باوجود یہ بات نہیں جانتے؟" وہ دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"ہاں..... جاننا چاہئے۔ لیکن اب اس کا کیا، کیا جائے کہ میں صرف ایک حد تک کی توجہ دیتا ہوں۔ بس اتنی، جتنی ضرورت ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے پیچھے کہاں سے پڑ گئے؟ کیا قصور ہو گیا مجھ سے.....؟" اُس نے محبوبانہ انداز میں کہا۔

"بس! مجھے تمہاری تلاش تھی۔"

"کیا مطلب.....؟"

"میں نے تمہارے لئے تھوڑی سی محنت کی ہے۔ دراصل مجھے تم جیسی ذہین لڑکی کی ضرورت تھی۔ پہلے تمہارے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ تم ایک ذہین قسم کی ایسی لڑکی ہو جو عمدہ زندگی گزارنے کی خواہش مند ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے کام کے لئے تمہیں ایک معقول رقم دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن پھر جب قریب سے تمہارے ذریعہ معاش کو دیکھا تو مجھے اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔"

"قریب سے میرا ذریعہ معاش دیکھا؟" لڑکی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نہایت عمدگی سے بلیک میلنگ اسٹف تیار کرتی ہو۔ اور ظاہر ہے، تم نے بہت سے مُرغے پھانس رکھے ہوں گے۔"

لڑکی کے چہرے کی شگفتگی غائب ہو گئی۔ اُس کے انداز میں خشونت سی آ گئی تھی۔ "کیا تم فضول باتیں کرنے یہاں آئے ہو.....؟"

"یہ فضول باتیں ہیں.....؟"

"اور کیا..... بلیک میلنگ کی کیا بکواس ہے؟"

"اوہ، ڈیئر! یہ میری عادت ہے کہ جب میں کوئی بات کرتا ہوں تو اس کے لئے ہمیشہ ٹھوس ثبوت رکھتا ہوں۔ یہ تصویریں پرسوں رات کی ہیں۔" میں نے جیب سے کچھ تصویریں نکال کر اُس کے حوالے کر دیں اور وہ پریشان نگاہوں سے اُنہیں دیکھنے لگی۔ اُس کے انداز

میں کافی بدحواسی تھی۔ اور پھر میں نے ننھا سا طاقتور ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا اور وہ چونک کر اُس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں نے اُسے اپنی ریکارڈ کی ہوئی پوری گفتگو سنائی اور پھر یہ دونوں چیزیں اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "میری طرف سے یہ چیزیں بطور تحفہ قبول کرو۔"

لڑکی چند ساعت خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ پھر وہ خود پر قابو پاتی ہوئی بولی۔ "تو تم بھی بلیک میلر ہو.....؟"

"نہیں.....!"

"تو پھر..... یہ سب کیا ہے؟" اُس نے بے چینی سے پوچھا۔

"میری لائن ذرا مختلف ہے۔ اور تمہارے اندازے کے مطابق میں تمہارے شہر میں اجنبی ہوں، اس لئے مجھے چند مقامی ہمدردوں کی ضرورت ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی.....!"

"یوں سمجھ لو! اپنے کام کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ اور میں نے یہ ساری تگ و دو تمہاری مدد، تمہارا تعاون حاصل کرنے کے لئے کی ہے۔ اس کے باوجود کہ یہ چیزیں میں نے حاصل کر لی ہیں، اس کام کے لئے میں تمہیں معقول معاوضہ ادا کر سکتا ہوں۔"

لڑکی چند ساعت خاموش رہی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس کے چہرے پر عجیب سی خجالت اُبھر آئی۔ "تو..... تو تم..... صرف مجھے....."

"جن معنوں میں تم سوچ رہی ہو، اُن میں نہیں، مجھے تمہارے اِس خوبصورت لباس اور اس کمرے کے حسین ماحول سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور لڑکی کے چہرے پر شکست خوردگی اور اپنی توہین کے احساس کے آثار صاف اُبھر آئے۔ وہ جلدی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔

"میں..... میں غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔ مجھے اجازت دو، لباس تبدیل کر آؤں۔"

"اوہ، نہیں ڈارلنگ! اب ایسا بھی نہیں۔ تمہارے اس لباس سے ہمارے درمیان مزید بے تکلفی پیدا ہو سکتی ہے۔"

"ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں پستول لینے نہیں جا رہی۔" اُس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ میں نے جیب سے چھوٹا سا امریکن پستول نکال کر اُس کی طرف اُچھال دیا۔

"اسے سنبھالو..... دیکھ لو! اس میں پوری آٹھ گولیاں موجود ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ میں پستول وغیرہ سے نہیں ڈرتا۔"

''میں صرف لباس تبدیل کرنے جا رہی ہوں۔ اُس نے پستول ایک طرف اُچھال
اُس کے انداز میں جھنجھلاہٹ تھی۔ نسوانیت کی شکست کی جھنجھلاہٹ۔ لیکن تم مجھے اِس
میں ہی خوبصورت لگ رہی ہو۔'' میں نے کہا اور وہ جلتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی
''اِن فضول باتوں کی اب ضرورت نہیں ہے۔ مطلب کی بات کرو۔''
''گویا تم میرا کام کرنے کے لئے تیار ہو؟''
''کیا کام ہے؟''
''چند لوگوں کو تمہارے ذریعے بیوقوف بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے ایک مخ
پروگرام ہے۔''
''کون لوگ ہیں...... اور مقصد کیا ہوگا؟''
''بہت معمولی سا۔''
''میری اصلیت سے واقف ہو کر وہ لوگ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''
''تم جیسی ذہین لڑکی کی اصلیت معلوم کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے علاوہ تم ایک دو
لڑکی کا کردار ادا کرو گی۔''
''ہوں......!'' وہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر اُس نے گردن ہلائی۔ ''تمہارا کام ہونے کے
اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم یہ چیزیں مجھے واپس کر دو گے......؟''
''یہ صرف تمہیں تیار کرنے کی ایک کوشش تھی۔ ورنہ یہ چیزیں تمہیں کام ہونے سے
بھی مل سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ میں تمہیں ایک معقول معاوضے کی پیشکش بھی کر سکتا ہوں
''اب اس کی گنجائش ہے......؟'' اُس نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔
''پوری پوری گنجائش ہے۔''
''نہیں...... مجھے کسی معاوضے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اپنا کام بتاؤ! رات زیادہ
جا رہی ہے۔ میں آرام کروں گی۔''
''اور میرے لئے کیا حکم ہوگا......؟''
''بس...... اب تم جاؤ یہاں سے۔''
''نہیں خاتون! آپ بھول رہی ہیں۔ اُن تینوں کی پٹائی کا معاوضہ بھی تو درکار ہوگا۔''
''کیا مطلب......؟''
''آپ نے ایک شرط رکھی تھی۔''

''لیکن تمہیں میری ذات سے کیا دلچسپی ہے؟ تم تو اپنے کام کے لئے آئے تھے۔ تم
صرف مجھے بلیک میل کر کے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے تھے......؟''
''وہ ایک الگ بات تھی ڈارلنگ!'' میں نے کہا اور بمشکل تمام میں اُسے راہ پر لا سکا۔
لڑکی اس بات پر بہت برافروختہ تھی کہ میں اُس کی شخصیت اور اُس کے حسن سے متاثر نہیں
ہوا۔ بہرحال! میں نے محسوس کر لیا کہ جرائم پیشہ ہونے کے باوجود وہ کسی حد تک جذباتی
ہے۔ اگر عمدہ ماحول میں وہ میرے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔''
چنانچہ ایک عمدہ ماحول مہیا کرنے کے لئے میں نے پوری پوری کوشش کی۔ اور رات کے
آخری پہر میں لڑکی پوری طرح میری ذات سے متاثر ہو گئی۔ جس کا ثبوت اُس کی حرکات
سے ملتا تھا۔ دوسری صبح اُس نے میرے لئے ناشتہ تیار کیا۔ رات کا تکدر اب دُور ہو چکا تھا۔
''تمہارے وہ تین ساتھی رات کو نہیں آئے؟''
''نام نہ لو اُن کا میرے سامنے۔ خود کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے۔'' اُس نے جھلائے ہوئے
لہجے میں کہا۔
''تو کیا اب تم اُنہیں چھوڑ دو گی؟''
''وہ جانتے ہیں کہ میں اُن سے کتنی ناراض ہوں۔ اس لئے وہ ہفتے عشرے مجھے اپنی شکل
نہیں دکھائیں گے۔ اور پھر بعد میں یہی بہانہ کرتے ہوئے آئیں گے کہ اتفاق سے وہ اُس
رات زیادہ پی گئے تھے۔''
''خوب...... لیکن اُنہوں نے تمہاری خبر بھی نہیں لی۔ ممکن ہے، تم کسی مصیبت میں گرفتار
ہو گئی ہوتیں۔''
''اس دور میں اتنا وفادار کوئی نہیں ہوتا۔ سب پہلے اپنے بارے میں سوچتے ہیں۔'' اُس
نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر بولی۔ ''کیا کام ہے تمہارا...... تم بتاؤ!''
''اس کے لئے ایک شرط ہو گی ریگی!'' میں نے کہا۔
''کیا......؟''
''تم میرے کام پر آمادہ ہو یا نہ ہو، لیکن اِسے راز رکھو گی۔''
''اگر میں آمادہ نہ ہوں تو میرے اُوپر دباؤ ہوگا......؟''
''قطعی نہیں۔ کیونکہ یہ کام دباؤ کا نہیں ہے۔ میں نے اسی لئے معاوضے کی بات کی
تھی۔''

''پھر بلیک میلنگ کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟''

''صرف اس لئے کہ کام شروع کرنے کے بعد تم غداری پر آمادہ نہ ہو جاؤ۔''

''اس کا کیا سوال ہے؟ بہرحال! اب کام کے بارے میں بتاؤ۔'' اُس نے کہا اور میں نے اینڈریا فرگوسن کی کہانی تھوڑے سے ردّوبدل کے ساتھ سنا دی۔

''اوہ...... میں مسٹر فرگوسن کو جانتی ہوں۔''

''ہاں! وہ مشہور شخصیت ہے۔''

''لیکن انوکھی کہانی ہے۔ بہرحال! میں خلوصِ دل سے تیار ہوں۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''فی الحال کچھ نہیں۔ لیکن جو پروگرام میرے ذہن میں ہے، اُس کے تحت ممکن ہے مجھے تمہاری ضرورت پیش آ جائے۔ اس وقت تمہیں اینڈریا کے میک اَپ میں آنا ہوگا۔ ممکن ہے میں تمہیں سلویا فرائن کے سامنے پیش کر دُوں۔ تم ایک مضبوط حیثیت سے اُس کا سامنا کرو گی۔ جب کہ وہ بزدل لڑکی خوفزدہ رہے گی۔''

''اوہ...... یہ بات ہے۔'' ریگی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''ہاں ڈیئر ریگی! اور بہرصورت! ہمیں یہ کام انجام دینا ہی ہے۔''

''ٹھیک ہے...... میں تیار ہوں۔ لیکن سلویا فرائن کیا بہت خطرناک عورت ہے؟''

''ہاں...... اُس کے ساتھ اُس کا ایک معاون ہے، جس کا نام ہاکن ہے۔ بہرصورت! وہ لوگ ضرورت سے زیادہ چالاک تو نہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ ہاکن کے کچھ مددگار بھی ہوں گے۔ اور وہ تمہارے لئے خطرناک ثابت ہونے کی کوشش کریں۔ ایسی صورت میں تمہارا واسطہ کسی خطرناک گروہ سے نہیں پڑے گا۔ تاہم! تم ہوشیار رہو گی۔''

''ٹھیک ہے...... میں تیار ہوں۔ جس وقت بھی تم مجھے اس کام کے لئے کہو گے، مجھے آمادہ پاؤ گے۔''

''بہت بہت شکریہ ریگی! میرا خیال ہے، اب ہمارے ذہن سے ساری تلخیاں دُھل جانی چاہئیں۔''

''میں تو ذہن سے فراموش کر چکی ہوں۔''

''میں تمہارا شکرگزار ہوں۔'' میں نے چائے کا آخری گھونٹ حلق میں اُنڈیلتے ہوئے کہا۔

''اب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ!'' ریگی نے بھاری لہجے میں کہا۔ یوں لگتا تھا، جیسے

اب اُس کی ناراضگی دُور ہوئی ہو۔

''اپنے بارے میں کیا بتاؤں ڈیئر......؟ بس! اتنا بتا چکا ہوں کہ ایک آوارہ گرد ہوں۔ اینڈریا فرگوسن ملی تھیں، اُنہوں نے ایک معقول معاوضے پر میری خدمات حاصل کیں اور میں اُن کے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن بعض کاموں کے لئے مددگاروں کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو معاوضہ میں، اینڈریا فرگوسن سے وصول کروں تو اگر اس میں تمہارا بھی کچھ حصہ ہو جائے تو کیا حرج ہے؟''

''یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ لیکن کیا اینڈریا فرگوسن سے تمہارا تعلق صرف اتنا سا ہی ہے؟''

''کیا مطلب......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔ عورت کے اس سوال کو میں بخوبی سمجھتا تھا۔

''میری مراد ہے کہ کیا تم اُس سے کوئی جذباتی رشتہ بھی رکھتے ہو؟'' ریگی نے عجیب سے انداز میں سوال کیا۔

''نہیں......'' میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

''سچ کہہ رہے ہو؟''

''ہاں......!''

''کیا واقعی......؟'' ریگی کے لہجے میں حیرانی تھی۔

''ہاں...... اِس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟''

''کیا وہ بھی تم سے متاثر نہیں ہے؟'' ریگی نے سوال کیا۔

''ڈیئر ریگی! بعض اوقات انسان کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی اچھا نباہ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے جس سے اُن کا کوئی ذہنی یا قلبی تعلق نہیں ہوتا۔ اب اگر کوئی دوسرا تم سے متاثر ہو تو ضروری نہیں ہے کہ تم اب اُس تاثر کے جواب میں وہی تاثر پیش کرو جو دوسروں کے دل میں ہے، یا جس کا وہ طلب گار ہے......''

''بات اینڈریا فرگوسن کی ہو رہی تھی۔'' ریگی نے بات درمیان سے کاٹی اور مجھے ہنسی آ گئی۔ وہ بیوقوف لڑکی نہ جانے کیا سمجھ رہی تھی؟ بہرحال! میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اگر اینڈریا مجھ سے متاثر ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میرا اور اُس کا تعلق

صرف اتنا ہے کہ اُس نے کسی سلسلے میں میری خدمات حاصل کی ہیں۔ اور میرا نام مائیکل ہے۔''

''اوہ......!'' ریگی آہستہ سے بولی۔ اُس کے چہرے پر نہ جانے کیوں سکون سا پھیل گیا تھا۔ میں نے اس سکون کو حیرت سے دیکھا۔

''لیکن ریگی! تم یہ سوالات کیوں کر رہی ہو؟''

''یہاں عوت کی فطرت کام کر رہی ہے۔'' ریگی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''مجھے سمجھاؤ......!''

''کچھ نہیں...... میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کوئی لڑکی، تمہیں مجھ سے زیادہ ایمپریس کر سکی ہے؟ اگر کسی کی حیثیت میرے برابر ہے تو اُس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن وہ، جو مجھ سے بڑھ جائے، میں اُس کے بارے میں جاننے کی خواہش مند تھی۔ اسی لئے میں نے تم سے اس کے بارے میں اتنے سوالات کئے۔'' ریگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے ریگی!'' میں نے کہا۔ پھر میں اُس سے اجازت لے کر اُٹھ گیا۔ ریگی مجھے مکان کے دروازے تک چھوڑنے آئی تھی۔

ساری رات، ریگی کے ساتھ گزارنے کے بعد اب اینڈریا کی خبر لینا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ میں اینڈریا کی طرف چل پڑا۔

اینڈریا، میری منتظر تھی۔ مجھے دیکھ کر اُس نے عجیب سی شکل بنالی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خوب ہیں یہ لڑکیاں بھی۔ ہر کس و ناکس پر اپنا حق جتانے لگتی ہیں۔ اور اس قسم کی ادائیں دکھاتی ہیں کہ انسان اُن پر ہنسے بغیر نہ رہ سکے۔

''ناشتہ کرلیا تم نے اینڈریا......؟''

''نہیں......!'' اُس نے بھاری لہجے میں جواب دیا۔

''کیا بات ہے...... تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے کیا؟''

''نہیں......!'' وہ پھر اسی انداز میں بولی اور مجھے ہنسی آ گئی۔

''ناشتہ کیوں نہیں کیا......؟''

''بس نہیں کیا...... تم ساری رات کہاں رہے؟''

''اوہ......'' میں نے مسخرے انداز میں آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔ ''کچھ دوست مل گئے

تھے۔ اُن کے ساتھ رات گزارنا پڑی۔ معافی چاہتا ہوں۔'' میں نے اس طرح کہا جیسے کوئی سعادت مند شوہر اپنی بیوی کے آگے بہانے تراشتا ہے۔ اور اینڈریا منہ پھلائے ہوئے مجھے دیکھتی رہی۔ حالانکہ اُس احمق لڑکی کو میں صاف بتا چکا تھا کہ میں اُس کی منزل نہیں بن سکتا۔ لیکن اب بھی وہ بیوقوفی کی باتیں کرتی تو میں کیا کر سکتا تھا؟

''تم ناشتہ کرلو اینڈریا! میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔''

''جاگتے رہے ہو گے ساری رات......؟''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔

''میں ناشتہ نہیں کروں گی۔''

''تمہاری مرضی......!'' میں آہستہ سے بولا اور اپنے بستر پر پہنچ گیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے میں نے سونے کی تیاریاں کر لی تھیں۔

اینڈریا، تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتی رہی۔ لیکن میں نے کروٹ بدل لی۔ اب یہ لڑکی خوامخواہ کے نخرے کرنے لگی ہے۔ اب خود اُسے بھوک لگے گی تو ناشتہ کرلے گی۔ آخر میں کیوں اُس کے نخرے اُٹھاؤں؟ پتہ نہیں اتنا اکڑتی کیوں تھی؟ میں اُس کا جو کام کر رہا تھا، اُس میں مجھے کسی بہت بڑے منافع کی توقع نہیں تھی۔ لیکن مسز فرگوسن سے جو کچھ وصول کر چکا تھا، وہ اتنا تھا کہ اس پورے کیس کو نمٹانے کے بعد بھی اپنے آپ کو گھاٹے میں محسوس نہ کرتا۔ میں نے ساری رقم محفوظ کر دی تھی۔ اور پھر میں دوپہر تک سوتا رہا۔

لنچ کے وقت میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ میں نے اینڈریا فرگوسن کی طرف دیکھا، وہ صوفے پر دراز ایک میگزین کے مطالعے میں مصروف تھی۔ چہرہ سلگ رہا تھا۔ میں نے ویٹر کو بلایا اور لنچ کا آرڈر دے دیا۔ اس میں اینڈریا کے لئے بھی لنچ تھا۔

''میں کھانا بھی نہیں کھاؤں گی۔''

''کیا مطلب...... کیا تم نے ناشتہ نہیں کیا؟'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں......!'' وہ جھٹکے دار لہجے میں بولی۔

''کیوں......؟''

''تم ناشتہ کر کے آئے تھے نا......؟''

''ہاں......!''

''بس! تو پھر میں لنچ بھی نہیں کروں گی۔''

''لیکن کیوں......؟'' میں نے ذرا سختی سے پوچھا۔

''بس...... میری مرضی۔'' اینڈریا نے جواب دیا اور میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔

''اینڈریا فرگوسن! کیا میرے اور تمہارے درمیان صاف صاف گفتگو نہیں ہوئی؟''

''کیسی گفتگو......؟''

''یہی کہ میں زندگی کی منازل میں کبھی تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ اور تم نے اِس بات کو خلوصِ دل سے تسلیم کرلیا تھا۔ پھر اس کے بعد ان باتوں کی کیا ضرورت ہے؟''

کیوں...... کیا دوستوں کے ایک دوسرے پر حقوق نہیں ہوتے؟''

''بالکل ہوتے ہیں۔''

''تو پھر......؟''

''اینڈریا! سوچو...... اگر مجھے، میرے کچھ دوست مل گئے، میں نے اُن کے ساتھ رات گزار لی تو اس میں کیا حرج تھا؟ یوں بھی آج کل میں کام میں مصروف ہوں۔ مسٹر فرگوسن کے سلسلے میں کچھ اقدامات کرنے ہیں۔ اس کے لئے مجھے کچھ ساتھیوں کی تلاش تھی، چنانچہ میں مصروف رہا۔''

''اوہ...... تو گویا تم میرے ہی کام سے گئے تھے۔'' اینڈریا کے ماتھے کی شکنیں کچھ کم ہو گئی تھیں۔ اُس نے اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی، یہ بات میں سمجھ گیا تھا۔ اِس سے اُس کی شخصیت کا ایک پہلو نمایاں ہو رہا تھا اور وہ محسوس کر رہی تھی کہ میں اُس سے اتنا لگاؤ رکھتا ہوں کہ اُس کے لئے کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہوں۔ بہرحال! یہ سوچ اگر اُس کی تھی تو اُس کی اپنی ہی تھی، میری نہیں۔ میں تو صرف وقت ٹالنا چاہتا تھا۔

بیرے نے لنچ لگا دیا تھا اور ہم کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اینڈریا خاموش تھی۔ پھر اُس نے خود ہی اُکتا کر پوچھا۔ ''تو پھر اب ڈیڈی کے سلسلے میں تم کیا کر رہے ہو؟''

''بس...... اِن سارے معاملات کو فائنل ٹچ دے رہا ہوں۔ تم بے فکری سے یہاں رہو۔ تمہارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں! میں فوری طور پر ایسی جگہ کا انتظام کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، جہاں تم اطمینان سے رہ سکو۔ بشرطیکہ تم اِس ہوٹل سے اُکتا نہ گئی ہو۔'' میں نے کہا۔

''نہیں، نہیں...... میرا خیال ہے کہ ہوٹل زیادہ موزوں ہے۔ تنہا جگہ میں، میں اُلجھ جاؤں گی...... اور پھر یہاں مجھے کوئی پہچان بھی نہیں رہا ہے۔ لیکن تمہیں سخت ہوشیار رہنا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے...... اگر تم مناسب محسوس کرتی ہو تو ٹھیک ہے۔ لیکن تمہیں پھر بھی احتیاط کرنا

ہوگی۔''

''فکر نہ کرو مائیکل! بالآخر میں اِن لوگوں کو کافی عرصے تک چکر دیتی رہوں گی۔''

''ہاں...... میں جانتا ہوں۔ اور اسی لئے میں، تمہاری طرف سے زیادہ فکر مند نہیں ہوں۔'' میں نے کہا اور پھر ہم کھانے میں مصروف ہو گئے۔

لنچ خاموشی سے ختم کیا گیا۔ اس کے بعد میں اینڈریا فرگوسن کو چھوڑ کر پھر باہر آ گیا۔ ظاہر ہے، میں اُس سے ان ساری باتوں کی اجازت تو نہیں لے سکتا تھا۔

اب مجھے کچھ اور کام کرنے تھے۔ اس سلسلے میں، میں ایک اسٹیٹ بروکر سے ملا۔ اور اُس سے کسی عمدہ سا مکان کرائے پر لینے کی فرمائش کی۔

''کتنے عرصے کے لئے مکان درکار ہے......؟''

''تقریباً ایک ماہ کے لئے۔''

''ایک مکان فوری طور پر مل سکتا ہے۔ بہت خوبصورت اور شاندار ہے۔ لیکن کرایہ بہت زیادہ ہوگا۔''

''مجھے اُس کی چابی درکار ہے۔'' میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں بروکر کے ساتھ مکان دیکھنے جا رہا تھا۔ مکان مجھے بہت پسند آیا اور میں نے اُسے حاصل کرلیا۔ اس کے بعد میں کافی دیر تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ اور پھر میں نے سلویا فرائن کی طرف رُخ کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اُس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ سلویا، مجھے دیکھ کر چونک پڑی تھی۔

''تم......؟'' اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔

''ہاں، مادام سلویا......! آپ نے ایک کام میرے سپرد کیا تھا۔''

''ہاں......!''

''آپ نے مجھ پر بھروسہ نہیں کیا۔ اِس طرح ہمارے درمیان معاہدہ ختم ہو گیا۔''

''کیا مطلب......؟''

''ہاکن نے میرا تعاقب کیوں کیا تھا......؟''

''اوہ...... ہاکن گدھا ہے۔ وہ...... وہ اپنی مرضی سے ہر کام کر ڈالتا ہے۔ جبکہ میری طرف سے ایسی کوئی ہدایت نہیں تھی۔''

''لیکن آپ نے ایسے گدھے کیوں پال رکھے ہیں......؟''

''بس......وہ میرا عزیز ہے۔''

''لیکن میرا اُس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔''

''کیا مطلب ہے......؟''

''میں چاہتا ہوں، تم اُسے قتل کر دو۔''

''کیا بکواس ہے......؟''

''ہاں، مسز فرگوسن! میں یہی چاہتا ہوں۔''

''لیکن کیوں......؟''

''بس...... یہ میری خواہش ہے۔ اور کسی خواہش کا بعض اوقات کوئی جواز نہیں ہوتا۔''

''کیا تم پاگل ہو گئے ہو......؟''

''کیوں...... میں نے پاگل پن کی کون سی بات کہی ہے......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاکن مجھے دل سے عزیز ہے۔ میں اُسے کس طرح قتل کر سکتی ہوں......؟''

''کیا تمہیں اُس کی زندگی خود سے زیادہ عزیز ہے......؟''

''تم......تم مجھے دھمکی دے رہے ہو......؟''

''یہی سمجھ لیں مسز فرگوسن! بہرحال! آپ کو اُسے قتل کرنا ہوگا۔''

''یہ ناممکن ہے۔ اور تم بکواس مت کرو۔ ورنہ میں تمہارے لئے بھی بندوبست کر سکتی ہوں۔ تم مجھے اتنا بے دست و پا مت سمجھو۔''

''ہارلو کا پورا گروہ تمہارے پیچھے پڑ جائے گا۔ اور میرا خیال ہے کہ تم ہارلو کے بارے میں پورے طور سے نہیں جانتیں۔''

''تم نے میرے کام کا کیا، کیا، جس کے لئے تم نے مجھ سے اتنی بڑی رقم وصول کی ہے۔'' مسز فرگوسن نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''وہ بھی ہو جائے گا۔ لیکن پہلے اِس سلسلے میں جواب دو۔''

''تم......تم جاؤ یہاں سے۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ جاؤ! چلے جاؤ...... ورنہ میں تمہیں گولی مار دُوں گی۔''

''مسز فرگوسن! یہ آپ کی آواز کا ٹیپ ہے، جس میں آپ نے مجھے ہدایت دی ہے کہ میں اینڈریا کو قتل کر دُوں......سن لیں!'' میں نے جیب سے ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال کر ٹیپ

دیا اور سلویا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے ٹیپ بند کر دیا اور مسز فرگوسن کی طرف دیکھنے لگا۔ مسز فرگوسن نے سر پکڑ لیا تھا۔ پھر وہ ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولی۔ ''تمہیں اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟''

''بس...... میں اِسی قسم کا آدمی ہوں مسز فرگوسن! بعض اوقات میرے ذہن پر جنون سوار ہو جاتا ہے۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ تم ہاکن کو قتل کر دو۔ اور ہاکن کو میری اِس خواہش کا علم ہوا تو تم دونوں کو زندگی بھر منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔''

''یہ تمہارا پاگل پن ہے۔'' وہ چیخی۔

''مجھے اِس کا اعتراف ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ......اوہ! کیسی باتیں کر رہے ہو؟ یہ کسی طور ممکن نہیں ہے۔'' اُس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔

''میں جانتا ہوں مسز فرگوسن! بہت جلد تم سے فون پر رابطہ قائم کروں گا۔ اُس وقت میری آخری وارننگ ہو گی تمہارے لئے۔''

''سنو! وہ ٹیپ مجھے واپس کر دو۔ میں تمہیں اس کی منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔'' اُس نے التجا آمیز لہجے میں کہا۔

''ٹیپ تمہیں واپس مل جائے گا مسز فرگوسن! لیکن اس کے لئے شرط وہی ہے۔'' میں نے کہا اور پھر میں وہاں سے باہر آ گیا۔ مسز فرگوسن کے پیروں میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ اُٹھ کر میرا تعاقب ہی کرتی۔ میں نے چند ساعت رُک کر اُس کے کسی اقدام کا انتظار کیا۔ لیکن مسز فرگوسن یہی سمجھی ہو گی کہ میں چلا گیا ہوں۔ ہاکن اس وقت موجود نہیں تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے مسٹر فرگوسن کے پاس پہنچ گیا۔ مسٹر فرگوسن کی حالت زیادہ بہتر نہیں تھی۔

''مسٹر فرگوسن! اگر مجھ سے سوالات کئے بغیر آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں تو آپ کے لئے بہتر ہو گا۔''

''کیا مطلب......تم کون ہو؟''

''آپ کا ایک ہمدرد...... لیکن وقت ضائع نہ کریں۔ ورنہ زندگی بھر کفِ افسوس ملیں گے۔''

''تم مجھے کہاں لے جاؤ گے......؟''

''ایک ایسی جگہ، جہاں آپ کے کچھ ہمدرد موجود ہیں۔''

''میرے دوست! ساری دنیا میں میرا کوئی ہمدرد نہیں ہے، تم کون سے ہمدرد کی بات کر رہے ہو؟ اصل بات کہو! میں تم سے تعاون کروں گا۔'' مسٹر فرگوسن نے تلخ لہجے میں کہا۔

''آخری مرتبہ کہہ رہا ہوں...... مسٹر فرگوسن! میرے ساتھ تعاون کریں۔''

''کیا تم اُس ہمدرد کا نام نہیں لو گے؟''

''اینڈریا فرگوسن...... اور میرے پاس صرف بیس سیکنڈ ہیں۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا اور مسٹر فرگوسن کو جیسے کرنٹ لگا۔ وہ جلدی سے اُٹھ گئے تھے۔

''کک...... کیا...... مطلب...... کیا مطلب......؟ وہ...... وہ......''

''صرف آٹھ سیکنڈ باقی رہ گئے ہیں۔''

''مجھے سہارا دو، پلیز! میں کمزور آدمی ہوں...... میں تیار ہوں۔ مجھے لے چلو! مجھے سہارا دو!'' مسٹر فرگوسن کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ بہر حال! میں نے اُنہیں سہارا دیا اور پھر اُنہیں باہر لے آیا۔ چند لمحات کے بعد میری کار، برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اس وقت بہترین کامیابی نصیب ہوئی تھی۔

مسٹر فرگوسن کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ ''بتا دو...... ! خدا کے لئے بتا دو! کیا یہ حقیقت ہے؟''

''کون سی حقیقت کے بارے میں پوچھ رہے ہیں مسٹر فرگوسن......؟''

''تم نے اینڈریا کا نام لیا تھا۔''

''ہاں...... اینڈریا فرگوسن ایک ٹھوس حقیقت ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''مم...... میرا مطلب ہے کہ کیا وہ واپس آ گئی ہے؟ اور تم...... تم اُسے کس طرح جانتے ہو؟''

''ہوں......!'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ ''میں تو بہت کچھ جانتا ہوں مسٹر فرگوسن لیکن آپ اتنے بے بس کیوں ہو گئے......؟''

''کس سلسلے میں...... بتاؤ! کس سلسلے میں؟ تم ہر بار ایسی بات کہتے ہو کہ میں پہلے سے زیادہ اُلجھن میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔'' فرگوسن نے جواب دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اُن کے اعصاب درست نہیں ہیں۔ چنانچہ مجھے اُس بوڑھے پر رحم آ گیا۔

''میرا خیال ہے، کچھ دیر صبر کرو مسٹر فرگوسن! میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ تمہیں

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں سمجھو! میں تمہاری پریشانیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے میدانِ عمل میں آیا ہوں۔ کیا تم ایک طرح سے اُن کے قیدی نہیں تھے؟''

''کس کے......؟'' فرگوسن نے کراہتے ہوئے پوچھا۔

''سلویا فرائن اور ہاکن کے۔''

''آہ...... آہ! اِن باتوں سے تمہاری واقفیت مجھے اور پریشان کر رہی ہے۔ تم تو بہت کچھ جانتے ہو۔''

''بہت کچھ نہیں، سب کچھ......!''

''لیکن کس طرح......؟'' بوڑھا خاموش نہیں ہو رہا تھا۔ میں اُس کی ذہنی کیفیت سمجھ رہا تھا اور میرا موڈ خراب نہیں ہو رہا تھا۔

''تم خود سوالات کئے جا رہے ہو، میرے سوال کا تم نے ایک بار بھی جواب نہیں دیا۔''

''کون سے سوال کا......؟''

''کیا تم اُن کے قیدیوں کی مانند زندگی نہیں گزار رہے تھے؟''

''ہاں...... یہ حقیقت ہے۔ بظاہر میرے اُوپر کوئی پابندی نہیں تھی۔ لیکن مجھے ہدایات تھیں کہ کسی سے میں کوئی گفتگو نہ کروں۔''

''اُن دونوں کی......؟''

''ہاں......!'' بوڑھا ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''لیکن مسٹر فرگوسن! آپ نے اتنے چالاک لوگوں کے خلاف معمولی سی کارروائی کی تھی۔ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ وہ اینڈریا کا تعاقب بھی کر سکتے تھے۔ اُسے تلاش بھی کر سکتے تھے۔''

''بعد میں مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا۔ خدا کے لئے یہ تو بتا دو! کہ میری بچی خیریت سے تو ہے؟''

''ہاں...... اور میں اُس کے لئے کام کر رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم...... تم میری بچی کے محافظ ہو۔ آہ! میں کس دل سے تمہارا شکریہ ادا کروں...... وہ بالکل خیریت سے تو ہے نا......؟''

''ہاں......!''

''وہ ہے کہاں؟ کیا میں اُس سے ملاقات کر سکتا ہوں؟'' بوڑھے کا انداز بچوں جیسا تھا۔

''ہاں...... میں تمہیں اُس سے ملا دوں گا۔ تم مطمئن رہو!'' اور بوڑھا بہت خوش نظر آنے

لگا۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ میں اُسے لے کر اُس مکان میں پہنچ گیا۔ بوڑھے کی آنکھوں میں اُمید کی جھلکیاں تھیں۔

''کیا وہ بھی یہیں ہے......؟''

''نہیں...... وہ یہاں پہنچ جائے گی۔ لیکن میں تمہیں ایک ہدایت کرتا ہوں، اُس پر سختی سے عمل کرنا۔''

''میں کروں گا...... میں وعدہ کرتا ہوں، ضرور کروں گا۔''

''تم اُس کے ساتھ یہاں بہت محتاط زندگی گزارنا۔ میں سلویا فرائن پر آخری ضرب لگانے جا رہا ہوں۔ وہ تمہیں اور تمہاری بیٹی کو شدت سے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اُس وقت تمہاری ذرا سی لغزش، سارا کھیل بگاڑ دے گی۔''

''ہم پوری طرح محتاط رہیں گے۔''

''سلویا کی دلی خواہش ہے کہ اینڈریا کو قتل کر دیا جائے۔ میں تمہیں اُس کی آواز سناتا ہوں۔'' میں نے سلویا کا ٹیپ اُسے بھی سنا دیا۔ بوڑھے کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔

''یہ تو اُس کے خلاف بہت بڑا ثبوت ہے۔''

''کیا تم یہ ثبوت پولیس یا عدالت میں پیش کرنے کی ہمت رکھتے ہو؟''

''ایں......'' بوڑھے نے سراسیمہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''ظاہر ہے، تم اُس عورت کو عدالت میں نہیں لا سکتے۔ کیونکہ اُس وقت وہ تمہارا راز کھول سکتی ہے، جس کی وجہ سے وہ تمہاری پوری زندگی پر حاوی ہو گئی۔''

''ہاں...... یہ درست ہے۔''

''تب پھر یہ ثبوت کم از کم تمہارے لئے بے مقصد ہے۔ صرف میں اس سے کام لے سکتا ہوں۔'' بوڑھے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ''اب تم یہاں آرام کرو! میں چلتا ہوں۔''

''کہاں......؟''

''تمہاری بیٹی کو تمہارے پاس لے آؤں۔''

''جلدی جاؤ...... خدا کے لئے جلدی جاؤ!'' بوڑھے کا لہجہ، جذبات سے لرز رہا تھا۔ میں وہاں سے نکل آیا اور ایک بار پھر میرا رُخ ہوٹل کی جانب تھا۔ اینڈریا، میری ہدایت کے مطابق زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی رہتی تھی۔ اس وقت بھی وہ اسی طرح بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

''میں اب بہت اُکتا گئی ہوں۔'' اُس نے کہا۔

''کیا چاہتی ہو......؟''

''کچھ نہیں......بس! باہر نکلنا چاہتی ہوں۔''

''اپنے دشمنوں کو دعوت دینا چاہتی ہو؟''

''مر ہی جاؤں تو بہتر ہے۔ خدا کے لئے! مجھے، میرے ڈیڈی سے تو ایک بار ملا دو۔''

اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

''آؤ!'' میں واپس پلٹ پڑا۔ وہ ٹھٹھک کر مجھے دیکھنے لگی۔ ''آؤ......!'' میں نے پھر کہا۔

''کک...... کہاں چل رہے ہو......؟'' اُس نے سوال کیا۔ لیکن میں دروازے سے نکل آیا۔ وہ بھی میرے پیچھے ہی آ گئی تھی۔

میں ہوٹل سے باہر آ گیا۔ اینڈریا کسی قدر خوفزدہ ہو گئی تھی۔ بہرحال! وہ میرے نزدیک کار میں آ بیٹھی اور میں نے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

''سنو، مائیکل......! جا کہاں رہے ہو؟''

''تم اُکتا گئی تھیں نا......؟''

''ہاں...... یقین کرو! میں خود کو بے حد تنہا محسوس کر رہی تھی۔ جب تک تنہا تھی، خود پر بھروسہ کرتی تھی۔ لیکن جب سے تم ملے ہو، نہ جانے کیوں......بس! یہ سمجھنے لگی ہوں کہ تمہیں ہر وقت میرے ساتھ رہنا چاہیئے۔''

''میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔''

''کیا......؟'' اُس کے انداز میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

''یہی کہ اب ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اور اس کے لئے ایک ترکیب بھی میری سمجھ میں آ گئی ہے۔''

''کیسی ترکیب......؟''

''تمہیں اور اپنے آپ کو دشمنوں کے سپرد کر دوں، اور اُن سے درخواست کروں کہ ہمیں ایک ہی جگہ قید کر دیں۔'' میں نے جواب دیا اور اُس کے چہرے پر خوف اُبھر آیا۔

''تم میری باتوں سے جھنجھلا گئے ہو شاید۔ میں معافی چاہتی ہوں۔ ایسی حماقت مت کرنا، سنو! آئندہ میں ایسی بات کبھی نہیں کروں گی، وعدہ کرتی ہوں۔'' میں خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اُس مکان میں داخل ہو گیا۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟ سنو! ایسی کوئی بات......" وہ خاموش ہوگئی۔ دُور سے ہی بوڑھا
فرگوسن نظر آ رہا تھا۔ جونہی کار رُکی، وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اور اس کے بعد مناظر جذباتی تھے
چنانچہ اُن کا تذکرہ بے مقصد ہے۔ سوائے اس کے کہ میں خود کو کافی دیر تک احمق تصور کرتا
رہا۔ بوڑھا، میرا بے حد شکر گزار نظر آتا تھا۔ دونوں میری توصیف کے گن گاتے رہے۔
"اب غور سے سنئے مسٹر فرگوسن! آپ کو اِس لئے وہاں سے ہٹانا ضروری تھا کہ سلویا اور
ہاکن آخری قدم کے طور پر تم سے کوئی وصیت لکھوا کر تمہیں قتل کر دیتے۔ اُن کی دوسری تمام
سکیمیں فیل ہوگئی ہیں۔ چنانچہ آخری قدم وہ یہی اُٹھاتے۔ میں نے اُن کی اِس کوشش کو بھی
ناکام بنا دیا ہے۔ اور اب وہ بالکل مفلوج ہو چکے ہیں۔"
"پھر، اب تم کیا کرو گے مائیکل......؟"
"جو کچھ کروں گا، تمہارے سامنے بھی آ جائے گا۔ اس لئے فکر مند ہونے کی ضرورت
نہیں ہے۔ بس! یہاں تم اپنی بیٹی کی حفاظت کرو اور مجھے، میرا کام کرنے دو۔"
"اس طرف سے تم بے فکر رہو۔ ہاں...... ممکن ہو تو میرے لئے ایک پستول کا بندوبست
کر دو۔" مسٹر فرگوسن نے کہا اور میں نے اپنا پستول نکال کر اُس کے حوالے کر دیا اور
کارتوسوں کا ایک پیکٹ بھی دے دیا۔
"او کے......!" میں نے کہا اور باہر آ گیا۔
اس طرح اینڈریا فرگوسن کی ذمہ داری میرے شانوں پر نہیں تھی۔ اور اب میں زیادہ
سکون سے کام کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں واپس اپنے ہوٹل میں آیا۔ اور اب کچھ وقت آرام کے
لئے تھا۔ چنانچہ میں ہوٹل کی تفریحات میں مشغول ہوگیا۔ پورا دن گزارا، رات گزاری اور
دوسرے دن بھی تقریباً دوپہر تک ہوٹل میں اینڈتا رہا۔ اُن دونوں کے پاس جانے کی میں نے
ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔
شام کو تقریباً پانچ بجے تیار ہو کر باہر نکلا اور تھوڑے فاصلے پر لگے ہوئے پبلک ٹیلی فون
بوتھ سے میں نے سلویا فرگوسن کا ٹیلی فون نمبر ڈائل کیا۔ چند ساعت خاموشی رہی، پھر دوسری
طرف سے ریسیور اُٹھا لیا گیا۔
"مجھے مادام فرگوسن سے ملنا ہے......!"
"اوہ...... جناب! وہ موجود نہیں ہیں۔"
"مسٹر ہاکن ہیں......؟"

"جی نہیں......!"
"کہاں ہوں گے وہ......؟"
"وہ بھی مسز فرگوسن کے ساتھ گئے ہیں۔"
"کہاں......؟"
"وہ دونوں سوئٹزرلینڈ گئے ہیں۔" جواب ملا اور میں ہکا بکا رہ گیا۔ یہ میرے لئے تعجب
خیز اطلاع تھی۔
"تم کون بول رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"میں اُن کا ملازم آرتھر ہوں جناب!"
"آرتھر! میں مادام فرگوسن کا بہت ہی قریبی دوست بول رہا ہوں۔ میرے علم میں تو ایسی
کوئی بات نہیں ہے کہ مادام فرگوسن حال ہی میں کسی لمبے دورے یا تفریحی دورے کا پروگرام
رکھتی ہوں۔ تمہیں یقین ہے کہ وہ سوئٹزرلینڈ گئی ہیں؟"
"جی ہاں جناب! ہم سے یہی کہا گیا ہے۔ خاصا سامان اپنے ساتھ لے گئی ہیں۔" ملازم
نے جواب دیا۔
"کیا اس دوران کوئی اور اُن سے ملنے کے لئے آیا تھا؟" میں نے آرتھر سے سوال کیا۔
"جی نہیں...... مسٹر ہاکن کے علاوہ، اُن کے پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ اور نہ ہی اِس
دوران، اُن دونوں سے کوئی ملنے آیا۔ مادام فرگوسن نے اطلاع دی ہے کہ کچھ لوگ یا اخباری
رپورٹرز اُن سے ملاقات کرنے آئیں گے۔ اُنہیں یہی جواب دیا جائے کہ مسز فرگوسن ایک
تفریحی دورے پر سوئٹزرلینڈ گئی ہوئی ہیں۔"
"بہتر ہے......!" میں نے جواب دیا اور ریسیور رکھ دیا۔ ایک لمحے کے لئے میرے منہ کا
ذائقہ خراب ہوگیا تھا۔ اگر مسز فرگوسن نے سٹاک ہوم چھوڑ دیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
بہرحال اُس نے ایک اچھی چال چلی ہے۔ اُس کی غیر موجودگی میں بہت ساری مشکلات پیش
آ سکتی تھیں۔
اگر مسٹر فرگوسن غائب نہ ہو گئے ہوتے اور وہ اُن پر قابو پا لیتی تو پھر یہاں سے نکلنا اُس
کے لئے زیادہ بہتر تھا۔ لیکن اب مسٹر فرگوسن اِس کوٹھی میں واپس آ کر اپنے لئے بہتر
بندوبست کر سکتے تھے۔

☆......☆......☆

مسز فرگوسن کے ذہن میں یہی ہو گا کہ مسٹر فرگوسن خوفزدہ ہو کر اُس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ لیکن وہ میری جانب سے خوفزدہ تھی اور اس وقت اُس نے صرف مجھ ہی سے فرار مناسب سمجھا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا، کہ اُس نے سوئٹزرلینڈ کا صرف بہانہ کیا ہو۔ وہ دونوں کہیں رُوپوش ہو گئے ہوں اور درپردہ ہمیں تلاش کرنے کے خواہش مند ہوں۔

یہ خیال میرے ذہن میں تقویت پکڑ گیا اور میں اپنی ذہانت پر خود ہی خوش ہونے لگا۔

یہ صرف اتفاقیہ بات تھی کہ میں نے ریگی سے رابطہ قائم کر لیا تھا اور میرے ذہن میں ریگی کے لئے ایک پروگرام تھا۔ لیکن یہ پروگرام، اس وقت جس انداز میں میرے ذہن میں آیا تھا، اُس نے مجھے خوش کر دیا۔ ممکن تھا، پہلی صورت میں ریگی کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ لیکن اس وقت وہ ایک بہترین معاون ثابت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ہاکن اور مسز فرگوسن کو منظر عام پر لانے کے لئے میں نے ایک خوبصورت سا پروگرام بنایا اور اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ رات کو میں ریگی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور وہ مجھے اُس ہوٹل میں مل گئی، جہاں میں نے اُسے پہلی بار دیکھا تھا۔

مجھے دیکھ کر اُس نے پرجوش انداز میں ہاتھ ہلایا تھا۔ اور میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔

''ہیلو، مائیکل......!''

''ہیلو......!''

''یقین کرو! میں آج صرف تمہاری وجہ سے یہاں آئی تھی۔''

''اور تم بھی یقین کرو، میں بھی تمہاری تلاش میں یہاں آیا ہوں۔''

''لیکن میں آج کسی شکار کے لئے نہیں آئی ہوں، اور نہ ہی میرے تینوں ساتھی یہاں ہیں۔'' میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور کرسی گھسیٹ کر اُس کے قریب بیٹھ گیا۔

''کیا منگواؤں تمہارے لئے......؟''

''بوربن۔'' میں نے کہا اور اُس نے ویٹر کو بلا کر آرڈر دے دیا۔

بوربن کی چسکیاں لیتے ہوئے میں نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا۔ ''میرے بارے میں کیا طے کیا......؟''

''پہلے ہی کر لیا تھا۔''

''کام کروگی میرے لئے......؟''

''خلوصِ دل سے۔ اس لئے نہیں کہ تم نے میری نس دبا لی ہے۔ لیکن میرے ذہن میں ...ب اور خیال ہے۔''

''کیا......؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں ان تینوں سے اُکتا گئی ہوں۔ اور پھر اُن تین تین سے تم بہت بہتر ہو۔ تمہارا کام ...جائے تو میں تم سے درخواست کروں گی کہ میرے ساتھ کام کرو۔ ہم دونوں مل کر آدھی دنیا کنگال کر سکتے ہیں۔''

''اوہ...... یہ بات ہے؟''

''کیا قابل غور نہیں ہے......؟'' اُس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیوں نہیں...... عمدہ خیال ہے۔ لیکن طریق کار میں تھوڑی سی تبدیلی کرنا ہو گی۔ ...ہرحال! وہ تو بعد کی باتیں ہیں۔'' میں نے اُسے اپنے ایک جملے میں پھانس لیا تھا اور پھر میں ...با آسانی اُسے اپنا مافی الضمیر بتا دیا تھا۔

''پورے خلوص سے تیار ہوں۔ تم فرگوسن کا کردار ادا کرو گے؟''

''ہاں...... بوڑھے فرگوسن کی حالت زیادہ بہتر نہیں ہے۔ لیکن بہرحال! میں ایک مجہول ...سان کی حیثیت سے لوگوں سے مل تو سکتا ہوں۔''

''میک اَپ کون کرے گا......؟''

''میں خود......'' میں نے جواب دیا۔

''تمہیں اعتماد ہے......؟''

''مکمل......''

''تب ٹھیک ہے۔ میری طرف سے مکمل تعاون پاؤ گے۔'' ریگی نے کہا اور میں نے ...مئن انداز میں گردن ہلا دی۔ ''آج میرے ساتھ ہی رہو! میں سارے انتظامات کر دُوں ...گا۔''

''مناسب......!'' میں نے جواب دیا۔ پھر دیر تک ہم ہوٹل میں بیٹھے رہے۔ ریگی بہت

زیادہ مخلص ہوگئی تھی۔ اُس کی ہر بات سے اپنائیت ٹپک رہی تھی۔ اُس نے گھر آ کر میر
لئے ہر قسم کی سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی اور رات کو وہ میرے سینے میں منہ چھپا کر
گئی۔

دوسرے دن میں نے ریگی کو تو ضروری سامان خریدنے بھیج دیا اور خود ٹیکسی لے کر ا
طرف چل پڑا جہاں وہ دونوں مقیم تھے۔ کار میں نے جان بوجھ کر نہیں استعمال کی تھی ا
ریگی کو ہدایت کی تھی کہ وہ کار، کمپنی کو واپس کر دے۔

بوڑھا فرگوسن، اپنی بیٹی کے پاس جا کر بہت خوش تھا۔ اینڈریا بھی بے حد محظوظ تھ
تب میں نے فرگوسن سے اپنے مطلب کی باتیں پوچھیں اور اُنہیں پوری طرح ذہن نشین
لیا۔ اب میں فرگوسن کا کردار بہ آسانی ادا کر سکتا تھا۔

"لیکن تمہیں اِن باتوں کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟" بوڑھے فرگوسن نے سوال کیا

"اس لئے کہ میں تمہاری حیثیت سے، تمہاری کوٹھی میں رہوں گا۔"

"اوہ......اور سلویا......؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"سلویا......" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "فی الحال، وہ میدان چھوڑ کر بھاگ
ہے۔"

"کک......کیا......کیا مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ وہ ہاکن کے ساتھ سوئٹزرلینڈ چلی گئی ہیں۔ اُس کے ملازموں نے
جواب دیا ہے۔"

"اوہ......اس کا مطلب ہے کہ وہ خوفزدہ ہوگئی ہے۔ وہ بے حد چالاک عورت ہے
اگر تم، مجھے وہاں سے نہ لے آتے تو یقینی طور پر اتنی خوفزدہ نہ ہوتی اور آخری قدم اُٹھا لیت
لیکن تمہاری ذہانت نے اُسے نروس کر دیا۔"

"کچھ بھی ہے، لیکن تمہارے لئے میری ہدایات وہی ہیں۔"

"کیا......؟"

"تم یہاں پوری طرح محتاط رہو گے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ سٹاک ہوم سے باہر ہ
ہو۔"

"اوہ......اوہ! تو تمہارا مطلب ہے......؟"

"یہاں سے باہر جانے کا ایک جواز ضرور ہے۔ اور وہ صرف یہ کہ وہ جان بچا

بھاگ جائے۔ لیکن تمہارے لئے اُس کے پاس ایک نسخہ موجود ہے۔ اس لئے وہ تمہیں چھوڑ
کر ذرا مشکل ہی سے بھاگے گی۔ ممکن ہے، اُس نے سوچا ہو کہ سرگرمیاں بند ہونے کے
بعد وہ پھر نمودار ہو جائے۔"

"ہاں......ممکن ہے۔" اُس نے گردن ہلائی۔

"اب مجھے تم سے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنی ہیں۔ مجھے اِن تمام واقعات کے
بارے میں بتاؤ! تاکہ میں کسی معاملے میں اُلجھ نہ سکوں۔" میں نے کہا اور بوڑھے نے خلوص
سے گردن ہلا دی۔ اور پھر اُس نے اپنی تمام تر یادداشت کے سلسلے میں مجھے وہ تمام ضروری
باتیں بتا دیں جو میری معاون ہو سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ اُس نے ایک قانونی دستاویز بھی
مجھے دی جس میں چند ناگزیر اور خطرناک حالات سے نمٹنے کے لئے اُس نے مجھے اپنا رول
ادا کرنے کی ہدایت دی تھی۔

گویا میں نے چاروں طرف سے خود کو مضبوط کر لیا تھا۔ اب اگر میں اُسے قتل کر دیتا تو
آسانی سے اُس کی ساری دولت پر قابض ہو سکتا تھا۔ اُس نے میرے اُوپر اندھے اعتماد کا
اظہار کیا تھا۔ لیکن میں ایسا ہرگز نہیں تھا۔ اس انداز کے دوسرے بہت سے کام کر سکتا تھا۔
چنانچہ ایسی کسی بات کو دل نہیں چاہا اور میں نے یہ احمقانہ خیال، ذہن سے نکال دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اُن لوگوں کے پاس سے چل دیا اور ریگی کے خوبصورت مکان پر
پہنچ گیا۔ ریگی واپس آ چکی تھی۔

"ہیلو ریگی......!"

"ہیلو......!" اُس نے کہا اور میں اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کیا سوچ رہی تھیں......؟"

"آج کل تو میری سوچ کا محور صرف تم ہو۔ میں تمہیں اعلیٰ ترین صلاحیتوں کا مالک
محسوس کر رہی ہوں۔ اگر زندگی میں ایسے ساتھی مل جائیں تو زندگی کیا سے کیا ہو جائے۔
میری زندگی بھی عجیب رہی ہے مائیکل! میں تمہیں تفصیل بتاؤں گی۔"

"ہاں......میں تمہارے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہوں۔ کبھی اطمینان سے ہم
دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھلیں گے۔"

"ضرور......اپنا کام کر آئے......؟"

"ہاں......اور تم؟"

''تمہاری حسب منشا......!'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے لائے ہوئے سامان سے پیکٹ نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے۔

میں سامان دیکھنے لگا۔ پھر میں نے اطمینان کا اظہار کیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اِس کھیل کو اب جلد از جلد ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ چنانچہ دو گھنٹے کی شدید محنت کے بعد میں نے میک اَپ مکمل کر لیا۔ ریگی مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''آہ، مائیکل......! خدا کی قسم، تم ایک بیمار بوڑھے معلوم ہو رہے ہو۔ تمہاری آنکھوں میں بیماری کی یہ پیلاہٹ کس طرح آ گئی؟ چلو! باقی میک اَپ کو تو میں مان لیتی ہوں۔''

''یہ ننھی سی شیشی......جس کا نام بلو میک ہے۔ روزانہ دو قطرے کافی ہوں گے۔''

''اوہ...... اِس کا مطلب ہے کہ میک اَپ کے بارے میں تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں۔'' اُس نے کہا۔ میں نے اُس کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ''لیکن یہ آنکھوں کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچائے گی؟''

''ذرا بھی نہیں۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔''

''آؤ...... اب چلیں۔'' میں نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ چند سوٹ کیس بھی پروگرام کے مطابق ساتھ لے لئے گئے تھے۔ اور پھر ایک ٹیکسی نے ہمیں فرگون کی خوبصورت کوٹھی میں پہنچا دیا۔ تمام ملازم ہماری طرف دوڑ پڑے۔ خاص طور سے وہ ریگی کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اور ریگی بڑے خلوص سے ایک ایک سے مل رہی تھی۔ میں نے اُسے تفصیل سے سب کچھ بتا دیا تھا۔

ایک ملازم ہمارے ساتھ اندر آیا تھا، باقی ہمارا سامان وغیرہ درست کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

''بیگم صاحبہ کہاں ہیں......؟'' میں نے ملازم سے پوچھا۔

''تین دن ہو گئے جناب! مسٹر ہاکن کے ساتھ سوئٹزر لینڈ گئی ہوئی ہیں۔''

''کیوں......؟''

''اس بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہے۔''

''سامان بھی لے گئی ہیں......؟''

''بہت مختصر......صرف دو سوٹ کیس۔''

''چابیاں کس کے پاس ہیں......؟''

''ایڈگر کے پاس۔ اُسی کے پاس رہتی ہیں ہمیشہ۔''

''ہوں......!'' میں نے گہری سانس لی اور پھر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ ظاہر ہے، بیمار تھا۔

''تمہاری یہ بیماری صرف دن کو ہونی چاہئے۔ رات کو تم بالکل ٹھیک ہو گے۔'' ریگی نے شوخ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے، میں صرف دن کا بیمار ہوں۔''

''حالانکہ تم نے اپنا اور میرا رشتہ ایسا رکھا ہے کہ میں کوئی بات سوچتے ہوئے بھی اُلجھن محسوس کرتی ہوں۔'' اُس نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔

''بعض اوقات ایسے کاروباری رشتے بھی بنانے پڑتے ہیں۔''

''اب کیا پروگرام ہے......؟''

''انتظار......میرا خیال ہے تمہارے ذہن میں کوئی بات اُلجھی ہوئی نہیں ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟''

''ہاں......ایسی مشکل بات بھی نہیں ہے۔''

''پستول تو ہے تمہارے پاس......؟''

''ہاں......موجود ہے۔''

''کسی ضرورت پر تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے اپنی طرف سے پوری طرح ہوشیار رہو گی۔'' میں نے اُسے ہدایات دیں۔

''اوہ، ڈارلنگ! اس بارے میں تم بالکل فکرمند نہ ہونا۔ وہ بے شمار لوگ مجھے قتل کرنے کے لئے خطرناک لوگوں کی خدمات حاصل کر چکے ہیں، جو میرے شکار تھے۔ ویسے میں اِس عمارت سے پوری طرح واقف ہونا چاہتی ہوں۔''

''میں اب کافی ٹھیک ہوں۔ میرا خیال ہے، تھوڑی دیر کے بعد میں تمہیں پوری کوٹھی کی سیر کرا دوں گا۔''

''او کے......!'' ریگی نے کہا اور پھر شام ہوتے ہی ہم نے چائے طلب کی اور چائے پر بیٹھی، ملازموں سے باتیں کرنے لگی۔ کسی ملازم کو اس پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ ریگی کی آواز میں تبدیلی تھی۔

پھر میں نے اُسے پوری کوٹھی دکھا دی۔ ریگی کو یہ عمارت کافی پسند آئی تھی۔ رات کو ریگی میرے ہی کمرے میں آ گئی تھی۔ ''کچھ بھی ہو، میں تنہا نہیں سوؤں گی۔''

''ہاں...... لیکن ہمیں کافی احتیاط رکھنا ہوگی۔'' میں نے کہا اور ریگی نے گردن ہلا دی۔

پھر میں نے ایک اور تجویز سوچی۔ ''ریگی میرا تو علاج ہوگا۔''

''کیا مطلب......؟''

''ظاہر ہے، بیمار آدمی ہوں۔''

''ہاں...... ظاہر ہے۔''

''کیا تم کسی ایسے ڈاکٹر کا بندوبست کر سکتی ہو جو تمہارے زیرِ اثر ہو اور وہ میرا جھوٹا علاج کر دے......؟''

''گینگل میرا دوست ہے۔ کئی بار میرے کام آ چکا ہے۔ اچھے ڈاکٹروں میں شمار ہوتا ہے۔''

''تمہیں یقین ہے کہ وہ ہمارا رازدار رہے گا؟''

''ہاں...... وہ اُن لوگوں میں سے ہے، جو میرے شکار تھے، لیکن پھر میرے دوست بن گئے۔ یعنی میں نے اُنہیں معاف کر دیا۔ لیکن اُن کا راز آج تک میرے ذہن میں محفوظ ہے۔''

''تب ٹھیک ہے۔ وہ کام کا آدمی ثابت ہوگا۔ لیکن تم اُس سے رابطہ کیسے قائم کرو گی؟''

''فون پر......''

''پورا بھروسہ ہے تمہیں...... وہ چونکے گا تو نہیں؟''

''نہیں...... لیکن بس! وہ یہی سمجھے گا کہ میں نے کوئی چکر چلایا ہے۔''

''گھبرائے گا بھی نہیں......؟''

''نہیں! ہم اُسے تھوڑی سی رقم بھی دے دیں گے۔''

''بس...... پھر مناسب ہے۔'' میں نے کہا اور پھر ریگی سے میرا رشتہ بدل گیا۔ اب وہ ایک عمدہ ساتھی تھی......

دوسری صبح کو اُس نے ڈاکٹر گینگل سے رابطہ قائم کیا اور گینگل نے دو گھنٹے کے بعد پہنچنے کا وعدہ کیا۔

ملازم، ڈاکٹر گینگل کو لے کر میرے پاس آئے تھے۔ ڈاکٹر گینگل نے ریگی کے بارے

میں پوچھا۔ ریگی اُس وقت میرے ساتھ ہی تھی۔ اُس نے مسکرا کر گردن ہلا دی اور ڈاکٹر گینگل، تعجب سے اُسے دیکھنے لگے۔

''میں...... میں مادام ریگی سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اُس نے کہا۔

''جی ہاں، جی ہاں...... اُنہوں نے ہمیں آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ تم جاؤ!'' ریگی نے ملازم سے کہا اور ملازم گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ ڈاکٹر گینگل، حیرت آمیز انداز میں ہمیں دیکھ رہا تھا۔

''کمال کی بات ہے ڈاکٹر گینگل! تم میری آواز بھی نہیں پہچانتے؟'' ریگی نے کہا اور گینگل چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

''اوہ، مِس ریگی! لیکن آپ...... اور...... اور...... یہ مسٹر فرگوسن......'' ڈاکٹر گینگل تعجب سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''بس، بس ڈاکٹر گینگل......! دیکھ لی تمہاری دوستی۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم میری آواز سن کر مجھے پہچان لو گے۔''

''وہ تو ٹھیک فرمایا آپ نے مِس ریگی! لیکن مسٹر فرگوسن......؟''

''بس! مسٹر فرگوسن بھی میرے گہرے دوست ہیں اور ان سے کسی بھی بات کا کوئی پردہ نہیں ہے۔''

''اوہ...... تمہارے چکر میری سمجھ میں نہیں آتے۔ بہرحال! حکم دو! مجھے کیا کرنا ہے۔'' ڈاکٹر گینگل نے ریگی سے سوال کیا۔

''مسٹر فرگوسن کو دیکھو! ان کا معائنہ کرو۔ انہیں کسی بھی طور بیمار ثابت کرنے کی کوشش کرو۔ حالانکہ یہ اتنے طاقتور ہیں کہ تمہیں اُٹھا کر یہاں سے تمہارے کلینک تک دوڑ لگا سکتے ہیں۔ لیکن بہرصورت! تم ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے انہیں بیمار ثابت کرو اور ان کا علاج بھی کرو۔ ہاں! سب لوگوں کو یہی پتہ چلنا چاہئے کہ تم ان کا بہترین علاج کر رہے ہو۔''

''اوہ......''

''اور تکلف برطرف۔ اس کے لئے ہم تمہیں تین ہزار ڈالر معاوضہ پیش کریں گے۔''

''تین ہزار ڈالر......؟'' ڈاکٹر گینگل نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں......!''

''کیوں......؟''

''تم اس کی وجہ جانتے ہو، اس لئے بننے کی کوشش مت کرو۔'' ریگی نے کہا۔
''لیکن اس کے صلے میں مجھے کیا دینا ہوگا؟''
''اپنے بیانات۔ لیکن اُس وقت جب کوئی تم سے سوالات کرے۔''
''ٹھیک ہے۔''
''تو کیا آپ تیار نہیں......؟'' ریگی نے پوچھا۔
''جی ہاں...... لیکن اگر آپ معاوضے کا مسئلہ نہ اُٹھاتیں، تب بھی کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ میں آپ سے بے حد مخلص ہوں۔''
''مجھے یقین ہے ڈاکٹر گینگل! لیکن اگر کسی سلسلے میں ہم لوگ ایک دوسرے سے تعاون کر سکتے ہیں تو اس میں کیا حرج ہے؟''
''ٹھیک ہے...... جیسے آپ کی مرضی۔ بہرصورت! یہ میرا مطالبہ نہیں ہے۔'' ڈاکٹر گینگل نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میری جانب دیکھا۔ ''تشریف لائیے جناب! میں آپ کا کم ازکم معائنہ تو کر ہی لوں......!''
''ضرور...... ضرور......!'' میں نے بھی مسکرا کر کہا اور قریب پڑی ہوئی کاؤچ پر لیٹ گیا۔ ڈاکٹر گینگل میرا چیک اَپ کرتا رہا۔ اور پھر اُس کے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے۔
''غیر معمولی طور پر طاقت ور اور تندرست و توانا...... آپ کو بیمار ثابت کرنا دنیا کے کسی بھی ڈاکٹر کے لئے مشکل کام ہے۔ حالانکہ آپ کی آنکھیں...... ان آنکھوں کے بارے میں، میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ کسی بیمار شخص کی ہیں۔ بہرصورت! آپ لوگ اس بارے میں بہت جانتے ہوں گے۔'' تھوڑی دیر تک ڈاکٹر گینگل بیٹھا رہا، پھر چلا گیا۔ میں اُس شخص کی طرف سے مطمئن تھا۔ کافی قابل اعتماد آدمی معلوم ہوتا تھا۔
اور اس کے بعد وہی بے کاری...... جس سے میری طبیعت نالاں تھی۔ پہلا دن...... دوسرا دن اور پھر تیسرا دن...... سارے دن گزر گئے، بالکل بیزاری کے سے انداز میں۔ اب میں کسی قدر گھبراہٹ محسوس کرنے لگا تھا۔ اسی دوران میں نے مسٹر فرگوسن اور اُن کی بیٹی سے بھی رابطہ قائم کیا تھا۔ لیکن اُن کے بارے میں کوئی خاص تشویش نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ دونوں اب نہایت مطمئن زندگی گزار رہے تھے۔ یوں بھی مسٹر فرگوسن نے سارے معاملات، میرے سپرد کر دیئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ شخص بھی سکون کے لمحات گزارنے کا متمنی تھا۔ چنانچہ

اُس نے اطمینان کا اظہار کیا۔ لیکن اب میں بے اطمینانی محسوس کر رہا تھا۔ ہاکن اور سلویا فرائن کا کچھ پتہ نہ تھا۔ اگر وہ واقعی ملک سے باہر نکل گئے تھے، تب تو بڑی مشکل بات تھی۔ آخر میں کب تک اُن کا انتظار کر سکتا تھا؟ ممکن تھا کہ اُنہوں نے مجھے پریشان کرنے کا ہی پروگرام بنایا ہو......
لیکن پانچویں دن میرے لئے سکون کی ایک صورت نکل آئی۔ یعنی وہ خیال جس کے تحت میں نے سارا چکر چلایا تھا، درست ثابت ہو گیا اور میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔
ہوا یوں کہ اُس شام ایک ٹیکسی ہماری کوٹھی کے پورچ میں رُکی اور اُس سے سلویا فرائن اترتی نظر آئی۔ میں نے اور ریگی نے دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھا تھا۔ وہ اکیلی ہی تھی۔
''ریگی! یقین کرو، ان چار پانچ دنوں میں جو اُلجھن میرے ذہن میں تھی، اب وہ دُور ہوئی ہے۔ یہی سلویا فرائن ہے۔ اور اسی کے لئے ہمیں وہ سب کچھ کرنا ہے، جو میں تمہیں بتا چکا ہوں۔''
''خوب...... حالانکہ مسٹر فرگوسن بوڑھے آدمی ہیں۔ لیکن یہ تو خاصی تندرست اور جوان ہے۔''
''ہاں...... یہ زبردستی کی شادی ہے۔''
''ہوں...... تب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟''
''بس! تم اُس کا استقبال کرو گی اور اس قسم کا اظہار کرو گی، جیسے تمہارے لئے بے شمار پریشانیوں کا باعث وہی عورت ہے۔ تم نہایت سرد مہری سے پیش آؤ گی۔''
''ٹھیک ہے...... میں سمجھ گئی۔'' ریگی نے کہا۔
سلویا فرائن اندر آئی۔ کافی دیر وہ ملازموں سے کچھ پوچھ گچھ کرتی رہی۔ پھر میرے کمرے میں آ گئی۔ اُس نے ریگی کو دیکھا جو کرسی پر بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی۔ میں بستر پر لیٹ گیا۔ ریگی نے اس کی آمد پر کسی خاص توجہ کا اظہار نہ کیا۔ سلویا ہم دونوں کو تعجب سے دیکھتی رہی۔ اُس نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا، لیکن میرے چہرے پر کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں تھا۔ سلویا فرائن آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ گئی۔ اُس نے میرے پاؤں چھوئے اور عجیب سے لہجے میں بولی۔
''کیسے ہو فرگوسن......؟''

''ٹھیک ہوں......!'' میں نے جواب دیا۔
''کہاں چلی گئی تھی......؟''
''کیا بتاؤں...... میری بدبختی مجھے نہ جانے کہاں کہاں لئے پھرتی ہے۔'' سلویا نے گردن جھکا لی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ پھر اُس نے روہانسے لہجے میں کہا۔ ''اور تمہاری بدبختی کی وجہ میں ہی ہوں نا......؟''
''کیا یہ سوال کرنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے سلویا؟'' میں نے کپکپاتے لہجے میں کہا اور سلویا دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔ کافی دیر تک وہ اسی انداز میں سسکیاں لیتی رہی اور میں تعجب سے اُسے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے گردن اُٹھائی اور کہنے لگی۔
''فرگوسن! کیا تم مجھے ایک انسان سمجھ کر معاف نہیں کر سکتے......؟''
''کیا مطلب......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔
''ہاں فرگوسن......!''
''کیا کہہ رہی ہو......؟'' میں اور زیادہ حیران ہو گیا تھا۔
''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں فرگوسن! میں تم سے معافی چاہتی ہوں۔ تم مجھے معاف کر دو...... پلیز، فرگوسن...... مجھے معاف کر دو! میں ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلی جاؤں گی...... میں تم سے کچھ طلب نہ کروں گی۔ میں جس لالچ میں تمہیں اذیتیں دیتی رہی ہوں، اس سے دستبردار ہو جاؤں گی۔ اگر میں تم سے کچھ مانگوں فرگوسن! تو تم مجھے دھکے دے کر باہر نکال دینا......'' سلویا نے روتے ہوئے کہا۔
''سلویا...... سلویا! تمہیں کیا ہو گیا......؟'' میں نے تعجب آمیز انداز میں کہا اور اُٹھنے کی کوشش کی۔
''لیٹے رہو...... پلیز! لیٹے رہو...... تم بیمار ہو۔''
''نہیں سلویا......! اب میں کافی حد تک ٹھیک ہوں۔''
''مجھے بتاؤ فرگوسن! کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے......؟''
''جو کچھ تم کر چکی ہو سلویا، اس کے بعد معافی کا سوال کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ لیکن اگر مجھے یقین ہو جائے کہ یہ معافی تم پورے خلوص سے مانگ رہی ہو تو شاید میں خوشی سے مر جاؤں۔''
''نہیں فرگوسن...... تم زندہ رہو! اپنی بیٹی کے لئے۔ بے مقصد تو میری زندگی ہے۔ پوری

زندگی مکر و فریب میں گزاری۔ تم سے شادی کی صرف دولت کے لئے۔ لیکن ایک بات کبھی نہ سوچی۔ یہ دولت صرف زندگی میں سہارا دے سکتی ہے، میری موت کا شریک کون ہو گا؟''
''تم نے سلویا! میری پوری زندگی دُکھوں کی نذر کر دی۔ دولت کے لئے میں نے تمہیں کہاں روکا تھا......؟''
''میں فریب کا شکار تھی فرگوسن! میں بدبخت ہاکن کے جال میں پھنس گئی تھی۔ اور اُس کے اشاروں پر ناچ رہی تھی۔ یقین کرو! میں اِس معصوم لڑکی سے نگاہیں ملانے کے قابل بھی نہیں ہوں جسے میری وجہ سے نہ جانے کہاں کہاں ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ آہ! میں نے اس غریب کو قتل کرانے کی کوشش بھی کی تھی۔''
سلویا، منہ چھپا کر رونے لگی اور میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔ لیکن کسی مجرمانہ ذہن کے ایک شخص کی حیثیت سے بھروسہ کرنا تو میں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ اب یہ کون سا جال ہے؟
سلویا دیر تک روتی رہی۔ تب میں نے بھاری آواز میں کہا۔ ''ٹھیک ہے سلویا! اگر تمہیں اپنی زیادتی کا احساس ہو گیا ہے تو میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔''
''میں اپنا سایہ تک تم پر نہ ڈالوں گی فرگوسن! اب تم پُرسکون زندگی گزارو۔''
''کہاں رہو گی......؟''
''کہیں بھی۔ میں زندگی کی بقیہ ساعتیں اس احساس کے ساتھ گزاروں گی کہ میں نے ایک اچھے انسان کی زندگی تلخ کر دی۔''
''میرے سلسلے میں کیا ہو گا سلویا......؟''
''سب کچھ تمہیں واپس کر دوں گی۔ سلویا کو اب مُردہ سمجھنا۔''
''ہاکن کہاں ہے......؟''
''اُسے میں نے قتل کر دیا۔''
''اوہ، کب......؟''
''تین دن ہو گئے۔ اُس کی لاش، مچھلیاں ہضم کر چکی ہوں گی۔ ایسے غلیظ انسان کا مر جانا ہی بہتر تھا۔ میں نے اُس سے اپنا انتقام لے لیا ہے فرگوسن! کاش...... میں ایک اچھی بیوی بن کر زندگی گزار سکتی۔''
''ہوں...... اگر یہ بات ہے سلویا! تو تم ایک بدلے ہوئے انسان کی

گزار سکتی ہو۔''

''وہ کس طرح فرگوسن......؟''

''یہاں رہو...... اپنے سلوک سے ہمارے ذہنوں سے یہ نکال دو کہ تم ہماری دشمن رہی ہو۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا یہ ممکن ہے......؟'' اُس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اُن آنکھوں سے حسرت ٹپک رہی تھی۔

''ہاں...... میں اور اینڈریا، تمہیں خلوصِ دل سے معاف کر دیں گے۔''

''کاش! یہ ممکن ہو...... کاش! تم دونوں کے دل میری طرف سے صاف ہو جائیں۔''

''تمہیں کوئی اعتراض ہے اینڈریا......؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں ڈیڈی......!'' اینڈریا، یا ریگی نے جواب دیا اور سلویا اُٹھ کر ریگی سے لپٹ گئی۔

بہرحال! سلویا آ گئی۔ ہاکن کا کوئی پتہ نہیں لگا۔ لیکن جس طرح وہ چالاک عورت دوبارہ گھر میں داخل ہو گئی تھی، وہ اُس کی ذہانت کا ایک اور ثبوت تھا۔ میں اور ریگی اُسے روک نہیں سکے تھے اور اس طرح اُس نے ایک محفوظ مقام حاصل کر لیا تھا۔ جبکہ دوسری کسی بھی شکل میں یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ ظاہر ہے، اُس کے دشمن ہم تھے، مائیکل نہیں۔ اور جب ہم دشمنی ختم کر دیں تو مائیکل بے چارے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ لیکن اس طرح ہمارے کام میں مشکلات پیش آ گئی تھیں۔ میں گہری سوچ کا شکار تھا۔ اُس کی اِس چال کو ناکام بنانے کے لئے مجھے کافی محنت کرنا تھی۔ موقع ملا تو میں نے ریگی سے بات کی۔

''کیا خیال ہے ریگی......؟''

''سارا کھیل ہی اُلٹ گیا ہے......!'' ریگی تشویش بھرے لہجے میں بولی۔

''نہیں ریگی! تشویش کی بات نہیں ہے۔ میں اِس کھیل کو درست کر دُوں گا۔ تم بے فکر رہو۔'' میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

''میرے لئے کوئی اور ہدایت......؟''

''بس! تم حالات پر نگاہ رکھو۔''

''میں پوری طرح چوکس ہوں۔ ویسے راتیں کافی خطرناک ہیں۔ ہمیں راتوں کو زیادہ ہوشیار رہنا چاہئے۔''

''ہاں...... یہ درست کہا تم نے۔''

''اس کے علاوہ ایک بات اور بری لگتی ہے مجھے۔''

''کیا......؟''

''وہ رات کی تنہائیوں میں تمہارے پاس رہتی ہے۔''

''اوہ، ڈیئر ریگی! اِس سلسلے میں تم مطمئن رہو۔ اوّل تو میں بوڑھا آدمی ہوں۔ اور پھر ابھی تو ہوں......'' میں نے کہا اور ریگی ہنسنے لگی۔ پھر وہ خاموش ہو گئی۔ کیونکہ سلویا آ گئی ی۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں تم دونوں میں......؟''

''تم ہی سمجھاؤ سلویا! اینڈریا کسی طور شادی کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ میری حالت اِن ں بہتر ہے۔ میں چاہتا ہوں، دوسرے سارے کاموں سے بھی فارغ ہو جاؤں۔''

''کون سے کاموں سے......؟'' سلویا نے پوچھا۔

''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ وکیلوں کو بلاؤں اور اپنی ساری جائیداد بھی اینڈریا کے نام کر ں۔ اور پھر اِس کی شادی کر دی جائے۔''

''نہایت عمدہ خیال ہے۔ اینڈریا کو کیا اعتراض ہے......؟''

''میں اِس بیماری کے عالم میں ڈیڈی کو نہیں چھوڑوں گی۔'' ریگی نے کہا۔

''لیکن اب تو مسٹر فرگوسن کی صحت پہلے سے کافی بہتر ہے۔''

''بالکل ٹھیک تو نہیں ہوئے۔''

''نہیں...... نئے ڈاکٹر کی دواؤں سے کافی افاقہ ہے۔ شکل ہی بدل گئی ہے۔ میرا خیال ، چند روز میں یہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔''

''بس...... پھر میں غور کروں گی۔''

''کیا حرج ہے مسٹر فرگوسن؟ اگر ہماری بیٹی کی یہی خواہش ہے تو ہمیں اِس کی خواہشوں احترام کرنا چاہئے۔''

''جیسے تم لوگوں کی مرضی......!''

''میں ڈاکٹر گینگل سے خود بات کروں گی۔ اور اُن سے تمہاری صحت کی رپورٹ طلب ں گی۔ وہ روزانہ نہیں آتے......؟''

''نہیں...... پہلے آتے تھے۔ اب وہ خود بھی میری صحت کی طرف سے مطمئن ہیں۔ ال! شادی بعد میں ہو جائے گی، پہلے جائیداد اور دوسرے اثاثوں کی منتقلی ہو جائے تو

کیا حرج ہے......؟'' میں نے سلویا کے چہرے پر نگاہیں جما کر کہا۔

''ہاں......کوئی حرج نہیں ہے۔'' لیکن اُس کے چہرے پر ایک نمایاں تغیر محسوس کیا تھا میں نے۔ پھر اُس دن دوپہر کو لنچ کے بعد سلویا کسی کام سے چلی گئی اور میں نے ریگی کو طلب کر لیا۔

''تم نے سلویا کے چہرے کے تاثرات نوٹ کئے تھے......؟'' میں نے پوچھا۔

''اُس وقت، جب تم نے جائیداد کی منتقلی کی بات کی تھی......؟''

''ہاں......!''

''اُس کے چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُسے صدمہ ہوا ہے اور وہ اُلجھن میں گرفتار ہو گئی ہے۔ لیکن صرف چند لمحات کے لئے۔ اس کے بعد اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔''

''ہاں...... اِس سے اُس کی نیت کا اظہار ہوتا ہے۔ گویا ہم نے جو کچھ سوچا، وہ بالکل درست تھا۔''

''یقیناً......!''

''لیکن ریگی! تم جانتی ہو، میں نے یہ چکر کیوں چلایا؟''

''نہیں...... میں نہیں جانتی۔''

''صرف اِس لئے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہو جائے۔ اُسے اب تشویش ہو گئی ہو گی اور اب وہ اپنی تشویش دُور کرنے کے لئے جو کچھ کرنا چاہتی ہے، فوری طور پر کرے گی۔''

''گویا مصروفیت کا وقت قریب آ گیا ہے......؟''

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا اور ریگی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

سلویا، شام کو تقریباً چھ بجے واپس آئی تھی۔ کہاں گئی تھی؟ اس کے بارے میں نہ تو میں نے پوچھا اور نہ ہی اُس نے کچھ بتانے کی ضرورت محسوس کی۔ بہرصورت! خاصی مطمئن نظر آ رہی تھی اور ڈنر پر اُس نے ریگی سے بھی بڑی محبت کا اظہار کیا اور مجھ سے پوچھنے لگی۔

''کیا خیال ہے تمہارا فرگوسن...... اینڈریا کے لئے کوئی مناسب شوہر، تمہاری نگاہ میں ہے......؟''

''نہیں......!'' میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ اس کے علاوہ میں نے ابھی اِس

...ے میں کچھ نہیں سوچا۔ میری صحت نے مجھے اس کی مہلت ہی نہیں دی۔ اور پھر حالات ...ں انداز کے تھے، اس میں دوسرے ہی مسائل بہت زیادہ تھے۔''

''تم حالات کا ذکر کر کے اب مجھے شرمندہ نہ کیا کرو۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارے اِن ...ے مسائل کی وجہ میں ہی تھی۔''

''بہرصورت! اب تو وہ بات نہیں رہی۔ اب اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے؟'' میں ...کہا۔ ''اور اب تو تم میرے ہر سلسلے میں مددگار و معاون ہو۔ اور تم جس انداز میں سوچ ...تھیں، وہ انداز بھی تم نے ختم کر دیا ہے۔''

''یقیناً...... میں نے یونہی اپنی چند دوستوں سے تذکرہ کیا تھا تو اِس سلسلے میں میرے ...ن میں ڈیوک آف برونو کا نام اُبھرتا ہے۔''

''ڈیوک آف برونو......!'' میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

''ہاں......جیسی فیملی ہے، تمہارے علم میں ہے۔''

''درست، سلویا! لیکن......''

''لیکن کیا؟ تم اُن لوگوں کو جانتے ہو۔ بہت بڑا کاروبار ہے اُن کا۔ ڈیوک برونو کا بیٹا ...ان اچھی صلاحیتوں کا مالک ہے اور خوبصورت نوجوان ہے۔ کیا تم نے کبھی اُسے دیکھا ...اینڈریا؟'' اُس نے ریگی سے سوال کیا۔

''نہیں......!'' ریگی کسی حد تک خشک لہجے میں بولی اور سلویا، اثبات میں سر ہلانے لگی۔

''بہرصورت! میں کسی وقت اُنہیں اپنے گھر بلاؤں گی۔ ایک چھوٹی سی پارٹی کا ...بست کر لیں گے۔ اس وقت تم اُسے دیکھ لینا۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ بھی ہم سے ...ہوں گے۔ باقی معاملات تمہاری مرضی پر ہیں۔ اگر تم پسند کرو گی تو ہم آگے بڑھیں ...ورنہ انکار کر دیں گے۔''

''میں آپ سے کہہ چکی ہوں ممی! کہ میں اُس وقت تک شادی کا خیال بھی ذہن میں ...لا سکتی، جب تک کہ ڈیڈی بالکل تندرست نہیں ہو جاتے۔'' ریگی نے بدستور خشک لہجے ...ا۔ اُسے جس انداز کی ایکٹنگ کرنے کو کہا گیا تھا، وہ اس سے سرِمو نہیں ہٹ رہی

''میرا خیال ہے، فرگوسن کافی حد تک تندرست ہو چکے ہیں۔ آپ اس سلسلے میں کچھ نہیں ......؟'' سلویا نے کہا۔

"اگر اینڈریا ابھی اس کے لئے تیار نہیں ہے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گا۔ لیکن جو کچھ
میں کرنا چاہتا ہوں، وہ میرا خیال ہے کہ میں دو تین دن میں انجام دے دُوں گا۔ اس سلسلے
میں، میں نے آج وکیلوں کو بلایا ہے۔"

"اوہ...... گویا اِس سلسلے میں تم نے کارروائی شروع کر دی ہے؟"

"ہاں، سلویا......! ابھی میں نے اُنہیں یہ نہیں بتایا کہ میں نے کس مقصد کے تحت ا
سے ملاقات کا فیصلہ کیا ہے؟ لیکن بہرحال! میں اُنہیں یہاں بلا کر اِس بات کا تذکرہ کروں
گا۔ کیونکہ اس میں بھی کافی وقت لگ جائے گا۔"

"جیسے تمہاری مرضی......!" سلویا نے جواب دیا۔ اور پھر ڈنر کے بعد وہ اُٹھ کر چلی
گئی۔ "میں آرام کروں گی۔" اُس نے کہا۔ اور میں نے ریگی کی جانب دیکھا۔

پھر چلتے وقت میں نے ریگی کو ہوشیار رہنے کی تلقین کی۔ لیکن وہ رات پُرسکون گزری۔
دوسری صبح ہم ناشتے سے فارغ ہوئے تھے کہ ڈاکٹر گینگل اپنا بیگ اُٹھائے ہوئے اندر آیا۔

"کیا بات ہے مسٹر گینگل! آج ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہے ہیں۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اُس نے بھاری آواز میں کہا۔ "رات سے سخت نزلے
شکار ہوں۔"

"اوہو...... تو پھر آرام کیوں نہیں کیا؟ آپ کی آواز بھی بدلی ہوئی ہے۔" میں نے
اور گینگل نے گردن ہلا دی۔

"بس...... یونہی آپ کا خیال ذہن میں آ گیا تھا۔ سوچا، معائنہ کر لوں۔ کئی دن سے
اِس طرف نہیں آیا تھا۔" اُس نے جواب دیا اور مجھے اس کمرے میں لے کر پہنچ گیا، جہاں
وہ عموماً میرا معائنہ کیا کرتا تھا۔

"میرا خیال ہے، آپ کا مکمل چیک اَپ کر لوں مسٹر فرگوسن!" میں نے کہا۔ اور اُس
یہ بات میرے لئے کسی قدر تعجب خیز تھی۔ کیونکہ ڈاکٹر گینگل جانتا تھا کہ میں ایک تندرست
توانا آدمی ہوں۔ اس کے بعد اُسے مکمل معائنہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟

بس! یہیں سے میرے ذہن میں شک و شبہات نے جنم لیا۔ میں نے ڈاکٹر گینگل کی
بدلی ہوئی آواز پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن اب میں نے ڈاکٹر گینگل کی جسامت پر
دی اور میرے ذہن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

اب میں اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر گینگل کی شخصیت میں کوئی نمایاں فرق محسوس

کرتا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ڈاکٹر کے ہاتھوں کی اُنگلیاں خاصی ٹیڑھی میڑھی تھیں۔
لیکن اس وقت اُس کی اُنگلیاں متوازن اور ہموار تھیں۔ سو میں نے کہا۔

"مجھے آپ سے ایک انتہائی ضروری بات کرنی ہے مسٹر گینگل!"

"ضرور، ضرور...... فرمائیے!"

"میرا خیال ہے، دروازہ اندر سے بند کر دیں۔" میں نے رازدارانہ لہجے میں کہا اور
گینگل اس کے لئے تیار ہو گیا۔

اُس نے مُڑ کر دروازہ بند کر دیا اور کمرہ ساؤنڈ پروف ہو گیا۔ تب میں نے کہا۔
"دراصل میں چاہتا ہوں مسٹر گینگل! کہ اپنی جائیداد، اپنی بیٹی اینڈریا کے نام کر دُوں۔
لیکن مسز فرگوسن ابھی تک میرے لئے شک و شبہ کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ آپ تشریف
رکھئے!" میں نے اچانک کہا اور ڈاکٹر گینگل بڑی دلچسپی سے میرے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"کیوں...... مسز فرگوسن پر اب آپ کو کیا شبہ ہے؟ کیا اب وہ آپ سے مخلص نہیں ہو
گئیں......؟" گینگل نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

"اُس عورت کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ وہ زندگی کے کسی دور میں
مخلص نہیں ہوئی اب اُس نے مجھے بتایا ہے کہ اُس نے اپنے ساتھی، ہاکن کو قتل کر دیا ہے۔
حالانکہ یہ ناممکن ہے۔"

"اوہ...... مسز فرگوسن قاتل بھی ہیں......؟"

"اُس جیسی عورت، سب کچھ ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ بات قرینِ قیاس نہیں ہے کہ اُس نے
ہاکن کو قتل کر دیا ہو۔ بہرحال! دیکھوں گا۔ جیسے بھی حالات ہوئے، آپ اپنا کام کریں۔"
گینگل نے گردن ہلائی اور پھر اُس نے بیگ کھولا۔ بیگ میں بہت سی چیزیں تھیں۔
اُس نے ایک انجکشن نکالا اور اُسے توڑ کر سرنج میں کھینچنے لگا۔

"یہ کون سا انجکشن ہے گینگل......!" میں نے پوچھا۔

"اعضاء کو سکون دیتا ہے مسٹر فرگوسن! اس کے بعد میں، آپ کا معائنہ عمدگی سے کر سکتا
ہوں۔" گینگل نے کہا اور مجھ پر جھک گیا۔ بس! اب انتظار بے کار تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے
ایک زوردار گھونسہ اُس کے منہ پر مارا اور ڈاکٹر ایک تیز آواز کے ساتھ دوسری طرف اُلٹ
گیا۔ میں نے اُسے موقع نہیں دیا اور اُچھل کر اُس پر آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اُس
کا ہولسٹر سے پستول نکال لیا اور پیچھے ہٹ گیا۔

"کھڑے ہو جاؤ ہاکن! تمہارا کھیل ختم ہو گیا۔" اور گینگل، اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بدحواس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"تم...... تم فرگوسن تو نہیں ہو سکتے۔" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔

"اگر تم گینگل نہیں ہو تو میں بھی فرگوسن نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

ہاکن کا چہرہ عجیب ہو گیا۔

"پھر تم کون ہو......؟"

"تم ہاکن ہو نا......؟"

"ہاں......!" اُس نے اعتراف کر لیا۔

"تب میں شگی کے گروہ کا وہ آدمی ہو، جس کا تم نے تعاقب کیا تھا۔"

"تمہارے چہرے پر میک اَپ ہے......؟"

"ظاہر ہے......!"

"لیکن تمہیں مجھ پر شبہ کیسے ہو گیا؟ میرے میک اَپ میں کوئی خامی ہے......؟"

"نہیں...... لیکن ظاہر ہے، میں فرگوسن نہیں ہوں۔ وہ بے چارہ اگر میری جگہ ہوتا تو تمہارے اِس انجکشن کا شکار ہو گیا ہوتا۔"

"تم بے حد چالاک ہو۔ لیکن میں ذاتی طور پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہاں سکون ہے...... اطمینان سے کہو! کیا کہنا چاہتے ہو......؟"

"کیا تم بھی دولت کے لالچ میں ہی یہ سب کچھ نہیں کر رہے ہو؟"

"ہاں...... تمہارا خیال درست ہے۔"

"تب کیوں نہ ہم دونوں شراکت میں کام کریں؟ اگر تم، فرگوسن کی لڑکی سے شادی چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ مجھے صرف ایک بڑی رقم درکار ہے۔ وہ دے کر میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"لیکن اب تمہاری حیثیت کیا رہ گئی ہے ہاکن! تم تو پٹے ہوئے مہرے ہو۔"

"ہرگز نہیں...... تم مجھے آسانی سے زیر نہیں کر پاؤ گے۔ عقل سے کام لو! میرے تعاون کرو تو بہت سے مسائل سے بچ جاؤ گے۔"

"ہوں...... سوچ سکتا ہوں اس پر...... لیکن کیا تم دونوں واقعی شاک ہوم سے بھاگ گئے تھے؟" میں نے پہلو بدلا۔

"نہیں...... لیکن تم نے بڑی کامیاب ضرب لگائی تھی۔ ہم بوکھلا گئے اور پھر روپوش ہونے میں ہی عافیت سمجھی۔" اُس نے جواب دیا۔

"گینگل کے بارے میں سلویا نے ہی تمہیں اطلاع دی ہو گی؟"

"ہاں......!"

"خود اُس کو ہمارے اُوپر کوئی شبہ ہوا......؟"

"نہیں...... وہ خوش تھی۔ اُس نے مجھے یہی بتایا کہ فرگوسن ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہو گیا ہے۔ ورنہ وہ سامنے نہ آتا۔"

"پروگرام کیا تھا......؟"

"بس! یہی کہ تمہیں اور اینڈریا کو ختم کر دیا جائے۔"

"گینگل کا تم نے کیا، کیا......؟"

"اغواء کر کے قید کر دیا ہے۔ میں نے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ظاہر ہے، غیر متعلق آدمی تھا۔"

"ہوں......!" میں نے گہری سانس لی، پھر کہا۔ "اب تمہارا کیا خیال ہے ہاکن......؟"

"بس...... میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔"

"جو کچھ کہوں گا، مان لو گے......؟"

"بشرطیکہ قابل قبول ہوا۔"

"تب خودکشی کر لو۔" میں نے سکون سے کہا اور ہاکن، چونک پڑا۔

"کیا بکواس ہے......؟" وہ بڑبڑایا۔

"میری فطرت میں اذیت رسانی ہے۔ اور میرے ہاتھوں آنے والی موت بہت تکلیف دہ ہو گی۔ اس لئے میرا تمہیں بہترین مشورہ ہے کہ خودکشی کر لو۔"

"اوہ، تو تم......"

"ہاں! اگر تمہاری یہ بات مان لی جائے تو سوچو! میں اِس دولت میں تمہیں حصے دار کیوں بناؤں؟ جبکہ میں تمہیں آسانی سے قتل کر سکتا ہوں۔"

"اتنا آسان نہیں ہو گا میرے دوست!" ہاکن نے کہا اور سامنے رکھی تپائی، بڑی صفائی سے پاؤں کے ذریعے میرے اُوپر اُچھال دی۔ مقصد میرے ہاتھ سے پستول نکالنا تھا۔ لیکن میں نے تپائی، ہاتھ سے پکڑ کر ایک طرف رکھ دی اور مسکرا کر کہا۔

''پستول سے خوفزدہ ہو؟ لیکن میں اِس نرمی سے قتل کرنے کا عادی نہیں ہوں۔'' میں نے پستول کے چیمبر، خالی کر دیئے۔ اس میں کوئی خاص جذبہ نہیں تھا۔ بس! میں پستول استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ ابھی مسز فرگوسن باقی تھی)۔ تب میں نے خالی پستول، ایک طرف اُچھال دیا اور دوسرے ہی لمحے مجھے ایک خسارے سے دوچار ہونا پڑا۔

ہاکن نے چکمہ دے کر اپنے پاؤں پر بندھا ہوا پستول نکال لیا تھا...... ''میں نے کہا نا ڈیئر! کہ میں اتنا نرم چارہ نہیں ہوں۔'' اُس نے کہا۔ لیکن جملہ پورا ہونے سے قبل ہی میں نے اُسی کا داؤ استعمال کیا۔ وہی تپائی پوری قوت سے اُس کے ہاتھ پر پڑی اور وہ میری طرح اس وار کو نہ بچا سکا۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ظاہر ہے، چوٹ بھی لگی ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے چھلانگ لگائی اور ایک لات اُس کے منہ پر رسید کرتے ہوئے اُس کے سر سے گزر کر دوسری طرف جا گرا۔

ہاکن، سانپ کی طرح پلٹا تھا۔ اور پھر اُس نے مجھ پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے لمحے اُسے اپنی پسلیاں پکڑ کر ڈھیر ہو جانا پڑا۔ میں بھی اُس کے لئے نرم چارہ نہیں تھا۔ لیکن اتنا اندازہ میں نے بھی لگا لیا کہ وہ بھی لڑنے مرنے والا آدمی ہے۔ چند ساعت کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ ''میں نے غلط نہ کہا تھا ہاکن! اگر تم خودکشی کر لیتے تو خسارے میں نہ رہتے......''

''ابھی پتہ چل جائے گا......!'' اُس نے مجھے جھکائی دی۔ اور دوسرے لمحے اُس نے گرے ہوئے پستول پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن میں غافل نہیں تھا۔ میں نے اُسے پستول پر نہ گرنے دیا اور میری لات نے اُسے اُلٹ دیا۔

پستول دوبارہ میرے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ لیکن ہاکن اس بار بڑی زور سے دیوار سے ٹکرایا تھا اور خود پر قابو نہ رکھ سکا اور زمین پر گر پڑا۔ میں نے یہ پستول بھی اُس کے سامنے خالی کر دیا۔ اب میں کھیل ختم کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور میرے پاؤں کی ٹھوکر اُس کی پیشانی پر پڑی۔ اُس کی دھاڑ سے کمرہ گونج اُٹھا تھا۔ میں نے گریبان سے پکڑ کر اُسے اُٹھایا۔

''ٹھہرو......ٹھہرو......رُک جاؤ!'' ہاکن نے دونوں ہاتھ آگے کی جانب پھیلا دیئے اور میں نے اُسے زور سے جھٹکا دیا۔

''کیا......کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے؟'' اُس نے بے بسی سے کہا۔

''ہاں......کر سکتا ہوں۔ لیکن ایک شرط پر۔''

''وہ کیا......؟'' ہاکن جلدی سے بولا۔

''یہی کہ تم جلدی سے یہیں خودکشی کر لو۔ بولو! کیا تم تیار ہو؟''

''مم......میں......میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ جہاں تم کہو گے، چلا جاؤں گا۔ میں......بس! مجھے جانے دو......مجھے جانے دو!'' وہ دروازے کی جانب بڑھا۔ لیکن اب کیا سوال پیدا ہوتا تھا؟

دوسرے لمحے میرا ایک زوردار گھونسہ اُس کے منہ پر پڑا اور وہ سر کے بل زمین پر گرا۔ وہ بے بسی سے چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اُس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ اُس کی مشکل حل کر دی جائے۔ ظاہر ہے، جو کچھ میرے ذہن میں تھا، اس پر عمل کئے بغیر اب کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور میں نے اپنے جوتے کی ایڑی اُس کی گردن پر رکھ دی...... میں اس ایڑی پر دباؤ ڈال رہا تھا اور ہاکن میرے پاؤں پکڑ کر زور لگا رہا تھا۔ لیکن میرے اندر وہ وحشیانہ قوت عود کر آئی تھی، جو شاید سیکرٹ پیلس کی تربیت سے حاصل ہوگئی تھی۔

پھر ہاکن کی زبان باہر نکل آئی اور آنکھیں اُبل پڑی تھیں۔ اور پھر چند ساعت کے بعد اُس نے دم توڑ دیا...... میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ اب میرے لئے کوئی پریشانی نہ تھی۔ ہاکن مر چکا تھا۔ سلویا کا سب سے بڑا مہرہ پٹ چکا تھا۔ اُس نے جس مقصد کے تحت ہاکن کو یہاں بھیجا تھا، وہ پورا نہیں ہوا تھا۔ شاید سلویا کو بھی ہاکن کی طاقت کا پورا پورا اندازہ تھا۔ سلویا اچھی طرح جانتی تھی کہ فرگوسن جیسا مجہول سا آدمی بھلا ہاکن جیسے زیرک اور طاقتور شخص کا مقابلہ کیسے کر سکے گا؟ چنانچہ اُس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ ہاکن کو کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔

اب ہاکن کو ٹھکانے لگانے کی بات تھی۔ فرش پر کئی جگہ اُس کے خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ بہرصورت! یہ تو صاف کئے جا سکتے تھے اور اس میں دقت کی کوئی بات نہ تھی۔ چنانچہ میں نے اُس کی لاش کو اُٹھایا اور باتھ روم میں لے گیا۔ باتھ روم کے بڑے ٹب میں، میں نے اُس کی لاش کو ڈالا اور اُوپر سے پانی کا نل کھول دیا تاکہ خون وغیرہ صاف ہو جائے۔ ہاکن کی لاش، پانی میں تیر رہی تھی۔ اور میرے ہونٹوں پر ایک پرسکون مسکراہٹ تھی۔ اس کے بعد میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا تھا۔ اس کے بعد میں نے باہر نکل کر خون

کے دھبے بھی صاف کئے اور اس کے بعد کمرہ لاک کر کے باہر نکل آیا۔

ریگی اور سلویا فرائن کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ دونوں قریب قریب بیٹھی تھیں۔ سلویا اس وقت بھی ریگی کو بڑے پیار سے اپنے ساتھ لٹائے ہوئے تھی۔ میں اُس کمرے میں داخل ہوا تو سلویا، دہشت سے اُچھل پڑی۔ اُس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ لیکن میرے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ اپنا میک اَپ بھی میں آئینے کے سامنے درست کر چکا تھا۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کیا ہو رہا ہے......؟'' میں نے دوستانہ انداز میں کہا۔

''اوہ...... کیا مسٹر گینگل چلے گئے......؟'' سلویا نے پوچھا۔

''ہاں...... اچانک اُنہیں کوئی کام یاد آ گیا تھا'' میں نے جواب دیا۔ ''کہہ گئے کہ کل آ کر میرا معائنہ کریں گے۔'' سلویا کی پیشانی پر ایک لمحے کے لئے پریشانی کی لکیریں نمودار ہوئی تھیں۔ لیکن پھر وہ پُرسکون ہو گئی۔

''میں تمہاری صحت کی طرف سے فکر مند رہنے لگی ہوں ڈارلنگ!'' اُس نے کہا۔

''میری فکر چھوڑو ڈیئر! اب میں تندرست ہوں۔ اینڈ ریا! کیا تم ہمیں تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو گی؟ آج کا دن ہم تنہا گزارنا چاہتے ہیں۔'' میں نے اچانک کہا اور ریگی جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

''کیوں نہیں ڈیڈی؟ میں اپنی کچھ دوستوں سے ملاقات کے لئے جا رہی ہوں۔''

''شام کو پانچ بجے سے پہلے واپس آ جانا'' میں نے کہا اور ریگی باہر نکل گئی۔ میں نے نشیلی آنکھیں بنا کر سلویا کو دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے...... اُسے کیوں بھیج دیا؟''

''سلویا ڈیئر! اب جبکہ ہماری پریشانیاں دُور ہو گئی ہیں، کیا ہمیں ایک دوسرے سے اتنی دُور رہنا چاہئے؟ نہ جانے کیوں، آج میرے ذہن میں پرانی یادیں تازہ ہو رہی ہیں۔ کیا تم اس دن کو ایک خوبصورت دن بنانا پسند کرو گی......؟''

''کیا ہو گیا ہے تمہیں...... کیا تمہاری صحت اس قابل ہے؟'' سلویا نے کہا۔

''ہاں...... کیوں نہیں؟ تمہاری وجہ سے پریشان تھا۔ تم ٹھیک ہو گئیں، میں بھی ٹھیک ہو گیا۔'' میں نے کہا اور سلویا ہنسنے لگی۔ میں نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اُسے خواب گاہ کی طرف لے گیا۔ اس وقت ڈان بین اپنے اصلی رُوپ میں آ گیا تھا۔

خواب گاہ کے رُومانی ماحول میں بھی سلویا کی کیفیت زیادہ درست نہیں تھی۔ اور پھر میری قربت اور گرمجوشی نے اُسے شدید حیرت میں ڈال دیا......

''فرگوسن...... یہ...... یہ تمہیں کیا ہو گیا......؟'' وہ تعجب کے عالم میں بولی۔ ''تمہاری تو کایا ہی پلٹ گئی ہے۔ اوہ...... فرگوسن! تم تو پھر سے جوان ہو گئے۔'' خود اُس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ ''فرگوسن ڈارلنگ...... تم...... تم...... کیا ہو گیا تمہیں......؟'' وہ خواب کے عالم میں بول رہی تھی۔ تب میں نے اُسے بازوؤں میں اُٹھا لیا۔ ''کہاں جا رہے ہو......؟'' اُس نے نڈھال لہجے میں پوچھا۔

''باتھ رُوم میں......!'' میں نے کہا۔ لیکن اُس نے میری بات پر توجہ ہی نہیں دی۔

''تمہارا سینہ تو چٹان بن گیا ہے...... تم...... تم تو کبھی ایسے نہ تھے فرگوسن......!'' اُس نے زور سے مجھے بھینچ لیا۔ میں اُسے لئے ہوئے باتھ رُوم میں داخل ہو گیا۔ ''فرگوسن...... فرگوسن! میں تو...... میں تو تمہارے لئے پاگل ہو گئی ہوں فرگوسن......!''

اور میں نے اُسے پانی کے ٹب میں اُچھال دیا۔ سلویا، نشیلے انداز میں ہنسنے لگی تھی۔ اور پھر اُسے کوئی احساس ہوا۔ اُس نے پلٹ کر باتھ رُوم کی ساری بتیاں روشن کر دیں۔ باتھ رُوم میں تیز روشنی پھیل گئی...... اور ٹب میں تیرتی ہوئی ہاکن کی لاش صاف نظر آ رہی تھی...... اُس کا چہرہ بے حد بھیانک ہو رہا تھا......

لیکن سلویا، جذبات کے خمار میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میرے قرب اور لمس نے اُسے دیوانہ کر دیا تھا۔ اُس کے ذہن میں یہ بات کبھی نہیں آ سکتی تھی کہ بوڑھا فرگوسن، جسمانی طور پر اتنا طاقتور بھی ہو سکتا ہے۔ تب اُس نے لاش کو چھو کر محسوس کیا اور اُچھل پڑی۔ اُس نے گردن اُٹھا کر دیکھا اور باتھ رُوم اُس کی وحشت ناک چیخ سے گونج اُٹھا۔

سلویا نے ٹب سے نکلنے کی کوشش کی، لیکن اُس کے ہاتھ پھسل گئے۔ میرے حلق سے ایک قہقہہ نکل گیا۔

''یہ...... یہ......'' اُس نے خوفزدہ لہجے میں ہاکن کی لاش کو دیکھا، جس کے چہرے سے میک اَپ اُتر چکا تھا۔ اور پھر وہ دوبارہ چیخ پڑی۔ ''اوہ...... اوہ...... یہ لاش ہے۔ لل...... لاش......'' وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ پھر اُس نے تیزی سے باتھنگ ٹب سے نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن جونہی وہ ٹب سے اُبھری میں نے اُسے اُلٹا ہاتھ رسید کر دیا اور وہ ہاکن کی لاش پر جا پڑی۔ اب وہ مسلسل چیخے جا رہی تھی۔ باتھ رُوم کا ماحول خاصا پُراسرار ہو گیا تھا۔

''سلویا ڈیئر! یہ تمہارا محبوب ہے ناہا کن...... میرا خیال ہے، ایک خوش نصیب محبوبہ کو اپنے محبوب کے ساتھ ہی جان دے دینی چاہیئے۔''

''تم......تم......فرگوسن......آہ......تم مجھے...... مجھے معاف کر دو فرگوسن!'' وہ چیخی۔

''ہاں، ہاں......! میں تمہیں معاف کر چکا ہوں ڈارلنگ! دل و جان سے معاف کر چکا ہوں۔ اس لئے کہ اب تم صرف چند لمحات کے لئے دنیا میں مہمان ہو۔''

''آہ، فرگوسن......مم...... میں......مم......مم...... میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ مم...... مجھے......معاف کر دو......فرگوسن......فرگوسن!''

''نہیں ڈارلنگ! تم نے وعدے کے مطابق ابھی تک مجھے، میرے کاغذات بھی واپس نہیں کئے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اِس راز کو ہمیشہ کے لئے باتھنگ ٹب میں دفن کر دُوں۔''

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ اور پھر میں نے سلویا کے بال پکڑ لئے۔ ''فرگوسن...... فرگوسن......مم...... مجھے......آہ......معاف فا......معاف......فا......کر دو......فر......گو......سن......'' اُس نے کہا۔ پھر اُس کے منہ میں پانی بھر گیا۔ مگر میں نے اُس کے بالوں کو نہیں چھوڑا۔

سلویا، ہاتھ پاؤں مارتی رہی اور میں اُسے پانی میں دبائے رہا۔ وہ بری طرح تڑپ رہی تھی، اور پانی اُچھل اُچھل کر باہر آ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اُس کی جدوجہد ڈھیلی پڑتی گئی۔ میں نفرت بھرے انداز سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اور چند ساعت کے بعد باتھنگ ٹب میں دو لاشیں تیر رہی تھیں۔ دونوں ایک دوسرے کے محبوب تھے۔ تب میں نے ایک گہری سانس لی اور وہاں سے دوسرے کمرے میں آ گیا۔ باتھ رُوم کو میں نے مقفل کر دیا تھا۔ پھر دوسرے کمرے میں آ کر میں نے اپنا لباس درست کیا اور باہر نکل آیا۔ ریگی ظاہر ہے، باہر نہیں گئی تھی۔ بلکہ وہیں ایک کمرے میں موجود تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میں کیا کھیل، کھیل رہا ہوں۔ تب میں اُسے لئے ہوئے باتھ رُوم میں واپس آیا اور اُن دو لاشوں کو دیکھ کر ریگی بھی خود پر قابو نہیں پا سکی تھی۔

ہاکن اور سلویا فرائن کی لاشیں میں نے مسٹر فرگوسن کی مدد سے ٹھکانے لگائیں۔ گو، وہ اُن لاشوں کو دیکھ کر لرز گئے تھے۔ لیکن بہرحال! اُن کے چہروں سے خوشی بھی پھوٹ رہی تھی۔ دونوں میرے بے حد شکر گزار تھے۔

ریگی کو میں نے واپس اُس کے مکان پر پہنچا دیا تھا۔ اُس نے بہرحال! میری کافی مدد کی تھی۔ مسٹر فرگوسن کے اندر چند ہی روز میں بڑی تبدیلی آ گئی۔ وہ صحت یاب ہوتے گئے۔ پھر ایک شام دونوں نے مجھے طلب کیا اور بولے۔

''ڈیئر مائیکل! تم نے میری ذات پر جو احسان کیا ہے، اس کے صلے میں، میں تمہیں کچھ دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم میری یہ پیش کش قبول کرو گے......؟''

''میں خود ہی آپ سے اپنی محنت کا معاوضہ طلب کرنا چاہتا تھا مسٹر فرگوسن......!'' میں نے خشک لہجے میں کہا اور مسٹر فرگوسن چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ اُن کے محبت کے جذبات سرد پڑ گئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھے کیا پیشکش کریں گے۔

''تم کیا چاہتے ہو......؟''

''سات لاکھ پونڈ...... تین لاکھ پونڈ میں، سلویا فرگوسن سے حاصل کر چکا ہوں۔ اور اس کام کا اتنا ہی معاوضہ مقرر کیا تھا میں نے۔''

''اوہ......'' مسٹر فرگوسن نے غمزدہ لہجے میں کہا۔ ''لیکن میں، تمہیں کچھ اور دینا چاہتا تھا۔''

''اپنے کام کا معاوضہ میں خود مقرر کرتا ہوں۔ نہ اس سے زیادہ کچھ چاہتا ہوں اور نہ اس سے کم......!'' میں نے بدستور خشک لہجے میں کہا۔

''جیسا تم پسند کرو......!'' مسٹر فرگوسن نے آہستہ سے کہا۔

میں نے مسٹر فرگوسن سے سات لاکھ پونڈ وصول کئے جو اُن کے لئے مشکل نہیں تھے۔ ان میں سے دو لاکھ پونڈ کے ڈرافٹ بنوا کر میں نے ریگی کو روانہ کر دیئے اس کے ساتھ وہ تصویریں اور ٹیپ بھی جو میں نے ریگی کو بلیک میل کرنے کے لئے حاصل کئے تھے۔ اور شکریہ کا ایک خط بھی، اس اطلاع کے ساتھ کہ میں آج ہی سٹاک ہوم چھوڑ رہا ہوں۔ اور حقیقت! میں نے اُسی وقت سٹاک ہوم چھوڑ دیا...... میری طبیعت اس شہر سے بری طرح اکتا گئی تھی۔

☆......☆......☆

آوارہ یادیں، ذہن کو اُلجھنوں کے سوا کچھ نہیں دیتیں۔ گزرے ہوئے لمحات کو بھول جانے کا فن بے حد مشکل ہے اور میں اِس مشکل دور سے گزر آیا تھا۔ سٹاک ہوم جلد بازی میں چھوڑا تھا۔ کوئی پروگرام ذہن میں نہیں تھا۔ ایئر پورٹ پہنچنے پر جو دماغ میں آیا، کیا۔ بین الاقوامی پاسپورٹ، میرے پاس موجود تھا۔ ایمرجنسی ویزا لگوانے میں کوئی دِقت نہیں ہوئی۔ خاص طور سے سوئٹزرلینڈ کے لئے...... ایک ایجنٹ نے آدھے گھنٹے میں میری یہ مشکل حل کر دی تھی۔ بہرحال! دیو پیکر طیارے کے پرسکون اور آرام دہ ماحول میں ذہن کو ترتیب دینے کا کام زیادہ دُشوار گزار نہیں تھا۔ خاص طور سے اس شکل میں، جب کہ میرا ہم سفر ایک نیم مُردہ شخص تھا۔ نیم مُردہ اِس لئے کہ طیارے کے فضا میں پہنچتے ہی اُس نے اونگھنا شروع کر دیا تھا۔ اور درحقیقت! یہ اُس کے اونگھنے کی ہی عمر تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اونگھتے ہوئے لوگ مجھے نیم مُردہ ہی لگتے ہیں۔ اور میں سوچتا ہوں کہ کسی بھی وقت یہ اونگھتے اونگھتے مر جائیں گے۔ اکثر ایسے لوگوں کی قربت مجھے کوفت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ لیکن اِس وقت کسی ایسے آدمی کا ساتھ میرے لئے باعث سکون تھا اور میں اطمینان سے بیٹھا آئندہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

سیکرٹ پیلس سے نکلنے کے بعد ابھی تک میں نے کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کیا تھا۔ ابتداء میں اینڈریا کا چکر پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد مسٹر فرگوسن کا معاملہ آ گیا تھا۔ لیکن اِن معاملات سے ایک کام ضرور ہوا تھا۔ وہ یہ کہ مجھے خود کو جانچنے کا موقع مل گیا تھا۔ اور اندازہ ہو گیا تھا کہ میری فطرت، مجھے کن راستوں پر لے جاتی ہے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ میں اپنی جرائم کی زندگی کا آغاز کہاں سے کروں؟ اور اس کا مقصد کیا ہو؟ ہر انسان کی زندگی کا ایک محور ہوتا ہے۔ اگر کوئی آوارہ منش اپنے محور سے بھٹک جائے اور اُس کے سامنے کوئی منزل نہ ہو تو پھر اُس کا سکون ہمیشہ کے لئے رُخصت ہو جاتا ہے۔ مجھے کسی منزل کا تعین ضرور کرنا پڑے گا۔ اور اس کے بعد ہی کچھ کرنے کا لطف آئے گا۔

جہاز، بون کے ہوائی اڈے پر پہنچا تو کم از کم! بڑی حد تک میں پرسکون ہو چکا تھا۔

پائلٹ رُوم سے بون کے موسم کے بارے میں بتایا جا رہا تھا۔ بون میں اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد طیارہ، رن وے پر اُتر گیا۔ سیڑھی لگ گئی اور مسافروں کو کسٹم ہاؤس تک لے جانے کے لئے خصوصی گاڑیوں کا بندوبست کر دیا گیا۔ میں بھی ایک گاڑی میں کسٹم ہاؤس تک پہنچ گیا اور ضمنی کارروائی ہونے لگی۔ کسٹم ہاؤس کے بڑے گیٹ سے نکلا تو ایک خوبصورت عورت نے مسکراتے ہوئے استقبال کیا۔ عمر اٹھائیس، تیس سال کے درمیان ہوگی۔ لباس بھی سنجیدہ پہنا ہوا تھا اور چہرے کے نقوش پر بھی ایک سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

''ہیلو......!'' وہ آگے بڑھی۔

''ہیلو......فرمایئے......!''

''میں اگر غلطی نہیں کر رہی تو تم فلیکس ہو؟ میرا نام ایریسا ہے۔''

''اور اگر میں کہوں کہ تم غلطی کر رہی ہو تو......؟'' میں نے کسی قدر بے تکلفی سے کہا۔

''تو میں جواب دُوں گی کہ تم مذاق کر رہے ہو۔'' اُس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''خوب......اچھا! اگر میں فلیکس ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟''

''سب سے پہلے میرے ساتھ چل کر ٹِک میں گرم گرم کافی پینی چاہیئے۔ اور اس کے بعد میرے ساتھ گرافن چلنے کی تیاری......''

''بڑی دلچسپ ہیں آپ محترمہ ایریسا! لیکن میری رائے ہے کہ آپ دوسرے مسافروں میں فلیکس کو تلاش کر لیں۔ اور اگر وہ نہ ملے تو پھر مجبوری ہے، میں تھوڑی دیر کے لئے فلیکس بن جاؤں گا۔''

''فلیکس، پلیز......! مذاق نہ کرو۔ میں بہت جلد نروس ہو جاتی ہوں۔''

''جیسی آپ کی مرضی......'' میں نے شانے ہلا دیئے اور اپنا مختصر سا بیگ اُٹھا کر اُس کے ساتھ چل پڑا۔ ویسے دل میں، میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر یہ خاتون بھی کسی مصیبت کا شکار ہوئیں تو میں، اُنہیں بتاؤں گا کہ میں گھوڑوں کا ڈاکٹر ہوں، اس کے سوا کچھ نہیں۔ اِس قسم کی خواتین کے چکر میں پڑ کر کافی وقت ضائع کر چکا تھا۔

''آؤ......!'' وہ ایئر پورٹ ٹِک میں داخل ہو گئی جو ایک خوبصورت جگہ تھی۔ موسم کے حوالے سے خنک خنک دُھن رقص کر رہی تھی اور ماحول کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دھیمی روشنیاں جلا دی گئی تھیں۔

ایک پُرسکون گوشے کی میز پر ہم دونوں بیٹھ گئے۔ خاتون، ٹٹولنے والی نگاہوں سے بار بار مجھے دیکھنے لگتی تھیں۔ لیکن میں غلط فہمی کی شکار اِس عورت، سے مزید کیا کہہ سکتا تھا؟ اُس نے ویٹر کو بلا کر کافی کے لئے کہا اور پھر خاموشی سے کرسی پر ٹِک گئی۔

''میرے سینے پر ٹنکے ہوئے زرد گلاب کو دیکھ کر بھی تم خاموش ہو......؟''

''مگر گلاس مجھے ذرا بھی پسند نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم کافی شوخ فطرت کے مالک ہو۔ لہٰذا کیوں نہ ہم تھوڑی دیر سنجیدگی سے گفتگو کر لیں۔''

''باہر کا موسم کافی خوشگوار ہے۔ اس خوبصورت موسم کے ساتھ، سنجیدگی ہم آہنگ نہیں ہو سکتی۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ ضرورت سے زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔''

''ہاں...... میں طبعاً تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔''

''مجھے افسوس ہے۔''

''خیر...... کافی پیو!'' اُس نے کہا اور میں بھی کافی کی پیالی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ نہایت عمدہ کافی تھی جو موسم کے لحاظ سے بہت خوش ذائقہ محسوس ہو رہی تھی۔ ''سٹاک ہوم کا موسم کیسا ہے؟''

''خوشگوار......!'' میں نے چونک کر کہا۔

''دراصل! یہاں ضرورت سے زیادہ ہنگامے ہیں، اس لئے تنہا مجھے یہاں بھیجا گیا۔ ورنہ تمہارے استقبال کے لئے تو بہت سے لوگ آتے۔''

ایک لمحے میں ایک خیال میرے ذہن میں سرایت کر گیا، کیوں نہ بون میں داخل ہوتے ہی خراج وصول کیا جائے؟ اگر اس کے ساتھ ایک خوشگوار مدت گزر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور میں اپنے اس فیصلے سے مطمئن ہو گیا۔ کوئی کچھ بھی کہے، دیکھا جائے گا۔ میرا کیا بگڑے گا؟

''اب تم واقعی سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔'' وہ مسکرا اُٹھی۔

''ہاں...... شاید کافی میں سنجیدگی کی دوا ملی ہوئی تھی۔'' میں نے جواب دیا اور اُس کے سفید دانت نمایاں ہو گئے۔ اُس کے انداز میں کسی قدر سکون نظر آ رہا تھا۔ چند ساعت وہ کافی کے گھونٹ لیتی رہی۔ اور پھر گہری سانس لے کر بولی۔

''مسٹر ولسیفو نے تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ اُنہوں نے تمہیں ایک خطاب

دیا ہے، جانتے ہو کیا؟''

''نہیں......!'' میں نے گردن ہلا دی۔

''مسخرا بھیڑیا۔ لیکن تم مسخرے تو ہو، بھیڑیئے کہیں سے نہیں نظر آتے؟'' اس بار اُس کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی نظر آئی تھی۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں؟'' میں نے شانے ہلا دیئے۔ کافی پینے کے بعد ہم اُٹھ گئے اور پھر ...رٹ سے باہر نکل آئے۔ ایریسا نے ایک خوبصورت وینٹی سپورٹس کے پاس پہنچ کر دروازہ ...دیا اور میں اُس کے نزدیک آ بیٹھا۔ اُس نے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔

''ان دنوں حالات بہت خراب ہیں۔''

''کیا صورتِ حال ہے؟''

''کچھ کہا نہیں جا سکتا فلیکس...... بس! ایک عجیب سی گھٹن ہے۔ اہم ترین سرکاری حلقوں ...ایک بے چینی پائی جاتی ہے۔ ہمارا تقریباً پورا محکمہ ہی سوئٹزرلینڈ ٹرانسفر ہو گیا ہے۔ لیکن ...کی کے پاس کوئی خصوصی ہدایت نہیں ہے۔ ہم لوگ یہاں مختلف ناموں سے مقیم ہیں اور ...دوسرے سے کوئی رابطہ بھی نہیں رکھتے۔ سخت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہی ...ت کی گئی ہے۔''

''مناسب اقدام ہے، لیکن......''

''ہاں، کہو......!'' اُس نے گردن موڑ کر میری جانب دیکھا۔

''اس کے علاوہ بھی کچھ حالات خراب ہیں......؟''

''ہاں فلیکس!''

''کیا بات ہے......؟''

''خیال ہے کہ کوئی بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ کئی ملکوں کے لوگوں کو دیکھا گیا ہے۔ ظاہر ...یہ آزاد علاقہ ہے اور یہاں کاموں کی آسانی ہے۔''

''بلاشبہ......!'' میں نے گردن ہلا دی۔

''مسٹر ولسیفو، تمہاری طرف سے بہت پُراُمید ہیں۔''

''مہربانی ہے اُن کی۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا خیال ہے فلیکس! کیوں نہ ہم آج یہیں قیام کریں؟ کل گرافن روانہ ہوں گے۔''

''تم میری میزبان ہو۔ جو تم فیصلہ کرو، مجھے اِس سے انکار نہیں ہے۔ ویسے اس سلسلے

میں کوئی خصوصی ہدایت تو نہیں ہے؟''

''نہیں...... مسٹر ولسیفو نے کہہ دیا ہے کہ تمہیں صاف ستھرا اُن تک پہنچاؤں۔ اگر
خطرہ محسوس کروں تو یہیں قیام کروں۔ کیوں نہ اِس رعایت سے فائدہ اُٹھایا جائے؟''

''ٹھیک ہے...... میں کیا کہہ سکتا ہوں؟''

''ایک بات ضرور کہوں گی، تین افراد نے تم سے شناسائی کا اظہار کیا ہے۔ ایڈنافوا
مسٹر والٹ فیلیس اور کیپٹن شاکر۔ اُنہوں نے کہا ہے کہ وہ تم سے آشنا ہیں۔ لیکن سب ہی
تمہارے بارے میں یہی بتایا کہ تم فطرتاً بے حد خطرناک ہو، ضدی ہو۔ ہمیشہ دوسروں سے
اختلاف کرتے ہو۔ لیکن میرے ساتھ تو ایسی بات نہیں ہے۔ اس وقت تو تم ایک معصوم بچے
کی مانند ہو، جو ہر بات پر گردن ہلا دیتا ہے۔''

''ہاں......'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''کیوں......؟''

''بس...... تمہیں دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ تمہاری بات مان لی جائے۔''

''ہوں......'' اُس نے شیریں لہجے میں کہا۔

''بلاشبہ!'' میں نے کہا اور وہ مسکرا دی۔ سپورٹس کار، سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی۔ دفعتاً
اُس نے کار کی رفتار ہلکی کر دی۔

''فلیکس......!'' اُس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

''کیا بات ہے......؟''

''وہ نیلی انڈین دیکھ رہے ہو......؟'' اُس نے عقبی آئینے کی طرف اِشارہ کیا۔

''ہاں......''

''ایئر پورٹ سے ہمارے پیچھے ہے۔''

''شبہ ہے......؟''

''نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا۔'' اُس نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

''دیکھ لیتے ہیں۔''

''کیا کروں......؟''

''یہ کون سی جگہ ہے......؟''

''آگے ٹاؤن ہال ہے۔ اور یہ سڑک، برگ فورٹ کی طرف جاتی ہے۔ سنسان علاقہ

''اسی طرف چلو۔''

''سوچ لو! ہمارے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔''

''اسی طرف چلو۔'' اس بار میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا اور اُس نے رفتار تیز کر
پھر اُس نے کئی بار عقب نما کی طرف دیکھا اور اتنی ہی دفعہ میری جانب، اور پھر مسکرا

''کیوں...... کیا بات ہے......؟'' میں نے پوچھا۔

''اب سچ مچ کے بھیڑیئے لگ رہے ہو۔'' وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ میں نے
اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ایک عمارت نظر آئی، جس پر ٹورسٹ آفس کا بورڈ لگا
تھا اور اس کے بعد سرسبز کھیت شروع ہو گئے تھے۔ تھوڑی دُور جا کر یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا
اب طویل و عریض میدان نظر آ رہے تھے، جن کے اختتام پر برف پوش پہاڑیاں نظر آ
رہی تھیں۔

''یہی سڑک، گرافن کی طرف جاتی ہے۔''

''گرافن کیا ہے......؟''

''اوہ...... اس علاقے سے ناواقف ہو......؟''

''ہاں......''

''ایک پہاڑی قصبہ ہے۔''

''اُدھر کیوں جا رہی ہو......؟''

''ہیڈکوارٹر، وہیں بنایا گیا ہے۔'' اُس نے جواب دیا اور میں نے اچانک اُس کے
شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''کیوں......؟'' وہ چونک پڑی۔

''روک دو......!''

''اوکے......'' وہ آہستہ سے بولی اور پھر اُس نے اچانک کار کے بریک لگا دیئے۔

''انجن بند کر دو......!'' میں نے کہا اور اُس نے میری اس دوسری ہدایت پر بھی عمل کیا۔
اُس نے سڑک کے کنارے روک دی۔ لیکن نیلی کار والوں نے بھی بہت زیادہ دلیری کا
مظاہرہ کیا تھا۔ وہ، ہمارے بالکل نزدیک آ کر رُک گئی۔ اور پھر چار آدمی، بڑی تیزی سے باہر
نکلے۔ وہ سب کے سب لمبے اوورکوٹ پہنے ہوئے تھے اور وہ سب برق رفتاری سے ہماری

طرف آئے۔ اور پھر اُنہوں نے پستول ہمارے سامنے کر دیئے۔ مجھے اس جلد بازی کی…
نہیں تھی۔ میں گاڑی میں بیٹھا اُنہیں دیکھتا رہا۔

''نیچے آنے کی زحمت کرو گے......؟'' اُن میں سے ایک نے کہا، جس کا منہ ٹیڑھا تھا…
ناک ضرورت سے زیادہ اُوپر اُٹھی ہوئی، جس سے اُس کے نتھنے اندر تک صاف نظر آ…
تھے۔ نہ جانے کیوں میرا دل چاہا کہ میں اُس کے نتھنوں میں اُنگلیاں ڈال کر اُس کی…
اُوپر تک چیر دُوں۔

''بونٹ کھول دو......!'' میں نے اریسا سے کہا اور اُس نے جلدی سے بونٹ لیو…
دیا۔ میں دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا اور اُن لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ''کیا بات ہے…

''یہاں کیوں رُکے ہو......؟''

''اِنجن خراب ہو گیا ہے۔'' میں نے جواب دیا اور اِنجن کی طرف جانے لگا۔ پھر میں…
بونٹ اُٹھا دیا۔

''بند کر دو اِسے۔ ہم، تم دونوں کو اپنی کار میں چھوڑ دیں گے۔ کہاں جا رہے تھے؟''

''خوب...... اور یہ پستول کیوں نکالے ہوئے ہیں تم نے......؟''

''ضرورتاً...... ممکن ہے، تم ہماری بات نہ مانو۔''

''تم زبردستی لے جاؤ گے......؟''

''ہاں...... یہ ہم لوگوں کی عادت ہے۔ ہم اسی طرح دوستی کرتے ہیں۔ بس! راستے…
کسی کو اُڑا لیا، اُسے ایک وقت کا کھانا کھلایا اور چھوڑ دیا۔'' ٹیڑھے منہ والے نے کہا۔

''میری بھی ایک عادت ہے۔'' میں نے کہا اور اِنجن پر جھک گیا۔ ٹیڑھے منہ…
میرے نزدیک آ گیا تھا۔

''خوب...... تمہاری کیا عادت ہے......؟'' اُس نے پوچھا اور اچانک میں سیدھا ہو…
میں نے برق رفتاری سے اُس کے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور اُسے اِنجن پر ڈال کر بونٹ…
دیا۔ اُس کے پستول والا ہاتھ، باہر ہی نکلا رہ گیا تھا۔ میں نے اطمینان سے اُس کا پ…
نکالا۔ اس دوران، اُن میں سے ایک نے فائر کر دیا تھا اور گولی میرے کوٹ کو چھوتی
نکل گئی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے، میرے پستول سے دو گولیاں نکلیں اور اُن میں…
آدمیوں کے بھیجے اُڑ گئے۔ تیسرے کو اریسا نے اپنے پستول سے ہلاک کر دیا تھا۔ میں
اُن لوگوں کا جائزہ لیا اور پھر بونٹ اُوپر اُٹھا دیا۔ اُس آخری آدمی سے میں اُس کے با…

معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اُس کی حالت بہت زیادہ خراب تھی۔ اِنجن کے
پرزے اُس کے دماغ میں گھس گئے تھے اور وہ چیخ بھی نہیں سکا تھا۔

''یہ بھی گیا۔'' میں نے افسردہ لہجے میں کہا۔ اریسا، متعجبانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے
مجھے گھور رہی تھی۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''اب کیا کریں؟''

''واپس......'' میں نے جواب دیا۔

''کیوں نہ گرافن ہی چلیں......؟''

''خوفزدہ ہو گئی ہو......؟''

''ہاں......'' اُس نے اعتراف کیا اور مجھے اُس کی یہ بات پسند آئی۔

''ابھی نہیں چلیں گے۔ اب تو تم ثبوت بھی دے سکتی ہو کہ تم مصروف ہو گئی تھیں۔'' میں
نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔ بہرحال! میری ہدایت پر اُس
نے کار واپس موڑ دی۔ راستے بھر وہ خاموش رہی۔ لیکن میں نے کئی بار محسوس کیا کہ اُس نے
چور نگاہوں سے مجھے دیکھا ہے۔ پھر ایک خوبصورت سے ہوٹل کے سامنے اُس نے کار روک
دی۔ اور پھر اُسے کمپاؤنڈ میں لے گئی۔ ہوٹل میں مسٹر اینڈ مسز چیپل کے نام سے کمرہ حاصل
کیا گیا اور ہم اُس خوبصورت کمرے میں آ گئے۔

''ولسیفو نے تمہارے بارے میں جھوٹ نہیں کہا تھا۔'' ایک مشروب کے سِپ لیتے
ہوئے اریسا نے کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''بھیڑیئے بھی اتنے خطرناک نہ ہوتے ہوں گے۔ خدا کی پناہ! چار انسانوں کو بے دردی
سے قتل کر دیا اور تمہارے چہرے پر شکن بھی نہیں ہے۔''

''میں نے اُنہیں قتل ہونے کی دعوت دی تھی؟''

''اس کے باوجود......'' اریسا نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''لیکن اس سے ایک اندازہ
ہوتا ہے کہ وہ لوگ، ہماری اتنی کوشش کے باوجود تمہاری آمد سے لاعلم نہیں رہے۔''

''ہاں...... یہ تو ہے۔''

''کیا خیال ہے...... مسٹر ولسیفو کو اطلاع دی جائے؟''

''چھوڑو...... کل تو جانا ہی ہے۔'' میں نے کہا اور وہ پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔
پھر میں باتھ رُوم میں چلا گیا، لباس وغیرہ تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔ ویسے دل ہی دل میں،

میں ان واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ معاملات، دلچسپ معلوم ہوتے تھے۔ لیکن جب اُنہیں معلوم ہوگا کہ کوئی غلط آدمی اُن کے ہاتھ لگ گیا ہے تو اُن کی کیا کیفیت ہوگی؟

لیکن ایک دلچسپ رات کے بعد میں ان لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا اور صبح کو اُنہیں اِس بارے میں بتا دُوں گا۔ ایریسا کے حواس بحال نہیں تھے۔ میں اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ خود کو نڈر ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اُس کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں رقص کر رہی تھیں۔ پھر جب ہوٹل کے ریکریشن ہال میں، میں اُس کے ساتھ رقص کر رہا تھا، تب بھی وہ زیادہ پرسکون نہیں تھی۔ رقص کے بعد اُس نے وہسکی پینے کی خواہش ظاہر کی۔

''میرا خیال ہے، تم برانڈی لے لو۔''

''نہیں...... میں ٹھیک ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''حالانکہ میں تمہارے اندر نمایاں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔''

''اس کی وجہ دوسری ہے۔''

''کیا......؟''

''آخر ان لوگوں کو ہمارے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا......؟ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟ دراصل! تمہیں ان تک لے جانے کی مکمل ذمہ داری میرے اُوپر تھی۔''

''ڈارلنگ! کیا تم اس گفتگو کو صبح تک کے لئے ملتوی نہیں کر سکتی ہو؟''

''میں، تمہاری طرح مضبوط نہیں ہوں۔'' وہ پھیکے انداز میں بولی۔

''لیکن اُن میں سے ایک کو تم نے ہلاک کیا ہے۔''

''وہ صرف ایک وقتی جذبہ تھا۔ میں نے بہت سوں کو زخمی کیا ہے، ہلاک کسی کو نہیں کیا۔'' ایریسا نے جواب دیا۔

''ہر طرح کی مشق ہونی چاہئے۔'' میں نے جواب دیا اور وہ آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی۔

پھر اُس نے کافی شراب پی۔ میں نے بھی اُسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے بعد میں اُسے سہارا دے کر کمرے میں لایا تھا۔ اور پھر اُس نے میرے بستر میں آنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ کا ثبوت نہیں دیا اور حسین رات کی رنگینیوں میں پوری دلچسپی لیتی رہی...... رات کے آخری پہر وہ تھک کر سو گئی......

دوسری صبح ناشتہ ہم دونوں نے تقریباً دس بجے کیا تھا۔ اب وہ کافی حد تک پرسکون نظر آ

رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں مسکراہٹیں جاگ رہی تھیں۔

''درحقیقت! میں نے تم جیسا حیرت انگیز انسان کبھی نہیں دیکھا۔ تم بے حد مضبوط اعصاب کے مالک ہو فلیکس!''

''اب کیا پروگرام ہے ایریسا......؟''

''گرافن چلیں گے۔''

''ہیڈ کوارٹر......؟''

''ہاں......!''

''لیکن مسئلہ کیا ہے ایریسا...... مجھے تھوڑی سی تفصیل بتاؤ۔''

''بات میری حیثیت سے زیادہ ہے فلیکس! اور مجھے یقین ہے کہ تم، میری موت کے خواہاں نہ ہو گے۔'' ایریسا، لجاجت سے بولی۔

''اگر تم مجھے اس سلسلے میں بتاؤ گی تو تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی؟''

''ہاں...... ولسیفو، اصولوں کا پابند ہے۔''

''یہ بھی نہیں بتاؤ گی کہ تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟''

''تمہیں نہیں معلوم......؟''

''نہیں......!''

''یہ کیسے ممکن ہے......؟'' وہ تعجب سے بولی۔

''ممکن ہے ایریسا! اور میں تمہیں ایک مشورہ بھی دینا چاہتا ہوں۔''

''کیا......؟''

''اپنے افسروں سے رابطہ قائم کر کے اُنہیں اطلاع دو کہ اُن کا مطلوبہ شخص اس طیارے سے نہیں آیا۔''

''کیا...... کیا مطلب......؟'' ایریسا کے چہرے پر دہشت پھیل گئی۔

''ہاں ایریسا! میں نے پہلے بھی تمہیں بتایا تھا کہ میں فلیکس نہیں ہوں۔ لیکن تم اپنی بات پر اَڑی رہیں، لہٰذا میں خاموش ہو گیا۔''

''فلیکس پلیز! اتنا خوفناک مذاق مت کرو۔ میں زیادہ سخت دل نہیں ہوں۔ میں مر بھی سکتی ہوں۔''

''تمہیں، فلیکس کے بارے میں کیا بتایا گیا تھا؟ کیا تم اُس سے پہلے بھی مل چکی ہو؟''

"نہیں......" وہ سراسیمہ لہجے میں بولی۔

"پھر اُس کی پہچان کیا تھی......؟"

"میرے پاس تمہاری تصویر موجود ہے۔"

"مجھے دکھاؤ!" میں نے کہا اور اریسا کا چہرہ، سرخ ہو گیا۔ وہ چند ساعت پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے گھورتی رہی۔ اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر اپنے مختصر سے سامان کے پاس پہنچ گئی۔ گو، اُس کی پشت میری جانب تھی، لیکن میری عقابی نگاہیں اُس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی خفیف سی لکیر کھنچ گئی۔

وہ تصویر لے کر میرے پاس آ گئی۔ وہ خود بھی تصویر سے میرا چہرہ ملا رہی تھی۔ پھر وہ خوفزدہ سے انداز میں ہنس پڑی۔ "فلیکس...... پلیز! مذاق مت کرو۔"

"تصویر لاؤ!" میں نے کہا اور اُس نے تصویر میرے سامنے کر دی۔ میں نے اُس تصویر کو دیکھا اور میرے ہونٹ بھی بھنچ گئے۔ بلاشبہ! تصویر سو فیصدی میری تھی۔ لیکن میں جانتا تھا کہ یہ میں نہیں ہوں۔

"اب بولو......!"

"میں نے اپنے کسی ایسے ہم شکل کا تصور نہیں کیا تھا۔"

"میں آخری بار کہہ رہی ہوں فلیکس! کہ مذاق ختم کر دو۔ یہ میری بھی زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

"اچھا...... یہ بتاؤ! جہاز کے سارے مسافروں کو دیکھا ہو گا تم نے......؟"

"ہاں...... دیکھا تھا۔"

"میری شکل کا کوئی اور شخص تو نہیں اُترا تھا......؟"

"نہیں......!"

"بس! تو تم کہہ سکتی ہوں کہ تم نے ایسے کسی آدمی کو دیکھا ہی نہیں۔ ظاہر ہے، وہ اس جہاز سے نہیں آیا ہو گا۔"

"تم فلیکس نہیں ہو؟" اریسا کا چہرہ اچانک زرد ہو گیا۔

"ہاں...... میں فلیکس نہیں ہوں۔"

"پھر تم کون ہو......؟"

"ڈن......!" میں نے جواب دیا۔

"تم نے اُن لوگوں کو کیوں قتل کیا......؟"

"اس لئے کہ تم مجھے پسند آ گئی تھیں۔"

"میں بے قصور ہوں۔ جو کچھ کر رہی ہوں، بحالت مجبوری۔ میں تمہارے اس سنجیدہ ن کی متحمل نہیں ہو سکتی۔" اُس نے کہا اور اچانک اُس کے لباس سے پستول نکل آیا۔ پھر ے گولی چلانے میں بھی تعرض نہیں کیا۔ لیکن ٹرچ، ٹرچ کی دو آوازیں نکل کر رہ گئیں۔

"مجھے یقین تھا اریسا! کہ جب حقیقت حال کا انکشاف ہو جائے گا تو تمہارا ردِ عمل یہی گا۔ اس لئے میں نے علی الصبح اُٹھ کر تمہارا پستول خالی کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ ابھی جب تصویریں نکال رہی تھیں تو میں نے صاف دیکھا تھا کہ تم نے پستول نکال کر اپنے لباس ں چھپایا ہے۔" اریسا کا چہرہ، اندرونی ہیجان سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ بے بسی کی تصویر بن ی تھی۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ڈارلنگ! جو کچھ میں نے کہا ہے، وہی کرو۔ اگر ے چوک ہو گئی ہوتی تو ابھی میری لاش یہاں تڑپ رہی ہوتی۔ لیکن چونکہ میرے اصول تحت، تم بے قصور ہو۔ اس لئے میں، تمہیں معاف کرتا ہوں۔ اب مجھے اجازت دو۔"

میں نے اپنے سامان کا بیگ اُٹھایا، جسے میں تیار کر چکا تھا۔ اور پھر میں اُسے خدا حافظ ہہ کر باہر نکل آیا۔ اریسا کے بدن میں جیسے جان ہی نہیں رہ گئی تھی۔

میں ہوٹل سے باہر آ گیا۔ دراصل اب میں کسی کے معاملے میں بے مقصد پھنسنا نہیں ہتا تھا، اس لئے میں نے اریسا پر حقیقت حال کا انکشاف کر دیا۔ ورنہ اگر میں چاہتا تو یہ انی خود کو فلیکس پوز کر سکتا تھا۔

تھوڑی دُور جا کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور سے میں نے کسی پر فضا م پر واقع ہوٹل چلنے کے لئے کہا تھا اور ڈرائیور نے مجھے کوپ کے، کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ت خوبصورت ہوٹل تھا، مجھے پسند آیا اور میں نے ڈرائیور کو کافی بڑی ٹپ دی۔ اور پھر ہوٹل ں ایک وسیع کمرہ حاصل کرنے میں، مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

کمرے میں آرام سے بیٹھ کر میں نے سوچا، چکر کیا ہے؟ فلیکس کون تھا؟ سب سے جب خیز بات یہ تھی کہ وہ، میرا ہم شکل تھا۔ لیکن وہ کہاں گیا؟ اُس جہاز سے کیوں نہیں آیا؟ نہ جانے کیوں میرے ذہن میں تجسس جاگ اُٹھا۔ میں نے اس ہنگامے سے بچنے کے ئے ہی اریسا کو نظر انداز کیا تھا۔ لیکن اب، جب کہ وہاں سے چلا آیا تھا تو میرے ذہن میں س جاگ گیا تھا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ خاص طور سے اپنے ہم شکل سے مجھے دلچسپی پیدا ہو

گئی تھی۔ پھر اب فی الحال کوئی اور معاملہ، ذہن میں نہیں ہے تو یہی سہی۔ لیکن اس کے لئے ضروری تو نہیں کہ اریپا کا سہارا لیا جائے۔ اپنے طور پر ہی کیوں نہ کچھ کیا جائے؟

اور یہ فیصلہ کر کے مجھے اطمینان ہو گیا۔ مقامی کرنسی، کیش کرانے کے لئے میں نے منیجر کو طلب کیا اور ایک ٹریولر چیک اُسے دے دیا۔ منیجر، بھاری رقم کا چیک لے کر چلا گیا۔ اس طرح میں ایک کام سے فارغ ہو گیا۔ پھر شام کی ضرورتیں مجھے ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں لے آئیں۔ حسین شہر کے حسین لوگ، پورے ہال میں بکھرے ہوئے تھے۔ بہت سے غیر ملکی بھی تھے۔ میں اپنی میز پر جا بیٹھا اور شکاری نظروں سے ہال کا جائزہ لینے لگا۔

شکار، پورے ہال میں بکھرا ہوا تھا۔ کئی میزوں پر...... کاؤنٹر پر...... بار کارنر پر...... اور میں نے اُن میں سے ایک کا انتخاب کر لیا۔ تعارف حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اُس کا نام شاریا تھا۔ مقامی لڑکی تھی۔ اُس نے شام اور رات میرے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور دونوں وقت کی بہترین ساتھی ثابت ہوئی۔

کوپ کے، کا حسین کمرہ، سوئٹزر لینڈ کا حسین ماحول اور پھر ہر رات بدلنے والے حسین ساتھی...... اس سے زیادہ کیا چاہئے تھا؟ مسٹر فرگوسن سے اتنی دولت وصول کی تھی کہ سالوں عیش کر سکتا تھا۔ گو، میری فطرت کو قرار ممکن نہیں تھا۔ لیکن جب تک بھی ہو...... اور اس کے بعد اریپا کا کھیل...... وہ کھیل، دوسری تفریح کے لئے مناسب ہو گا۔

چنانچہ میں نے کچھ روز پُرسکون گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح کو لڑکی اپنا معاوضہ وصول کر کے چلی گئی اور میں لباس تبدیل کر کے لیٹ گیا۔ شام سے کچھ دیر قبل جاگا، کھانا کھانے کے بعد تیار ہو گیا اور پھر بون کی سیر کی ٹھانی۔ خوبصورت تراش کے سوٹ میں ملبوس ہو کر میں، ہوٹل سے باہر آ گیا اور پھر ایک ٹیکسی لے کر چل پڑا۔ بون کی مشہور سڑک، مارک گاسے، جہاں دور تک ہوٹل اور قہوہ خانے بکھرے پڑے ہیں، میری توجہ کا مرکز بن گئی۔ اور میں وہاں اُتر گیا۔ طرح طرح کے کھیل تماشے تھے۔ کئی چھوٹے چھوٹے کلب بھی تھے، جن کے سامنے رقاصاؤں کی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔

میں نے شام ایک ریستوران میں گزاری۔ اور پھر رات کے لئے ایک نائٹ کلب منتخب کر لیا۔ نائٹ کلب میں، میں آٹھ بجے داخل ہوا تھا۔ ابھی وہاں خاص رونق نہیں تھی۔ ساز بج رہے تھے اور رفتہ رفتہ رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ شکاری عورتیں وہاں بھی موجود تھیں...... اور میں اُن ہی میں سے ایک کا شکار بن گیا۔ میری پسند کی عورت تھی۔ پھر میں اپنی پسندیدہ

عورت کے ساتھ واپس کوپ کے، جا رہا تھا کہ میرا تعاقب شروع ہو گیا...... معمولی سی بات تھی، اس لئے میں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ البتہ اب کوپ کے، کا رُخ کرنے کی بجائے میں کپ گولڈ کے ایک ایسے ہوٹل کی طرف چل دیا، جہاں رات کی قیام گاہیں کرائے پر مل جاتی ہیں۔

میرا تعاقب کرنے والے، میرے ساتھ ہی کپ گولڈ میں داخل ہوئے تھے۔ کاؤنٹر منیجر نے ہمیں ایک رات کے لئے کمرہ دے دیا اور میں چابی لینے کے بعد ایک میز پر آ بیٹھا۔ لڑکی، میرے ساتھ تھی اور میں نے اُس کے لئے ایک ہلکی شراب منگوا لی تھی۔ لیکن میری نگاہیں اُن لوگوں کا جائزہ لے رہی تھیں، جو میرا تعاقب کر رہے تھے۔ تین آدمی تھے۔ چہرے خاصے بارعب معلوم ہوتے تھے۔ ویسے نسلاً وہ سوئس نہیں معلوم ہوتے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میرا تعاقب کرتے ہوئے ہی یہاں تک پہنچے تھے۔ چند ساعت وہ اِدھر اُدھر دیکھتے رہے، جیسے بیٹھنے کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب کر رہے ہوں۔ اور پھر وہ ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔ لیکن رُخ ایسا تھا کہ مجھ پر نگاہ رکھ سکیں۔ میں لاپرواہی سے ہال میں نظریں دوڑانے لگا۔ اور پھر میں نے اپنے لئے بھی ایک مشروب طلب کر لیا اور اُس کی ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا۔

”کین......!“ لڑکی نے مجھے پکارا۔ میں نے اُسے یہی نام بتایا تھا۔

”ہوں......!“

”تم کچھ کھوئے سے لگ رہے ہو، مجھ سے بات بھی نہیں کر رہے ہو۔ کوئی خاص بات ہے کیا؟“

”خاص بات کیا ہو سکتی ہے ہنی......! ویسے کیا تمہیں شراب پسند نہیں آ رہی؟“

”اوہ، نہیں...... یہ تو بہت عمدہ ہے۔ لیکن مجھ سے باتیں بھی تو کرو۔“

”ہاں...... کیوں نہیں؟ تم کافی خوبصورت ہو۔“

”اونہہ...... یہ گھسا پٹا جملہ ہے۔ کوئی نئی بات کرو۔“

”تب، تم ایک دم فلوٹ ہو۔“

”فلوٹ...... یہ کیا ہوتا ہے......؟“ وہ مسکرائی۔

”یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔“ میں نے ہنس کر کہا اور وہ بھی ہنس پڑی۔ اور پھر اُسی وقت میں نے اُن میں سے ایک کو اُٹھتے ہوئے دیکھا۔ وہ میری طرف ہی آ رہا تھا۔ وہ، میرے نزدیک پہنچ کر بڑے ادب سے بولا۔

’’نہایت ہی گستاخی ہے جناب! لیکن ہمیں آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ کیا آپ ہمارے ساتھ کچھ پینا پسند کریں گے؟‘‘

’’کیا ہم شناسا ہیں......؟‘‘ میں نے پوچھا۔

’’اوہ......نہیں! لیکن میں نے گستاخی کی پہلے ہی معافی مانگ لی ہے۔‘‘ وہ لجاجت سے بولا۔

’’آپ دیکھ رہے ہیں مسٹر...... میرے ساتھ، میری دوست......‘‘

’’صرف تھوڑی دیر کے لئے......‘‘ اُس کے انداز میں اتنی عاجزی تھی کہ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی ساتھی سے معذرت کئے بغیر میں اُس کے ساتھ چل پڑا۔ ہاں! میں نے مُڑ کر لڑکی سے کہا تھا۔

’’تم اپنے لئے اور منگوا لینا ہنی!‘‘

’’او کے......او کے!‘‘ میری ساتھی لڑکی نے کہا اور میں اُن دونوں کے قریب پہنچ گیا، جو مجھے دیکھ کر مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے میرے لئے کرسی گھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔

’’بہت بہت شکریہ مسٹر فلیکس! آپ نے ہماری درخواست قبول کر لی۔‘‘ اُن میں سے ایک شخص نے کہا۔ اُس کے جبڑے بھاری تھے اور صورت سے وہ کافی سخت گیر معلوم ہوتا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں ایک گہری سانس لی......تو یہاں بھی وہی معاملہ ہے......

’’آپ نے میرے نام کا تعین بھی کر لیا......؟‘‘

’’ہاں......اس لئے کہ آپ کوئی غیر معروف شخصیت نہیں ہیں۔‘‘

’’خوب......کیا آپ، مجھے میرے بارے میں بتانا پسند کریں گے......؟‘‘ میں نے دلچسپی سے کہا۔

’’مسٹر آرتھر فلیکس......انٹرنیشنل گروپ۔‘‘

’’ہوں......!‘‘ تو فرمایئے! آپ میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟‘‘ میں نے کہا۔

وہ تینوں چونک پڑے۔ پھر بھاری جبڑوں والا مسکرا کر بولا۔ ’’تمہارا کیا خیال تھا......کیا مسٹر فلیکس کی نگاہوں سے روپوش رہ سکتے تھے......؟‘‘ اُس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

’’حالانکہ ہم نے کافی احتیاط کی تھی۔‘‘

’’میرے سوال کا جواب نہیں ملا۔‘‘ میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

’’آپ جیسے انسان سے فضول باتیں کرنا بے مقصد ہے مسٹر فلیکس! ہمارا تعلق فرانس سے اور ہمیں بھی آپ سے اتنی ہی دلچسپی ہے، جتنی کہ دوسروں کو۔‘‘

’’کافی معلومات حاصل کر رکھی ہیں آپ نے میرے بارے میں۔‘‘ میں نے کسی قدر نرم ے میں کہا۔

’’ہاں......یہی سمجھ لیں! کیا آپ ہماری ایک درخواست قبول کر لیں گے......؟‘‘

’’فرمایئے......!‘‘

’’پورے خلوص سے ایک پیشکش کرتا ہوں کہ ہم سے گفتگو کریں، ہمارے ساتھ ایک ت گزاریں۔ ممکن ہے، کوئی بہتر بات ہو سکے۔ اگر آپ، ہم سے مطمئن نہ ہو سکے تو ہم، پ کو آپ کی مرضی کے مطابق، جہاں آپ پسند کریں گے، پہنچا دیں گے۔‘‘

’’لیکن میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں مسٹر......؟‘‘

’’گریفن......‘‘ بھاری جبڑوں والے نے جواب دیا۔

’’شکریہ......تو مسٹر گریفن! میں آپ سے کب اور کہاں ملاقات کروں......؟‘‘

’’کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ اسی وقت ہمارے ساتھ چلیں......؟‘‘

’’کیا میری ساتھی آپ کو اِتنی ہی بدشکل نظر آتی ہے؟‘‘ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’بس...... میں اِتنا ہی کہوں گا کہ آج کے لئے اُس سے معذرت کر لیں۔ لیکن ایک سین رات، ہماری طرف سے......کل آپ چاہیں تو اسے طلب کر سکتے ہیں۔‘‘

’’ٹھیک ہے...... میں چند منٹ میں آتا ہوں۔‘‘ میں نے جواب دیا اور پھر میں واپس پنی میز پر آ گیا۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ وہ بھی اس مالے سے تعلق رکھتے ہیں اور یقیناً ان کا تعلق ایریسا سے نہیں تھا۔ چنانچہ اگر اِن لوگوں سے کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟ باقی اُنہیں باتوں میں گھمایا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے میں نے کسی انٹرنیشنل گروپ کے بارے میں نہیں سنا تھا۔ لیکن بہرحال! اِتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ فلیکس کا تعلق کسی انٹرنیشنل گروپ سے تھا۔

میری ساتھی لڑکی، اطمینان سے پی رہی تھی۔ میں اُس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ ’’ہنی......!‘‘ میں نے اُسے پکارا۔

’’یس، ڈارلنگ......!‘‘ اُس نے بہکی ہوئی آواز میں کہا۔

’’کمرے کی چابی تمہارے پاس ہے......؟‘‘

''ہاں...... میرے پاس ہی ہے۔''

''یہاں سے فارغ ہو کر میرے کمرے میں پہنچ جانا اور بیڈ پر لیٹ کر میرا انتظار کرنا۔''

''تم کہاں جا رہے ہو ڈیئر......؟''

''میرے چند دوست مل گئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے اُن کے ساتھ جانا ہے۔'' میں نے کہا اور لڑکی کا نشہ ایک دم اُتر گیا۔

''کب تک واپس آؤ گے، ڈارلنگ! میں بھی چلوں......؟''

''نہیں...... تمہارا چلنا مناسب نہیں ہے۔''

''لیکن بل کون دے گا......؟'' اُس نے کہا اور میں نے جلدی سے کچھ نوٹ نکال کر اُس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ اُس نے نوٹ دیکھے اور اُسے دوبارہ نشہ ہو گیا۔ ''او کے ڈیئر......! تم جاؤ۔ دوستوں کو بھی تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔'' اُس نے لہرا کر کہا اور میں واپس اُن لوگوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔

''چلیں جناب......؟'' گریفن نے پوچھا۔

''چلئے......!'' میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا اور وہ تینوں بل کی رقم پلیٹ میں ڈال کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور میں اُن کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چل دیا۔

میری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اتنی آسانی سے اُن کی بات نہ مانتا۔ لیکن میں تو ایسے کھیل، کھیلنے کا عادی تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے اُن کے درمیان بیٹھ گیا۔

''ہمیں حیرت ہے مسٹر فلیکس! آپ اتنے اطمینان سے گھوم رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ بہت سے لوگ، یہاں آپ کی آمد کے منتظر ہیں......؟''

''ہاں...... مجھے علم ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کوئی بھی آپ کو نہیں پا سکا......؟''

''کیا آپ نے ایئرپورٹ پر مجھے تلاش کرنے کی کوشش کی تھی......؟''

''ہاں......!''

''آپ کیوں نہیں پا سکے......؟''

''میرا خیال ہے، آپ نے اپنے پہنچنے کی اطلاع غلط دی تھی۔ آپ کسی اور فلائٹ سے آئے ہوں گے۔''

''کچھ ایسی ہی بات ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آزاد رہنا چاہتا تھا۔''

''ہم نے اِسی انداز میں سوچا تھا۔'' گریفن ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوبصورت کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ یہاں بھی میرا احترام برقرار رکھا گیا تھا۔ وہ لوگ مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت کمرے میں پہنچ گئے اور مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ گریفن میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ باقی دونوں آدمی باہر چلے گئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازمہ، شراب کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر لے آئی۔ اُس نے ٹرالی ہمارے نزدیک کھڑی کر دی اور واپس چلی گئی۔ اُس کے بعد دو خوبصورت لڑکیاں اور دو مرد اندر آئے۔ یہ دونوں نئے آدمی تھے اور گریفن کے ہم وطن ہی معلوم ہوتے تھے۔

گریفن نے اُن کا تعارف کرایا۔ سیاہ آنکھوں والی لڑکی ژیلیا تھی...... دوسری مجھے پسند نہیں تھی اس لئے میں نے اُس کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ اُسی دوسری لڑکی نے شراب بنائی اور ہمیں پیش کی۔

''یہ تمام اہم لوگ ہیں مسٹر فلیکس! تمہارا کیا خیال ہے، کوئی کام کی بات ہو جائے؟''

''اس سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا مسٹر گریفن! کہ آپ کی معلومات کہاں تک ہیں؟ مجھے اُمید ہے کہ آپ بھی پوری طرح تعاون کریں گے۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں...... ایک طرح سے یہ اہم بات ہے۔ بہرحال! تفصیل کچھ یوں ہے کہ انٹرنیشنل گروپ کے مسٹر گریفن، ایک جہاز سے سفر کر رہے تھے۔ کچھ پُراسرار لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اُن میں ایک شخص ایسا ضرور ہے، جو اُن کے ایک اہم راز سے واقف ہو گیا ہے۔ چنانچہ فضا میں طیارے اُڑا کر اُنہوں نے اُس جہاز کو راکٹوں کا نشانہ بنایا۔ بیشتر لوگ پیرا شوٹ سے نیچے کود گئے۔ باقی جو عام لوگ تھے، وہ جہاز کے ساتھ تباہ ہو گئے۔ نیچے کودنے والے افراد کے بارے میں بھی یہی خیال تھا کہ اُن میں سے وہ شخص زندہ بچ گیا ہے جو اُن کے راز سے واقف تھا۔

چنانچہ زمین پر بے شمار افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور یہ وہی تھے جو پیرا شوٹ سے کودے تھے۔ اور پھر اُن تمام لوگوں کو ایک ویران حصے میں ایک کیمپ میں رکھا گیا۔ یہاں اُن سے معلومات حاصل کی گئیں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی گئی کہ ان میں سے کون ہے جو اُن پُراسرار لوگوں کے راز سے واقف ہو گیا ہے؟ لیکن ظاہر ہے، کوئی بھی شخص یہ بات نہیں قبول کر سکتا تھا۔ چنانچہ اُنہیں قید رکھا گیا۔ اُنہیں بے تحاشہ اذیتیں دی گئیں اور اُن کے ماضی کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں۔

پھر جب وہ لوگ اس میں بھی ناکام رہے تو اُنھوں نے ان تمام لوگوں کو، جنھیں قید کیا گیا تھا، گولیوں کا نشانہ بنا دیا۔ لیکن دو ہی ماہ کے بعد پولینڈ میں ایک ایسا شخص پہنچا جو ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے معذور ہو گیا تھا۔ اور نجانے کس طرح ایک طویل فاصلہ طے کر کے وہاں تک پہنچ گیا تھا۔ یہ معذور شخص، فلیکس تھا۔ اور فلیکس نے جان کنی کے عالم میں پولینڈ کے ایک ڈاکٹر کو بتایا کہ وہ ایک اہم راز جانتا ہے۔ ایک ایسا راز جو ساری دنیا کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے...... اور اگر وہ مر جائے تو یہ راز امریکہ پہنچا دیا جائے۔

اس کے بعد فلیکس بے ہوش ہو گیا۔ پولینڈ کے اُس ڈاکٹر نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ مل کر اُسے ہوش میں لانے کی شدید کوشش کی، لیکن تین دن تک وہ ہوش میں نہیں آیا...... ہاں! تین دن کے بعد جب وہ ہوش میں آیا تو ڈاکٹرز کی شدید محنت سے انتہائی بہتر حالت میں تھا۔ اور اس کے بعد وہ شخص ٹھیک ہوتا چلا گیا۔ اُس کے ٹھیک ہو جانے کے بعد ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے اُس سے اِس راز کے بارے میں معلوم کیا۔ لیکن بھلا وہ راز یوں کسی کو کیوں بتا سکتا تھا؟ اور یہ تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں کہ وہ فلیکس تھا۔ پھر ایک رات وہ ہسپتال سے غائب ہو گیا۔ انٹرنیشنل گروپ کے لوگوں کا خیال تھا کہ فلیکس خود روپوش ہوا ہے۔ اس کے بعد سے بے شمار لوگ اُس کی تلاش میں تھے۔

تو یہ ہیں ہماری معلومات مسٹر فلیکس! اور اس کے بعد کے حالات سے آپ لاعلم نہ ہوں گے۔ ساری دنیا میں بے چینی کی ایک لہر پائی جاتی ہے۔ بیشتر ممالک کا خیال ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔ اور یہ خیال کچھ پراسرار لوگوں کی پراسرار سرگرمیوں سے پیدا ہوا ہے۔ وہ لوگ کون ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں؟ میرا خیال ہے، یہ بات ابھی بہت سارے ممالک کے ذہین ترین لوگوں کو بھی معلوم نہ ہو گی۔ چنانچہ بے شمار لوگ اس کوشش میں مصروف ہیں کہ کسی طرح مسٹر فلیکس سے رابطہ قائم کر کے اُن سے اُس راز کے بارے میں معلوم کریں۔ اس کے بعد مسٹر فلیکس کا خفیہ پیغام نشر ہوا کہ فلیکس، سوئٹزرلینڈ پہنچ رہا ہے اور وہاں وہ اس راز کا سودا کرے گا۔ ہر ملک، سب سے پہلے وہ راز پالینا چاہتا ہے۔ اور وہ پراسرار بے چینی، جو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے، اُسے ختم کرنا چاہتا ہے۔ تو مسٹر فلیکس! یہ ہے آپ کی شخصیت۔ اور اب آپ کو کوئی تردّد نہ رہا ہو گا۔ اور میں بڑے خلوص سے آپ کو یہ بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق فرانس سے ہے اور میں بھی دوسرے لوگوں کی مانند، یہاں آپ ہی کی تلاش اور جستجو میں آیا ہوں۔''

''شکریہ مسٹر گریفن! لیکن کیا آپ کو علم ہے کہ فلیکس اِس سلسلے میں کیا کرنا چاہتا ہے؟''

''سیدھی سی بات ہے مسٹر فلیکس! آپ اُس راز کو فروخت کریں گے اور ہم بھی اس کے گاہکوں میں شامل ہیں۔''

میں چند ساعت خاموش ہو کر کچھ سوچتا رہا۔ میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ اگر یہ بات ہے تو صرف ایریسا ہی مجھے ایئرپورٹ پر ریسیو کرنے کے لئے کیوں پہنچی تھی؟ اُس کے اندازِ گفتگو سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کسی طور اس بات کی متوقع ہے کہ میں کبھی خصوصی طور پر اُس کی جانب توجہ دُوں گا...... میں، یعنی فلیکس کی حیثیت سے...... بہرصورت! یہ بڑی دلچسپ بات تھی کہ مجھے انتہائی اہم معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔

دفعتہً ہی میری دلچسپیاں بڑھ گئی تھیں۔ بلاشبہ یہ کیس میرے شایانِ شان تھا۔ اب تک میں جو کچھ کرتا رہا تھا، اُس میں بلاشبہ میرا واسطہ بے حد خطرناک لوگوں سے پڑتا رہا تھا۔ اور مجھے اُن کے خلاف کامیابی بھی نصیب ہوئی۔ لیکن کسی بھی کیس کی نوعیت اتنی اہم نہیں تھی، جتنی کہ میں چاہتا تھا۔ یہ معاملہ ایک بین الاقوامی حیثیت رکھتا تھا۔ اور یہ بہت ہی دلچسپ بات تھی کہ بے شمار ملکوں کے جاسوس اور اہم ترین لوگ اِس سلسلے میں اس حد تک دلچسپی لے رہے تھے۔ چنانچہ اگر میری ٹانگ بھی اس میں پھنس جاتی تو مجھے بے حد مزہ آتا۔ مجھے خود کو آزمانے کا موقع ملتا۔ ابھی صورتِ حال یہ تھی کہ وہ راز کیا ہے؟ اور اصل فلیکس کہاں گیا؟ تو یہ اُن لوگوں کا کام تھا، میرا نہیں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ایریسا کا تعلق کون سے ملک سے ہے؟ اور وہ کیا کام کر رہی ہے؟ لیکن ظاہر ہے، ابھی تک میرے پاس ان تمام باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''تو مسٹر فلیکس! کیا آپ اس بارے میں کوئی فیصلہ کر چکے ہیں...... آپ نے کسی ملک کا انتخاب کر لیا ہے؟ اگر یہ بات ہے، تب بھی ہمیں آپ سے اختلاف نہ ہو گا۔ صرف ہم، آپ سے تعاون چاہیں گے۔''

''وہ تعاون کیا ہو گا مسٹر گریفن......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ آپ نے وہ راز کس ملک کے ہاتھ فروخت کیا؟''

''ہوں...... لیکن مسٹر گریفن! میری، آپ سے ابھی ملاقات ہوئی ہے۔ اور آپ یقین فرمائیں کہ اس سلسلے میں ابھی تک میری کسی اور کے ساتھ کوئی بات نہیں ہوئی۔ جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ میں نے اپنی آمد کی اطلاع ضرور دی تھی۔ لیکن اپنے آنے کے وقت اور

ذریعہ سفر کو صیغہ راز میں رکھا۔ اس طرح کوئی مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔ آپ لوگ پہلے ہیں جو مجھ تک پہنچے ہیں اور مجھ سے ملاقات کی ہے۔ ایسی صورت میں کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں دوسرے لوگوں سے بھی رابطے قائم کروں اور اس کے بعد فیصلہ کروں کہ مجھے کس ملک کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے؟''

''مسٹر فلیکس! یہ بات آپ کے ذہن میں بھی ہونی چاہیئے کہ جو بھی آپ سے ملاقات کرے گا، اُس کی انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ وہ اپنے طور پر آپ سے یہ راز معلوم کرے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو ہر جگہ اس کی منہ مانگی قیمت ملے گی۔ چنانچہ ہمیں یہ خدشہ تو ہونا ہی چاہیئے کہ اگر آپ، کسی اور کے ہاتھ بِک گئے تو ہمیں کچھ نہ ملے گا۔''

''ہاں...... آپ کا یہ خیال درست ہے۔ لیکن اِس سلسلے میں آپ، راز کی قیمت کا کیا تعین کرتے ہیں؟''

''مسٹر فلیکس! اِس کا تعین آپ کریں گے۔ ہمیں ہر قیمت پر وہ راز، درکار ہے۔ آپ جو بھی قیمت متعین کریں گے، وہ آپ جس بھی شکل میں، جو آپ پسند کریں، دے دی جائے گی۔ یہ ہماری خوش بختی ہے کہ آپ سب سے پہلے ہم سے آ ملے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی تو کچھ سوچا جا سکتا ہے مسٹر گریفن!'' میں نے کہا۔

''وہ کیا......؟''

''میں آپ کو وہ راز بتا دُوں۔ اور اس کے بعد میں دوسرے کچھ لوگوں سے بھی رابطہ قائم کر لوں۔ اور اُن سے دولت وصول کر لوں۔ میرا خیال ہے، ایسی صورت میں وہ راز آپ کے لئے بے مقصد ہو جائے گا۔''

''ہاں...... لیکن پہلے آپ قیمت کا تعین کر لیں۔ آپ کو اجازت ہے کہ جہاں تک آپ کی پہنچ ہو، آپ [illegible] قیمت [illegible]۔ بات طے ہونے کے بعد ہمیں آپ پر کچھ اختیارات حاصل ہو جائیں گے۔ آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن کچھ ذمہ داریاں آپ پر ضرور عائد ہو جائیں گی، جن کی رو سے ہمیں یہ خطرہ نہ رہے کہ آپ' دوسروں کے لئے بھی کارآمد ہو سکیں گے۔''

''ان ذمہ داریوں کی کیا صورت ہوگی......؟''

''مثلاً یہ کہ آپ کو پیرس بھیج دیا جائے۔ اور ایک مختصر وقت کے لئے آپ، تمام آسائشوں کے ساتھ نظر بند رہیں۔ آپ کو کسی کمی کا احساس نہ ہو، اور ہماری بھی تسلی رہے۔''

''ٹھیک ہے...... عمدہ خیال ہے اور قابل قبول بھی۔ لیکن اس کے لئے آپ مجھے کچھ وقت ضرور دیں گے۔''

''مثلاً......؟'' گریفن نے پوچھا۔

''ایک یا دو دن۔''

''ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ دو دن آپ ہمارے ساتھ ہی گزاریں گے۔''

''یعنی میں یہاں سے جا نہیں سکتا......؟''

''یہ بات نہیں۔ پہلے آپ، ہم سے اپنی ضرورت بیان کر دیں۔ اگر ہمارا سودا، آپ کی مرضی کے مطابق ہو جائے تو آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے۔ دراصل! ہم آپ کو کسی دوسرے کے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتے۔''

''ہوں......!'' میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ صاف ظاہر تھا کہ اب وہ لوگ اس وقت تک مجھے چھوڑنے کے روادار نہیں تھے جب تک معاملات، اُن کے علم میں نہ آ جاتے۔ دلچسپ صورتِ حال تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تفریح ہی تھی، بھرپور کیوں نہ کی جائے۔ چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اور میرا میزبان کون ہوگا؟''

''خاتون ژلیلیا......!'' چالاک لوگوں نے میری دلچسپی کا اندازہ لگا لیا تھا۔ ژلیلیا نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

''تب مجھے آرام کی اجازت دیں۔ ان کی میزبانی کون ناپسند کرے گا......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ لوگ خوش دلی سے مسکرا دیئے۔ پھر سب کھڑے ہو گئے۔

''اور مادام! آپ جانتی ہیں کہ آپ کے مہمان کی کیا حیثیت ہے؟'' گریفن نے کہا اور ژلیلیا نے گردن ہلا دی۔ تب ہم اس بڑے کمرے سے نکل آئے۔ ژلیلیا میرے ساتھ تھی۔ اس لڑکی کی چال بے حد دلکش تھی۔ یوں بھی جسمانی طور پر وہ مناسب ترین لڑکی تھی۔ وہ مجھے لے کر ایک خوبصورت خواب گاہ میں آ گئی۔ یہ خواب گاہ، خوابوں کی جنت ہی تھی۔ اتنی حسین کہ آدمی مچل جائے......

''بعض لوگ کیا تقدیر لے کر پیدا ہوتے ہیں......؟'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نہیں سمجھا......''

''آپ کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔''

''میری تقدیر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے......؟''

''سونے کے قلم سے لکھی گئی ہے......'' وہ ہنس پڑی۔

''آخر کیوں......؟''

''اس وقت یورپ کے تمام ممالک آپ کی توجہ کے طالب ہیں اور آپ پر خزانوں کے منہ کھول دینا چاہتے ہیں۔ کیا آپ دنیا کے امیر ترین انسان نہیں ہیں......؟''

''ابھی تو میں ایک قیدی ہوں۔'' میں نے اطمینان سے ایک آرام کرسی پر دراز ہوتے ہوئے کہا اور ژیلیا مسکرانے لگی۔

''اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ نہ جانے آپ کس طرح اِس آسانی سے اِن لوگوں کے ساتھ آ گئے؟ میرا خیال ہے یہاں آپ سے غلطی ہوئی ہے۔''

''ہاں......اب محسوس ہوتا ہے۔''

''بہرحال! حرج ہی کیا ہے؟ آپ کو اُس راز کی قیمت ہی وصول کرنی ہے۔ اور قیمت بھی محدود نہیں ہے۔ میرا خیال ہے، وہ آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق قیمت ادا کریں گے۔''

''کیا کہا جا سکتا ہے ژیلیا......؟'' میں نے کہا۔

''کیوں......؟''

''اس کے بعد جو پابندیاں میرے اُوپر عائد کی جائیں گی، اُن کے تحت میں اُن کے شکنجے میں رہوں گا۔ اور ظاہر ہے، میں اس پورے ملک سے جنگ نہیں کر سکتا۔''

''اوہ......نہیں! جو کچھ آپ سے کہا گیا ہے، اس کی پابندی کی جائے گی۔''

''خیر......چھوڑیں اِن باتوں کو۔ اس سلسلے میں تو میرے ذہن میں کچھ اور ہی ہے۔''

''کیا......؟'' اُس نے دلچسپی سے پوچھا۔ وہ بڑی بے تکلفی سے میرے نزدیک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ اُس کے انداز میں مکمل خود سپردگی تھی۔

''تمہارے خیال میں وہ مجھے کیا دے سکتے ہیں......؟''

''میں تو کہتی ہوں، آپ اُن سے پیرس کا کوئی بڑا علاقہ بھی طلب کریں گے تو وہ انکار نہیں کریں گے۔''

''اس لئے کہ اُنہیں دینا پڑے گا......؟''

''نہیں......تم اس قدر بد دل کیوں ہو؟''

''حالات کو جانتا ہوں ژیلیا! اور میں نے اُنہیں شکست دینے کے بارے میں سوچا

ہے۔''

''ممکن ہے، لیکن آسان نہیں۔ اُنہوں نے سخت ترین پہرہ لگا رکھا ہو گا۔ تم جانتے ہو، تم اُن کے لئے کس قدر قیمتی ہو۔''

''ہاں......مجھے اندازہ ہے۔ لیکن پھر تم کس طرح کہہ رہی ہو کہ ممکن ہے؟''

''ہم اس سلسلے میں کوشش کر سکتے ہیں۔''

''ہم سے تمہاری کیا مراد ہے......؟''

''میں تمہارا ساتھ دُوں گی۔''

''تم......ژیلی......؟''

''ہاں......!''

''لیکن اچانک تمہارے ذہن میں یہ تبدیلی کس طرح پیدا ہوئی؟ تم تو......''

''دل سے نہیں فلیکس! میں نسلاً فرنچ ہوں۔ لیکن میرا باپ ہالینڈ کا باشندہ تھا۔ اُس نے اُس ہی میں زندگی گزاری۔ بہرحال! ان باتوں کے قطع نظر میں اپنے لئے بھی کچھ کرنا چاہتی ہوں۔''

''تو کیا تم......؟''

''ہاں......میں ان لوگوں کی وفادار نہیں ہوں۔''

''تم ہالینڈ کے لئے کام کر رہی ہو......؟''

''نہیں......ہالینڈ کے لوگوں نے مجھ سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ اور میں کبھی کبھی اُن کے لئے بھی کام کرتی ہوں۔ اُنہوں نے احتیاطاً مجھ سے کہا بھی تھا کہ اگر فلیکس کسی طرح گریفن کے ہاتھ لگ جائے تو اُنہیں اطلاع دی جائے۔ اس کے علاوہ وہ اُن لوگوں کی کوششوں سے باخبر رہنا چاہتے تھے۔ اور میں یہ فرض بخوبی انجام دے رہی ہوں۔''

''اوہ......تو تم میرا معاملہ ہالینڈ سے کرانا چاہتی ہو......؟''

''فرض کرو، میں ہاں کہوں تو......؟''

''لیکن سوال یہی پیدا ہوتا ہے ژیلی! کہ کیا ہالینڈ والے بھی اِس انداز میں نہیں سوچیں گے؟'' میں نے لڑکی کو اعتماد میں لینے کے لئے رازدارانہ انداز اختیار کیا۔

''لیکن ہم ان کے لئے بھی کام نہیں کریں گے۔''

''مجھے اعتراض نہیں۔ لیکن سوال وہی......''

''نہیں۔ یہ سوال مختلف ہو جاتا ہے۔ ہم کسی ایک ملک کے وفادار نہیں بنیں گے۔ پہلے خود کو مضبوط کریں گے، اِس انداز میں کہ ہم کسی ملک کے تابع نہ رہیں۔ سودا تو ایمانداری سے کریں گے، لیکن خود کو مضبوط کرنے کے لئے۔''

''اور وہ مضبوطی کیا ہوگی......؟''

''بہت سے طریقے سوچے جاسکتے ہیں فلیکس! مثلاً ہم اس کو ریکارڈ کر کے ایک ایسی جگہ محفوظ کر دیں جہاں سے ہمارے کارکن کسی مخصوص عرصے میں نشر کر دیں۔ ہم ان لوگوں کو یہ دھمکی دے سکتے ہیں۔ اگر یہ پہلو کمزور ہوا تو ایسی ہی دوسری چیزیں۔''

''ہاں......عمدہ سوچ ہے۔ لیکن سب سے اہم مسئلہ تو رہ ہی جاتا ہے۔''

''کیا......؟'' اُس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''یہاں سے نکلنے کا۔''

''اس کے لئے میں بندوبست کرلوں گی۔''

''اوہ......کوئی خفیہ راستہ......؟''

''نہیں......اگر تم اجازت دو تو میں کوشش کرسکتی ہوں۔''

''سوچ کیوں رہی ہو......؟''

''اس سے پہلے تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔''

''کرو......!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

''ذہانت اور حسن اگر یکجا ہو جائیں تو انہیں ہر شخص پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تم انتہائی حسین ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی ذہین بھی ہو۔ اور میرا خیال ہے، میرے جیسا شخص اس سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں کرسکتا۔''

''کیا میں اِس قابل ہوں فلیکس! کہ تم مجھے اپنی زندگی میں شریک کرلو......؟'' لڑکی نے پوچھا۔

''ہاں......!'' میں نے جواب دیا۔ ''لیکن ژیلیا! کیا ایسے فیصلے تمہارے خیال میں چند لمحات میں ہو جاتے ہیں؟''

''مسٹر فلیکس! جہاں تک میرا خیال ہے، فیصلے تو چند لمحات ہی میں ہوتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض معاملات پر بہت زیادہ غور کرنا پڑتا ہے۔ لیکن جو، جذباتی معاملے ہوتے

ہیں، وہ غور وخوض سے مبرا ہوتے ہیں۔ اگر تمہارے دل میں میرے لئے گنجائش نکل سکتی ہے تو ایک لمحے میں۔ اور اگر تم اس سلسلے میں سوچتے ہو تو اس کا مقصد ہے کہ گنجائش کا پہلو باقی نہیں رہتا بلکہ نفع ونقصان سامنے آجاتا ہے۔''

''ٹھیک تجزیہ ہے......لیکن ژیلی! ہماری ملاقات کو تو ابھی زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں نے کہا نا! اگر تمہارا ذہن اس چیز کو قبول کرتا ہے تو تم مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کردو۔ نہیں تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔''

''فرض کرو! میں اس بات کو قبول کرلیتا ہوں، تب......؟''

''تو پھر بہت سارے معاملات مشترک ہو جاتے ہیں۔''

''مثلاً......؟'' میں نے پوچھا۔

''مثلاً میں یہ نہیں سوچوں گی کہ مجھے تم سے سودے بازی کرنی چاہئے۔ ظاہر ہے، جب تم میری زندگی کے ساتھی ہو گے تو پھر ہمارے مفادات مشترک ہو جائیں گے۔''

''کیوں نہ ہم دوسرے پہلو کو بھی ذہن میں رکھیں......'' میں نے بلاوجہ حجت کی۔ حالانکہ جو کچھ میں تھا، میں جانتا ہی تھا۔

''مثلاً......؟'' ژیلیا نے پوچھا۔

''مثلاً یہ کہ اگر میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل نہ کروں تو پھر ہمارے معاملات کس طرح چلیں گے؟''

''فلیکس! اس راز کی قیمت جس قدر تمہیں ملے گی، وہ دولت اتنی ہو گی کہ تم اپنی کئی پشتوں کے ساتھ عیش وآرام کی زندگی بسر کرسکو گے۔ تب پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا حصہ مجھے بھی دے دینا۔ میں جانتی ہوں کہ وہ اتنا ہو گا کہ میری زندگی بھی بہتر طور سے گزر جائے گی۔ دراصل میں ان لوگوں میں زیادہ خوش نہیں ہوں۔ جو کچھ کر رہی ہوں، وہ صرف مجبوری ہے۔ چنانچہ میں چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی کو کسی پرسکون نقطے پر لے آؤں۔''

''اگر یہ بات ہے ژیلیا! تو پھر ٹھیک ہے۔ ہمیں صرف کام کرنا چاہئے۔ میں تمہارے دونوں مطالبوں میں سے ایک مطالبہ ضرور تسلیم کرلوں گا۔''

''فلیکس! برا نہ مانو تو ایک بات کہوں......؟'' ژیلیا نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں، ہاں......کہو؟''

''مجھے اس سلسلے میں کسی مایوسی کا سامنا تو نہیں کرنا پڑے گا......؟''

''تمہاری مراد ہے کہ میں تمہیں دھوکہ دُوں گا......؟''

''ہاں...... یہی میرا مقصد ہے۔ مجھے معاف کرنا!'' ژیلیا نے کہا۔

''نہیں ژیلی! تم خود سوچو، وہ دولت اتنی بڑی ہوگی کہ اُس میں سے تمہیں ایک حصہ دینا میرے لئے زیادہ مشکل نہ ہوگا۔ چنانچہ اس انداز میں مت سوچو۔ ہاں! اگر کسی قسم کا کامل اطمینان چاہتی ہو، تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''نہیں...... ایسا اطمینان تو کیا ہوگا۔ ظاہر ہے، ہم جو کام کر رہے ہیں، وہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے ہم باقاعدہ شرائط رکھیں۔ تم بھی غیر یقینی حالات میں ہو اور میں بھی۔'' ژیلیا نے کہا۔

''بس! تو پھر بھروسہ رکھو! اور یقین کرو، کہ ہمارے تمہارے درمیان جو معاملات ہوں گے، بخیر وخوبی انجام پا جائیں گے۔'' میں نے کہا اور ژیلیا خاموش ہوگئی۔ چند ساعت خاموش رہی۔ پھر اُس نے کہا۔

''تو فلیکس! سب سے پہلے ہم یہاں سے نکلنے کا بندوبست کریں گے۔ لیکن اس لئے ہمیں جدوجہد کرنا ہوگی۔''

''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں؟'' میں نے جواب دیا۔

''کیا تم سمجھتے ہو...... کیا اس کمرے سے باہر بے شمار لوگ تعینات نہ ہوں گے...... کمرے کے باہر اور قرب و جوار میں ہی کافی لوگ ہوں گے۔ اور میں تو سمجھتی ہوں کہ کونے کونے میں آدمی پھیلے ہوں گے اور چونکہ تم ان کے لئے نعمت بے بہا کی حیثیت ہو، لہٰذا وہ ہر قیمت پر تمہاری پوری پوری نگرانی کریں گے اور تمہیں کسی بھی طور پر [illegible] ہونے دیں گے۔''

''یقیناً...... ان حالات میں مجھے اِس بات کا اعتراف ہے۔''

''اگر میں چاہوں تو میں بھی اس کمرے سے نکل کر تمہارے لئے فرار کا بندوبست کر سکتی۔ کیونکہ بہرصورت! میں تمہاری خلوت میں ہوں۔ اور گریفن بے حد چالاک آدمی [illegible] وہ ماہر نفسیات بھی ہے۔ اور اچھی طرح جانتا ہے کہ عورت اور مرد اگر خلوت میں رہ [illegible] پھر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُن کا تاثر ایک دوسرے کے لئے کیا ہوگا؟'' ژیلیا نے کہا [illegible] مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ کافی بولنے والی لڑکی تھی۔

''تو پھر تمہارا ارادہ کیا ہے؟''

''میں اپنے ان ساتھیوں سے کام لینا چاہتی ہوں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ میں گریفن کے گروہ میں شامل ہونے کے باوجود اُن کے لئے کارآمد ہوں۔''

''یعنی ہالینڈ کے ایجنٹ......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں...... اُن کا چیف مارکو ہے۔ اور مارکو، جو کچھ ہے، اس کے بارے میں تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ بے حد خطرناک شخص ہے۔''

''ٹھیک ہے...... لیکن اُن سے رابطہ کیسے قائم کرو گی؟''

''بس! ابھی کرتی ہوں۔'' ژیلیا نے کہا اور پھر وہ بیڈ سے نیچے اُتر گئی۔ اُس نے اپنے بدن کے گرد چادر لپیٹ لی تھی۔ بیڈ کے ساتھ ہی اُس کے سینڈل رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ژیلیا نے اپنا ایک سینڈل اُٹھا لیا۔ داہنے پیر کے اس سینڈل کی ہیل کافی اُونچی تھی۔ ژیلیا اسے گھمانے لگی اور ہیل کی جوڑ [illegible] کھلنے [illegible]۔ جب ہیل علیحدہ ہوگئی تو ژیلیا نے سینڈل کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اُس میں ٹرانسمیٹر کی ایک مشین نصب تھی۔ ژیلیا نے نمبر سیٹ کیا اور سرگوشی کے انداز میں بولی۔

''ہیلو...... ہیلو...... مسٹر مارکو...... ہیلو...... ہیلو......''

چند ساعت، سیٹیوں کی سی آوازیں اُبھرتی رہیں۔ اور پھر ایک باریک سی آواز نکلی۔

''ہیلو...... نمبر تین، مارکو بول رہا ہے۔''

''اوہ...... جناب! بہت ہی ضروری پیغام ہے۔''

''ہاں، ہاں...... کہو، کیا بات ہے؟''

''وہ یہاں پہنچ گیا ہے۔''

''کیا......؟'' دوسری طرف سے آنے والی آواز، تحیر سے بھرپور تھی۔

''جی ہاں...... وہ پہنچ چکا ہے۔''

''کب...... کیسے......؟ کیا تمہیں یقین ہے......؟''

''بہت اچھی طرح۔''

''کہاں ہو......؟''

''میں آپ کو اپنی رہائش گاہ کے بارے میں بتا چکی ہوں۔''

''ہاں...... میرے پاس نوٹ ہے۔ تم پھر بھی بتا دو!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور ژیلیا نے اپنے اس پتے کے بارے میں تفصیل بتانا شروع کر دی۔

’’ٹھیک ہے......ٹھیک ہے...... مجھے اندازہ ہوگیا ہے۔لیکن ژیلیا! کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ فلیکس ہی ہے؟‘‘

’’جی ہاں جناب......!‘‘

’’لیکن وہ اِس وقت کہاں ہے......؟‘‘

’’میرے ساتھ کمرے میں موجود ہے۔ان لوگوں نے اُس سے گفتگو بھی کی ہے۔‘‘

’’کیا نتیجہ نکلا اس گفتگو کا؟ اور کیا تم اس گفتگو میں شریک تھیں......؟‘‘

’’جی ہاں......!‘‘

’’تو پھر نتیجہ کیا رہا......؟‘‘

’’وہ ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکا ہے۔‘‘

’’لیکن وہ اُن کے ہاتھ کیسے لگ گیا ہے؟‘‘

’’ایک نائٹ کلب سے جناب۔‘‘ ژیلیا نے جواب دیا۔

’’ژیلیا! تم نے اہم ترین خبر سنائی ہے۔تمہیں یقین ہے کہ اس سلسلے میں تمہیں کوئی دھوکہ تو نہیں ہوا ہے؟‘‘

’’بالکل جناب......بس! میرا خیال ہے کہ آپ جلدی کریں۔‘‘ ژیلیا نے جواب دیا۔

’’کیا چاہتی ہو......؟‘‘

’’میرا خیال ہے، آپ اس عمارت پر ایک بھرپور ریڈ کریں۔اور اس طرح اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ میں اسے اپنے طور پر روکوں گی اور آپ کے آدمیوں کی رہنمائی کروں گی۔‘‘

’’ٹھیک ہے ژیلیا! وہاں کتنے آدمی ہیں؟‘‘

’’تقریباً بیس......اس سے زیادہ کا امکان نہیں ہے۔ہاں! کم ہو سکتے ہیں۔‘‘

’’اور وہ لوگ جدید ترین اسلحے سے لیس ہوں گے......؟‘‘

’’ہاں......ظاہر ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے ژیلی! ہم اب سے آدھے گھنٹے کے بعد پہنچ رہے ہیں۔تم کوشش کرنا کہ ہمیں کوئی سگنل دے سکو۔‘‘

’’بہتر ہے......!‘‘ ژیلیا نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

☆......☆......☆

میں دلچسپ نگاہوں سے اُس لڑکی کو دیکھ رہا تھا، جو نہ صرف حسین تھی بلکہ ذہین بھی تھی۔ اور اپنی انہی خصوصیات کی بناء پر کارآمد بھی تھی۔لیکن اتنی بھی نہیں تھی کہ میں اُسے اپنے سر پر بٹھا لیتا۔ اور یوں بھی ان حالات میں اُسے اپنانے کا کوئی جواز ہی نہیں تھا کیونکہ وہ جن بنیادوں پر کام کر رہی تھی، یہاں تو اُن کا سلسلہ ہی نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے صرف مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے پر اکتفا کیا۔ژیلیا، گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔تب اُس نے اپنا لباس اُٹھا کر پہننا شروع کر دیا۔

’’تم بھی تیار ہو جاؤ فلیکس! ہمیں کیا کرنا ہے، کیا تم اس کے بارے میں اندازہ لگا سکے؟‘‘

’’بالکل بے فکر رہو!‘‘ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ژیلیا بھی مسکرانے لگی، پھر بولی۔’’تم مجھے یہاں نہ چھوڑ دینا۔ ورنہ میرے ساتھ بڑا برا سلوک ہوگا۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر میں بھی لباس وغیرہ پہن کر تیار ہو گیا۔

اب ہم انتظار کر رہے تھے۔لمحات، خاموشی سے گزر رہے تھے۔ژیلیا میری شکل دیکھ رہی تھی۔اُس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ اور پھر آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کئی خوف ناک دھماکے سنائی دیئے...... یہ دھماکے یقیناً ہینڈ گرنیڈ کے تھے۔ اور پھر چاروں طرف بھگدڑ مچ گئی۔ اور اس کے بعد بے تحاشا گولیاں چلنے لگیں۔ چند آدمی ہمارے کمرے کے دروازے تک آئے۔ اور پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ یہ سب گریفن کے آدمی تھے۔

’’کیا بات ہے؟‘‘ میں نے چیختے ہوئے پوچھا۔

’’شاید......شاید کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔آپ لوگ، یہیں رہیں۔‘‘ اُس شخص نے کہا جو اندر

تک آیا تھا۔

لیکن اب میرا رُکنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ جونہی وہ پلٹا کہ دروازہ بند کرے، میں نے پیچھے سے اُس کی گردن پکڑ لی۔

وہ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، لیکن اُس کی گردن، میرے ایک بازو اور کلائی میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی۔ میں نے اُسے زمین سے اُوپر اُٹھالیا تھا۔ چند ساعت کے بعد جب اُس کی آنکھیں، حلقوں سے باہر نکل آئیں تو میں نے اُسے وہیں زمین پر لٹا دیا اور خود ژیلیا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔

''تم اس عمارت کی پچویشن سے تو واقف ہی ہو؟'' میں نے تیز دوڑتے ہوئے اُس سے سوال کیا۔

''ہاں...... میں تمہیں با آسانی نکال کر لے جاسکتی ہوں۔''

چند ساعت کے بعد ژیلیا ایک کمرے تک پہنچ کر رُک گئی۔ اُس نے اُس کمرے کا دروازہ کھولا اور عمارت کے عقب میں نکل آئی۔ لیکن یہ جگہ بھی محفوظ نہیں تھی۔ ہمیں زمین پر لیٹ کر رینگنا پڑا۔ گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے سروں کے اُوپر سے گزر رہی تھیں اور ہم اگر ذرا بھی اُونچا ہونے کی کوشش کرتے تو کوئی گولی ہمیں چاٹ سکتی تھی۔ بہرصورت! عجیب سا منظر تھا کسی کی بھی کوئی تخصیص نہیں تھی کہ کون کیا ہے؟ بس! اندھا دُھند فائرنگ ہو رہی تھی۔ بالکل جنگ کا سا منظر تھا۔ لیکن ژیلیا جس جانب رینگ رہی تھی، وہ یقیناً اُس کی جانی پہچانی جگہ تھی پھر ہم ایک اور دروازے تک پہنچ گئے۔ ژیلیا نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ اور دوسرے لمحے ہم دروازے کے باہر تھے۔ سامنے ایک طویل میدان پڑا ہوا تھا، لیکن اس میں جگہ جگہ درخت نظر آ رہے تھے۔ اور یہ درخت آڑ لینے کے لئے بہترین ثابت ہوئے۔ ہم میدان کے دوسرے سرے تک پہنچ گئے، جہاں مکانات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ لیکن اب اُن مکانات میں روشنیاں پھیلتی جا رہی تھیں۔ گولیاں چلنے کی آوازیں سن کر قرب و جوار کے لوگ سراسیمہ ہو گئے تھے۔ بہرصورت! ہم نے کوشش یہی کی کہ ہمیں نہ دیکھا جاسکے۔ اور یوں مکانوں کی آڑ لیتے ہوئے ہم کافی دُور نکل آئے۔ ہماری حالت زیادہ اچھی نہیں تھی، خاص طور سے ژیلیا کی۔

''میں تھک گئی......!''

''اتنی جلدی......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں فلیکس...... بہرحال! عورت ہوں۔''

''لیکن عام عورتوں سے مختلف۔ بلاشبہ! جو ترکیب تم نے سوچی، وہی کارآمد تھی۔ ورنہ یہاں سے نکلنا آسان کام نہ ہوتا۔''

''آؤ...... اس سڑک سے ہمیں ٹیکسی مل جائے گی۔'' ژیلیا نے کہا۔ اور پھر میرے ساتھ چل پڑی۔ ''ہمیں کسی غیر معروف ہوٹل میں قیام کرنا چاہئے فلیکس! اب ہمیں پوری طرح ہوشیار رہنا ہوگا۔''

''ہاں......'' میں نے گردن ہلا دی۔ اور پھر ہم ایک سڑک پر نکل آئے۔ ژیلیا نے ایک ٹیکسی روکی اور پھر اُس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ ٹیکسی کو دُور ہی چھوڑ دیا گیا تھا اور ہم دونوں پیدل اُس ہوٹل کی جانب چل دیئے، جس کا ہم نے انتخاب کیا تھا۔

ہوٹل میں کمرہ حاصل کرنے کے بعد ہم اُس میں مقیم ہو گئے۔ ژیلیا ایک کرسی پر گر کر گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔ ''ایسی ضرب لگی ہے گریفن پر کہ تلملا کر رہ جائے گا۔ لیکن ہماری پوزیشن کافی عرصے تک محفوظ رہے گی۔'' اُس نے کہا۔

''کس طرح......؟''

''مارکو سمجھے گا کہ گریفن نے ہمیں غائب کر دیا ہے۔ اور گریفن سمجھے گا کہ مارکو، ہم دونوں کو لے گیا۔''

''عمدہ سوچ ہے تمہاری۔'' میں نے تعریف کی۔

''بس...... تم دیکھتے رہو فلیکس! تمہیں اندازہ ہوگا کہ میں بھی کوئی معمولی حیثیت کی حامل نہیں ہوں۔ گرین رینگ کی مالک ہوں۔ اور ایک طرح سے عہدے میں گریفن سے کم نہیں ہوں۔ بس! میرے پاس کوئی باقاعدہ شعبہ نہیں ہے۔ اور اس سلسلے میں گریفن کو انچارج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ لیکن وہ مجھے حکم نہیں دے سکتا تھا۔''

''ظاہر ہے...... اگر ایسا ہوتا تو اس ملاقات میں تم شریک نہ ہوتیں، جس میں سودے کی گفتگو کی گئی تھی۔'' میں نے کہا۔

''میں تھک گئی ہوں فلیکس! اب آرام کرنے کی اجازت دو۔''

''میں بھی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور ہم دونوں بستر پر آ گئے۔ ژیلیا واقعی تھک گئی تھی، کیونکہ وہ لیٹتے ہی سو گئی۔ ویسے یہ بھی ہمت کی بات تھی کہ ان سنگین حادثات سے گزرنے کے باوجود اُسے نیند آ گئی۔

میں البتہ جاگ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ میرے ذہن کی مشین تیزی سے کام کر رہی تھی۔ اب اُس لڑکی کے ساتھ کچھ وقت گزارا جائے یا نہیں؟ لیکن اُسے مزید احمق بنانے سے کیا فائدہ؟ ظاہر ہے، جس توقع پر وہ میرے ساتھ آئی تھی، اُن میں سے کوئی پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ نہ تو میں فلیکس تھا اور نہ اُس سے شادی کر سکتا تھا۔ رہی میری بات، تو میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ یعنی میں اُس پراسرار شخصیت کے بارے میں معلوم کر چکا تھا کہ وہ ان لوگوں کے لئے باعث دلچسپی کیوں تھی؟ یہ بھی پتہ چل چکا تھا۔

اور میرے ذہن میں کچھ نئی راہیں کھل گئیں۔ ایک عمدہ خیال میرے ذہن میں آیا۔ اور بلاشبہ! یہ کین فیملی کے پورے ماضی سے بڑی بات تھی۔ اگر میں ایک شریفانہ زندگی اختیار کر لوں تو......؟ ہاں! یہ میری زندگی کا ایک اہم مرحلہ ہو گا۔ میں کہیں بھی رہوں، کچھ بھی کروں، ایک پراسرار نام...... میرے ذہن میں بے شمار شگوفے پھوٹ نکلے۔ وہ سب کچھ اچانک ذہن میں آ گیا تھا، جو تصورات سے بھی بالاتر تھا۔ ہاں! ایک خواہش تھی، جسے میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ لیکن اس وقت، اس درمیانے درجے کے ہوٹل کے ایک کمرے میں ٹھیک چند لمحات کی ساتھی لڑکی کے ساتھ لیٹے ہوئے زندگی کا اتنا بڑا معمہ حل ہو گیا تھا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ میں نے ایک مقصد پا لیا تھا۔ وہ مقصد جو زندگی کے راستوں میں ایک اہم مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔

نہ جانے کب تک میں خیالات کے تانوں بانوں میں اُلجھا رہا۔ لیکن ہر گزرتا ہوا لمحہ مجھے جگا رہا تھا۔ میرے اندر کی وہ کیفیت ختم ہو گئی تھی جو سٹاک ہوم سے واپس آتے ہوئے مجھ پر طاری ہو گئی تھی۔ اور اب میں ایک چاق و چوبند انسان تھا۔

چنانچہ اب ڈن کین ایک دوسری شخصیت اختیار کر چکا تھا۔ انسان کے سامنے اگر کوئی مقصد نہ ہو تو وہ کتنا نامکمل ہوتا ہے...... اُس کی ہر جدوجہد اُس کا مذاق اُڑاتی ہے اور وہ خود کو کس طرح ڈانواڈول پاتا ہے۔

کمرے کے ایک روشن دان سے سورج کی پہلی کرن نے اندر جھانکا تو میں جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی ژیلیا جاگ جائے گی اور اس کے بعد پورا دن اُس کی نذر ہو جائے گا۔ لمحات کیوں ضائع کئے جائیں؟ اور میں خاموشی سے دروازہ کھول کر نکل آیا۔

ژیلیا چالاک ہے، اپنی پوزیشن بحال کر لے گی۔ بہت سے بہانے بنا سکتی ہے۔ یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ ہنگامے سے فائدہ اُٹھا کر وہ چالاک آدمی نکل گیا۔ اُس نے تعاقب کیا، لیکن

اُسے پانے میں ناکام رہی۔

ہوٹل سے باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور چل پڑا۔ اب میرا رُخ کوپ کے، کی طرف تھا۔ اور فی الوقت میں سکون کی نیند لینا چاہتا تھا۔ کوپ۔ کے، میں داخل ہوا تو صبح کے سات بج رہے تھے۔

چیری کے رس کا ایک گلاس پینے کے بعد میں نے اپنے رُوم اٹینڈنٹ سے کہا کہ مجھے اُس وقت تک ڈسٹرب نہ کیا جائے، جب تک میں کسی کو طلب نہ کروں۔ میرے نام آنیوالے ہر پیغام کو صرف نوٹ کر لیا جائے۔ اس کے بعد میں کمرہ بند کر کے گہری نیند سو گیا۔ گہری اور پرسکون نیند...... کیونکہ اب میں نے زندگی کا ایک مقصد پا لیا تھا۔

خوب سویا۔ اور جب آنکھ کھلی تو سورج چھپ چکا تھا۔ گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور فضا میں نمی کچھ زیادہ تھی۔ جی بھر کر سونے سے طبیعت کافی ہلکی ہو گئی تھی۔ باتھ رُوم جا کر گرم پانی سے غسل کیا اور لباس وغیرہ پہن کر تیار ہو گیا۔

اب زندگی بے مقصد نہیں تھی۔ بلکہ ایک پہاڑ جیسا عزم تھا، جو ناقابل تسخیر نظر آتا تھا۔ لیکن فطرت تھی کہ اس پہاڑ کو ڈھانے پر آمادہ تھی۔ میں ایک پرغرور فاتح کی مانند اپنے کمرے سے نکلا اور ہوٹل کے ڈائننگ ہال کی طرف جانے کے لئے چل پڑا۔

نہ جانے کیوں، ڈائننگ ہال میں زیادہ رونق نہیں تھی۔ ماحول خاموش خاموش سا تھا۔ ممکن ہے، لوگ موسم کی وجہ سے نہ آئے ہوں۔ گہری کہر پڑنے کا خدشہ تھا۔ ممکن ہے، برفباری بھی ہو جائے۔ بہرحال! میں ڈائننگ ہال سے بھی نکل آیا۔ اور اب میں سوچ رہا تھا کہ کسی عمدہ سی جگہ کا رُخ کروں اور اس رات کو رنگین بناؤں۔

میری نگاہیں، ٹیکسی کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔ پھر دُور سے ایک ٹیکسی آتی نظر آئی لیکن میں نے اُسے اشارہ بھی نہیں کیا تھا کہ ایک دوسرے آدمی نے جو مجھ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا تھا، ٹیکسی روک لی اور اُس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

ٹیکسی میرے نزدیک سے ہی گزری تھی۔ اور اتفاقیہ طور پر ہی میری نگاہ اُس میں بیٹھے ہوئے شخص پر پڑ گئی...... میرا بدن اس طرح اُچھلا جیسے بڑے زور سے کرنٹ لگا ہو...... ذہن بری طرح جھنجھنا گیا تھا۔ ٹیکسی میں بیٹھا شخص، سو فیصدی میرا ہم شکل تھا...... اتنا مشابہہ کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک شاندار اور سمارٹ آدمی۔ اور یہ شخص...... یہ شخص فلیکس کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا؟

میں بری طرح تلملایا تھا۔ کاش! اس وقت میرے پاس کار ہوتی۔ میں نے بے چین نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ کوئی ٹیکسی دُور دُور تک نہیں تھی۔ بہت بڑا نقصان ہو گیا تھا۔ اس وقت اگر میرے پاس کار ہوتی تو اس وقت یہ شخص میرے ہاتھ سے نہیں نکل سکتا تھا۔ میں کفِ افسوس ملتا رہ گیا۔ دوسرے لمحے میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب یہاں قیام کرنے کے لئے ایک مکان اور کار خریدنا ضروری ہے۔ اور بہر حال! یہ کام میرے لئے مشکل نہیں تھا۔

طبیعت پر ایسا بوجھ سوار ہوا کہ میں نے کہیں جانے کا اِرادہ ملتوی کر دیا اور واپس ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ پارکنگ پر کاروں کی تعداد کسی قدر بڑھ گئی تھی۔ لیکن میں ڈائننگ ہال میں بھی نہیں رُکا اور لفٹ کی طرف چل پڑا۔ اب میں اپنے کمرے میں جانا چاہتا تھا۔

لفٹ سے اُتر کر راہ داری میں مُڑا ہی تھا کہ چند آدمی نظر آئے۔ خوشنما کپڑوں میں ملبوس چار افراد تھے، جن میں ایک عورت بھی تھی۔ لیکن سارے محیر العقول واقعات یکجا ہو گئے تھے۔ عورت کو دیکھ کر میں بری طرح ٹھٹک گیا...... یہ ایریسا تھی......

وہ لوگ صورت سے کچھ پریشان نظر آرہے تھے۔ لیکن جونہی اُن کی نگاہ مجھ پر پڑی، وہ چونک پڑے۔ اور پھر اُن کے چہرے کھل گئے تھے۔ اور واقعات میری سمجھ میں آرہے تھے۔

ایریسا پھر دھوکہ کھا گئی تھی۔ ممکن ہے، فلیکس نے ان سے رابطہ قائم کر کے اُنہیں بھیجا ہو۔ اور ممکن ہے، وہ بھی اِسی ہوٹل میں مقیم ہو۔

بڑی دلچسپ صورتِ حال تھی۔ لیکن اب کیا کروں؟ بہت سے خیالات ذہن میں گڈمڈ ہو کر رہ گئے تھے۔ فلیکس کے بارے میں پتہ چل گیا تھا کہ وہ اسی ہوٹل میں مقیم ہے۔ اور اس کے بعد ممکن تھا کہ میری اور اُس کی ملاقات کچھ اور گل کھلاتی۔ لیکن یہ لوگ آگئے تھے۔ اب ان سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے......؟ یہ سارے خیالات تھے جو چند ہی ساعت میں میرے ذہن میں آئے۔ لیکن بہر صورت! میں تو اس کا قائل تھا کہ وقت جو کچھ طلب کرے، اُسے ادا کر دیا جائے۔ اس طرح وقت اپنے اندر گنجائش نکال لیتا ہے۔

فلیکس کو مِس کرنے کا پہلے بھی مجھے افسوس تھا۔ اور ممکن تھا کہ اُس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے میں مجھے اچھی خاصی دقت پیش آتی۔ لیکن ان لوگوں کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں تھا۔

چنانچہ دوسرے لمحے میں نے ایریسا کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

''اوہ...... مِس ایریسا!''

''ہاں...... آؤ فلیکس! میرا خیال ہے کہ تمہارے کمرے میں چلنے کی بجائے ہم اپنی رہائش گاہ میں چلتے ہیں۔ اور ہاں! اِس دوران تو بڑے عجیب و غریب واقعات پیش آچکے ہیں، جن کے بارے میں، میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گی۔''

''او کے......!'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں واپس ایریسا کے ساتھ چل پڑا۔ اور بہتر بھی یہی تھا۔ کیونکہ نہ تو فلیکس کے کمرے کا نمبر معلوم تھا اور نہ ہی اُس کا فون نمبر معلوم تھا۔ اور اگر کسی طرح میں اُس کے کمرے کا نمبر بھی معلوم کر لیتا، تب بھی چابی تو فلیکس ہی کے پاس ہوگی۔ چنانچہ میں اُن لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

وہ سب بے تحاشہ خوش نظر آرہے تھے۔ چند ساعت کے بعد ہم ایک لمبی کار میں بیٹھ کر جا رہے تھے۔ ایریسا میرے نزدیک ہی بیٹھی تھی، اور کافی خاموش تھی۔

''آپ کو حیرت ہوگی مسٹر فلیکس!'' چند ساعت کے بعد اُس شخص نے، کہا جو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ ''کہ ہم ایک اور فلیکس سے بھی ملاقات کر چکے ہیں۔ اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہ فلیکس، ہو بہو آپ کی دوسری کاپی ہے۔''

''اوہو...... کیا؟ میں سمجھا نہیں۔'' میں نے متحیرانہ انداز اختیار کیا۔

''تفصیل رہائش گاہ پر چل کر بتائی جائے گی۔ بہر صورت! آپ کی تلاش میں ہمیں کافی پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔'' ایریسا نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

پھر گھر پہنچنے تک خاموشی ہی رہی۔ اس دوران مجھے سوچنے کا موقع مل گیا تھا۔ پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ تھوڑی دیر کے بعد اُن لوگوں سے معذرت چاہوں گا اور واپس آکر فلیکس سے ضرور ملاقات کروں گا۔ اس طرح دونوں کام بن سکتے تھے۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد میں کافی حد تک پُرسکون ہو گیا۔ پھر ایک اور خوشنما کوٹھی میں داخل ہونا پڑا۔

یہ کوٹھی وہ نہیں تھی، جہاں ایریسا مجھے پہلی بار لے گئی تھی۔ بلکہ یہ اُس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھی۔ اس میں کافی زیادہ لوگ نظر آرہے تھے۔ پھر میرا بہترین استقبال کیا گیا اور مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا۔

ایریسا اور اُس کے دوسرے ساتھی، میرے سامنے بچھے جا رہے تھے۔ اور میں بھی اُن سے اس طرح پیش آرہا تھا جیسے کہ میں اُن کے مخلص دوستوں میں سے ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک بڑے کمرے میں نشست ہوئی۔ مشروب کے برتن سامنے آگئے۔ اور ایریسا نے اپنی خوش بختی اور میری صحت کا جام تجویز کرتے ہوئے مشروب کا جام،

میری طرف بڑھایا......

"خوش بختی کیوں......؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس لئے کہ خاصی مشکلات کے بعد آپ دستیاب ہوئے مسٹر فلیکس!" ایریسا نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر کہنے لگی۔ "چند ساعت کے بعد ہمارے چیف مسٹر شافٹ پہنچنے والے ہوں گے، جو ولیسفو کے بعد اس کیس کی سربراہی کمیٹی کے دوسرے رکن ہیں۔ اُن کے آتے ہی گفتگو کا آغاز ہو جائے گا۔"

"لیکن وہ معاملات کیا تھے مِس ایریسا! جن کے بارے میں آپ راستے میں بتا رہی تھیں......؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ...... مسٹر فلیکس! سب سے پہلی بات تو یہ کہ اس دوران آپ کن حالات کا شکار رہے؟"

"سخت اُلجھنوں میں پھنس گیا تھا۔ اس طیارے سے نہیں آ سکا، جس سے آنے کا ارادہ تھا۔"

"ہاں...... آپ نے اطلاع دی تھی۔ اور ہمیں آپ کی اطلاع موصول ہو گئی تھی۔" ایریسا نے بتایا، اور میں نے سکون کی گہری سانس لی۔

میں بات چبا گیا تھا۔ حالانکہ میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا کہ میں اس طیارے سے نہیں آ سکا، جس طیارے سے آنے کی اطلاع میں نے آپ کو دی تھی۔ لیکن میں نے سوچا کہ ممکن ہے، ایسی کوئی اطلاع فلیکس نے نہ بھیجی ہو۔ چنانچہ میں نے بات کو دوسرا رُخ دے دیا تھا۔ لیکن اب یہ بات کنفرم ہو گئی تھی کہ فلیکس نے اپنے آنے کی اطلاع اُن لوگوں کو دی تھی۔

"میں حسبِ پروگرام ایئرپورٹ پر پہنچ گئی تھی۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ کہ میں نے جہاز سے آپ کو اُترتے دیکھا۔"

"مجھے......؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں مسٹر فلیکس! آپ یقین کریں کہ آپ کو خود بھی احساس نہ ہوگا کہ اس دنیا میں آپ کا کوئی دوسرا ہم شکل بھی موجود ہے، جس کا قد و قامت، جسامت اور آواز تک آپ سے ملتی جلتی ہے۔ اتنی ملتی جلتی کہ شاید آپ خود یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ کیا آپ، آپ ہی ہیں یا وہ؟" ایریسا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"واقعی...... مجھے تعجب ہے۔ تو مِس ایریسا! پھر کیا ہوا؟" میں نے بے چینی کا اظہار

کرتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے، مجھے دھوکہ کھانا ہی تھا۔ چنانچہ میں اُس شخص کے قریب پہنچ گئی اور میں نے اُسے فلیکس کہہ کر مخاطب کیا۔"

"اوہ......!" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"اور پھر میں اُسے اپنے ساتھ لے کر آ گئی۔"

"کہاں......؟"

"یہ عجیب رہا مسٹر فلیکس! میں آپ کی ڈپلیکیٹ کو لے کر بجائے ہیڈکوارٹر آنے کے، ہوٹل میں پہنچ گئی۔ اور اس قیام کے دوران ہی یہ بات کھل گئی کہ وہ فلیکس نہیں ہے۔"

"تب پھر آپ نے کیا، کیا......؟"

"بس! جب مجھے یہ احساس ہوا کہ میں کسی غلط آدمی سے ٹکرا گئی ہوں، تب میں نے چالاکی سے کام لیا۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں ایک کاروباری لڑکی ہوں اور اس طرح دھوکہ دے کر لوگوں کو اپنا مہمان بناتی ہوں۔ حالانکہ یہ کوئی خاص دھوکہ نہیں ہے، بلکہ میرے خیال کے مطابق اس طرح میں اپنے اندر جاذبیت اور شخصیت میں دلچسپی پیدا کر لیتی ہوں۔ چنانچہ اس طرح میں نے اُس شخص کو احمق بنا دیا اور اس سے کچھ معاوضہ لے کر اُسے رُخصت کر دیا۔" ایریسا نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنس پڑا۔

میری ہنسی معنی خیز تھی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ ایریسا، جو کچھ کہہ رہی ہے، غلط ہے۔ اُس نے اپنے ساتھیوں پر صرف اس بات کا اظہار کیا تھا کہ وہ فلیکس کے کسی ہم شکل سے ملی ہے۔ لیکن اُس نے یہ نہیں بتایا کہ اُس نے اُسے کس طرح سے بے وقوف بنایا۔

"گویا اس طرح آپ نے معاملے کو ٹال دیا۔" میں نے کہا۔

"ہاں......!" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اس سلسلے میں کوئی اُلجھن تو پیش نہیں آئی؟"

"نہیں...... لیکن مجھے خوف بہت محسوس ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ دوسرے لوگ بھی اُس شخص کی صورت دیکھ کر اسی طرح دھوکہ کھائیں گے۔ اور یہ اچھی بات ہی تھی مسٹر فلیکس! بعض اوقات ایسے معاملات بڑے دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں! اگر وہ دوبارہ ہمارے ہاتھ لگ جائے تو ہم اُسے آپ کی ڈمی بنا کر دوسرے لوگوں کو بے وقوف بنائیں گے۔"

"ٹھیک ہے......!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "واقعی! میں بھی اُسے دیکھنے کا متمنی

ہوں۔ اگر وہ آپ کو مل جائے تو پلیز! مجھ سے ضرور ملائیں۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں ہنستے ہوئے کہا۔

''یقیناً، یقیناً...... آپ کے لئے بھی وہ قابل حیرت شخصیت ہو گی۔'' ایریسا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص اندر داخل ہوا اور اُس نے آہستہ سے ایریسا کے کان میں کچھ کہا۔ ایریسا نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی تھی۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

''سوری مسٹر فلیکس! چیف یہاں نہیں پہنچ سکتے۔''

''کیا مطلب......؟''

''ہاں! مسٹر شافٹ بے پناہ مصروف ہیں۔''

''کوئی خاص مصروفیت......؟'' میں نے سوال کیا۔

''دراصل یہاں کے حالات کچھ اِس قدر خراب ہو گئے ہیں کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ نجانے کیوں اس قدر بے چینی پھیلی ہوئی ہے؟ اور بہت سارے ممالک، اس جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ بہرحال! مسٹر شافٹ نے کہلوایا ہے کہ میں آپ کو لے کر گرافن پہنچ جاؤں۔''

''ابھی......؟'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں......ضروری نہیں۔ یہ کام، کل بھی کیا جا سکتا ہے۔'' ایریسا نے کہا۔

''یہی مناسب بھی ہے مِس ایریسا...... دراصل! اس وقت میں سفر کرنا پسند نہیں کروں گا۔ کیونکہ مجھے کچھ کام بھی ہے۔''

''اوہ...... کیا کام ہے آپ کو؟''

''بس! میرے اپنے معاملات ہیں مِس ایریسا...... افسوس! کہ میں آپ کو ان کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔''

''کوئی حرج نہیں ہے۔'' ایک شخص نے مداخلت کی اور چند لمحات کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ سب ہی اپنی اپنی سوچ میں گم ہو گئے تھے۔ خود میں بھی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ ایریسا کے ساتھ گرافن تک جاؤں یا نہ جاؤں؟''

لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اگر مسٹر فلیکس مجھے مل جاتا اور کوئی کام کی بات بن جائے تو پھر یہ مناسب ہو سکتا تھا کہ میں آگے کی سوچتا۔ لیکن اگر اُس سے ملاقات نہ ہو

سکی، تب بھی میں ایریسا کے ساتھ گرافن ضرور چلا جاؤں گا۔ میں نے دل میں سوچا۔

ویسے یہ بات تو طے تھی کہ فلیکس کے ان لوگوں سے خصوصی تعلقات تھے۔ اور میں نے مسٹر شافٹ کو اپنے آنے کی اطلاع دی تھی۔ گویا یہ پارٹی ایسی تھی، جس کے بارے میں امکانات تھے کہ فلیکس اپنے اِس قیمتی راز کو اُنہیں بتا دے گا۔ چنانچہ اُس کے قریب رہنا بہتر تھا۔

''بڑی خاموشی ہو گئی۔ کیا بات ہے؟'' اُنہی میں سے ایک شخص نے کہا۔ ''اور ہاں، مسٹر فلیکس! کیا آپ ہمیں یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ اِس دوران کہاں رہے؟ اور کیا کرتے رہے؟''

''آپ کی مراد اُن دنوں سے ہے، جب میں یہاں پہنچنے والا تھا اور نہ پہنچ سکا؟''

''ہاں......!''

''بس! ظاہر ہے، میں جن واقعات سے گزر چکا ہوں، اُن کا علم تو آپ لوگوں کو بھی ہے۔''

''جی ہاں...... وہ پراسرار لوگ، جنہوں نے طیارے کو تباہ کرنے کی کوشش کی تھی، اب بھی اُن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، جو طیارے کے حادثے سے بچ گئے تھے۔ میرا خیال ہے، ابھی تک اُنہیں یہ مکمل طور سے یقین نہیں ہو سکا کہ وہ شخص کون تھا جن کے پاس اُن کا کوئی اہم راز پہنچ گیا تھا۔ لیکن بہرصورت! وہ ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتے۔ اور مجھے عین وقت پر یہ اطلاع دی گئی۔ میرا مطلب ہے، میرے ان ساتھیوں نے اطلاع دی جو میری اصل حیثیت سے واقف ہیں کہ طیارے پر کچھ لوگوں کی نگرانی ہو رہی ہے۔ میں نے فوری طور پر سفر کا اِرادہ ملتوی کر دیا اور اس کے بعد فوراً ہی دوسرے طیارے سے میں یہاں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد مجھے علم ہوا کہ بہت ساری پارٹیاں، میری تاک میں ہیں۔ چنانچہ میں نے خود کو روپوش رکھا۔ اور جب مناسب موقع دیکھا تو میں نے آپ کو اس سلسلے کی اطلاع دے دی۔''

''اوہ...... واقعی! صورتِ حال بے حد خطرناک ہے۔ مسٹر شافٹ بھی اس خطرناک صورتِ حال سے خاصے اُلجھے ہوئے ہیں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ آپ، ہمیں مل گئے مسٹر فلیکس! ہم آپ کے لئے بے حد پریشان تھے۔''

''بلاشبہ! مجھے آپ کی پریشانی کا احساس ہے۔''

''تو پھر میرا خیال ہے، مسٹر شافٹ کی آمد تو ملتوی ہو چکی ہے۔ تو پھر کیوں نہ اس میٹنگ کو بھی ملتوی کیا جائے؟''

''اریسیا! مسٹر فلیکس کے آرام کا بندوبست آپ کریں۔'' ایک شخص نے کہا۔

''یقیناً مسٹر ڈیگار سے!'' اریسیا نے جواب دیا اور نشست، برخاست ہوگئی۔

اریسیا مجھے لے کر اُسی عمارت کے ایک خوب صورت اور وسیع بیڈ روم میں آ گئی تھی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''آپ تصور نہیں کر سکتے مسٹر فلیکس! کہ آپ کے مل جانے سے مجھے بلکہ ہمیں کس قدر خوشی ہوئی ہے۔''

''یقیناً...... مجھے احساس ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہر صورت! آپ کو کس وقت جانا ہے، اور کہاں جانا ہے......؟''

''تقریباً ساڑھے دس بجے میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا مس اریسیا! کیا آپ میرے لئے کار کا بندوبست کر سکتی ہیں......؟''

''کیوں نہیں...... آپ کی آسائش کے لئے یہاں ہر چیز مہیا کر دی جائے گی۔ اگر آپ پسند کریں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں......؟''

''کیوں......؟ کیا میری نگرانی کرنا چاہتی ہیں؟''

''ارے نہیں، نہیں...... ایسا کوئی خیال ذہن میں نہ لائیں۔''

''بہر حال! آپ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے...... جیسا آپ کہیں گے، ویسا ہی ہوگا۔ دراصل! ہم سب، آپ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ اور اسی لئے میں نے آپ کو آفر کی تھی۔ ویسے میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں۔''

''نہیں...... شکریہ! فی الوقت آپ صرف میرے لئے ایک کار کا بندوبست کر دیں۔'' میں نے کہا اور اریسیا نے گردن ہلا دی۔

رات کا کھانا تقریباً ساڑھے نو بجے کھایا گیا۔ اس میں کافی لوگ شریک تھے۔ بہر صورت! مجھ سے کوئی خاص گفتگو نہیں کی گئی۔ حالانکہ کھانا میرے ہی اعزاز میں تھا۔ اریسیا کھانے کے دوران میرے پاس آئی اور بولی۔ ''مسٹر فلیکس! آپ یہاں سے کس وقت روانہ ہوں گے؟''

''تقریباً دس بجے کے بعد۔'' میں نے جواب دیا اور دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ کھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں آ گیا، لباس وغیرہ تبدیل کیا اور کار لے کر چل پڑا۔ میں بون کی سڑکوں پر ڈرائیونگ کر رہا تھا اور میری ساری توجہ، تعاقب پر مرکوز تھی۔

لیکن اُن لوگوں نے خاصی ذہانت سے کام لیا تھا۔ وہ مجھے چڑانا نہیں چاہتے تھے، اس لئے میرا تعاقب نہیں کیا گیا۔

واقعی بڑا دلچسپ مرحلہ تھا۔ ایک بار پھر میں اریسیا کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اور یوں وہ اصل فلیکس کو گم کر بیٹھے تھے۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ اگر اُنہیں اصل فلیکس کے بارے میں پتہ چل جائے تو وہ مجھے کبھی بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن وہ زندگی ہی کیا، جس میں خطرات نہ ہوں؟

اب صورت حال صرف یہ تھی کہ اصلی فلیکس کسی طرح میرے ہاتھ لگ جائے۔ لیکن اس کے لئے مجھے تھوڑی سی تیاریاں اور بھی کرنا تھیں۔

چنانچہ ایک بھرے پرے بازار میں، میں نے کار روکی۔ ایک سٹور میری نگاہ میں آ گیا تھا۔ سٹور میں داخل ہو کر میں نے چند چیزیں خریدیں۔ ان میں سب سے نمایاں چیز، میک اَپ کا سامان تھا...... تب کار میں بیٹھ کر میں نے کار، سٹارٹ کر دی۔ پھر ایک ایسی جگہ کار روکی، جہاں آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور میں نے اپنے چہرے پر گھنی مونچھوں کا اضافہ کر کے چشمہ چڑھا لیا۔ اس میک اَپ سے میری شخصیت ہی بدل گئی تھی۔

چنانچہ اب میرا رُخ کوپ کے، کی جانب تھا۔

کوپ کے، میں داخل ہو کر میں سب سے پہلے لفٹ کے ذریعے اُوپر پہنچا۔ راہداری میں کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ مجھے صرف یہ اندازہ لگانا تھا کہ فلیکس، کون سے کمرے میں رہتا ہے؟ وہ لوگ اِسی منزل پر آئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ فلیکس نے اُنہیں یہیں کہیں قریب کا نمبر بتایا تھا۔

میں اپنے کمرے میں دروازے کے بالکل نزدیک کرسی ڈال کر بیٹھ گیا اور دروازے کی ہلکی سی جھری سے دیکھنے لگا۔ تقریباً پونے گیارہ بجے میں نے راہداری میں قدموں کی آوازیں سنیں اور گردن نکال کر باہر دیکھا۔

آنے والا فلیکس ہی تھا۔ بلاشبہ! وہ میرا ہم شکل ہی تھا اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ، میں نہیں ہوں، یا ہم دو ہیں...... میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ فلیکس سے

ملاقات کا کون سا طریقہ کار اختیار کیا جائے؟ بہرصورت! پہلے تو اُس کے کمرے کا نمبر دیکھنا زیادہ بہتر تھا۔ لیکن فلیکس ابھی ایک کمرے کے دروازے پر رُکا ہی تھا کہ دفعتہً مختلف جگہوں سے پانچ چھ آدمی نکل آئے اور اُن میں سے ایک نے فلیکس کی کمر سے پستول لگا دیا۔

''مسٹر فلیکس ...... براہِ کرم! واپس مُڑ جائیے۔ ورنہ آپ کی زندگی ہمیں اس قدر عزیز نہیں ہے۔'' اُس شخص نے کہا۔

لیکن فلیکس، بلا کا پھرتیلا تھا۔ وہ تیزی سے گھوما اور اُس کی لات، اُس شخص کے چہرے پر پڑی۔ ایک فائر ہوا اور دھماکے کی آواز دُور دُور تک پھیل گئی۔ اُس کے بعد اُس نے یکے بعد دیگرے کئی فائر کئے۔ لیکن فلیکس، بجلی کی طرح اُچھل اُچھل کر نشانے خالی دے رہا تھا۔ پھر اُس نے اپنے پستول سے بھی دو گولیاں چلائیں۔ پوری راہداری میں ہنگامہ ہو گیا۔ میں نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

جو صورت حال تھی، مجھے اُس کا اندازہ ہو گیا تھا۔ فلیکس بلاشبہ! اُن لوگوں کے نرغے سے نکل گیا۔ میری بدلی ہوئی شکل تھی، اس وجہ سے یہ لوگ مجھے نہیں پہچان سکے تھے۔ راہداری میں دو لاشیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ ہاں! فلیکس فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

میرا ذہن کسی قدر جھلاہٹ کا شکار ہو گیا۔ یہ یقیناً جاسوسوں کی کوئی دوسری پارٹی ہو گی، جس نے کسی طرح اس شخص کا پتہ چلا لیا تھا اور اب اُسے اغواء کرنے کے لئے اُس پر حملہ آور ہوئی تھی۔ لیکن اتفاق ہی تھا کہ میں بچ گیا۔ اگر میں اصلی شکل میں ہوتا تو فلیکس کی بجائے میں اُن کا شکار بن گیا ہوتا۔

لیکن فلیکس نکل گیا تھا اور اُن کے دو آدمیوں کو ختم کر گیا تھا۔ چنانچہ اب اُس کی تلاش مشکل تھی۔ بڑی مشکل سے اُس کی شکل نظر آئی تھی۔ مجھے تھوڑا سا افسوس بھی ہوا تھا۔ لیکن مجبوری ...... کیا، کیا جا سکتا تھا؟

البتہ ایک خیال میرے ذہن میں جم گیا تھا۔ فلیکس کا اُن لوگوں سے خصوصی رابطہ ہے اور وہ دوبارہ اِن تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ ایریسا کے پاس واپس جانے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ یہاں سے مایوس ہو کر میں واپس چل پڑا۔ اب یہاں کون تھا، جو میں رُکتا؟ لیکن ایک خیال کے تحت میں پھر پلٹ پڑا۔ یوں بھی ابھی ہوٹل سے نہیں نکلا تھا۔

لاشوں کو تحویل میں لے لیا گیا تھا۔ اور لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ لیکن لاشوں کو دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں نے غور سے اُنہیں دیکھا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ

لوگ یقیناً رُوس سے تعلق رکھتے تھے۔

گویا رُوسی بھی ...... میں نے گہری سانس لی اور پھر ہوٹل سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری کار واپس جا رہی تھی۔ وہ راستہ میں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا، جہاں ایریسا مجھے لے گئی تھی۔

راستے میں، میں نے میک اَپ اُتار لیا اور سامان باہر پھینک دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں کوٹھی میں واپس پہنچ گیا۔ کار کی آواز سنتے ہی ایریسا نکل آئی۔ اُس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے میرا استقبال کیا۔

''ہیلو فلیکس ......!''

''ہیلو ......!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کام ہو گیا ......؟''

''ہاں ہنی!'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں اُس کے ساتھ کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ ''تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟''

''تمہارا انتظار کر رہی تھی۔''

''کیوں ......؟''

''میں، تمہاری میزبان ہوں۔ ویسے میں تمہارے لئے پریشان تھی۔''

''اوہ ...... کیوں ......؟''

''ان خطرناک حالات میں تم ہمارے لئے بے حد قیمتی ہو مسٹر فلیکس! اور میں اسے تمہاری مہربانی ہی کہوں گی کہ تم نے دوسرے تمام لوگوں کو نظر انداز کر کے ہمیں اتنی اہمیت دی۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عمارت میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ملازم بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ ہم اُسی خواب گاہ میں پہنچ گئے۔ ایریسا بھی میرے ساتھ ہی اندر آ گئی۔ اُس نے میرا کوٹ اُتارنے میں مدد دی۔ اور پھر میں نے لباس تبدیل کیا۔ ایریسا، اس دوران کمرے میں رہی تھی۔ وہ بغور میرا جائزہ لے رہی تھی اور اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

میں لباس وغیرہ سے فارغ ہو کر اُس کی طرف پلٹا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''کیا بات ہے ایریسا ......؟''

''بڑی انوکھی بات ہے مسٹر فلیکس ......!''

"کیا......؟"

"کیا آپ یقین کریں گے مسٹر فلیکس! کہ اُس شخص کی عادات و خصائل بھی آپ سے ملتے جلتے تھے۔ اُس کا لباس پہننے کا انداز...... اور...... اور بہت سی عادات۔" ایریسا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میرے ہم شکل کی بات کر رہی ہیں؟"

"ہاں......!"

"معلوم ہوتا ہے، آپ اُس کے بہت نزدیک رہی تھیں؟"

"ہاں...... آپ کے دھوکے میں۔ اور اُس کمبخت نے ساری رات مجھے کچھ نہیں بتایا۔" ایریسا نے کہا۔

"لیکن مِس ایریسا! ایک بات پر مجھے تعجب ہے۔"

"کون سی بات پر؟"

"کیا ضروری تھا کہ ایسے شخص کے ساتھ آپ رات گزارتیں؟" میرے انداز میں کسی قدر تلخی تھی۔

"اوہ...... وہ...... دراصل مسٹر فلیکس! میں ہر طرح آپ کو اپنا دوست بنانا چاہتی تھی۔" ایریسا کے انداز میں کسی قدر بوکھلاہٹ تھی۔

"معاف کیجئے......!" میں نے آہستہ سے کہا۔ ویسے میری کوشش کامیاب رہی۔ اس کے بعد ایریسا کو وہاں رُکنے کی جرات نہیں ہوئی۔ وہ مجھے شب بخیر کہہ کر چلی گئی۔ اور میں آرام سے بستر پر لیٹ گیا۔

اُس رات میں سوچنا چاہتا تھا۔ حالات اِس قدر تیزی سے بدل رہے تھے کہ سوچنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ اور اس وقت بہت کچھ سوچنا تھا۔ گرافن جانے سے قبل میں اپنے ہر قدم پر غور کر لینا چاہتا تھا۔

لوگ، فلیکس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ فی الوقت تو وہ مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔ لیکن اس بات سے میں کیوں نہ فائدہ اُٹھاؤں؟ اور اس سلسلے کی آخری صورت بھی معلوم کر لوں۔ چنانچہ آخر میں، میں نے یہی فیصلہ کیا کہ ایریسا کے ساتھ گرافن تک کا سفر کر لیا جائے، کوئی حرج نہیں تھا۔

دوسری صبح، ناشتے کی میز پر کئی افراد موجود تھے۔ ایریسا کے رنگ پھیکے نظر آ رہے تھے۔

وہ کچھ بجھی ہوئی تھی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر مجھے ایک کمرے میں لایا گیا۔ ساؤنڈ پروف کمرہ تھا۔ اُس کے دروازے بند کر دیئے تھے۔ کمرے میں نو آدمی موجود تھے۔ جن میں ایریسا بھی تھی۔ تب مسٹر ڈیگارسے نے بھاری لہجے میں کہا۔

"مسٹر فلیکس! جس طرح آپ نے ہم سے تعاون کیا ہے، اس کے بارے میں شکریے کے الفاظ غیر مؤثر رہیں گے۔ آپ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ اور ہم، آپ کے احسان مند ہیں۔ رات کو تقریباً چار بجے مسٹر شافٹ کا ایک اور پیغام موصول ہوا ہے۔"

"کیا پیغام ہے......؟"

"وہ گرافن کے قصبے میں آپ کے منتظر ہیں۔ اور اُنہوں نے آپ کے تعاون کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اُنہوں نے ایک درخواست بھی کی ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"مسٹر شافٹ، آپ کے گرافن پہنچنے سے قبل ٹیلی کام پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا حرج ہے......؟" میں نے جواب دیا۔

"آپ تیار ہیں......؟"

"بالکل......!"

"آپ کا مزید شکریہ۔" ڈیگارسے نے کہا اور پھر ایریسا سے بولا۔ "مِس ایریسا! بندوبست کریں......!"

ایریسا نے دوسرے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ چند ساعت کے بعد ایک عجیب ساخت کی مشین لا کر میز پر رکھ دی گئی۔ تھوڑی دیر بعد مشین میں ایک خانہ روشن ہو گیا۔ اُس میں سے ہوا کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ پھر ایک بھاری آواز اُبھری۔

"ایریسا......!"

"بول رہی ہوں چیف!"

"مسٹر فلیکس موجود ہیں......؟"

"جی ہاں، جناب!"

"براہِ کرم! اُن سے کہو کہ وہ مجھ سے بات کریں۔"

"میں موجود ہوں مسٹر شافٹ!" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''اوہ...... گڈ مارننگ، مسٹر فلیکس!''

''مارننگ......!'' میں نے جواب دیا۔

''میں، آپ کے تعاون کا دل سے شکر گزار ہوں مسٹر فلیکس! ہماری، آپ کی تفصیلی گفتگو تو یہاں آ کر ہو گی۔ لیکن کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں کہ مجھے، آپ کو یہ تکلیف دینی پڑی۔''

''کوئی حرج نہیں ہے مسٹر شافٹ! فرمایئے......''

''ایریسا، میری ہوشیار کارکن ہے۔ اُس نے مجھے ایک واقعہ سنایا ہے۔ کیا آپ کو اُس کا علم ہو چکا ہے؟''

''کون سا واقعہ مس ایریسا......؟'' میں نے ایریسا سے پوچھا۔

''آپ کے ہم شکل والا۔'' ایریسا نے جواب دیا۔

''ہاں...... ٹھیک ہے مسٹر شافٹ! میں نے وہ واقعہ سنا ہے۔''

''صورتِ حال کتنی خطرناک ہے، کیا آپ اِس کا اندازہ لگا سکتے ہیں مسٹر فلیکس......؟''

''ہاں! مجھے خود بھی حیرت ہے۔ ممکن ہے، کوئی ایسا شخص، جسے بھنک مل گئی ہو۔ ممکن ہے، اُس کے چہرے پر میرا میک اَپ ہو۔''

''ہاں...... یہی میرا خیال ہے۔ اس لئے میں، آپ سے معذرت کے انداز میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔''

''فرمایئے......؟'' میں نے اُسی سکون سے کہا۔

''میرے ساتھی، آپ کے چہرے پر میک اَپ کا جائزہ لیں گے۔ اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ پوشیدہ سوالات کروں گا۔ آپ اُن کے جواب دیں گے۔''

''میں تیار ہوں...... فرمایئے؟''

''سوالات اِشاروں میں ہوں گے۔''

''کوئی حرج نہیں ہے۔''

''تو شروع کروں......؟''

''جی......!''

''شخصیت......؟''

''ایجنٹ......!''

''گروپ......؟''

''انٹرنیشنل......!'' میں فوراً بولا۔

''بنیاد......؟''

''جہاز......''

''کیفیت......؟''

''زخم ہی زخم......!'' میں بولا اور شافٹ نے گفتگو ختم کر دی۔

''بہت بہت شکریہ مسٹر فلیکس! ایریسا کو بلا دیں۔''

''میں موجود ہوں چیف......!'' ایریسا آگے بڑھ کر بولی۔

''اس کے بعد میک اَپ کے جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں ہے ایریسا! میرا خیال ہے کہ تم فوراً مسٹر فلیکس کو لے کر آ جاؤ۔ لیکن تھوڑی سی احتیاط ضروری ہے۔ مجھے ایک اطلاع ملی ہے۔'' شافٹ نے کہا۔

''کیا اطلاع ملی ہے جناب......؟''

''گستاف گروپ کو اس بات کی اطلاع ہو گئی ہے کہ مسٹر فلیکس نے کسی طرح ہم سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ اور وہ ہماری تاک میں ہے۔''

''ہوں...... کیا یہ حقیقت ہے جناب؟''

''ایریسا......!'' شافٹ کی آواز کچھ اور بھاری ہو گئی۔ ''کیا اِس سوال کی گنجائش ہے؟''

''سوری جناب......!''

''اِس اطلاع کا مقصد یہ ہے کہ گرافن تک کا سفر نہایت ہوشیاری سے کیا جائے۔ کیا اس کے لئے تم نے کوئی لائحہ عمل مرتب کیا ہے؟''

''خیال یہ تھا، جناب کہ......''

''نہیں، نہیں...... پروگرام میں کوئی تبدیلی کرو۔ لیکن میرا خیال ہے، یہ کام مسٹر فلیکس کے سپرد کر دو۔ اُن سے پوچھو! کیا وہ یہ ذمہ داری اُٹھانے کے لئے تیار ہیں؟''

''ٹھیک ہے...... آپ مسٹر شافٹ سے کہہ دیں کہ میں خیریت سے پہنچ جاؤں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں نے سن لیا ہے مسٹر فلیکس! اور اب مجھے یقین ہے کہ یہ کام بہتر طور پر ہو جائیں گے۔'' شافٹ کی آواز سنائی دی۔ اور پھر اُس نے شکریے کے ساتھ ٹیلی کام بند کر دیا۔

تمام لوگوں کے چہروں پر سکون نظر آ رہا تھا۔ ایریسا ابھی تک مجھ سے نگاہیں نہیں ملا پا رہی تھی۔ وہ سخت شرمندہ معلوم ہوتی تھی۔

''ہم کب چلیں گے مِس ایریسا.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''بس..... اب سے تھوڑی دیر کے بعد۔ گرافن زیادہ دُور نہیں ہے۔'' اُس نے جواب دیا۔

''میک اَپ کا سامان مل جائے گا.....؟''

''یقیناً..... فراہم کیا جائے؟'' ڈیگارسے نے پوچھا۔

''ہاں..... اور میرا خیال ہے، ہمارے ساتھ زیادہ لوگوں کو جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو اگر ضرورت ہے تو بعد میں اپنے ذرائع سے آ جائیں۔ میں صرف مِس ایریسا کے ساتھ جاؤں گا۔''

''جیسا آپ مناسب سمجھیں مسٹر فلیکس! ظاہر ہے، باس نے آپ سے تعاون کرنے کی ہدایت کر دی ہے۔'' ڈیگارسے نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے میری مطلوبہ اشیاء فراہم کر دی گئیں۔ میں نے ایک معمولی سا میک اَپ کیا تھا۔ میرے جسم پر ڈرائیور کا لباس تھا۔ میری درخواست پر ایریسا نے ایک سیاہ ماتمی لباس پہنا تھا۔ اور میں نے اُسے تفصیل بتا دی تھی۔ اُسے ایک غمزدہ بیوہ کی حیثیت اختیار کرنی تھی، جو اپنے شوہر کے حادثے کی خبر سن کر جا رہی تھی۔ میں نے اُس کے چہرے پر بھی میک اَپ کے چند ٹچ دیئے تھے۔ وہ لوگ میری کارکردگی پر دنگ رہ گئے تھے۔

پھر اُنہوں نے ہمیں رُخصت کر دیا۔ ''ہمارے لئے تو آپ ایک مثالی حیثیت اختیار کر گئے ہیں مسٹر فلیکس!'' ڈیگارسے نے چلتے ہوئے کہا تھا۔ میں نے مسکرا کر کار سٹارٹ کر دی۔

''آپ راستوں سے واقف ہیں مسٹر فلیکس؟'' راستے میں ایریسا نے پوچھا۔

''بالکل نہیں مِس ایریسا! سوئٹزرلینڈ پہلی بار آیا ہوں۔ راستہ آپ کو بتانا پڑے گا۔''

''ضرور.....!'' ایریسا نے کہا۔ اور پھر وہ مجھے ایک مخصوص سڑک کے بارے میں بتانے لگی۔ یہ راستہ میں خود بھی جانتا تھا۔ کیونکہ پہلے بھی میں، ایریسا کے ساتھ اس طرف آ چکا تھا۔ لیکن اب دوسری حیثیت تھی۔

اور پھر ہم اُسی سڑک پر آ گئے جو آپس میں گھرے ہوئے خوبصورت دیہاتوں اور برف کے تودوں تک جاتی ہے۔ دونوں جانب حسین وادیاں بکھری پڑی تھیں اور اُن کے درمیان

لمبی سڑک، ناگن کی طرح بل کھاتی جا رہی تھی۔

پھر وادیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور اب ہمارے دائیں ہاتھ پر عظیم پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جن کی چوٹیاں دُھند میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ دوسری جانب کھیت بکھرے ہوئے تھے۔

ایریسا، عقبی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور خود کو ایک غمزدہ بیوہ ظاہر کر رہی تھی۔ دیر تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ پھر ایریسا ہی نے کہا۔ ''آپ، مجھ سے بات بھی نہیں کریں گے مسٹر فلیکس؟''

''اوہ..... ایسی کیا بات ہے مِس ایریسا.....؟''

''میں محسوس کر رہی ہوں، جیسے آپ مجھے ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن بعض معاملات میں ہمیں باس کے احکامات کی تعمیل کرنا ہوتی ہے۔ میری خواہش ہے مسٹر فلیکس! کہ آپ اتنا برا تصور نہ کریں۔''

''آپ.....'' میں نے کہنا چاہا۔ لیکن پھر خاموش بیٹھنا پڑا۔ پتلی سڑک آگے جا کر دو ٹیلوں کے درمیان تنگ ہو گئی تھی اور اُس تنگ راستے کو لکڑیوں اور خالی ڈرموں سے بند کر دیا گیا تھا۔ آگے ہی ایک لینڈ روور سڑک پر آڑی کھڑی تھی اور اُس کے نزدیک ہی بھوری وردی پہنے ہوئے اور ہاتھوں میں سٹین گنیں لئے کھڑے چند لوگ پہرہ دے رہے تھے۔

''مِس ایریسا.....!'' میں نے آہستہ سے پکارا۔

''میں دیکھ چکی ہوں مسٹر فلیکس! ہوشیار..... یہ..... یہ رُوسی معلوم ہوتے ہیں۔'' ایریسا نے سرگوشیانہ انداز میں کہا اور میں نے کار کی رفتار سست کر دی۔ رُوسی، ہماری جانب ہی دیکھ رہے تھے اور پوری طرح ہوشیار تھے۔

☆.....☆.....☆

میں نے کار، روکنے کی کوشش نہیں کی اور اُن کے قریب ہی جا رُکا۔ وہ چند لوگ آگے بڑھ گئے تھے۔ ویسے نزدیک سے میں نے بھی پہچان لیا تھا۔ وہ رُوسی ہی تھے۔ قوی ہیکل اور خطرناک شکلوں والے......

''کیا بات ہے جناب! سڑک کیوں بند ہے؟'' میں نے مقامی زبان میں پوچھا۔ لیکن میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ دو آدمی کار کے نزدیک آئے اور جھانک کر اندر دیکھا۔ ایریسا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ اور اُس کے ہاتھ میں رُومال تھا۔

''سڑک کیوں بند ہے؟'' اُس نے رُومال سے ناک رگڑتے ہوئے پوچھا۔

''کہاں جا رہے ہو تم لوگ......؟'' اُن میں سے ایک نے بگڑی ہوئی زبان میں پوچھا۔

''گرافن سے کچھ آگے...... کیوں، کوئی خاص بات ہے؟'' ایریسا نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ اچانک اُس کے چہرے پر کچھ تبدیلیاں رُونما ہوئی تھیں، جنہیں دیکھ کر میں بھی حیران رہ گیا تھا۔ راستے میں وہ خوش و خرم تھی اور ہنس ہنس کر مجھ سے گفتگو کرتی آئی تھی۔ لیکن اس وقت یوں لگ رہا تھا جیسے اُس سے زیادہ غمزدہ لڑکی، رُوئے زمین پر نہ ہو۔ اُس کی آنکھوں کے پپوٹے بھی جھک آئے تھے اور یہ اداکاری کی عمدہ مثال تھی۔

''گرافن کیوں جا رہے ہو؟'' رُوسی، بدستور سوالات کر رہا تھا۔

''اپنے بچھڑے ہوئے عزیزوں سے ملنے۔'' ایریسا کی آواز، غم و اندوہ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''محترمہ...... براہِ کرم! صاف صاف جواب دیں۔ آگے بڑھنے سے قبل یہ ضروری ہے۔'' اس بار رُوسی نے نرم لہجہ اختیار کیا تھا۔

''آخر کیوں...... اور آپ لوگ کون ہیں......؟''

''سپاہی...... ہمیں اِس سڑک کی نگرانی کا حکم ملا ہے۔'' رُوسی نے جواب دیا۔ اپنی دانست میں وہ مقامی زبان کو خوش اسلوبی سے بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم

ں کیا، کوئی عام آدمی بھی اُس کو اہل زبان قبول نہ کرتا۔ لیکن ایریسا کی آنکھوں میں ایک لی پیدا ہوئی۔ اُس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''اوہ...... یہ بات ہے۔ مجھے معاف کرنا! میں اپنے منگیتر کی قبر پر جا رہی ہوں۔''

''کہاں ہے وہ قبر؟''

''برفانی وادیوں میں۔ یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا۔ میرا منگیتر اُس نزدیک ایک سڑک کی تعمیر میں حصہ لے رہا تھا۔ وہ رات کو گاؤں میں ہی قیام کرتا تھا۔ ں روز برف کے ایک عظیم الشان تودے نے پورے گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ے منگیتر کی قبر بھی اُن لوگوں کے ساتھ ہی بن گئی۔'' ایریسا کی آواز، آنسوؤں میں ڈوب اور پھر وہ باقاعدہ سسکیاں لینے لگی۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

رُوسی بوکھلائے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔ ''اوہ...... سوری! مجھے افسوس ہے۔ اہل! یہ موسم بہار ہے۔ اور اس موسم میں یہاں تودے پھسلتے ہیں اس لئے سڑک کافی حد خطرناک ہو جاتی ہے۔ ہماری ڈیوٹی ہے کہ لوگوں کو اِس خطرے سے آگاہ کریں۔ آپ کو بت احتیاط سے سفر کرنا ہے۔'' وہ راستے سے ہٹ گیا۔

''ڈرائیور......!'' ایریسا نے غمزدہ آواز میں مجھے مخاطب کیا۔

''یس مادام......؟'' میں نے کہا۔

''آگے بڑھو......!''

''یس مادام......!'' میں نے ایک خبطی آدمی کے سے انداز میں گردن ہلائی اور کار آگے ادی۔

''ایک منٹ جناب!'' ایک دوسرا رُوسی ایک عجیب ساخت کا کیمرہ لے کر آگے بڑھ ''ہم آپ کی تصویر بنائیں گے۔''

''کیوں......؟'' ایریسا نے بے چینی سے پوچھا۔

''اِس موسم میں سڑک سے گزرنے والوں کا ریکارڈ رکھنا ہوتا ہے۔'' رُوسی نے جواب دیا اری اجازت کا انتظار کئے بغیر کئی تصویریں بنالیں، اور پھر وہ راستے سے ہٹ گیا۔ میں ار آگے بڑھا دی تھی۔ پھر میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا، ایریسا کے چہرے پر ی کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر وہ سرسراتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''مسٹر فلیکس......!''

''جی......؟'' میں نے کہا۔

''یہ تو اچھا نہیں ہوا۔''

''کیا مطلب مِس ایریسا......؟''

''آپ نے اندازہ لگایا؟ یہ رُوسی تھے۔''

''جی ہاں......بخوبی۔''

''ظاہر ہے، اِن کا مقامی انتظامیہ سے کیا تعلق؟''

''بلاشبہ!''

''پھر یہ رُوسی محکمہ خفیہ کے لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ نہ جانے کس طرح اُنہیں اس راستے کی بھنک مل گئی؟ کوئی بات ضرور ہے۔ ورنہ یہ یہاں تک کیسے پہنچتے؟''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔''

''اب اُنہیں ہمارے گرافن آنے کی اطلاع ملی ہو گی۔ لیکن کس طرح؟ نہایت جامع اطلاع ہے، ورنہ اتنی پھرتی سے کام نہ ہوتا۔''

''ہوں......!'' میں نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ ''اس کا مطلب تو یہ ہوا مس ایریسا! انہیں معلوم ہے کہ مسٹر شافٹ، اسی علاقے میں موجود ہیں۔''

''ہاں...... گہری تشویش ہو گئی ہے۔ اور اس سے یہ بات بھی منظر عام پر آ گئی ہے کہ رُوسی حکومت براہِ راست اِن معاملات میں دلچسپی لے رہی ہے۔''

''ٹھیک ہے مِس ایریسا! جہاں دوسرے لوگ ہیں، وہاں یہ بھی سہی۔ کیا فرق پڑتا ہے؟''

''آپ براہِ کرم! جلدی سے اِس معاملے کا تصفیہ کر لیں۔ تا کہ معاملہ ہی ختم ہو جائے۔ اور ہم یہاں سے نکل جائیں۔''

''ہاں...... میں کوشش کروں گا۔'' میں نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ ایریسا بھی کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ پھر وہ گردن اُٹھا کر بولی۔

''تھوڑی سی مزید احتیاط کرنا ہو گی۔''

''کیا......؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں نے اُن لوگوں سے جو کچھ کہا ہے، وہی کرنا ہو گا۔ یہ رُوسی بڑے چالاک ہوتے ہیں۔ بظاہر نرم اور مخلص نظر آنے والے، لیکن در پردہ بے حد کینہ پرور اور خطرناک۔''

''لیکن اِس سلسلے میں آپ کیا کریں گی؟''

''میں نے اُنہیں جو کہانی سنائی ہے، وہ جھوٹ نہیں ہے۔ برف کے تودے کا حادثہ ابھی ...رصے قبل ہی ہوا ہے۔ مجھے اِس علاقے سے خاص دلچسپی ہے۔ اس لئے اس کے بارے ...علومات حاصل کرتی رہی ہوں۔ پچھلے زمانے میں اِن علاقوں کے مکین، وادی کے پار ...ینوں کو ایک خاص طریقے سے پیغام رسانی کرتے تھے۔ لکڑی کے بنے ہوئے لمبے ...ں کو زور سے پھونکا جاتا تھا اور میلوں دُور تک خوفناک آوازیں پھیل جاتی تھیں۔ ...زوں کے زیر و بم سے پیغامات کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ یہ اقدام شدید برف باری کے بعد ...اتا تھا۔ کیونکہ آمد و رفت کے وسائل ختم ہو جاتے تھے۔ اِس طریقے کو 'یوڈلنگ' کہا جاتا

''تودے کا حادثہ کتنے روز قبل ہوا تھا؟''

''تقریباً دو ماہ قبل۔ میرا خیال ہے، اب تو اُن کی یادگاریں بھی بن گئی ہوں گی۔''

''آپ نے خوب سوچا۔ کیا پہلے سے پروگرام تھا؟'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں...... بس! اس علاقے سے میری دلچسپی کام آ گئی۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے ...اب دیا۔

''چلئے! یہ بھی بہتر ہوا۔ لیکن اب کیا پروگرام ہے؟''

''اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو پہلے اس کلیسا میں چلا جائے، جہاں مرنے والوں کی ...یں ہوں گی۔ اس کے بعد پوری طرح مطمئن ہو کر شافٹ کے پاس چلیں گے۔''

''مسٹر شافٹ کو تردّد تو نہیں ہو گا؟''

''...ہو گا۔ لیکن احتیاط کا دامن کسی طور نہیں چھوڑا جا سکتا۔ دراصل بنیادی غلطی ہو گئی۔''

''وہ کیا......؟''

''نہ جانے کیوں، اس ملاقات کے لئے سوئٹزر لینڈ ہی کا انتخاب کیا گیا۔ یہ معاملات تو ...اور بھی طے ہو سکتے تھے۔''

''اوہ...... شاید آپ کو تفصیل نہیں معلوم۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... کم از کم! اس بارے میں نہیں معلوم۔''

''...وشش تو میری ہے۔'' میں نے اپنی معلومات کے سہارے کہا۔

''کیا مطلب......؟'' ایریسا، تعجب سے بولی۔

''...ں نے تمام ممالک کو دعوت دی تھی۔ یہ راز، پوری دنیا کے لئے ہے۔ اور بہر حال!

دنیا کے بیشتر ممالک کو اِس کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہوگیا ہے۔ اس لئے میں نے سب کو دعوت دی ہے کہ یہاں آکر مجھ سے سودے بازی کریں۔ اور جو زیادہ رقم دے.....''

''اوہ.....'' ایریسا کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ ''لیکن اس کے باوجود آپ مسٹر شافٹ کو کیوں ترجیح دے رہے ہیں؟''

''اس لئے کہ اُس سے میری شناسائی ہے۔ اور پھر شافٹ نے کہا ہے کہ پہلے اُس سے بات کی جائے، اس کے بعد اگر معاملہ نہ بنے تو دوسروں سے رجوع کیا جائے۔ لیکن یہاں کھیل ہی بدل گیا۔ اُن لوگوں نے مجھے نرم چارہ سمجھ کر ہڑپ کرنے کی کوشش کر ڈالی۔''

ایریسا دیر تک حیرت کا شکار رہی۔ اُس کی آنکھوں میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ اور پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''اِس طرح تو آپ بہت بڑے آدمی ہوئے مسٹر فلیکس!''

''کیوں..... اس میں بڑائی کی کیا بات ہے؟''

''ظاہر ہے، وہ لوگ آپ کو منہ مانگی قیمت ادا کریں گے۔ اور ایسا کوئی راز، جس میں پوری دنیا کی حکومتیں دلچسپی لے رہی ہوں، معمولی قیمت تو نہ رکھتا ہوگا۔''

''ہاں..... اِس کی قیمت میں اپنی مرضی سے وصول کروں گا۔'' میں نے کہا اور ایریسا خاموش ہوگئی۔ کار ایک چھوٹی سی پہاڑی بستی کے قریب سیکزری اور ایک پرانے اور کائی لگے کلیسا کی دیواروں کے ساتھ مُڑ کر ایک سڑک پر پہنچ گئی۔ بستی کے دوسری طرف پہاڑوں پر بے پناہ برف تھی۔ پگھلنے والی برف کا پانی، سڑک پر بہہ رہا تھا۔

''کیا آپ اس کلیسا کے راستے سے واقف ہیں جہاں برف کے حادثے میں مرنے والوں کی قبروں کو تعمیر کیا گیا ہے.....؟'' میں نے ایریسا سے پوچھا۔

''ہاں..... میں پہلے بھی اسے دیکھ چکی ہوں۔''

''یہ ٹھیک ہے۔'' میں نے گردن ہلا دی۔

''کیا آپ اِس بات سے متفق ہیں مسٹر فلیکس! کہ ہمیں کچھ وقت احتیاطاً راستے میں صرف کرنا چاہئے۔ ہم اُنہیں اپنے پیچھے لگا کر تو نہیں لے جا سکتے۔''

''ہوں..... مسٹر شافٹ سے ملاقات سے قبل میں احتیاط ضروری سمجھتا ہوں۔''

''شکریہ.....! آگے ایک دو شاخہ سڑک نظر آئے گی۔ ہمیں بائیں سمت مڑنا ہے۔ زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا۔''

''اوکے.....!'' میں نے کہا اور کار، اُس کے بتائے ہوئے راستے پر ڈال دی۔ یہ سڑک

ایک کلیسا پر جا کر ختم ہوگئی تھی۔ لیکن ان راستوں پر بے پناہ برف تھی۔ کار کی رفتار کافی سست ہوگئی تھی۔

کلیسا کے سامنے جا کر کار رُکی اور میں نے ڈرائیور ہی کے انداز میں اُتر کر دروازہ کھول دیا۔ گو، ابھی تک نہ تو تعاقب کے آثار تھے اور نہ ہی کلیسا کے قرب و جوار میں کوئی نظر آرہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود احتیاط ضروری تھی۔ اس لئے میں، ایریسا سے تعاون کر رہا تھا۔

''میں شرمندہ ہوں مسٹر فلیکس!'' ایریسا نے کلیسا کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔

''کیوں.....؟''

''آپ کو ایک ڈرائیور کی حیثیت اختیار کرنی پڑی ہے۔ جبکہ مسئلہ آپ کا نہیں، مسٹر شافٹ کا ہے۔''

''اوہ..... وہ کوئی بات نہیں ہے مس ایریسا! بہر حال! میں نے مسٹر شافٹ سے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ہم دونوں کلیسا کے دروازے سے برف ہٹا کر اندر چلے گئے۔ دیودار کی لکڑی سے بنا ہوا کلیسا، اندر سے بالکل تاریک اور سنسان تھا۔ لکڑی کی کرسیوں اور بینچوں سے ایک ناگوار سی بو اُٹھ رہی تھی۔ سامنے دیوار پر حضرت عیسیٰؑ کا مجسمہ نصب تھا۔ اُس کے عین نیچے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کے نام کندہ تھے۔

ایریسا نے میز پر پڑے ہوئے موم بتیوں کے بنڈل سے ایک موم بتی نکال کر روشن کر دی۔ پھر وہ چند ساعت کھڑی ہو کر عبادت کرتی رہی۔ میں اِس دوران بے تعلق کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایریسا، فارغ ہوگئی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا اور کہا۔ ''میرا خیال ہے، حالات نارمل ہیں۔''

''سوچ لو..... میں بہر حال! تمہارے ساتھ ہر تعاون کے لئے تیار ہوں۔''

''اور اِس کے لئے میں تمہاری شکر گزار ہوں مسٹر فلیکس! لیکن اسے میری مجبوری سمجھو۔ مسٹر شافٹ کی ہدایت ہے کہ معمولی سے شبے پر بھی سخت احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔'' اُس نے کہا۔

''لیکن میرا خیال ہے، بنیادی احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کی گئیں۔''

''میں نہیں سمجھی.....؟''

''کیا گاڑی میں ضرورت کے مطابق عمدہ اسلحہ موجود ہے؟ میرے پاس تو پستول بھی نہیں

''اوہ......اس کی پرواہ نہ کریں مسٹر فلیکس! گاڑی، اسلحہ خانہ ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''سیٹوں کے نیچے خفیہ خانے میں سٹین گنیں اور دستی بم موجود ہیں۔''

''تب ٹھیک ہے۔ بے فکر ہو جاؤ'' میں نے کہا اور ایریسا، پُر محبت نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر وہ، میرے ساتھ کار میں آ گئی اور میں نے کار سٹارٹ کر دی۔

''آپ کا کیا خیال ہے مسٹر فلیکس! کیا ہم اُن لوگوں کو نظر انداز کر دیں؟''

''رُوسیوں کو......؟''

''ہاں...... بظاہر ہم اُنہیں کامیاب چکر دے کر نکل آئے ہیں۔ لیکن جو لوگ اتنی عمدہ معلومات رکھتے ہوں کہ ہمارے راستے میں پہنچ جائیں، اُن سے کچھ بعید نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے...... کیا چاہتی ہو؟''

''ممکن ہے، وہ دوسرے ذرائع سے ہمارا تعاقب کر رہے ہوں۔ اور ہمارے پیچھے لگ کر مسٹر شافٹ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔''

''ہاں......ممکن ہے۔ گو، بظاہر ایسے آثار نظر نہیں آتے۔''

''یہ رُوسی بہت چالاک نظر آتے ہیں مسٹر فلیکس! آپ کا تھوڑا سا قیمتی وقت تو برباد ہو گا۔ لیکن اگر ہم تھوڑی سی مزید احتیاط کر لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔''

''جیسی آپ کی مرضی۔ اور میرا خیال ہے، آپ سارے کام اپنی مرضی کے مطابق کریں۔ مجھے کسی پر اعتراض نہیں ہے۔''

''بہت، بہت شکریہ! تب ہمیں کار واپس سڑک پر لے جانے کی بجائے تھوڑی دُور تک اِس میدان میں چلانی چاہئے۔ سڑک بھی کافی خطرناک ہے۔ اور خاص طور سے اِس موسم میں۔ میدان کے دوسرے سرے پر ہم، اسی سڑک پر پہنچ جائیں گے۔''

''میدان، ہموار ہے......؟''

''پوری طرح...... ڈرائیونگ میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔''

''ٹھیک ہے......!'' میں نے کار کا رُخ میدان کی طرف کر دیا۔ ایریسا پھر عقبی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ کچھ کرنے لگی تھی، میں نے توجہ نہیں دی اور خاموشی سے کار چلاتا رہا۔ تب اُس نے ہلکی اور کار آمد سٹین گن نکال کر میرے برابر کی سیٹ پر رکھ دی۔ کچھ دستی بم بھی اُس نے میرے قریب ہی رکھ دیئے تھے۔

''احتیاطاً......تاکہ استعمال کے وقت دیر نہ ہو جائے۔'' اُس نے کہا۔

''تم بہت خوفزدہ معلوم ہوتی ہو مس ایریسا......!''

''اگر کوئی ضرورت پیش آ گئی تو آپ مجھے بزدل نہیں پائیں گے۔ بس! تھوڑی سی احتیاط کی قائل ہوں۔'' ایریسا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ وسیع اور سرسبز میدان تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ اُس کے بے شمار قطعات سے برف کے درمیان پھول سر اُبھارے جھانک رہے تھے۔ ایک جانب سوئٹزر لینڈ کی سب سے بلند پہاڑی چوٹی 'میٹر ہارن' نظر آ رہی تھی، جو ایک نوکیلے سینگ کی مانند دُھند اور بادلوں میں دھنسی ہوئی تھی اور بے حد ہیبت ناک محسوس ہوتی تھی۔

ہم میدان عبور کرتے رہے۔ چند ساعت کے بعد ایریسا نے پھر مجھے مخاطب کیا۔ ''رفتار اِس سے زیادہ تیز نہیں کی جا سکتی مسٹر فلیکس؟''

''میرا خیال ہے کہ برف سے ڈھکے میدان کے ایک ایک حصے سے واقفیت مشکل ہے اور خاص طور سے میں تو اسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے...... میں خود بھی بہت زیادہ واقفیت کا اظہار نہیں کر سکتی۔ لیکن دُھند نیچے اُتر رہی تھی۔'' ایریسا پُر خیال انداز میں بولی۔

میں خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ پہاڑوں کی دُھند اب نیچے اُتر رہی تھی اور ماحول تاریک ہوتا جا رہا تھا۔ پھر ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ بارش کی وجہ سے سردی بڑھ گئی تھی اور فضا میں ٹھٹھرن پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے رفتار تھوڑی سی بڑھا دی تھی۔ خوب ہچکولے لگ رہے تھے۔ لیکن بہرحال! کار مضبوط تھی۔ ایریسا میری طرف دیکھ رہی تھی اور اُس کی آنکھوں میں نہ جانے کون کون سی کہانیاں تھیں؟ میں نے محسوس کیا جیسے وہ، مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ بالآخر وہ بول ہی پڑی۔ ''مسٹر فلیکس......!''

''ہوں......!''

''آپ کی زندگی میں دوسری دلچسپیاں بھی تو ہوں گی۔''

''مثلاً......؟'' میں نے پوچھا۔

''انسان مشین تو نہیں ہوتا۔ ہر شخص، خواہ اُس کا تعلق زندگی کے کسی شعبے سے ہو، اپنی ذات کے لئے بھی تو کچھ ہوتا ہے۔''

''ہاں...... کیوں نہیں؟''

''عورت کا کیا مقام ہے آپ کے ہاں؟''

''عورت، میری نگاہ میں بھی عورت ہی ہے۔''

''وہ تو ہوگی۔ میرا مطلب ہے، کوئی عورت آپ کی مطلوب نہیں بنی؟''

''ابھی تک کوئی ایسا موقع نہیں آیا۔''

''خواہش محسوس کرتے ہیں......؟''

''ہاں......عورت، دلکش ہوتی ہے۔ اور تھکن کے لمحات کی بہترین ساتھی۔''

''کوئی عورت آپ کی زندگی میں نہیں آئی......؟''

''کسی مخصوص حیثیت سے نہیں۔ ویسے یہ بھی نہیں کہ میں اُس سے آشنا ہی نہ ہوں۔''

''اس بارے میں آپ کے خیالات کیا ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ بعض اوقات لا اُبالی اور خطرناک فطرت رکھنے والے لوگ یہ سوچتے ہیں کہ کوئی عورت اُن کی پوری زندگی پر مسلط نہ ہو۔ اور بس! جہاں چاہیں، عورت حاصل کر لیں۔ لیکن بعض لوگ اپنی زندگی کسی سے وابستہ کر لیتے ہیں۔''

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں نے کہا۔ ''بدقسمتی سے مِس ایریسا! میں نے زندگی میں اِن ساری باتوں پر غور نہیں کیا۔ کیا تم، میری مدد کر سکتی ہو؟''

''میں......؟'' وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

''ہاں......زندگی کو کس انداز میں ترتیب دینا چاہئے؟''

''مسٹر فلیکس! انسان ساری زندگی کچھ بھی کر لے، لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے، جب اُسے کسی مخلص اور ہمدرد انسان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور ایسے موقع پر ساری زندگی کا رفیق ہی سچا مونس ثابت ہوتا ہے۔''

''اِس کا مطلب ہے، کسی کو زندگی کا ساتھی بنا لینا چاہئے؟''

''ہاں...... اِس کا انتخاب ضروری ہے۔ مثلاً جیسے آپ۔ اگر آپ کو کوئی ایسا ساتھی مل جائے، جو آپ کی اِس وقت کی مصروفیات میں آپ کا معاون ثابت ہو تو آپ کی زندگی زیادہ خوشگوار ثابت ہوگی۔''

''ٹھیک ہے مِس ایریسا! کسی مناسب وقت پر اِس بارے میں سوچوں گا۔ میرا خیال ہے کہ ہم سڑک تک آ گئے ہوں گے۔ برف میں اُس کی تمیز مشکل ہے۔''

''ہاں......سڑک، برف سے ڈھکی ہوئی ہے۔ لیکن درختوں کی قطاروں سے اس کا تعین

ہوتا ہے۔'' ایریسا نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

بڑی خطرناک سڑک تھی۔ ایک طرف پہاڑیاں بلند ہوتی گئی تھیں، جن پر برف ہی برف نظر آ رہی تھی۔ دوسری جانب درختوں کی قطار تھی جن کی دوسری سمت گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ہم برف کی موٹی تہ پر سست رفتاری سے سفر کرتے رہے اور کافی دُور نکل آئے۔ لیکن اب آگے کا سفر بے حد مشکل ہو گیا تھا، کیونکہ دُھند نے تاریکی پھیلا دی تھی۔ اور اب چند فٹ دُور کی چیز بھی صاف نظر نہیں آ رہی تھی۔

ایریسا کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیلتے جا رہے تھے۔ میں نے روشنیاں جلا دیں۔ لیکن بے حد تیز روشنیاں بھی کوئی خاص تیر نہیں مار سکی تھیں۔

''میرا خیال ہے، سفر جاری نہیں رہ سکتا مِس ایریسا!'' بالآخر میں نے کار روکتے ہوئے کہا۔

''ہاں......موسم اچانک خراب ہو گیا ہے۔'' ایریسا تشویش زدہ لہجے میں بولی۔

''پھر......کیا اِرادہ ہے......؟''

''یہاں تو قیام بھی ممکن نہیں۔''

''لیکن کار کو آگے لے جانا کافی خطرناک ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے، سڑک آگے چل کر کسی طرف مُڑ جائے اور ہم سیدھے کسی کھائی میں جا گریں۔''

''پیچھے ہٹنا بھی بے مقصد ہے۔''

''اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ یہیں رات گزاری جائے۔''

''لیکن یہ بیچ سڑک......''

''مجبوری ہے۔'' میں نے شانے ہلائے اور ایریسا میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر اچانک ہی میں نے اُس کے چہرے پر تغیر محسوس کیا۔

''تو حرج بھی کیا ہے؟ ہم تنہا تو نہیں ہیں۔ میں، تمہارے ساتھ ہوں اور تم، میرے ساتھ...... اور اِس خطرناک موسم میں کوئی دوسرا بیوقوف ایسا نہیں ہوگا، جو ہماری طرح سفر کرے۔ اس لئے کسی گاڑی کے آ ٹکرانے کا خوف بھی نہیں ہے۔ پھر بھی احتیاطاً ہم عقبی روشنیاں جلائے رکھیں گے۔''

''کب تک......؟'' میں نے سوال کیا۔

''پوری رات......!'' وہ ہنس پڑی۔

''صبح کو بیٹری اس قابل نہیں ہوگی کہ سیلف اُٹھا سکے۔''

''صبح کی بات، صبح دیکھی جائے گی۔ چھوڑو اب ان پریشان کن خیالات کو۔ انجن بند کر دو!'' اُس نے کہا اور میں نے گاڑی، حتیٰ الامکان سائیڈ میں لگا دی۔ نیچے اُتر کر میں نے جائے وقوع کا جائزہ لیا اور اطمینان کرلیا کہ دوسری سمت کوئی گہری کھائی نہیں ہے۔

گاڑی کے شیشے پہلے ہی بند تھے۔ اریسا، کافی وغیرہ نکالنے لگی جو اُس نے سفر کے لئے ساتھ لی تھی۔ اور جسے ابھی تک استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ ہم نے سینڈوچ اور کافی کا ایک ایک کپ پیا، جو اس وقت کافی لذیذ معلوم ہوا تھا۔

دُھند نے اب ہر چیز چھپالی تھی۔ یوں بھی شام ہو چکی تھی اور ساڑھے چھ بج رہے تھے۔ اریسا نے کار کی دونوں اگلی سیٹیں کھول لیں اور ہم اُن پر دراز ہو گئے۔ ''زندگی میں بعض لمحات بے حد عجیب ہوتے ہیں۔'' اریسا، گہری سانس لے کر بولی۔

''کس طرح......؟''

''جیسے یہ۔ ہم دونوں کس قدر اجنبی ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ قربت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں تمہارے ساتھ کتنی مطمئن ہوں، بتا بھی نہیں سکتی۔ اس کے علاوہ مسٹر فلیکس! آپ جیسے انسان کا سہارا، اگر کسی کو مل جائے تو پھر اُسے کسی چیز کی تمنا نہ رہے۔''

''آپ اپنی زندگی میں کس سے متاثر ہوئی ہیں مِس اریسا......؟''

''اس سے قبل نہیں ہوئی تھی۔'' اُس نے جواب دیا۔

''اِس سے قبل، سے کیا مراد ہے؟''

''آپ برا نہ محسوس کریں تو میں یہ کہنے میں حرج نہیں سمجھتی مسٹر فلیکس! کہ میں زندگی میں سب سے زیادہ آپ سے متاثر ہوئی ہوں۔ اور آپ کے قرب نے مجھے ایک حسرت میں مبتلا کر دیا ہے۔''

''کیسی حسرت......؟''

''کاش! ہم صرف اِس چھوٹے سے کاروبار میں یکجا نہ رہتے۔ ہمیں زندگی کا طویل دور ایک ساتھ گزارنے کو ملتا۔'' اریسا نے پُرمحبت لہجے میں کہا۔

''بہت سے کام کوشش کرنے سے بھی ہو جاتے ہیں۔'' میں نے ایک حسین رات کے تصور کو ذہن میں جگہ دے کر کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

''میں تو بس! دُعا ہی کر سکتی ہوں۔'' چند ساعت کے بعد اُس نے گہری سانس لے کر

کہا۔ اُس کی آنکھوں سے خمار جھانک رہا تھا۔ میں اُس کے لئے اجنبی تھا۔ لیکن اریسا، میرے لئے اجنبی نہیں تھی۔ گزری ہوئی ایک رات مجھے یاد تھی۔

''نیند آرہی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''دُور، دُور تک آنکھوں میں نیند کا شائبہ نہیں ہے۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ اگر تم جیسے انسان کے ساتھ نہ ہوتی تو شاید یہ رات سکون سے نہ گزار سکتی۔''

''کیوں......؟''

''قرب و جوار کا ماحول، بے حد بھیانک ہے۔'' اُس نے شیشوں کے باہر جھانکا۔ اور اسی وقت ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ گاڑی اُچھل گئی تھی۔ اریسا کے حلق سے چیخ نکل گئی اور وہ بے اختیار ہو کر مجھ سے آلپٹی۔ چند ساعت وہ گہری گہری سانس لیتی رہی، پھر ایک طویل سانس لے کر بولی۔ ''شاید کہیں تودہ گرا ہے۔''

''شاید......''

''فلیکس! جس جگہ ہم کھڑے ہیں، یہ بھی تو محفوظ نہیں ہے۔'' اریسا کی آواز لرز رہی تھی۔

''کیوں......؟''

''اس طرف بھی برفانی تودے موجود ہیں۔''

''اوہ......تو اِس سے کیا فرق پڑتا ہے اریسا؟ اگر ہماری قبر کسی تودے کے نیچے ہی بنی ہے تو یہ موت بری تو نہ ہوگی۔ برف پگھلنے پر ہماری لاشیں جوں کی توں دستیاب ہوں گی۔'' میں نے ہنس کر کہا اور اریسا بھی ہنسنے لگی۔

وہ بدستور مجھ سے چمٹی ہوئی تھی۔ دفعتہً اُسے اِس بات کا احساس ہوا اور اُس نے ہلکی سی جھجک کے ساتھ، مجھ سے علیحدہ ہونے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اُس کے گرد اپنی گرفت تنگ کر لی اور اریسا کی دونوں باہیں، میری گردن میں آ گئیں۔

ایک طویل بوسے نے ساری جھجک دُور کر دی......اور پھر کار کے اندر کے ماحول میں گرمی پیدا ہو گئی......اتنی گرمی کہ لباس، بوجھ معلوم ہونے لگے اور آہستہ آہستہ ہم دونوں نے سارے بوجھ اُتار پھینکے......تودوں کے کئی دھماکے ہوئے تھے۔ لیکن اب کوئی دھماکہ ہمیں متاثر نہیں کر رہا تھا اور ہم ساری باتوں سے بے نیاز ہو گئے تھے......

رات کے آخری پہر ہم، مورس میں واپس آ گئے۔ باہر کا ماحول اتنا خوفناک تھا کہ چند گز

کی چیز نہیں نظر آ رہی تھی۔ ابھی ہم لباس درست کر کے بیٹھے ہی تھے کہ کوئی سفید سی چیز نظر آئی اور ہم چونک پڑے۔

روشنیاں ہیں شاید......'' ایریسا نے کہا۔

''ہاں...... لیکن اِس وقت ایریسا...... اِس وقت کون دیوانہ ہے جو سفر کر رہا ہے......؟''

''اوہ، ہاں! واقعی...... تو کیا...... تو کیا......؟''

''تم احتیاط کی قائل ہونا......؟''

''ہاں! مگر کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''تب پھر نیچے اُتر آؤ! گو، ہم زیادہ دُور تو نہیں جاسکیں گے۔ لیکن کار کے اندر رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔ دیکھ لیں گے۔ اگر ہمارے مخالف نہ ہوئے تو واپس آ کر کار میں بیٹھ جائیں گے۔ لیکن تھوڑی سی تکلیف اُٹھانی پڑے گی۔''

''کوئی حرج نہیں ہے۔ آؤ!'' ایریسا نے کہا۔ اس وقت اس گرم ماحول کو چھوڑ کر سردی میں نکلنا سخت مشکل کام تھا۔ بہر حال! ہم دونوں کار سے اُتر کر سڑک کے کنارے پہنچ گئے۔ دُھند میں نظر نہیں آ رہا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے؟ ہم سڑک سے تھوڑا سا نیچے اُتر کر ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں پہنچ گئے، جہاں سے ہم سڑک پر نگاہ رکھ سکتے تھے۔

سفید روشنیاں، انتہائی طاقتور تھیں۔ اس لئے اس شدید دُھند میں کامیاب ہو رہی تھیں۔ ورنہ معمولی روشنیاں تو کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں۔ بالآخر وہ قریب پہنچ گئیں۔ لیکن وہ ایک گاڑی نہیں تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین گاڑیاں تھیں اور خاص ہی قسم کی تھیں۔ اب ہماری کار، ان روشنیوں کی زد میں تھی۔

...... پھر چمڑے کے کپڑوں میں ملبوس، بہت سے لوگ گاڑیوں سے اُتر آئے اور ہماری کار کے نزدیک پہنچ گئے۔ اُنہوں نے تیز روشنی والی ٹارچیں روشن کیں اور پھر کار کے چاروں طرف ڈالنے لگے۔

''ایریسا......!'' میں نے اُسے آواز دی۔

''ہوں......!'' ایریسا کی سرگوشی اُبھری۔

''کیا خیال ہے...... کیا یہ ہمارے آدمی ہو سکتے ہیں؟''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''ہمارے نگران......؟''

''ممکن ہے......!''

''کافی انتظامات کے ساتھ آئے ہیں۔''

''ہاں...... اور ہم سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔''

''وہ کیا......؟''

''جلدی میں سٹین گنیں چھوڑ آئے ہیں۔''

''لو...... سنبھالو!'' میں نے ایک سٹین گن، اُس کی طرف بڑھا دی اور ایریسا، خوشی سے اُچھل پڑی۔

''ارے...... تم...... تم اسے اُٹھا لائے......؟''

''ہاں...... یہ دو بم بھی ہیں۔ دو میرے پاس موجود ہیں۔ جلدی میں یہی ہاتھ لگے۔''

''کمال ہے۔ میں محسوس بھی نہیں کر سکی تھی۔''

''تم اسلحے کا استعمال کرنا جانتی ہونا؟''

''اچھی طرح...... اِس سلسلے میں تم بے فکر رہو۔ لیکن......''

''ہاں...... لیکن کیا...... کہو؟''

''کیا اسلحہ استعمال کرنا ضروری ہے؟''

''اُس وقت تک نہیں، جب تک وہ ہمیں دیکھ نہ لیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' ایریسا نے کہا اور پھر ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

اُن لوگوں کی سرگرمیوں سے اُن کے بارے میں اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ بڑی شد و مد سے ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ ٹارچوں کی لمبی زبانیں چاروں طرف لپک رہی تھیں۔ اُن کی تعداد کے بارے میں صرف ٹارچوں سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ بہر حال! ٹارچیں بھی چھ سات تھیں۔ نہ جانے کون لوگ تھے، اور کیا چاہتے تھے؟

پھر اُن میں سے چند افراد، سڑک کے اُس کنارے کی طرف آئے۔ اور اب ہمارا اُن کی نگاہوں سے بچنا مشکل تھا۔ چنانچہ ہم تیار ہو گئے۔ اگر اس جگہ سے واقفیت ہوتی تو ہم اُن کی نگاہوں سے بچنے کی کوشش کرتے۔ لیکن مجبوری تھی۔

چنانچہ جیسے ہی ٹارچوں کی روشنیاں ہم پر پڑیں، میں نے فائر کھول دیا۔ ویران ماحول میں سٹین گن کی آواز کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ سارے پہاڑ چیخ پڑے تھے۔ اور ان چیخوں میں انسانی چیخیں بھی شامل تھیں۔ جلتی ہوئی ٹارچیں، ہاتھوں سے گر پڑی تھیں۔ میرے ساتھ

ایریسا نے بھی فائر کئے۔ دوسری طرف بہت سی آوازیں اُبھری تھیں اور وہ لوگ اِدھر اُدھر دوڑنے لگے تھے...... اور پھر پستولوں کے کئی ہوائی فائر ہوئے اور ہوائیں چیخنے لگیں۔

میں جانتا تھا کہ وہ اس فوری حملے سے بوکھلا گئے تھے۔ اُن کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ منظم ہو جائیں گے اور اُس کے بعد یہ جگہ اُن کی نگاہوں سے دُور نہ رہے گی۔ اور ہم مارے جائیں گے۔

''مسٹر فلیکس......!'' ایریسا کی سرگوشی اُبھری۔

''ہوں......؟''

''آپ اُن کی آوازیں سن رہے ہیں؟''

''ہاں......!'' میں نے مختصراً کہا۔

''رُوسی زبان ہے......؟'' اُس نے کہا اور میں چونک پڑا۔ میں نے غور نہیں کیا تھا۔ اور یہ بڑی بات تھی کہ ایریسا نے اِن حالات میں بھی ذہانت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا اور اُن کی زبان پر غور کیا تھا۔

''تمہارا خیال درست ہے۔'' میں نے کہا۔

''اب کیا کریں......؟''

''میرا خیال ہے، اِن میں سے کئی لڑھک گئے ہیں۔''

''ہاں! چیخوں سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔''

''اور اِن کی تعداد کافی ہے۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''صرف چند لمحات...... اس کے بعد ہم، اُن کی نگاہوں میں آ جائیں گے۔''

''جگہ بدل دو!''

''تم انتظار کرو۔'' میں نے اُس کا شانہ دباتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں اُوپر کی جانب بڑھ گیا۔ اُن کے کسی اقدام سے قبل، میں کوئی قدم اُٹھا لینا چاہتا تھا۔ اور یہی میری تربیت تھی۔ صورتِ حال سراسر ہمارے خلاف تھی۔ اگر ہم کسی اور طرح سے سچویشن پر قابو پا سکتے تو پھر اُن کے اقدام کا انتظار مناسب تھا۔ لیکن اگر اُن کی پوزیشن مستحکم ہو تو پھر اپنی طرف سے کوئی کوشش کرنے میں پہل ضروری ہے۔

چنانچہ ترکیب، میری سمجھ میں آ گئی...... اور میں سانپ کی طرح اُوپر کی جانب رینگنے لگا۔

گاڑی، سڑک سے زیادہ دُور نہیں تھی۔ میں نے اپنی گاڑی کا تعین کر کے ایک گرنیڈ کا سیفٹی پن ہٹایا اور اُسے اپنی گاڑی کی جانب اُچھال دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اُس کے ساتھ بے شمار چیخیں سنائی دیں۔

لیکن وہ نہیں ہوا، جو میں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے دوسرا گرنیڈ بھی اُچھال دیا اور میری کوشش، کارآمد ہوئی۔ اس بار ہونے والا دھماکہ، پہلے دھماکے سے کہیں زیادہ خوفناک تھا۔ اور پھر پے درپے دھماکے ہونے لگے۔ برف کا طوفان، فضا میں بلند ہو گیا تھا۔ اور یہی میری سکیم تھی۔

اپنی گاڑی کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ وہ اسلحہ خانہ ہے۔ چنانچہ میں نے دونوں گرنیڈ اُس پر اُچھالے تھے۔ اور بالآخر یہ اسلحہ خانہ، دھماکے سے اُڑ گیا تھا۔ اور اب رُوسیوں کا جو حشر ہوا ہوگا، اُس کا تصور کیا جا سکتا تھا۔ اُن کی گاڑیاں قریب ہی کھڑی ہوئی تھیں۔

برف کا دُھواں فضا میں کافی بلندی پر چھا گیا تھا اور میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ میں نے اُن لوگوں کو بدترین شکست دی تھی۔ میں واپس نیچے کی جانب چل دیا اور اندازے سے اُس جگہ پہنچ گیا، جہاں ایریسا موجود تھی۔

''ایریسا!'' میں نے اُسے آواز دی۔ لیکن ایریسا کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

''ایریسا......!'' اِس بار میری آواز، پہلے سے زیادہ بلند تھی۔ میری آواز دیر تک گونجتی رہی۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔

اب مجھے تشویش ہو گئی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا۔ ایریسا کسی حادثے کا شکار تو نہیں ہو گئی؟ میں آگے بڑھا۔ ممکن ہے، اُس نے جگہ تبدیل کر لی ہو۔ چنانچہ میں نے کچھ اور نیچے اُترنے کا فیصلہ کیا اور احتیاط سے نیچے اُترنے لگا۔ لیکن ابھی چند گز نیچے اُترا تھا کہ اچانک برف پھسل گئی...... میں نے فوراً لیٹ کر خود کو جمانے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا...... میرا جسم بے سہارا ہو گیا تھا۔ قرب و جوار میں کوئی روک نہ تھی۔ سٹین گن بھی میرے ہاتھ سے نکل گئی اور میں کسی پتھر کی طرح نیچے گرنے لگا......

پھر ایک جگہ برف، میرے جسم سے ٹکرائی اور میں نے ہاتھ پاؤں مارے۔ لیکن بے سود۔ یوں لگتا تھا، جیسے تحت الثریٰ کی گہرائیوں میں جا رہا ہوں۔ میرا جسم جگہ جگہ ٹکرا رہا تھا۔ لیکن گرنے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ بالآخر میری قوت برداشت جواب دے گئی اور میرا ذہن سونے لگا۔ اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا۔

نہ جانے کتنا وقت گزرا...... نہ جانے کیا کیا بیتی؟ کچھ یاد نہیں تھا۔ ہاں! آنکھ کھلی تو بے حد تکلیف کا احساس ہوا۔ اتنی شدید اذیت کہ دوبارہ بے ہوش ہونے کو جی چاہنے لگا۔ لیکن دوبارہ بے ہوش ہونا، میرے بس سے باہر تھا۔

میری آنکھیں بند تھیں۔ لیکن تکلیف کا احساس، ذہن کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ میں اپنی حالت پر غور کرنے لگا...... اور پھر میں نے قوتِ ارادی کو مجتمع کر کے آنکھیں کھول دیں۔ روشنی پھیل چکی تھی۔ دن نکل آیا تھا۔ پہلی چیز جو نظر آئی، برف تھی...... پہلی چیز جو محسوس کی، برف تھی۔

منجمد ذہن، برف کی مانند پگھلنے لگا۔ واقعات یاد آئے۔ اور احساسِ ذمہ داری نے آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے حالات کا جائزہ لینے سے قبل اپنا تجزیہ کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ پہلے تو یہ اندازہ لگایا کہ جسم کے کون سے حصے پر تکلیف زیادہ ہے؟ مقصد یہ تھا کہ کوئی عضو ٹوٹا تو نہیں ہے؟

پھر آہستہ آہستہ بدن کو جنبش دی۔ اور چند ساعت کے بعد اس بات سے مطمئن ہو گیا کہ بدن صحیح سلامت ہے۔ برف کی دبیز تہوں نے میری حفاظت کی تھی اور ٹوٹ پھوٹ نہیں ہونے دی تھی۔ پھر جو بدن کی کیفیت تھی، وہ چھوٹے چھوٹے زخموں کی وجہ سے ہی ہو سکتی تھی جو برف کی رگڑ کی وجہ سے لگے ہوں گے۔ اور پھر یخ بستہ ہواؤں نے جسم کو منجمد کر دیا تھا۔ اِس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اس کیفیت کو زائل کرنے کا عمل شروع کر دیا۔ سانس روک کر میں نے اعضا کی حرکت روک دی اور بدن کی تکلیف زائل ہونے لگی۔

یہ ایک عمدہ عمل ہے۔ اعضا کی حرکت رُک جائے تو تکلیف کا احساس کم ہو جاتا ہے۔ اور میں اُس وقت تک سانس روکے رہا، جب تک روک سکا۔ اور اس سلسلے میں، مجھے کافی مشق تھی۔ پھر جب میں نے اپنے جسم کو کافی حد تک پُر سکون پایا تو ایک دم اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ گو، ابھی جسم اتنا توانا نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس حالت کو درست کرنے کے لئے ساری قوتوں کا استعمال ضروری تھا۔ چنانچہ میرا رُخ جس طرف تھا، میں نے اُسی سمت میں بھاگنا شروع کر دیا۔ رفتار سست تھی۔ لیکن میں دوڑ رہا تھا اور اس کے لئے میں نے ایک راستے کا انتخاب کر لیا تھا۔ کیونکہ برفانی سچویشن کا مجھے احساس نہیں تھا۔

دیر تک میں دوڑتا رہا اور خون کی روانی بحال ہو گئی۔ میں نے اپنی پوزیشن کافی حد تک سنبھال لی تھی۔ اور اب بدن خوب گرم ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں رُک گیا اور اس کے بعد میں

نے حالات کا جائزہ لیا۔

تا حدِ نگاہ برف ہی برف تھی۔ کہیں کہیں برف زدہ درخت نظر آ رہے تھے۔ اور پھر میں نے بلندیوں کی طرف دیکھا...... خدا کی پناہ! اتنی بلندی سے گرنے کے بعد زندگی کا تصور بھی محال تھا۔ برف اور اتفاقات دونوں یکجا نہ ہوتے تو زندگی محال تھی۔

لیکن ایریسا کہاں گئی؟ میں نے سوچا اور میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ ایریسا کچھ زیادہ دُور نہیں تھی۔ جہاں سے میں گرا تھا، وہاں سے ایریسا بھی گری تھی...... لیکن وہ ابھی تک بے ہوش تھی۔

میں اُس کے قریب پہنچ کر اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایریسا کے کراہنے کی آوازیں آنے لگیں۔ میں اُس کے بدن کو مل مل کر اُس کے خون کی روانی بحال کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایریسا، ہوش میں آ گئی تھی۔ لیکن اُس کی حالت خراب تھی۔ رفتہ رفتہ وہ درست ہونے لگی۔ ویسے اُس کے بدن پر زخم نہیں تھے۔ اُس کی بہ نسبت میں زیادہ زخمی تھا۔

پھر ایریسا اُٹھ گئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ ''تم ٹھیک ہو فلیکس......؟'' اُس نے کمزور آواز میں پوچھا۔

''ہاں...... ایریسا! تمہارا کیا حال ہے؟''

''اب ٹھیک ہوں۔''

''آؤ...... اُٹھ کر تھوڑی سی چہل قدمی کرو۔ بدن گرم ہو جائے گا۔'' میں نے کہا اور وہ اُٹھ گئی۔ بہرحال! غیر معمولی لڑکی تھی، اُس نے ذرا سی دیر میں خود کو پوری طرح درست کر لیا اور پھر بلندیوں کی طرف دیکھ کر بولی۔

''خدا کی پناہ! میں اتنی بلندی سے گری تھی؟''

''ہاں...... لیکن برف نے تمہاری بھی مدد کی۔ ورنہ شاید ہماری ہڈیوں کا بھی پتہ نہ چلتا۔''

''کیا تم، میری تلاش میں نیچے آئے تھے؟''

''یہی سمجھو......!'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''سمجھو سے کیا مراد ہے؟''

''میں بھی گر پڑا تھا۔'' میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ہمدردی سے میرے نزدیک آئی اور میرے بدن کو چھوتے ہوئے کہنے لگی۔

’’زخمی تو نہیں ہوئے......؟‘‘

’’معمولی سا...... بہرحال! خوشی ہے کہ تم ٹھیک ہو۔‘‘

’’اُن لوگوں کا کیا ہوا؟‘‘

’’کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اُن کی زندگی بھی مشکل ہی ہے۔‘‘

’’دھماکے کیسے تھے......؟‘‘

’’میں نے اسلحہ خانہ تباہ کر دیا تھا، یعنی تمہاری گاڑی...... اور اُن کے پرخچے اُڑ گئے تھے۔ ورنہ اُن کی تعداد کافی تھی۔‘‘

ایریسا، مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ’’عمدہ ترکیب تھی۔ ورنہ ہم، اُن کے ہاتھ آ جاتے۔‘‘ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور پھر ایریسا ہی بولی۔ ’’لیکن اب اُوپر کس طرح پہنچیں گے؟ یہ بلندیوں کی دیوار تو تاحدِ نگاہ ہے۔‘‘

’’طویل سفر کرنا پڑے گا۔ برف کی اِن ڈھلوانوں پر چڑھنا مشکل ہے۔‘‘

’’طویل سفر سے کیا مراد ہے؟‘‘

’’ایسی جگہ کی تلاش میں، جہاں سے اُوپر پہنچا جا سکے۔‘‘

’’لیکن فلیکس! برف پر اتنا طویل سفر ہم کس طرح کریں گے؟ اور پھر راستے کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم۔ نہ جانے کس جگہ گڑھے ہوں اور ہم برف کے غاروں میں دفن ہو جائیں۔‘‘ ایریسا خوفزدہ لہجے میں بولی۔

’’بہرحال! کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ایریسا! یہاں سے تو بلندیوں پر چڑھنا ناممکن ہے۔‘‘ میں نے جواب دیا اور ایریسا خاموش ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک ہم اپنی قوتیں بحال کرتے رہے، پھر ایک سمت کا تعین کر کے چل پڑے۔

برف پگھل رہی تھی اور ہمارے جسموں پر لباس بھی ایسے نہیں تھے کہ ہم سرد اور یخ بستہ ہواؤں کو برداشت کر سکیں۔ یہی شکر تھا کہ ابھی ہوائیں چلنا شروع نہیں ہوئی تھیں، ورنہ جم کر رہ جاتے۔

بہرحال! یہ بھیانک سفر، میری زندگی کا یادگار سفر تھا۔ اتنے خوفناک حالات سے اس سے قبل سابقہ نہیں پڑا تھا۔ میں نے قوت ارادی سے کام لیا تھا۔ لیکن ایریسا اب اپنی اعصابی قوت کھو بیٹھی تھی اور ہولے ہولے کراہ رہی تھی۔ ابھی تک برف کی چادر موٹی تھی۔ لیکن کئی جگہوں سے ٹوٹی ہوئی برف کے درمیان پانی نظر آ رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ کسی بھی جگہ ہم

ٹھنڈے پانی میں دفن ہو سکتے تھے۔ لیکن کیا بھی کیا جا سکتا تھا؟ میں ابھی تک پُرسکون تھا۔ لیکن ایریسا کی وجہ سے سفر کی رفتار بے حد سست تھی۔ بالآخر وہ آہستہ سے بولی۔ ’’فلیکس! تھوڑی دیر رُکو گے نہیں؟‘‘

’’ضرور...... آؤ! برف کے اُس کوہان تک چلتے ہیں۔ اُس کے کنارے پر درخت بھی ہیں۔‘‘ میں نے ایک طرف اشارہ کیا اور ایریسا بھاری بھاری قدم اُٹھاتی ہوئی اُس کوہان تک پہنچ گئی۔

’’آہ...... فلیکس! میری ہمت تو اَب جواب دے رہی ہے۔‘‘

’’کیوں ایریسا......؟‘‘

’’مجھے بھوک بھی سخت لگ رہی ہے۔‘‘ اُس نے کہا اور میں تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس سلسلے میں، میں اُس کی کیا مدد کر سکتا تھا؟ بھوک تو مجھے بھی لگ رہی تھی۔ لیکن یہاں کسی خوراک کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

’’اس کے علاوہ بدن سرد ہو رہا ہے...... ٹانگیں بے جان ہوتی جا رہی ہیں...... خود تمہاری کیا کیفیت ہے؟‘‘

’’میرے جسم پر بہت سے زخم ہیں ایریسا! لیکن میں اپنی قوتِ ارادی سے سب کچھ بھول گیا ہوں۔ میں ضرور باہر نکلنے کی جگہ تلاش کر لوں گا۔‘‘

’’کاش! میں بھی تمہاری مانند ہوتی۔‘‘

’’فکر مت کرو ایریسا! میں تمہیں یہاں سے بچا کر لے جاؤں گا۔ اب تم، میرے کندھوں پر سفر کرو گی۔ مایوس مت ہونا۔‘‘

’’فلیکس! ایک بات بتاؤ؟‘‘ ایریسا نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

’’ہاں......!‘‘

’’کیا میرے لئے تم یہ تکلیف صرف اس لئے اُٹھا رہے ہو کہ تمہیں، میرے ذریعے کچھ کاروباری امور طے کرنے ہیں؟‘‘

میں اِس سوال کی گہرائی پر غور کرنے لگا۔ اس وقت، اِس سوال میں ایک عجیب احساس پوشیدہ تھا۔ ایریسا کے لئے میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ مجھ پر دل و جان سے مرمٹی ہے۔ بہرحال! مجھے، اس سے غرض نہیں تھی۔ میں یہ بات اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ یہ بات جان گئی ہے کہ میرا مستقبل بہت شاندار ہے۔ وہ اِس شاندار مستقبل میں، میری شریک ہونا چاہتی

تھی۔ اور اس دولت سے عیش کرنا چاہتی تھی جو اُس راز کی قیمت کے طور پر حاصل ہوگی۔ لیکن اس وقت، اُس کی ہمت بحال کرنے کے لئے اُسے دلاسا دینا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے لہجے میں محبت پیدا کی اور بولا۔

''تمہارے خیال میں زندگی کی بازی صرف دولت کے لئے ہی لگائی جاسکتی ہے؟''

''تو پھر......؟'' ایریسا کے لہجے میں اشتیاق پیدا ہوگیا تھا۔

''ہمارے، تمہارے درمیان ذہنی رشتے بھی تو ہوگئے ہیں ایریسا!''

''کیا واقعی......؟'' ایریسا بے خود ہوگئی۔

''تم خود محسوس نہیں کرسکتی ہو ایریسا؟''

''میں تو...... میں تو اپنی زندگی، تمہارے لئے مٹانے کو تیار ہوں فلیکس! میں تو نہ جانے کیا کیا خواب دیکھنے لگی ہوں؟''

''مثلاً......؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے تو ساری زندگی، تمہارے ساتھ گزارنے کے خواب دیکھنا شروع کردیئے ہیں فلیکس! کیا تم مجھے یہ موقع دو گے؟''

''میں تعمیر کے راستے میں ہوں ایریسا! ابھی ہمیں منزل پر پہنچنا ہے۔ تم، میرے ساتھ ہو۔ ہم مستقبل کے فیصلے کسی وقت بھی کرسکتے ہیں۔''

''اوہ...... بس! یہی کافی ہے فلیکس! تمہارے مضبوط سہارے کے ساتھ تو میں ساری دنیا کا سفر بہ آسانی کرسکتی ہوں۔ فلیکس! یقین کرو، میں اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی پا رہی ہوں۔ میں اب سفر کرنے کے قابل ہوں۔ آؤ! چلیں......''

اور پھر اُس نے چلنا شروع کردیا۔ راستے میں بے شمار خوفناک مراحل آئے۔ ایک بار برف کے درمیان ایک جھیل نے ہمارا راستہ روک لیا اور ہم پریشان ہوگئے۔ اس جھیل میں اُترنا، موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اسلئے ہم اس کے سرے کی تلاش میں چل پڑے۔ اور کافی دُور چل کر ہمیں کنارہ مل سکا۔ لیکن اس دوران ہم برف کی دیوار سے زیادہ دُور نہیں گئے تھے۔ برف کا ایک عظیم الشان ویرانہ تھا اور ہم دو تنہا مسافر...... منزل کا کوئی نشان نہیں تھا......

پھر شام ہوگئی اور ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں۔ برف کے اُس ویرانے میں چلنے والی ہوائیں ہماری سانسوں کے لئے آخری ضرب ثابت ہوئیں۔ میں، اُن سے بچنے کے لئے کوئی

تدبیر سوچنے لگا۔ بھوک کے مارے برا حال تھا۔ ہاں! پیاس کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کئی بار ہم نے برف اُٹھا کر پگھلائی اور اُس سے حلق تر کیا تھا۔

میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ پھر ہمیں برف کا ایک کوہان نظر آیا اور میں اُس کی جانب چل پڑا۔ میں نے بڑی شد و مد سے برف کو کریدنا شروع کیا۔ برف زیادہ مضبوط نہیں تھی۔ بالآخر چٹان نکل آئی اور اُس کے نیچے اتنی جگہ ہوگئی کہ ہم دونوں بیٹھ سکتے۔ میں نے یہی نامکمل پناہ گاہ مناسب سمجھی اور ہم دونوں وہاں بیٹھ گئے۔ دُھند تیزی سے نیچے اُتر رہی تھی۔ اور پھر گہرا اندھیرا پھیل گیا۔ ہواؤں کی خوفناک آوازیں سفر کررہی تھیں۔ سردی تھی کہ ہڈیوں میں اُترتی جارہی تھی۔ میں نے ایریسا کو خود میں پیوست کرلیا تھا اور ہم دونوں ایک دوسرے کے بدن کی گرمی حاصل کرتے رہے۔

''فلیکس......!'' ایریسا کی نڈھال آواز اُبھری۔

''ہوں......!''

''کیا ہم دونوں یہیں مرجائیں گے......؟''

''کیا برا ہے ایریسا؟ ہر انسان، عارضی طور پر دنیا میں آتا ہے۔ اُسے زندگی اور موت، دونوں سے مخلص ہونا چاہئے۔''

''وہ کس طرح......؟''

''زندہ رہو تو زندگی کے لوازمات حاصل کرنے کے لئے جدوجہد جاری رکھو۔ جتنے لمحات تمہیں دیئے گئے ہیں، اُنہیں مایوسی کا شکار نہ بناؤ۔ جو کچھ حاصل ہو جائے، اُسے پا کر خوش ہو جاؤ۔ اور مزید حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہو۔ اور جب موت پکارے، ہنستے ہوئے اُس کی جانب بڑھ جاؤ۔ یہی زندگی کا اصول ہے۔''

''ہر انسان، تمہاری طرح نڈر تو نہیں ہوتا۔'' ایریسا، پھیکے انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔ اور پھر میری آنکھوں کو چوم کر کہنے لگی۔ ''بہرحال! تمہاری معیت میں موت بھی خوبصورت ہے۔ تم جیسے باہمت انسان کے ساتھ موت کا خوف دل سے نکل جاتا ہے۔''

''واقعی......! تب پھر تم مایوس کن خیالات ذہن سے نکال دو۔ ہمیں تکلیف کا تھوڑا سا وقت گزارنا ہے۔ اس کے بعد ہم کسی نہ کسی منزل پر پہنچ جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ تم میری فکر مت کرو۔ میں ٹھیک ہوں۔'' اُس نے کہا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ سونے کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بس! غنودگی سی طاری تھی جو نقاہت کا نتیجہ

بھی ہوسکتی تھی۔

ایریسا بھی خاموش تھی۔ اور میں نے اُسے چھیڑنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ کتنی طویل رات تھی۔ باہر سرد ہوائیں چل رہی تھیں۔ لیکن لفظ 'باہر' صرف دل بہلانے کے لئے تھا۔ ہم کون سے پوشیدہ تھے؟ ہوائیں براہِ راست ہمارے جسموں سے ٹکرا رہی تھیں...... اور ہمارے جسم، برف کی طرح سرد ہو گئے تھے۔

خدا خدا کر کے روشنی کی پہلی کرن چمکی۔ آسمان سے سفیدی جھلکنے لگی۔ لیکن شریانوں میں خون جم گیا تھا...... جسم اس طرح اکڑ گیا تھا کہ سیدھا کرنا مشکل تھا۔ نہ جانے حواس کس طرح قائم تھے؟

دُھند چھٹ گئی تھی۔ لیکن پورے طور سے نہیں۔ اب بھی ہلکی ہلکی دُھند، فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے ایریسا کو دیکھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ تب میں نے ایریسا کو جھنجھوڑا۔ لیکن دفعتہً مجھے احساس ہوا کہ اُس کی سانسیں بے ترتیب ہیں...... میں چونک پڑا۔ ایریسا موت کی جانب بڑھ رہی تھی......

چند لمحات کے لئے میرا ذہن، افسوس میں ڈوب گیا۔ اس لڑکی کا اس طرح مر جانا، مجھے پسند نہیں آیا تھا۔ بہرحال! میں اُسے بازوؤں پر اُٹھائے برف پر چل پڑا۔ اس سے قبل میں نے کسی شے سے اتنی ہمدردی محسوس نہیں کی تھی۔ ایریسا بے ہوش تھی۔ میں نے اُس کا لباس برابر کیا، وہ دونوں گرنیڈ نکل کر اُس کے لباس سے گر پڑے جو میں اُس کار سے لایا تھا۔ میں نے ابھی تک اُن کی موجودگی محسوس نہیں کی تھی۔ نہ جانے کس طرح وہ ایریسا کے لباس میں رہ گئے تھے؟ بہرحال! اب تو بے مقصد تھے۔ میں نے اُنہیں وہیں پڑے رہنے دیا اور آگے بڑھ گیا۔ اگر انتہائی مشقت نے فولاد نہ بنا دیا ہوتا تو اس وقت ایک قدم چلنا بھی مشکل تھا۔ میرا جسم زخمی تھا۔ ان زخموں میں سردی، تیر کی طرح چبھ رہی تھی۔ لیکن ہمت ہارنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہاں! سفر میں تیزی نہیں تھی۔ میں چلتا گیا...... اور پھر نہ جانے یہ سماعت کا دھوکہ تھا یا کوئی اندرونی خواہش...... میرے کانوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی تھی۔

میں رُک گیا۔ اگر کوئی ہیلی کاپٹر ہے تو...... تو...... میں نے آواز کی سمت میں کان لگا دیئے...... نہ تو میری سماعت دھوکہ دے رہی تھی اور نہ کوئی احساس آواز بن کر جلوہ گر ہوا تھا۔ بلکہ آواز، ہیلی کاپٹر کی ہی تھی۔

میں پوری توجہ سے اُس آواز کو سن رہا تھا۔ اور میں نے اندازہ لگایا کہ ہیلی کاپٹر، وادی کی

دیواروں سے بلند نہیں ہے۔ گویا وہ وادی میں ہی پرواز کر رہا تھا۔ ممکن ہے، ہماری تلاش میں۔

اگر وہ رُوسی ہیں، تب بھی اس وقت اُن کے قبضے میں آ جانا بہتر ہے۔ لیکن وہ دُھند میں ہمیں نہ دیکھ سکیں گے۔ کیا کروں؟ کیسے اُنہیں متوجہ کروں؟ ہیلی کاپٹر ہمارے سر پر سے گزر گیا۔ میں زور زور سے چیخا تھا۔ لیکن وہ دُور نکل گیا...... اور میں ہاتھ ملتا رہ گیا۔

لیکن میرے کان اُس کی آواز پر ہی لگے ہوئے تھے۔ اور ایک بار پھر میں نے محسوس کیا کہ ہیلی کاپٹر واپس آ رہا ہے۔ اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک خاص خیال آیا۔ میں نے ایریسا کو برف پر لٹا دیا اور دوسرے لمحے میں پوری قوت سے اُس طرف دوڑا، جدھر سے آیا تھا۔

میرے ذہن میں ایک ہی خیال تھا۔ ہیلی کاپٹر میں کوئی بھی ہو، کسی طریقے سے اُنہیں اپنے بارے میں اطلاع دے دی جائے۔

اندازے سے میں اُسی جگہ پہنچا، جہاں سے چلا تھا۔ دونوں دستی بم، برف پر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے جھپٹ کر دونوں بم اُٹھا لئے۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سر پر ہی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے پن ہٹایا اور اُسے تھوڑے فاصلے پر برف پر دے مارا۔ خطرہ تھا کہ کہیں بم خراب نہ ہو گیا ہو۔ لیکن ہماری خوش بختی تھی کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔ ایک دھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے دوسرا بم بھی اسی طرح دے مارا۔

بس! اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا، ایریسا کے پاس پہنچ گیا اور انتظار کرنے لگا۔ اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہیلی کاپٹر نیچے اُتر رہا تھا۔ اب وہ دُھند سے نیچے آ گیا تھا۔ میں کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ ہلانے لگا۔ اتنی معمولی بلندی سے دیکھ لیا جانا، آسان بات تھی۔

ہیلی کاپٹر، ہمارے سروں پر پہنچ کر اور پھر صورتِ حال کا اندازہ لگانے کے بعد نیچے ہی اُتر آیا۔ ہیلی کاپٹر سے تین آدمی اُترے۔ اُن میں ایک دراز قامت شخص تھا۔ درمیانے بدن کا لیکن ایک پُر وقار شخصیت کا مالک......

''مسٹر فلیکس! مجھے شافٹ کہتے ہیں۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں، اُس کی جانب بڑھ گیا۔

دوسرے دونوں آدمی، ایریسا کو اُٹھا کر ہیلی کاپٹر میں لے جا رہے تھے۔ اور پھر میں بھی

شافٹ کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھا۔ مجھے بھی ایک اُونی کمبل میں لپیٹ دیا گیا تھا اور اب میرے اعصاب پر بھی تھکن طاری ہونے لگی تھی۔

''مجھے افسوس ہے کہ ہمیں، آپ کی تلاش میں نکلنے میں دیر ہوگئی۔'' ہیلی کاپٹر بلند ہوا تو شافٹ نے کہا۔

''ظاہر ہے، آپ کو دیر ہی سے ہمارے بارے میں اطلاع ملی ہوگی۔''

''ہاں...... پہلے تو میں آپ لوگوں کا انتظار کرتا رہا۔ موسم کی خرابی کی اطلاع مجھے مل چکی تھی۔ بہرصورت! ایریسا ایک اچھی ڈرائیور ہے اور اِن راستوں سے اچھی طرح واقف۔ اسی لئے مجھے اُس پر بھروسہ تھا۔ لیکن جب آدھی رات تک آپ لوگ نہ پہنچے اور وہ وقت ختم ہوگیا، جس وقت میں آپ لوگوں کو پہنچنا تھا تو مجھے تشویش ہوئی اور میں نے اپنے آدمیوں کو آپ کی تلاش میں بھیجا۔ اور اُس وقت وہ لوگ وہاں پہنچے، جب آپ کا رُوسیوں سے مقابلہ ہو رہا تھا۔''

''اوہ...... اِس کا مطلب ہے، آپ کے آدمیوں نے وہ ہنگامہ دیکھ لیا تھا۔

''ہاں...... لیکن اِس بات سے ناواقف تھے کہ جھڑپ کس کے درمیان ہو رہی ہے۔ اُنہوں نے اُس وقت بذاتِ خود اس جھڑپ میں حصہ نہیں لیا۔ بلکہ واپس آ کر مجھے اطلاع دی۔ اور ظاہر ہے، میری تشویش لازمی تھی۔ چنانچہ میں یہاں پہنچ گیا۔ لیکن یہاں صورتحال اور تھی۔ میں نے دیکھا کہ دو گاڑیاں بالکل تباہ پڑی ہیں۔ اُن کے نزدیک تقریباً چودہ رُوسیوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ میں تو مسٹر فلیکس! حیران رہ گیا تھا۔ بات میری سمجھ میں آ ہی نہیں رہی تھی۔ لیکن پھر میں نے ساری صورتِ حال کو سمجھ لیا۔ غالباً آپ نے اُس کار کو خصوصی طور پر تباہ کیا تھا، جس میں اسلحہ تھا۔

''ہاں! اُن لوگوں کی تعداد کو دیکھتے ہوئے اُن سے براہِ راست مقابلہ تو مشکل ہی تھا۔ لیکن اُنہیں شدید نقصان پہنچانا بھی ضروری تھا۔ ورنہ وہ، ہم پر قابو پا لیتے۔''

''یقیناً، یقیناً مسٹر فلیکس! لیکن بہرصورت! جو کچھ ہم نے دیکھا، اُس نے ہمیں شدید حیران کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہم قرب و جوار کا جائزہ لیتے رہے کہ رُوسی یہاں موجود تو نہیں ہیں؟ لیکن اندازہ یہ ہوا کہ اُن میں سے جو باقی بچے تھے، وہ واپس چلے گئے اور اتنے بدحواس ہوکر گئے کہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں بھی نہ لے جا سکے۔ یا پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اُن میں سے کوئی زندہ ہی نہ بچا ہو۔ میں نے اُن لاشوں کی تلاشی لی اور اُن کے لباس سے جو چیزیں

برآمد ہوئیں، اُن سے اُن کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ رُوسی محکمہ خاص کے اچھے خاصے سربرآوردہ لوگ تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اب سوئٹزرلینڈ میں رُوسی مشن کے کتنے لوگ باقی رہ گئے ہیں؟ بہرحال! میں آپ کے اِس تعاون کا دلی طور پر شکرگزار ہوں مسٹر فلیکس! کہ آپ نے ہمیں دوسروں پر ترجیح دی۔ اور میں یہی کوشش کروں گا کہ میرے اور آپ کے درمیان کے سارے معاملات، خوش اسلوبی سے طے ہو جائیں۔ میں اس تعاون کا دلی طور پر شکرگزار ہوں۔ اور میں نے آپ سے درخواست بھی کی تھی کہ سوئٹزرلینڈ آ کر آپ سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کریں۔ گو، اِس سے پہلے ہماری ملاقات تو نہیں ہوئی، لیکن ہمارا تھوڑا سا رابطہ تو ہے۔''

میں نے تھکے تھکے انداز میں گردن ہلا دی تھی۔ شافٹ، چند ساعت خاموش رہا۔ پھر اُس نے چونک کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چپٹی سی شیشی نکال کر میری جانب بڑھا دی۔

''سوری! میں بھول گیا تھا۔ لیکن کیا ایریسا کی حالت نازک ہے؟''

''ہاں...... میرا خیال ہے کہ وہ شدید سردی کا شکار ہوئی ہے۔''

''ہوا کیا تھا......؟'' اُس نے پوچھا۔ مین نے شیشی اُس کے ہاتھ سے لے لی تھی۔ اور پھر آدھی شیشی حلق سے اُنڈیلنے کے بعد میں نے کارک لگا کر اُس کے حوالے کر دی۔

شافٹ سوالیہ نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے اُسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''میں اِس علاقے سے ناواقف تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا، خاص طور سے رات کی تاریکی اور دُھند میں سڑک کے دوسری جانب کیا ہے؟ ایک جانب تو اُبھری ہوئی چوٹیاں تھیں، جن پر سے برفانی تودے، زمین پر گرنے کے لئے تیار تھے اور دوسری جانب گہرائیاں۔ لیکن ان گہرائیوں کا تعین تو نہ مین نے کیا تھا، نہ ایریسا نے۔ پھر جب ہم نے رُوسیوں کو دستی بموں اور سٹین گنوں کی گولیوں سے ہلاک کیا تو اُن کی طرف سے بھی کسی کارروائی کا خدشہ ہوا۔ ایریسا اور میں، دونوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اور پھر ہم گہرائیوں میں اُترتے چلے گئے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ سڑک سے گہرائیوں تک کا فاصلہ طے کرنے میں کتنا لطف آیا ہوگا۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری حالت بہت خراب ہے۔''

''آپ بالکل بے فکر رہیں مسٹر فلیکس! میں، آپ کا بہترین علاج کراؤں گا۔ آپ اپنی طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔ ہمارے پاس بہترین ڈاکٹروں کا انتظام ہے۔'' شافٹ نے

مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر اُس نے شیشی دوبارہ میری جانب بڑھا دی۔ ''آپ اِسے پی لیں۔ میرے پاس اور موجود ہے۔''

''اوہ......شکریہ!'' میں نے کہا اور بچی ہوئی شراب، حلق میں اُنڈیل لی۔ بہرصورت! میں اپنی قوتِ ارادی سے کام لے کر اس وقت تک ہوش میں رہا، جب تک کہ ہیلی کاپٹر زمین پر نہ اُتر گیا۔ لیکن ذہن ساتھ چھوڑ رہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ مجھ پر غشی طاری ہو رہی تھی......پھر یہ اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ مجھے ہیلی کاپٹر سے کس طرح اُتارا گیا تھا؟ ہاں! جب ہوش و حواس قابو میں آئے تو میں نے محسوس کیا کہ میں ایک گرم بستر پر دراز ہوں۔

☆......☆......☆

سفید وردی میں ملبوس ایک نرس میرے نزدیک بیٹھی ہوئی غالباً میری صورت دیکھ رہی تھی۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اُس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑا ہی پاکیزہ چہرہ تھا۔ نجانے کہاں سے تعلق رکھتی تھی؟ شاید سوئس ہی ہو۔

''ہیلو......!'' میں نے خفیف سی مسکراہٹ سے اُسے مخاطب کیا۔

''ہیلو، سر! کیسے ہیں آپ......؟''

''اب ٹھیک ہوں نرس......!''

''میں ڈاکٹر کو آپ کے بارے میں اطلاع دے دُوں......؟''

''دے دیں۔ لیکن کیا ضروری ہے؟'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''صرف چند ساعت، پلیز......!'' اُس نے کہا اور اُٹھ کر باہر چلی گئی۔ اور پھر دو ڈاکٹر میرے نزدیک آئے۔ اُنہوں نے میرا معائنہ کیا۔ پھر اُن میں سے ایک نے میرا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''مبارک ہو مسٹر فلیکس! اب آپ تندرست ہیں۔ ویسے بلاشبہ! آپ کے اندر جو شدید قوتِ مدافعت ہے، اُس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا اور میں نے گردن خم کر دی۔

''ایزیبا کا کیا حال ہے......؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ بھی ٹھیک ہیں۔ آپ کی بہ نسبت وہ کم متاثر ہوئی ہیں۔ بہرصورت! ہم اُنہیں بھی ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ نرس! مسٹر فلیکس کو ہلکی سی غذا دینے کا بندوبست کرو۔'' ڈاکٹر کے ان الفاظ کے ساتھ میں نے محسوس کیا کہ میں بے حد بھوکا ہوں۔ نرس، گردن ہلا کر باہر چلی گئی۔ اور پھر وہ خوبصورت برتنوں میں اعلیٰ درجے کا سوپ لے کر اندر آ گئی۔ دونوں ڈاکٹر مجھے آرام کرنے کا مشورہ دے کر چلے گئے تھے۔ میں نے اُٹھنے کی کوشش کی، لیکن نرس نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''پلیز! لیٹے رہیے...... میں آپ کو سوپ پلاؤں گی۔''

''اوہو...... اِس قدر تکلیف کی بھی کیا ضرورت ہے؟''

''نہیں جناب...... پلیز!'' نرس نے لجاجت سے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اُس نے میری پشت کے پیچھے تکیہ رکھ دیا اور پھر چمچے سے مجھے سوپ پلانے لگی۔

''یوں لگ رہا ہے نرس! جیسے میں کئی دن سے بھوکا ہوں۔''

''تو اس میں شک بھی کیا ہے جناب......؟''

''کیا مطلب......؟''

'آپ کو تیسرے دن تو ہوش آیا ہے۔''

''کیا مطلب......؟'' ایک بار پھر میں اُچھل پڑا۔

'جی ہاں...... پورے تین دن تک آپ شدید بے ہوش رہے ہیں۔ اور ڈاکٹر آپ کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔''

''خدا کی پناہ......!'' میں نے چٹکی سے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ میں، سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میری حالت اِس قدر خراب ہو جائے گی۔ بہرصورت! جس شدید سردی کا مقابلہ میں نے اور ایریسا نے کیا تھا، اُس کے تحت تو ہمیں مر ہی جانا چاہئے تھا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ ایریسا اب بھی زندہ تھی۔ کافی دیر تک میں حیرت کا شکار رہا۔ نرس بار بار سوپ کا چمچہ میرے منہ میں دیتی رہی اور پھر میں نے پورا سوپ پی لیا۔

''مجھے شدید حیرت ہے نرس! واقعی، مجھے اندازہ بھی نہ ہو سکا تھا کہ اتنے دن تک بے ہوش رہا ہوں۔''

''آپ پر شدید سردی کا حملہ ہوا تھا۔ بہرصورت! اب آپ بالکل تندرست ہیں۔''

''ایریسا بھی ٹھیک ہے نا؟''

''جی ہاں جناب! وہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔'' نرس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

''کیوں...... اِس انداز میں کیوں مسکرا رہی ہو......؟''

''اوہ...... نہیں، نہیں...... سوری!'' نرس بوکھلا کر بولی۔

''بوکھلانے کی کیا بات ہے؟ میں تم سے صرف یہی تو پوچھ رہا ہوں، کیا تمہارے ذہن میں کوئی خاص بات آئی ہے؟''

''کچھ نہیں جناب! میرا خیال ہے، آپ مِس ایریسا سے بہت متاثر ہیں۔''

''اوہ...... یہ بات ہے۔ ہاں! چلو یہ ٹھیک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس بیچاری نے میرے ساتھ شدید ترین لمحات میں کچھ وقت گزارا ہے۔''

''بس......؟'' نرس نے شرارت آمیز لہجے میں پوچھا۔

''ہاں...... بس! یوں تو میں تمہارے لئے بھی پریشان ہو سکتا ہوں۔''

''وہ کیوں جناب؟'' نرس بوکھلا گئی۔

''بھئی صرف اِس لئے کہ تم، مجھ سے پُر اخلاق انداز میں گفتگو کر رہی ہو۔'' میں نے کہا اور اُس کی آنکھیں جھک گئیں۔ عجیب لڑکی تھی۔ کسی مغربی ملک کی لڑکی معلوم ہی نہیں ہوتی تھی۔ دیر تک میں اُس کی باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ وہ اپنی ہر ادا سے مشرقی لڑکی محسوس ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ ڈاکٹر آ گئے۔ اُنہوں نے مجھے دو انجکشن دیئے اور سو جانے کا مشورہ دیا۔

مزید دو روز تک مجھے آرام کرنا پڑا۔ حالانکہ اب میں خود کو بالکل تندرست محسوس کر رہا تھا اور ایسی کوئی بات نہیں تھی، جس سے مجھے کسی نقاہت وغیرہ کا احساس ہوتا۔ اِس دوران شافٹ بھی مجھ سے ملنے آیا تھا۔

بڑا ہی سوبر سا آدمی تھا۔ مجھے بے حد پسند آیا تھا۔ ہمیشہ باسلیقہ گفتگو کرتا تھا۔ اُس کے انداز میں بڑی نرمی اور ملائمت ہوتی تھی۔ اُس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ پہلے میں تندرست ہو جاؤں، اس کے بعد معاملے کی گفتگو ہو گی۔ لیکن اِس دوران میں یہ سوچتا رہا تھا کہ اُسے کیا بتاؤں گا کہ میں وہ نہیں ہوں، جس کی اُسے تلاش تھی؟ یہ ساری گفتگو سننے کے بعد شافٹ کا رویہ مجھ سے درست نہیں رہ سکتا تھا۔ اور بہرصورت! مجھے اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟

بالآخر چھٹے دن ڈاکٹروں نے مجھے بالکل تندرست قرار دے دیا۔ اور میں چہل قدمی کے لئے کافی دُور نکل گیا۔ اِس علاقے کے بارے میں مجھے معلومات نہیں تھیں۔ لیکن میں نے پوچھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ بہرحال! گرافن کے قرب و جوار کا علاقہ ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ایریسا مجھے اسی طرف لا رہی تھی۔

اُسی روز میں ایریسا سے بھی ملا۔ اُسے بستر سے اُٹھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ مجھے

دیکھ کر وہ پیار بھرے انداز میں مسکرائی۔

''افسوس فلیکس! میں نہیں دیکھنے نہ آسکی۔''

''یہی افسوس مجھے بھی ہے۔''

''تم نے جو کچھ کیا، اُسے ہم لوگ کبھی نہیں بھول سکیں گے۔ تمہاری کارکردگی بے مثال ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے بم مار کر ہیلی کاپٹر کو متوجہ کیا تھا۔''

''ہاں...... ! وہ دو بم، جو تمہارے لباس میں رکھے ہوئے تھے۔''

''بڑی ذہانت کی بات ہے۔ سر شافٹ بھی تمہاری ذہانت کے قائل ہیں۔ وہ تو کہہ رہے تھے کہ تم جیسے آدمی کو اور ساتھی بھی ملنا چاہئے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ دل ہی دل میں، میں ہنس پڑا تھا۔ اگر میں حقیقت بتا دُوں تو خود ایریسا کی کیا حالت ہو؟

''اب بالکل ٹھیک ہو نا......؟'' اُس نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں ایریسا!'' میں نے جواب دیا۔

''مجھے ابھی ڈاکٹروں نے اُٹھنے کی اجازت نہیں دی۔ بہر حال! چند روز بعد ملیں گے۔ ٹھیک ہو کر تمہیں اطراف کی سیر کراؤں گی۔ یہ علاقے بے حد خوبصورت ہیں۔''

''ضرور......!'' میں نے کہا۔ اور تھوڑی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد میں، اُس کے پاس سے چلا آیا۔ جس عمارت میں ہمارا قیام تھا، وہ بے حد خوبصورت تھی۔ اور میری رہائش گاہ بھی اعلیٰ قسم کے فرنیچر سے آراستہ تھی۔ ہر چیز سے نفاست کا اظہار ہوتا تھا۔ اُس شام چائے کی میز پر شافٹ نے مجھ سے ملاقات کی اور بولا۔

''ہر انسان اپنے طور پر تھوڑا سا خود غرض ہوتا ہے مسٹر فلیکس! حالانکہ ابھی آپ کو ایک ہفتہ اور آرام کرنا چاہئے۔ اور اس دوران بہتر یہ ہے کہ آپ کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو۔''

''لیکن حقیقت حال عرض کر دُوں، کہ یہ ایک ہفتہ مجھے شاک گزرے گا۔''

''میں نہیں سمجھا مسٹر شافٹ......؟''

''میں اپنے ذہن کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ...... سودے کی بات کر کے......؟''

''ہاں...... میری حکومت کی طرف سے میرے اُوپر دباؤ ہے۔ شاید آپ کو یقین آ جائے کہ اس وقت دنیا کی تقریباً تمام بڑی حکومتیں ذہنی خلفشار کا شکار ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ

راز جو آپ کے سینے میں پوشیدہ ہے، کس کس کے لئے خطرناک ثابت ہو؟ اور کون اس کا شکار ہو جائے؟ اس لئے اُنہوں نے ایک دوسرے سے تعاون نہیں کیا۔ بلکہ اپنے طور پر کارروائی شروع کر دی۔ حالانکہ ہم میں سے کوئی، کسی کا دشمن نہیں ہے۔ یہ صرف ایک سیاسی اُلجھن ہے۔ لیکن اس کے لئے جو کچھ ہو رہا ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ رُوسی اِس سلسلے میں سب سے زیادہ سرگرم ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اُن کے ہاتھ سے کوئی ایسی اہم چیز نکل گئی ہے، جس کے لئے وہ خوفزدہ ہیں۔ اپنے کام میں سب لوگ سخت ہیں، لیکن سب سے زیادہ جارحیت رُوسی کر رہے ہیں۔''

''ہاں...... مجھے اندازہ ہو چکا ہے۔''

''ایک گزارش کر دُوں مسٹر فلیکس! ممکن ہے، کسی حکومت سے آپ کو کوئی اتنی بڑی پیشکش ہو جائے کہ آپ اُس سے زیادہ کا تصور بھی نہ کر سکیں۔ لیکن عین ممکن ہے کہ اس پیشکش میں خلوص کی بجائے دھوکہ دہی ہو۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا؟''

''جی ہاں......!''

''وہ آپ سے کوئی نیا وعدہ کر لیں۔ اور اس کے بعد وعدے پر پورے نہ اُتریں، بعد میں آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کریں۔''

''آپ کا خیال درست ہے۔''

''میں، آپ کو یقین دلانے کا کوئی مؤثر ذریعہ تو نہیں رکھتا۔ لیکن صرف دوستانہ طور پر کہہ سکتا ہوں کہ میرے اُوپر اعتماد کریں۔ اور آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اِس راز کی جتنی قیمت آپ طلب کریں، اس کے حصول کے لئے کوئی ایسا سائنٹفک ذریعہ اختیار کریں، جس سے آپ کو اطمینان ہو جائے۔ ہم آپ سے تعاون کریں گے۔''

''آپ کے الفاظ میں خلوص ہے۔''

''اور آپ یقین کریں! یہ خلوص برقرار رہے گا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا ہے اور ہمیں دوسروں پر ترجیح دی ہے۔''

''آپ کیا چاہتے ہیں مسٹر شافٹ......؟''

''دراصل اِس بارے میں گفتگو کرنے کے لئے اور آپ کو اپنے ساتھ یونہی مکمل تعاون جاری رکھنے کے لئے ایک پورا پینل بنا دیا گیا ہے۔ اس میں میرا نمبر تیسرا ہے۔ ہمارے دو اعلیٰ افسران، فائنل گفتگو کے لئے کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ میں نے اُنہیں اطلاع دی تھی کہ

آپ کے ساتھ رابطہ قائم ہو چکا ہے۔''

''وہ لوگ آ گئے ہیں......؟''

''ہاں...... مسٹر ہربرٹ اور مسٹر جانسن۔ دونوں ہمارے محکمے کے افسرِ اعلیٰ ہیں۔ اور اُنہیں پورے پورے اختیارات حاصل ہیں۔ میرا خیال ہے، معاملے کی گفتگو کر لی جائے۔ اور اس کے بعد آپ جتنا وقت طلب کریں گے، ہمیں اعتراض نہ ہوگا۔''

''ٹھیک ہے...... آپ کب یہ گفتگو کرنا چاہتے ہیں......؟''

''اگر ممکن ہو سکے تو آج ہی رات۔ تاکہ کل وہ دونوں واپس چلے جائیں۔''

''مجھے اعتراض نہیں ہے۔''

''بہت بہت شکریہ! تب آج رات دس بجے ہم کسی مناسب مقام پر گفتگو کے لئے نشست رکھیں گے۔ میں احتیاط کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں تیار ہوں......!'' میں نے جواب دیا اور شافٹ میرا شکریہ ادا کر کے اُٹھ گیا۔ میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ لیکن اب میرے لئے لمحہ فکریہ تھا۔ یہاں تک تو تفریحی سلسلہ شروع تھا۔ لیکن اس کے بعد کیا کرنا چاہئے؟ اوّل تو یہ کہ میرے پاس ایسا کوئی راز نہیں تھا۔ دوم یہ کہ اگر میں اُنہیں بے وقوف بنانے کی کوشش بھی کروں تو کب تک؟ ظاہر ہے، کوئی حکومت اِس طرح تو فریب میں نہیں آ سکتی۔ مجھے ادائیگی کرنے سے پہلے وہ پوری تفتیش تو کر لیں گے۔ اور پھر ایسا راز کیا ہو سکتا ہے جس میں ساری دنیا کی حکومتیں اس طرح دلچسپی لیں؟

اس کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا کہ اُن سے گفتگو تو کروں گا۔ معاوضے کا اندازہ بھی لگاؤں گا۔ لیکن اس گفتگو میں راز کی تفصیل نہیں بتاؤں گا اور نہ اس کے لئے معاوضہ طلب کروں گا۔ ویسے یہ زیادہ ٹھوس بات نہیں تھی۔ کیونکہ بات ایسی ہونی چاہئے تھی، جس سے اُن کی دلچسپی اسی حد تک ہو، جس حد تک وہ چاہتے ہیں۔ بلکہ ممکن ہے، اُنہیں اندازہ بھی ہو۔

میرا ذہن طویل اُلجھن کا شکار رہا۔ پھر میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا، جو ہوگا، دیکھا جائے گا......

رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے جبکہ میں اُن کے فراہم کردہ گرم کپڑوں میں ملبوس ہو کر تیار ہو گیا تھا، شافٹ میرے پاس آ گیا۔ ''آپ تیار ہیں مسٹر فلیکس......؟''

''جی......!'' میں نے جواب دیا۔

''ہم، ہیلی کاپٹر سے چلیں گے۔ گفتگو کے لئے شہر کے نواح میں ایک عمارت کا انتخاب

کیا گیا ہے، جو مناسب ترین ہے۔''

''ٹھیک ہے۔''

''تو پھر چلیں......؟'' شافٹ نے پوچھا اور میں نے گردن ہلا دی۔

ہم دونوں باہر نکل آئے۔ ہیلی کاپٹر، عمارت کے لان پر کھڑا تھا اور اُس کے نزدیک پائلٹ اور چند دوسرے افراد موجود تھے۔ شافٹ نے مجھے سہارا دے کر ہیلی کاپٹر میں سوار کرایا، پھر خود میرے نزدیک بیٹھ گیا اور پائلٹ نے اپنی سیٹ سنبھال لی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر اُوپر اُٹھنے لگا۔ اور پھر وہ سیدھا ہو کر ایک طرف چل پڑا۔

میرے ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ اِس وقت مجھے نہایت ذہانت سے اپنا کام انجام دینا تھا۔ شافٹ بھی میرے نزدیک خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھی کسی گہری سوچ میں تھا اور ہیلی کاپٹر، فضا میں سیدھا اُڑتا چلا جا رہا تھا۔ نجانے منزل کتنی دُور تھی؟

نیچے دُھند اور تاریکی کی چادر پھیلی ہوئی تھی۔ یہ منظر میں بخوبی دیکھ رہا تھا۔ دیر تک ہم سفر کرتے رہے۔ غالباً کافی فاصلہ طے کر لیا گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ہیلی کاپٹر نے نیچے روشنی کے سگنل دینے شروع کر دیئے۔ نیچے سے اُس سگنل کا جواب مل گیا تھا اور ہیلی کاپٹر نیچے اُترنے لگا۔ پائلٹ خاصا ہوشیار معلوم ہوتا تھا۔ ورنہ اس دُھند اور تاریکی میں صحیح جگہ کا تعین کرنا اچھا خاصا مشکل کام تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر ایک عمارت میں اُتر گیا اور شافٹ، دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے میں اُتر آیا تھا۔ اور ہم دونوں اُس سفید عمارت کی طرف چل پڑے جو ایک پہاڑی پر واقع تھی۔

عمارت خاصی خوب صورت تھی۔ باہر بے پناہ سردی تھی۔ ہم اندر داخل ہو کر سکون کی گہری گہری سانسیں لینے لگے اور شافٹ نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

''کیا محسوس کر رہے ہیں مسٹر فلیکس......؟''

''کچھ نہیں...... نارمل ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں تو بڑا تجسّس محسوس کر رہا ہوں۔ بہرصورت! آپ کو میرے اعلیٰ افسران کے ساتھ مل کر دلی خوشی ہوگی۔'' شافٹ نے کہا اور ہم دونوں بالآخر ایک ایئر کنڈیشنڈ ہال میں داخل ہو گئے۔

یہ ہال خاصے خوبصورت فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اور وہاں پر چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

شافٹ نے ادب سے اُنہیں سلام کیا اور پھر مسٹر ہربرٹ اور مسٹر جانسن سے میرا تعارف کرایا گیا۔ دونوں اعلیٰ افسران نے میرا خیر مقدم کیا تھا۔ اُن کے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گئے۔ اب کمرے میں شافٹ، ہربرٹ، جانسن اور میں تھا۔

چند ساعت کے بعد ایک شخص اندر آیا اور اُس نے اندر آ کر مسٹر ہربرٹ سے کہا ''مسٹر ہربرٹ! سارے معاملات درست ہیں۔ اور میں باہر دروازے پر تعینات ہوں۔''

''بہتر......!'' ہربرٹ نے جواب دیا۔ مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور پھر ہمارے سامنے شراب کے جگ آ گئے۔ ہم لوگوں نے شراب کے گھونٹ لئے اور ہربرٹ نے میری جانب دیکھ کر کہا۔

''مسٹر فلیکس! ہم زیادہ تفصیلات میں نہیں جائیں گے۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہو چکا ہے، وہی کافی ہے۔ میرا خیال ہے، اب ہمیں کام کی گفتگو شروع کر دینی چاہئے۔''

''ٹھیک ہے جناب! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟'' میں نے جواب دیا اور ہربرٹ نے جانسن کی طرف دیکھا۔ جانسن نے کوٹ کی جیب سے ایک سگار بکس نکالا اور اُس کے ساتھ ہی لائٹر بھی۔ پھر اُس نے لائٹر سیدھا کیا اور دوسرے لمحے لائٹر سے ٹچ کی ایک آواز بلند ہوئی......شافٹ کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا تھا...... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک لمحے میں یہ کیا تبدیلی رُونما ہوئی ہے......شافٹ کے دونوں ہاتھ میز پر تھے اور اُس کا سر، میز سے جا لگا...... دوسرے لمحے ہربرٹ اور جانسن اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہربرٹ نے لائٹر کا رُخ میری جانب کر کے بھاری لہجے میں کہا۔

''اگر اپنی جگہ سے جنبش کی یا اگر حلق سے کوئی آواز نکالنے کی کوشش کی تو یہی حشر تمہارا بھی ہو گا......'' درحقیقت! میں ششدر رہ گیا تھا۔ جو کچھ بھی ہوا تھا، خلافِ توقع ہوا تھا۔

دوسرے لمحے، ہربرٹ میری جانب بڑھا اور اُس نے میرے منہ پر ایک رُومال رکھ دیا۔ میرا ذہن تاریکیوں میں گم ہو رہا تھا...... البتہ اتنا میں نے ضرور محسوس کیا کہ ہربرٹ نے باہر رُخ کر کے کسی کو آواز دی اور میں ہوش و حواس کھو بیٹھا......

ہوش تو آنا ہی تھا۔ اور میں جس کمرے میں موجود تھا، وہاں صرف ایک میز رکھا ہوا تھا۔ باقی کمرہ خالی تھا۔ میری کیفیت زیادہ خراب نہیں تھی۔ بس! کلوروفارم کی بو سے ذہن پر ایک اثر طاری تھا۔ چند ساعت کچھ سوچتا رہا، پھر چونک کر اُٹھ بیٹھا۔

جو کچھ ہوا تھا، وہ اتنا غیر متوقع تھا کہ شاید کوئی بھی نہ سوچ سکتا ہو۔ میں بھی ابھی یہ فیصلہ

نہیں کر پایا تھا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا تھا؟ ذہن سوچنے سے قاصر تھا۔ کاہلوں کی طرح بستر پر پڑا رہا۔ جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی تو آئے گا۔ اور اس کے بعد سارے راز مجھ پر منکشف ہو جائیں گے۔ لیکن بے چارہ شافٹ قتل کر دیا گیا تھا۔ بڑا اچھا آدمی تھا اور مجھے پسند آیا تھا۔ خاص طور سے اُس کی سنجیدگی میرے لئے پسندیدہ تھی۔ لیکن......لیکن یہ کیا ہوا تھا...... کیا ہوا تھا؟ کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

شاید میرے اُوپر نگاہ رکھی جا رہی تھی۔ کیونکہ چند ساعت بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی سوٹ پہنے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ شکل و صورت سے رُوسی معلوم ہوتے تھے۔ میں نے گہری سانس لی اور اُنہیں دیکھنے لگا۔ ''آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے مسٹر فلیکس......؟''

''ہاں......!'' میری رگِ ظرافت جاگ اُٹھی۔

''فرمائیے......!''

''مجھے آزادی چاہئے......!''

''زندگی سے......؟'' اُن میں سے ایک نے ترکی بہ ترکی کہا۔

''جیسے بھی مل جائے۔ تم لوگوں کے گدھے پن سے میں تنگ آ گیا ہوں۔ نہ جانے کن لوگوں نے تمہیں یہ ذمہ داریاں سونپ دی ہیں......؟''

''وہ احمق جلد آپ سے ملاقات کریں گے مسٹر فلیکس! بہرحال! اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے تو ہم جا رہے ہیں۔''

''سنو......! تمہارے ہاں کھانے پینے کا رواج ہے......؟'' میں نے پوچھا۔

''کیوں نہیں......؟''

''تو مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کیا وقت ہو گیا......؟''

''صبح کے دس بج رہے ہیں۔''

''لعنت ہے تم پر۔ اور اس کے بعد تم پوچھ رہے ہو کہ مجھے کسی شے کی ضرورت تو نہیں......؟'' میں نے دانت پیس کر کہا۔

''تم نہایت بدتمیز انسان ہو۔ لیکن بہرحال! ہمارے مہمان ہو، اس لئے تمہارے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔''

''ناشتہ تو دیا جا سکتا ہے۔'' میں نے کہا اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ دروازہ، باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ آ گیا اور میں نے اطمینان سے ناشتہ کیا۔ ایک

آدمی، اس دوران میرے قریب ہی رہا تھا۔ میں نے اُس سے مزید کافی طلب کی اور وہ دوبارہ باہر جا کر کافی لے آیا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر میں آرام سے بیٹھ گیا۔ اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازہ پھر سے کھلا۔ اور اس بار اندر داخل ہونے والے جانسن اور ہربرٹ تھے۔ دونوں مسکرا رہے تھے۔

''مسٹر فلیکس کی خدمت میں سلام......!'' اُنہوں نے بیک وقت کہا۔

''تم دونوں مجھے کسی سرکس کے مسخرے معلوم ہوتے ہو۔''

''شاید......!'' جانسن نے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ''لیکن تم جھنجھلائے ہوئے کیوں ہو؟''

''تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''ظاہر ہے، ہم اسی لئے آئے ہیں۔'' اُن دونوں نے اپنے اپنے چہرے سے ماسک اُتار دیئے۔ اندر سے دوسرے چہرے نکل آئے۔ اور یہ دونوں رُوسی تھے۔

''اوہ......تو تم نے شافٹ کو دھوکہ دیا تھا......؟''

''ہاں...... یہی سمجھو! لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی......؟''

''کیا......؟''

''تم نے اگر تمام ممالک کو اس راز کی خریداری کے لئے دعوت دی تھی فلیکس! تو پھر تم شافٹ ہی کی گود میں کیوں بیٹھے......؟''

''اس کے جواب میں صرف ایک بات کہوں گا۔ اور وہ یہ کہ تم سب گدھے ہو۔ ایک گدھا وہ تھا، جو تمہارے ہاتھوں مارا گیا۔''

''کون......شافٹ؟'' جانسن نے پوچھا۔

''ہاں......اُسی کی بات کر رہا ہوں۔''

''لیکن کیوں......وہ گدھا کیوں تھا؟''

''اس کا جواب دینے سے قبل کچھ اور سوالات کروں گا۔''

''کرو......ضرور کرو! ہمیں کافی فرصت ہے۔'' ہربرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں اُن دونوں کے اصلی ناموں سے تو واقف نہیں تھا اس لئے میں اُنہیں اُنہی ناموں سے مخاطب کر رہا تھا، جو پہلے تھے۔

''تم دونوں اِس میک اَپ میں کیسے آ گئے......؟''

''نہایت آسانی سے...... ہم نے اُن دونوں افراد کو اپنے قابو میں کر لیا تھا، جو تم سے بات چیت کے لئے آئے تھے۔ اور اُن کے میک اَپ اختیار کر لئے۔''

''اصل لوگ کہاں گئے......؟'' میں نے پوچھا۔

''اُنہیں قتل کر دیا گیا۔ ہم کسی اُلجھن کو دیر تک نہیں رکھتے۔''

''اور اس کے بعد تم نے اُن لوگوں کا میک اَپ کیا اور وہاں پہنچ گئے۔''

''ہاں......یہی ہوا تھا۔'' جانسن نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے......اب کیا چاہتے ہو......؟''

''ظاہر ہے، وہی جس کے لئے ہم نے بیس آدمیوں کی زندگی سے ہاتھ دھوئے ہیں۔ لیکن ہمارا سوال تشنہ ہے۔ تم نے جب تمام ملکوں کو اِس سلسلے میں دعوت دی تھی تو پھر شافٹ کی گود میں بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''اس لئے کہ نہ تو میں نے کسی کو دعوت دی اور نہ ہی کسی کی گود میں بیٹھنے کی کوشش کی۔''

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ ہے میرے دوستو! کہ تم لوگ واقعی گدھے ہو۔ اور ایک چالاک آدمی، تم سب کو احمق بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''کیا بکواس ہے......؟'' ہربرٹ بڑبڑایا۔

''بالکل درست بکواس ہے۔ اور جب تمہیں حقیقت کا علم ہوگا تو تم اپنا سر پیٹو گے۔''

''دیکھو مسٹر فلیکس! ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو تمہاری ناز برداریاں کریں گے۔ وہ راز ہمارے لئے سب سے زیادہ دلچسپی اور اہمیت کا حامل ہے، جس کے حصول کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ اور جب سیدھی اُنگلیوں سے گھی نہ نکلے تو ہم ٹیڑھی اُنگلیوں سے گھی نکالنا جانتے ہیں۔ تم اِس تصور کو ذہن سے نکال دو! کہ ہم، تم سے کوئی سودے بازی کریں گے، اور اس راز کی کوئی قیمت بھی ادا کریں گے۔ ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ رُوسی حکومت اس راز سے واقف ہونے کے بعد خود اس کی کوئی قیمت لگائے اور تمہیں کچھ دے دلا دیا جائے۔''

''خوب......خوب! لیکن تم کون سے راز کی بات کر رہے ہو احمق دوستو......؟''

''اوہ......تو اب تم چالاک بننے کی کوشش کرو گے۔''

''بننے کی کوشش نہیں کروں گا، بلکہ میں ہوں ہی چالاک، اور تم لوگ بے وقوف۔ سنو!

اب سے کچھ عرصے پہلے کی بات ہے کہ میں سپین میں تھا۔ سپین میں میری ملاقات، فلیکس نامی شخص سے ہوئی اور وہ ہو بہو میرا ہم شکل تھا۔ اُس نے مجھے بیس ہزار پاؤنڈ پیش کئے اور کہا کہ میں اُس کی حیثیت سے کچھ کام انجام دُوں۔ میں فن لینڈ کا باشندہ ہوں۔ اس دوران سپین میں غیر قانونی زندگی گزار رہا تھا اور چھوٹے موٹے جرائم کرتا تھا۔ چنانچہ بیس ہزار پاؤنڈ مجھے بے حد قیمتی محسوس ہوئے۔ تب اُس نے مجھے سوئٹزر لینڈ بھیجا اور کہا کہ مجھے اُس کا کردار انجام دینا ہے اور ایک ایسے راز کی پبلسٹی کرنی ہے، جسے وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں اُس کی حیثیت سے یہاں پہنچ گیا اور ایئر پورٹ سے اریسا نامی ایک لڑکی نے مجھے اغواء کر لیا جو مسٹر شافٹ کی کارکن تھی۔ اُس لڑکی نے ایک ہوٹل میں قیام کرنے کی مجھے دعوت دی اور وہ رات میرے ساتھ گزاری۔ لیکن دوسری صبح میں نے بڑے خلوص سے اُسے کہہ دیا کہ میں وہ نہیں ہوں، جو وہ سمجھ رہی ہے۔ اور اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا اور میں نے ہوٹل کوپ کے، میں قیام کیا۔

کوپ کے، ہی میں چند لوگوں نے ایک بار پھر مجھ پر قابو پانے کی کوشش کی اور مجھے گرفتار کر کے لے آئے۔ یہ بھی شافٹ ہی کے آدمی تھے۔ اس دوران ایک دوسری پارٹی نے بھی مجھ سے رابطہ قائم کیا جس کا تعلق شاید ہالینڈ سے تھا۔

اُس پارٹی نے بھی مجھ سے اس راز کی خریداری کے بارے میں گفتگو کی۔ اور اب میں فلیکس کی چالاکی کو سمجھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ فلیکس کوئی ایسا راز فروخت کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس راز میں چونکہ بہت سارے لوگ دلچسپی لے رہے تھے، اس لئے اُس نے یہ کھڑاگ پھیلایا ہے۔ بہرصورت! بیس ہزار پاؤنڈ میرے لئے کافی تھے۔ اس کے علاوہ فلیکس نے مجھ سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ اگر اُس کا کام ہو گیا تو وہ مجھے مزید بہتر رقم عطا کرے گا۔ چنانچہ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا؟ جب مجھے شافٹ کے آدمیوں نے اغواء کر لیا تو وہ مجھے اپنے پاس لے آئے۔ پھر اُن لوگوں نے مجھے شافٹ کے پاس گرافن بھیجنے کا پروگرام ترتیب دیا اور میں وہاں سے چل پڑا۔

اریسا ایک عمدہ اور صاف لڑکی تھی۔ وہ ایک بار پھر دھوکے میں آ گئی تھی۔ اور سمجھ بیٹھی تھی کہ میں اصلی فلیکس ہوں۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ دوستانہ انداز میں سفر کر رہی تھی اور شاید اس وقت تم لوگوں نے ایک بار پھر مجھ پر حملہ کیا اور میں نے اُن تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے، کیونکہ مجھے اپنی زندگی بچانا مقصود تھی۔ تو میرے عزیزو! میں فلیکس

نہیں ہوں۔ اور جس راز کی تم بات کر رہے ہو، مجھے اُس کی کوئی بھنک بھی نہیں مل سکی ہے۔ تلاش کر سکتے ہو تو اصل فلیکس کو تلاش کرو۔ وہ وہیں موجود ہے۔ اُس نے سوئٹزر لینڈ ہی میں ایک بار مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا اور مجھے، میری کارکردگی پر مبارکباد دی۔ مجھے اُمید ہے، تم اسے میری دروغ گوئی نہ سمجھو گے۔''

دونوں رُوسی مجھے خونخوار نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ ایک نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''دیکھو مسٹر! ہمیں تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ اور ہم یہ بات بھی جانتے ہیں کہ تم نے ہمارے بیس قیمتی آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ لیکن ہم پھر بھی تمہیں موقع دیتے ہیں کہ وہ راز ہمارے حوالے کر دو اور چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔''

''تمہارے خیال میں، میں جھوٹ بول رہا ہوں؟''

''سو فیصد......!''

''ٹھیک ہے۔ تم اپنی کوششوں کے لئے آزاد ہو۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا اور وہ غور سے مجھے دیکھنے لگے۔

''اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے...... ہم آج ہی تمہیں یہاں سے لے جانے کا بندوبست کریں گے۔ اور اس کے بعد دیکھیں گے کہ تم کس قدر قوت برداشت رکھتے ہو۔'' دونوں کھڑے ہو گئے۔

''سنو دوستو! میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تم اپنی کوششوں کیلئے آزاد ہو۔ لیکن اگر کسی بڑے خسارے سے دوچار نہیں ہونا چاہتے اور اس راز کو حاصل کرنا ہی چاہتے ہو تو اُس فلیکس کو بھی تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہنا۔''

''بکواس مت کرو......!'' البرٹ دھاڑا۔

''تمہاری مرضی ہے۔'' میں نے شانے ہلائے اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ میں اطمینان سے کرسی پر آ بیٹھا۔

اُن لوگوں کے انداز سے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ کافی جھنجلائے ہوئے ہیں۔ اور چونکہ اُن کے بیس آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔ اس لئے واقعی اُن کی جھنجلاہٹ بجا تھی۔ اور وہ مجھے چھوڑنے والے نہ تھے۔ لیکن بہرحال! میری بات نے اُن کے ذہن میں خلش پیدا کر دی تھی۔ اور اب وہ اِس خیال سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے تھے۔

لیکن اُن کی قید سے نکلنے کی کیا ترکیب کی جائے؟ ویسے وہ تشدد بھی ضرور کریں گے۔ اور

اب مجھے اُن کے تشدد کا نشانہ بننے کے لئے خود کو تیار کرنا چاہیئے۔

فی الحال میری یہ ساری کوششیں بے مقصد ہی تھیں۔ اور ان سے کوئی خاص فائدہ نہیں تھا۔ لیکن اگر میں کامیاب ہو گیا تو سیکرٹ پیلس سے نکلنے کے بعد اِسے اپنا پہلا بڑا کام سمجھ سکتا ہوں۔

لیکن اب، جب پھنس گیا تھا تو پریشان ہونے سے کیا فائدہ؟ چنانچہ میں پُرسکون ہو گیا۔

دوپہر کے کھانے میں ایک لڑکی بھی مدعو تھی۔ چھوٹے قد کی گول مٹول سی گڑیا...... جو کھانے کی ٹرالی کے ساتھ آئی تھی اور سیاہ روشن آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

کھانا لانے والے چلے گئے، لیکن لڑکی بیٹھی رہی۔ اُس کے انداز میں حماقت تھی۔ میں نے کھانے کی قابیں کھولیں اور لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''کھانا کھاؤ گی......؟''

''اگر تم پسند کرو تو......''

''کیا تم بھی کھانے میں شامل ہو......؟''

''ہاں......!'' وہ سادگی سے بولی۔

''لیکن میں تمہیں کس طرح کھاؤں گا......؟''

''کیا مطلب......؟''

''ویسے خاصی لذیذ ڈش ثابت ہوگی۔ کیا نام ہے تمہارا؟''

''لی گوش......!'' اُس نے جواب دیا۔

''آؤ! کھانا کھاؤ۔'' میں نے کہا اور وہ بڑی سادگی سے کھانے میں شریک ہو گئی۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں آرام کرسی میں دراز ہو گیا اور لڑکی بیوقوفوں کی طرح میرے سامنے آ بیٹھی۔

''محترمہ! کیا چاہتی ہیں آپ......؟'' میں نے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

''میں...... میں تمہیں سمجھانے آئی ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔

''خوب...... تو سمجھائیے!'' میں گہری سانس لے کر بولا۔ ویسے لڑکی کی آواز نے مجھے اور شگفتہ کر دیا تھا۔ میرے دل میں کسی خوف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

''آپ...... آپ مسٹر توف سے تعاون کریں......!''

''یہ مسٹر توف کون ہیں......؟ میں صرف آپ سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔''

''مجھ سے......؟''

''ہاں......'' میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اور پھر میں نے لڑکی کے شانے پکڑ کر اُسے بھی اُٹھا لیا اور اِس کے بعد میں نے اُس کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں کی گرفت میں لے لیا۔ میرا خیال تھا کہ لڑکی خوفزدہ ہو جائے گی۔ لیکن اُس نے اِس بوسے میں گرم جوشی کا ثبوت دیا اور میں نے بوکھلا کر اُسے چھوڑ دیا۔ لڑکی گرتے گرتے بچی تھی۔

''کیا بلا ہو تم......؟'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔

''لل...... لی گوش ہوں۔'' اُس نے بدستور سادگی سے کہا۔

''لی گوش ڈارلنگ! ایک بات بتاؤ۔''

''جی......؟''

''میرے بارے میں تمہیں کیا ہدایات دی ٹئی ہیں؟ دیکھو! سچ سچ بتانا۔ جھوٹ بولنے والے کی میں گردن دبا دیتا ہوں۔''

''نہیں...... میں سچ بولوں گی۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں سچ بولنے پر مجبور کروں۔ تمہیں پیار سے سمجھاؤں کہ وہ لوگ بے حد خطرناک ہیں۔ اور اگر آپ نے سچ نہ بولا تو وہ آپ کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیں گے۔''

''تو پھر آپ مجھے پیار سے سمجھائیے مِس لی گوش......!'' میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ لڑکی واقعی پیاری تھی۔ معصوم اور خوبصورت......

''مگر کیسے...... مجھے تو آتا ہی نہیں۔'' اُس نے خود سے کہا، پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

''تو آپ بتا کیوں نہیں دیتے......؟''

''کیا بتاؤں جانِ من......؟''

''یعنی کہ وہ راز...... وہ راز کیا ہے؟...... اور...... اور کس سے تعلق رکھتا ہے؟'' لڑکی ضرورت سے زیادہ بے وقوف معلوم ہوتی تھی اور مجھے ایسی لڑکیاں پسند تھیں۔

''ڈارلنگ! میں نے اُنہیں بتایا ہے کہ مجھے اس راز کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اور نہ ہی میں، وہ شخص ہوں جس کی اُنہیں تلاش ہے۔''

''میرے باس کا خیال ہے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔''

''اب یہ تمہارے باس کی بے وقوفی ہے۔ میں اِس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟''

''دیکھو...... مان جاؤ! میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچے۔''

''تم واقعی نہیں چاہتیں......؟''

''نہیں...... میں نہیں چاہتی۔''

''کیوں......؟''

''مجھے کسی پر ظلم ہوتے دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔''

''ویسے ایک بات بتاؤ گی......؟''

''ہاں...... پوچھو؟''

''تم یہاں کس حیثیت سے ہو؟''

''میں، اپنے محکمے میں ایک رُکن کی حیثیت سے کام کرتی ہوں۔''

''سوئٹزر لینڈ کب آئیں؟''

''تھوڑے دن پہلے۔''

''اس سے پہلے کیا کرتی تھیں......؟''

''بس...... آفس میں کام کرتی تھی۔''

''گویا تمہیں اِن معاملات کا بالکل تجربہ نہیں ہے......؟''

''نہیں...... بالکل نہیں ہے۔''

''گویا تم پہلی بار اپنے ملک سے نکلی ہو......؟''

''ہاں......''

''تب، تم ہی بتاؤ! مجھے پیار سے کیسے سمجھا سکو گی؟''

''میں...... میں کیا کروں؟ تم ہی بتاؤ!'' وہ دونوں ہاتھ ملنے لگی اور میں نے اُسے اپنے نزدیک گھسیٹ لیا۔

لڑکی نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ اُس کا نرم و گداز بدن، میرے ہاتھوں میں آ گیا۔ اس سلسلے میں وہ واقعی تعاون کر رہی تھی اور میں بھی اپنی تمام ذہنی اُلجھنوں کو مٹا دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر لڑکی نے میرا پورا پورا ساتھ دیا...... اور تھوڑی دیر کے بعد میں طبیعت میں ایک فرحت سی محسوس کر رہا تھا۔ لی گوش بھی میری آغوش میں پُرسکون نظر آ رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے، جیسے وہ اِس تجربے سے پہلی بار روشناس ہوئی ہو۔

''لی گوش! میں تمہیں ایک مشورہ دُوں؟''

''مجھے......؟'' وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

''ہاں...... تمہیں۔''

''دو......!'' اُس نے بدستور سادہ سے انداز میں کہا۔

''تم، اِس محکمے کو چھوڑ دو۔''

''کیوں......؟'' اُس نے پوچھا۔

''اِس محکمے میں عام طور سے برے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور تم اتنی اچھی ہو کہ تمہیں برے لوگوں کے درمیان جانا ہی نہیں چاہئے۔''

''نہیں، نہیں...... اب تو میری سروس بھی کافی پرانی ہو گئی ہے۔ اور میں اِس محکمے کو چھوڑ نہیں سکتی۔ لیکن تم، مجھے بتاؤ! کہ کیا تم واقعی فلیکس نہیں ہو؟''

''ہاں...... اگر تم سمجھا سکتی ہو اُن لوگوں کو تو یہی سمجھاؤ! کہ میں اصلی فلیکس نہیں ہوں...... اصلی فلیکس کوئی دوسرا ہے جو سوئٹزر لینڈ ہی میں موجود ہے۔'' میں نے اُسی معصومیت سے اُسے جواب دیا۔

''اچھا......'' اُس نے پریشان لہجے میں کہا۔ اور پھر کئی منٹ تک سوچتی رہی۔ پھر اُٹھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''تو...... میں اُنہیں سمجھا دُوں گی۔''

''ہاں...... بالکل۔ تم اُنہیں یہ بات اچھی طرح سمجھا دینا۔''

''جاؤں......؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں، جاؤ!'' میں نے پیار بھرے انداز میں اُس کا گال تھپتھپایا اور وہ باہر چلی گئی۔ میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا تھا۔ واقعی بے وقوف لوگ تھے۔ سمجھانے کو بھیجا تھا ایک معصوم لڑکی کو۔ میں دیر تک بیٹھا اُس کی سادگی پر ہنستا رہا۔ سیدھی سادھی لڑکی تھی۔ سمجھانے کی بجائے سمجھ کر چلی گئی۔ اور اگر وہ بار بار مجھے سمجھانے آتی رہتی تو اس میں کیا حرج تھا؟ میں نے سوچا اور آنکھیں بند کر کے اُسی کرسی پر دراز ہو گیا۔

نجانے کب تک میں اِسی طرح بیٹھا رہا۔ کوئی بھی میرے پاس نہیں آیا تھا۔ اور نہ ہی وہ سمجھانے والی آئی تھی، جس کا میں انتظار کر رہا تھا۔ البتہ شام کی چائے ضرور آ گئی۔ اور شام کی چائے بھی میں نے اُسی رغبت سے پی۔ چائے لانے والے سے میں نے لی گوش کے بارے میں پوچھا تھا۔ لیکن اُس نے خاموشی اختیار کی۔ شاید وہ انگریزی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ میں دیر تک بیٹھا چائے سے شغل کرتا رہا۔ اور اس کے بعد وہ شخص ٹرالی لے کر چلا گیا۔

دفعتہً ہی مجھے محسوس ہوا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے...... یہ گڑبڑ میری آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔ یعنی پلکیں جھکی جا رہی تھیں...... اور آخری خیال میرے ذہن میں یہ تھا کہ اُن لوگوں

نے شاید چائے میں بے ہوشی کی دوا ملا دی ہے۔لیکن کیوں......'' اور اس کیوں کا جواب میرا ذہن نہ دے سکا اور تاریکیوں میں جا سویا......

☆......☆

جس طرح میں اُن لوگوں کے جال میں پھنسا تھا، اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو سخت بد دل ہو گیا ہوتا۔ خاص طور سے اِس شکل میں کہ کوئی منافع بخش بات بھی سامنے نہیں تھی اور ابھی تک صرف اندھیرے میں تیر چل رہے تھے۔

تیسری بار جب آنکھ کھلی تو میری طبیعت میں خاصی جھنجھلاہٹ تھی۔ میں خاموشی سے اپنے بستر پر پڑا رہا۔ اور پھر پہلی شکل مجھے لی گوش کی ہی نظر آئی تھی۔ وہ چوروں کی طرح میرے پاس آئی تھی۔ شاید اُس نے میری کھلی ہوئی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔

''آؤ......!'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور وہ کئی فٹ اُونچی اُچھل گئی۔ اُس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ ''تم پھر مجھے سمجھانے آئی ہو گی......؟'' میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''آپ جاگ رہے ہیں مسٹر فلیکس......؟''

''ہاں، لیکن......''

''لیکن کیا......؟'' اُس نے سوال کیا۔

''آئندہ مجھے کین کے نام سے مخاطب کرنا۔''

''کیوں......؟''

''اِس لئے کہ میرا یہی نام ہے۔''

''اور فلیکس......؟'' اُس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''جہنم میں گیا وہ سور کا بچہ۔ تم یہ بتاؤ! میں کتنی دیر تک بے ہوش رہا......؟''

''تین دن......'' اُس نے سادگی سے کہا اور میں اُچھل پڑا۔

''کتنے دن......؟'' میری آواز میں غراہٹ تھی۔

''تین دن......'' وہ تھوک نگل کر بولی۔

''کس طرح؟ تم جھوٹ بول رہی ہو۔''

''ہرگز نہیں......'' وہ غصیلے لہجے میں بولی۔ ''میں تین دن سے تمہاری تیمار داری کر رہی ہوں۔ تمہارے معدے میں نلکی کے ذریعے گلوکوز پہنچاتی رہی ہوں۔''

''لیکن...... میں تین دن تک بے ہوش کس طرح رہا؟'' میں نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

''بس...... تمہیں انجکشن دیئے جاتے رہے۔''

''بے ہوشی کے انجکشن......؟''

''ہاں......!''

''لیکن...... آخر کیوں؟''

''اُن کا خیال تھا کہ سفر کے دوران تمہیں ایک بار بھی ہوش میں نہیں آنا چاہئے۔''

''سفر کے دوران......؟'' میں ایک بار پھر اُچھل پڑا۔

''ہاں...... اور کیا؟''

''اور یہ سفر کتنا طویل تھا......؟''

''ہم نے دو دن تک سفر کیا ہے۔ بارہ گھنٹے ہوائی جہاز اور اُس کے بعد سمندری جہاز سے۔''

''تو ہم اِس وقت کہاں ہیں......؟''

''یہ نہیں بتایا جا سکتا۔''

''کیوں......؟''

''اُنہوں نے منع کر دیا ہے۔''

''لیکن اگر میں تمہاری گردن دبا دُوں تو......؟ کیا تم زبان کھولنے کی بجائے مرنا پسند کرو گی؟'' میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

''ایک ہی بات ہے۔'' وہ سکون سے بولی۔

''کیا ایک ہی بات ہے؟''

''نہ بتانے پر تم مار ڈالو گے اور بتانے پر وہ ہلاک کر دیں گے۔ اب ہم، مسٹر جوشیوف کی تحویل میں دے دیئے گئے ہیں۔ اور مسٹر جوشیوف کا نام ہی موت کی علامت ہے۔ ایک نادیدہ موت کی علامت...... اور اُس کے احکامات، پتھر کی طرح اٹل ہوتے ہیں۔''

''یہ جوشیوف کون ہے......؟''

''بس...... اِس سے زیادہ اور کوئی اُس کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ ہمارے محکمے کا ایک افسرِ اعلیٰ ہے۔''

''لیکن لڑکی! تم مجھے یہ ضرور بتاؤ گی کہ یہ کون سی جگہ ہے؟''

''سنو...... بتا دینے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ سوائے اِس کے کہ میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اور میرا خیال ہے کہ میں، اُن لوگوں کی ساتھی ضرور ہوں۔ لیکن کسی طور بھی آپ کے لئے تکلیف دہ نہیں۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ تم کسی بھی طور، میری زندگی سے کھیلنے کی کوشش نہ کرو۔'' لی گوش نے جواب دیا اور میں خاموش ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔

ویسے مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ میں تین دن تک بے ہوش رہا ہوں۔ اور اتنا طویل سفر کیا ہے۔ ظاہر ہے، یہ لڑکی جھوٹ تو نہیں بول سکتی تھی۔ جس طرح سے وہ کہہ رہی تھی کہ وہ تین دنوں سے میری تیمارداری کرتی رہی ہے، اُسے جھوٹ نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ لیکن آخر یہ لوگ، مجھے کہاں لے آئے؟ اُس بات پر مجھے شدید جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی۔ بلا وجہ اُن کے پھندے میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

''اب کیوں آئی ہو......؟'' تھوڑی دیر کے بعد میں نے لی گوش سے پوچھا۔

''آخری بار تم سے یہ کہنے کہ اُنہیں اُس راز کے بارے میں بتا دو۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا۔''

''اور اگر میں تمہارا کام یہیں ختم کر دوں تو......؟'' میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تو کر دو نا! اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں تو بے موت ہی ماری جاؤں گی۔'' اُس نے اس معصومیت سے کہا کہ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ میں نے اُس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''جاؤ...... لی گوش! واپس چلی جاؤ۔ میں ایک بار کہہ چکا ہوں کہ میرا نام کین ہے۔ اگر تم چاہو تو اُنہیں بتا دینا۔ میں فلیکس نہیں ہوں۔ ورنہ ہی مجھے کسی راز کے بارے میں معلوم ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ لوگ مجھے قید رکھنا چاہتے ہیں تو مجھے اِس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ لوگ کیا کر سکتے ہیں؟''

لی گوش، چند ساعت کھڑی مجھے گھورتی رہی۔ پھر خاموشی سے گردن جھکا کر وہاں سے چلی گئی۔

میں کسی زخمی سانپ کی مانند بل کھا رہا تھا۔ یہاں رُکنا تو حماقت کی بات تھی۔ چنانچہ کچھ نہ کچھ کرنا ہی چاہئے۔ میں نے سوچا اور اپنے ذہن میں پروگرام ترتیب دینے لگا کہ اب میں کیا کروں؟ ظاہر سی بات تھی کہ مجھے سوئٹزرلینڈ سے کافی دُور لے آیا گیا تھا۔ کس علاقے میں......؟ میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ رُوس ہی کا علاقہ ہو۔ اور وہ لوگ مجھے اس

لئے اُٹھا لائے ہوں کہ وہ راز اگر میں اُن تک نہیں پہنچا سکا تو کسی اور تک بھی نہ پہنچا سکوں۔

دروازہ باہر سے بند تھا اور میں خاموشی سے لیٹا اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب کوئی ٹھوس قدم اُٹھانا ہی ہو گا۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد ایک بار پھر چند افراد میرے کمرے میں آئے اور اُنہوں نے مجھے، اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ میں خاموشی سے اُن کے ساتھ چل پڑا۔ فیصلہ یہ کیا تھا کہ دیکھوں تو سہی! یہ لوگ، مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ میں اُن سے صاف گفتگو کرنے کے موڈ میں تھا۔ اور صاف صاف بتا دینا چاہتا تھا کہ اس کے بعد میرے اور اُن کے درمیان ایک جنگ کا سا ماحول پیدا ہو جائے گا۔ اور پھر میں جو کچھ کر سکوں گا، کروں گا۔ ورنہ وہ تسلیم کر لیں اور اس بات کو جان لیں کہ میں فلیکس نہیں ہوں۔

مجھے ایک بڑے ہال میں پیش کیا گیا تھا، جس کے ایک حصے میں ایک لمبی، نیم دائرہ نما میز پڑی ہوئی تھی اور اُس کے پیچھے چوڑے شانوں والا ایک رُوسی، خوبصورت تراش کا سوٹ پہنے ہوئے بیٹھا تھا۔ اُس کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کا چشمہ لگا ہوا تھا۔ چہرہ اِس طرح سے تاریکی میں تھا کہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ اُس کی سرخ ناک، دُور ہی سے دیکھی جا سکتی تھی۔ مجھے اُس کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ مجھے لانے والے آٹھ تھے، جو دو حصوں میں بٹ گئے۔

''میرا نام جوشیوف ہے......!'' اُس شخص نے بھاری لہجے میں کہا۔

''اور مجھے کین کہتے ہیں مسٹر جوشیوف!''

''گویا تم اب بھی تسلیم نہیں کرو گے کہ تم فلیکس ہو......؟''

''میں اگر فلیکس ہوتا تو تسلیم کر لیتا۔ لیکن میں صورتحال بتا چکا ہوں مسٹر جوشیوف! اور اس اُمید کے ساتھ آپ کے سامنے آیا ہوں کہ آپ، دوسرے لوگوں کی مانند حماقت کا ثبوت نہیں دیں گے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ، اصلی فلیکس کو تلاش کیجئے۔ مجھ سے یہ سب کچھ معلوم کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔''

میرے لہجے پر جوشیوف کو شاید حیرت ہوئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس خطرناک وقت میں، میں اتنی بہادری سے بول سکتا ہوں۔ وہ چند ساعت مجھے گھورتا رہا۔ پھر اُس نے نہایت نرم لہجے میں کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو ہم فلیکس کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن تمہیں، ایک

آخری بات بتا دی جاتی ہے کہ اگر فلیکس ہمیں نہ مل سکا، یا ہمیں اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی کہ تم اصل فلیکس نہیں ہو تو ہم، تمہیں نہایت بے دردی سے قتل کر دیں گے۔ اگر وہ راز ہمیں معلوم نہ ہو سکا تو ہم پسند نہیں کریں گے کہ وہ کسی اور کو بھی معلوم ہو۔ اس کے بعد جو صورتحال ہو گی، وہ سامنے ہی آ جائے گی۔ چنانچہ تم اس چیز کو ذہن میں رکھنا۔

"مجھے منظور ہے مسٹر جوشیوف!"

"ٹھیک ہے...... میں تمہیں اِس بات کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔ لیکن یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ اگر مجھے، تمہارے بارے میں تصدیق ہو گئی کہ تم فلیکس ہو اور تمہارا اصلی نام کین نہیں ہے تو میں، تمہیں کسی صفائی کا موقع نہیں دُوں گا۔ ہاں! اگر ہمیں اصلی فلیکس مل گیا تو پھر تمہیں یہاں سے باعزت نکال دیا جائے گا۔ لے جاؤ اِسے! اور کمرے میں بند کر دو......"

اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر نرم لہجے میں کہا اور آٹھوں آدمیوں نے گردنیں جھکا دیں۔ اُنہوں نے میرے شانے پکڑے اور مجھے لے کر باہر آ گئے۔

اس بار مجھے اس عمارت میں نہیں رکھا گیا تھا۔ البتہ عمارت سے نکلنے سے قبل میری آنکھوں پر سیاہ رنگ کی پٹی باندھ دی گئی تھی۔ جس سے مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر شاید کسی بند وین میں مجھے سفر کرنا پڑا۔ وین کافی دیر تک ہموار راستے پر دوڑتی رہی۔ اس کے بعد کسی ناہموار راستے پر دوڑنے لگی۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ جس راستے پر دوڑ رہی ہے، وہ برفانی ہے۔

وین کا سفر تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہا۔ ناہموار سڑک پر سفر کرنے سے میرا پورا وجود ہل کر رہ گیا تھا۔ ویسے بھی بدن گوناگوں ہنگاموں کی وجہ سے کچھ کمزور ہو گیا تھا۔ خاص طور سے اس لئے کہ مناسب غذا نہیں مل سکی تھی۔ بالآخر کسی جگہ وین رُک گئی۔ اور مجھے بازوؤں سے پکڑ کر اُتار لیا گیا۔

"اب تو میری آنکھوں کی پٹی کھول دو......!" میں نے کہا۔ لیکن شاید میں گونگے اور بہرے لوگوں کے درمیان تھا۔ میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

لیکن ایک مخصوص جگہ پر پہنچ کر میری آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی۔ میرے سامنے بھورے رنگ کی ایک چٹان میں تراشی ہوئی بوسیدہ سیڑھیاں تھیں جن کے کنارے ٹوٹے پھوٹے تھے۔

"اُوپر چلو......!" کسی نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔ لہجہ رُوسی تھا اور زبان انگریزی۔ میں

نے پلٹ کر دیکھا۔ تقریباً پندرہ افراد میری پشت پر موجود تھے۔ سب کے سب مسلح اور خونخوار۔ کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ چنانچہ میں سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ اور پھر ایک بلند و بالا چبوترے پر پہنچ گیا جس کے کنارے پر ریلنگ نہیں تھی۔ لیکن اُس کے تین اطراف سمندر کا نظارہ صاف کیا جا سکتا تھا۔

......تو یہ کوئی سمندری علاقہ ہے۔ شاید پرانے زمانے کا کوئی قلعہ جو سمندر کے کنارے واقع تھا۔ چبوترے کے ایک طرف بلند و بالا مینار نظر آ رہا تھا جو کافی چوڑا اور سرخ اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ مینار کے نیچے ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ لوگ مجھے لئے ہوئے اُس دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ایک بار پھر مجھے سیڑھیاں طے کرنی پڑیں۔ مینار کئی منزلہ تھا۔ اور ہر منزل میں دروازے تھے۔ بالآخر ہم پانچویں اور آخری منزل پر پہنچ گئے۔ یہ ایک وسیع اور گول کمرہ تھا جس میں ایک بوسیدہ سی چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ ایک گول میز بھی تھی، جو سمندر کی نمکین ہواؤں سے اپنا رنگ کھو چکی تھی۔ اور ساتھ ہی ایک بیت الخلاء اور بس...... باقی کمرہ سادہ تھا۔ اور یہی میرا قید خانہ تھا۔

مجھے لانے والوں نے یہاں چھوڑ دیا۔ اور پھر وہ افسر جو انگریزی زبان بول سکتا تھا، کہنے لگا۔ "تمہیں یہاں رہنا ہے۔ اور یہاں سے فرار کا تصور بھی اگر تمہارے ذہن میں آئے تو سوچ لینا کہ موت بالآخر تم تک پہنچ گئی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پلٹ کر واپس چلا گیا۔ اور میں نے اس انوکھے قید خانے میں گہری سانس لی۔ میں نہیں جانتا تھا، یہاں میری خوراک کا کیا بندوبست تھا؟ اور میں کتنے دن یہاں رہ سکتا تھا؟ لیکن اس سلسلے میں سوال بھی کس سے کرتا؟ میں نے اُس کمرے کا جائزہ لیا۔ تین کھڑکیاں بھی تھیں۔ لیکن انسانی قد سے بلند۔ میز پر چڑھ کر ہی ان سے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔

میں، میز پر چڑھ گیا۔ میز کافی مضبوط تھی۔ یہاں سے سمندر کے مناظر صاف نظر آتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے سفید پرندے فضا میں پرواز کر رہے تھے۔ ویسے یہاں کے ماحول میں گھٹن نہیں تھی۔

میں ایک گہری سانس لے کر میز سے اُتر آیا اور پھر پلنگ پر لیٹ گیا۔ یوں قید خانے میں میرا پہلا دن گزر گیا۔ اُس دن مجھے کھانے کو کچھ نہیں دیا گیا۔

میں رات کو بھی بے سکون رہا اور شدید غصے سے کھولتا رہا۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہوئی تھی۔ شاید کہیں کوئی حماقت ہو گئی تھی۔ لیکن کیا حماقت ہوئی تھی؟ میں سوچتا رہا۔ اگر ان لوگوں نے اس کے بعد میری خبر نہ لی تو بڑی مشکل ہو گی۔ خاص طور سے بھوک، پیاس کا مسئلہ......

رات بھی گزر گئی۔ اور اب واقعی نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔ دوسرے دن، دوپہر کو نیچے کی منزلوں میں کچھ آوازیں پیدا ہوئیں اور میں انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی نظر آئے جو سٹین گنوں سے مسلح اور پوری طرح چوکنا تھے۔ اُن کے پیچھے دو اور آدمی تھے، جن کے ہاتھوں میں کچھ برتن تھے۔ پانچواں آدمی وہی افسر تھا، جو انگریزی بول سکتا تھا۔

''یہ تمہاری خوراک ہے۔ کم از کم تین دن تک تمہیں یہ خوراک چلانی ہو گی۔ یہاں ہم، تمہارے لئے روزانہ تازہ خوراک مہیا نہیں کر سکتے۔ یہ پانی ہے، جسے تم پینے کے لئے استعمال کرو گے...... اور یہ کاغذ اور قلم ہے۔ اگر تمہارے ذہن میں آ جائے کہ تم غلط راستے پر ہو تو اس پر لکھ کر اس کھڑکی سے نیچے پھینک دینا۔ ہمیں مل جائے گا۔'' اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''لیکن اِن باتوں سے فائدہ......؟'' میں نے سوال کیا۔

''فائدہ اور نقصان صرف مسٹر جوشیوف جانتے ہیں۔''

''میں، مسٹر جوشیوف سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''تین دن کے بعد...... وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔''

''اوہ...... لیکن میں تین دن یہاں نہیں گزار سکتا۔''

''تب اِن دیواروں سے ٹکرا کر خودکشی کر لو۔'' اُس نے بے رحمی سے کہا اور میں تلملا کر رہ گیا۔ لیکن اِس وقت کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا۔

افسر نے واپسی کا اِشارہ کیا اور تمام لوگ واپس چل پڑے۔ درندہ پھر قید کر لیا گیا تھا...... میں سخت بھوکا تھا اس لئے دوسری باتوں کو بھول کر کھانے میں مشغول ہو گیا تھا۔ نہایت گھٹیا کھانا تھا۔ لیکن بھوک میں سب ٹھیک تھا۔

پانی پینے کے بعد ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ ہونے لگی اور میں لیٹ گیا۔ پھر نیند آ گئی اور نہ جانے کب تک سویا۔ اُس وقت شاید آدھی رات گزر چکی تھی جب آنکھ کھلی۔ چاند، آسمان کی بلندیوں میں تھا، کیونکہ ایک کھڑکی سے تیز روشنی اندر آ رہی تھی اور چاند، بادلوں کی اوٹ میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ ماحول کی خاموشی، پانی کے شور سے مجروح ہو رہی تھی اور میرے

اندر اُکتاہٹ کا سمندر موجزن تھا۔

تین دن یہاں گزارنے ہیں...... پورے تین دن...... نہ جانے کس طرح...... اس کے بعد میں جوشیوف سے گفتگو کروں گا اور اُسے دس روز کے لئے سوئٹزر لینڈ لے جاؤں گا۔ یہ لوگ بھی کیا یاد کریں گے۔

...... اور پھر اِس اُکتا دینے والی قید کے تین دن پورے ہو گئے۔ جس طرح پورے ہوئے تھے، میں جانتا تھا۔ یہ مختصر عرصہ میری زندگی کا بدترین عرصہ تھا۔ تیسرے دن میں نے اُنہیں یاد دہانی کرائی کہ میں، مسٹر جوشیوف سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور اُنہیں کچھ ضروری معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔

یہ خواہش میں نے کاغذ پر تحریر کر کے نیچے گرا دی۔ اور پھر شدید بے چینی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ پھر رات ہوئی تو مینار میں کچھ روشنیاں نظر آئیں اور مسلح لوگ، میرے کمرے میں پہنچ گئے۔

''چلو......!'' اُسی افسر نے مجھ سے کہا اور میں نے سکون کی سانس لی۔ اب اس منحوس قید خانے میں واپس آنے سے بہتر ہے کہ دس بیس کو مار کے مر جایا جائے۔ میں اسی خیال کو لے کر اُن کے ساتھ اُترا تھا۔

بہرحال! ضرورت سے پہلے کوئی کارروائی کرنا مناسب نہ سمجھی۔ دیکھوں، اگر اُسے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گیا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر دیکھا جائے گا۔

وہ لوگ، اُس چبوترے پر آئے۔ اور پھر مجھے اس قلعہ نما عمارت کے ایک اور حصے میں لے گئے جہاں بوسیدہ اور اُکھڑے ہوئے پلاسٹر والی دیواروں کا ایک ہال تھا۔ اُس ہال میں چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ بیٹری لیمپ روشن تھا اور ایک کرسی پر جوشیوف بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

میں اُس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ مسلح افراد میرے ساتھ چل رہے تھے اور میں اُن کی تیز آنکھوں سے واقف تھا۔ وہ مجھے کسی کوشش کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔

''ہیلو ڈیئر!'' جوشیوف نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''کیا حال ہے......؟''

''ٹھیک ہوں......!''

''[illegible]''

''میں نے فیصلہ کیا ہے مسٹر جوشیوف! کہ میں آپ کی بات مان لوں۔ چنانچہ میں معاملات کو طے کرنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ......'' جوشیوف نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔ ''میں آپ کو اس فیصلے پر مبارکباد دیتا ہوں مسٹر...... لیکن اِس کے لئے آپ کی کچھ شرائط ہوں گی......؟''

''ہاں......!''

''بیان کریں۔''

''میں، رُوس کی شہریت طلب کروں گا اور ایک ایسی زندگی، جو مطمئن انداز میں بسر کی جائے۔''

''کیا آپ کسی رُوسی لڑکی سے شادی کرنا بھی پسند کریں گے؟''

''ہاں...... اگر کوئی اچھی لڑکی مجھے متاثر کر سکی تو۔''

''کیا وہ راز آپ کے پاس موجود ہے؟''

''نہیں...... اس کے لئے آپ کو میرے ساتھ سوئٹزر لینڈ چلنا ہوگا۔''

''یہاں بات نہیں بن سکتی......؟''

''نہیں......'' میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''تب تو بڑی دقتیں پیش آئیں گی مسٹر! اور ہمیں یہ شرط منظور نہیں ہے۔'' جوشیوف نے جواب دیا۔

''کیا آپ کو اب وہ راز درکار نہیں ہے؟''

''یہی سمجھ لیں مسٹر...... ہاں! لی گوش نے آپ کا نام کین بتایا تھا۔ تو مسٹر کین! ہمیں افسوس ہے کہ اب ہمیں، آپ کی ضرورت نہیں رہ گئی۔ کیونکہ......'' جوشیوف نے اپنے عقب میں دیکھا۔ اور ایک ہاتھ اُٹھا کر اِشارہ کیا۔ چند افراد، تاریکی سے نکل آئے۔ اُن کے قبضے میں ایک شخص تھا جو اپنے قدموں سے چل کر ہی آگے آ رہا تھا۔ اور روشنی میں اُس کا چہرہ دیکھ کر میں ششدر رہ گیا...... یہ میرا ہم شکل تھا...... ''کیونکہ میرا خیال ہے، ہمیں مسٹر فلیکس مل گئے ہیں......'' جوشیوف نے اپنا جملہ پورا کر دیا۔

کی بلندیوں میں تھا، کیونکہ ایک کھڑکی سے تیز روشی اندر آ رہی تھی اور چاند، بادلوں کی اوٹ میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ ماحول کی خاموشی، پانی کے شور سے مجروح ہو رہی تھی اور میرے

آتش
ایم اے راحت
3

زندگی میں چند لمحات ایسے سنسنی خیز ہوتے ہیں کہ انسان، خواہ وہ ذہنی طور پر کتنا ہی برتر ہو، خود کو عظیم احمق تصور کرتا ہے۔ اس وقت میری بھی یہی کیفیت تھی۔ فلیکس، میرے سامنے کھڑا تھا۔ وہ بھی اسی انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی اور جوشیوف کے ہونٹوں پر مضحکہ خیز مسکراہٹ تھی......

''اب آپ دونوں ہی فیصلہ کریں کہ وہ راز کس کے پاس ہے؟ اور آپ دونوں میں سے کون اصلی فلیکس ہے؟ بدقسمتی سے مسٹر کین نے بھی اب تسلیم کیا ہے کہ وہ فلیکس ہیں۔ اور وہ راز ہمارے حوالے کرنے پر آمادہ ہیں۔ وہ بھی اُن آسان شرائط پر کہ اُنہیں صرف رُوسی شہریت دے دی جائے اور مناسب زندگی۔ واہ! کتنی معمولی سی خواہش ہے۔'' جوشیوف، قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں؟ بہرحال! اگر وہ اصلی فلیکس ہے تو برا اُن کے ہاتھ لگا۔ دفعتہً میں نے ایک ترکیب سوچ لی اور دوسرے لمحے میں ڈچ زبان میں بولا۔ میرا لہجہ سرگوشی کا انداز لئے ہوئے تھا۔

''اگر تم ڈچ زبان سے واقف ہو تو سنو! خود کو فلیکس تسلیم نہ کرو۔ تم کہو! کہ ایک شخص تھا، جو تمہارا ہم شکل تھا، تمہیں کچھ رقم دے کر صرف اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ تم خود کو فلیکس ظاہر کرو۔ بس! اس سے زیادہ کچھ مت بتانا۔ سمجھے......؟''

یہ الفاظ میں نے بڑبڑانے کے انداز میں کہے تھے۔ جوشیوف سمجھ گیا کہ میں نے اُس سے کچھ کہا ہے۔ چنانچہ اُس نے بھنویں اُٹھا کر پوچھا۔ ''کیا کہا تم نے......؟''

''میں...... میں کہہ چکا ہوں مسٹر جوشیوف! کہ اصلی فلیکس میں ہوں۔ اور راز میرے پاس موجود ہے۔'' میں نے اس انداز میں کہا، جیسے پہلے بولا تھا۔ لیکن اس بار میرے الفاظ واضح تھے۔ میں خود کو خوفزدہ ظاہر کر رہا تھا۔

''اور اس راز کے حصول کے لئے ہمیں تمہارے ساتھ سوئٹزرلینڈ چلنا ہوگا، کیوں؟''

"ہاں......!" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"اور تم کیا کہتے ہو؟ اب کیا تم بھی خود کو فلیکس تسلیم نہیں کرو گے؟"

"آپ جو کوئی بھی ہیں جناب! یقین کریں، میں فلیکس نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ ایک مفلس شخص جسے تھوڑی سی رقم دے کر فلیکس بننے کی ہدایت کی گئی تھی۔ میں نے صرف پیٹ بھرنے کے لئے یہ بات تسلیم کی تھی۔" میرے ہم شکل نے کہا اور میں نے سکون کی سانس لی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ شخص ڈچ زبان سمجھتا تھا۔

اُس کے جواب پر جوشیوف کا چہرہ، گہرا سرخ ہو گیا۔ وہ خونخوار انداز میں کھڑا ہو گیا اور ہمیں خونی نگاہوں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔ "سنو، کتو! اگر تم فلیکس نہیں ہو تو، تمہیں کتے کی موت مر جانا چاہئے۔ ہمیں تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیا تم دونوں مجھے احمق سمجھتے ہو؟ تمہاری زندگی کے لئے صرف بیس گھنٹے دیئے جاتے ہیں۔ اب سے بیس گھنٹے کے اندر اندر تم دونوں فیصلہ کر لو! کہ اصل فلیکس کون ہے؟ اور کون مجھے وہ راز دے رہا ہے؟ اگر تم دونوں یہ فیصلہ نہ کر سکے تو میں تم دونوں کو گولی مار کر سمندر میں پھینک دُوں گا۔ اور اس کے بعد اصل فلیکس کو تلاش کروں گا۔" جوشیوف کی آواز، برف کی طرح سرد تھی۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"اِنہیں صرف بیس گھنٹے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اگر یہ اپنے آپ کو فلیکس تسلیم نہ کریں تو اِنہیں گولی مار دینا۔" اُن لوگوں نے ایڑیاں بجائی تھیں اور جوشیوف وہاں سے چلا گیا۔

ہمارے چاروں طرف سٹین گنیں تنی ہوئی تھیں۔ اس لئے ہم جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اُنہیں کے اِشارے پر ہم دونوں کو واپس مینار میں لایا گیا۔ ایک بار پھر میں مینار کا قیدی بن گیا تھا۔ لیکن اس بار تنہا نہیں تھا۔ میرے ساتھ فلیکس بھی تھا۔ میرا ہم شکل...... انتہائی حیرت انگیز مشابہت تھی ہم دونوں میں۔

ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ کر حیران ضرور ہوئے تھے۔ لیکن ابھی تک ہمارے درمیان کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ میرا ہم شکل، میری ہی مانند اُس مینار نما قید خانے کی کھڑکیوں سے باہر جھانکتا پھر رہا تھا۔ اُس نے بھی اُسی میز کا سہارا لیا تھا، جس پر چڑھ کر میں نے پہلی بار سمندر دیکھا تھا۔

میں نے اس جائزے کے دوران ایک بار بھی اُسے نہیں ٹوکا، اور پوری طرح اطمینان کر

لینے دیا۔ پھر وہ ایک طویل سانس لے کر گردن ہلاتا ہوا میرے پاس آیا اور ایک بار پھر مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"تم کون ہو......؟" اُس نے کسی قدر تیکھے انداز میں پوچھا۔ میں خاموشی سے اُس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ "کیا تم انگلش نہیں جانتے؟" وہ دوبارہ بولا۔

"جانتا ہوں......!" میں نے گہری سانس لی۔

"تو پھر میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا؟"

"سوچ رہا ہوں، کیا جواب دُوں؟ میں کون ہوں، اِس بارے میں فیصلہ کرنا تو ذرا مشکل ہے۔"

"میک اَپ ہے چہرے پر......؟" اُس نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں...... اب تم اتنے حسین بھی نہیں ہو۔ نہ ہی میرے خوابوں میں آتے رہے ہو کہ میں تمہاری شکل اپنانے کی کوشش کروں۔" میں نے بے باکانہ انداز میں کہا اور وہ، میرے الفاظ پر غور کرنے لگا تھا۔ پھر یک بیک مسکرانے لگا اور ایک آنکھ دبا کر بولا۔

"اِس کا مطلب ہے کہ اصلی ہو۔"

"اصلی فلیکس ہرگز نہیں ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا اور وہ ہنس پڑا۔

"اصلی فلیکس میں ہوں۔ لیکن مجال ہے، یہ رُوسی گدھے اِسے ثابت کرنے یا کرانے میں کامیاب ہو جائیں؟" اُس نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا اور میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا آدمی باہمت معلوم ہوتا تھا۔

"لیکن وہ لوگ، بیس گھنٹے کی وارننگ دے گئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"حماقت کا اِس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے؟ اِن گدھوں سے پوچھو! کہ یہ بیس گھنٹے کس خوشی میں دیئے گئے ہیں؟ راز ہی معلوم کرنا تھا نا! ہمیں کسی سے مشورہ کرنے جانا تھا کیا؟ دیکھو دوست! عمل وہی ہوتا ہے جو فوری اور بر وقت کیا جائے۔ جہاں کاہلی اور تساہل کا شکار ہوئے، مارے گئے۔ اور وہی ناکام لوگ ہوتے ہیں۔"

"خوب......" میں نے دلچسپی سے کہا۔ بہر حال! پتے کی بات کہی تھی اُس نے۔ اور میں نے دل سے اُسے سراہا تھا۔ اور جس کی کوئی بات میں تسلیم کر لوں، اُس میں مجھے ایک خاص دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ایک انوکھی اُنسیت تھی، جو اَب میں نے اُس شخص کے لئے محسوس کی تھی۔ یوں بھی ذرا مختلف قسم کا آدمی تھا۔

''کیا خیال ہے تمہارا..... کیا اُنہوں نے حماقت نہیں کی ہے؟''

''تمہارے الفاظ کی روشنی میں تو کی ہے۔'' میں نے اعتراف کیا۔

''خود تمہارا کیا خیال ہے؟''

''مجھے، یہاں قید ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے اور میں فرار کا راستہ بھی نہیں تلاش کر سکا۔ اس لئے میں کوئی ٹھوس بات نہیں کہہ سکتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ..... تمہاری بات بھی معقول ہے۔ مگر یار! تم کون ہو؟ اور ان کے ہتھے کیسے چڑھ گئے؟ ویسے ایک ترکیب تم نے عمدہ بتائی تھی اور تمہارا انداز بھی خوب تھا۔ میں نے اسی وقت جان لیا تھا کہ آدمی تم بھی معمولی نہیں ہو۔''

''یہ بھی شکر ہے کہ تمہیں ڈچ زبان آتی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں یورپ کی تقریباً تمام زبانیں جانتا ہوں۔ ویسے کیا تم ہالینڈ کے باشندے ہو؟'

''نہیں..... میرا تعلق فن لینڈ سے ہے۔''

''ہاں..... شکل وصورت سے کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔'' اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''نام کیا ہے؟''

''کین.....!''

''اوہ، ہاں! جوشیوف نے تمہیں اسی نام سے مخاطب کیا تھا۔''

''خود تم کہاں کے باشندے ہو فلیکس؟''

''مابدولت تو انٹرنیشنل ہیں۔ پیدا افریقہ میں ہوئے، پرورش انگلینڈ میں پائی، تعلیم فرانس میں حاصل کی۔ پہلا قتل کر کے آسٹریلیا بھاگ گئے، پہلا عشق ناروے میں کیا اور شادی ہانگ کانگ جا کر کی، بیوی بچے ایک حادثے کا شکار ہو گئے تو جاپان چلے گئے۔ اور اس کے علاوہ نہ جانے کہاں کہاں۔'' اُس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

''بہرحال! ایک تجربہ ہوا۔ قید میں بھی اگر کوئی دلچسپ اور باہمت ساتھی مل جائے تو وقت اتنا برا نہیں لگتا۔'' میں نے کہا۔

''اور مزے کی بات یہ کہ ہم شکل بھی ہو۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں..... یہ اضافی حیثیت ہے۔''

''واقعی، میک اَپ نہیں ہے؟'' اُس نے میری طرف جھک کر پوچھا۔

''یقین کرلو!'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تب حیرت انگیز مشابہت ہے۔ اُن بے چاروں نے غلط دھوکہ نہیں کھایا۔

''اِس شکل کی وجہ سے تو میں بڑی اُلجھنوں کا شکار ہو گیا۔'' میں نے اُسے ٹٹولنے کی مہم کا آغاز کیا۔

''ہاں..... یقیناً! ان لوگوں نے تمہیں کہاں سے پکڑا؟''

''سوئٹزر لینڈ سے۔'' میں نے جواب دیا اور اُس نے بے تحاشہ قہقہہ لگایا۔

''اوہ، تم بھی وہیں سے پھنسے ہو..... مگر بھائی! کیسے جا پھنسے تھے؟''

''بس! تقدیر لے گئی تھی۔ پہنچا تھا سیر و سیاحت کی غرض سے۔ ایئر پورٹ پر اُترا تو ایک خاتون سر ہو گئیں۔ وہ مجھے ریسیو کرنے آئی تھیں۔ عورت پرست تھا، اس لئے اُن کا حسن دیکھ کر، اُن کے اس خیال کی تردید نہ کر سکا کہ فلیکس نہیں ہوں۔ ایک حسین رات، اُن کے ساتھ گزار کر صبح کو میں نے حقیقت حال گوش گزار کر دی۔ سخت چراغ پا ہوئیں۔ لیکن قصور میرا تو نہیں تھا۔ بہرحال! اُنہوں نے نکال دیا۔ پھر ایک دوسری پارٹی نے اغوا کر لیا۔ اُنہوں نے بھی مجھے فلیکس سمجھا تھا۔ چنانچہ مجھ سے وہ جرمن راز طلب کیا گیا جو ایک طیارے کے حادثے میں میرے ہاتھ لگا تھا۔ یہاں بھی ایک خاتون موجود تھیں جنہوں نے ایک رات میرے ساتھ گزار کر پیشکش کی کہ راز کی فروخت میں اُنہیں شریک کر لوں۔ اور پھر اُنہوں نے مجھے یہاں سے بھی فرار کرا دیا۔ اس کے بعد میں نے کوپ کے، میں رہائش اختیار کی۔ اور ایک بار پھر پہلی خاتون پہنچ گئیں۔''

''اوہ..... کیا وہ اریسا تھی؟'' دفعتہً فلیکس بول اُٹھا۔

''ہاں..... یہی نام تھا اُن خاتون کا۔

''اوہ..... اوہ..... تو تم میرے نام پر عیش کرتے رہے ہو۔ لعنت ہے تم پر.....'' اُس نے ہتھیلی پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔

''مجبوری تھی میرے دوست! میں نے ایک بار پھر کسی سے نہیں کہا تھا کہ میں.....''

''ہاں، ہاں..... میں جانتا ہوں۔ میں بھی تو کوپ کے، میں مقیم تھا۔ اور وہیں، میں نے اُن لوگوں کو بلایا تھا۔ لیکن رُوسی پارٹی وہاں پہنچ گئی اور مجھے فرار ہونا پڑا۔

''خوب..... بہرحال! میں دوبارہ اُن لوگوں کے ہاتھ لگ گیا اور ایک بار پھر وہ مجھے لے گئے۔ اور پھر مجھے مسٹر شافٹ سے ملانے کے لئے لایا گیا۔ لیکن گرافن کے راستے میں رُوسیوں نے ہمیں روک لیا۔ شرافت کی حد تک تو ٹھیک تھا۔ لیکن جب وہ گڑبڑ پر آمادہ ہوئے

تو میں نے بیس رُوسیوں کو قتل کر دیا۔'' میں نے کہا اور فلیکس اُچھل پڑا۔

''کتنے رُوسیوں کو......؟'' اُس نے شدید حیرت سے پوچھا۔

''بیس رُوسیوں کو۔''

''کچھ کم نہیں کر سکتے؟ بیس بہت زیادہ ہیں۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میرے ہاں، ایک ہی حساب ہوتا ہے۔ اس لئے فضول باتوں سے پرہیز کرو۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

''واقعی......؟ اگر یقین کر لوں تو سخت حیرت ہوتی ہے۔ اس طرح تو تم نے اُنہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ تم میرے ہم شکل ہونے کے علاوہ اتنے دلیر بھی ہو، اس بات کی خوشی ہوئی۔ خیر! پھر کیا ہوا؟'' اُس نے پوچھا۔

''ان لوگوں سے چھٹکارہ پالیا۔ لیکن میں اور اریسیا، برف کی وادی میں گر پڑے۔ جہاں سے شافت، ہمیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے نکال کر لایا۔ لیکن پھر شافت کی رہائش گاہ پر رُوسیوں نے حملہ کیا۔ شافت کو قتل کر دیا اور یہاں سے میں اُن کے ہاتھ لگا۔''

''ہاں...... شافت کی موت کی اطلاع مجھے مل گئی تھی۔ لیکن تفصیل معلوم نہیں ہوئی تھی۔''

''اُسے میرے سامنے گولی ماری گئی تھی۔''

''اُس کے بعد وہ تمہیں یہاں لے آئے؟''

''ہاں...... اور میں نے اُنہیں بتا دیا کہ میں کون ہوں؟ البتہ اپنی جان بچانے کے لئے میں نے ایک کہانی گھڑ لی۔ اور وہی کہانی، میں نے تمہیں دُہرانے کے لئے کہا تھا۔''

''خوب...... ویسے ذہین انسان ہو۔ عمدہ کہانی تھی۔ اُس وقت میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ لیکن میں نے فوراً اس کی افادیت کو محسوس کر لیا تھا۔ تم بھی خوب انسان ہو کین! میرے ہم شکل ہونے کے علاوہ ذہین اور ہوشیار۔ اس لئے آؤ! دوستی کر لیں۔''

''ہمارے درمیان صورت کا رشتہ پہلے ہی موجود ہے۔ اس لئے ہم دوست ہی ہیں۔'' میں نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اُس کے ہاتھ میں بے پناہ سختی تھی۔ تھوڑی دیر تک ہم خاموش رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ''لیکن تمہارے بارے میں تو مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔''

''تھوڑی سی تفصیل بتا چکا ہوں۔ باقی ضروری نہیں، سوائے اس کے کہ ایک جرمن راز میرے ہاتھ لگ گیا تھا۔ بقیہ زندگی، سکون سے گزارنے کے لئے میں نے اُس کی قیمت وصول کرنے کا فیصلہ کیا۔ شافت سے ایک طرح کی شناسائی تھی۔ گو، کبھی ملاقات نہیں ہوئی

تھی۔ لیکن بہرحال! میں نے اُسے ترجیح دی اور پہلے اُس سے بات چیت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی میں نے دوسرے لوگوں کو بھی دعوت دی تھی۔ کیونکہ بہرحال! میں اس راز کی اہمیت سے واقف تھا اور اپنی منہ مانگی قیمت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ لوگ غیر قانونی راستے اختیار کریں گے اور اُن کے درمیان اس قدر چپقلش چل جائے گی۔''

''خوب......!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ وہ میرے بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔

''تم نے فرار کی کوئی کوشش کی؟''

''جن راستوں سے تم گزر کر آئے ہو، اُن میں فرار کی گنجائش پاتے ہو؟''

''فرار کے لئے باقاعدہ راستے تو نہیں اختیار کئے جاتے۔''

''افسوس! یہاں کوئی بے قاعدہ راستہ بھی نہیں ہے۔''

''مینار کے یہ سوراخ......؟''

''اِن میں سے دو نیچے سینکڑوں فٹ گہرے سمندر کی طرف لے جاتے ہیں۔''

''اور ایک......؟'' اُس نے پوچھا۔

''یہ اُس چبوترے کی طرف، جو اتنی گہرائی میں ہے کہ اگر اُوپر سے کودنے کی کوشش کی جائے تو جسم، گوشت کے لوتھڑے کے سوا کچھ نہیں رہ جائیگا۔''

''ہوں......!'' اُس نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگا اور آہستہ سے بولا۔ ''کچھ اور کھلو گے؟''

''کیا مطلب......؟''

''اندر سے کیا ہو......؟''

''مشین نہیں ہوں...... تم دیکھ سکتے ہو۔''

''کرتے کیا ہو؟ زندگی گزارنے کے ذرائع کیا ہیں؟ بیس رُوسیوں کو بے دردی سے قتل کر دینے والا کوئی معمولی انسان تو نہیں ہو سکتا۔''

''بس...... جائز ذرائع آمدنی نہیں ہیں۔ کچھ نہ کچھ کر لیتا ہوں۔ اور سیاحت کرتا رہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اچھی زندگی ہے، لیکن ٹھوس نہیں۔ میں نے جرائم کی زندگی نہیں گزاری۔ بلکہ ایک

شریف آدمی رہا ہوں۔ لیکن میرا ایک نظریہ ہے کہ لمبا ہاتھ مارو، اس کے بعد سکون سے بیٹھ کر عیش کرو۔''

''لفظ 'سکون' پر مجھے اعتراض ہے۔ سکون، موت کا نشان ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... لیکن بعض حالات میں۔'' اُس نے کسی قدر بد دلی سے کہا اور پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ میری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک عجیب سے انداز میں بولا۔ ''جس راز کے تم تذکرے سن چکے ہو، اُس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''تھوڑا سا حیرت زدہ ہوں۔''

''کیوں......؟''

''بات صرف اتنی سی نہیں ہو سکتی کہ کسی نے حکومتوں کو اِطلاع دی کہ میرے پاس ایک راز ہے اور حکومتیں دیوانی ہو گئیں۔''

''اوہ...... پھر، اور کیا بات ہو سکتی ہے؟''

''دوڑنے والوں کو خود بھی اِس راز کی اہمیت کا اندازہ ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اُن سب کو اُس راز کے بارے میں بھنک مل گئی ہے۔ بس! تفصیل کے لئے اُمڈ رہے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ چند ساعت تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا، پھر بولا۔

''درحقیقت! تم نے خود کو میرے خیال کا اہل ثابت کر دیا ہے۔''

''کون سے خیال کا؟''

''ابھی تم نے سکون سے انحراف کیا تھا۔'' وہ بولا۔

''ہاں...... کیا تھا۔''

''کچھ عرصے قبل میں بھی سکون سے منحرف تھا۔ لیکن میرے اندر کچھ کمزوریاں پیدا ہو گئیں۔ اور اب میں وہ نہیں رہا، جو عام لوگ ہوتے ہیں۔ اس لئے میں ایک آخری کوشش کر کے سکون لینا چاہتا ہوں۔''

''بظاہر تو تمہارے اندر کوئی کمزوری نہیں نظر آ رہی۔ اچھے خاصے تندرست و توانا ہو۔''

''بظاہر کی بات ہے نا!'' اُس نے مایوسی سے کہا۔ ''بیس گھنٹوں کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔''

''ہاں...... کچھ کرنا چاہتے ہو تو اِس وقت کو فراموش مت کرو!''

''تمہارا کیا موڈ ہے؟''

''فرار تو میں بھی ہونا چاہتا ہوں۔ ویسے اِن لوگوں نے زیادتی کی ہے۔ تمہارے مل جانے کے بعد اُنہیں، مجھے رہا کر دینا چاہئے تھا۔''

''اب تو تم بھی مجھ سے الگ نہیں رہے۔ سنو! ایک پیشکش ہے۔ اور اُس کے خلوص پر شک نہ کرنا، ورنہ مزہ نہیں آئے گا۔''

''کہو......؟''

''میں نے اپنی کمزوریوں کا تم سے ذکر کیا ہے۔ بعض جگہوں پر میں زیادہ پھرتیلا ثابت نہیں ہو سکوں گا۔ وہاں، تم میری مدد کرو گے۔ ہم دونوں یہاں سے فرار کے بعد اس راز کو فروخت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اس سلسلے میں تم پوری طرح میرے معاون ہو گے۔ راز کی فروخت کے بعد ہم اُس کے تین حصے کریں گے۔ دو حصے میرے، ایک تمہارا...... اور یقین کرو! وہ ایک حصہ اتنی بڑی دولت ہو گی کہ تم ساری زندگی شہزادوں کی مانند بسر کر سکو گے۔''

''ہوں...... ٹھیک ہے۔ لیکن فرار کے لئے کیا ذرائع استعمال کرو گے؟''

''پہلے ایک معاملہ طے کر لو!''

''چلو...... ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔''

''مجھے کمزور سمجھ کر فراڈ کرنے کی کوشش تو نہیں کرو گے؟''

''ہرگز نہیں...... لیکن تمہاری کمزوری، میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' میں نے اُسے اُوپر سے نیچے تک گھورتے ہوئے کہا۔

''سمجھ جاؤ گے۔ معاملہ طے ہو گیا ہے اب، یا کوئی اور پیچ ہے؟''

''نہیں بھائی نہیں! تم کافی وہمی آدمی معلوم ہوتے ہو۔''

''اچھا...... ٹھیک ہے۔ یوں بھی زندگی دوسرے ادہام سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔'' اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اپنا کوٹ اُتار لیا۔ اس کے بعد قمیص کی آستین اُونچی کرنے لگا۔ اُس نے اپنا بازو تک برہنہ کر دیا تھا۔ اور پھر اُس نے اپنی ایک اُنگلی پر دوسرے ہاتھ سے قوت صرف کی اور اُنگلی اُکھڑ کر ہاتھ میں آ گئی......

میں حیرت سے اُچھل پڑا۔ اُس نے اُنگلی پر سے کھال سی اُتاری تو اندر سے سفید سٹیل کا ایک سیدھا پائپ نکل آیا جس کے سرے پر چوڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ اُس نے مسکرا کر میری

طرف دیکھا اور پھر دوسری اُنگلی اُکھاڑ لی۔ میں متحیرانہ انداز میں اُس کی انوکھی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ایک ایک کر کے اُس نے پانچوں اُنگلیاں اُکھاڑ لیں۔ اور اُن پر سے کھال کا خول اُتار لیا۔ اس کے بعد وہ اُن کی چوڑیاں ایک دوسرے میں کسنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سفید سٹیل کی ایک لمبی نال تیار ہوگئی۔

میری حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ پھر اُس نے کلائی کے پاس سے ہتھیلی کا جوڑ اُکھاڑ لیا اور اُس پر سے کھال اُتارنے لگا۔ میں نے اب حیرت ترک کر دی تھی اور دلچسپی سے اُس کی کارروائی دیکھ رہا تھ۔ ایک ہلکا ٹرائیگر کپ نمودار ہوا تھا۔ اُس نے دونوں پیروں میں پھنسا کر نال کی چوڑیاں اُس میں کس دیں اور پھر اُس کا ہاتھ بئے جہاں تلاش کرنے لگا۔ اِس بار اُس نے بازو ہی اُکھاڑ لیا تھا۔ اور اب اُس کا بازو، کندھے کے پاس سے غائب تھا۔ اُس نے بازو کے خول کو جھٹکا دیا اور اُس میں سے سٹین گن کا میگزین نکل آیا...... تین سیٹ تھے، جنہیں اُس نے احتیاط سے رکھ دیا۔ اور پھر بازو سے بھی جھلی اُتار دی۔ آخری جوڑ لگانے کے بعد سٹین گن تیار تھی۔ اُس نے میگزین لگایا اور مسکراتے ہوئے سٹین گن، میری طرف بڑھا دی۔

''میری طرف سے تمہارے لئے......'' وہ بولا۔

''اوہ...... کیا میں تمہاری دونوں ٹانگیں اُکھاڑ کر توپ بنا سکتا ہوں......؟'' میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں......صرف ایک ٹانگ۔'' اُس نے جواب دیا۔

''ٹینک بنانے کی کیا ترکیب ہے؟'' میں نے پوچھا اور اُس نے ایک قہقہہ لگایا۔

''میں اسلحہ خانہ نہیں ہوں۔ کیا سمجھے؟ میں نے تمہیں، اپنی اِس کمزوری کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں نے اپنے جسم کے ناکارہ حصوں کو بھی کارآمد بنالیا ہے۔''

''میں تمہاری اِس عظیم کوشش کو سراہتا ہوں۔'' میں نے خلوصِ دل سے کہا۔

''شکریہ! تو اب تمہارے پاس اسلحہ موجود ہے۔ اور اب نیچے اُترنے کی بات ہے تو میرے پاس اس کا انتظام بھی موجود ہے۔ تمہیں جہاز کے حادثے کے بارے میں معلوم ہو ہی چکا ہے۔''

''ہاں......''

''میرا ایک ہاتھ، ایک پاؤں، اسی حادثے میں ضائع ہوگیا تھا۔ لیکن اس کے بارے

میں صرف چند لوگوں کو معلوم ہے اور میں نے اپنے دوستوں کی مدد سے اُن دونوں حصوں کو کارآمد بنالیا۔ حالانکہ میرے ذہن میں ایسی کوئی سچویشن نہیں تھی۔ لیکن تم دیکھو! آج میری یہ کاوش کس طرح کام آئی ہے۔''

''پاؤں میں کیا، کیا ہے تم نے؟'' میں نے پوچھا۔

''آؤ! اِدھر آؤ...... دیکھو!'' اُس نے اپنی پتلون کا پائنچہ اُوپر کرلیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے جوتا اُتار لیا تھا۔ لیکن مجھے صحیح وسالم پاؤں کے علاوہ کچھ نہیں نظر آیا تھا۔ ''اسے یہاں سے پکڑ کر کھینچو!'' اُس نے پاؤں آگے کر دیا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُس کا پنجہ کھینچا، لیکن کوئی خاص بات نہ محسوس ہوئی۔

''اوہ...... ذرا قوت صرف کرو!'' اُس نے کہا اور میں نے زیادہ قوت سے اُسے کھینچا تو پاؤں علیحدہ ہوگیا۔ لیکن جونہی میرا ہاتھ ڈھیلا ہوا، وہ دوبارہ اپنی جگہ جا لگا۔ یہ ایک انتہائی مضبوط سپرنگ ہے۔ اور اس کی لمبائی چار سوفٹ ہے۔'' اُس نے انکشاف کیا۔

''سپرنگ ہے......اور اس کی لمبائی چار سوفٹ ہے......؟'' میں نے سحرزدہ سی آواز میں کہا۔

''ہاں...... یوں سمجھو! کہ سپرنگ کو پنڈلی کے ڈیزائن میں تیار کیا گیا ہے۔ اور یہ تین مرحلوں میں کھلے گا۔ اور رہا پنجے کا سوال تو......'' اُس نے اپنے ایک ہاتھ سے پنجے پر سے کھال ہٹا دی اور اُس کی جگہ ایک نوک دار ہُک نظر آنے لگا۔

''کمال ہے۔ واقعی تم مجھے کسی اور دنیا کے انسان معلوم ہوتے ہو۔ یوں لگتا ہے، جیسے تمہیں اِس سچویشن کی پہلے سے اُمید تھی۔''

''بعض اوقات، ہم ایسے ہی کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ بلکہ یوں سمجھو! کہ تقدیر اسی انداز میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ لیکن کیا اب تمہارے ذہن میں فرار کا منصوبہ مکمل نہیں ہو گیا؟''

''افسوس! ابھی مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔'' میں نے کہا۔ ''دراصل تمہاری اِس انوکھی حیثیت نے میرے اعصاب ہلا دیئے ہیں۔''

''خود کو قابو میں رکھو میرے دوست! حواس، سب سے بڑا ہتھیار ہوتے ہیں۔ لیکن اب ایک آخری اور انسانی ہمدردی کی بات کہوں گا۔ میں ایک اپاہج اور بے بس انسان ہوں۔ نہ تو جرائم کی زندگی سے واقفیت رکھتا ہوں اور نہ جرم کرنے کی صلاحیت۔ اگر مالی حیثیت سے

محروم ہو جاؤں تو صرف بھیک ہی مانگ سکتا ہوں۔ اگر تمہارے دل میں بدی آئے تو میری بے بسی پر ترس کھا لینا۔ اور یہ سوچنا کہ تم، میرے ہم شکل ہو۔ میری جگہ بھی ہو سکتے ہو۔''

''میں نہیں سمجھا مسٹر فلیکس؟''

''تم ساری زندگی دولت سمیٹو گے۔ لیکن یہ راز، میری پہلی اور آخری پونجی ہے۔ میں اِس کے سہارے اپنی اپاہج زندگی گزار سکتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ اُس کی باتوں سے میرا دل پسیج گیا تھا۔

''چنانچہ کسی مرحلے پر صرف دولت کے بارے میں مت سوچنا۔ مجھے بھی اِس عیش کی زندگی کا شریک بنا لینا۔ میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔ میں اب بھی پُر عزم ہوں اور میں نے تقدیر سے شکست نہیں مانی ہے۔ لیکن اگر تمہارے دل میں، میرے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہ رہے تو مجھے قتل ضرور کر دینا۔ ممکن ہے، خودکشی کے مرحلے پر زندگی کی محبت غالب آ جائے۔ اور اگر یہ محبت غالب آ گئی تو پھر بڑی بے بسی کی زندگی گزارنی پڑے گی۔''

میں اُس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اُس کا شانہ تھپتھپایا۔ ''اب ہمیں کیا کرنا ہے دوست......؟''

''اس کے بعد میں تو تمہارے لئے ایک بوجھ ہی ثابت ہوں گا۔ تمہیں میری وجہ سے کافی دقت اُٹھانی پڑے گی۔ بہرحال! اس ہُک کو کسی مناسب جگہ پھنسا دو۔ مجھے اپنی پشت پر لاد لو اور پھر اس سوراخ سے باہر چھلانگ لگا دو، جو چبوترے تک لے جاتا ہے۔ اور اس کے بعد صورتِ حال سنبھالنا تمہاری ذمہ داری ہے۔''

''اوہ......'' میں نے سوراخ کی طرف دیکھا۔ ہم دونوں بیک وقت نہیں نکل سکتے تھے۔ اس کے لئے سخت ہوشیاری سے کام لینا تھا۔ بڑا دلچسپ اور بڑا ہی سنسنی خیز تجربہ تھا۔

''ایک بات بتاؤ فلیکس......!''

''ہوں......؟''

''کیا سپرنگ، ہم دونوں کا وزن سنبھال سکے گا؟''

''بہ آسانی......!''

''کیا بعد میں یہ پھر وہی شکل اختیار کر سکتا ہے، جو تمہاری پنڈلی کی تھی؟''

''ہاں......لیکن مشکل ہو گا۔ پنجہ تو یہاں اٹک جائے گا۔''

''اوہ، ہاں......پھر؟''

''میں نے کہا نا، کہ میں تمہارے لئے بوجھ بن جاؤں گا۔'' اُس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''فکر مت کرو میرے دوست! پہلے یہ بوجھ، اُس کے بعد میں خود۔ وعدہ کرتا ہوں۔'' میں نے صدقِ دل سے کہا۔ اور اُس کے چہرے پر خون دوڑنے لگا۔

پھر ہم زندگی کے اِس بھیانک ترین تجربے کے لئے تیار ہو گئے۔ میں میز پر چڑھ کر سوراخ تک پہنچا اور سوراخ پکڑ کر لٹک گیا۔ میرا لچک دار جسم، سوراخ سے دوسری طرف نکل گیا۔ میں نے گہرائیوں میں جھانکا، کافی نیچے چبوترے کی زمین نظر آ رہی تھی۔ دُور دُور تک کسی محافظ کا پتہ نہیں تھا۔ اگر ہوں گے بھی تو مینار کی کسی منزل میں ہوں گے۔ کون سوچ سکتا ہے کہ اِن بلندیوں سے فرار کی کوشش کی جا سکتی ہے؟

''کیا صورتِ حال ہے......؟''

''ٹھیک ہے......!'' میں نے جواب دیا۔

''تب پھر تم مجھے پہلے اِس سوراخ سے دوسری طرف نکال دو۔ پھر ہُک، اِس سوراخ میں پھنسا دینا اور اس کے بعد تم، مجھے پکڑ لینا۔''

''او کے......!'' میں نے کہا۔ خوف کا ایک ہلکا سا احساس، جو میرے ذہن میں اِن گہرائیوں کو دیکھ کر پیدا ہوا تھا، اب زائل ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اُسے سہارا دیا اور آہستہ آہستہ، احتیاط کے ساتھ سوراخ سے دوسری طرف نکال لیا۔ پنجے کے ہُک کو میں نے سوراخ میں پھنسا دیا اور پھر میں بھی کارنس پر نکل آیا۔

اتنی مختصر سی جگہ دو آدمیوں کے لئے ناکافی تھی۔ لیکن کارنس کافی مضبوط تھی۔ البتہ اس پر پاؤں جمانا مشکل تھا۔ کیونکہ کبوتروں کی بیٹ سے پھسلن ہو رہی تھی۔ تاہم ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میں نے فلیکس کو دبوچ لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی فلیکس کا پاؤں پھسل گیا......

خلا کا خوفناک سفر، آنِ واحد میں طے ہو گیا۔ لیکن دماغ بھک سے اُڑ گیا تھا۔ سپرنگ کے پہلے مرحلے پر ایک جھٹکا لگا تھا اور فلیکس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ دوسرا جھٹکا اُس سے زیادہ شدید تھا۔ اور تیسرا سب سے زیادہ شدید تھا۔ لیکن اِن جھٹکوں نے گرنے کی رفتار، معتدل کر دی تھی اور نہ جانے کس طرح ہم، ٹھنڈی زمین پر آ ٹکے۔

عقل حیران تھی۔ اس طرح سفر کرنے کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن تکلیف کی شدت سے فلیکس کی حالت خراب تھی۔

"کیا...... ڈیئر کین...... جلدی کرو! سپرنگ کا یہ ہُک نکال دو۔ ورنہ میں مر جاؤں گا۔" وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولا اور میں سٹین گن رکھ کر اُس کا ہُک ٹٹولنے لگا۔ اگر میں اُسے کھولنے کا طریقہ پہلے ہی دریافت کر لیتا تو بہتر ہے۔ اس وقت بڑی دِقت ہو رہی تھی اور ہُک کسی طور نہیں کھل رہا تھا۔

چنانچہ اب ایک ہی ترکیب رہ جاتی تھی۔ میں نے اس پر عمل کیا اور سپرنگ پر نال رکھ کر ٹرائیگر دبا دیا...... سپرنگ ٹوٹ کر کسی خوفناک پرندے کی مانند فضا میں پرواز کر گیا اور اتنی قوت سے واپس جا کر کارنس پر لگا کہ وہ کارنس، جو ہمارے وزن سے نہیں ٹوٹا تھا، ٹوٹ کر نیچے آ رہا۔

اُس کے گرنے کی آواز بھی کافی زوردار تھی۔ لیکن اِس سے قبل فائر کی آواز بھی کافی تھی۔ مینار کے نچلے دروازے سے دو محافظ نکل آئے۔ لیکن سٹین گن میرے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ ایک معمولی سی جنبش سے دونوں وہیں ڈھیر ہو گئے۔

فلیکس، تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ لیکن میں پہلے قرب و جوار سے مطمئن ہو جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ چند ہی ساعت بعد یکے بعد دیگرے چار آدمی باہر آئے۔ اُنہوں نے متحیرانہ انداز میں دروازے پر پڑی لاشوں کو دیکھا تھا۔ لیکن اِس بات سے ناواقف تھے کہ چند ہی لمحات میں اُن کی حالت بھی دوسروں سے مختلف نہ ہو گی۔

میں نے اُنہیں بھی بھون کر رکھ دیا تھا...... اور شاید ان چھ افراد کے علاوہ یہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ فلیکس، بے بسی سے زمین پر پڑا تھا۔ پھر اُس نے اپنے اکلوتے ہاتھ کے سہارے اُٹھنے کی کوشش کی۔ باہمت شخص تھا، اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا خیال ہے کین؟ اگر اور کوئی ہوتا تو اس طرف ضرور آتا۔" اُس نے کہا۔

"تمہاری تکلیف کیسی ہے......؟" میں نے ہمدردی سے پوچھا۔

"اوہ...... ٹھیک ہوں۔ وزن پڑا تھا نا! بچی کھچی ٹانگ خاصی تکلیف میں ہے۔ لیکن وقتی بات ہے۔ کوئی زخم تو ہے نہیں۔"

"تب تم، اِس دیوار کے سہارے بیٹھو! میں ذرا جائزہ لے لوں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی یہاں موجود ہو اور ہمارے آگے کے سفر کے لئے اُلجھن بن جائے۔"

"اوکے......!" فلیکس نے کہا اور میں نے اُسے اُٹھا کر دیوار کے سہارے بٹھا دیا۔ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا فلیکس بے حد عجیب لگ رہا تھا۔ لیکن شکر تھا کہ وہ ایک ہی طرف سے

پوری طرح ناکارہ نہیں ہوا تھا۔ یعنی اُس کا دایاں پاؤں بیکار تھا اور بایاں ہاتھ۔ فلیکس کو دیوار کے سہارے بٹھا کر میں تیزی سے دوڑتا ہوا مینار میں آیا۔ یہ احساس بہت خوشگوار تھا کہ میں آزاد ہوں۔ مینار کی نیچے سے اُوپر تک کی منزلیں دیکھ آیا، لیکن کوئی موجود نہیں تھا۔ سب سے نیچے کی منزل میں سٹور تھا۔ اور میں نے اُس کی تلاشی لے ڈالی۔ پانی کا ذخیرہ اور خوراک، وافر مقدار میں موجود تھی۔ پانی کا بندوبست تو کہیں سے بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے خوراک کے ڈبے زیادہ سے زیادہ مقدار میں پیک کر لئے اور اُنہیں پشت پر باندھ کر تھوڑا سا پانی بھی لے لیا۔ پھر باہر نکل آیا۔ اب میرا رُخ فلیکس کی طرف تھا۔ فلیکس، بے بسی کی تصویر نظر آ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں زندگی دوڑ گئی۔ ممکن ہے، اُس نے سوچا ہو کہ میں، اُسے وہیں چھوڑ کر نکل جاؤں گا۔ کون، کسی کا بوجھ سنبھالتا ہے؟ دولت کے لئے زندگی خطرے میں تو نہیں ڈالی جا سکتی۔ لیکن مجھے آتا دیکھ کر ایک بار پھر اُس کی رگوں میں زندگی دوڑ گئی تھی۔

"ہیلو کین......!" اُس کی آواز میں خوشی کی جھلک تھی۔

"ہیلو ڈیئر! سب ٹھیک ہے۔ ان چھ افراد کے سوا یہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔

"یہ تمہاری پشت پر کیا ہے......؟"

"خوراک کا ذخیرہ، جو ہمارے پندرہ بیس دنوں تک کام آ سکتا ہے۔ ظاہر ہے، ہماری ٹکر، حکومت سے ہے۔ اور فرار زیادہ عرصے تک چھپا نہیں رہے گا۔ چنانچہ ہم سفر کے ایسے راستے اختیار کریں گے کہ ہم حکومت کی نگاہ میں نہ آ سکیں۔"

"تم ذہین بھی ہو اور پھرتیلے بھی۔ میرا خیال ہے، تم بہتر طور پر سوچ سکتے ہو۔"

"فی الحال! ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے۔" میں نے کہا اور فلیکس دیوار کا سہارا لے کر اُٹھنے لگا۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے جھک کر اُسے شانوں پر اُٹھا لیا۔ فلیکس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ میں اُسے لئے ہوئے باہر جانے والے راستے پر چل پڑا۔

"فلیکس!" میں نے اُسے آواز دی۔

"ہوں......!"

"یہ گن، تم سنبھال لو! جہاں ضرورت پیش آئے، تم اِسے استعمال کرنا۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا۔" میں نے کہا اور گن، فلیکس کے ہاتھ میں تھما دی۔ "تمہیں دقت تو بہت ہو گی۔ لیکن

یہ میں نے اس لئے کہا ہے کہ میں تمہیں ایک ہاتھ سے بہت سے کام کرتے دیکھ چکا ہوں۔"

"ہاں...... میں یہ آسانی سے کرلوں گا۔" فلیکس نے کہا۔

بالآخر میں اُسے سنبھالے ہوئے عمارت سے باہر آ گیا۔ عجیب بات تھی۔ یہاں اُن لوگوں کے علاوہ اور کوئی تھا ہی نہیں۔ ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی ہوگی۔ یوں بھی چاروں طرف برف کے ویرانے نظر آ رہے تھے۔ اس قلعے کے علاوہ اور کوئی عمارت نہیں تھی۔ اور نہ ہی ایسے نشانات پائے جاتے تھے۔ بڑا پُرہول منظر تھا۔ باقی تین اطراف، سمندر موجیں مار رہا تھا۔

"کاش! ہمارے پاس سمندری سفر کا کوئی بندوبست ہوتا۔" میں نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"بہرحال! کوئی حرج نہیں ہے۔ پوری زندگی ہی جدوجہد ہے۔ ہم ضرور یہاں سے نکل جائیں گے۔ تم مایوس تو نہیں ہو؟"

"مایوس نہیں، شرمندہ ہوں۔ کاش! میں، تمہارے کندھوں کا بوجھ نہ ہوتا۔"

"اس سلسلے کی یہ ہماری آخری گفتگو ہونی چاہئے فلیکس! میں اِسے اپنے خلوص کی توہین گردانتا ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"اوہ...... اچھا، اچھا! میں خیال رکھوں گا۔" فلیکس جلدی سے بولا۔ پھر میں نے ایک سمت اختیار کرلی۔ میری نگاہیں، برف پر جمی ہوئی تھیں۔ اور میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ یہاں آمدورفت کے لئے کون سا راستہ استعمال ہوتا ہے؟ اس راستے سے بچنا ضروری تھا۔ کسی حد تک اندازہ ہو گیا تھا۔ گو، برف نے نشانات مٹا دیئے تھے۔ بہرحال! میں نے اُس راستے کو چھوڑ دیا اور ایک بلندی کی جانب بڑھنے لگا جس کے ڈھلوان برف ہی کے تھے۔

"کیا تم نے راستے کا کوئی خاص تعین کیا ہے کین؟" فلیکس نے کہا۔

"نہیں...... لیکن کیا تم اِس بارے میں کوئی مدد کر سکتے ہو؟"

"افسوس، نہیں! مجھے ایک بند گاڑی میں یہاں لایا گیا تھا۔"

"کچھ ایسی ہی کیفیت میری تھی۔"

"پھر تم نے اِن بلندیوں کا رُخ کیوں کیا ہے؟"

"حفظ ماتقدم کے طور پر...... دوسرا راستہ اُن کی گزرگاہ ہے۔ اور رُوسی بڑے سخت گیر ہوتے ہیں۔ اگر ہم دیکھ لئے گئے تو پھر وہ ہم سے کوئی سوال نہیں کریں گے۔"

"ہاں! یہ تو درست ہے۔ لیکن......" فلیکس کے لہجے سے فکرمندی عیاں تھی۔

"لیکن کیا......؟"

"یہ بلندیاں، دُشوار گزار ہوں گی۔ اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اِن کے دوسری طرف کیا ہے؟" فلیکس نے جواب دیا۔

"اوہ...... ڈیئر فلیکس! اس کی پرواہ مت کرو! جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔" میں نے بے فکری سے کہا۔ درحقیقت! اس قید سے آزادی کے بعد اب مجھے کوئی فکر نہیں تھی۔ فلیکس یوں بھی مجھے مطلوب تھا۔ لیکن اب تو اُس کے لئے دل میں ہمدردی بھی پیدا ہوگئی تھی۔ راز کا کچھ بھی بنے، میں اُسے زندگی کی وادیوں میں لے جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں برق کی طرح چڑھائی چڑھنے لگا۔ فلیکس بہرحال! ایک تنومند انسان تھا اور اُس کا وزن بھی کافی تھا۔ لیکن میرے اندر ایک جذبہ کام کر رہا تھا۔ درحقیقت! جذبے نہ جانے کون کون سی قوتوں کو جنم دیتے ہیں۔

اِن بے پناہ بلندیوں نے مجھے نہیں تھکایا۔ یہاں تک کہ خود فلیکس میرے کندھوں پر بیٹھا بیٹھا تھک گیا...... اور پھر اُس کی پشیماں آواز سنائی دی۔ "کین ڈیئر!"

"فلیکس ڈیئر!" میں نے اُس کے لہجے کی نقل اُتاری۔

"کافی دیر ہوگئی ہمیں سفر کرتے ہوئے۔ میرا خیال ہے، اب تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہئے۔"

"ابھی نہیں فلیکس! ہم بلندیوں کے اِس طرف ہیں۔ قلعے پر سے ہمیں دیکھا جا سکتا ہے۔ میں چوٹی کے دوسری طرف پہنچ کر ہی دم لوں گا۔ تاکہ ہم اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں۔"

"اوہ...... لیکن چوٹی ابھی بہت دُور ہے۔"

"میں اس جدوجہد کو کوئی تحفظ دے کر ہی دم لینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور رفتار تیز کر دی۔ فلیکس، خاموش ہو گیا تھا۔

"تم جسمانی طور پر غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔" تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا۔ میں نے اُس کی آواز میں کپکپاہٹ محسوس کرلی تھی۔

"تمہیں شاید سردی لگ رہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں...... کیا تمہیں اِس ٹھٹھرن کا احساس نہیں ہو رہا؟"

''نہیں...... اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ساکت ہو، جب کہ میں چل رہا ہوں۔ مشقت نے میرے جسم میں گرمی پیدا کر دی ہے۔''

''ساکت ہونے کے بعد تمہیں سخت حفاظت کی ضرورت ہے۔ ورنہ سردی لگ جائے گی۔'' فلیکس نے فکرمندانہ مشفق انداز میں کہا اور میں مسکرانے لگا۔

برف کی بلندیاں طے ہوتی رہیں...... اور پھر دفعتہً فلیکس بڑبڑایا۔ ''کین! کیا تم بادلوں کے اُس غول کو دیکھ رہے ہو، جو اپنے اندر سیاہی سمیٹے اُوپر چڑھ رہا ہے؟''

''نہیں......'' میں نے رُک کر کہا اور اُسے سہارا دے کر گردن اُٹھائی۔ سیاہ مہیب بادلوں کے دَل کے دَل جمع ہو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہیں خوفناک آگ لگ گئی ہو اور دھوئیں کے پہاڑ بن رہے ہوں۔

''یہ بادل خطرناک بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔'' میں نے پُرتشویش انداز میں کہا۔

''ہاں! اگر بارش ہو گئی تو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔'' فلیکس پریشانی سے بولا۔ بہرحال! میں رُکا نہیں۔ البتہ اب میں نے رفتار کافی تیز کر دی تھی۔ بلندیاں دُشوار گزار تو نہیں تھیں لیکن بہرحال! چوٹیاں کافی بلند تھیں۔ اور میں اُس کا آدھا سفر طے کر چکا تھا۔ اتنے وزن کو لے کر یکساں رفتار سے چڑھائی چڑھتے رہنا معمولی بات نہیں تھی۔

بادلوں کی سیاہ فوج نے پہاڑوں کی طرف کوچ کرنا شروع کر دیا۔ اور خطرہ، سر پر آتا گیا۔ اور پھر اچانک بجلی بھی چمکنے لگی۔ کڑک ایسی خوفناک تھی کہ برفانی تودے بھی جگہ چھوڑنے لگے۔ سرد ہوائیں، طوفان کی شکل اختیار کر چکی تھیں اور اُن کے تھپیڑے، ہمارے جسموں پر کوڑوں کی طرح پڑ رہے تھے۔

...... اور پھر بارش شروع ہو گئی...... ایسی طوفانی بارش تھی کہ بس! اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ابتدائی چھینٹوں میں ہی ہمارے کپڑے شرابور ہو گئے اور میرے کندھوں پر بیٹھا ہوا فلیکس، سردی کی شدت سے کانپنے لگا۔

''کین ڈیئر!'' اُس نے مخصوص انداز میں کہا۔ ''بہتر ہے کہ مجھے اُتار دو۔ ورنہ میں گر پڑوں گا۔''

''لیکن ہم قیام کہاں کریں گے؟'' میں نے چیخ کر کہا۔ بارش اور ہواؤں کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

''یہیں رُک جانا بہتر ہو گا کین! تاریکی پھیلتی جا رہی ہے۔ ہر قدم خطرناک ثابت ہو گا۔

ہم نے کوہ پیمائی کے جوتے بھی نہیں پہن رکھے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

لیکن فلیکس کی بات مجھے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ اس طرح کھلے علاقے میں بیٹھ جانا سخت خطرناک تھا۔ بھلا ہم بارش سے کس طرح مقابلہ کر سکتے تھے؟ میں کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا۔ ممکن ہے، آگے بڑھنے پر کوئی پناہ مل جائے۔ فلیکس کو اُتارنے کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں یہیں رُکنا پڑے گا۔ چنانچہ میں بڑھتا گیا۔

چوٹی پر بارش کی شدت اور بڑھ گئی۔ بادل گرجتے تو پہاڑیاں ہل جاتیں اور قدم جمانے مشکل ہو جاتے۔ آوازیں اِس قدر بھیانک ہو گئیں کہ کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ ہر لمحہ پہلے لمحے سے زیادہ خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔

''کین! رُک جاؤ...... یہیں کہیں پناہ لے لو۔'' فلیکس کی آواز مشکل سے نکل رہی تھی۔

''ہم اب ڈھلوانوں پر ہیں فلیکس! ممکن ہے کوئی ٹیلہ مل جائے۔ کھلے علاقے میں پناہ لینا بھی تو......'' اچانک میں خاموش ہو گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا، جیسے آگے کچھ ہو۔ بارش کی تیزی اوّل تو آنکھیں ہی نہیں کھولنے دے رہی تھی۔ پھر آنکھیں کھلتیں بھی تو کچھ نظر آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

چنانچہ میں نے دونوں ہاتھوں سے ٹٹولا اور میرے ہاتھ کسی چیز سے ٹکرائے۔ آہ! کوئی ٹیلہ تھا۔ میں نے چیخ کر فلیکس سے کہا۔ ''کچھ دیکھ رہے ہو فلیکس؟''

''کیا...... کچھ بھی تو نظر نہیں آ رہا۔'' اُس نے کہا۔ تب میں نے فلیکس کو بھرپور سہارا دے کر نیچے اُتارا۔ میرے شانے جم گئے تھے۔ جسم جس پوزیشن میں تھا، اکڑ کر رہ گیا تھا۔ اُوپر سے بھیگا ہوا بدن اور سرد ہوائیں......

لیکن اِس تمام مشقت کا پھل بھی مل گیا۔ یہ ایک ایسی محفوظ چٹان تھی جو تین طرف سے ڈھکی ہوئی تھی اور اندر سے کھوکھلی تھی۔ اس وقت اس سے بہتر پناہ گاہ نہیں تھی۔ میں مزید انتظار کیے بغیر غڑاپ سے اندر چلا گیا۔ اور اندر کا اطمینان کر کے میں نے فلیکس کو بھی اندر کھینچ لیا۔

''ارے...... ارے...... یہ......'' فلیکس متحیرانہ انداز میں بولا۔ ''یہ کیا ہے؟ یہ جگہ کہاں سے مل گئی؟''

''یہ سب بعد میں سوچنے کی باتیں ہیں فلیکس!'' میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا اور فلیکس، گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

''خدا کی پناہ! بارش ہے کہ قیامت...... اور پھر ہواؤں کے جھکڑ۔ آہ...... میرے دوست! تمہاری کیا حالت ہے؟ بلاشبہ! میں تمہیں دنیا کا طاقتور ترین آدمی کہہ سکتا ہوں۔ تم نے اپنی پشت پر اتنا بوجھ لاد کر اتنی بلندیوں تک سفر کیا ہے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اور پھر بوجھ بھی انسانی بوجھ۔ ایک زندہ انسان کا بوجھ اُٹھانا کس قدر مشکل کام ہے؟ مجھے اس کا پورا پورا احساس ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''اوہ، ڈیئر فلیکس! مجھے خوشی ہے کہ تمہاری مدد کر سکا۔ ورنہ تمہیں خاصی مشکلات پیش آتیں۔ بہر حال! چھوڑو اِن باتوں کو۔ یہ بتاؤ! کچھ سکون محسوس کر رہے ہو یا نہیں؟''

''سکون...... بے پناہ یخ بستہ طوفانی ہواؤں کے تھپیڑوں اور بارش سے تو نجات مل گئی لیکن کیا ہمارا یہ ٹھکانہ دیر پا ہے؟'' فلیکس نے سوال کیا۔ اور میں دونوں ہاتھ پھیلا کر اس پناہ گاہ کو ٹٹولنے لگا۔

مضبوط چٹان تھی۔ چھت بھی خاصی مضبوط تھی اور نیچے بھی نہ جانے کتنی برف، دفن تھی۔ چنانچہ میں نے اطمینان کی گہری سانس لے کر کہا۔ ''ہاں فلیکس! اور یہ صرف اتفاق ہے کہ ہمیں اتنی عمدہ جگہ مل گئی ہے۔ کیوں...... ہے نا؟''

''ضرور میرے دوست! تب پھر ہم یہاں پر خاصا وقت گزاریں گے اور کل دن کی روشنی میں ہم یہاں سے نیچے جانے کی کوشش کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن میرا خیال ہے، یہ جگہ ہمارے لئے خاصی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ہم، رات بھر اس ویران اور خطرناک مقام پر رُکے رہے تو کل صبح ہماری لاشیں ہی نظر آئیں گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری لاشوں کا یہاں کوئی پتہ ہی نہ چل سکے اور تلاش کرنے والے یہاں تک نہ پہنچ سکیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر......؟'' فلیکس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''بارش رُک جانے دو فلیکس! ابھی کافی وقت ہے۔ ہم سفر کریں گے۔''

''اوہ...... لیکن میرے پیارے دوست! کیا تم مزید سفر کر سکتے ہو؟'' فلیکس نے حیرت سے سوال کیا۔

''کیوں......؟ مجھے کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا اور فلیکس عجیب سے انداز میں مجھے تکنے لگا۔

''تب میں، تمہاری بے پناہ قوت کی داد دیتا ہوں۔ حالانکہ جتنا سفر تم نے مجھے لاد کر کیا

ہے، وہ معمولی بات نہیں ہے۔''

''وہ چڑھائی تھی فلیکس! اور اب ہم ڈھلان پر ہیں۔ میرا خیال ہے، اُترنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوگا۔''

''بہر صورت! میں اِس بات کو یاد رکھوں گا کین! کہ تم نے میری زندگی بچانے کے لئے کتنی شدید محنت کی ہے۔ اور اگر میں کبھی تمہیں دے سکا تو تمہاری اِس شدید محنت اور محبت کا صلہ دینے کی کوشش کروں گا۔''

''مائی ڈیئر فلیکس! میں تمہیں ایک بات بتا دُوں۔''

''ضرور میرے عزیز دوست!'' فلیکس نے پُر محبت لہجے میں کہا۔

''میری اس کاوش کی سب سے بڑی توہین ہوگی کہ اگر تم دل میں یہ سوچو کہ میں تمہارے اُس راز کی وجہ سے تمہارے اِس بوجھ کو اُٹھائے اُٹھائے پھر رہا ہوں۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں فلیکس! کہ اپنے اِس راز کے بارے میں تم، مجھے کبھی بھی نہ بتانا۔ اور نہ ہی مجھے اس میں کوئی حصہ چاہئے۔ تمہیں کسی مناسب مقام پر پہنچانے کے بعد میں، تم سے جدا ہو جاؤں گا۔''

''اوہ......'' فلیکس کی آواز میں برا تاثر تھا۔ اور پھر دیر تک خاموشی رہی۔ صرف ہواؤں کا شور اور بارش کی آواز باقی رہ گئی تھی۔ یہ شور، اِس قدر شدید تھا اور اِس چٹان کی دیواروں سے اس طرح ٹکرا رہا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

ہم اُس یخ بستہ اور طوفانی ماحول میں خاموشی سے وقت گزارنے لگے۔ اور جب یہ خاموشی، ناگوار محسوس ہونے لگی تو فلیکس ہی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پکارا اور میں چونک پڑا۔

''کین......''

''ہاں، فلیکس......!'' میں نے اُس کی جانب دیکھا۔

''کیا خیال ہے، کیوں نہ کچھ کھایا پیا جائے؟ کم از کم سردی کا احساس ہی کچھ کم ہوگا۔''

''اوہ...... ہاں! میں تو بھول ہی گیا تھا۔'' میں نے کہا۔ اور پھر میں پشت سے وہ تھیلا کھولنے کی کوشش کرنے لگا جس میں کھانے پینے کی چیزیں باندھ لایا تھا۔ بے چارہ فلیکس اپنے اکلوتے ہاتھ سے میری مدد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اُس کے احساس کو محسوس کیا اور مجھے اُس پر رحم آنے لگا۔

میں نے اُسے منع نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں دلجوئی کے انداز میں اُس کی مدد لیتا رہا۔ پھر

میں نے کھانے پینے کی چیزیں نکال لیں۔

اُس وقت، اُس پُر ہول ماحول میں کھانے پینے کا تصور ہی مضحکہ خیز تھا۔ لیکن ہم دونوں بڑے اطمینان سے کھا رہے تھے۔ اور اس خوفناک اور دل دہلا دینے والے ماحول سے بددل بھی نہیں تھے۔

چونکہ اس تاریک ماحول میں ہماری آنکھیں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں، اس لئے ہم ایک دوسرے کو کسی حد تک دیکھ بھی سکتے تھے۔ گو، چہروں کے رنگ کا پتہ چلانا مشکل کام تھا لیکن میں نے فلیکس کے چہرے پر اطمینان کے آثار دیکھے تھے۔ ہم، دیر تک کھاتے رہے اور پھر سیر ہو گئے۔

''واہ...... یہ کام، تم نے لاجواب کیا تھا کین!'' فلیکس نے ایک ڈکار لیتے ہوئے کہا۔

''مجھے کیا معلوم تھا فلیکس! کہ فرار کا سفر اتنا خطرناک ثابت ہو گا۔ تب میں کچھ اور انتظام بھی کرتا۔ بہرصورت! اس اتفاق نے ہماری بڑی مدد کی ہے۔''

''بالکل درست!'' فلیکس نے میری ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے جواب دیا۔

اس کے علاوہ بارش کا ہونا بھی بہت اچھا رہا۔ ہم اسے بے مقصد نہیں کہہ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے، رُوسی اُس قلعے تک اُسی وقت پہنچ گئے ہوں اور اُنہیں ہمارے فرار کی اطلاع مل گئی ہو۔ ہو سکتا ہے، وہ ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش کریں۔ اسی لئے میں سفر کا اِرادہ بھی رکھتا ہوں۔''

''لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ وہ، ہماری فرار کی سمت کا اندازہ کر لیں؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''ہاں...... ضروری تو نہیں ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ کچھ لوگ یہاں بھی نکل آئیں۔ میرے دوست! تم اُن کے لئے جس قدر اہم ہو، اس کو دیکھتے ہوئے اِس بات کی پیشگوئی کی جا سکتی ہے کہ وہ پوری قوت سے تمہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔'' میں نے کہا اور فلیکس پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ باہر بارش آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ یوں بھی دن بہت زیادہ باقی نہیں تھا اس لئے ہمیں، رات ہونے سے قبل جس قدر زیادہ سے زیادہ سفر کرنے کا موقع مل جاتا، بہتر تھا۔ اور پھر پہاڑ کی اس چوٹی سے اُترنا تو بے حد ضروری تھا۔ کیونکہ ممکن تھا، ڈھلانوں پر ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جاتی، جسے ہم بہتر طور پر استعمال کر سکتے۔

بارش اب کسی قدر کم ہوتی جا رہی تھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ بند ہو گئی۔ لیکن ہوائیں اب

بھی چیختی اور سنساتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ ہمارے لباس بھیگے ہوئے تھے۔ اگر ہم غیر معمولی قوتِ برداشت کے مالک نہ ہوتے تو سردی ہمیں کسی خطرناک حادثے سے دوچار ضرور کر دیتی۔

فلیکس گو، ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے معذور تھا۔ لیکن جسمانی قوت اُس کی بھی بری نہیں تھی۔ بس! بے چارہ برق رفتاری سے سفر طے نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے باہر کا منظر دیکھا اور پھر فلیکس کی طرف۔

''کیا خیال ہے فلیکس......؟''

''کس بارے میں کین......؟'' فلیکس نے میری طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''چلیں......؟''

''چلو......!'' فلیکس نے آہستہ سے کہا۔ اس وقت میں تساہل سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ یہاں سے نکلنا از حد ضروری تھا۔ چند ساعت کے بعد ہم باہر آ گئے۔ اور کسی سمت کا تعین کئے بغیر ڈھلانوں سے اُترنے لگے۔

فلیکس حسب سابق میرے کندھوں پر تھا اور شرمندہ شرمندہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن میرا جو خیال تھا، وہ غلط ثابت ہو رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا، ڈھلانوں پر اُترنا کافی آسان ثابت ہو گا۔ لیکن بارش کی وجہ سے ڈھلان پر پھسلن ہو رہی تھی۔ اور اب قدم جما کر اُترنا بے حد مشکل کام تھا۔ چنانچہ میں کسی حد تک پریشان ہو گیا تھا۔ اس وقت مجھے توازن قائم رکھنے میں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

فلیکس نے بھی شاید اِس صورت حال کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ اُس نے آہستہ سے کہا۔

''میرا خیال ہے کین! اِن حالات میں سفر مناسب نہیں ہے۔ ڈھلانوں پر شدید پھسلن ہے۔ اگر ذرا بھی توازن بگڑ گیا تو زندگی کی کوئی ضمانت نہ ہو گی۔''

''لیکن یہاں رُک کر موت کا انتظار بھی تو حماقت ہے۔''

''کیا تمہارے خیال میں، میں موت سے خوفزدہ ہوں کین؟'' دفعتاً فلیکس نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔ تم اس قسم کے انسان نہیں ہو۔ میرے ذہن میں بھول کر بھی یہ خیال نہیں آیا۔''

''یقین کرو دوست! میں زندگی کو بے مقصد ختم کرنے کا بھی شائق نہیں ہوں۔ تم اگر مجھے مایوس انسان سمجھو تو یہ بھی غلط بات ہے کیونکہ دولت کے حصول کے بعد ہاتھ پاؤں کی غیر

موجودگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ خاص طور سے اس لئے بھی کہ میں نے مصنوعی اعضاء،
اصلی اعضاء کی مانند کام لینے کا گر سیکھ لیا ہے۔ لیکن اگر کوئی بات مجھے چبھ رہی ہے تو وہ
تمہاری تکلیف۔ تم غیر معمولی شریف آدمی ہو، جو میرے بوجھ کو اُٹھائے اُٹھائے پھر رہے
ہو۔''

''ہمارے درمیان معاہدہ ہوگیا تھا فلیکس! کہ اب تم اس بارے میں گفتگو نہیں کرو گے
میں نے نرم لہجے میں کہا۔

''اوہ، سوری...... سوری ڈیئر کین!'' فلیکس جلدی سے بولا۔

''چلتے رہنا چاہئے فلیکس! کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا اور پھسلواں
ڈھلانوں پر نہایت احتیاط سے اُترنے لگا۔ اور پھر شام جھک آئی۔ اندھیرا اِتنا ہوگیا کہ
چند فٹ دُور کی چیزیں بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ میں رُک گیا۔

''بس! ہم جہاں ٹھہرے ہیں، وہیں قیام کریں گے۔'' میں نے اُس کی جانب دیکھتے
ہوئے کہا۔

بارش اب پوری طرح تھم گئی تھی اور آسمان صاف ہوگیا تھا۔ لیکن پہاڑی اور خاص طور
سے برفانی موسم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ جس جگہ ہم بیٹھے تھے، وہاں
چاروں طرف برف بکھری ہوئی تھی۔ تاحد نگاہ برف کی سفید چادر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا
ہم دونوں آرام سے پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے۔ خود میرے جسم میں کپکپی دوڑ رہی تھی۔ کپڑے
ہوا سے خشک ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن اُن کے تو وجود کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔ ہوائیں
ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھیں۔

''نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فلیکس! کچھ باتیں کرو۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... ضرور!'' فلیکس خوش دلی سے بولا۔

''تم ایک فوجی آدمی ہو۔ تمہاری زندگی تو خطرناک واقعات سے پُر رہی ہوگی۔''

''ہاں...... میں نے ساری زندگی سخت مشقت کی ہے۔ اور یقین کرو کین! میں خود کو
انتہائی سخت جان انسان سمجھتا تھا۔ لیکن میرے دوست! جو کچھ میں نے دیکھا ہے، اسے دیکھتے
ہوئے اب اپنی سوچ پر شرمندہ ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے؟''

''مختصراً بتا چکا ہوں کہ میری زندگی بھی اچھے ماحول میں بسر نہیں ہوئی۔ زیادہ تر خطرناک
حالات سے دوچار رہا ہوں۔ لیکن یہ میری زندگی کا سب سے کٹھن سفر ہے۔''

''تب تم غیر معمولی اعصاب کے انسان ہو۔'' فلیکس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر
بولا۔ ''یقین کرو! میں کسی حد تک مایوس تھا۔''

''کس بات سے......؟''

''تمہارے تعاون سے۔''

''اوہ...... کیا سوچ رہے تھے؟''

''یہی کہ شاید تم، میری معذوری برداشت نہ کر سکو۔ اس دنیا میں کوئی انسان، کسی قیمت
پر کسی کے ساتھ اتنا تعاون نہیں کر سکتا۔ میں معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ اِس وقت
صرف اپنے احساسات کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں میرے دوست! کہ اس راز سے
حاصل ہونے والی دولت تمہیں اس قدر مشقت پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ یہ صرف میری تقدیر
ہے۔ اور یہ بات میں تمہیں خوش کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ یہ میرے دل کی آواز
ہے۔''

''تمہارا شکریہ فلیکس! یہی حقیقت بھی ہے۔'' میں نے کہا۔

''میری ایک بات سنو گے کین؟'' دفعتاً فلیکس بولا۔

''ہوں......!''

''ماحول بے حد خطرناک ہے۔ ہم دونوں میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم بخیریت کسی
مناسب جگہ پہنچ جائیں گے۔ ممکن ہے، ہم میں سے کوئی ایک مر جائے۔''

''ہاں...... ممکن ہے۔''

''چنانچہ اگر میں بچ گیا تو میں یہ راز فروخت کر کے زندگی کے بہتر راستے تلاش کرلوں
گا۔ اور اگر تم بچ جاؤ اور میں مر جاؤں تو یہ راز میری طرف سے تمہاری نذر...... باقی اگر ہم
دونوں زندہ بچ گئے تو پھر ہم دونوں ہی عیش کریں گے۔ چنانچہ میرے دوست! یہ دیکھو......
میری ناک بھی مصنوعی ہے۔ ناک بھی اس حادثے کا شکار ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں نے یہ
پلاسٹک کی ناک اپنے چہرے پر فٹ کر لی۔ میرا خیال ہے، تمہیں شبہ بھی نہ ہوا ہوگا۔''

فلیکس نے اپنی ناک اُکھاڑ لی۔ اُس کے چہرے میں ایک غار نمودار ہوگیا۔ ناک کے
اندر پلاسٹک کا ایک رول تھا۔ اُس نے وہ رول میرے حوالے کر دیا۔ اس رول کے اندر ایک
مائیکروفلم محفوظ ہے۔''

''ٹھیک...... فلیکس! اسے رکھ لو!'' میں نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

''ہاں! اِسے میرے پاس ہی محفوظ رہنے دو۔ میں نے صرف اس لئے تمہیں بتایا ہے
ممکن ہے، کوئی ضرورت پیش آ جائے۔''

''کیا تم اس راز سے واقف ہو فلیکس؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں میرے دوست! کسی حد تک میں نے اِس فلم کو ایک پروجیکٹر پر دیکھا ہے
اس میں جو اشاراتی زبان تحریر کی گئی ہے، وہ پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی۔ حالانکہ
نے اسے سمجھنے کی پوری کوشش کی تھی۔''

''جو کچھ سمجھ میں آیا ہے، مجھے بتاؤ فلیکس!''

''پچھلے چند سالوں سے نازی جرمنی، ساری دنیا سے کٹ گیا ہے۔ ہٹلر کی تشدد پ
ذہنیت سے سبھی واقف ہیں۔ اُس نے جرمنی اور دنیا کے درمیان ایک آہنی پردہ حائل
ہے۔ اور اِس آہنی پردے کے پیچھے سے کوئی اطلاع، کوئی خبر باہر نہیں آتی۔ جرمنی سے
تمام غیر ملکیوں کا انخلا کر دیا گیا ہے، جو وہاں موجود تھے۔ ان تمام باتوں کو تشویش کی نگا
دیکھا جاتا رہا ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ آخر جرمنی میں
رہا ہے؟ بہت سے ملکوں کے جاسوسوں نے جرمنی میں داخل ہو کر وہاں کا راز حاصل کر
کوشش کی ہے۔ لیکن ان میں صرف چند ایک ہی ایسے تھے جو تھوڑی بہت اطلاعات
کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ورنہ عام طور پر مارے گئے یا جرمنوں کے ہتھے چڑھ گئے۔
جن لوگوں نے اطلاعات بہم پہنچائیں، وہ بھی اتنی نامکمل تھیں، جن کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا
فلم ساری دنیا اور جرمنی کے درمیان حائل پردے کو چاک کرتی ہے۔ اِس کے تحت یہ ا
ہوتا ہے کہ پورا جرمنی اس وقت ایک اسلحہ فیکٹری بنا ہوا ہے......اور اس خطرناک فیکٹری
خطرناک ترین ہتھیار تیار ہو رہے ہیں۔ جرمنی کی آدھی آبادی، اسلحہ سازی میں مصروف
اور اس کے سارے سائنس دان بلکہ وہ سائنس دان بھی، جو دنیا کے مختلف حصوں سے
ہوتے ہیں، جرمنی میں اسلحہ سازی میں مصروف ہیں۔ اس طرح کم از کم ہٹلر کی خطر
ذہنیت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ کیا سوچ رہا ہے؟ کیا کرنا چاہتا ہے......؟

''ممکن ہے، اُس کے کچھ راز، اس فلم میں پوشیدہ ہوں۔ بہرصورت! اس سلسلے
بیرونی دنیا کو جو کچھ بھی معلوم ہو سکا ہے، اُس کے تحت وہ ہٹلر کی اس کارروائی کو تشویش کی
سے دیکھتی ہے اور یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ آخر ہٹلر کیا کر رہا ہے؟ تو میرے دوست!
خیال ہے کہ اب اس فلم کی افادیت تم پر واضح ہو گئی ہو گی۔''

میری آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیلی ہوئی تھیں اور میں تعجب سے فلیکس کی شکل دیکھ رہا
تھا۔ ''تو یہ راز ہے، جس کے لئے اتنا ہنگامہ ہو رہا ہے۔ اور بلاشبہ! درست بھی ہے۔ دنیا کے
لئے جرمنی کی یہ کارروائیاں بے حد تشویش ناک ہونی ہی چاہئیں۔'' میں نے کہا۔

''بلاشبہ......!'' فلیکس نے جواب دیا۔

''سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر ملک، اس تجسس میں مبتلا ہے کہ جرمن کس کے خلاف
کام کر رہے ہیں؟''

''یقیناً...... یقیناً......!''

''اور اسی لئے تمام ممالک، اس راز کی طلب میں دوڑ پڑے ہیں۔''

''بے شک......'' فلیکس نے گردن ہلائی۔ دراصل! یہ احساس اتنا سنسنی خیز تھا کہ سردی
کی شدت بھی تھوڑی دیر کے لئے ذہن سے محو ہو گئی اور میں بھی اس اُلجھن میں پڑ گیا تھا کہ
آخر جرمنی کس ملک کے خلاف، کیا کام کر رہا ہے؟ ہٹلر کے منصوبے کیا ہیں؟ وہ کیا چاہتا
ہے؟ اور دنیا پر کون سی تباہی نازل ہونے والی ہے......؟''

فلیکس نے فلم، ناک میں رکھ کر ناک دوبارہ اپنے چہرے پر فٹ کر لی تھی اور وہ مسکراتی
نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔ ''تم کس سوچ میں گم ہو گئے کین......؟'' اُس نے
سوال کیا۔

''بڑا اہم راز ہے۔ میں اسی کی گہرائیوں پر غور کر رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اُونہہ! چھوڑو......ہمیں اِن گہرائیوں میں ڈوبنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ حکومتوں کے
کام ہیں۔ انہیں حکومتیں ہی جانیں۔ ہاں! البتہ ہمیں اِس راز کو فروخت کرنے کے لئے بہتر
ذرائع سوچنے چاہئیں۔ اور اپنے آپ کو یہ تسلی بھی دینی چاہئے کہ ہم رُوس کی سرحدوں سے
نکل جائیں گے۔ اور کسی ایسے علاقے میں پہنچ جائیں گے جہاں ہم اس راز کی فروخت کے
لئے بہتر انداز میں کام کر سکیں۔''

مطلع بالکل صاف ہو گیا تھا اور آسمان سے چاند جھانکنے لگا تھا۔

''حالانکہ رُوس کے علاقے میں چاند کم ہی نظر آتا ہے۔ لیکن خدا کی شان ہے کہ ہم چاند
دیکھ رہے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''میں، اس سے قبل اس طرف نہیں آیا۔''

''اوہ......وہ دیکھو کین! ڈھلانوں کے اختتام پر سیاہی سی کیسی بکھری ہوئی ہے؟''

''شاید جنگل ہے۔'' تھوڑی دیر تک اُس طرف نگاہیں جمانے کے بعد میں نے کہا۔

''اگر ہم کسی طرح اُس جنگل تک پہنچ جائیں تو کم از کم سردی کی شدت تو دُور ہو ہی سکتی ہے۔ لیکن ٹھہرو! کیا اُن کے سامان میں تمہیں ماچس بھی ملی تھی؟''

''ہاں......اور وہ اِس تھیلے میں بند ہے۔ میں نے خاص طور سے اُسے دیکھا تھا کہ کہیں وہ بارش سے متاثر تو نہیں ہوئی؟ لیکن تھیلا، واٹر پروف ہے۔ پانی اندر نہیں جا سکا۔''

''تمہاری ذہانت اور دُور رسی کی تعریفیں کرتے کرتے اب میری زبان تھک گئی ہے۔'' فلیکس ہنستا ہوا بولا۔ اور پھر ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن خاموش ہونے سے سردی کی شدت میں اضافہ ہو جاتا تھا اور ہمارے جسم کانپنے لگتے تھے۔ لیکن اب زیادہ باتیں کرنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ دفعتہً فضا میں ایک آواز اُبھری اور ہم دونوں چونک پڑے......

''فلیکس......!'' میں نے سرگوشی کی۔

''ہیلی کاپٹر کی آواز ہے۔''

''اس کا مطلب ہے، ہماری تلاش شروع ہو گئی۔'' میں نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں......اور اُنہیں اس سمت کا شبہ بھی ہو گا۔''

''امکانات ہیں۔ لیکن اب کیا، کیا جائے؟'' اُسی وقت میں نے ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے سے روشنی پھوٹتی دیکھی۔ روشنی بہت تیز تھی۔ لیکن ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر تھا۔

''بالکل درست......ہمیں تلاش کیا جا رہا ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''فلیکس! کیا ہیلی کاپٹر، سٹین گن کی رینج میں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں...... بلندی کچھ زیادہ ہے۔'' فلیکس، مایوسی سے بولا۔

''اچھا...... یہاں ٹھہرو! میں کچھ اُوپر چلا جاتا ہوں۔'' میں نے جلدی سے تھیلے میں سے سٹین گن نکالی اور برق رفتاری سے فلیکس سے دُور ہوتا چلا گیا۔ اس جگہ برف کا ایک ٹیلا سا تھا۔ میں ٹیلے پر چت لیٹ گیا۔ سٹین گن میں نے چیک کر لی تھی۔

ہیلی کاپٹر، ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ فلیکس بھی میری مانند لیٹ گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر دُور نکل گیا اور پھر تھوڑی دُور جا کر روشنی پھینکی گئی۔ میں نے گہری سانس لی تھی۔ اتنے فاصلے سے دیکھا جانا مشکل تھا۔ گو، ہم روشنی کی زد میں تھے اور ہیلی کاپٹر کے دُور نکل جانے سے اس خیال کو تقویت پہنچی۔

لیکن ابھی خطرہ دُور نہیں ہوا تھا اور ہیلی کاپٹر کو واپس بھی آنا تھا۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی اور پوری طرح ہوشیار تھا۔ اگر ہم نے درست ہی اندازہ لگایا تھا اور ڈھلانوں کے اختتام پر جنگل ہی تھا تو پھر ہیلی کاپٹر، جلد ہی واپس آئے گا۔ کیونکہ جنگل میں کسی کا دیکھ لیا جانا، ناممکن ہی تھا۔ اور اس کی تصدیق تھوڑی دیر کے بعد ہی ہو گئی۔

ہیلی کاپٹر کی آواز پھر سنائی دی تھی۔ وہ اِسی طرف آ رہا تھا اور روشنی اُس سے بار بار خارج ہو رہی تھی۔ پھر وہ ہمارے سروں پر سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔ لیکن اتفاق ہی کی بات تھی کہ اُس نے ہم سے چند گز دُور جا کر دوبارہ روشنی پھینکی تھی۔ ایک لمحے کے لئے تو مجھے خطرہ محسوس ہوا تھا کہ شاید اب دیکھ لیا جاؤں۔ لیکن ہیلی کاپٹر ایک سیدھ میں آگے بڑھ گیا تھا۔

میں دل ہی دل میں عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ اگر اُنہوں نے ہمیں نہیں دیکھا تھا تو پھر یہ تقدیر کی خوبی ہی ہو سکتی تھی۔ لیکن میرا خیال غلط تھا۔ اس میں تقدیر کی کوئی خوبی نہیں تھی۔ کیونکہ چند ہی ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر نیچے پلٹا تھا......اس بار وہ خاصا نیچے جھک آیا تھا۔ اور اُس کی وجہ یہی تھی کہ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا۔ میری اُنگلیاں، سٹین گن کے ٹرائیگر پر مستعد ہو گئیں۔

ہیلی کاپٹر والے شاید ابھی تذبذب ہی میں تھے اور اِس بات کی تصدیق نہ کر سکے تھے کہ ہم یہاں موجود ہیں یا اُنہیں کوئی شبہ ہوا ہے۔ ورنہ وہ اِس طرح دھوکہ نہ کھاتے۔ وہ صرف جائزہ لینا چاہتے تھے کہ کیا اُن کا اندازہ درست ہے؟ لیکن اس جائزے میں وہ مار کھا گئے۔ اُنہیں ہیلی کاپٹر کو نیچے نہیں لانا چاہئے تھا......

جونہی ہیلی کاپٹر اور نیچے ہوا، میں نے فائر کھول دیا اور بے تحاشہ گولیاں برسانے لگا......

ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا اور اُس کے انجن کی آواز بے ترتیب سی ہو گئی۔ البتہ وہ ہمارے سروں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اور چند ہی گز دُور جانے کے بعد اُس پر سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تھی لیکن شاید وہ لوگ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے تھے۔ شاید کوئی گولی، انجن میں جا پھنسی تھی۔ کیونکہ ہیلی کاپٹر سے بھورا بھورا دُھواں نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اور پھر وہ سیدھا زمین پر آنے لگا۔ میں نے اپنے کان بند کر لئے تھے۔

بیچارے فلیکس کو معلوم نہیں، اِس صورت حال کا صحیح اندازہ ہو سکا تھا یا نہیں؟ وہ کان بھی بند کرتا تو ظاہر ہے، ایک ہی کان بند کر سکتا تھا۔ کیونکہ اُس کا صرف ایک ہی ہاتھ تھا۔

ہیلی کاپٹر، برف سے ٹکرایا اور ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ برف پر شعلے پھیل گئے......
میں نے خوشی سے قلقاری ماری تھی۔ دوسری طرف سے فلیکس کی آواز آئی۔ ''ونڈر فل کین! ونڈر فل......!'' وہ کہنی کے بل برف پر گھسٹنے لگا۔ ہیلی کاپٹر گو، خاصی دُور تھا لیکن میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہا تھا کہ کہیں کسی کے زندہ بچنے کا امکان ہے یا نہیں؟ میں کھسکتا ہوا، فلیکس کے پاس پہنچ گیا اور فلیکس نے اپنے اکلوتے ہاتھ سے مجھے لپٹا لیا۔

''کین! تم مانو یا نہ مانو، لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم ایک عظیم آدمی ہو۔ تم ایک ایسی شخصیت ہو، جس کا انکشاف ابھی دنیا پر نہیں ہوا۔'' اُس نے جوشِ محبت سے کہا۔

''شاید......'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس دیر تک مجھے بھینچے رہا۔

''یقیناً! اُن لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ اور اب ہمارے خلاف کوئی کارروائی ہونے والی تھی۔'' فلیکس نے کہا۔

''یقیناً، فلیکس!''

''اور تم نے اس سے پہلے ہی اُنہیں مار گرایا۔''

''کیا خیال ہے تمہارا فلیکس؟ کیا اُن میں سے کسی کے زندہ بچ جانے کا امکان ہے؟''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کین! ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑ گئے ہیں۔'' فلیکس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''گویا، اب کم از کم صبح تک کے لئے خطرہ ٹل گیا ہے؟''

''یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔''

''کیوں......؟'' میں نے سوال کیا۔

''ممکن ہے، قلعے میں کچھ اور لوگ بھی ہوں اور ہماری تلاش کے سلسلے میں کسی اور گروپ کو بھی بھیجا جا سکتا ہے۔''

''جو ہو گا، دیکھا جائے گا فلیکس! فکر کرنے سے کیا فائدہ؟'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''واقعی! اب تو ہر مشکل ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ تم نے میری بے بسی بھی ختم کر دی ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ ''البتہ میں نے ایک کام کیا ہے۔''

''کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہیلی کاپٹر سے جتنی بار روشنی ڈالی گئی، میں نے اس سے قرب و جوار کے ماحول کا جائزہ لے لیا ہے۔ ڈھلان صاف ستھرے ہیں اور اِس انداز کے معلوم ہوتے ہیں، جیسے برف پر

پھسلنے والے شائقین کے لئے بنائے جاتے ہیں۔''

''اوہ...... اس کا مطلب ہے کہ سفر اسی وقت شروع کیا جا سکتا ہے اور......''

''ار...... رے...... نہیں! میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ ویسے ہم سفر صبح کو ہی شروع کریں گے۔'' فلیکس نے جلدی سے کہا۔

''نہیں فلیکس! اس طرح جسم میں گرمی پیدا ہو گی۔ تم بے فکر رہو۔ یوں بھی اس برف پر ساری رات پڑے رہنے سے کیا فائدہ؟''

فلیکس کے بارے میں، میں جانتا تھا کہ وہ بے چارہ صرف میری وجہ سے پریشان ہے۔ ورنہ اُسے سفر میں کیا عار ہو سکتی تھی؟ لیکن میں واقعی خود کو چاق و چوبند رکھنا چاہتا تھا۔ سخت تھک گیا تھا۔ لیکن اگر رُک جاتا تو تھکن اعضاء کو جکڑ لیتی اور اس کے بعد کیا ہوتا؟ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

''تو پھر چلیں فلیکس......؟''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' فلیکس نے پژمُردہ آواز میں کہا اور میں نے اُسے دوبارہ کندھے پر لاد لیا۔ خشک ہواؤں کی وجہ سے برف پر پھسلن ختم ہونے لگی تھی اور اب اُترنے میں اتنی دقت نہیں ہو رہی تھی، جتنی تھوڑی دیر پہلے ہو رہی تھی۔

☆......☆......☆

وہ جنگل اتنے قریب نہیں نکلے، جتنا ہم سمجھ رہے تھے۔ چاند کے سفر کے ساتھ ساتھ میں بھی سفر کرتا رہا۔ اور پھر جب چاند، اپنی کافی منزل طے کر چکا، تب ہم جنگل میں پہنچے۔

ایک سائے دار درخت کے نیچے میں نے فلیکس کو بٹھا دیا اور خود بھی دھم سے اُس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

''بری طرح تھک گئے ہو گے؟''، فلیکس عجیب سے لہجے میں بولا۔

''اوہ، فلیکس! تھکن کیا چیز ہوتی ہے؟ بدن کتنا ہی تھک جائے، جب تک ذہن اس تھکن کو قبول نہ کرے، انسان کا کچھ نہیں بگڑتا۔''

فلیکس خاموش ہو گیا تھا۔ بہر حال! برف کے اُس ویرانے سے درختوں کی یہ چھاؤں بے حد پُر سکون تھی۔ پھر بقیہ رات، ہم نے اسی درخت کے نیچے گزار دی۔ صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ لیکن موسم کے تیور ٹھیک نہیں تھے۔ بادلوں کے پرے، پھر سے آسمان پر جمع ہونے لگے تھے۔ فلیکس کے چہرے پر تشویش کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ ویسے سردی سے اُس کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی۔ ہونٹ، نیلے پڑ گئے تھے اور چہرہ بھی اُترا ہوا تھا۔

میں نے کمر سے تھیلا کھول کر خوراک کے ڈبے نکالے اور اُن میں سے غذا نکال کر میں نے فلیکس کو دی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں کھانے لگا۔ ''فکر مت کرو فلیکس! ہم تھوڑی دیر اور سفر کریں گے۔ اس کے بعد کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش کر لیں گے اور پھر آرام کریں گے۔ اس وقت تک، جب تک ہماری تھکن نہ دُور ہو جائے۔''

''میں فکر مند نہیں ہوں۔''

''نظر تو آ رہے ہو۔''

''بس! تو اسے تھکن کہہ سکتے ہو۔''

''تو پھر تیار ہو؟''

''میری تیاریاں کیا؟ میں تو بلا وجہ...... سنو کین! ایک ترکیب ذہن میں آئی ہے۔''

''کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''کیوں نہ درخت سے ایک لکڑی حاصل کر کے میں اُسے ٹانگ کی جگہ استعمال کروں؟ کوشش کر لیتے ہیں۔ ناکام رہے تو دیکھا جائے گا۔''

''یہ کسی طور مناسب نہیں ہو گا ڈیئر!''

''کیوں......؟''

''میرا خیال ہے۔ اُوپر سے کودتے وقت سپرنگ کے تاروں سے تمہارے زخم آ گیا ہے۔ اب اس زخم پر تم لکڑی کی ٹانگ باندھو گے۔''

''کوئی حرج نہیں ہے...... برداشت کر لوں گا۔''

''ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تھک جاؤں گا تو تمہیں بتا دُوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ اور پھر اس طرح ہماری رفتار متاثر ہو گی۔''

''اوہ...... ہاں! یہ بات تو ہے۔ ایک اور مصیبت بن جائے گی۔''، فلیکس بے چارگی سے بولا۔

میں بیٹھ گیا اور بے چارہ فلیکس احساسِ ندامت کے ساتھ میرے شانے پر آ گیا۔ میں نے اُسے اُٹھا کر چلنا شروع کر دیا۔ درحقیقت! بدن میرا بھی جواب دیتا جا رہا تھا۔ لیکن قوتِ ارادی کو ابھی تک شکست نہیں ہوئی تھی اور میں کسی منزل کو پانے کے لئے پر عزم تھا۔

ہم سفر کرتے رہے۔ گھنے جنگلوں میں سفر کرنا بھی خاصا مشکل کام ہے۔ جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ راستہ روک رہے تھے۔ لیکن ہمارے عزم کے سامنے بے بس ہو جاتے تھے۔ بہر حال! یہی شکر تھا کہ بادل ہونے کے باوجود بارش نہیں ہوئی تھی۔ اگر بارش شروع ہو جاتی تو سفر بے حد مشکل ہوتا۔

جنگل، کافی طویل تھا اور اسے عبور کرنے میں ہمیں کئی گھنٹے لگے۔ بہر حال! جنگل کے سرے پر پہنچتے پہنچتے ہم کافی تھک گئے تھے۔ اس کے آگے پھر برفانی میدان تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے برف کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہو گا۔ اُسے دیکھ کر ذہن پر اُکتاہٹ سوار ہونے لگی تھی۔

''کین! میرا خیال ہے اب ہم اُس علاقے سے کافی دُور نکل آئے ہیں۔''، فلیکس نے کہا۔

''ہاں، کیوں......؟'' میں نے کہا۔

''دیکھو! آگے جنگلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد پھر وہی سرد میدان ہو گا۔

چنانچہ کیوں نہ یہ رات یہیں گزار دیں؟ آگ روشن کرلیں گے۔''

میں سوچنے لگا۔ تجویز درست تھی۔ اگر یہاں سے آگے کے حالات پھر خراب ہوتے تو بڑی پریشانی ہوتی۔ ممکن ہے، اعضاء جواب دے جائیں۔ لیکن صرف ایک قباحت تھی۔ یہ درست تھا کہ ہم کافی دُور نکل آئے تھے۔ لیکن اگر وہ لوگ یہاں تک پہنچ گئے تو......؟ میں نے اپنی تشویش کا اظہار فلیکس سے کر ہی دیا۔

''فلیکس! کیا تم خود کو رُوسیوں کی پہنچ سے دُور سمجھتے ہو؟''

''کیا مطلب......؟''

''اب بھی تلاش کرنے والے رُوسیوں کے خیال کو ذہن سے نہیں نکالا جا سکتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن دوسری شکل میں بھی تو موت کا خطرہ ہے۔''

''ہاں...... یہ بھی درست ہے۔''

''میری بات مان لو کین! اب مجھ میں سفر کی ہمت نہیں ہے۔ اگر ہم یہ خطرہ مول لے لیں تو صبح کو تازہ دم ہوں گے۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' میں نے شانے ہلائے۔ نیند اور تھکن نے میرا بھی برا حال کر دیا تھا۔ لیکن بس! ایک خیال ذہن میں تھا کہ کسی مناسب جگہ پہنچ جایا جائے۔ تاکہ زندگی کی اُمید بندھ جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے دوست کو ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا اور خشک لکڑیوں کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔

برف کے بھیگے بھیگے درختوں میں خشک لکڑیوں کی تلاش بھی ایک مسئلہ تھی۔ لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ اب ہر مسئلے کو حل کرنا میری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ بے شمار درختوں کی چھان بین کے بعد میں اُن میں اُلجھی ہوئی بے جان خشک لکڑیوں کا ایک ذخیرہ جمع کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اور پھر تھیلے میں سے ماچس نکال کر میں نے بڑی محنت سے اُن لکڑیوں کو روشن کر لیا۔ ہمارے جسم سردی سے اس قدر متاثر ہو گئے تھے کہ آگ روشن ہوتے ہی ہمارا دل چاہا کہ اس میں گھس جائیں۔ جس قدر ممکن ہو سکتا تھا، ہم نے خود کو آگ کے قریب کر لیا اور آگ ہمارے جسموں میں زندگی دوڑانے لگی۔

''مسٹر کین......!'' فلیکس تھوڑی دیر کے بعد بولا۔

''ہوں......؟''

''کیا محسوس کر رہے ہو؟''

''اِس وقت ایک عجیب خیال میرے ذہن میں آیا ہے مسٹر فلیکس!''

''کیا......؟''

''دورِ قدیم کا انسان درحقیقت، حقیقی زندگی گزارتا تھا۔ جان بچانے کے لئے شدید جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ یہ لمحات، جو ہم آج کل گزار رہے ہیں، اُن کی روزمرہ کی زندگی کے معمول تھے۔ وہ اُن سے روز ہی نمٹتا تھا۔ پُرآسائش زندگی نے انسان کو نیم مُردہ کر دیا ہے۔ اور اگر وہ مشکلات میں پھنس جاتا ہے تو زندگی کو کتنی دُور سمجھنے لگتا ہے۔''

''یہ حقیقت ہے کین! حادثات تو زندگی کی علامت ہوتے ہیں۔''

''بے شک......اور زندگی کا قرض بھی۔''

''اور تم زندگی کا قرض چکا رہے ہو؟'' فلیکس مسکرایا۔

''ہاں...... میں خود کو دورِ قدیم میں محسوس کر رہا ہوں۔''

''بلاشبہ! تم پتھر کے دور کے انسان لگ رہے ہو۔ آہ! آگ کس قدر دلکش ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے بدن میں زندگی دوڑ رہی ہو۔ لیکن کین! ایک احساس جاں گزین ہے۔''

''وہ کیا......؟''

''ہمیں کسی سمت کا تعین نہیں ہے۔''

''اس انداز میں سوچنا ہی چھوڑ دو فلیکس!'' میں نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا؟'' فلیکس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''دراصل دورِ قدیم کے انسان کی بات ہو رہی ہے۔ اُس کے سامنے زندگی کا کوئی محور نہیں تھا، کوئی منزل نہیں تھی۔ بس! وہ زندہ رہنا چاہتا تھا اور اپنی زندگی کی بقاء کے لئے باعمل رہتا تھا۔ اُس کے ذہن میں اپنی رہائش کا احساس ضرور ہوتا تھا لیکن اس کے لئے وہ اتنا بے چین نہیں تھا۔ پہاڑوں اور غاروں کی زندگی ہوتی تھی۔ جو پہاڑ، جو غار مل جاتا تھا، وہی اُس کی منزل ہوتی تھی۔ ہمارے ذہنوں میں منزل کا ایک تعین ہوتا ہے کہ وہیں پہنچیں گے تو زندہ رہ سکیں گے۔''

''یہ بات نہیں ہے۔ اگر ہم ساری زندگی ہی ان برفانی میدانوں میں بھٹکتے رہیں تو کیا حرج ہے؟ زندگی تو گزارنی ہی ہے۔ ہاں! اگر کبھی تقدیر ہمیں کسی آبادی میں لے گئی اور وہ آبادی ہمارے خلاف نہ ہوئی تو ظاہر ہے، ہم اسے اپنی خوش بختی سمجھیں گے۔ لیکن فی الوقت زندگی کو مطمئن کرنے کے لئے یہی ضروری ہے کہ ہم خود کو اس وقت، برف کا باشندہ سمجھیں۔

زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ انسان بعض اوقات اُن حالات اور اُن لمحات سے بھی سمجھوتہ کر لے جو بہرصورت! اُس کے لئے اچھے نہ ہوں۔ لیکن زندگی گزارنے کے لئے سمجھوتہ بہت ہی ضروری ہے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ...... ہاں! خود کو سکون دینے کے لئے یہ خیال اچھا ہے۔''

''اور خود کو سکون دینا اس وقت بے حد ضروری ہے۔'' میں نے کہا اور فلیکس نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔

آگ اب خوب بھڑک چکی تھی اور قرب و جوار کا علاقہ گرم ہونے لگا تھا۔ گرمی پاتے ہی ہماری آنکھیں نیند کے بوجھ سے دب گئیں اور تھوڑی دیر کے لئے ہم غافل ہو گئے۔ آگ ہم سے کچھ فاصلے پر روشن تھی اور ہم سکون کی گہری نیند سو رہے تھے۔ اس ویرانے میں، جہاں انسان چند لمحات کے لئے صرف سانس لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا...... نہ جانے کتنا وقت گزرا، نہ جانے کیا کیا تغیرات ہوئے؟ لیکن میری آنکھ فلیکس کی خوفزدہ آواز کے ساتھ کھلی تھی۔ وہ ڈرے ڈرے انداز میں مجھے پکار رہا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

''کین...... کین...... پلیز...... کین!'' فلیکس گھٹی گھٹی آواز میں چیخ رہا تھا۔

میں نے قرب و جوار کے ماحول پر ایک نگاہ ڈالی۔ آگ کسی قدر بجھ چکی تھی۔ اور ہمارے نزدیک تقریباً چھ سات برفانی بھیڑیئے کھڑے اپنی خوفناک آنکھوں سے ہمیں گھور رہے تھے۔ سفید رنگ کے بڑے بڑے بھیڑیئے، جن کے چہرے دیکھ کر ہی خوف سے خون رگوں میں منجمد ہونے لگتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں وہ قریب آنے سے کترا رہے تھے۔ شاید اس کی وجہ آگ کی تپش تھی، جو ابھی تک برقرار تھی۔

میرا ذہن ایک لمحے کے لئے کچھ نہ سمجھ سکا۔ سٹین گن بھی تھوڑے فاصلے پر رکھی ہوئی تھی۔ میں چاہتا تو اُسے اُٹھا سکتا تھا۔ لیکن جونہی میں نے حرکت کی، ایک بھیڑیئے نے غرا کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ غالباً وہ اسی تاک میں تھے کہ ہمارے بدن جنبش کریں تو وہ ہم پر حملہ آور ہوں۔

بھیڑیا، تیر کی طرح میرے اُوپر آیا تھا۔ حالانکہ میرا ذہن ابھی نیند کے خمار سے آزاد نہیں ہوا تھا۔ لیکن بہرحال! اب میں اتنا بدحواس بھی نہیں تھا کہ اپنے بچاؤ کی کوشش نہ کرتا۔ چنانچہ میں نے انسانی داؤ کے تحت ہی جھکائی دے کر بھیڑیئے کو اپنے اُوپر سے گزر جانے کا موقع دیا۔ اور بلاشبہ! میں اس میں کامیاب رہا۔ بھیڑیا، کافی دُور جا پڑا تھا۔ لیکن اُس کی بدقسمتی تھی کہ اُس کے دونوں پچھلے پاؤں، آگ میں جا پڑے اور وہ تیر کی طرح سیدھا آگے ہی نکلتا چلا

گیا۔

دوسرے بھیڑیئے بھی متحرک ہو گئے تھے۔ لیکن اب میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔ میں نے جلتی ہوئی دو لکڑیاں اُٹھا لیں اور پھر میں اُن بھیڑیوں پر حملہ آور ہو گیا......

فلیکس یہ خوفناک تماشہ دیکھ رہا تھا۔ جلتی ہوئی لکڑیاں، بھیڑیوں کے جسموں پر جگہ جگہ پڑ رہی تھیں۔ وہ غراتے اور مجھ سے لپٹنے کی کوشش کرتے۔ اُن کی خوفناک آوازوں سے علاقہ دہل گیا تھا۔ لیکن میں بجلی کی طرح اپنے دونوں ہاتھ گھما رہا تھا اور میں نے اِن دو لکڑیوں کی مدد سے کئی بھیڑیوں کی کھوپڑیاں چٹخا دی تھیں۔ دو تین بھیڑیئے ہلاک ہو گئے اور باقی خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

یہ ناقابلِ یقین واقعہ فلیکس اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ میرے ذہن میں اس وقت کوئی تاثر نہیں تھا بلکہ میں ان بھاگتے ہوئے بھیڑیوں کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ واپس آئیں تو میں اُن کا بھی خاتمہ کر دُوں۔

بھیڑیوں کی لاشیں ہمارے نزدیک پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اُن کی جانب دیکھا اور پھر فلیکس کی جانب دیکھا جو ایک درخت سے ٹیک لگائے، نیم مُردہ سا بیٹھا ہوا تھا۔

''تم...... تم زخمی تو نہیں ہوئے؟'' فلیکس نے لرزتے ہوئے پوچھا اور میں اُس کے قریب جا بیٹھا۔

''نہیں...... بالکل نہیں!'' میں نے جواب دیا۔

''بس! اب میں تمہاری توصیف میں کچھ بھی نہیں کہوں گا۔ تم بلاشبہ! دورِ قدیم کے انسان ہو۔''

''میں نے کہا نا فلیکس! کہ دورِ قدیم کا انسان، اِن حادثات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ لیکن کیا تمہیں نیند نہیں آئی تھی؟'' میں نے پوچھا۔

''میں سو گیا تھا۔ اور دیکھو! شاید اُسی بھیڑیئے نے میرے بازو پر حملہ کیا تھا۔'' فلیکس نے اپنا ہاتھ دکھایا، جس سے خون ٹپک رہا تھا۔

''اوہو...... تو تم اِس وجہ سے جاگے تھے؟'' میں نے اُس کے بازو کے زخم کو دیکھتے ہوئے کہا جو زیادہ گہرا نہیں تھا۔

''ہاں......!'' فلیکس نے کہا۔

میں نے جلدی جلدی اُس کے لباس سے اُس کے زخم کو کس دیا اور سردی کی وجہ سے

خون رُک گیا۔

"مجھے افسوس ہے فلیکس! تم زخمی ہو گئے۔" میں نے کہا۔

"میں بھی دورِ قدیم کا اپاہج انسان ہوں۔ اس لئے اب مجھے، اِن چھوٹے موٹے زخموں کی پرواہ نہیں ہے۔" فلیکس نے جواب دیا۔

"گڈ...... یہ سپرٹ ہمیں زندہ رکھے گی۔ بہرحال! میرا خیال ہے، بھیڑیوں نے ہمیں ہوشیار کر دیا ہے۔ اب یہاں سے آگے بڑھیں۔"

"جیسی تمہاری مرضی!" فلیکس نے جواب دیا اور میں سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔ فلیکس اب میرا مطیع ہو گیا تھا۔ اور میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی رہی تو فلیکس بھی میرے ساتھ ہی زندہ رہے گا۔ اُسے چھوڑوں گا نہیں۔ حالانکہ اس پُر صعوبت سفر میں خود اپنا بوجھ بھاری تھا، نہ کہ کسی اپاہج کو کندھے پر اُٹھائے پھرنا۔

اور پھر سفر شروع ہو گیا۔ فلیکس، میرے کندھوں پر تھا اور سامنے برف کا طویل صحرا۔ لیکن ایک عزمِ سفر کر لیا تھا، منزل کے تعین کے بغیر۔

"ویسے ایک بات کا اطمینان ہو گیا ہے فلیکس!" میں نے سست رفتاری سے چلتے ہوئے کہا۔

"کیا......؟"

"رُوسی اب ہمارا پیچھا نہیں کریں گے۔"

"ہاں...... میرا خیال ہے، وہ ہماری سمت کا تعین نہیں کر سکتے۔"

"ویسے اس راز کے لئے اُنہوں نے جس قدر جدوجہد کی تھی، اس کے تحت اُنہیں ہماری گمشدگی پر کافی جدوجہد کرنی چاہئے تھی۔"

"یقیناً......!"

"لیکن نہ جانے کیوں؟ بہرحال! اِن باتوں پر زیادہ غور کرنا ذہن کو تھکانا ہے۔ اگر وہ اب بھی ہمارا تعاقب کریں تو کیا ہو گا؟"

"ہم، اُن سے جنگ کریں گے۔" میں نے جواب دیا اور فلیکس کی گہری سانس کی آواز سنائی دی۔

"تم حیرت انگیز انسان ہو۔ میں نے کسی ایسے انسان کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔"

میں نے فلیکس کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میں اُسے کیا تفصیل بتاتا کہ ڈن کین

کیا ہے؟ ایک اعلیٰ نسل کا نوجوان، جس سے اُس کا اقتدار چھین لیا گیا تھا اور اب وہ دنیا سے جنگ کرنے نکلا تھا۔

برف کا حادثاتی سفر طے ہوتا رہا۔ فلیکس، میری نہ تھکنے والی فطرت پر جس قدر حیران ہوتا، کم تھا۔ میں خود اپنے آپ پر حیران تھا۔ بس! نہ جانے کیوں ذہن پر فلیکس کی زندگی بچانے کا جنون سوار ہو گیا تھا۔

دفعتہً فلیکس بول پڑا۔ "اوہ...... کین! دُور برف پر کوئی چیز نظر آ رہی ہے۔"

"کیا......؟" میں نے نگاہیں دوڑائیں۔ میں کسی قدر نشیب میں تھا اور فلیکس بلندی پر۔ اس لئے میں اُس چیز کو نہیں دیکھ سکا۔

"نظر آیا......؟"

"نہیں، فلیکس! کیا چیز ہے؟"

"شاید کسی تباہ شدہ جہاز کا ڈھانچہ ہے۔" فلیکس نے جواب دیا اور میں نے رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے بھی اُس ڈھانچے کو دیکھ لیا تھا۔ سامنے کی طرف سے برف میں دفن وہ کوئی مسافر بردار جہاز ہی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں، ڈھانچے کے قریب پہنچ گیا۔ بے شمار چیزیں دُور دُور تک بکھری پڑی تھیں۔ آگ لگنے کے اثرات بھی نمایاں تھے۔ تاہم حادثہ زیادہ پرانا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں نے فلیکس کو نیچے اُتار دیا۔

"انسانی زندگی کی بے وقعتی، قدم قدم پر نمایاں ہے فلیکس! اب جہاز کے اندر کیا ہو گا؟ تم اس کا تعین کرو۔"

"ہاں......!" فلیکس گھٹے گھٹے لہجے میں بولا۔

"کیا خیال ہے...... میں اِس کا جائزہ لوں......؟"

"مجھے بھی اندر لے چلو کین! وہاں سردی سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔" فلیکس نے التجا کی۔

"ٹھہرو...... میں پہلے اس کے دروازے کا جائزہ لے لوں۔" میں نے کہا اور جہاز کے قریب پہنچ گیا۔ جہاز کا دروازہ، برف میں دفن تھا۔ میں اُس کے کناروں سے برف ہٹانے میں مشغول ہو گیا۔ فلیکس بے چارہ، میری مدد کرنے سے قاصر تھا۔ بہرحال! میں دیر تک مصروف رہا اور بالآخر دروازے کے کناروں سے برف صاف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

لیکن اندر کوئی چیز اٹکی ہوئی تھی جس سے دروازہ، باہر کی طرف نہیں کھل سکتا تھا۔ تھوڑی

دیر تک میں کوشش کرتا رہا، لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر میں نے سٹین گن اُٹھائی اور درواز[ے] کے رخنے پر فائرنگ کر ڈالی۔ فلیکس، میری کارروائی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد میں [نے] دروازے پر زور آزمائی کی اور دروازہ کھل گیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ افراد باہر کود آئے...... میں اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ فلیکس کے منہ سے بھی حیرت کی آواز نکل گئی۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جہاز کے اند[ر] کوئی زندہ شخص موجود ہو سکتا ہے۔

لیکن دوسرے لمحے، تعفن کی ایک لہر اُٹھی۔ اس کے علاوہ برف پر گرنے والوں میں بھ[ی] کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔ تب حقیقت کھلی۔ وہ مُردہ تھے۔ شاید وہ لوگ، جہاز کے حادث[ے] کے بعد بھی زندہ بچ گئے ہوں گے اور اُنہوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی ہو گی۔ لیکن شا[ید] دروازہ کھولنے میں ناکام رہے اور وہیں اُن کی موت واقع ہو گئی۔

دیر تک ہم اس خوفناک منظر کے زیر اثر رہے۔ اندر موجود لاشیں، سڑ چکی تھیں اور جہا[ز] میں بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اندر کی فضا صاف ہوتی جا رہی تھی۔ میں انتظار کر[تا] رہا۔ اور جب فضا، صاف ہو گئی تو میں نے دروازے میں قدم رکھا۔ اندر کا منظر واضح ا[ور] روشن تھا۔ جہاز کے دوسرے رُخ پر لگے ہوئے شیشوں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ بلاشبہ! [یہ] ایک مسافر بردار جہاز تھا جس میں کم از کم ڈیڑھ سو مسافر سوار تھے۔ اور اُن میں سے کوئی بھ[ی] زندہ نہیں بچ سکا تھا...... اگلا حصہ آگ سے بری طرح متاثر ہوا تھا۔ سیٹیں تک جلی ہوئ[ی] تھیں۔ البتہ پچھلا حصہ محفوظ تھا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ، آگ سے بچ گئے تھے۔ لیکن بھوک، پیاس اور اندر کی گیس نے اُن کی زندگیاں چھین لی تھیں۔ کتنی کسمپرسی سے اُن کی موت واق[ع] ہوئی ہو گی......

جہاز میں عورتیں بھی موجود تھیں، مرد اور بچے بھی۔ لیکن کوئی بھی زندہ نہیں تھا۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر چند ساعت کے لئے تو ذہن پھرا گیا...... اور پھر میں نے فلیکس کو آواز دی۔ فلیکس بے چارہ اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش میں لڑھک کر رہ گیا۔ پھر وہ سنبھل کر بیٹھ گیا اور کھسیانے انداز میں مسکرانے لگا۔ ''کیا کیفیت ہے......؟''

''مسافر بردار جہاز ہے فلیکس! کیا تم اندر کا منظر برداشت کر سکو گے؟''

''یقیناً کر سکوں گا۔ براہِ کرم! مجھے سہارا دو۔'' فلیکس نے کہا اور میں دروازے سے باہ[ر] کود آیا۔ پھر میں، فلیکس کو بھی اُٹھا کر اندر لے گیا اور میں نے اُسے ایک خالی سیٹ پر بٹھا

دیا۔ فلیکس بھی اندر کا منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔

''افسوس...... بے چارے حادثے کا شکار ہو گئے۔'' اُس نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔

''ہاں، فلیکس! زندگی اتنی بے وقعت چیز ہے۔ لیکن اس بے وقعت زندگی کو کسمپرسی میں نہیں گزارنا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے، جدوجہد کرو۔ اور زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرو۔'' میں نے کہا اور فلیکس گردن ہلاتا ہوا بولا۔

''ٹھیک...... بالکل ٹھیک۔ میرا خود بھی یہی نظریہ ہے۔ بہرحال! ہم اِن مرنے والوں سے صرف ہمدردی کر سکتے ہیں، ان کے لئے کچھ اور نہیں کر سکتے۔ کیا تم انہیں دفن کرنا پسند کرو گے؟''

''نہیں فلیکس! میں اتنا خدا ترس نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

''ٹھیک ہے...... تو اب تمہیں اس سے کوئی فائدہ اُٹھانا مقصود ہے؟''

''یقیناً!'' میں نے کہا اور فلیکس، میری شکل دیکھنے لگا۔

''کیا ہمیں یہاں سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں دستیاب ہوں گی؟''

''ضرور ہوں گی۔ لیکن جراثیم سے بھری۔ جن کا نہ کھانا ہی ہمارے لئے بہتر ہو گا۔''

''کیوں......؟''

''ظاہر ہے، یہ لاشیں سڑ چکی ہیں۔ کیا تم تعفن محسوس نہیں کر رہے؟'' میں نے فلیکس سے پوچھا۔

''بلاشبہ!''

''البتہ، ہم لاشوں سے اُن کے لباس اُدھار لے سکتے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس بھی مسکرانے لگا۔ تو ہم نے ایسے لوگوں کی تلاش شروع کر دی، جس کے لباس ہمارے لئے کارآمد ہوں۔ بہت سے گرم سوٹ اور ایسی بہت سی چیزیں ہمیں مل گئیں، جو ہمارے کام آ سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے فلیکس کو موٹے موٹے اُونی لباس پہنائے اور اُس کے بعد اپنے لئے بھی لباس تلاش کرنے لگا۔ ان لباسوں کی وجہ سے سردی ہمارے جسم سے دور ہو گئی تھی۔ فلیکس بھی کسی قدر مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اُس سے کہا کہ آیا وہ جہاز میں لاشوں کے پاس ٹھہرنا پسند کرے گا یا نہیں؟

''میرا خیال ہے، ہم ان کا تعفن برداشت نہیں کر سکتے۔ یوں بھی یہ جہاز ہمارے لئے

ناکارہ ہے۔''

''تو پھر سفر شروع کیا جائے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، یقیناً......''

''تب تم باہر ٹھہرو فلیکس! میں یہاں اپنی ضرورت کی چند چیزیں تلاش کر لوں۔''

فلیکس کو باہر چھوڑ گیا اور اس کے بعد میں جہاز کی تلاشی لینے لگا۔ بہت ساری کارآمد چیز
مجھے مل گئیں۔ اور میرا ذہن ایک نئے منصوبے پر عمل کرنے لگا۔

چنانچہ میں نے جلتے ہوئے انجن رُوم میں جا کر سب سے پہلے انجینئرز کیبن دیکھا
وہاں مجھے اپنی پسند کی کئی چیزیں مل گئیں۔ یہ بہت سارے ٹولز تھے۔ اس کے علاوہ رسی
کے بڑے بڑے لچھے، جو نائلون کی مضبوط ڈوریوں سے بندھے ہوئے تھے۔ پیراشوٹ
کچھ چیزیں میں نے جہاز سے نکال لیں۔ پھر میں نے ٹولز سے دو سیٹیں کھولیں اور اُنہیں
پھینک دیا۔ فلیکس میری کارروائی کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

اس کے بعد جہاز کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا جو اُوپر اُٹھا ہوا تھا اور جہاز کے پہیئے صا
نظر آ رہے تھے۔ معمولی کام نہیں تھا۔ لیکن جدوجہد کے آگے ہر کام معمولی ہو جاتا ہ
چنانچہ میں جہاز کے دو پہیئے کھولنے میں مصروف ہو گیا اور تقریباً تین گھنٹے کی کوشش کے
میں نے جہاز کے ٹائر، اُس کے پچھلے حصے سے علیحدہ کر دیئے۔ اس کے بعد میں نے جہا
دونوں سیٹوں کو جوڑا اور ایک سٹریچر سا ترتیب دے لیا۔

سٹریچر کے نچلے حصے میں، میں نے بڑی مہارت سے دونوں ٹائر فٹ کیے۔ یہ ٹائر
بڑے تھے۔ لیکن بہرصورت! میرے لئے کارآمد تھے۔ فلیکس، متعجبانہ انداز میں میری
کوشش کو دیکھ رہا تھا۔ اس دوران اُس نے میری کارروائی پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ لیکن
قدر میرے قریب آ گیا تھا۔

''کچھ نہیں کہوں گا، کچھ نہیں کہوں گا......'' اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور مسکرا
لگا۔ میں نے بھی مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا اور خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہو
سیٹوں کو جوڑ کر میں نے ایک عجیب وغریب گاڑی تیار کر لی تھی، جس کے ٹائر بے حد
تھے، لیکن قابلِ اعتبار بھی۔ چنانچہ تیسرا ٹائر کھول کر میں نے اُسے کمانی میں فٹ کر لیا
اس گاڑی کا تجربہ کرنے لگا۔

گاڑی بہت خوب تھی۔ میں نے اُس کی چھت بھی تعمیر کی اور پھر جب رات ہو گئی

نے بقیہ کام دوسرے دن پر ملتوی کر دیا۔ رات کو ہم جہاز کے اُٹھے ہوئے سرے کے نیچے پہنچ
گئے اور اپنے لئے ایک عمدہ پناہ گاہ بنا لی۔ جلانے کے لئے بہت سی چیزیں مل گئی تھیں۔ چنانچہ
خوب تیز آگ روشن ہو گئی اور ہم نے انتہائی پُرسکون رات گزاری۔

دوسری صبح یوں لگ رہا تھا جیسے ہم تازہ دم ہوں۔ صبح کو فلیکس نے کہا۔ ''کین! ایک بات
کہوں؟''

''کہو......!'' میں نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

''خوراک کے بارے میں کیا خیال ہے......؟''

''کیا مطلب......؟''

''ہم نے ایک پہلو پر تو غور ہی نہیں کیا۔''

''کیا......؟''

''خوراک کے ایئر ٹائٹ ڈبے بھی تو ہوں گے۔''

''اوہ...... واقعی بڑی موٹی سی بات ہے۔'' میں اُچھل پڑا۔ نہ جانے یہ معمولی سی بات
پہلے کیوں سمجھ میں نہیں آئی تھی؟ میں نے فلیکس کی پوری بات سنے بغیر جہاز کے دروازے کی
طرف زقند لگائی اور اندر گھس گیا۔

......اور اگر میں کچن کو نظرانداز کر کے نکل جاتا تو اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہوتی۔
یہاں کچن میں بہت کچھ تھا۔ خوراک کے بند ڈبے، تیار شدہ کافی کے ٹن، سگریٹ، ماچس اور
نہ جانے کیا کیا......

میں نے اُن تمام چیزوں کا مناسب ذخیرہ اکٹھا کیا۔ ایک آدھ برتن بھی ساتھ لیا۔ دو
بڑی بڑی چھریاں حاصل کیں اور خوش خوش لدا پھندا باہر آ گیا۔ فلیکس ان تمام چیزوں کو دیکھ
کر خوشی سے اُچھل پڑا تھا۔

''اوہ...... اس خوراک کے سہارے تو ہم اس برف پر کافی وقت گزار سکتے ہیں۔'' اُس
نے خوشی کے عالم میں کہا۔

''ہاں...... رات کو میں نے اسے نظرانداز کر دیا تھا۔''

''اس طرف خیال بھی نہیں گیا۔''

''لو میرے دوست! میری طرف سے تحفتاً......!'' میں نے جیب سے برانڈی کی ایک
بوتل نکال کر فلیکس کو دی اور فلیکس کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔ اُس نے بوتل میرے

ہاتھ سے جھپٹ لی اور پھر اُس کا کاک دانتوں سے کھول کر آدھی چڑھا گیا۔ پھر باقی آ
بوتل میری طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

''یہ تمہاری......!''

''نہیں...... میرے پاس اور ہے۔''

''کیا اس کا بھی ذخیرہ تھا؟''

''ہاں...... میں نے کافی حاصل کر لی ہے۔''

''مزہ آ گیا۔ خدا ان مرحومین کو جنت میں جگہ دے۔ اِن کی موت نے ہمیں نئی زن
دے دی ہے۔'' وہ برانڈی کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتے ہوئے بولا۔ ہم دونوں نے خو
قہقہے لگائے۔ مایوسی کا احساس ذہن سے دُور ہو گیا تھا۔ جس قدر ہم نڈھال ہو چکے تھے، ا
اُسی قدر چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ پھر میں نے آگ روشن کر کے عمدہ خوراک حاصل
اور ہم دونوں نے سیر ہو کر کھایا پیا۔

دوپہر کے بارہ بج رہے تھے، تب میں نے فلیکس سے کہا۔ ''اب یہاں سے آگے بڑ
جائے۔''

''بلاشبہ......!''

''تب پھر آ جاؤ!'' میں نے اُسے گاڑی میں آنے کا اِشارہ کیا اور فلیکس ایک دم اُدا
ہو گیا۔

''اور تم اس گاڑی کو کھینچو گے؟''

''ہاں......تو اور کیا؟''

''کاش! ہم باری باری ایک دوسرے کو کھینچتے۔''

''دیکھو فلیکس! اِس خیال کو ذہن سے نکال دو۔ یہ سوچو! آسانی کتنی ہو گئی ہے؟ بل
چڑھائی پر محنت کرنا ہو گی۔ لیکن میں نے اس کا بھی انتظام کر لیا ہے۔''

''کیا......؟''

''یہ دیکھو! اس راڈ کو میں نے اس جگہ فٹ کیا ہے۔''

''ہاں......!''

''جانتے ہو کس لئے......؟''

''نہیں......!''

''یہ چڑھائی پر کام دے گی۔ یعنی گاڑی اس کی وجہ سے پیچھے نہیں ہو گی اور ہم چڑھائی کا سفر آسانی سے طے کر لیں گے۔''

''خوب...... قدرت نے ایک انسان میں نہ جانے کیا کیا جمع کر دیا ہے۔'' فلیکس نے کہا......اور پھر اطمینان سے سفر شروع ہو گیا۔

گاڑی اتنی رواں تھی کہ اُس کے دھکیلنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ ہاں! صرف یہ خیال تھا کہ اگر کہیں برف زیادہ نرم ہوئی تو وزنی پہیے دھنس جائیں گے۔ بہر حال! یہ ہماری کوشش تھی اور نتیجہ حالات کے ہاتھوں میں تھا اور حالات ہمارے موافق تھے۔ اس وقت ہم نے جتنا سفر کیا، اس میں کوئی قابل ذکر دُشواری پیش نہیں آئی۔ بالآخر جب گہری تاریکی چھا گئی تو میں نے گاڑی روک دی۔

خوراک تیار کی، کافی بنا کر پی اور گاڑی کے ہڈ کو چاروں طرف سے کس لیا اور ہم دونوں اُس میں چھپ کر سو گئے......

دوسری صبح ضروریات سے فارغ ہو کر پھر سفر شروع کر دیا۔ اب ہمیں تھوڑی سی بلندی کی طرف سفر کرنا تھا۔ چنانچہ یہاں گاڑی دھکیلنے میں کافی محنت کرنی پڑی۔ سخت سردی کے باوجود میرا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ لیکن بالآخر میں چڑھائی کی انتہا تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اور اس کے بعد ایک طویل ڈھلان تھی، جسے دیکھ کر فلیکس خوشی سے اُچھل پڑا۔

''کین...... آ جاؤ! گاڑی پر آ جاؤ!''

''یقیناً...... لیکن افسوس! اس کا سٹیئرنگ نہیں ہے۔''

''نہ ہی بریک۔'' فلیکس بولا۔

''بہر حال! ہمیں بریکوں کی ضرورت بھی کیا ہے؟'' میں نے ہنس کر کہا اور گاڑی کو ڈھلان پر چھوڑ کر خود بھی اُچھل کر اس میں سوار ہو گیا۔ سفر کافی تیز رفتاری سے طے ہونے لگا۔ کوئی رُکاوٹ نہیں تھی اور گاڑی خوب تیز رفتاری سے ڈھلانوں پر سفر کر رہی تھی۔ اگر ہم ڈھلانوں کو پیدل طے کرنے کی کوشش کرتے تو شاید دو دن لگ جاتے۔ لیکن یہ دو دن کا سفر ہم نے چند گھنٹوں میں طے کر لیا اور ڈھلان کے سرے پر پہنچ گئے۔ سامنے ہی تھوڑی سی چڑھائی تھی اور اس کے بعد ویسی ہی طویل ڈھلان۔ چنانچہ میں چڑھائی پر گاڑی دھکیلنے لگا۔ اس بار بھی خاصی مشقت اُٹھانی پڑی تھی اور فلیکس بے چارہ بار بار گھوم کر میری شکل دیکھنے لگتا تھا۔ ہمیں اس چڑھائی پر کافی طویل وقت لگا۔ بلندی پر پہنچ کر میں نے گاڑی روکی اور اُسی

وقت فلیکس چلا اُٹھا......

''اوہ! کین! کین...... ! پلیز کین! گاڑی کو تھوڑا پیچھے کرو...... کین! جلدی کرو، پلیز!''

''کیوں...... خیریت؟'' میں نے پوچھا۔ اور اس بات کو جانے بغیر کہ اس کا مقصد کیا ہے، گاڑی کو تھوڑا سا پیچھے ہٹا کر راڈ لگا دی۔ ''کیا بات ہے فلیکس؟''

''میرا خیال ہے...... میرا خیال ہے...... کچھ......'' فلیکس نے سامنے کی طرف اِشارہ کیا اور میں احتیاط سے بلندی پر پہنچ گیا۔ لیکن دوسری طرف کوئی ایسی خطرناک چیز یا کوئی خوفناک گڑھا وغیرہ بھی نہیں تھا...... بلکہ سامنے بے شمار فوجی خیمے نظر آ رہے تھے۔ اور یہ خیمے بلاشبہ رُوسیوں کے تھے۔ رُوسی جھنڈا بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن یہاں اُن کی موجودگی تعجب خیز تھی۔ ممکن ہے، کسی دوسری طرف سے اُن کا یہ سلسلہ جا کر ملتا ہو اور یہ کوئی سرحدی چھاؤنی ہو۔ لیکن بہرصورت! اس کا مطلب تھا کہ ہم کسی رُوسی سرحد پر ہیں......

اب صورتحال یہ تھی کہ رُوسی ہمارے سامنے تھے اور ہمیں اُن کے سامنے سے گزرنا تھا۔ خیمے تھوڑی تھوڑی ٹکڑیوں میں دُور دُور تک پھیلے ہوئے تھے، اس لئے اگر ہم اپنے دائیں یا بائیں طرف ہٹ کر ڈھلان کا سفر کرتے، تب بھی دیکھ لئے جانے کا خطرہ بدستور موجود تھا۔ ہاں! البتہ ایک بات ضرور ذہن میں آتی تھی، وہ یہ کہ برف کی یہ ڈھلان اِتنی طویل تھی کہ جہاں رُوسی خیمے نظر آ رہے تھے، اس سے آگے بھی بے پناہ ڈھلان تھی۔

اگر گاڑی کو اِس ڈھلان پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ طویل فاصلہ طے کر کے رُوسی خیموں کے درمیان سے آرام سے نکل سکتی تھی۔ لیکن یہ ایک خطرناک مرحلہ تھا اور میں اِس پر کافی غور و خوض کر رہا تھا۔ اگر ہم اس انداز میں نکلنے کی کوشش کرتے تو بہرصورت! رُوسیوں کو اپنے پیچھے لگا لیتے۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے فلیکس سے کہا۔

''فلیکس! اب کیا خیال ہے؟''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کین! کہ کیا، کیا جائے؟ بہرصورت! یہ اندازہ تو ہو گیا ہے کہ یہ رُوسی سرحد ہے اور سرحد کے دوسری جانب کوئی دوسرا ملک ہو گا۔ کاش! ہم کسی طرح اُس دوسرے ملک کی سرحد پار کر جائیں۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہو گا، دیکھا جائے گا۔''

''ہاں! یہ تو حقیقت ہے۔ مگر اب کرنا کیا چاہئے؟ اگر ہم سفر کرنے کے لئے کسی سمت کٹنے کی کوشش کرتے ہیں تو ضرور دُور کٹیں گے۔ برف کے اس میدان میں دیکھ لئے جانا ایک لازمی امر ہے۔ اس کے علاوہ دائیں اور بائیں سمت تم دیکھ رہے ہو کہ پہاڑی دیوار

ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم برف کے اس وسیع و عریض میدان میں اتنی دُور تک نہیں جا سکتے کہ کسی کی نگاہوں میں نہ آ سکیں کیونکہ کچھ فاصلے پر یہ برفانی پہاڑ پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان پہاڑوں میں سفر کرنا تو حماقت ہی ہو گی۔ یوں سمجھ لو! کہ ایک طرح سے ہم خود کو دوبارہ ہلاکت میں ڈال لیں گے۔''

''یقیناً...... تو پھر کیا، کیا جائے کین؟'' فلیکس نے پریشانی سے کہا۔

''دیکھو فلیکس! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ کر سکے، ضرور کریں گے۔ اور مسئلہ صرف یہی ہے کہ ہمیں یہ خطرہ مول لینا چاہئے یا نہیں؟'' میں نے پُرخیال نظروں سے فلیکس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔'' فلیکس نے کہا۔

''بس...... تو پھر تیار ہو جاؤ۔''

''کیا مطلب......؟''

''بس، تیار ہو جاؤ!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دینے کے لئے تیار ہو گیا۔

سب سے پہلے میں نے سٹین گن کے بٹ لگائے۔ اور اس کو پوری طرح تیار کر لیا۔ اس کا رُخ کسی خاص سمت میں نہیں تھا بلکہ میں اُسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میں نے فلیکس سے اوندھا لیٹ جانے کے لئے کہا۔ فلیکس، گاڑی کی سیٹ پر اوندھا لیٹ گیا۔ میں نے فلیکس کو رسیوں سے مضبوط باندھ دیا۔ فلیکس، متعجبانہ انداز میں میری اِس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔

بہرصورت! وہ اس بات کا قائل ہو ہی چکا تھا کہ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں، اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے خود کو بھی مضبوطی سے رسیوں میں لپیٹ لیا۔ ہاں البتہ میں چت لیٹا تھا۔ اور اس انداز میں لیٹا تھا کہ اپنا اُوپری بدن جس طرف چاہوں، گھما سکوں۔ چت لیٹنے کے بعد میں نے سٹین گن، فلیکس کے اکلوتے ہاتھ کے نیچے دبائی اور گاڑی کے پہیوں کو پوری قوت سے دھکیلنے لگا۔

گاڑی تھوڑی سی کھسکی۔ بس! چند انچ کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد وہ ڈھلان پر دوڑ جاتی۔ چند ساعت کے بعد میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ گاڑی تیزی سے ڈھلان پر دوڑنے لگی۔ موت کا خوفناک سفر شروع ہو گیا...... گاڑی، تیزی سے اپنا سفر طے کر رہی تھی۔

میں بائیں کروٹ ہو گیا تھا جدھر سے خیموں پر بھی نگاہ رکھ سکتا تھا اور سامنے بھی دیکھ سکتا تھا۔ گردن اُٹھائے میں سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

رُوسی اپنے خیموں میں آ، جا رہے تھے...... اور پھر ہمیں دیکھ لیا گیا۔ رُوسی حیران کن نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر چند فوجی ہاتھ اُٹھا کر چیخنے لگے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ لیکن بہرصورت! گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی اور فوجی شاید اس کے بارے میں جان نہیں پائے تھے کہ وہ کیا چیز ہے؟ البتہ وہ ہمیں رُکنے کا اِشارہ کر رہے تھے۔ لیکن رُکنے کا کیا سوال؟ گاڑی، تیزی سے رُوسی فوجیوں کے خیموں کی جانب بڑھ رہی تھی......

ڈھلان کے اس سفر کو میں اپنی زندگی کا خوفناک ترین سفر کہوں گا۔ رُوسی اگر سنبھل گئے اور حیرت کے اثرات سے آزاد ہو گئے تو ہماری راہ میں رُکاوٹ کھڑی کر کے با آسانی ہمیں روک سکتے تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ اس عجیب و غریب گاڑی کی چھان بین میں ہی مصروف رہیں اور ہم اُن کے درمیان سے نکل جائیں۔ یا پھر اگر راستے میں کوئی برفانی تودہ آ گیا تو گاڑی اُس سے ٹکرا کر اُلٹ بھی سکتی ہے۔ لیکن ان دنوں تو کوئی خطرہ، خطرہ ہی نہیں تھا۔ جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔ البتہ گاڑی کی رفتار، تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

اب رُوسیوں کی آوازیں صاف سنائی دینے لگی تھیں۔ وہ چیخ چیخ کر گاڑی روکنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ لیکن اُن بے وقوفوں کو نہیں معلوم تھا کہ یہ کوئی برفانی مشین نہیں ہے بلکہ زندگی اور موت کا کھیل ہے۔

میں سٹین گن لئے تیار تھا۔ اگر مداخلت کی کوشش کی گئی تو پھر کارروائی کروں گا۔ لیکن اگر اُن کے درمیان سے گزر گیا تو پھر کوئی بات نہیں ہے۔ اور اس خیال کے تحت میں نے سٹین گن ایک سمت کر لی تاکہ اُنہیں نظر نہ آئے۔ البتہ اپنے ہاتھ میں نے آزاد کر لئے اور پھر ایک رُوسی جملہ میرے ذہن میں آ گیا۔

جونہی میں اُن کے قریب پہنچا، میں نے ایک زوردار آواز لگائی۔ ''ہائے، سرخ سفر!'' اور گاڑی اُن کے درمیان سے نکل گئی۔ لیکن رُوسیوں نے شاید سرخ سفر پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ کیونکہ چند ساعتوں کے بعد موٹر سائیکلوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

رُوسی ہمارے پیچھے دوڑ پڑے تھے اور اُن کی رفتار کافی تیز تھی۔ گاڑی کی رفتار قدرتی تھی اور موٹر سائیکلوں کی رفتار، رُوسی سواروں کی تجربہ کاری کی رہین منت...... چنانچہ موٹر سائیکلیں

تیزی سے قریب تر آتی جا رہی تھیں۔ میں نے سٹین گن اُٹھائی، چوما اور تیار ہو گیا۔ رُوسی موٹر سائیکلیں قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔

اور پھر اُن پر سے فائرنگ ہونے لگی۔ اُنہوں نے ٹائروں کو نشانہ بنایا تھا۔ لیکن خوش بختی تھی کہ جہاز کے ٹائر تھے۔ گولی پڑی بھی ہو گی تو اُچٹ گئی ہو گی۔

''فلیکس!'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں شروع کرنے جا رہا ہوں۔''

''او کے......!'' فلیکس بھی خوش دلی سے بولا۔ وہ ذرا بھی نروس نہیں تھا۔ تب میں نے گردن اُٹھائی اور دوسرے لمحے، سٹین گن سے فائرنگ شروع ہو گئی...... موٹر سائیکل سوار اُچھل اُچھل کر نیچے گرے۔ لیکن اُن کے پیچھے دوسرے بھی تھے۔ وہ ابھی اس صورتحال سے واقف نہیں تھے۔ لیکن گاڑی کے نزدیک پہنچنے والوں کا حشر دیکھ کر سنبھل گئے تھے۔ اور پھر دوسری طرف سے بھی سٹین گن سے گولیاں برسنے لگیں اور پیچھے والوں کی رفتار بھی خاصی تیز ہو گئی۔

میں بڑی احتیاط سے گولیاں خرچ کر رہا تھا۔ میں نے تاک کر ایک سوار کو نشانہ بنایا۔ پھر دوسرے کو...... لیکن اس کے ساتھ ہی گاڑی کے قریب ایک دستی بم پھٹا اور گاڑی اُچھل گئی۔ لیکن شکر ہے، اُس کا رُخ نہیں بدلا۔ ورنہ وہ رُک جاتی۔ اب میں نے آدھا جسم اُٹھا کر زبردست فائرنگ شروع کر دی اور موٹر سائیکل سوار پھیل گئے۔ لیکن میں تاک تاک کر اُنہیں نشانہ بنانے لگا۔ میری یہ کوشش رائیگاں نہیں گئی۔ میں نے بے شمار سواروں کو لٹا دیا۔ اور پھر سخت جدوجہد کے بعد اُن کے آخری آدمی کو بھی ہلاک کر دیا......

اب دُور دُور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک تیز ہو گئی تھی۔ کیونکہ ڈھلان بہت گہرے تھے۔ اب کسی کا نشان نہیں تھا اور ہم دونوں قہقہے لگا رہے تھے۔

''دیکھا فلیکس! اس بغیر انجن اور پٹرول کی گاڑی کو؟''

''بہت ہی عمدہ! اب اگر یہ ہمیں کسی گہرے کھڈ میں بھی لے جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔'' فلیکس نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''موت، ہم سے خوفزدہ ہے فلیکس! اس لئے گاڑی کسی کھڈ میں نہیں گرے گی۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... نہیں گرے گی۔'' فلیکس بولا اور برانڈی کی ایک بوتل کا، کاک کھول کر اُسے میری طرف بڑھا دیا۔

''اوہ...... شکریہ!'' میں نے بوتل منہ سے لگائی اور اُسے آدھا خالی کر کے فلیکس کے منہ سے لگا دیا۔ فلیکس نے بھی وحشیانہ انداز میں بوتل خالی کر دی۔ ہم دونوں بہت خوش تھے۔ اور یہ خوشی کسی خوش آئند وقت کا پیش خیمہ تھی۔

گاڑی کی رفتار ست ہوتی جا رہی تھی۔ اور ہم نے بہت جلد اس بات کو محسوس کر لیا۔ میں نے گردن اُٹھائی اور ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں سنسناہٹ دوڑ گئی...... جس سمت میں نے جھانکا تھا، اس طرف انتہائی گہرائیاں تھیں اور ان گہرائیوں میں بے شمار خیمے نظر آ رہے تھے...... اگر گاڑی کا رُخ ذرا سا بدل جاتا تو وہ اُن گہرائیوں میں جا سکتی تھی جو بالکل سیدھی تھیں۔ اور گاڑی اُن کے کنارے کنارے دوڑ رہی تھی۔

لیکن وہ خیمے...... کیا کوئی اور رُوسی چھاؤنی؟ خیموں پر فلیگ بھی لگا ہوا تھا۔ لیکن یہ فلیگ...... فلیگ رُوسی نہیں تھا۔ میں نے غور کیا اور بمشکل مسرت دبائی۔ یہ ترکی کا جھنڈا تھا۔

گویا ہم رُوسی سرحد سے نکل آئے تھے اور ترک سرحدوں میں داخل ہو گئے تھے۔ ایک خوفناک خطرہ ٹل گیا تھا اور ہماری زندگی کا یہ بھیانک ترین سفر ختم ہو گیا تھا۔ میں نے جلدی جلدی اپنے جسم کی رسیاں ڈھیلی کرنا شروع کر دیں۔

''یہ...... یہ کیا کر رہے ہو؟ ابھی گاڑی کی رفتار بہت تیز ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''فلیکس! کیا تم ترکی زبان سے واقف ہو؟'' اُس کی دانست میں، میں نے ایک بے تکا سوال کر دیا۔

''ایں......؟'' وہ تعجب سے بولا۔

''کیا تم ترکی زبان سے واقف ہو؟''

''بخوبی...... لیکن کیوں؟''

''ہم، ترکی میں داخل ہو گئے ہیں۔''

''کیا......؟'' فلیکس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

''ہاں فلیکس! ہم رُوس کی سرحدوں سے نکل آئے ہیں۔''

''تمہیں کس طرح معلوم؟''

''بس! معلوم ہو گیا۔ تم خوش ہو جاؤ۔'' اور فلیکس پر سناٹا چھا گیا۔ کافی دیر تک اُس کی زبان ہی نہ کھل سکی۔ پھر وہ بڑی مشکل سے بولا۔

''کیا تم درست کہہ رہے ہو میرے دوست؟''

''سو فیصدی......!''

''آہ...... بالآخر ہم زندگی کی طرف لوٹ ہی آئے۔''

''ہاں......!'' میں نے کہا اور رسیاں کھول کر آزاد ہو گیا۔ گاڑی کی رفتار اب بہت ست ہو گئی تھی...... اور پھر وہ رُک گئی۔ میں اُچھل کر نیچے آ گیا۔ اور پھر میں نے فلیکس کو بھی آزاد کر دیا۔

''اب بتاؤ......'' اُس نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ اُس کی نگاہ ایک طرف اُٹھ گئی تھی۔ میں بھی اُسی جانب دیکھنے لگا۔ ایک ترکستانی سرحدی بستی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مویشیوں کا ایک گلہ نظر آ رہا تھا اور اُس کا نگہبان ترکستانی لباس میں نظر آ رہا تھا۔ فلیکس کی آنکھیں نمناک ہو گئیں...... ''ہاں...... ہم واقعی ترکی میں داخل ہو گئے ہیں۔''

''کیا خیال ہے؟ زندگی، موت کی آغوش میں جا سکتی ہے۔''

''جب تک وقت پورا نہ ہو، ممکن نہیں۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''چلو! پھر تیار......'' میں نے کہا اور گاڑی کو دھکیلنے لگا۔ رُخ اُسی چرواہے کی طرف تھا جو ہم سے بے خبر اپنی دُھن میں مست اپنے مویشیوں کو چرا رہا تھا۔ جب ہم اُس کے قریب پہنچے تو اُسے آہٹ محسوس ہوئی تھی۔ تب اُس نے مُڑ کر ہمیں دیکھا اور اُس کی نگاہوں میں تعجب کے آثار پیدا ہو گئے۔

وہ لمبی داڑھی والا سرخ و سفید ترک آدمی تھا جس کا جسم خاصا چوڑا چکلا تھا۔ چند ساعت وہ ہمیں گھورتا رہا۔ پھر آگے بڑھا اور اُس نے ہمیں اپنی زبان میں سلام کیا۔ میں نے ترکی زبان ہی میں اُسے جواب دیا اور وہ بے پناہ خوش نظر آنے لگا۔ تب اُس نے سوال کیا۔

''یہ انوکھی چیز کیا ہے تمہارے پاس؟ اور تم کہاں سے آ رہے ہو؟''

''بس! ایسے ہی گھومنے پھرنے والے سیاح ہیں۔ یہ گاڑی ہم نے خود بنائی ہے اور اس پر سیر کو نکلے ہیں۔''

''واہ...... انوکھی گاڑی ہے۔ اس میں نہ تو انجن ہے اور نہ ہی اسے چلانے کی کوئی دوسری چیز۔ تم اسے چلاتے کس طرح ہو؟'' چرواہے نے ہماری گاڑی کے نزدیک آ کر غور سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بس! کبھی اسے دھکیلنا پڑتا ہے اور کبھی یہ ڈھلانوں پر خود دوڑتی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

پھر اچانک اُس کی نگاہ فلیکس پر پڑی اور وہ چونک اُٹھا۔ ''اوہو...... یہ معذور آدمی...... یہ معذور آدمی۔'' اُس نے تاسف انگیز لہجے میں کہا۔

''ہاں...... میرا دوست حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔'' میں نے اُسے جواب دیا اور اُس کی نگاہوں سے دُکھ جھانکنے لگا۔

''بڑا افسوس ہوا۔ لیکن تم جا کہاں رہے ہو؟'' بوڑھے نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تمہاری بستی میں...... تمہارے مہمان بننا چاہتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور بوڑھا مسکرانے لگا۔

''سر آنکھوں پر...... دل و جان سے......'' اُس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ ان لوگوں کی مہمان نوازی کے بارے میں میری کچھ معلومات نہیں تھیں۔ لیکن فلیکس جانتا تھا۔ مجھے ترکی زبان بولتے دیکھ کر فلیکس نے تعجب کا اظہار کیا۔

''تم تو اچھی خاصی ترکی بول لیتے ہو کین!'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... میں کئی زبانوں سے واقف ہوں فلیکس!''

چرواہا اپنی بھیڑوں کو سمیٹنے میں مصروف ہو گیا تھا اور اپنے منہ سے عجیب وغریب آوازیں نکال رہا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ تمام مویشی اکٹھے ہوتے جا رہے تھے۔ چرواہا ہماری آمد سے بہت خوش تھا۔ تب وہ ہمارے نزدیک آ کر بولا۔ ''معزز مہمانو! میں تمہیں اپنی بستی میں خوش آمدید کہوں گا۔ آؤ...... میرے ساتھ آؤ!'' چرواہے نے کہا اور ہم، اُس کے ساتھ چل پڑے۔ اُس کی اس مہمان نوازی سے ہم بڑے ہی خوش تھے۔

بستی کے مکان زیادہ تر لکڑیوں اور گھاس پھونس کے بنے ہوئے تھے۔ یقینی طور پر یہاں زلزلے بھی آتے ہوں گے۔ کیونکہ یہ پہاڑی علاقہ تھا اور اسی لئے یہ مکانات اس انداز کے بنائے گئے تھے کہ زلزلوں سے متاثر نہ ہوں۔

ایسے ہی ایک چھوٹے سے مکان کے نزدیک چرواہا رُک گیا۔ اُس نے چند ساعت ہمیں باہر ہی ٹھہرنے کے لئے کہا۔ ہم نے اپنی گاڑی، اس گار کے احاطے میں کھڑی کر دی۔ چرواہا اندر چلا گیا اور چند ساعت کے بعد واپس آ گیا۔ ''معزز مہمانوں کو اپنے چھوٹے سے مکان میں خوش آمدید کہتا ہوں۔'' اُس نے کہا اور ہم اُس کے ساتھ اُس کے مکان میں داخل ہو گئے۔

میں، فلیکس کو سہارا دیئے ہوئے تھا اور فلیکس کا چہرہ، خوشی سے سرخ نظر آ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس معذوری کے عالم میں بھی کوئی شخص اُسے اِتنا طویل سفر کرانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ بہرصورت! اُس کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار تھے۔ اور مجھے خوشی تھی کہ اُس کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

چرواہے نے ہمیں ایک چھوٹے سے کیبن نما کمرے میں ٹھہرایا۔ یہاں اُس نے ہمارے لئے تمام آسائشوں کا بندوبست کرنے کی کوشش کی تھی۔ بھیڑوں کا عمدہ دُودھ ہمیں پینے کے لئے دیا گیا جس کے بعد ہم نے خود میں کافی توانائی محسوس کی۔ تب چرواہے نے کہا۔ ''معزز مہمانو! مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو۔ تاکہ میں مویشی اُن کے مالکان کے حوالے کر آؤں۔ اس کے بعد آ کر تم سے تمہارے دلچسپ سفر کے بارے میں گفتگو ہو گی۔'' میں نے چرواہے کو اجازت دے دی اور وہ چلا گیا۔

فلیکس نے کھال کے بنے ہوئے بستر میں لیٹ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''انسان کے عزم کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔''

''میں نے تم سے کہا تھا نا فلیکس!''

''تم......'' فلیکس نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔ ''تم ایک قابلِ تحقیق انسان ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تم عزم کی کون سی تصویر ہو؟ تم نے کسی جگہ بھی حالات سے شکست قبول نہیں کی بلکہ سخت ترین حالات میں بھی ناقابلِ تسخیر نظر آئے۔ یقین کرو کین! اگر تمہاری جگہ میں ہوتا اور صحیح و سالم ہوتا، تب بھی شاید تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کر سکتا۔''

''چھوڑو...... جانے دو فلیکس! میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی ملی تو ہم دونوں کو ملے گی اور اگر موت آئی تو پہلے میں مروں گا۔''

''تب، ڈیئر کین...... آؤ! ایک اور فیصلہ کر لیں۔ جب تک زندگی ہے، ساتھ ہی جئیں گے اور موت کو بھی ساتھ ہی گلے لگائیں گے۔'' فلیکس نے میری طرف ہاتھ پھیلایا اور میں اُسے دیکھنے لگا۔ بے شمار خیالات، میرے ذہن میں رقصاں تھے۔ ''یقین کرو کین! مجھے ذرا سا موقع مل جائے تو میں اپنا ہاتھ اور پاؤں بالکل درست کر لوں گا۔ تم دیکھ چکے ہو، وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تمہارے اُوپر بوجھ نہیں بنوں گا۔''

''یہ بات نہیں ہے فلیکس! بلکہ میری زندگی کا ایک مشن ہے۔ میں اُسے پورا کرنا چاہتا

ہوں۔'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''میں، تمہارا ہم شکل ہوں کین! اس مشن کو دو افراد میں تقسیم کر دو۔ مجھے اپنا بہتر ساتھی پاؤ گے۔'' اُس نے پرُخلوص لہجے میں کہا۔ اور میرا ہاتھ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھ گیا۔ اور ہم دونوں نے مضبوطی سے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام لئے......

☆......☆......☆

فلیکس کی آنکھوں میں خوشی ناچ رہی تھی۔ ہم دونوں مضبوطی سے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ پھر چرواہا، واپس آ گیا۔ ''کہو دوستو! کیسے ہو؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟'' اُس نے چہکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''تمہارا شکریہ دوست...... بیٹھو! تمہارا نام کیا ہے؟''

''خاتوف مسلم......!'' اُس نے جواب دیا۔

''اور تمہاری اِس بستی کا کیا نام ہے؟''

''البا......!'' اُس نے جواب دیا۔

''استنبول یہاں سے کتنی دُور ہے؟''

''نو سو کلومیٹر۔''

''خوب...... تمہیں ہمارے یہاں آنے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟''

''تم نے دوسری بار یہ سوال کیا ہے۔ یہ سوال ہمارے لئے ایک گالی ہے۔ براہِ کرم! بار بار یہ گالی مت دو۔'' چرواہے نے کہا۔

''تمہارا شکریہ خاتوف! ہم دراصل برف کے طوفان میں پھنس گئے تھے۔ بڑی مشکل سے نکل پائے ہیں۔ ہمیں چند چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ کیا تمہاری بستی میں کوئی بڑھئی موجود ہے؟''

''بڑھئی...... ہاں، ہے۔ ارسنوف، ہر قسم کا فرنیچر بناتا ہے اور باہر لے جا کر بیچ دیتا ہے۔''

''کیا استنبول جا کر؟''

''نہیں...... استنبول تو بہت دُور ہے۔ وہ عدانہ جاتا ہے۔''

''کیا اُس کے پاس سواری کا بندوبست ہے؟''

''ہاں...... تین گھوڑوں کی گاڑی۔ جس میں وہ آتا جاتا ہے۔''

''ہماری اِس انوکھی گاڑی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ کسی کے کام آ سکتی

ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا...... لیکن تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم برائے کرم! تکلیف کر کے ہمیں ارسنوف سے
ہمیں اُس سے کچھ کام ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''میں اُسے دیکھ لوں گا۔ اگر وہ عدانہ نہیں گیا ہے تو آ جائے گا۔'' خاتوف نے
دیا۔

''بس، بابا خاتوف! اس کے علاوہ ہمیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں
اور بوڑھا تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ کر چلا گیا۔ ہم دونوں آرام کرنے لگے۔

دوسرے دن صبح بوڑھے خاتوف نے ہمیں ناشتہ پیش کیا جو بہت عمدہ اور تازہ چیز
مشتمل تھا۔ ناشتے پر ہی اُس نے بتایا کہ اُس کی ملاقات ارسنوف سے ہو گئی ہے۔ اور
نے مہمانوں کا پیغام اُسے دے دیا ہے۔

''کب آئے گا وہ......؟''

''میں نے اُسے کہہ دیا تھا کہ سورج چڑھے آئے۔ ممکن ہے، مہمان دیر سے جاگے
عادی ہیں۔ ہاں! اگر تم کہو تو میں جا کر اُسے بلا لاؤں۔ اس کے بعد میں اپنی بھیڑیں
چلا جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے بابا! تم یہ تکلیف کرو۔'' میں نے کہا اور خاتوف ناشتے کے بعد چلا گیا۔''
تھوڑی دیر بعد وہ ایک گٹھے ہوئے جسم کے سادہ لوح شخص کے ساتھ واپس آیا تھا۔

''یہ ارسنوف ہے...... اور اب مجھے اجازت دیں، ورنہ دیر ہو جائے گی۔ اس بستی
مہمان، سب کے مہمان ہوتے ہیں۔''

''یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے خاتوف! تم جاؤ۔'' ارسنوف نے مسکراتے ہوئے کہا
خاتوف کے جانے کے بعد ہم سے بولا۔ ''ہاں تو معزز لوگو! میں تمہارے کس کام
ہوں؟''

''تم لکڑی کا کیا کیا کام کر لیتے ہو ارسنوف؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''لکڑی سے جو جو کام ہوتا ہے، وہ میں کر لیتا ہوں۔''

''گویا تم اپنے کام کے ماہر ہو۔'' فلیکس مسکرایا۔

''ہاں جناب! لوگوں کا یہی خیال ہے۔ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟''

''ہم نے ایک برفانی گاڑی میں سفر کیا ہے۔ یہ گاڑی عجیب وغریب چیزوں سے تیار کی
ائی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ تمہارے کس کام آ سکتی ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ معاوضے میں تم وہ
اڑی ہم سے لے لو اور اپنے استعمال میں لاؤ۔ اس کے عوض تمہیں ہمارے لئے دو کام
رنے ہوں گے۔''

''معاوضے کی بات چھوڑو۔ کیونکہ تم، ہمارے مہمان ہو۔ اور ہماری روایات کے مطابق
ہمان ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ! کہ میں تمہاری کیا خدمت کر
کتا ہوں؟''

''میرا دوست، ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے محروم ہے۔ تم اس کے لئے لکڑی کا ایک
تھ اور ایک ٹانگ، اس کے سائز کے عین مطابق بنا دو۔ اور اس کے بعد عدانہ تک چھوڑ دو۔
ں! یہ ذمہ داری ہم، تمہارے اُوپر ڈالنا چاہتے ہیں۔''

''ہوں......!'' ارسنوف کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

'ہاتھ تو لکڑی کا بنا دیا جائے گا۔ ظاہر ہے، اس سے کوئی کام نہیں لیا جا سکتا۔ لیکن پاؤں کو
ہارا دینے کے لئے کیا بیساکھی مناسب نہیں ہو گی؟''

''یہ اندازہ نہیں ہونا چاہئے کہ پاؤں مصنوعی ہے۔ میرا دوست مصنوعی پاؤں کے
ہارے چلنے کی مشق رکھتا ہے۔ پہلے اس کے پاس پاؤں تھا لیکن وہ برفانی طوفان کی نذر ہو

''ہوں...... یہ بات ہے۔ اچھا! تو کیا میں کٹے ہوئے پاؤں کو آخری حصے سے دیکھ سکتا
وں؟'' ارسنوف نے پوچھا۔

''ہاں...... کیوں نہیں؟'' فلیکس نے کہا۔ پھر اُس نے اپنا لباس اُٹھا کر کٹا ہوا پاؤں
کھایا۔ اور اس کے بعد ہاتھ بھی۔ ارسنوف نے بغور دونوں چیزوں کو دیکھا اور سوچتا رہا۔ پھر
س نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے...... دونوں چیزیں تیار ہو جائیں گی۔ بہتر ہے کہ تم، مجھے اسی وقت ناپ لینے
کی اجازت دے دو۔''

''ضرور، ارسنوف! ظاہر ہے کہ ہماری خواہش بھی یہی ہے کہ تم جلد از جلد ہمارا یہ کام کر
دو۔''

''تب میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔'' اُس نے کہا اور پھر ہم سے اجازت

لے کر چلا گیا۔

اُس کے جانے کے بعد ہم دونوں خاموش کچھ سوچتے رہے تھے۔ ارسنوف کے آ
ہم نے اتفاق سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ارسنوف، ناپ لینے کی چیزیں لے کر آیا تھا۔
نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے دوست کو اپنے سہارے سے کھڑا کرلوں۔ میں نے ایسا
ارسنوف نے کھڑے ہوئے فلیکس کا ناپ لیا اور اُس کے پاؤں کی موٹائی، نیچے کی
غرض ہر چیز کو ناپا۔ پھر ہاتھ کی باری آئی۔ اس کے بعد اُس نے اُسے لٹا کر اُس کا ناپ

''دو دفعہ ناپ لینے کی ضرورت کیوں پیش آئی ارسنوف؟'' میں نے پوچھا۔

''کھڑے ہونے سے پاؤں پر دباؤ پڑتا ہے۔ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس دباؤ کا
ہے؟ اور کھڑے ہونے سے پاؤں کتنا چھوٹا ہوتا ہے؟ اور گوشت، کتنا دبتا ہے؟''

''یوں لگتا ہے، جیسے تم واقعی اپنے کام کے ماہر ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے
ارسنوف نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر چند ساعت کے بعد بولا۔

''اب تم مجھے وہ برف کی گاڑی دکھا دو۔ مجھے چنداں، اس معاوضے کی ضرورت
ہے، جس کا تذکرہ تم نے کیا ہے۔ میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ممکن ہے، پا
تیاری کے سلسلے میں اس میں سے کوئی ایسی چیز مل جائے جو کام کی ہو۔''

''اوہ...... ضرور ارسنوف! اس کے لئے تمہیں، میرے ساتھ چلنا ہوگا۔'' میں نے
ارسنوف تیار ہوگیا۔ پھر میں، فلیکس سے اجازت لے کر ارسنوف کے ساتھ باہر آ گیا۔
سا فاصلہ طے کر کے ہم، اُس انوکھی گاڑی تک پہنچ گئے جو سب کے لئے حیرت نا
ارسنوف نے بھی تعجب سے اُس گاڑی کو دیکھا تھا۔

''خوب چیز ہے۔ تمام کی تمام قیمتی چیزوں سے آراستہ...... اور جس چیز کی مجھ
ہے، وہ اس میں موجود ہے۔''

''تمہیں کس چیز کی تلاش تھی ارسنوف؟'' میں نے پوچھا۔

''کسی ایسی نرم چیز کی، جو گوشت اور لکڑی کے درمیان کی جگہ کو لچک دار بنا د
اس کی سیٹوں میں ایسا ربڑ موجود ہے۔ ویسے میں تمہیں مشورہ دوں کہ اس قیمتی گاڑ
کباڑی کے ہاتھ فروخت کر دو۔ وہ تمہیں اس کی اتنی قیمت دے گا کہ تم مطمئن ہو جاؤ
ارسنوف نے کہا۔

''ہم اسے فروخت نہیں کرنا چاہتے ارسنوف! بس...... تم، ہمارا کام کر دو۔ اور ا

بعد یہ گاڑی تمہاری ملکیت ہوگی۔''

''میں نے کہا نا، تم بار بار کیوں اس کی تلقین کر رہے ہو کہ میں، مہمانوں سے معاوضہ وصول کروں؟ میں تم سے یہ گاڑی خرید لیتا، کیونکہ اِس میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو میرے کام آئیں گی۔ لیکن میں اس کی صحیح قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ میرے پاس تو ایک معمولی سی رقم پڑی ہوئی ہے جس کے عوض یہ مجھے مل جاتی تو میں اس سے کافی فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ لیکن وہ اتنی معمولی ہے کہ میں، تمہیں گاڑی کے عوض دیتے ہوئے شرمندگی محسوس کروں گا اور سوچوں گا کہ بالآخر میں نے تمہاری پیشکش قبول کر لی۔''

''خیر...... یہ ساری باتیں بعد کی ہیں ارسنوف۔ بس! تم اپنا کام شروع کر دو۔'' میں نے کہا اور اُس نے گردن جھکا دی۔

پھر اُس نے میری اجازت سے اُس گاڑی میں سے چند چیزیں نکال لیں اور واپس چلا گیا۔

واپس آ کر میں نے فلیکس کو اس بارے میں بتایا اور فلیکس کہنے لگا۔ ''یوں لگتا ہے، جیسے یہ شخص واقعی اپنے کام کا ماہر ہو۔''

''ہاں...... باتوں سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ جو کچھ کر کے لاتا ہے، وہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟''

''ٹھیک ہے...... خدا کرے! یہ جلد اپنا کام مکمل کر لے۔'' فلیکس نے کہا اور مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''بہرصورت کین، میرے دوست! تم نے میری بہت مدد کی ہے۔ میں زندگی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے کوئی اتنا اچھا ساتھی مل سکتا ہے جو سخت ترین مراحل میں میرا ساتھ دے سکتا ہے۔''

'یہ باتیں اب پرانی ہوگئی ہیں فلیکس! چنانچہ اب ہمیں نئے موضوع تلاش کرنے چاہئیں۔ سوچنا یہ ہے کہ استنبول سے ہم کہاں جائیں؟ اور اس کے بعد کس انداز میں اپنا کام شروع کریں؟''

''یہ تو زیادہ مشکل بات نہیں ہے ڈیئر کین! بس...... ابتدائی مراحل طے ہو جانے دو۔ اس کے بعد سب کچھ دیکھ لیں گے۔'' وہ خاموش ہوگیا...... شام کو بابا خاتوف واپس آ گیا۔

بابا خاتوف نے ہم سے ہماری ضروریات کے بارے میں پوچھا اور ہم نے اُس کا شکریہ ادا کیا کہ اُس نے ہر طرح ہمارا خیال رکھا۔ ارسنوف کے بارے میں اُس نے پوچھا تو میں

نے اُسے بتایا کہ ہم نے اُسے جس کام کے لئے بھیجا ہے، وہ اُسے بتا دیا گیا ہے۔ اب د
یہ ہے کہ وہ، ہمارا کام کس حد تک انجام دیتا ہے؟''

''اگر تمہارا کام، بڑھئی کے کام سے متعلق ہے تو یقین کرو! ارسنوف سے عمدہ بڑھئی
بستی میں موجود نہیں ہے۔ اس بستی کے علاوہ استنبول تک اُس کا فرنیچر پسند کیا جاتا ہے
خاتوف نے کہا۔

''بلاشبہ! ایسا ہی ہو گا۔'' اُس نے کہا۔ پھر رات ہو گئی اور بوڑھا خاتوف ہمیں ا
علاقے کے قصے سنانے لگا۔

تین دن صرف ہوئے تھے ارسنوف کو اپنا کام مکمل کرنے میں۔ اور اُس وقت، جب م
اور فلیکس بیٹھے اُس نقشے کو ترتیب دے رہے تھے، جس کے مطابق ہمیں سفر کرنا تھا
ارسنوف نے باہر سے آواز دے کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

''آ جاؤ ارسنوف!'' میں نے جواب دیا اور ارسنوف اندر آ گیا۔ کپڑے میں لپ
چیزیں، اُس کے پاس تھیں جنہیں اُس نے ہمارے سامنے کھول دیا۔ اور بلاشبہ! یہ انا
اعضاء کی حیرت انگیز نقل تھی۔ اُنہیں دیکھنے کے بعد یہ بات تسلیم کرنی پڑتی تھی کہ ارسنو
اپنے کام میں بے حد مشاق ہے۔ خاص طور سے اُس نے اُن چیزوں کو جسم میں فٹ کر
کے لئے جو کمانی بنائی تھی، وہ قابلِ تعریف تھی۔ دونوں چیزوں پر فلیکس کی کھال کے رنگ کو
نظر رکھتے ہوئے رنگ کیا گیا تھا۔ اور ایک نگاہ میں کوئی بھی نہیں پہچان سکتا تھا کہ ان میں
کوئی چیز مصنوعی ہے۔

''اگر کبھی میں اپنی زندگی میں سیٹ ہو گیا ارسنوف! تو تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔ ا
انسانی اعضاء تیار کرنے والی ایک فرم کھولوں گا، جس میں تربیتی شعبہ تمہارے حوالے ہو گا
بلاشبہ! تم اپنے کام کے ماہر ہو۔''

''گویا تم، میرے کام سے مطمئن ہو؟''

''آہ...... تم نے اس میں جو، ربڑ استعمال کیا ہے اس نے میری ایک بڑی مشکل حل
دی ہے۔ لکڑی یا لوہے کے استعمال سے میرے گوشت میں چبھن ہوتی تھی، جس سے تکلی
کے علاوہ میری چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ آ جاتی تھی۔ میرا خیال ہے، اب یہ نقص بھی دور
گیا۔

''لاؤ! میں اِسے فٹ کر دوں۔'' ارسنوف نے کہا اور پھر وہ اپنے کام میں مصروف

گیا۔ ٹانگ اور ہاتھ، اُن کی جگہوں پر فٹ کر دیئے گئے اور فلیکس ایک نارمل انسان کی طرح کھڑا ہو گیا۔

''اُسے بے جھجک چلتے دیکھ کر ارسنوف نے کہا۔ ''میں نے بلاشبہ! لکڑی کی ایک ٹانگ بنائی ہے۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اندر کوئی مکینزم فٹ نہیں کیا تھا۔ اس کی کارکردگی حیرت انگیز ہے۔''

میں یوں حیرت نہ کر سکا۔ میں پہلے بھی فلیکس کو دیکھ چکا تھا۔ اور وہ اتنی مہارت سے سپرنگ کی ٹانگ سے چلتا تھا کہ یہ اندازہ قطعی نہیں ہوتا تھا کہ اُس کی ٹانگ مصنوعی ہے۔ چنانچہ اب پھر وہ اپنی اصل حالت میں تھا۔

''تمہیں حیرت ہو گی کین! کہ میں اپنے ہاتھ کو بھی ایک مخصوص انداز میں جنبش دے سکتا ہوں۔ فلیکس نے اپنا ہاتھ ہلا کر دکھایا۔ ''اور اگر اس ہاتھ میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے یعنی اس کو کہنی کے پاس سے موڑا جا سکے اور کچھ ایسے سپرنگ لگا دیئے جائیں جو مضبوط اور طاقتور ہوں، اس کے علاوہ اس کی اُنگلیوں میں بھی وہی سپرنگ استعمال کئے گئے ہوں تو میں اس ہاتھ کو اپنے پنجے کے انداز میں جنبش دے سکتا ہوں۔ مگر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ ہاں! اگر کبھی مجھے بہتر زندگی کے مواقع ملے تو میں اپنے اِن اعضا کو مکمل کروں گا۔''

''کیوں نہیں فلیکس؟ ہمیں یہ مواقع جلد ہی حاصل ہونے والے ہیں۔ بہرصورت! اپنے دوست، ارسنوف کا شکریہ تو ادا کرو۔ اس نے ہماری جو مشکل حل کر دی ہے، اس کا تو کوئی جواب نہیں ہے۔

''بے شک...... بے شک! اور میرے دوست ارسنوف! میں واقعی تمہیں تمہاری اس مہارت کا معاوضہ ادا نہیں کر سکوں گا۔ لیکن ہم نے جس گاڑی کا تذکرہ کیا ہے، وہ اب تمہاری ملکیت ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ تم اسے قبول کرنے سے انکار نہیں کرو گے۔''

''صرف ایک صورت میں......'' ارسنوف نے جواب دیا۔

''کوئی صورت نہیں...... بس! وہ تمہاری ملکیت ہے۔''

''نہیں میرے دوست! اگر یہ بات ہماری روایات کے خلاف نہ ہوتی تو مجھے اعتراض نہ ہوتا۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''یہی کہ میں اِسے بلا معاوضہ قبول نہیں کروں گا۔''

''افوہ...... جب ہم تمہیں دینا چاہتے ہیں اور ہمیں کسی معاوضے کی ضرورت بھی نہیں تو پھر تمہیں کیوں انکار ہے؟''

''اس لئے کہ یہ میری مہمان داری کے خلاف ہوگا۔ میں نے اپنے مہمان کی خو... سے تمہارا یہ چھوٹا سا کام کر دیا ہے۔ اگر تم یہ گاڑی میرے حوالے کر دیتے ہو بلاشبہ! میرے لئے بڑی قیمتی اور بڑی کارآمد ہے تو یہ میری محنت کا معاوضہ ہو جائے گا۔ مہمانوں سے معاوضہ وصول کرنا میرے لئے گالی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے میری اس خدمت کے صلے میں تم، مجھے گالی نہ دو گے۔'' ارسنوف نے کہا اور میں نے فلا... کی جانب دیکھا۔

''جبکہ ارسنوف نے کہا ہے کہ یہ گاڑی اس کے لئے بے حد کارآمد اور قیمتی ثابت ہو... اور اس کے کئی کاموں میں آ سکے گی...... لیکن وہ اس کے لئے تیار بھی نہیں ہے کہ وہ گاڑی کو ہم سے بلا قیمت حاصل کرے۔ چنانچہ اس سے کیوں نہ قیمت حاصل کر لی جا... جس کا ارسنوف نے تذکرہ کیا ہے؟''

''ہاں...... اگر یہ اسے گالی سمجھتا ہے تو ٹھیک ہے۔ بہرصورت! ہم اسے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ ہمارے عزیز دوست کی ضرورت ہے۔''

تب میں نے ارسنوف کی طرف دیکھا۔ ''ٹھیک ہے ارسنوف! جو رقم، تمہارے پاس... وہ تم اس گاڑی کو خریدنے میں صرف کر دو۔ ہم اسے بیچنے کے لئے تیار ہیں۔''

''میں تمہارا بے حد شکرگزار ہوں میرے دوست! لیکن تم سوچ لینا، اگر تمہیں یہ... محسوس ہو تو پھر میں، اسے کباڑی کے ہاتھ فروخت کرائے دیتا ہوں اور اُس سے... ضروریات کی وہ چیزیں خرید لوں گا، جو میرے لئے ضروری ہیں۔''

''ہرگز نہیں...... ہرگز نہیں! اب اس معاملے کو ختم کر دو۔ دیکھو! ہمارا دوست خاتوف... ہے۔''

بوڑھے خاتوف نے زمین پر کھڑے ہوئے فلیکس کو دیکھ کر شدید حیرت کا اظہار کیا... متعجبانہ انداز میں آگے بڑھا۔ اور پھر اُس نے فلیکس کی ٹانگ پر سے کپڑا اٹھایا اور حیران... گیا۔

''ناممکن...... بخدا، ناممکن......!'' اُس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''کیا ناممکن ہے خاتوف؟'' میں نے پوچھا۔

''کل تک تو...... صبح تک تو...... ہمارے دوست کی یہ کیفیت نہیں تھی۔ اس کی یہ ٹانگ تو موجود نہ تھی۔ بھلا ٹانگیں بھی کہیں اُگتی ہیں؟'' خاتوف نے سادگی اور حیرت سے کہا۔

''ہاں! اور اب اس کے یہ ٹانگ اُگ آئی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری ہمارے دوست ارسنوف پر ہے۔''

''ارسنوف پر...... اوہ...... ارسنوف!...... تو کیا...... یہ ٹانگ لکڑی کی ہے؟'' خاتوف نے حیرت سے پوچھا۔ پھر وہ عجیب انداز میں ہنس پڑا اور کہنے لگا۔ ''ٹانگ تو لکڑی کی پہلے بھی دیکھی ہے۔ لیکن وہ عجیب سی ہوتی ہے۔ اس پر دو کھپچیاں لگی ہوتی ہیں اور سب سے اُوپر بغل میں ٹکانے کی جگہ...... لیکن یہ ٹانگ، بدن میں کیسے پہنچ گئی؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تم چل سکتے ہو؟'' خاتوف اس سارے معاملے سے بہت متاثر نظر آ رہا تھا۔ فلیکس نے اُسے چل کر اور اپنے ہاتھ کو جنبش دے کر دکھایا اور خاتوف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بہت دیر تک وہ تعجب کا اظہار کرتا رہا۔ پھر اُس نے مسرور لہجے میں کہا۔ ''واہ، میرے دوست ارسنوف! مجھے کیا پتہ تھا کہ تم لکڑی کے جادوگر ہو...... میں نے آج تمہارے جادو کو دل و جان سے قبول کر لیا ہے۔''

''اور ہم دونوں نے تمہاری محبت کے جادو کو'' بابا خاتوف! تم نے اور تمہارے دوست ارسنوف نے جو بہترین سلوک ہمارے ساتھ کیا ہے، ہم اسے تازندگی نہیں بھولیں گے۔ اب چونکہ ہماری ضرورت پوری ہو چکی ہے، اس لئے ہمیں اجازت دو۔ کیونکہ کچھ دوسرے کام بھی ہیں۔ ہمارے اپنے ساتھی، ہماری موت کا یقین کر چکے ہوں گے۔''

''اوہ...... اگر یہ بات ہے تو میں، تمہیں نہیں روکوں گا۔''

''بات اب پھر ارسنوف پر آتی ہے۔ کیا ہمارا دوست، عدانہ روانگی کے لئے تیار ہے؟''

''میں تو اپنا کام تقریباً مکمل کر چکا تھا۔ عدانہ کے ایک رئیس آدمی نے صندل کی لکڑی کا کچھ فرنیچر بنوایا تھا، جو میں نے تیار کر لیا ہے۔ اس بار دوسری کوئی چیز فروخت کے لئے موجود نہیں ہے۔ اس لئے میں فرنیچر لے جانے کے لئے تیار ہوں۔''

''تو پھر، ہم کب روانہ ہو رہے ہیں؟''

''کل...... علی الصبح، اگر برف باری نہ ہوئی تو......''

''ٹھیک ہے۔ شکریہ ارسنوف! ہم بستی البا کو عرصے تک نہیں بھول سکیں گے۔ اس بستی نے ہمیں نہ صرف زندگی کا پیغام دیا، بلکہ ایسے دوست بھی جنہوں نے خلوصِ دل سے ہماری

مدد کی۔

''یہ ہماری روایت ہے۔ اسے یاد رکھنا۔ یہی ہماری محبت کا صلہ ہے۔'' خاتوف نے کہا۔

''اور پھر رات کو کئی بار اُٹھ کر میں نے آسمان دیکھا۔ مطلع صاف تھا۔ گویا برف باری کے امکانات نہیں تھے۔ اس علاقے میں سفر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا۔ میں تو خیر پروا نہیں تھی۔ لیکن یہاں کے لوگوں کی یہی روایت تھی کہ وہ برف باری میں سفر نہیں کرتے تھے۔

صبح ہوئی تو آسمان چمک دار تھا۔ دھوپ بھی نکل آئی تھی۔ چنانچہ ارسنوف اپنی تین گھوڑوں والی گاڑی کے ساتھ آ موجود ہوا۔ خوبصورت اور آرام دہ گاڑی تھی، جس کے عقبی حصے میں خوشبودار لکڑی کا فرنیچر لدا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں اور پانی کے برتن...... لیکن سب سے پہلے ارسنوف نے وہ رقم، ہمیں پیش کی جس کے بارے میں اُس نے تذکرہ کیا تھا۔

''تم ہمیں شرمندہ ہی کرنے پر تلے ہوئے ہو ارسنوف! تو ٹھیک ہے۔'' میں نے وہ رقم قبول کر لی۔ بہرحال! تھوڑی بہت رقم ضروری بھی تھی۔ عدانہ کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہیں تھیں۔ ممکن ہے، وہاں رقم کے حصول میں دقت پیش آتی۔ اس لئے یہ تھوڑی سی رقم بھی کارآمد تھی۔

''شرمندگی کی کیا بات ہے جناب؟ جو قیمتی چیز، آپ نے مجھے دی ہے، اس سے تو میرا کاروبار چمک اُٹھے گا۔ میں اس سے ہزار گنا فائدہ حاصل کروں گا۔ اب ہمیں چلنا چاہئے۔''

ہم دونوں، خاتوف نے رُخصت ہو کر گاڑی میں سوار ہو گئے اور گاڑی کچی سڑک پر دوڑنے لگی۔

ارسنوف، ہمیں اس علاقے کے بارے میں بتانے لگا۔ ہماری توجہ اس کی جانب نہیں تھی۔ کیونکہ ہم اپنے طور پر کچھ سوچ رہے تھے۔ بڑا طویل سفر تھا۔ گھوڑے خاصی تیز رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔ تاحد نگاہ، سفید برف سے ڈھکی پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔

تقریباً چھ گھنٹے تک دوڑنے کے بعد ارسنوف نے گھوڑے روک لئے اور نیچے اُتر آیا۔

''میرا خیال ہے جناب! اب ہمیں آرام کرنا چاہئے۔ گھوڑے بھی تھک گئے ہیں۔ تقریباً چار گھنٹے آرام کرنے کے بعد ہم مزید دو گھنٹے سفر کریں گے اور عدانہ پہنچ جائیں گے۔ رات وہاں گزاریں گے اور پھر کل صبح سفر کریں گے۔''

''ٹھیک ہے ارسنوف! تم تو اکثر آتے جاتے ہو۔''

''ہاں...... یہ میرا معمول ہے۔''

''بس...... تو ٹھیک ہے۔ تم اپنے معمول پر عمل کرتے رہو۔'' میں نے کہا اور ارسنوف نے گھوڑے کھول دیئے۔ گھوڑوں کو گھاس وغیرہ ڈالنے کے بعد وہ اپنے کھانے پینے کی چیزیں نکالنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو کر آرام کرنے لیٹ گئے۔ فلیکس بھی آرام کر رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ میری طرف دیکھنے لگتا۔ ایک بار میں نے اُسے اپنی طرف متوجہ پایا تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بار بار میری طرف کیوں دیکھنے لگتے ہو فلیکس؟'' میں نے سوال کیا اور وہ آہستہ سے ہنس پڑا۔

''بس...... یوں سمجھو! ایک بچکانہ سوچ ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیا سوچ ہے...... مجھے بھی بتاؤ!''

''حالانکہ ہم لوگ عمل کی اس دنیا میں ہیں اور اس جگہ ہیں، جہاں ہمیں کسی طرح بچپنے کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اور نہ ہی لوگ ہمارے بارے میں یہ توقع کر سکتے ہیں۔ لیکن چالاک سے چالاک انسان بھی تھوڑا بہت معصوم ضرور ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات معصومیت کی کوئی سوچ اُس کے ذہن میں ضرور اُبھرتی ہے۔''

''ہاں...... اس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

''میں سوچتا ہوں کین! کہ کیا ہم لوگ ایک ڈرامائی حیثیت نہیں رکھتے؟'' فلیکس نے میری جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''ڈرامائی حیثیت سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''مثلاً یہ کین! کہ میرے بارے میں تم کافی حد تک جان چکے ہو۔''

''بالکل درست!''

''کین! میری فطرت بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میں عادتاً مجرم نہیں تھا۔ ایک شریف اور ذمہ دار آدمی کی حیثیت سے میں نے ایک طویل وقت گزارا ہے۔ لیکن بالآخر ایک وقت ایسا آ گیا کہ میری وہ زندگی ختم ہو گئی جو ایک ذمہ دار شخص کی تھی۔ دولت کے حصول کا نشہ، میرے ذہن میں بھی سرایت کر گیا اور میں نے اس کے لئے ایک راستہ بھی تلاش کر لیا۔ میں نے جس قدر محنت کی ہے کین! تم بھی اس کے بارے میں کسی حد تک اندازہ لگا سکتے ہو۔ اور جو

کچھ میرے ساتھ بیتی، بہرصورت! وہ میری ذات کے لئے المیہ ہے۔ انسان اپنے اعضاء سے محروم ہونے کے بعد دنیا کی بہت سی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا۔ لیکن زندہ رہنے کی خواہش اتنی پُرکشش ہوتی ہے کہ ہم بعض اوقات اپنی محرومیوں کو بھی بھول بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے خود کو ان حالات میں اسی چیز کے لئے تیار کیا کہ بہرصورت! میں ایک بہتر زندگی گزاروں۔ ان سارے ہنگاموں میں کین! میری زندگی میں کوئی ایسا شخص نہیں آیا اور نہ ہی والدین یا بہن بھائیوں کا وہ ورثہ یا ترکہ مجھے ملا، جو ہر انسان کا حق ہوتا ہے اور جو اُنہیں بلا معاوضہ مل جاتا ہے۔ میں ان ساری چیزوں سے محروم ایک آدمی تھا۔ لیکن کبھی کبھی اُن تنہائیوں میں، جن میں، میں اپنی اصل حیثیت سے جھلکتا تھا، مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اگر کوئی میرا ہوتا تو مجھے برا نہ لگتا۔ لیکن کسی کی تلاش میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اور نہ ہی میں یہ فطرت یا یہ عادت رکھتا تھا۔ ہاں! اگر کوئی قریبی شخص ہوتا تو شاید میں اُس کا بہترین دوست یا ساتھی ہوتا۔ کیونکہ فطرتاً میں انسان پسند ہوں، انسان بیزار نہیں۔ ان حالات میں اتفاق مجھے تمہارے نزدیک لے آیا اور یوں لگتا ہے، وہ اتفاق ایک ڈرامائی پہلو رکھتا ہے۔ تم میرے ہم شکل ہو۔ ان حالات میں بھی اگر تم، میرے نزدیک نہ ہوتے اور میں تمہیں دیکھتا تو یقیناً تمہارا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ کیونکہ تمہارے اندر ایک انوکھی کشش پاتا ہوں۔ یوں بھی کوئی اپنے ہم شکل کو دیکھ کر اُسے نظرانداز نہیں کرسکتا۔ لیکن تم اتفاق دیکھو! اور یہ بھی دیکھو، کہ تم کتنے اعلیٰ کردار کے مالک نکلے...... اور اگر یہ کردار نہ رکھتے تو میرے لئے اس سے بڑا المیہ کون سا ہوسکتا تھا؟ یعنی میں اُسی شخص کے ہاتھوں مارا جاتا، جو میرا ہم شکل تھا۔ اور مجھے پسند تھا۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں کین! جو سخت ترین حالات میں اور ایسی صورت میں، جب کہ اُنہیں اُن کا مقصود حاصل ہو جائے، کسی کے لئے اپنی زندگی خطرے میں ڈالتے ہیں۔ حالانکہ تم مجھے بار بار کہہ چکے ہو کہ میں ان گزرے ہوئے ایام کا تذکرہ نہ کروں۔ اور تم بار بار منع کر چکے ہو کہ میں ان حالات کا خیال نہ کروں جو تمہارے، میرے اُوپر احسان ہیں۔ لیکن اس وقت میں دوسرے پیرائے میں گفتگو کر رہا ہوں۔ اب ساری چیزیں، اس محبت کے سامنے ہیچ ہیں کین! جو میرے اور تمہارے درمیان پیدا ہوگئی ہے۔ ہمیں اس راز کی قیمت مل جائے گی، جو میرے پاس محفوظ ہے۔ لیکن کوئی اس کے بعد ہماری اس محبت کی قیمت ادا نہیں کرسکتا، جو ہمارے درمیان ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''کہتے رہو......!'' میں مسکرا کر بولا۔

''اگر تم، ان الفاظ کی روشنی میں مجھے احمق قرار دو گے، تب بھی میں خلوصِ دل سے اس خطاب کو قبول کرلوں گا۔ کیونکہ یہ وہ آواز ہے جو میرے سینے سے نکل جانا چاہتی ہے۔''

''میں اس آواز کو پوری طرح محسوس کر رہا ہوں فلیکس! تم ان الفاظ میں اس آواز کی توہین نہ کرو۔''

''میں توہین نہیں کر رہا کین!''

''پھر یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو؟''

''اس لئے کہ اب تک تمہارا بھرپور اعتماد حاصل نہیں کرسکا۔''

''اعتماد......؟'' میں نے اُسے دیکھا۔

''ہاں...... میں غلط تو نہیں کہہ رہا کین؟''

''تم نے کہاں یہ بات محسوس کی فلیکس؟''

''دیکھو میرے دوست! اگر میں کہیں غلط بول جاؤں تو سزا دے لینا، نظرانداز مت کرنا یا ناراض مت ہونا۔ میں مذہبی آدمی نہیں ہوں۔ کین! جو چیز تمہیں میرے الفاظ کا یقین دلا دے، مجھے بتاؤ! میں اس کا حوالہ دُوں۔'' نہ جانے کیوں فلیکس جذباتی ہو رہا تھا؟ میں نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اُس نے اپنا اکلوتا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے مضبوطی سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ فلیکس نے بھی اپنے فولادی پنجے کی گرفت مضبوط کر دی۔

''ہمارے درمیان یہ اعتماد سب سے بڑی قسم ہے۔'' میں نے کہا۔

''اسی اعتماد کی قسم کین! اگر کوئی ساری دنیا کی بادشاہت بھی میرے حوالے کر دے تو میں، تمہارے مفاد کے خلاف کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوں گا۔''

''اسی اعتماد کی قسم...... مجھے اعتبار ہے۔''

''پھر میں تم سے ناواقف کیوں ہوں؟''

''ناواقف......؟''

''ہاں...... جس طرح میں نے ماضی کی کتاب، تمہارے سامنے کھول دی ہے، اسی طرح تم، میرے سامنے عیاں نہیں ہو۔''

''اوہ......!'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ ''اس میں بے اعتباری کو کوئی دخل نہیں ہے فلیکس!''

''پھر......؟'' اُس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

''بس! میری کچھ ذہنی کیفیات ہیں۔''

''کیا تمہیں ماضی دُہراتے ہوئے تکلیف ہو گی؟''

''ایسی بات بھی نہیں ہے۔ میں حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کا قائل نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''پھر مجھے بتاؤ کین! مجھے، تمہاری دوستی پر اعتماد ہے۔ میں تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے اتنا بے چین نہ ہوتا، لیکن......''

''لیکن کیا......؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تمہاری شخصیت مجھے مجسم راز نظر آتی ہے۔ میں صرف اس راز کو کھولنا چاہتا ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ میرا ہم شکل، اس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک کیوں ہے؟ اس کی اپنی حیثیت کیا ہے؟ اور میں، اس دلچسپ انسان سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اس بات سے دل میں اعتماد بھی پیدا ہوتا ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

لیکن میرا چہرہ سخت ہو گیا تھا۔ ایک احساس میرے ذہن کو گرم کر رہا تھا...... اور پھر جب میں بولا تو اپنی آواز کی تلخی میں نے خود محسوس کی تھی۔

''زندگی کے آئندہ راستے منتخب کرتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا تھا فلیکس! کہ دنیا کی کسی شخصیت کو خود سے اس قدر قریب نہیں کروں گا کہ کبھی اس سے کسی ذہنی کوفت کا شکار بنوں۔ تم بھی فلیکس! میرے لئے صرف اس حد تک قابل قدر تھے کہ تم معذور تھے۔ اگر تم صحیح و سالم انسان ہوتے تو خدا کی قسم! میں تمہیں ڈاج دے کر تمہارا راز لے کر نکل بھاگتا۔ لیکن پھر تمہارے لئے میرے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی اور اس کے بعد تمہاری شخصیت نے مجھے متاثر کر لیا۔''

''میں جانتا ہوں۔ دلیر انسان کبھی کسی کمزور کو دھوکہ نہیں دیتا۔ اس لئے کہ میں خود بھی دلیر ہوں۔ دولت اتنی بڑی چیز نہیں ہے کہ اس کے لئے ضمیر کو قتل کر دیا جائے۔ بہر حال! اب تو تم نے اعتراف کر لیا ہے کہ تم خود بھی مجھ میں دلچسپی رکھتے ہو۔''

''ہاں...... اس سے انکار نہیں کروں گا۔''

''گویا، اب میں اس قابل ہوں کہ تمہاری کمزوری بن سکوں؟'' فلیکس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔ اور میں یہ چمک، چھین نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی۔

''ہاں! تم میری کمزوری بن گئے ہو فلیکس!''

''تب مجھے اپنے بارے میں بتاؤ!''

''تم، مجھ سے سوال کرو۔ میں کوئی دردناک آپ بیتی نہیں سناؤں گا۔'' میں نے کہا۔ میں اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔

''اوہ، ہاں...... ضرور!'' فلیکس مسکرا پڑا۔ ارسنوف نے ہمیں کافی کے کپ تھما دیئے۔ بہترین کافی تھی۔ ہم نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ ارسنوف، اپنے گھوڑوں کی مالش میں مصروف ہو گیا تھا۔

''میں ابتداء سے سوالات کروں گا کین! اور اس کی حیثیت ایک انٹرویو کی سی ہو گی۔'' فلیکس نے بچکانہ انداز میں کہا اور اُس کے اِس انداز پر مجھے ہنسی آ گئی۔

''ٹھیک ہے......'' میں نے گردن ہلا دی۔

''تمہارا پورا نام......؟''

''ڈن کین!'' میں نے جواب دیا۔

''اور تمہارا تعلق فن لینڈ سے ہے؟''

''ہاں......!''

''ڈیئر، ڈن کین...... کین، تمہارے والد کا نام تھا؟ ویسے میں فن لینڈ کی ایک کین فیملی کے بارے میں بھی جانتا ہوں، جو دنیا میں شہرت رکھتی ہے۔''

''میں اُسی کین فیملی کا ایک ممبر ہوں۔''

''اوہ، کیا واقعی......؟ گویا تمہارا نام، ڈن کین ہے۔ اور تمہارا تعلق، کین فیملی سے ہے؟''

''ہاں......!''

''یہ فیملی تو بہت مشہور ہے۔ میرا خیال ہے، اس کا آخری سربراہ آئن کین تھا۔ آئن کین سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟''

''وہ میرے والد ہیں۔''

''میرے خدا! اس طرح تو تم کین فیملی کے ہونے والے سربراہ تھے۔''

''ہاں......!''

''پھر تم نے فن لینڈ کیوں چھوڑ دیا؟''

''اس لئے کہ یہ فیملی، تنزلی کا شکار ہو گئی تھی۔ حالانکہ اُس کی روایت تھی کہ اُس کا سربراہ،

اس فیملی کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اُس کے خزانے میں اپنی طرف سے اضافہ کرے اور ایک مضبوط حیثیت سے اُسے دوسرے سربراہ کے حوالے کر دے۔ لیکن میرے والد اس فیملی کی نیک نامی کے لئے داغ بن گئے۔ اُنہوں نے اُسے تاریک راستوں پر ڈال دیا۔ اور بالآخر اس فیملی کا وقار ختم کرنے کا باعث بن گئے۔ صرف روایات رہ گئیں اور لوگ، اُن روایات کا تذکرہ کر کے مسکرانے لگے۔ ڈن کو ایک کلرک کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ لیکن اُس نے یہ بدنامی قبول نہیں کی اور فن لینڈ چھوڑ دیا۔ اُس نے باپ کے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنے کے لئے جرائم کی زندگی اپنا لی۔ اور جب اُس نے دوبارہ دولت جمع کر کے اُس کی ساکھ بحال کر دی تو خود کو اُس فیملی سے علیحدہ کر لیا۔''

''کیوں، ڈن......؟''

''اِس لئے کہ اب وہ خود کو اس فیملی کی پیشانی کا داغ سمجھنے لگا تھا۔''

''یہ تو غلط خیال تھا۔''

''کیوں غلط تھا؟''

''اس لئے کہ سب جانتے ہوں گے کہ اس سرنیم کو زندہ کرنے والا ڈن ہے۔''

''ہاں......لیکن ڈن نے کسی کو یہ بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔''

''اوہ......دوسرے لوگوں نے ڈن کو روکنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی؟''

''ڈن نے خود کو اُن کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔

''اوہ!'' فلیکس نے گہری سانس لی۔ اور پھر پھیکے انداز میں مسکرانے لگا۔ ''ظرف، خون کا عطیہ بھی ہوتا ہے کین! عام لوگ اگر کسی وقتی جذبے سے متاثر بھی ہو جائیں تو اپنے اندر وہ خوبیاں نہیں پیدا کر سکتے جو خون میں شامل ہوتی ہیں۔''

''اور کوئی سوال باقی ہے؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں......!'' فلیکس، ہنس پڑا۔

''پوچھو یار......!''

''میرے کیس میں کیسے اُلجھے؟ کیا کہیں سے بھنک پا گئے تھے؟''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں، اتفاقیہ طور پر سوئٹزر لینڈ پہنچ گیا تھا۔ وہاں اُن لوگوں کا شکار ہو گیا۔ اور اس کے بعد مجھ جیسے آدمی کو اس مسئلے سے خود کو الگ رکھنے کی کوشش، میرے اپنے بس کی بات نہیں تھی۔''

''نیچرل بات ہے۔'' فلیکس نے گردن ہلائی۔

''اور کوئی سوال باقی رہ گیا ہے؟''

''ہاں......صرف ایک اور۔''

''وہ بھی کر ڈالو بھائی!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''جرائم کی زندگی میں تم نے کوئی خاص پروگرام ترتیب دیا ہے، میرا مطلب ہے، تمہاری کوئی خاص لائن ہے؟''

''نہیں......ابھی تک تجرباتی ادوار میں ہوں۔ جو کچھ کیا ہے، اس میں زیادہ تر انتقامی جذبے رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ ہی کچھ دولت حاصل کی، جس سے اپنی فیملی کا وقار بحال کیا۔''

''تم واقعی عظیم انسان ہو کین! میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں۔ میں کسی طور تمہارا ہم پلہ تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن میرے دوست! تمہارا مداح ضرور رہوں گا۔ اور تمہارے اُوپر جان قربان کرنے کو میں اپنی زندگی کا مقصد بناؤں گا۔''

''تمہارا شکریہ فلیکس! بہرحال، میری زندگی کی اس تفصیل سے صرف تم واقف ہو۔ اور آج کے بعد اس بارے میں کوئی اور چھان بین نہ کرنا۔''

''وعدہ......!'' فلیکس نے گردن ہلائی۔

''میرا خیال ہے، اب تمہارا اعتماد بحال ہو گیا ہو گا؟''

''خود پر فخر کر رہا ہوں۔'' فلیکس نے کہا۔ اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ میرے ذہن میں ماضی کی آندھیاں چل رہی تھیں اور تھوڑی دیر کے لئے ذہن ایک خلفشار کا شکار ہو گیا تھا۔ فلیکس بھی شاید میرے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر ہم دونوں ارسنوف کی طرف متوجہ ہو گئے، جو گھوڑوں کو تیار کر کے دوبارہ گاڑی میں جوت رہا تھا۔

ارسنوف نے دوبارہ سفر کی تیاریاں کر لیں۔ اور پھر سفر کا دوسرا دور شروع ہو گیا۔ یہ سفر دو گھنٹے تک جاری رہا۔ اور اس کے بعد شام جھک آئی۔ ارسنوف کے اندازے پوری طرح درست تھے۔ رات کو ہم ایک بستی کے قریب تھے۔ بستی کے کنارے ایک پھیلے ہوئے درخت کے سائے میں رات گزارنے کا بندوبست کیا گیا۔ بستی میں داخل ہونے کی چنداں ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ فلیکس، چلنے کی مشق کر رہا تھا۔ اُس کی کوشش دیکھ کر میں نے اُسے دل سے سراہا تھا۔ وہ بالکل عام انسانوں کی مانند چل رہا تھا اور ذرا بھی احساس نہیں ہوتا تھا کہ

اُس کے جسم میں لکڑی کی کوئی ٹانگ بھی لگی ہوئی ہے۔

''میرا خیال ہے فلیکس! اگر تمہارے اِن ضائع شدہ اعضاء کے بدلے میں جدید تر مسالے سے بنے ہوئے ہاتھ پاؤں نصب ہو جائیں تو شاید تم بھی اس بات کو محسوس نہ کرو کہ تمہارے اعضاء نقلی ہیں۔''

''اوہ، ڈیئر کین! تھوڑی سی مہلت مل جانے دو۔ تم دیکھو گے کہ میں نے کیا، کیا ہے؟''

''کیسی مہلت......؟''

''تم خود اندازہ کر چکے ہو۔ یعنی جب میں قید ہو کر تمہارے سامنے آیا تھا تو کیا تم نے محسوس کیا تھا کہ میرے اعضا نقلی ہیں؟''

''قطعی نہیں......!''

''میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ میں کسی ایسی جگہ پہنچ جاؤں، جہاں مجھے میرے مطلب کی چیزیں مل جائیں۔ اس کے بعد میں اپنے اعضاء کو اس انداز میں ترتیب دُوں گا، جو دیکھنے کے قابل ہوگی۔''

''یعنی جدید ترین چیزوں سے؟''

''ہاں...... اور یہ اعضاء صرف میرے جسم کا سہارا ہی نہیں ہوں گے بلکہ کوئی ایسی کارآمد چیز ہوگی جو بوقت ضرورت کام آسکے۔''

''خوب......!''

''بلکہ اس بار میں نے اس کے لئے کچھ اور عمدہ باتیں سوچی ہیں۔''

''مثلاً......؟'' میں نے پوچھا۔

''ابھی تو ایک احمقانہ خیال ہے۔ اس وقت تک کچھ نہیں کہوں گا جب تک عمل، مکمل نہ ہو جائے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''خیر! میں بھی اصرار نہیں کروں گا۔ ویسے ارسنوف کے پروگرام عمدہ ہوتے ہیں۔'' میں نے کہا اور پھر دونوں، ارسنوف کی کارروائیاں دیکھتے رہے۔ رات آرام سے گزری۔

دوسرے دن صبح، ہم ناشتے کے بعد پھر چل پڑے اور دن کو تقریباً بارہ بجے عدانہ پہنچ گئے۔ عدانہ کے بارے میں ہماری معلومات نامکمل تھیں۔ لیکن یہاں پہنچ کر حیرت ہوئی۔

یہ تو جدید ترین شہر تھا۔ شہر میں داخل ہو کر ارسنوف نے گاڑی روک دی اور ہم دونوں نیچے اُتر آئے۔ ''تمہارا شکریہ ارسنوف! اب ہمیں اجازت دو۔''

''مجبوری ہے دوست! ویسے تم لوگوں سے بڑی اُنسیت ہوگئی ہے۔'' ارسنوف نے ہم سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''ہم بھی تمہارے اور بابا خاتوف مسلم کے شکرگزار ہیں کہ اُنہوں نے ہماری بھرپور مدد اور بہترین تیمارداری کی۔''

''وہ ہمارا فرض تھا۔'' ارسنوف نے پُر اخلاق انداز میں کہا۔ اور ہم سے گلے مل کر رخصت ہوا۔ ہم دونوں آگے بڑھے۔ فلیکس، میرے ساتھ چل رہا تھا۔ پھر ہم ایک بھرے پُرے بازار میں نکل آئے۔ تب فلیکس نے کہا۔

''اب جبکہ ہم ایک بار پھر مہذب اور آزاد دنیا میں پہنچ گئے ہیں، تو ہمیں زندگی کی دوسری ضروریات کی بھی فکر کرنی ہوگی۔''

''بلاشبہ......!'' میں نے کہا۔

''اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے؟''

''کچھ نہ کچھ کرلیں گے۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔ ''یہ کون سی بڑی بات ہے؟ پہلے کہیں قیام کا بندوبست کرلیا جائے۔''

''مناسب۔ بہرحال! ہمارے پاس تھوڑی سی رقم تو موجود ہی ہے۔'' فلیکس نے کہا اور ہم نے کسی ہوٹل کی تلاش شروع کر دی۔ زیادہ دُور نہیں چلنا پڑا۔ تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد ہمیں ترکی طرزِ تعمیر کی ایک خوبصورت عمارت نظر آئی جس پر ''ہوٹل موناکو'' کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔

''فلیکس! تم اس ہوٹل میں بہ آسانی کوئی کمرہ حاصل کر سکتے ہو۔ اس میں مقیم ہو جاؤ۔ اور یہی بتاؤ! کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہارا ملازم، تمہارا سامان لے کر آنے والا ہے۔ یہ کچھ رقم رکھ لو!'' میں نے جیب سے رقم نکال کر فلیکس کو دے دی۔

''تم......؟'' فلیکس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''ضروری انتظامات کے لئے جا رہا ہوں۔''

''کب تک واپسی ہوگی؟''

''بہت جلد...... تم یہاں کس نام سے قیام کرو گے؟''

''جو تم بتاؤ۔''

''مسٹر ہاکن...... میں تمہارا کمرہ نمبر معلوم کرلوں گا۔'' میں نے جواب دیا اور فلیکس نے

گردن ہلا دی۔ ویسے میں نے اُس کی آنکھوں میں تفکر کی پرچھائیاں دیکھی تھیں اور یہ محبت کا ثبوت تھا۔ وہ میرے لئے فکر مند تھا۔ حالانکہ اُسے جان لینا چاہئے تھا کہ یہ چھوٹے معاملات، میرے لئے کیا اہمیت رکھتے ہیں۔

بہرحال! میں، وہاں سے چل پڑا۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی خیال نہیں تھا رقم حاصل کرنے کے لئے اتنی زیادہ پریشانی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں سڑک پر چلتا رہا۔ یہ سڑک آگے جا کر دوطرفہ درختوں کے درمیان گھر گئی تھی اور مناظر حسین سے تر ہوتے جا رہے تھے۔ آگے جا کر مجھے ایک چوراہا نظر آیا، جس پر ایک سیدھی تختی لگی تھی۔

''ازہر...... بارہ سوکلومیٹر۔'' گویا یہ سڑک، شہر سے باہر جاتی تھی۔ سامنے کے رُخ مجھے ایک پولیس پٹرول کار آتی نظر آئی اور میرے ذہن نے فوراً ہی ایک پروگرام ترتیب دے لیا۔ میں نے ایک نگاہ، سڑک کے کنارے ڈالی۔ لمبی گھاس والے کھیت دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان کھیتوں میں انسانی جسم، با آسانی چھپ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس طرف سے مطمئن ہو کر سڑک کا رُخ کیا اور زور زور سے ہاتھ ہلانے لگا۔ پٹرول کار کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ حالانکہ وہ خاصی تیز رفتاری سے آ رہی تھی۔ بہرحال! وہ میرے نزدیک آ گئی۔ سامنے کی سیٹ پر دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں شاید ایک ڈرائیور تھا۔ دوسرا پولیس کا کوئی افسر معلوم ہوتا تھا۔ کار کا پچھلا حصہ بالکل خالی تھا اور یہ بات میرے حق میں تھی۔ کار میرے نزدیک آ کر رُک گئی۔ افسر کا رُخ میری ہی جانب تھا۔ چنانچہ میں نے چہرے پر خوف کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''لاش...... جناب! لاش......!''

''لاش......؟'' پولیس افسر چونک پڑا۔

''ہاں......!''

''کہاں......؟'' اُس نے سوال کیا۔

''اُن کھیتوں کے درمیان پڑی ہوئی ہے۔ اُس کا سر اور جسم کے دوسرے اعضاء الگ کر دیئے گئے ہیں۔ میں نے ابھی ابھی اُسے دیکھا ہے۔''

''ہوں......!'' پولیس افسر نے جلدی سے دروازہ کھولا اور نیچے اُتر آیا۔ ''آؤ......!'' اُس نے ڈرائیور کو بھی اشارہ کیا۔

ڈرائیور نے کار، جلدی سے سڑک کے کنارے روک دی اور دوسری طرف سے اُتر آیا۔

''کس طرف ہے......؟'' پولیس افسر نے مجھ سے پوچھا۔ اور میں نے تھوڑے سے فاصلے پر لمبی گھاس والے کھیتوں کی طرف اِشارہ کر دیا۔ پولیس افسر اُسی جانب دیکھنے لگا۔ اس دوران میں، میں اُن دونوں کا بغور جائزہ بھی لیتا رہا تھا۔

''میرے ساتھ آؤ!'' پولیس افسر نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور میں آگے آگے چل کر اُن کی رہنمائی کرنے لگا۔ میں نے پولیس افسر اور ڈرائیور کا بخوبی جائزہ لے لیا تھا۔ اچھے خاصے تندرست و توانا لوگ تھے۔ بہرحال! میں اُنہیں لئے ہوئے سڑک سے اُتر آیا۔ اب میرے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی کہ کوئی اور کار یا کچھ اور لوگ اِس طرف نہ آ نکلیں۔ حالانکہ بظاہر اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ کیونکہ دُور دُور تک سڑک صاف نظر آ رہی تھی۔

''تم اس طرف کس کام سے آئے تھے؟'' اُس نے سوال کیا۔

''بس جناب! اتفاقیہ طور پر۔ میں آپ کو پوری تفصیل سنا دُوں گا۔ پہلے آپ یہ دیکھیں کہ کس قدر خوفناک منظر ہے۔ کسی نے اُس غریب شخص کو بری طرح قتل کیا ہے۔ یہ دیکھیں۔ اس جگہ......'' میں نے ایک جانب اِشارہ کیا اور پولیس افسر نے گردن ٹیڑھی کی۔

بس! یہ لمحہ میرے لئے کافی تھا۔ میرا بھرپور ہاتھ، پولیس افسر کی گردن پر پڑا اور اُس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔ دوسرے لمحے ڈرائیور میری جانب گھوما۔ خاصا قوی ہیکل آدمی تھا۔ اُس نے سامنے کے رُخ سے میری جانب حملہ کر دیا اور یہ بڑی عمدہ بات تھی۔

اتنی جلدی سچویشن کا اندازہ کر کے اُس پر عمل کرنا بہرصورت! اُس کی ذہانت اور پھرتی کا عمدہ ثبوت تھا۔ لیکن میرا ذہن تو ایک سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کر رہا تھا۔ میں نے سامنے سے اُس کے حملے کو روکا اور دوسرے لمحے خود بھی اُس پر حملہ کر دیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ جدوجہد میں زیادہ وقت ضائع ہو۔ اس لئے میں نے کراٹے کا ایک خوبصورت ہاتھ، سر کے سامنے کے رُخ پر مارا اور اُس کا دماغ بھنا گیا۔ دوسرے لمحے مین نے اُس کی پشت پر ایک ضرب لگائی اور ڈرائیور، کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر آ رہا۔

''سوری فرینڈز......!'' میں نے معذرت آمیز انداز میں اُن دونوں سے کہا اور دونوں کو کھینچ کر برابر برابر لٹا دیا۔

پھر میں نے اطمینان سے جھک کر پولیس افسر کا پستول، اُس کے ہولسٹر سے نکال لیا۔ فالتو میگزین کی بیلٹ بھی میں نے کھول لی تھی۔ اِن چیزوں کو اپنے لباس کے نیچے چھپانے

کے بعد میں نے اُن دونوں کی تلاشی کی۔ پولیس افسر کی جیب سے مجھے اچھی خاصی کرنسی
تھی۔ میں نے شکریہ کے ساتھ اس کرنسی کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔ پھر میں پلٹا۔ لیکن اچا
میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

میں نے پلٹ کر پولیس افسر کی طرف دیکھا۔ معمولی سا فرق تھا۔ بہت ہی معمولی
ممکن ہے، محسوس بھی نہ ہو۔ میں نے اندازہ لگایا اور چند ساعت کے بعد میں اس فیصلے
عملدرآمد کے لئے تیار ہو گیا۔

''معاف کرنا دوست! میں تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کر رہا ہوں۔ یقیناً عدانہ میں
آمد تمہارے لئے ناخوشگوار ثابت ہوئی ہے۔ لیکن دیکھو! مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔'' میں
پہلے اُس کی کیپ اُتاری اور پھر کوٹ اور پھر پتلون اور قمیص وغیرہ بھی۔ گویا اب وہ صر
ایک انڈر ویئر میں رہ گیا تھا۔ اپنا لباس میں اُس کے حوالے نہیں کر سکتا تھا ورنہ میں اُ
برہنہ نہ چھوڑتا۔ ہوش میں آنے کے بعد بیچارے کو اپنے ڈرائیور کے سامنے شرمندگی اُٹھا
پڑے گی۔ لیکن مجبوری...... چنانچہ میں نے لباس لیا اور بڑے اطمینان سے سیٹی بجاتا
پٹرول کار کی جانب چل پڑا۔

اپنے لباس کی میں نے ایک چھوٹی سی گٹھڑی بنا لی تھی۔ اس گٹھڑی کو پچھلی سیٹوں کے
درمیان ڈال کر میں نے سٹیئرنگ سنبھال لیا اور پٹرول کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اُ
کا رُخ چونکہ شہر کی جانب تھا اس لئے میں نے رُخ بدلنے کی کوشش نہیں کی۔

کار، شہر میں داخل ہو گئی اور میں، اُسے سڑکوں پر دوڑانے لگا۔ رفتار بہت سست تھی۔ مجھے
کسی چیز کی تلاش تھی۔ یعنی اپنے مطلب کی جگہ...... کئی بینکوں پر میری نظر پڑی۔ میں نے
پولیس افسر کی گھڑی میں وقت دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ یعنی ابھی وقت ہے
اگر اپنی پسند کی جگہ کی تلاش جاری رکھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مین ملحقہ بازاروں میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ پٹرول کار بھی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی
لیکن میرے اندازے کے مطابق اتنی جلدی نہیں۔ پھر مجھے ایک بینک کی ایک برانچ نظر آئی
اور میں نے کار کو بریک لگا دیئے۔ کار، سڑک سے تھوڑے فاصلے پر روک کر میں نیچے اُترا
اور پھر اطمینان سے بینک کی طرف بڑھا۔ ایک پولیس افسر کو بینک میں داخل ہوتے دیکھ کر
کسی کو کوئی تعجب نہیں ہوا تھا۔

میں نے چاروں طرف دیکھا اور کیش کاؤنٹر پر پہنچ کر رُک گیا۔ ایک شخص، کیش لے رہا

تھا۔ ایک لمحے میں، میں نے کارروائی کے لئے پروگرام ترتیب دے دیا۔ چنانچہ جونہی وہ
شخص، کیش لے کر باہر گیا، میں نے پستول نکال کر اُس شخص کے سامنے کر لیا جو کیش کاؤنٹر
پر بیٹھا تھا۔

''زندگی بہت قیمتی ہوتی ہے دوست! تم خاموشی سے کیش نکال کر اس تھیلے میں ڈال دو،
جو تمہارے سامنے رکھا ہوا ہے۔'' میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ ایک لمحے کے لئے تو کیشئر
نے میری بات کو توجہ اور اخلاق سے سنا۔ لیکن جب مفہوم اُس کی سمجھ میں آیا تو وہ خوف سے
پاگل ہو گیا۔

''آ...... ہاں...... تم نادانی کا ثبوت دے رہے ہو۔ دوسرے لوگ، اپنے کاموں میں
مصروف ہیں۔ کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ جلدی کرو!'' میری آواز اِس قدر ڈراؤنی تھی
کہ کیشئر کا پسینہ چھوٹ گیا۔ اُس کا جسم نمایاں طور پر کانپ رہا تھا۔ اُس نے ایک نگاہ اِدھر
اُدھر ڈالی اور میری اُنگلی، ٹرائیگر پر پہنچ گئی۔

''بس! کوئی جنبش نہ ہو۔ کسی کو احساس دلانے کی کوشش بھی مت کرو۔ آخری بار کہہ رہا
ہوں۔'' میں نے کہا اور کیشئر نے لرزتے ہاتھوں سے نوٹوں کے بنڈل نکالنے شروع کر
دیئے۔ پھر اُس نے وہ بنڈل، پلاسٹک کے اُس تھیلے میں بھرنے شروع کر دیئے جو کسی کمپنی کا
پبلٹی بیگ تھا۔

میری نگاہیں، چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کیشئر نے بیگ بھر کر میری طرف
بڑھا دیا اور میں نے اطمینان سے بیگ اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ ''اب تمہارے بچاؤ کے
لئے میں کیا کروں؟'' میں نے پوچھا۔ لیکن خوف سے کیشئر کی آواز بند ہو گئی تھی۔ ''اگر تم کچھ
کہنا چاہتے ہو تو کہو! میں چاہتا ہوں کہ تم پر بھی آنچ نہ آئے۔ لیکن میرے ذہن میں کوئی
ترکیب نہیں ہے۔'' میں نے پھر نرم لہجے میں کہا۔ لیکن وہ بے وقوف بہت ہی اچھا انسان تھا۔
اب بھی وہ اُسی طرح بیٹھا تھا۔ ''بس دوست! اب میں چلتا ہوں۔ لیکن اُس وقت تک
خاموش رہنا جب تک میرے پستول کی رینج میں ہو۔ نوکری اور مل سکتی ہے، مگر زندگی نہیں۔''
میں نے اُس سے کہا اور مناسب رفتار سے پلٹ پڑا اور چند ساعت کے بعد میں بینک سے
باہر تھا۔

میں برق رفتاری سے پٹرول کار کے نزدیک پہنچا اور اُسے سٹارٹ کر کے دُور تک ریورس
میں لے گیا۔ اور سڑک پر پہنچتے ہی میں نے اُسے برق رفتاری سے آگے بڑھا دیا۔

ایک ہاتھ سے سٹیئرنگ سنبھال کر پہلے میں نے اپنا کوٹ اُتارا۔ پھر کیپ بھی اُتار کر
طرف ڈال دی اور جھک کر اپنے کپڑوں کی گٹھڑی اُٹھالی۔ گاڑی اب جس قدر جلد چھو
جائے، بہتر ہے۔ کیونکہ اب وہ خطرناک ہو چکی تھی۔ تھوڑی دُور جانے کے بعد مجھے
پارک نظر آیا اور میں نے کار پارک کر کے دوسری طرف چھوڑ دی۔ اب میں اُس سے
واسطہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اُن جگہوں کو کپڑے سے صاف کر دیا جہاں
اُنگلیوں کے نشانات ہو سکتے تھے۔ میں نے خاص طور سے اس چیز کا خیال رکھا تھا کہ
اُنگلیوں کے نشانات، زیادہ جگہوں پر نہ پڑنے پائیں۔

اور پھر میں کار چھوڑ کر پارک میں داخل ہو گیا۔ پارک میں کوئی سنسان گوشہ تلاش
زیادہ مشکل نہ تھا اور یہ کام ہی کتنا تھا؟ صرف اتنا کہ لباس بدل لیا جائے۔ لباس تبدیل
کرنے کے بعد میں نے نوٹوں کے بنڈل اپنے لباس میں چھپائے اور پارک کے دوسر
دروازے سے باہر آ گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی مل گئی اور میں اُس میں بیٹھ کر چل پڑا۔
راستے میں، میں نے ایک بازار کا نام پڑھ لیا تھا۔ چنانچہ اطمینان سے ڈرائیور کو
بازار کا حوالہ دے دیا۔ پھر میں اپنی منزل پر پہنچ کر اُتر گیا۔ اب میرے پاس ایک بڑی
موجود تھی۔ چنانچہ ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹور میں پہنچ کر میں نے خریداری شروع کر دی۔
بڑے سوٹ کیس، ایک بریف کیس اور اس کے بعد استعمال کی بے شمار اشیاء جو ہمارے
ضروری ہو سکتی تھیں۔

تمام چیزیں پیک ہو گئیں تو میں نے بل ادا کیا۔ اٹینڈنٹ نے میرا سامان اُٹھالیا
تھوڑی دیر بعد میں ٹیکسی میں بیٹھا ''مونا کو'' کی طرف جا رہا تھا۔

☆......☆......☆

یہ سارے کام اِس طرح ہوئے تھے، جیسے میں پورے پروگرام کے تحت نکلا ہوں۔ اور
اب اپنا کام کر کے واپس جا رہا ہوں۔ لیکن ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے ایک بات میرے
ذہن میں آئی تھی۔ میں اور فلیکس، ہم شکل تھے اور ہم شکل ہونا دوسروں کی نگاہوں میں آ جاتا
تھا۔ یعنی لوگ خاص طور سے متوجہ ہوتے تھے۔ اس لئے تھوڑی سی شکل بدلنا ضروری تھی۔
میک اَپ کا سامان فوری طور پر حاصل کرنا بھی تو آسان کام نہ تھا۔

بہرحال! وقتی طور پر اس کے لئے بھی ترکیب سوچ لی۔ اور جب میں نے کاؤنٹر کلرک
سے مسٹر ہاکن کا کمرہ نمبر معلوم کیا تو میری شکل عجیب انداز میں ٹیڑھی بنی ہوئی تھی۔

''مسٹر ہاکن...... جو ابھی تھوڑی دیر قبل آئے ہیں؟''

''ہاں......'' میں نے ایک تشنج زدہ شخص کی مانند جواب دیا۔

''روم نمبر بیس......تم اُن کے سرونٹ ہو نا؟''

''جی ہاں......!''

''اُنہوں نے ہدایت کی تھی۔ ٹھہرو! میں تمہارے ساتھ آدمی بھیجتا ہوں۔'' کلرک بولا اور
بیرا مجھے لے کر چل پڑا۔

کمرہ نمبر بیس کے سامنے وہ رُک گیا۔ میں نے چال میں لنگڑاہٹ پیدا کر لی تھی۔ فلیکس
نے مجھے تعجب سے دیکھا۔ بہرحال! اندر آنے کی اجازت دے دی اور میرے اندر آنے کے
بعد اُس نے دروازہ بند کر لیا۔

دوسری بار میری شکل دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ ''ارے......!''

''کیوں...... کیا بات ہے؟''

''ابھی ابھی تمہارے چہرے پر میک اَپ تھا''

''اوہ...... کیا واقعی؟''

''نہیں...... مجھے بتاؤ! اتنی جلدی میک اَپ کیسے اُتر گیا؟''

''کیا میرے چہرے میں واقعی ایسی تبدیلی تھی؟''

''ہاں...... اتنی کہ عام لوگ نہیں پہچان سکتے تھے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''خوب...... بہر حال! میں نے تھوڑی سی شکل ٹیڑھی کر لی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ لیکن میک اَپ کا سامان ضروری ہے۔''

''میک اَپ آتا ہے؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کیا نہیں آتا فلیکس؟'' میں نے مسکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے نوٹوں کے بنڈل نکال نکال کر اُس کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ فلیکس کی آنکھیں، تعجب سے پھیل گئی تھیں۔

''خدا کی پناہ! کیا لوگ کرنسی لئے تمہارا انتظار کر رہے تھے؟''

''ہاں...... یہی سمجھو!''

''اور اِن سوٹ کیسوں میں کیا ہے......؟''

''ہماری ضروریات کا سامان۔''

''لیکن کین! یہ دولت کہاں سے آئی......؟''

''جہاں سے ہم لوگوں کے پاس آسکتی ہے۔''

''کیا کسی بینک کو لوٹ لیا ہے......؟''

''ہاں...... صحیح اندازہ ہے۔''

''نوٹوں کی گڈیوں سے پتہ چلتا ہے کہ بینک سے آئی ہیں۔''

''یہ تو عمدہ بات ہے۔ تب پھر ان گڈیوں کو کھول کر بریف کیس میں سیٹ کر لو! باقی نشانات میں مٹا چکا ہوں۔'' میں نے کہا اور فلیکس ایک جگہ بیٹھ کر میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ پھر اُس نے متعجبانہ لہجے میں کہا۔

''خاصی رقم ہے کین...... اتنی جلدی، بغیر کسی پروگرام کے...... بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

''بہت سی باتیں ابھی ذرا دیر سے سمجھ میں آئیں گی۔ فکر مند مت ہونا!''

''اِن سوٹ کیسوں میں کیا کیا ہے......؟''

''دیکھ لو! میں نے کسی فکر مند شوہر کی طرح تمہاری ساری ضروریات پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، مسکرانے لگا۔ پھر اُس نے سوٹ کیس دیکھے اور اُس کے ہونٹ، سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔

''میرے خدا! تم تو واقعی کسی محبت کرنے والے شوہر کی مانند ہو۔ اور یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ضروریات کا اِس طرح خیال رکھا جائے۔'' فلیکس مسکراتا ہوا بولا۔

''بہر صورت! میرا خیال ہے کہ یہ تمام چیزیں ہی ہماری ضرورت تھیں۔ اور پھر میں تو تمہارا ملازم ہوں۔ یہ ساری چیزیں مہیا کرنا میرا ہی کام تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''دیکھو بھائی کین! یہ ملازم وغیرہ کا مسئلہ اگر کسی کے سامنے چلانا چاہو تو میں مجبوراً اسے برداشت کر لوں گا۔ لیکن تنہائی میں ان ساری باتوں کی ریہرسل مناسب نہیں ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

''بہر صورت...... لباس پہن کر دیکھو! میرا خیال ہے، تمہارے بدن پر فٹ ہوں گے۔'' میں نے کہا۔

''یقیناً، ٹھیک ہوں گے۔ تمہارے اور میرے جسم میں فرق بھی تو نہیں ہے۔'' فلیکس بولا۔

''پھر پہن کر دیکھ لو! اگر کسی ردّ و بدل کی ضرورت ہوئی تو ہم لوگ کر لیں گے۔''

''ہاں...... اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ لباس لے کر باتھ رُوم میں چلا گیا۔ باتھ رُوم میں جا کر اُس نے لباس پہنا اور مجھے دکھانے کے لئے باہر آ گیا۔

''کمال کی بات ہے...... سر مو فرق نہیں ہے۔ دیکھو! یہ میرے بدن پر بالکل فٹ ہے۔''

''بس! ٹھیک ہوں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ گویا اب ہم معزز لوگوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یعنی ہمارے پاس ساز و سامان بھی ہے۔ بلاشبہ! تم ایک امیر آدمی ہو، جو عمدہ ساز و سامان کے ساتھ ایک عمدہ قسم کا ملازم بھی رکھتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس بھی ہنسنے لگا۔

''لیکن اب پروگرام کیا ہے؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''بس! پروگرام یہ ہے کہ عدانہ سے استنبول چلیں گے۔ میرا خیال ہے، اس کے لئے بہت جلد ہمیں سازی کارروائیاں مکمل کر لینا ہوں گی۔ تم اطمینان سے اِس ہوٹل میں قیام کرو! میں ان سارے کاموں کا ماہر ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''بات یہ ہے مسٹر کین! کہ اب فلیکس وہ معذور آدمی نہیں رہا جسے تم کندھے پر لادے لادے پھرتے رہتے تھے۔ میری خواہش ہے کہ تمہارے کام میں کچھ ہاتھ بٹاؤں۔''

''کیا میرے چہرے میں واقعی ایسی تبدیلی تھی؟''

''ہاں...... اتنی کہ عام لوگ نہیں پہچان سکتے تھے۔''فلیکس نے جواب دیا۔

''خوب...... بہر حال! میں نے تھوڑی سی شکل ٹیڑھی کر لی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ لیکن میک اَپ کا سامان ضروری ہے۔''

''میک اَپ آتا ہے؟''فلیکس نے پوچھا۔

''کیا نہیں آتا فلیکس؟'' میں نے مسکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے نوٹوں کے بنڈل نکال نکال کر اُس کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ فلیکس کی آنکھیں، تعجب سے پھیل گئی تھیں۔

''خدا کی پناہ! کیا لوگ کرنسی لئے تمہارا انتظار کر رہے تھے؟''

''ہاں...... یہی سمجھو!''

''اور اِن سوٹ کیسوں میں کیا ہے......؟''

''ہماری ضروریات کا سامان۔''

''لیکن کین! یہ دولت کہاں سے آئی......؟''

''جہاں سے ہم لوگوں کے پاس آسکتی ہے۔''

''کیا کسی بینک کو لوٹ لیا ہے......؟''

''ہاں...... صحیح اندازہ ہے۔''

''نوٹوں کی گڈیوں سے پتہ چلتا ہے کہ بینک سے آئی ہیں۔''

''یہ تو عمدہ بات ہے۔ تب پھر ان گڈیوں کو کھول کر بریف کیس میں سیٹ کر لو! باقی نشانات میں مٹا چکا ہوں۔'' میں نے کہا اور فلیکس ایک جگہ بیٹھ کر میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ پھر اُس نے متعجبانہ لہجے میں کہا۔

''خاصی رقم ہے کین...... اتنی جلدی، بغیر کسی پروگرام کے...... بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

''بہت سی باتیں ابھی ذرا دیر سے سمجھ میں آئیں گی۔ فکر مند مت ہونا!''

''اِن سوٹ کیسوں میں کیا کیا ہے......؟''

''دیکھ لو! میں نے کسی فکر مند شوہر کی طرح تمہاری ساری ضروریات پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، مسکرانے لگا۔ پھر اُس نے سوٹ کیس دیکھے اور اُس کے ہونٹ، سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔

''میرے خدا! تم تو واقعی کسی محبت کرنے والے شوہر کی مانند ہو۔ اور یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ضروریات کا اِس طرح خیال رکھا جائے۔''فلیکس مسکراتا ہوا بولا۔

''بہر صورت! میرا خیال ہے کہ یہ تمام چیزیں ہی ہماری ضرورت تھیں۔ اور پھر میں تو تمہارا ملازم ہوں۔ یہ ساری چیزیں مہیا کرنا میرا ہی کام تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''دیکھو بھائی کین! یہ ملازم وغیرہ کا مسئلہ اگر کسی کے سامنے چلانا چاہو تو میں مجبوراً اسے برداشت کرلوں گا۔ لیکن تنہائی میں ان ساری باتوں کی ریہرسل مناسب نہیں ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

''بہر صورت...... لباس پہن کر دیکھو! میرا خیال ہے، تمہارے بدن پر فٹ ہوں گے۔'' میں نے کہا۔

''یقیناً، ٹھیک ہوں گے۔ تمہارے اور میرے جسم میں فرق بھی تو نہیں ہے۔'' فلیکس بولا۔

''پھر پہن کر دیکھ لو! اگر کسی ردّ و بدل کی ضرورت ہوئی تو ہم لوگ کر لیں گے۔''

''ہاں...... اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''فلیکس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ لباس لے کر باتھ رُوم میں چلا گیا۔ باتھ رُوم میں جا کر اُس نے لباس پہنا اور مجھے دکھانے کے لئے باہر آ گیا۔

''کمال کی بات ہے...... سرِ مو فرق نہیں ہے۔ دیکھو! یہ میرے بدن پر بالکل فٹ ہے۔''

''بس! ٹھیک ہوں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ گویا اب ہم معزز لوگوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یعنی ہمارے پاس ساز و سامان بھی ہے۔ بلاشبہ! تم ایک امیر آدمی ہو، جو عمدہ ساز و سامان کے ساتھ ایک عمدہ قسم کا ملازم بھی رکھتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس بھی ہنسنے لگا۔

''لیکن اب پروگرام کیا ہے؟''فلیکس نے پوچھا۔

''بس! پروگرام یہ ہے کہ عدانہ سے استنبول چلیں گے۔ میرا خیال ہے، اس کے لئے بہت جلد ہمیں ساری کارروائیاں مکمل کر لینا ہوں گی۔ تم اطمینان سے اِس ہوٹل میں قیام کرو! میں ان سارے کاموں کا ماہر ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''بات یہ ہے مسٹر کین! کہ اب فلیکس وہ معذور آدمی نہیں رہا جسے تم کندھے پر لادے لادے پھرتے رہتے تھے۔ میری خواہش ہے کہ تمہارے کام میں کچھ ہاتھ بٹاؤں۔''

''اگر مجھے ضرورت پیش آئی فلیکس! تو میں ضرور تمہیں تکلیف دُوں گا۔ لیکن میری خواہش ہے کہ اُس وقت تک، جب تک تم اپنے ان مصنوعی اعضاء کو اپنی مرضی کے مطابق نہ بنالو، آرام ہی کرو تو بہتر ہے۔''

''ہاں، ہاں...... میں کوئی مشقت کا کام تو نہیں کر رہا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ کام، جنہیں میں بھی کر سکتا ہوں، میرے حوالے کر دیئے جائیں تاکہ میں یہ محسوس نہ کروں کہ میں کسی طور پر کمزور یا بیمار ہوں۔ دراصل اعضاء کی اس کمی نے مجھے تھوڑا سا ذہنی مریض بھی بنا دیا ہے۔ اور بعض اوقات تو جھنجلاہٹ میں ایسے ایسے کام کر جاتا ہوں، جن کی وجہ سے مجھے خاصی پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور جو بلاشبہ! ایک ایسے آدمی کے بس کی بات نہیں ہوتی، جن کا ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ ہو۔'' فلیکس نے کہا۔

''لیکن ڈیئر فلیکس! اب تم کوئی ایسے انسان نہیں ہو، جس کا ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ ہو۔ بلکہ دوسروں سے کچھ زیادہ ہی ہو۔ یعنی ہمارے تین ہاتھ اور تین پاؤں ہیں۔'' میں نے کہا اور فلیکس کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار اُبھر آئے۔ چند ساعت وہ کچھ سوچتا رہا۔ اور پھر بولا۔

''تمہاری باتیں میرا سینہ چوڑا کر دیتی ہیں۔ یقین کرو! میرا دل اتنا بڑھ جاتا ہے کہ میں خود نہیں سمجھ پاتا کہ اپنی مسرت کا اظہار کس طرح کروں؟''

''بس، بس...... اب اِن باتوں کو چھوڑو! اب تو کافی وقت گزر گیا ہے۔ میرا خیال ہے، یہ رات ہم پرسکون انداز میں گزاریں۔ اور اس کے بعد ہماری کارروائیوں کا آغاز کل صبح سے ہو جانا چاہئے۔''

''او کے سر......!'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''البتہ ایک چیز کی کمی رہ گئی ہے۔''

''وہ کیا......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''میں سوچ رہا تھا، اگر آج ہی اپنے چہرے کی مرمت بھی کر لیتا تو پھر کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ اب اگر ہم نیچے جانے کی کوشش کریں یا ہوٹل کا کوئی ویٹر ہی یہاں آ گیا تو مجھے بڑی دقت پیش آئے گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ...... ہاں! تم شکل میں فوری تبدیلیاں کرنا جانتے ہو۔ لیکن میرے دوست! جس شکل میں تم، اُس شخص کے ساتھ اندر آئے تھے، وہ بھی کیا بری تھی؟ یقین کرو! ایک لمحے کے

لئے تو میں تمہیں نہیں پہچان سکا تھا۔ اور یہ تو بڑی بات ہے کہ صرف ذرا سی کوشش سے چہروں کے نقوش اور زاویئے اس طرح بدل جاتے ہیں کہ شکل ہی بدل جائے۔ میرا خیال ہے، کم از کم آج تم اسی طرح کام چلاؤ۔ اس کے بعد میک اَپ کا سامان خرید لینا اور کل ہی میک اَپ بھی کر لینا۔''

''ہاں...... اب تو یہی کرنا پڑے گا۔ لیکن مجھے صرف ایک بات سے تکلیف ہوگی۔'' میں نے کہا۔

''وہ کیا......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کل جب میں اپنے چہرے پر میک اَپ کروں گا تو مجھے ان ٹیڑھے میڑھے نقوش کا خیال رکھنا ہوگا، جو میں نے ویٹر کے سامنے اپنائے تھے۔ اور اُنہی نقوش کے ساتھ مجھے باقی وقت بھی گزارنا پڑے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ میری حیثیت ملازم کی ہے، لیکن کیا ملازم خوبصورت نہیں ہوتے؟ اگر میں اپنے چہرے پر بہتر میک اَپ کر سکتا تو ملازم ہونے کے باوجود مجھے استنبول کے حسن سے محروم نہ ہونا پڑتا۔'' میں نے کہا اور فلیکس مسکرانے لگا۔ پھر اُس نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''ہاں میرے دوست! اس موضوع پر تو ہماری بات ہی نہیں ہوئی۔''

''کس موضوع پر......؟''

''میرا مطلب ہے، حسن و عشق کے سلسلے میں...... ڈن کین کی پوری کہانی تو میں سن ہی چکا ہوں۔ لیکن اس کہانی میں مجھے کہیں بھی یہ پتہ نہیں چل سکا کہ فن لینڈ کی کسی حسینہ نے یا اس سے باہر کی کسی لڑکی نے اِس شیر دل انسان کو بھی متاثر کیا یا نہیں، جو اپنے آگے کسی کی کوئی حقیقت و حیثیت ہی نہیں سمجھتا۔''

''حسن و عشق کے جھگڑوں سے کون محفوظ ہے فلیکس؟ یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتا ہوں۔''

''اپنی بات نہ پوچھو بھائی! دراصل شروع ہی سے ایسی زندگی گزاری کہ کسی خاص چہرے کو مرکز نگاہ نہیں بنا سکے۔ فوجی زندگی میں تو یوں بھی یہ بات ممکن نہیں۔ ایک دو لڑکیاں قریب آئی تھیں۔ لیکن شریف لڑکیاں تھیں۔ اس لئے میں نے اُنہیں دھوکہ دینا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ باقی سلسلے یونہی رہے۔ میری مراد ہے کہ باقی جو بھی آیا اور جس نے مسٹر فلیکس کے دل کو ٹٹولنے کی کوشش کی تو مسٹر فلیکس نے اپنے وجود کی ساری کھڑکیاں کھول دیں اور اُسے اندر

آنے کا راستہ دے دیا۔ لیکن اپنے دل کے دو دروازے ہیں۔ ایک آنے کا، دوسرا جانے کا۔ سیدھے آؤ، سیدھے چلے جاؤ۔'' فلیکس مسکراتا ہوا بولا اور میں ہنسنے لگا۔

''سب سے بہترین طریقہ یہی ہے فلیکس!'' میں نے جواب دیا۔

''اوہو! تو اس کا مطلب ہے، تم بھی اس چکر کے قائل نہیں ہو؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''ہاں...... ویسے میں نے زندگی میں، میرا مطلب ہے جرائم کی زندگی میں آنے کے بعد کچھ لڑکیاں میرے قریب آئیں۔ اور اُن ہی میں سے چند نے ایسے سبق دیئے کہ اگر کبھی اس راستے پر پھسلنا بھی تھا، تو اب نہیں پھسلوں گا۔''

''خوب، خوب...... گویا اس سبق نے تمہیں محتاط کر دیا ہے؟''

''نہ صرف محتاط بلکہ یوں کہو! کہ ہمیشہ کے لئے محتاط کر دیا ہے۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔ دونوں کی طبیعتیں تو تقریباً یکساں ہیں۔ لیکن کچھ اور سوالات بھی ہیں۔'' فلیکس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''شکار خود کرتے ہو یا شکار ہونا پسند کرتے ہو؟''

''یہ تو حالات پر منحصر ہے۔''

''آؤ! تو پھر باہر چل کر حالات کا جائزہ لیں۔''

''ایسے ہی......؟'' میں نے اُس کے لباس کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں...... بدل لیتے ہیں۔'' فلیکس نے کہا اور ایک لباس نکال کر باتھ رُوم کی جانب چلا گیا۔ لیکن میرے ذہن میں ایک اُلجھن تھی۔ یہاں اگر مجھے میک اَپ میں رہنا تھا تو اس طرح فلیکس کے ساتھ جانا مناسب نہیں تھا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ عدانہ میں مجھے کتنے دن رہنا ہے؟ صرف چند روز...... اگر یہاں کوئی ہمیں دیکھ کر چونکتا بھی ہے تو کیا اندازہ لگا سکے گا؟ اور اس سے ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟ اس احساس سے مجھے خاصی تقویت ملی تھی۔ اور پھر میں نے بھی اپنے لئے ایک لباس نکال لیا۔ جو کچھ ہوگا، دیکھا جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد ہم لباس پہن کر نیچے آ گئے۔ ہوٹل مونا کو، کے خوبصورت ماحول میں ہنگامے رقصاں تھے۔ مقامی لوگ زیادہ تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عدانہ باہر کے لوگوں کے لئے زیادہ دلچسپ جگہ نہیں ہے۔ ہاں! مقامی لوگ، جو نظر آ رہے تھے، وہ زیادہ تر کاروباری تھے۔ یوں بھی مقامی لوگوں کی مالی حالت زیادہ بری معلوم نہیں

ہوتی تھی۔

ہم لوگ ڈائننگ ہال میں آ کر بیٹھ گئے۔ ہر قسم کی تفریحات جاری تھیں۔ فلیکس، زندگی سے بھرپور نظر آ رہا تھا اور مجھے اُس شخص کی حالت پر تعجب بھی ہوتا تھا۔ حالانکہ جن محرومیوں کا وہ شکار تھا، اگر کوئی اور شخص ہوتا تو ان کے تحت گوشہ نشین ہونا ہی پسند کرتا۔ لیکن اس وقت تو مجھے اور حیرت ہوئی جب ایک لڑکی نے فلیکس سے رقص کی درخواست کی۔ اور پھر ہم دونوں کی شکلیں دیکھ کر چونک پڑی......

''اوہ...... تعجب...... تعجب......'' اُس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ زبان انگریزی ہی تھی۔ لیکن، لہجہ ترکی تھا۔

''کیوں...... کس بات پر تعجب ہے؟''

''تم دونوں...... تم دونوں...... میرا مطلب ہے کہ کیا تم دونوں جڑواں بھائی ہو؟'' اُس نے متحیرانہ انداز میں ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... ہم دونوں جڑواں ہیں۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ وہ زندگی سے بھرپور نظر آ رہا تھا۔

''بڑی حیرت انگیز مماثلت ہے تم دونوں کے درمیان۔'' لڑکی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''میں، تم سے رقص کی درخواست کرنا چاہتی تھی۔'' لڑکی، فلیکس سے بولی۔

''تو کرو!'' فلیکس نے شانے اُچکائے۔

''لیکن اب سوچ رہی ہوں کہ کیوں نہ تم دونوں سے رقص کی درخواست کروں......؟''

''دونوں کے ساتھ رقص کر سکو گی......؟''

''کیوں نہیں کر سکوں گی؟''

''تو پھر ٹھیک ہے۔'' فلیکس کھڑا ہو گیا۔

میں نے ہنستے ہوئے اُس کا شانہ تھپتھپایا۔ ''بہتر یہی ہے فلیکس! کہ تم ہی اِن خاتون کے ساتھ رقص کرو۔''

''ٹھیک ہے...... اگر تم اجازت دیتے ہو تو......'' فلیکس نے زندہ دلی سے کہا اور کرسی سے اُٹھ گیا۔

مجھے حیرت تھی کہ فلیکس، رقص کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔ اگر وہ اس مصنوعی ٹانگ سے چل

ہی لیتا ہے تو بڑی بات ہے۔ کیونکہ یہ ٹانگ ابھی پوری طرح اُس کے لئے کارآمد نہیں تھی۔ وہ اُس میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ فلیکس بہ آسانی اُس لڑکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔

میرا خیال تھا کہ اب فلیکس پوری طرح رقص میں مصروف ہو جائے گا۔ چنانچہ مجھے اپنے طور پر کچھ اور بندوبست بھی کرنا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں، طبیعت کچھ بجھ سی گئی۔ اور میں صرف رقص دیکھنے والوں ہی میں شامل رہا۔ کئی لڑکیوں نے مجھ سے رقص کی درخواست کی تھی، لیکن میں نے اُن سے معذرت کر لی۔ فلیکس رقص کرتا رہا۔ اور پھر جب رقص کا راؤنڈ ختم ہوا تو وہ میرے پاس پہنچ گیا۔

''تم رقص کیوں نہیں کر رہے ہو؟'' وہ بھنائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''یار! کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ بس! میرا دل نہیں چاہا۔ رقص کرنے سے زیادہ رقص دیکھنے میں لطف آ رہا ہے۔ واقعی...... تم اپنی تفریحات جاری رکھو، میں بالکل بور نہیں ہو رہا۔''

''ہرگز نہیں......!'' فلیکس غرایا۔

''اچھا، ضدی آدمی......! میں دوسرا راؤنڈ ناچ لوں گا۔ دیکھو! موسیقی شروع ہو گئی ہے۔ اس سے قبل کہ وہ کسی دوسرے کو پارٹنر بنا لے، تم جاؤ!''

''رقص کرو گے؟''

''ہاں...... میں کروں گا۔'' میں نے کہا اور فلیکس ہنستا ہوا اُٹھ گیا۔ وہ پھر اپنی ہم رقص کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ اور پھر اچانک ہی میری نگاہ اُس کے قریب رقص کرتے ہوئے ایک شخص پر پڑی۔ میری یادداشت اتنی کمزور بھی نہیں تھی کہ میں اُسے نہ پہچان سکتا۔ یہ وہی پولیس آفیسر تھا، جس سے میں نے پٹرول کار چھینی تھی۔

پولس افسر ایک خوبصورت عورت کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ وہ سول لباس میں تھا۔ لیکن میں نے اُسے پہچان لیا تھا۔ ایک لمحے میں مجھے خطرے کا احساس ہو گیا اور میں سچویشن پر غور کرنے لگا۔

عین اُسی وقت پولیس افسر کی نگاہ، فلیکس پر پڑی اور وہ ٹھٹھک گیا...... ہو گئی گڑبڑ...... میں نے سوچا۔ اور پھر میں برق رفتاری سے اپنی سیٹ سے اُٹھ گیا۔ دوسرے لمحے میں، میں ایک گوشے میں پہنچ گیا، جہاں سے کوئی مجھے نہ دیکھ سکے۔

پولیس افسر نے فوری کارروائی کی تھی۔ اُس کے پاس ریوالور تھا، جسے اُس نے نکال کر فلیکس کی کمر سے لگا دیا اور پھر چیخ کر بولا۔ ''رقص روکو...... آرکسٹرا بند کرو...... بند کرو!''

اُس کی دھاڑ اتنی بلند تھی کہ موسیقی رُک گئی۔ لوگ چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔

''سوری جنٹلمین! میں ایک پولیس افسر ہوں۔ اتفاقیہ طور پر ایک ایسا مجرم ہاتھ لگ گیا ہے، جس نے آج دن میں ایک خطرناک واردات کی ہے۔ میں، آپ کی تفریح میں مداخلت کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ اُمید ہے، آپ لوگ پولیس سے تعاون کریں گے۔''

ہوٹل کے عملے کے لوگ اُن کے قریب پہنچ گئے۔ فلیکس متعجب کھڑا ہوا تھا۔ میں نے سب معمولی خدوخال ٹیڑھے کئے اور اُن کے قریب پہنچ گیا۔ مینجر شاید پولیس افسر سے استفسار کر رہا تھا۔

''جی ہاں...... ایک خطرناک مجرم، جس نے صبح ایک پولیس پٹرول کار چرائی اور پھر ایک بنک میں ڈاکہ ڈالا۔''

''آفیسر......! میں غیر ملکی ہوں۔ تمہیں میری توہین کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔'' فلیکس رُعب لہجے میں بولا۔

''کیا تم، مجھے اندھا سمجھتے ہو؟ تم جانتے ہو کہ میں، تمہیں کتنی اچھی طرح پہچان سکتا ہوں۔'' افسر نے سخت لہجے میں کہا۔

''میں ایک معذور انسان ہوں جناب! اور کوئی جرم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ میں کینیڈا کے سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ دیکھئے! کیا میں، اس طرح ہونے کے باوجود جرم کر سکتا ہوں؟'' فلیکس نے اپنا پاؤں سامنے کر کے پتلون کا پائنچہ اُٹھا دیا۔

''کیا مطلب؟'' ہوٹل کے مینجر نے تعجب سے پوچھا۔

''بجا کر دیکھئے...... میری ایک ٹانگ، لکڑی کی ہے۔'' فلیکس نے کہا اور مینجر کی بجائے یہ کام خود پولیس افسر نے انجام دیا تھا۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے نقوش اُبھر آئے تھے۔

''اس کے علاوہ میرا ایک ہاتھ بھی لکڑی کا ہے۔'' فلیکس نے کہا اور ان دونوں چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد پولیس افسر بھی متحیر نظر آنے لگا تھا۔

چند ساعت وہ سوچتا رہا۔ اور پھر اُس نے گردن ہلائی۔ ''لیکن میں اتنی آسانی سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ جب تم رقص کر سکتے ہو تو جرم بھی کر سکتے ہو۔''

''میں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔'' فلیکس نے غراتے ہوئے کہا۔

میرے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ میں نے اپنا چہرہ درست کر لیا اور تھوڑا سا
کھسک گیا۔ پولیس افسر کا سروس ریوالور ابھی تک میرے پاس تھا۔ ظاہر ہے، اس کام کو
میں پھینک نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک خوبصورت عورت کو تاکا اور دوسرے لمحے
نے عورت کی گردن سے اُس کا قیمتی ہار کھینچ لیا۔ عورت کے منہ سے دلخراش چیخ نکل گئی
ایک بار پھر سب چونک پڑے۔ میں نے اپنے خدوخال درست کر لئے تھے۔ "
ہار...... میرا ہار......" عورت چیخ پڑی۔ اور سب اُس طرف متوجہ ہو گئے۔ تب میں نے
کو قابو میں کر لیا اور اُسے لے کر پیچھے کھسکنے لگا۔

"بے وقوف پولیس افسر! تم اِس لنگڑے کو لئے کھڑے رہو! میں تمہارے سامنے ایک
واردات کر کے جا رہا ہوں۔ اور میرا معاون، تمہارا یہ سروس ریوالور ہے۔" میں نے ریوالور
لہراتے ہوئے کہا اور پولیس افسر نے بے اختیار آگے بڑھنے کی کوشش کی۔

"خبردار! اگر تم نے جنبش کی تو پہلے یہ شریف عورت مرے گی اور اس کے بعد جو
یہاں ہو گا، اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔" میں نے عورت کے گرد گرفت مضبوط کرتے ہوئے
کہا اور پھر میں پیچھے کھسکنے لگا۔

چند ساعت کے بعد میں دروازے سے باہر تھا۔ خوبصورت عورت کو میں نے دروازے
کے باہر سے دوبارہ اندر دھکیل دیا اور وہ ایک چیخ مار کر دروازے کے قریب گر گئی۔ میرا
کام مکمل کر چکا تھا۔ اور اس کے بعد وہاں رُکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے برق
رفتاری سے ایک طرف چھلانگ لگائی اور تیزی سے دوڑتا چلا گیا۔ ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد
میں واپس پلٹ پڑا اور خدوخال ٹیڑھے کرنے کے بعد دوبارہ سیڑھیوں کے نزدیک پہنچ گیا
اور اب میں دوبارہ اپنے کمرے کی جانب جا رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر میں نے آرام سے اپنا لباس اُتارا، دوسرا لباس پہنا اور فلیکس کا
انتظار کرنے لگا۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد فلیکس کی آہٹ سنائی دی۔ اور پھر وہ کمرے کا
دروازہ دھکیل کر اندر آ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر بڑی پُرسکون مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں
نے اُس کی جانب دیکھا اور وہ ہنسنے لگا۔

"خیریت......؟" میں نے سوال کیا۔

"خدا کی قسم کین! تم بے پناہ ذہین ہو۔"

"خیریت، سناؤ فلیکس!" میں نے کہا۔

"بالکل خیریت ہے۔ پولیس افسر تقریباً پندرہ منٹ تک تمہیں تلاش کرتا رہا اور پھر آدھے
گھنٹے تک مجھ سے معافی مانگتا رہا۔ اُس نے انتہائی شرمندگی کا اظہار کیا اور کہا کہ شکل ملنے کی
وجہ سے غلط فہمی ہو گئی تھی۔ بہرصورت! اب وہ میری طرف سے بالکل مشتبہ نہیں ہے۔ لیکن
تمہیں خوب سوجھی۔ ہاں! یہ پولیس افسر کا کیا قصہ تھا؟"

"بھئی دراصل صبح کو اس پولیس افسر کی کار حاصل کر کے میں نے اپنا کام کیا تھا۔"

"یعنی پولیس پٹرول کار......؟" فلیکس نے پوچھا۔

"ہاں...... اُس وقت یہی نظر آئی تھی۔"

"کمال کی بات ہے۔ اور خود اس پولیس افسر کا تم نے کیا، کیا تھا؟"

"بے ہوش کر کے کھیتوں میں ڈال دیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"جب ہی تو...... ظاہر ہے، اُس کے ساتھ یہ سلوک ہوا تھا۔ وہ اسے کیسے بھول سکتا تھا؟
حالانکہ حوالہ صرف بینک ہی کا دے رہا تھا۔"

"ہاں...... بس! ذرا سی غلطی ہو گئی۔"

"وہ کیا......؟" فلیکس نے پوچھا۔

"بس! میں محسوس کر رہا ہوں...... ویسے میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں زیادہ عرصہ نہیں رُکنا
چاہئے۔"

"مونا کو میں......؟"

"ہاں......!"

"کیوں......؟"

"اس لئے کہ ممکن ہے، تمہاری پارٹنر لڑکی کسی طرح پولیس کے ہاتھ لگ جائے۔"

"اوہ، ہاں! وہ، جو میرے ساتھ رقص کر رہی تھی؟"

"ہاں......!" میں نے جواب دیا۔

"لیکن وہ کیا کر سکتی ہے کین؟"

"بات کرنے، کرانے کی نہیں ہے فلیکس! دراصل اُس نے ہم دونوں کو یکجا بھی دیکھا
ہے۔"

"ہاں...... بات تو قاعدے کی ہے۔"

"تو پھر......؟"

''میں کیا کہوں کین؟ تم ہی بتاؤ!'' فلیکس نے کہا۔

''بس! سامان اُٹھا کر یہاں سے نکل جاؤ...... اظہار اس بات کا کرو! کہ اب تم میں ایک لمحے کے لئے بھی نہیں رُک سکتے۔''

''مناسب بات ہے۔ اور تم......؟''

''اوّل تو میں تمہارا ملازم ہوں۔ یہ دیکھو!'' میں نے اپنے چہرے کے نقوش ب لئے اور فلیکس آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔

''بلاشبہ، کین! تمہارا یہ فن میری سمجھ سے باہر ہے۔'' اُس نے کہا۔

''شکریہ دوست!'' میں نے جواب دیا۔

''حیرت کی بات یہ ہے کین! کہ تم بالکل تبدیل ہو جاتے ہو۔ اور درحقیقت ا انوکھا کارنامہ ہے۔ ورنہ خدوخال کو اس طرح سے بغیر کسی بیرونی مدد کے تبدیل کرنا بات نہیں ہے۔''

''بہرصورت! میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں تو تمہارا ملازم ہوں۔ میں پہلے چلا جاؤ تاکہ لوگوں کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔''

''تب پھر میرا خیال ہے کین! تم ایک کام کرو۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں، ہاں! کہو...... وہ کیا؟''

''میرا مطلب ہے کہ تم سب سے پہلے یہاں سے جا کر کوئی مناسب ہوٹل تلاش کی کوشش کرو۔ اور اس کے بعد میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

''مناسب......!'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر چند ساعت کے بعد میں دوبارہ تبدیل کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے وہ لباس نہیں پہنا، جو تھوڑی دیر قبل پہنا ہوا تھا۔

پھر میں اپنے خدوخال ٹیڑھے کر کے باہر آ گیا۔ جب تک میک اَپ کے بندوبست نہ ہو جاتا، مجھے اسی انداز میں کام چلانا تھا۔ بہرصورت! میک اَپ کرنا بھی تھا، ورنہ ہم نقصان اُٹھا سکتے تھے۔

ہوٹل سے باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور پھر چل پڑا۔ پھر ایک بھرے پُ میں اُتر گیا۔ اور وہاں پیدل چلنے لگا۔ کافی دُور جا کر میں نے دوبارہ ایک ٹیکسی لی ڈرائیور سے کہا کہ مجھے کسی عمدہ سے ہوٹل میں لے چلے۔ میں نے ٹیڑھے میڑھے اند انگریزی بولنے کی کوشش کی تھی، جس سے ڈرائیور کو یہ اندازہ ہوا کہ میں مقامی نہیں ہوں

ڈرائیور نے مجھے ایک ہوٹل پلائی وڈ کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ پلائی وڈ کی عمارت خاصی حسین تھی اور یہ ہوٹل مونا کو، کی نسبت زیادہ حسین معلوم ہوتا تھا۔ اس ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لینا میرے لئے زیادہ مشکل بات نہیں تھی۔

کشادہ کمرے میں پہنچ کر میں نے اُس کا جائزہ لیا اور اُسے پسند کیا۔ جب تک ہم عدانہ میں تھے، یہ جگہ خاصی عمدہ ثابت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ تمام کاموں سے فارغ ہو کر میں نے مونا کو، کا نمبر ڈائل کیا اور آپریٹر سے کہا کہ وہ میری بات، میرے دوست سے کرا دے۔''

تھوڑی دیر بعد فلیکس کا فون نمبر مل گیا۔ ''اوہ، ڈیئر! میں تمہارا بہت پرانا دوست بول رہا ہوں۔ کیا تم مجھ سے ملاقات کے لئے آنا پسند کرو گے؟''

''گڈ...... کہاں ڈیئر؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''اس ہوٹل کا نام پلائی وڈ ہے۔ میرا خیال ہے، ٹیکسی ڈرائیور بہ آسانی تمہیں وہاں تک پہنچا دے گا۔''

''روم نمبر......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''تیرہ......!''

''ٹھیک ہے...... میں پہنچ رہا ہوں۔''

''کب......؟''

''ابھی تھوڑی دیر میں۔'' فلیکس نے جواب دیا اور میں نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

تقریباً پچیس منٹ کے بعد فلیکس میرے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے بھی اس ہوٹل کو کافی پسند کیا اور کہنے لگا۔ ''کین! یہ ہوٹل مونا کو، سے بہتر ہے۔''

''ہاں فلیکس...... بہرصورت! ہمیں کوئی طویل قیام تو یہاں کرنا نہیں ہے۔ سب سے پہلے میں میک اَپ کا سامان تلاش کروں گا۔ اس کا ملنا ضروری ہے۔ ورنہ بڑی دقتیں پیش آئیں گی۔ میرا خیال ہے تم اپنی شکل بھی تبدیل کر ہی لو تو بہتر ہے۔'' میں نے کہا۔

''لیکن کیوں......؟''

''بس! فی الوقت، ہم اِس شکل میں یہاں نہیں رہ سکتے۔ ورنہ اُلجھنوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اور فی الوقت میں کسی اُلجھن میں پڑنا نہیں چاہتا۔''

''ٹھیک ہے کین! جیسا تم مناسب سمجھو۔ خدا کرے! میک اَپ کا سامان مل جائے۔''

فلیکس نے کہا۔ اور پھر رات ہم نے پُرسکون انداز میں گزاری۔

جن تفریحات کا اِرادہ کر کے ہم، مونا کو، کے ریسٹورنٹ میں گئے تھے، وہ تو حاصل
ہو سکی تھیں۔ ہم اُن کے بہت زیادہ خواہشمند بھی نہیں تھے۔

ہم نے ناشتہ کیا۔ اور پھر میں نے فلیکس سے کہا۔ ''فلیکس! اب میں چلتا ہوں۔ میں
اپنی شکل بدل لوں گا۔ اور تمہارے لئے بھی کچھ نہ کچھ لے آؤں گا۔''

''لیکن پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے۔'' فلیکس مسکرایا۔

''کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''اگر ہم میک اَپ کر لیں گے تو پھر اس ہوٹل میں یا اس کمرے میں قیام نہیں کر
گے۔''

''اوہ...... دیکھا جائے گا فلیکس! یہ کون سی بڑی بات ہے؟ اور بھی کام کرنے ہیں۔
ہے، ہم عدانہ میں کسی طویل قیام کے لئے تو نہیں آئے۔ جس قدر جلد ہو سکا، ہم اپنا کام
کر لیں گے۔'' میں نے کہا اور فلیکس نے گردن ہلا دی۔

''تو میں نہیں ہوٹل میں رہوں......؟''

''نہیں، تمہاری مرضی ہے۔ اگر تم چاہو تو عدانہ میں گھوم پھر سکتے ہو۔''

''ہاں بھئی! اجازت دو۔ دراصل! میں اِس گوشہ نشینی سے تنگ آ گیا ہوں۔'' فلیکس
کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''ٹھیک ہے فلیکس! تمہارے پاس پروف تو موجود ہے ہی۔ تمہارا یہ معذور جسم
اسے ثبوت کے طور پر پیش کر سکتے ہو۔ لیکن ایسی صورت میں، اگر پولیس والے تمہارا را
روکنے کی کوشش کریں۔''

''ٹھیک ہے یار! اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں۔'' فلیکس نے ہنستے ہوئے کہا
میں بھی ہنس پڑا۔

''گئے گزرے سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''کوئی خاص نہیں۔ بس! میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ وقت، جو تم نے مجھے کند
پر اُٹھا اُٹھا کر اور سہارا دے دے کر گزارا ہے، وہ بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اور کین! اگر ا
انسان، مایوسیوں کی گھاٹیوں سے نکل آئے تو اُسے جتنی خوشی ہوتی ہے، اس کا انداز
میری کیفیت سے لگاؤ! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں ایک نوزائیدہ بچہ تھا۔ یا پھر ایک

شخص، جو بغیر سہاروں کے نہ چل سکے۔ اور اُسے ایک اتنا مضبوط سہارا مل جائے جو اُس کی
زندگی میں بہت بڑی حیثیت رکھتا ہو۔''

''تم پھر انہی باتوں پر اُتر آئے......؟''

''دیکھو، دیکھو......! میری نیت پر شک نہ کرو میرے دوست! میں جو وعدہ کر چکا ہوں،
اُس پر کاربند رہوں گا۔ لیکن بعض اوقات جذبات اُبھر آتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں تمہیں،
میرے ساتھ یہ سلوک نہیں کرنا چاہئے۔'' فلیکس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنس پڑا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ تو آؤ! باہر چلیں۔'' میں نے کہا۔

''ساتھ ساتھ......؟''

''ہاں! کیا حرج ہے؟ ہمیں اتنا زیادہ محتاط بھی نہیں ہونا چاہئے۔'' میں نے جواب دیا اور
فلیکس نے شانے ہلا دیئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نیچے اُتر آئے۔ ہمیں اب دو مختلف سمتوں کے لئے ٹیکسی کی
ضرورت تھی۔ چنانچہ پہلے فلیکس نے ایک ٹیکسی حاصل کی اور اُس میں بیٹھ کر چلا گیا۔ میں
دوسری ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا...... تھوڑی دیر کے بعد مجھے بھی ایک ٹیکسی مل گئی اور ڈرائیور
نے مجھ سے مقامی زبان میں جگہ کے بارے میں پوچھا۔

''کسی بھی بازار میں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ...... آپ مقامی نہیں ہیں جناب؟'' ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی سٹارٹ کرتے ہوئے
پوچھا۔

''ہاں...... سیاح ہوں۔''

''لیکن سیاح، عدانہ میں بہت کم آتے ہیں۔'' ڈرائیور خاصا باتونی معلوم ہوتا تھا۔

''میں، ترکی کا ہر ایک شہر دیکھ رہا ہوں۔''

''خوب...... خوب! تو کیا آپ، استنبول اور انقرہ وغیرہ دیکھنے کے بعد یہاں تشریف
لائے ہیں؟ یہ شہر، ترکی کی سرحد پر ہے۔ اور اس کے بعد رُوس کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔ ویسے تم ٹیکسی ڈرائیور کے علاوہ ایک عمدہ گائیڈ بھی ہو۔''

''ہاں...... میں ایک تعلیم یافتہ آدمی ہوں۔ اور اگر کوئی شخص، ترکی کی سیر کرنا چاہئے تو
اُسے، مجھ سے اچھا گائیڈ نہیں مل سکتا۔''

''تب پھر ٹیکسی کیوں چلاتے ہو...... گائیڈ کا کام کیوں نہیں کیا؟''

''بس جناب! شوق سمجھ لیں۔'' ڈرائیور نے جواب دیا۔ پھر اُس نے مجھے ایک
پرے بازار میں اُتار دیا۔ جہاں بے شمار دُکانیں بکھری ہوئی تھیں۔ بالآخر ایک دُکان
ہی گئی، جہاں میرے مطلب کی چیزیں موجود تھیں۔

میں نے سیلز مین سے وہ چیزیں طلب کیں۔ اس وقت بھی میں نے اپنے خد
ٹیڑھے کئے ہوئے تھے۔ یعنی میرا نچلا ہونٹ لٹکا ہوا تھا۔ آنکھیں اُوپر کو کھنچی ہوئی تھیں
وغیرہ۔

''کیا تمہارا تعلق کسی تھیٹر یا ڈرامیٹک کمپنی سے ہے۔'' سٹور کیپر نے میرا مطلوبہ سا
میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ...... کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''میرا خیال درست ہے نا؟'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ہاں...... لیکن کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بے شمار لوگ، مجھے بحیثیت اداکار جا
ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن میں نے تمہیں اس سامان کی وجہ سے پہچانا ہے۔ ظاہر ہے، یہ سامان عام ا
استعمال نہیں کرتے۔ ویسے مجھے، ڈراموں میں کام کرنے کا بہت شوق ہے۔ کیا تم، مجھے
کام دلا سکتے ہو؟ میں بہترین اداکاری کر سکتا ہوں۔ دیکھو! یہ ایک رُومانی نظر کی پر
ہے۔'' اُس نے چہرے پر ہونقوں کے سے آثار پیدا کر لئے۔ اور اُسی وقت مینجر نے
بجائی۔ اداکار، دانت پیستا ہوا سیدھا ہو گیا۔

میں، میک اَپ کے سامان کا بل ادا کر کے باہر آ گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد
ہوٹل پہنچ گیا۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور پھر میں
اَپ میں مصروف ہو گیا۔

میں نے ایک خوبصورت نوجوان کا میک اَپ کیا تھا، جس کے خدوخال کسی جرمن نو
کے سے تھے۔ اور اس سلسلے میں، میں نے کافی مہارت سے کام لیا تھا۔ اس کی وجہ یہ
میرا دوست فلیکس بھی رنگین مزاج تھا۔ اور زندگی کی تفریحات میں تھوڑی سی دلچسپی
شامل رہیں تو کیا حرج ہے؟ میک اَپ کرنے کے بعد میں نے اپنا سوٹ پہنا اور تیار
اور پھر وہاں سے باہر آ گیا۔

اب میں کم از کم! اس بات سے مطمئن تھا کہ مجھے پہچانا نہیں جا سکتا۔ اس کے بعد

نے عدانہ سے جانے کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ عدانہ سے از ہر جانا پڑتا تھا۔ پھر
وہاں سے لانچ کے ذریعے استنبول...... اور باقی وقت میں نے ان معلومات ہی میں صرف کیا
اور پھر شام کو چھ بجے کے قریب واپس ہوٹل پہنچ گیا۔

ہمارے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے دروازے کے پٹ دیکھے اور اندر داخل ہو
گیا۔ فلیکس ایک آرام کرسی میں دراز، اخبار دیکھ رہا تھا۔ میری آہٹ پر اُس نے نظریں
اُٹھائیں۔ اور پھر سخت نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا۔ اُس کے انداز میں بڑا اعتماد تھا۔

''اوہ...... شاید میں غلط کمرے میں آ گیا۔'' میں نے آواز بدل کر کہا۔

''اس کے باوجود، آپ کھڑے ہوئے ہیں۔'' فلیکس کی آواز کھردری تھی۔

''میں، آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے، تم کوئی چور ہو اور دروازہ کھلا دیکھ کر اندر گھس آئے ہو۔ اور اب
باتیں بنا کر یہاں سے نکل جانے کے خواہش مند ہو۔'' فلیکس نے اخبار رکھ دیا۔

''آپ کوئی جاسوس ہیں جناب......؟'' میں آگے بڑھ آیا اور فلیکس کے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی۔

''یہ بات نہیں ہے۔ آؤ!'' اُس نے کہا اور اپنے سامنے پڑی ہوئی کرسی کی طرف اِشارہ
کیا۔ میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ ''بات یہ ہے کہ میں خود بھی چور ہوں اور یہی کام کرتا ہوں جو
تم۔'' اُس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ننھا سا پستول نکال لیا۔

''یہ...... کیا......؟''

''بیٹھے ر[illegible] جسم کو حرکت نہ دینا، ورنہ اِس پستول میں سے صرف روشنی نہیں نکلتی۔''

''دراصل! میں رُوسی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا ہوں مسٹر فلیکس!'' میں نے کہا اور
فلیکس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے تعجب کے آثار نظر آئے۔ پھر اُس نے ایک گہری
سانس لے کر پستول جیب میں ڈال لیا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ رُوسیوں سے میری کافی گہری دوستی ہے۔ اور اس کا
تم سے بڑا گواہ کون ہو سکتا ہے مسٹر کین!'' اُس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ فلیکس بھی ہنسنے لگا
تھا۔ ''لیکن تمہارا میک اَپ...... میں اسے دنیا کا بہترین میک اَپ کہہ سکتا ہوں۔''

''لیکن میں، تمہاری بات تسلیم نہیں کرتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیوں......؟''

''تم نے مجھے پہچان لیا۔''

''صرف ایک لفظ سے۔''

''کون سے لفظ سے......؟''

''تم، فلیکس ایک مخصوص انداز میں کہتے ہو۔ یقین کرو! تمہیں پہچان لینے میں صرف یہی ایک لفظ معاون ثابت ہوا ہے۔''

''ہوں......'' میں نے گہری سانس لی۔ فلیکس بھی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

''بہت خوبصورت میک اِپ ہے۔ اب مجھے بدل دو۔''

''جلدی کیا ہے میری جان! کہاں کہاں گھومے......؟''

''اس حسین شہر کے نواح میں گھومتا رہا۔ اور کوئی خاص کام نہیں کیا۔''

''میرا خیال ہے، کیا ہے۔''

''کیا......؟ میں نہیں سمجھا۔'' فلیکس نے پوچھا۔

''تمہارے پاس میں نے پستول دیکھا تھا۔''

''اوہ، ہاں...... بہت عمدہ چیز ہے۔ میں نے تھوڑی سی خریداری بھی کی ہے۔ یہ تمہارے لئے لے لیا ہے۔'' اُس نے دوسرا پستول نکال کر میری طرف اُچھال دیا۔ ''بہت ہلکا اور بہت چھوٹا پستول ہے۔ کارکردگی کے لحاظ سے مکمل اور بھرپور......'' فلیکس بولا۔

''ہاں! عمدہ چیز ہے۔ اب میں اُس پولیس افسر کے ریوالور سے نجات پا لوں گا۔'' میں نے پستول، جیب میں ڈال لیا۔

''اور اب یہ اخبار دیکھو! اس میں تمہارے کارناموں کی تفصیل ہے۔''

''اوہ! میں صبح سے اخبار دیکھ ہی نہیں سکا۔'' میں نے کہا اور اخبار اُٹھا لیا۔ کارناموں کی تفصیل، توڑ مروڑ کر پیش کی گئی تھی۔ یعنی اُس پولیس آفیسر نے بتایا تھا کہ پٹرول کار چوری کی گئی تھی اور مجرم بینک کے قریب بھی دیکھا گیا تھا۔

اخبار پڑھ کر میں نے گہری سانس لی۔ پھر فلیکس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''چلو ٹھیک ہے۔ بیچارے نے اپنی پوزیشن محفوظ کر لی۔ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ بہرحال! اب عدانہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟''

''ہاں...... میں بھی یہی کہنے والا تھا۔''

''پھر......؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، سفر کے بارے میں معلومات حاصل کر لی جائیں۔''

''میں کر چکا ہوں۔''

''خوب...... میک اَپ تم نے یہیں آ کر کیا تھا نا؟''

''ہاں......!''

''میرے لئے بھی تم اپنے جیسا ہی کوئی خوبصورت چہرہ تلاش کرنا۔ تمہارے ہونٹوں کا یہ حسین اُبھار بہت سے ذہنوں کا سکون چھین لے گا۔ ابھی تک کوئی مقامی لڑکی، تمہاری طرف نہیں دوڑی؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''مقامی لڑکیاں کافی بد ذوق معلوم ہوتی ہیں۔'' میں نے میک اَپ بکس نکال کر فلیکس کے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ ایک گھنٹے میں، میں اس کام سے فارغ ہو گیا۔ اور پھر ہم دوسری باتوں میں مصروف ہو گئے۔ یہ رات، ہم نے سکون سے گزاری تھی۔

اور پھر دوسرے دن ہم روانگی کے لئے تیار تھے۔ عدانہ سے ازہر...... اور پھر وہاں سے استنبول۔ سارا سفر، خوشگوار تھا۔ اور کسی حادثے یا قابل ذکر واقعے سے محفوظ۔ بہرحال! ہم استنبول میں داخل ہو گئے۔ اُونچے اُونچے میناروں والی مسجدوں کا شہر، جو قدیم اور جدید کا بہترین امتزاج تھا۔

یہاں کے ہوٹل بہت خوبصورت تھے۔ چونکہ ہم دونوں میک اَپ میں تھے، اس لئے ہمیں آوارہ گردی کی کوئی فکر نہیں تھی۔ چنانچہ ٹیکسی میں ہم نے کئی ہوٹل دیکھے۔ اور پھر ایک عمدہ ہوٹل کا انتخاب کر لیا۔ یہاں رہ کر چونکہ کچھ زیادہ کام کرنا تھا۔ اس لئے کافی دن ٹھہرنے کا پروگرام تھا۔ ہم نے دو کمرے حاصل کئے تھے۔ اس کی تجویز بھی فلیکس نے پیش کی تھی۔

دونوں کمرے برابر تھے۔ اس لئے کوئی دقت بھی نہیں تھی۔ ہم اپنے کمروں میں مقیم ہو گئے۔ کرنسی کی کوئی کمی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر ہم نے آرام کیا۔ اور پھر میں اپنے کمرے سے نکل کر پروگرام کے مطابق، فلیکس کے کمرے میں پہنچ گیا۔

''میں خود تمہیں بلانے والا تھا۔ کافی منگوائی ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''اب پروگرام طے ہو جائے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... میرا خیال ہے، ہم کافی انتظار کر چکے ہیں۔''

''سب سے پہلے فلیکس! تم یہ بتاؤ کہ پہلے تم اپنے اعضاء کی طرف سے مطمئن ہونا چاہتے ہو یا کام شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

''میں نہیں سمجھا مسٹر کین......؟'' اُس نے کہا۔

''میرا مطلب ہے فلیکس! اگر تم چاہو تو ہم سارے کام روک کر پہلے یہ کام کر لیتے ہیں۔ تا کہ ایک طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اگر تم اس طرف سے اُلجھن کا شکار رہے تو کام کرنے میں لطف نہیں آئے گا۔''

''لیکن ڈیئر کین! تم نے کہیں مجھے کمزور یا کسی اُلجھن کا شکار محسوس کیا ہے؟''

''بالکل نہیں......تم حیرت انگیز جا رہے ہو۔ اور میں تمہاری اس انوکھی صلاحیت سے بے حد متاثر ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے میرے دوست! کہ ہم کام شروع کرنے سے پہلے اس طرح چاق و چوبند ہو جائیں کہ پھر کوئی دُشواری محسوس نہ کریں۔ میرا مطلب ہے، اگر ہم اس سلسلے میں قدم آگے بڑھائیں گے تو پھر ممکن ہے، ہمیں اُنہی حالات سے دوبارہ گزرنا پڑے، جن سے ہم گزر چکے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک کہا تم نے ڈیئر کین! لیکن بھروسہ کرو، کہ اب تم، مجھے کسی طور معذور محسوس نہیں کرو گے۔ بات یہ ہے کہ ہاتھ اور پاؤں ضائع ہونے کے بعد میں نے شدید مشقت کر کے اپنے آپ کو ایک عجیب رنگ میں ڈھالا ہے۔ لکڑی کے ایک سیدھے ٹکڑے کو اپنی ٹانگ میں نصب کر کے اس سے بھی ایسا ہی کام لے سکتا ہوں جیسا کہ اصلی پاؤں سے۔ اس کے برعکس ٹرکش بڑھئی نے جو پاؤں تیار کیا ہے، وہ تو اتنا آرام دہ ہے کہ مجھے ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کین! کہ اس سلسلے کو اختتام تک پہنچانے کے بعد امریکہ جاؤں گا اور وہاں جدید ترین ذرائع سے اپنی یہ کمی پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ امریکہ میں مصنوعی اعضاء کی تیاری خاصی ترقی پر پہنچ گئی ہے۔ اور اپنے مقصد کی چیز تیار کرانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہو گی۔''

''اس کا مطلب ہے، تم مطمئن ہو......؟''

''ہاں...... بالکل! اب تم جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو، کھلے دل سے کرو۔ میں پہلے بھی تمہیں یہ بات بتا چکا ہوں۔''

''بس! تو ٹھیک ہے۔ استنبول میں ہمیں اس وقت تک رُکنا پڑے گا، جب تک ہم یورپ جانے کے لئے پاسپورٹ اور ویزے کا بندوبست نہ کر لیں۔ میرا خیال ہے، میں اس سلسلے

میں آج ہی سے کارروائی شروع کر دیتا ہوں۔ اور ہم جس وقت تک اس میں کامیابی حاصل نہ کر لیں، یہیں رہیں گے۔ اور اس کے بعد یہاں سے آگے روانہ ہو جائیں گے۔''

''مناسب......!'' فلیکس نے کہا۔ ہم دونوں دیر تک اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے۔ کافی آ گئی۔ کافی پینے کے بعد میں نے فلیکس سے اجازت مانگی۔

''اب میں چلتا ہوں ڈیئر فلیکس! اور اب اپنا کام کرنے کے بعد ہی آؤں گا۔ ہاں! اس دوران اگر استنبول کی کوئی حسینہ، تم تک پہنچنے کی کوشش کرے تو میرا خیال ہے، تمہیں انکار نہیں کرنا چاہئے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، آنکھیں بند کر کے مسکرا دیا۔

پھر میں باہر آ گیا۔ استنبول، میرے سامنے پھیلا ہوا تھا۔ صوفیہ کی قدیم دیوار کے سائے میں چلتے ہوئے وہاں سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر کھیلوں کے وسیع میدان پھیلے ہوئے تھے۔ آیا صوفیہ کی عمارت کے سامنے مخالف سمت میں سلطان احمد مسجد کا دالان نظر آ رہا تھا...... اور درمیانی میدان میں پرانے قسطنطنیہ کی یادگاریں، آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھیں......

234ء میں یہ شہر، جو اُس وقت بازنطائن کہلاتا تھا، رومیوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اور بعد میں اس کا نام رومی شہنشاہ کانسطنطائن کے نام پر قسطنطنیہ رکھ دیا گیا۔ اس وقت یہ شہر، معمولی حیثیت کا حامل تھا۔ لیکن پھر اس میں رومی تہذیب شامل ہو گئی۔ اس کی سات پہاڑیوں پر رومی طرز کی حسین ترین عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ اور ان ساتوں پہاڑیوں پر سنگ مرمر کے چار سو محلات تعمیر کئے گئے۔ اس طرح اسے نئے روم کی حیثیت دے دی گئی۔

کافی دیر تک میں، استنبول کی سیر کرتا رہا۔ میں نے پیدل ہی سفر اختیار کیا تھا۔ فوراً ہی تمام کام نہیں کر لئے تھے۔ چنانچہ جب تھک جاتا تو ٹیکسی لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا۔ اور اس کے بعد ہوٹل پہنچ کر میں نے پاسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے وہاں پہنچا دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ یہاں بھی عام ملکوں کی طرح ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہو گی، جو مناسب رقومات لے کر اُن لوگوں کے کام آتے ہیں، جو غیر قانونی طور پر پاسپورٹ وغیرہ تیار کراتے ہیں۔ تب میری نگاہ ایک بوڑھے امریکن پر پڑی، جو مقامی لباس میں نظر آ رہا تھا۔ حالانکہ یہ لباس اُس کی شخصیت سے قطعی مختلف تھا۔ میں بوڑھے کے قریب پہنچ گیا۔

''ہیلو......!'' میں نے اُسے مخاطب کیا اور بوڑھا میری طرف متوجہ ہو گیا۔ ''تمہاری اس جگہ موجودگی کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔''

''اگر تمہارا تعلق پولیس سے ہے تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ میں جو کچھ بھی کرتا
قانونی طور پر کرتا ہوں۔ اور اگر تم کوئی عام شخص ہو تو میں، تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کسی بھی
کا پاسپورٹ اور ویزا مہیا کر سکتا ہوں۔ اتنی جلدی کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''مجھے بھی ایک ایسے ہی شخص کی تلاش تھی۔''

''خوب...... تو کہو! کیا کام ہے؟''

''دو پاسپورٹ، یورپین ممالک کے لئے۔ ویزا بھی۔''

''تفصیلات......؟'' بوڑھے نے پوچھا اور میں نے اُسے ضروری باتیں نوٹ کرادیں۔

''بس! تصویریں دے دو...... اور اس کے ساتھ ہی اپنا پتہ بھی۔'' بوڑھے نے کہا اور
نے اُسے اپنا ایڈریس دے دیا۔ اُس نے اپنا نام آڈیل بتایا تھا۔

اور یہ بوڑھا آڈیل تو بڑے کام کا ثابت ہوا تھا۔ اُس کی گفتگو سے مجھے یہ احساس بھی
تھا کہ کہیں وہ نیم پاگل شخص نہ ہو اور اُس نے جو بکواس کی ہے، وہ محض بکواس ہی نہ
چنانچہ میں نے اُس سے کہا۔ ''لیکن مسٹر آڈیل! آپ سے ملاقات کا آسان ترین ذریعہ
ہے؟''

''میرا ایڈریس لکھ لیجئے۔''

''فرمائیے......!''

''مینار سوزیدہ کے سامنے ایڈون بلڈنگ موجود ہے۔ اس کی دوسری منزل پر فلیٹ
سات، آڈیل کا ہے۔ یہ میرا کارڈ رکھ لیجئے۔'' اُس نے کہا اور میں نے دلچسپی سے اُس کا
لے کر دیکھا۔ آڈیل کا بیان درست ہی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے اُس کا کارڈ جیب
رکھ لیا اور پھر کسی قدر مطمئن انداز میں وہاں سے واپس آ گیا۔ گویا جس کام کے لئے میں
تھا اور جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ مشکل سے انجام پائے گا، وہ بڑی آسانی
گیا تھا۔ اس کے بعد فرصت ہی فرصت تھی۔

چنانچہ میں نے سوچا کہ کانسطنطائن کا آبی محل دیکھ لوں۔ ایک بک سٹال پر پہنچ کر میں
استنبول کا نقشہ طلب کیا اور چھ لیرے میں مجھے وہ نقشہ مل گیا۔ ایک جگہ پہنچ کر میں نے
کھول دیا اور کانسطنطائن کا آبی محل تلاش کرنے لگا۔ مجھے اندازہ تھا کہ یہ محل، مینار سوزیدہ
ساتھ ہی ہے اور بوڑھے نے بھی اسی علاقے کا پتہ بتایا تھا۔

ایک ٹیکسی روک کر میں نے ڈرائیور سے مینار سوزیدہ چلنے کے لئے کہا اور ٹیکسی ڈرائ

نے چند ساعت کے بعد ہی مجھے وہاں پہنچا دیا۔

لیکن یہ جگہ تو بڑی عجیب سی تھی۔ آبی محل کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے سامنے
چہل قدمی کرنے والی دو لڑکیوں کو اپنا رہبر بنانے کا فیصلہ کیا اور اُن کے قریب پہنچ گیا۔ میں
اُن کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ڈنمارک کی
رہنے والی ہیں۔ میں نے اُن سے آبی محل کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور وہ مسکرا
پڑیں۔

''ہم بھی وہیں چل رہے ہیں۔ کیا آپ، ہمارے ساتھی بننا پسند کریں گے؟'' اُن میں
سے ایک لڑکی نے کہا اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں دلچسپیاں اُبھر آئیں۔

فرصت...... استنبول...... لڑکی...... تین الفاظ میرے ذہن میں یکے بعد دیگر گونجے تھے۔

چنانچہ میں نے پُرکشش انداز میں گردن ہلاتے ہوئے اُن کی یہ پیشکش قبول کر لی۔

لڑکیاں بار بار میرے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ پھر ہم سب نے ایک دوسرے
سے تعارف حاصل کیا۔ میں نے اپنا نام ڈینئل بتایا تھا۔ اُن میں سے ایک لڑکی، کورا، تھی اور
دوسری لڑکی شین تھی۔

وہ آپس میں خاصی بے تکلف معلوم ہوتی تھیں۔ ہم تینوں مینار سوزیدہ کے ساتھ بنی ہوئی
جھونپڑی تک پہنچ گئے۔ جھونپڑی کے دروازے کے ساتھ ٹکٹ کی کھڑکی تھی، جس کے پیچھے
نیلی وردی میں ملبوس ایک بوڑھا اونگھ رہا تھا۔ میں نے کھڑکی کے اندر ہاتھ ڈال کر اُس کی
آنکھوں کے سامنے اُنگلیاں نچائیں تو وہ چونک پڑا۔

''دو لیرے...... دو لیرے......'' اُس نے میری بات سنے بغیر ہانک لگائی، اور میں نے
چھ لیرے نکال کر اُس کے سامنے ڈال دیئے۔ بوڑھے نے تین ٹکٹ ہمارے حوالے کر
دیئے۔

دروازے کے ساتھ ہی لکڑی کی سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ ہم اُن سیڑھیوں سے نیچے
اُترے اور ہمارے سامنے کانسطنطائن کا زیرِ زمین آبی محل تھا......

تین سو چھبیس مرمریں یونانی ستون، جو کمر تک گہرے سبز پانی میں ڈوبے ہوئے تھے،
ہمارے سامنے موجود تھے۔ محل کی چھت سے پانی کی بوندیں، ستونوں کے تالاب میں گر رہی
تھیں۔ سیڑھیوں کے قریب چند ستونوں پر بجلی کے بلب لگے ہوئے تھے۔ لیکن یہ ناکافی روشنی
پورے حصے کو روشن کرنے میں ناکام تھی۔ یوں لگتا تھا، جیسے کسی پُر اسرار جھیل میں سینکڑوں

ستون، اُگ آئے ہوں۔ جھیل میں مچھلیاں تیر رہی تھیں اور اُن کے غوطے لگانے کی آواز
عجیب لگ رہی تھیں۔

''میرے خدا! کیسی انوکھی جگہ ہے......'' شین، مہین آواز میں بولی۔ لیکن اُس کی آواز
چاروں طرف سے سنائی دی تھی۔ شین چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی اور کورا ہنس پڑی۔
اُس کی ہنسی بھی چاروں طرف بکھر گئی تھی۔

''یہاں تو کوئی بات بھی کی جائے تو گویا چاروں طرف نشر ہو جائے۔''

''ہاں...... انوکھی جگہ ہے۔''

''آپ بالکل خاموش ہیں مسٹر ڈینئل......؟''

''آپ لوگوں کی آواز کی نغمگی پر غور کر رہا ہوں۔''

''اوہ......!'' شین ہنس پڑی۔ ''آئیے! اب باہر چلیں۔ آوازوں کا یہ جزیرہ، بے حد
حسین ہے۔'' ہم باہر آ گئے۔

''آپ نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا مسٹر ڈینئل......!''

''میں بھی سیاح ہوں، فن لینڈ سے آیا ہوں۔''

''اوہ، خوب! کیا یہاں کیمپنگ میں قیام ہے؟''

''نہیں...... ایک ہوٹل میں مقیم ہوں۔''

''خوب...... گویا مالی طور پر مضبوط ہیں۔''

''ویسے فن لینڈ کے لوگ خوبصورت تو ہوتے ہیں۔ لیکن یوں لگتا ہے، آپ کو حسن خاص
طور سے بخشا گیا ہے۔'' کورا، نے بے تکلفی سے کہا۔

''شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ ویسے آپ لوگوں کا قیام کہاں ہے؟''

''ہم تو یوں سمجھیں! کہ مالی طور پر قلاش ہی ہیں۔ جہاں بھی جاتے ہیں، کیمپنگ ہی کر
لیتے ہیں۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے ملکر۔ اگر آپ پسند کریں تو کچھ وقت ہمارے ساتھ بھی
گزاریں۔'' میں نے پیشکش کی۔

''ہم دونوں ایک دوسرے کی ساتھی ہیں، اور یہاں صرف ایک اجنبی۔ اگر آپ ہماری
قربت سے بور نہ ہوں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟''

''تو...... ٹھیک ہے۔ آج کا دن اور رات، آپ ہمارے ساتھ گزاریں۔'' میں نے کہا اور

دونوں لڑکیاں تیار ہو گئیں۔

''اب کیا پروگرام ہے؟ آپ نے استنبول کی تفریح گاہوں کی سیر کر لی؟''

''مکمل طور پر نہیں...... لیکن آج کی تفریح ختم۔ آج تو ہم بہت تھک گئے ہیں۔'' شین
نے کہا اور میں، اِن لڑکیوں کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ ڈنمارک کی یہ سیاح لڑکیاں،
جو مالی وسائل بھی نہیں رکھتیں، آخر اپنا یہ تفریحی سفر کس طرح جاری رکھے ہوئے ہوں گی؟
بلاشبہ اُنہوں نے اس کے لئے کچھ نہ کچھ وسائل ضرور تلاش کئے ہوں گے اور ایک جدید ملک
کی باشندہ لڑکیاں، جو بہترین وسائل رکھ سکتی ہیں، وہ اُن کی جوانی اور اُن کا حسن ہی ہو سکتا
ہے۔ اِن لڑکیوں کے فوراً تیار ہو جانے سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تینوں واپس ہوٹل کی جانب چل پڑے۔ جس وقت میں ہوٹل میں
داخل ہوا، فلیکس وہاں موجود نہیں تھا۔ اُس کے کمرے کے دروازے کا تالا بند تھا۔ چنانچہ
میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہم اندر آ گئے۔ ''ظاہر ہے، اِس ہوٹل میں قیام کرنے
والا، معمولی حیثیت کا آدمی تو نہیں ہو سکتا۔'' شین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ لوگ، حیثیت کے بارے میں اس قدر پریشان کیوں ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں، نہیں...... پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ہم بتا چکے ہیں نا! کہ ہمارے مالی وسائل
زیادہ اچھے نہیں ہیں۔'' کورا نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''آپ بے فکر رہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ لیکن کورا کے اِس کاروباری انداز کو میں نے
زیادہ پسند نہیں کیا تھا۔ ہمیں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ فلیکس واپس آ گیا۔
میرے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر اُس نے آہستہ سے دستک دی اور اندر آ گیا، لیکن لڑکیوں
کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا۔

''اوہ، سوری! اگر آپ مصروف ہوں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔'' اُس نے کہا۔

''نہیں فلیکس! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آؤ!'' میں نے اُسے آواز دے لی۔

''شکریہ میرے دوست! لیکن یہ خواتین، مسٹر......؟''

''ڈینئل......!'' میں نے جواب دیا اور فلیکس گردن ہلانے لگا۔

''شکریہ مسٹر ڈینئل! تو اِن لوگوں سے تعارف نہیں ہوا؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''یہ کورا، ہیں اور یہ ان کی ساتھی مِس شین۔'' میں نے جواب دیا۔

''بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔''

''شکریہ...... ویسے کیا آپ کا تعلق بھی فن لینڈ ہی سے ہے؟'' کورا، نے سوال کیا۔

''جی ہاں، جی ہاں......!'' فلیکس نے جواب دیا۔

''تب تو پھر یہی کہنا پڑے گا کہ فن لینڈ کے لوگوں سے ہماری زیادہ واقفیت نہیں ہے۔''

''کیوں......؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''مطلب یہ ہے کہ ہم نے فن لینڈ کے لوگوں کے بارے میں یہ اندازہ نہیں لگایا تھا کہ وہاں کے نوجوان اتنے حسین ہوتے ہیں۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس سے پہلے فن لینڈ کا باشندہ، ہماری نظر ہی میں نہ پڑا ہو۔ کورا، نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویسے یہ خواتین، ہمارے ساتھ مکمل وقت گزارنے پر آمادہ ہو گئی ہیں۔ سیاح ہیں اور یہاں کے کیمپ میں قیام پذیر ہیں۔''

''اوہ...... بہت خوب!'' فلیکس مسکراتا ہوا بولا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر فرنچ زبان میں کہنے لگا۔ ''یعنی وہ کام، جو میں تین گھنٹے کی مسلسل بھاگ دوڑ سے نہیں کر سکا، تم نے کر دکھایا''

''کیوں......؟''

''یہ دو لڑکیاں......''

''ہاں......ظاہر ہے، مجھے تمہارا خیال تو رکھنا ہی تھا۔''

''ہر جگہ میرا خیال رکھو گے میرے دوست......؟'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بہرصورت! اب یہ بتاؤ، تمہیں ان میں سے کون پسند ہے؟''

''بس......کوئی ایک۔ دونوں ہی خوبصورت ہیں۔''

''پھر بھی......'' میں نے اِصرار کیا اور فلیکس نے شین کی طرف اِشارہ کر دیا۔ میں نے فراخدلی سے شین اُسے بخش دی۔

دونوں لڑکیوں کے ساتھ ایک خوبصورت رات گزارنے کے بعد ہم نے صبح اُن کے ساتھ ناشتہ کیا۔ اور اس کے بعد اُنہیں اچھی خاصی رقم دے کر رُخصت کر دیا۔ فلیکس کچھ خوش نظر نہیں آ رہا تھا۔

''کیوں فلیکس! کیا بات ہے......؟ کچھ بجھے بجھے سے ہو۔''

''نہیں......ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''پھر بھی......'' میں نے اِصرار کیا۔

''میں نے کہا نا! کوئی خاص بات نہیں ہے۔ دراصل! مجھے اِس قسم کی لڑکیاں قطعی پسند نہیں آتیں۔''

''کیوں......؟'' میں نے پوچھا۔

''بس! خواہ مخواہ مرد بنتی ہیں۔ نسوانیت نام کو بھی نہیں ہوتی اِن لڑکیوں میں۔''

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے ڈیئر فلیکس؟ تم تھوڑی دیر کے لئے خود کو عورت بھی سمجھ سکتے ہو۔''

''اونہہ......فضول باتیں۔'' فلیکس نے کہا اور ہم دونوں خاصی دیر تک ہنستے رہے۔

اُسی وقت میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں یہی سمجھا کہ شاید ویٹر آیا ہے۔ لیکن جب میں نے دستک دینے والے سے اندر آنے کے لئے کہا تو بوڑھے آڈیل کی شکل دیکھ کر میں حیرت سے چونک پڑا۔ آڈیل مسکراتا ہوا اندر آ گیا تھا۔

''اوہ، مسٹر ڈینئل! بالآخر میں، آپ کو تلاش کرتا ہوا پہنچ ہی گیا۔''

''خوب......خوب...... میرے دوست آڈیل سے ملو، ہارپر! یہ ہمارے لئے پاسپورٹ وغیرہ کا بندوبست کریں گے۔''

''اوہ!'' فلیکس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''آپ لوگوں نے تصویریں تیار کرا لیں؟''

''سوری ڈیئر آڈیل! دراصل میں کافی دیر سے واپس آیا تھا۔ اور اس کے بعد میں اور میرا دوست، دوسرے کاموں میں مصروف رہے، اس لئے وقت نہ مل سکا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے......کوئی حرج نہیں ہے مسٹر ڈینئل! آپ لوگ، میرے ساتھ چلئے۔ میں ایک فوٹوگرافر سے ارجنٹ تصویریں حاصل کر لوں گا۔''

''بالکل ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ یوں بھی اِس کام میں تعرض کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم دونوں تیار ہو کر اُس کے ساتھ ہوٹل سے باہر آ گئے۔ اور آڈیل ہمیں ایک ٹیکسی میں لے کر چل پڑا۔

ایک بازار میں پہنچ کر اُس نے مخصوص قسم کے فوٹو سٹوڈیو کا رُخ کیا۔ وہاں پہنچ کر فوٹوگرافر سے کچھ گفتگو کرنے کے بعد ہماری تصویریں اُتار لی گئیں۔

''بس! یہاں سے آپ کا کام ختم۔ اب میں آپ سے کل شام یا پرسوں صبح ملاقات کروں

گا۔'' آڈیل نے کہا اور ہم سے اجازت لے کر چلا گیا۔

''اسے کہاں سے پکڑا تھا......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''بس، فلیکس! کل جس کام کے لئے نکلا تھا، اُسی کام کے لئے یہ بوڑھا امریکی بہترین معاون ثابت ہوا۔

''گویا یہ ہمارے پاسپورٹ وغیرہ......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''ہاں......کہنا تو اس کا یہی ہے۔ اب بہرصورت! دیکھ لیتے ہیں۔ ورنہ اس کے بارے اور سوچیں گے۔''

''اوکے......!'' فلیکس نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ استنبول کے مختلف علا چھان بین کرنے لگے۔ شکاری لڑکیاں ہرجگہ موجود تھیں۔ لیکن فلیکس، اُن کی جا نہیں ہوا۔ اُس کے خیال میں یہ لڑکیاں قابل توجہ نہیں تھیں۔ تین دن مزید ہمیں ای قیام کرنا پڑا۔ اور بالآخر بوڑھے آڈیل نے جو کچھ کہا تھا، کر دکھایا۔ اُس نے پا ہمارے حوالے کر دیئے تھے۔ ''ویزے کے بارے میں آپ نے نہیں بتایا تھا کہ کہاں ہے؟ اس لئے اپنے طور پر میں نے وینس کا ویزا لگوا دیا ہے۔''

''تم حیرت انگیز ہو آڈیل! یہ رہا تمہارا معاوضہ۔'' میں نے طے شدہ معاوضے زیادہ، اُس کے حوالے کر دیا۔ آڈیل نے ہمارا شکریہ ادا کیا اور بولا۔

''اس کے علاوہ، اگر کچھ اور خدمات درکار ہوں تو......؟''

''نہیں، بس......شکریہ!'' اور آڈیل چلا گیا۔

''ہم کل وینس چل رہے ہیں فلیکس!'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اس کے بعد......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''سویڈن...... جہاں سے ہم اپنے کام کا آغاز کریں گے۔'' میں نے کہا اور فلیکس ہلانے لگا۔

☆......☆......☆

خوبصورت وینس ہماری نگاہوں کے سامنے تھا۔ ایک سو پندرہ جزیروں کا وطن......جنہیں ایک سو ساٹھ نہریں اور چار سو محرابی پُل آپس میں ملاتے تھے۔ پلازہ ڈیل کے نزدیک ہوٹل مارکو، ہماری رہائش گاہ تھا۔ میں نے اور فلیکس نے برابر کے دو کمرے حاصل کئے تھے اور اس کے لئے ہم نے پہلے ہی آپس میں طے کر لیا تھا۔

''اس طویل اور جدوجہد سے پُرسفر کے بعد وینس، ہمارے لئے سکون کا گھر ثابت ہو گا اور یہاں ہم اپنی تھکان دُور کریں گے۔ تاکہ اس کے بعد اپنی کارروائی شروع کر سکیں۔'' میں نے فلیکس سے کہا۔

''میں، تم سے متفق ہو ڈن! اور اگر تم اجازت دو گے تو میں یہاں اپنی ضروریات بھی پوری کروں گا۔ اب میں اس قابل تو ہوں کہ خود چل کر اپنی ضروریات پوری کر لوں۔''

''میں بھی ہر طرح تمہاری مدد کروں گا فلیکس! ظاہر ہے، ہم یہاں کسی خاص کام میں مصروف نہیں ہیں۔ تھوڑے دن سکون سے گزریں گے۔ اور اس کے بعد بھرپور طریقے سے اپنے کام میں مصروف ہو جائیں گے۔'' میں نے کہا۔

''میں بھی یہی چاہتا ہوں ڈن! تفریحات کا یہ وقت مختصر ترین ہونا چاہئے۔ ورنہ ہم ایک بہت بڑے خسارے سے دوچار ہو جائیں گے۔''

''خسارہ......؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے فلیکس کو دیکھا۔ اُس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

''ہاں! تم بھی سوچو، جو راز ہمارے پاس محفوظ ہے، ابھی تک اُس کی حیثیت ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ کسی دوسرے طریقے سے عیاں ہو جائے۔ اُس کے بعد ہماری جدوجہد کی کیا قیمت رہ جائے گی؟''

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ بے شک فلیکس کا یہ خدشہ درست تھا۔ تھوڑی دیر کی سوچ کے بعد میں نے اُس سے اتفاق کر لیا۔ اور پھر ہم نے وینس میں قیام کی مدت کا

تعین کر لیا۔ لیکن اِن دنوں کے قیام میں ہم نے خود کو آزاد چھوڑ دیا۔ میری اور فلیکس
مصروفیات مختلف تھیں۔ وہ اپنے طور پر مصروف رہتا تھا۔ اور میں اپنی تفریحات میں مگن
شام کو ہم ضرور مل لیتے تھے...... فلیکس مجھے اپنی مصروفیات کی رپورٹ دیتا تھا اور میں اُ
''میں نے کچھ ایسے لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہے، جو مصنوعی اعضاء کا کاروبار کر
ہیں۔ اُنہوں نے میرا پورا ناپ تول کر لیا ہے۔ اور اپنے بنائے ہوئے جن اعضاء
نمونے، اُنہوں نے مجھے دکھائے ہیں، میں اُن سے بہت مطمئن ہوں۔''
''خوب...... یہ کام کب تک ہو جائے گا فلیکس؟'' میں نے سوال کیا۔
''میرا خیال ہے، زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ۔'' فلیکس
جواب دیا۔ اور پھر مسکرا کر بولا۔ ''وینس واقعی حسین ہے۔ کسی آبرو باختہ حسینہ کی مانند
جس میں کشش تو بے پناہ ہے۔ لیکن یہ احساس بھی رہتا ہے کہ وہ کوئی اچھی عورت نہ
ہے۔''
''انوکھی بات کہی ہے تم نے...... ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے تمہیں......؟''
''اس لئے کہ یہاں کے رہنے والے کوئی روایت نہیں رکھتے۔ اگر ہم اسے سیاحوں کی
سرزمین کہیں تو غلط نہ ہوگا۔ اس زمین کی آغوش، ہر دولت مند سیاح کے لئے کھلی ہوتی ہے۔
جس کا دل چاہے، یہاں آئے اور اس کی آغوش میں سما جائے۔''
''خاصی گہری نگاہ سے دیکھا ہے تم نے اس سرزمین کو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''ہاں...... آنکھیں بند تو نہیں کی جا سکتیں۔''
''ویسے شہر بے حد خوبصورت ہے۔''
''میں کہہ چکا ہوں کہ اس میں شک نہیں ہے۔''
''بہر حال! چھوڑو ان باتوں کو، اور کوئی تفریح کی بات کرو۔ وینس کی کسی حسین ربکا
تمہارے دل کو چھوا یا نہیں؟''
''یہاں کے ایک علاقے ''ڈاج پیلس'' میں ایک لڑکی سے ملاقات ہوئی تھی۔ آبی سڑ
پر ملی تھی۔ اُس نے خود ہی مجھے مخاطب کیا اور تھوڑی دیر میں گھل مل گئی۔ کافی دیر تک میر
ساتھ رہی، اور پھر یہ جان کر سرد ہو گئی کہ میں آدھا مصنوعی انسان ہوں۔''
''اوہ...... پیشہ ور نہیں تھی......؟'
''شاید نہیں...... کیونکہ اتنی دیر کے ساتھ میں اُس کی طرف سے کوئی اظہار نہیں ہوا تھ

بس! کسی ساتھی کی متلاشی تھی۔ بہر حال! عجیب احمقانہ انداز میں وہ پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے
بھی لعنت بھیج دی۔''
''اس کے علاوہ اور کچھ؟'' میں نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں...... بس! میں تو زیادہ تر اپنے کام میں مصروف رہا ہوں۔ ویسے تم بھی خاصے
دلچسپ آدمی ہو۔ کیا تم اپنے لئے کوئی ساتھی تلاش کر سکے؟''
''بھئی! میں بھی بہت زیادہ اِن چکروں میں نہیں رہتا۔ لیکن وینس کی حسین فضا میں
اُڑنے والی رنگین تتلیاں بھلا کہاں کسی کو چھوڑتی ہیں؟ میرا خیال ہے، اس سے زیادہ اور کچھ
کہنا، حماقت ہی ہوگی۔ تم سمجھ گئے ہوگے۔''
''ہاں...... ہاں!'' فلیکس، مسکراتا ہوا بولا۔ اور اس کے بعد ہم دونوں کافی دیر تک گفتگو
کرتے رہے۔
''تو پھر اب کیا پروگرام ہے ڈن؟'' تھوڑی دیر کے بعد فلیکس نے پوچھا۔
''بس! اُس وقت تک کوئی خاص پروگرام نہیں ہے، جب تک تم اپنی اس ضرورت سے
فارغ نہیں ہو جاتے۔'' میں نے جواب دیا۔
''میں نے کوشش کی تھی کہ وہ لوگ، ایک ہفتے سے پہلے یہ کام مکمل کر لیں۔ لیکن میرا خیال
ہے، مشکل ہے۔ بہر صورت! ایک ہفتہ اور سہی۔ اور اس دوران تم، وینس کے آبی باغوں میں
حسین تتلیوں کا شکار کرتے رہو۔'' فلیکس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔
اور بلاشبہ! یہی ہوا۔ مارکو پولو کے اس حسین علاقے میں اُڑنے والی تتلیاں، ذہنوں کو
گرفت میں لینے کی ماہر تھیں۔ مجھ جیسا آدمی بھی اُن سے محفوظ نہ رہ سکا...... اور کچھ دنوں کے
لئے میں بالکل ایک عام سا آدمی ہو گیا۔ میں اپنی حیثیت بھول گیا اور ہر شام کسی نہ کسی حسین
لڑکی کے ساتھ وینس کے آبی باغوں میں گزرتی اور رات اپنے ہوٹل کے خوبصورت کمرے
میں، جہاں فلیکس، مجھے ڈسٹرب نہیں کرتا تھا۔ پھر ایک دن، فلیکس واپس آیا اور میں نے
صاف محسوس کیا کہ اُس کی چال میں پھرتی اور چہرے پر بشاشت ہے۔
''میں، تمہیں اپنا کام مکمل ہونے کی خوشخبری سناتا ہوں۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''خوب...... تو کب تک یہ مسئلہ حل ہو جائے گا؟''
''ہو جائے گا نہیں، ہو گیا۔''، فلیکس نے جواب دیا۔
''کیا مطلب......؟'' میں نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اُس کی چستی اور پھرتی

کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی۔

''مجھے دکھاؤ فلیکس! میرا خیال ہے کہ تم اپنے اعضاء لگوا کر ہی آ رہے ہو۔''

''ہاں......!'' فلیکس نے مجھے اپنا مصنوعی پاؤں اور ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا۔ ''بالغ لوگ اچھے کاریگر تھے۔ اُنہوں نے ان تمام ضروریات کا خیال رکھا ہے، جن کی میں اُنہیں ہدایت کر دی تھی۔ اور میں بے حد مطمئن ہوں مسٹر ڈن! میرا خیال ہے کہ تم میرے اندر کوئی خاص کمی نہیں محسوس کرو گے۔''

''میں، تمہیں اِس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں مسٹر فلیکس! بہرصورت، میں تم سے کہہ ہوں کہ صرف تمہارے ہی انتظار میں وقت گزاری ہو رہی تھی۔ اب جیسا تم پسند کرو...... مطلب ہے کہ وینس کی فضاؤں کو چھوڑ کر ہم سوئیڈن کی جانب چل پڑیں تو بہتر ہے۔''

''میں پوری طرح تیار ہوں۔ اور ہونا یہ چاہئے کہ کل سے ہم تفریحات کا سلسلہ ترک کے سوئیڈن روانگی کے انتظامات کر لیں۔ میرا خیال ہے، اس میں زیادہ پریشانی نہیں ہوگی۔''

''بالکل......!'' میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد میری تازہ ترین محبوبہ، میرے پاس گئی۔ فلیکس کو دیکھ کر اُس نے شدید حیرت کا اظہار کیا تھا۔ میں اور فلیکس اپنی اصل شکل میں تھے۔ اُس لڑکی کا نام، ڈونا تھا۔ وہ خاصی خوبصورت اور اپنے فن میں ماہر تھی۔ اُس باری باری ہم دونوں کو دیکھا، اور متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکیڑ کر بولی۔ یہ اُس کی مخصوص تھی۔

''مائی گاڈ......! یہ سب کیا ہے؟ پہلے تو تم تنہا تھے، یہ دو کیسے ہو گئے؟'' اُس کے انداز میں شوخی تھی۔

''ہم، آپ دونوں میں سے ایک کا انتخاب کریں اور اُسے پہچانیں، جو آپ کا دوست ہے۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈونا کی آنکھوں میں شرارت کے آثار پھیل گئے۔

''مجھ سے مخاطب ہونے والا ہی میرا دوست ہو سکتا ہے۔'' اُس نے اپنی دانست بڑی ذہانت کا ثبوت دیا تھا، اور فلیکس ہنس پڑا۔

''لو بھئی! تمہاری محبوبہ تو تم سے الگ ہو گئی۔'' اُس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ڈونا دونوں کو متعجبانہ انداز میں دیکھنے لگی۔ اور پھر ہمارے ساتھ ہنسی میں شریک ہو گئی۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں نے صحیح فیصلہ نہیں کیا، کیوں؟'' اُس نے میری جانب ہوئے کہا۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں ڈونا؟ یہ تو تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔''

''اوہ...... مجھے افسوس ہے۔ اور اب میں یہ بات کہنے میں کوئی جھجک نہیں محسوس کرتی کہ میرے دوست تم ہو۔ کیونکہ تم نے مجھے، میرے نام سے مخاطب کیا ہے۔ ورنہ اِن صاحب سے تو میرا تعارف بھی نہیں ہوا۔''

''ذہین ہو۔'' فلیکس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اُٹھ گیا۔ ''اچھا بھئی! میں تو چلتا ہوں۔ تم اپنی محبوبہ کے ساتھ وقت گزارو۔''

جب وہ چلا گیا تو ڈونا نے میری جانب دیکھا اور گہری سانس لے کر مسکرانے لگی۔ ''یہ کون تھا؟ اور تم نے مجھے، اس کے بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا؟'' اُس نے پوچھا۔

''تم نے پوچھا ہی نہیں ڈونا!''

''لیکن تمہارا ہم شکل، بالکل تمہاری مانند ہے۔ کیا یہ تمہارا بھائی ہے؟''

''ہاں...... ہم دونوں بھائی ہیں۔''

''تعجب کی بات ہے۔ میں نے ہم شکلوں کے بارے میں صرف سنا تھا۔ لیکن دو آدمی اس قدر ہم شکل ہو سکتے ہیں، کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ تم دونوں واقعی حیرت انگیز ہو۔''

''اس کا خیال چھوڑو، ڈونا! بہرحال، ہم دونوں آپس میں بہت بے تکلف ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈونا نے اس کا خیال چھوڑ دیا اور میری جانب متوجہ ہو گئی۔

دوسری صبح جب ڈونا چلی گئی تو فلیکس، میرے کمرے میں آ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ ''تمہاری دوست واقعی خوبصورت تھی۔ اب اس سے دوستی کی نوعیت کیا ہے؟ یہ تو میں نہیں جانتا، البتہ مجھے معلوم ہے کہ تم کسی سے متاثر ہونے والے آدمی نہیں ہو۔ کیا خیال ہے، ناشتہ منگوا لیا جائے؟''

''ہاں فلیکس! اگر تم نہ آتے تو میں ابھی تمہارے کمرے میں پہنچنے ہی والا تھا۔ اور ناشتے کے بعد ہم سوئیڈن روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں گے۔''

سوئیڈن روانگی کے لئے جو کچھ بھی ضروری انتظامات کرنے تھے، اُن میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اور شام تک ہم اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔

دوسرے دن، صبح تقریباً ساڑھے نو بجے ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے، جہاں سٹاک ہوم جانے کے لئے طیارہ موجود تھا۔ ہم نے اسی طیارے سے روانہ ہونا تھا۔ اور بالآخر ہمارا طیارہ، سٹاک ہوم کے جدید ترین ایئرپورٹ پر اُتر گیا۔

ایئرپورٹ پر ہی ہمیں ہوٹلوں کے نمائندے مل گئے اور ہم نے سٹاک ہوم کے ایک بورز ہوٹل کا انتخاب کر لیا۔ نمائندوں کے پاس ہوٹلوں کے بارے میں ساری تفصیلات موجود تھیں۔ بورنز میں بھی ہم نے دو الگ الگ کمرے بک کرائے تھے۔ اور پھر ان کمروں میں منتقل ہو گئے۔ جان بوجھ کر کمروں کا کچھ فاصلہ رکھا گیا۔ اور کمروں میں آنے کے بعد ہم دونوں تقریباً ایک گھنٹے تک اپنے اپنے مشاغل میں مصروف رہے تھے۔ اس کے بعد فلیکس، میرے کمرے میں آ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

''میں نے چائے کے لئے کہہ دیا ہے۔ میرا خیال ہے، ہم چائے کے دوران اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں گفتگو کریں گے۔''

''بے شک......!'' میں نے جواب دیا۔ ''وینس میں ہم لوگ، کافی آرام اور سیر و تفریح کر چکے ہیں۔ لیکن اب، یہاں ہمارا مشن شروع ہو جانا چاہئے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، گردن ہلانے لگا۔ تھوڑی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے، پھر فلیکس بولا۔

''تو مسٹر ڈن! اس سلسلے میں کام کا آغاز، کہاں سے کیا جائے گا؟''

''سب سے پہلی بات جو میرے ذہن میں آتی ہے مسٹر فلیکس! وہ یہ ہے کہ ہمیں بذاتِ خود جرمنوں کے اس راز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ ہی ہمیں جرمنی سے کوئی محبت ہے۔ یہاں صرف کاروباری مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ ہم مختلف ممالک کے چکر میں پڑیں، ہمیں کسی ایک ملک کا انتخاب کر لینا چاہئے۔'' میں نے کہا اور فلیکس کے چہرے پر ایسے آثار نمودار ہوئے: جیسے میں نے اُس کے دل کی بات کہہ دی ہو۔ اُس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور بولا۔

''لطف کی بات تو یہی ہے میرے دوست! کہ میرے اور تمہارے سوچنے کے انداز میں بڑی یکسانیت ہے۔ میں نے اپنے اس مشن کے بارے میں جب بھی سوچا، میرا مطلب ہے کہ ان حادثات سے فارغ ہونے کے بعد، تو مجھے اپنی کوششوں میں بنیادی خامی یہی محسوس ہوئی کہ میں نے اس راز کی قیمت لگانے کے لئے بہت سارے ممالک کو متوجہ کر لیا تھا۔'' سب ہی اسے حاصل کرنے کے چکر میں مصروف ہو گئے۔ اور میں اُلجھ کر رہ گیا۔ زیادہ بہتر یہ ہوتا کہ میں کسی ایک ملک کا انتخاب کرتا، اور اُس سے معاملہ طے کر لیتا۔ جھگڑا ہی ختم ہو گیا ہوتا۔ یوں سمجھو! کہ میں نے خود ہی اتنے سارے لوگوں کو پیچھے لگا لیا ہے۔ لیکن حالات نے مجھے ایک موقع دیا ہے تو پھر میں اپنی اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ اب اس سلسلے

میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ کس ملک کا انتخاب کیا جائے؟'' فلیکس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''امریکہ......!'' میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔ فلیکس ایک بار پھر مسکرا پڑا تھا۔

''یا تو تم یہ کہو گے ڈن! کہ میں، تمہاری باتوں کی نقل کر رہا ہوں۔ یا پھر تم میری یہ بات مان ہی لو! کہ میں بھی اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی وجہ میں تمہیں بتا دوں، جب ہم مالی منافع ہی حاصل کرنے کی کوشش میں کوشاں ہیں تو پھر کیوں نہ کسی ایسے ملک سے رابطہ قائم کیا جائے، جو ہمیں زیادہ سے زیادہ ادائیگی کر سکتا ہو؟ البتہ اِس بات ذہن نشین کرنا ہوگا کہ وہ لوگ بھی اپنے طور پر ہمارے خلاف سازشیں کر سکتے ہیں۔ یعنی کسی ایسے انداز میں، جو ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو۔''

''ہاں، ڈیئر فلیکس! اس سلسلے میں بھی ہمیں کچھ ضروری تیاریاں کرنا ہوں گی۔ مثلاً یہ کہ تم اپنے چہرے میں کوئی ہلکی سی تبدیلی پیدا کر لو۔ میں اپنے پاس کوئی اس قسم کا ہلکا پھلکا میک اَپ تیار رکھوں، جسے ہم چند ساعت میں اپنے چہرے کو بدلنے کے لئے استعمال کر سکتے ہوں۔ ہمیں انتہائی ذہانت اور ہوشیاری سے اپنا یہ کام انجام دینا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اِس بات کا خیال رکھنا ہے کہ کوئی ہم پر حاوی نہ ہونے پائے۔''

''بالکل ٹھیک...... میں تم سے متفق ہوں۔'' فلیکس نے کہا۔

''بہرصورت! اس کا انتظام تو باآسانی ہو جائے گا۔ تو یہ بات طے پا گئی کہ ہم صرف امریکہ سے اس بارے میں بات کریں گے۔ میرے خیال میں امریکی سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا جائے۔ اور اس کے لئے بہتر ذریعہ ٹیلی فون ہی رہے گا۔''

''بے شک! لیکن ٹیلی فون، اس ہوٹل سے نہیں ہونا چاہئے۔'' فلیکس نے کہا۔

''بالکل نہیں...... ہم باہر چلیں گے اور سٹاک ہوم کی کسی تفریح گاہ سے امریکی سفارتخانے سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کریں گے۔''

''مناسب......!'' فلیکس نے کہا اور اسی وقت ویٹر، چائے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آ گیا۔ اُس کے جانے کے بعد فلیکس نے ڈرائی فروٹ کی پلیٹ میرے سامنے سرکاتے ہوئے کہا۔

''یہ عجیب بات ہے کہ چائے آنے سے پہلے ہی ہم اس بات پر متفق ہو گئے، جس کے لئے ہمیں چائے کے دوران گفتگو کرنی تھی۔'' اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں بھی مسکرا دیا۔ ''ہاں! اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے فلیکس! کہ بہرصورت، ہم کام

کے بارے میں ایک ایسا فیصلہ کر چکے ہیں، جس کے تحت ہمیں خاصی جلدی عمل کرنا ہوگا۔"
میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم خاموشی سے چائے پیتے رہے۔

شام جھک آئی تھی۔ ہم بورنز کے ڈائننگ ہال میں آ گئے۔ اور یہاں بہت سی نگاہیں، ہماری جانب اُٹھ گئیں۔ غالباً اس کی وجہ ہم دونوں کا ہم شکل ہونا تھا۔ لیکن فلیکس کو اِس چیز کی پرواہ نہیں تھی۔

دوسرا دن، ہم نے احتیاطی تدابیر کے انتظامات میں گزارا۔ یعنی سٹاک ہوم کے چند ہوٹلوں میں اپنے لئے کمرے بُک کرا لئے۔ اُن کی ادائیگی بھی کر دی گئی۔ اور اس کے لئے ہم نے کچھ لوگوں کا سہارا لیا تھا۔ گویا، اب ہم اپنے کام کی ابتداء کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھے۔ وہ رات بھی مختلف ہلکی پھلکی تفریحات میں گزر گئی۔ ہم کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے تھے، جو ہمارے لئے کسی طور تکلیف دہ بن جائے۔ چنانچہ اپنی تفریحات، ہم نے محدود ہی رکھیں۔

دوسرے دن میں اور فلیکس، ہوٹل سے نکلے۔ سٹاک ہوم کے خوبصورت بازاروں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو ہمارے لئے مناسب تھی۔ یہ ایک تفریحی پارک تھا، جس میں مچھلیاں پکڑنے کے لئے ایک بڑی جھیل بنی ہوئی تھی۔ اس پارک میں ٹیلی فون بوتھ تلاش کرنے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئی، اور ہم ایک انتہائی اہم کام کے لئے اس جگہ کا انتخاب کرنے میں حق بجانب تھے۔

تب ہم دونوں ہی ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہو گئے۔ اور میں نے امریکی سفارت خانے کا نمبر ڈائل کیا۔ چند ساعت کے بعد آپریٹر کی آواز سنائی دی اور میں نے اُس سے کہا۔

"خاتون! میں اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔ لیکن میں، آپ کے سفارت خانے کے کسی ایسے سرکردہ شخص سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، جو آپ کے ملک کے لئے خاصی بڑی اہمیت کا حامل ہو۔ اس سلسلے میں، میں آپ سے ایک عرض کر دوں، کہ یہ گفتگو آپ کے ملک کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور آپ اِس فون کال کو مذاق نہ سمجھیں تو بہتر ہے۔"

"آپ، اپنا نام کیوں نہیں بتاتے؟" دوسری جانب سے پوچھا گیا۔

"اس لئے کہ میرے نزدیک یہ مناسب نہیں ہے۔ ہاں! اگر میرے مطلوبہ شخص نے مجھ میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تو میں، آپ سے شرمندہ ہوں گا۔"

"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ اعلیٰ افسران سے گفتگو

کرنے کے لئے وقت کا تعین ضروری ہے۔"

"جی ہاں! میں جانتا ہوں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ آپ، اُنہیں اطلاع دے دیں۔ اور میری بات کے بارے میں بھی بتا دیں۔ بعض اوقات کسی ضروری سلسلے میں ہمیں اس قسم کے انتظامات بھی کرنا پڑتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ، یہ خطرہ مول لے لیں گی تو میرا خیال ہے، آپ سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔"

آپریٹر، میری گفتگو سن کر چند ساعت سوچتی رہی۔ اور پھر اُس نے کہا۔ "بہتر...... میں، آپ کو سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر ہائم سے متعارف کرا دیتی ہوں۔ براہِ کرم! چند منٹ انتظار کریں۔" میں نے آپریٹر کا شکریہ ادا کیا۔

تھوڑی دیر تک وہ دوسری طرف گفتگو کرتی رہی۔ اور پھر اُس کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں ہائم بول رہا ہوں۔"

"شکریہ، مسٹر ہائم! میں ایک ایسے شخص کا نمائندہ بول رہا ہوں، جو کچھ عرصے قبل نہ صرف آپ کے ملک، بلکہ بے شمار ملکوں کے لئے دلچسپی کا حامل بنا رہا ہے۔ اور اُس شخص کا نام ہے فلیکس...... ممکن ہے، آپ نے اُس کے بارے میں سنا ہو۔ اور ممکن ہے، یہ بات بھی آپ کے علم میں ہو کہ فلیکس نامی ایک شخص نے سوئٹزرلینڈ میں کچھ لوگوں کو، بلکہ کچھ ملکوں کو دعوت دی تھی کہ وہ اُس سے ایک اہم راز کا سودا کریں۔ لیکن اُس کے بعد حالات کچھ اس قسم کے ہو گئے کہ بہت سے ملکوں کے نمائندے، سوئٹزرلینڈ پہنچ گئے اور وہاں اُنہوں نے اس شخص پر قابو پانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ جس کے نتیجے میں اُسے وہاں سے غائب ہونا پڑا۔ تو سب سے پہلے مسٹر ہائم! میں یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ نے اُس شخص کا نام سنا ہے؟"

"کیوں نہیں...... کیوں نہیں مسٹر! لیکن آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟" ہائم کی آواز میں، مضطرب تھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یوں لگتا ہے مسٹر ہائم! جیسے آپ، اس معاملے میں خاصی دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ آپ کی آواز کا اضطراب یہی بتا تا ہے۔"

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر! لیکن میرا خیال ہے کہ ایسی اہم گفتگو، ٹیلی فون پر کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ، اس بات سے تو واقف ہوں گے کہ بعض اوقات ٹیلی فون، ٹیپ بھی کئے جاتے ہیں۔"

"جی ہاں...... لیکن مسٹر فلیکس کے ساتھ سوئٹزرلینڈ میں جو کچھ ہوا، اس کے پیش نظر یہ

احتیاط ضروری تھی۔"

"آپ، بالکل درست کہتے ہیں۔ براہِ کرم! ایک بات بتائیے، کہ کیا آپ خود ہی مسٹر فلیکس ہیں؟" ہائم نے سوال کیا۔

"میں نے عرض کیا نا! کہ میں اُن کا ایک نمائندہ ہوں...... لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ کیا آپ خود اس معاملے سے متعلق رہ چکے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں...... سوئٹزر لینڈ میں ہمارے ملک کے نمائندوں کی حیثیت سے جو افراد گئے تھے، میں اُن میں شریک تھا۔ باقی تفصیلات تو میرا خیال ہے، کسی مناسب جگہ پر بتائی جانی چاہئیں۔ اب مختصر الفاظ میں آپ، مجھے بتا دیجئے! کہ میں، آپ سے یا مسٹر فلیکس سے کہاں ملاقات کر سکتا ہوں؟ اس کے علاوہ میں امریکی سفیر سے بھی آپ کے متعلق بات کروں گا۔ ہم لوگ، فوری طور پر آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔ یہ بات میں اپنے طور پر کہہ رہا ہوں۔"

"مناسب...... تو اس کے لئے جگہ کا انتخاب، آپ ہی فرما دیں۔" میں نے کہا۔

"براہِ کرم! آپ آج شام ٹھیک چھ بجے مجھے اِسی نمبر پر رِنگ کر لیں۔ اس کے بعد، ہم لوگ تفصیلی گفتگو کریں گے۔ رِنگ کرنے کے لئے آپ، جس جگہ کا انتخاب فرمائیں، اس کی طرف سے آپ کا خود مطمئن ہونا بھی ضروری ہے۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں۔ وہ کوئی پبلک مقام ہی ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر شام کو چھ بجے......" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"جی ہاں...... ٹھیک چھ بجے۔" میں نے جواب دیا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ فلیکس، میرے نزدیک ہی کھڑا، میری گفتگو سے محظوظ ہو رہا تھا۔ پھر اُس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور ہم دونوں بوتھ سے نکل آئے۔

تھوڑی دُور چل کر میں نے فلیکس سے پوچھا۔ "کیا خیال ہے فلیکس! کیا تم اِس گفتگو سے پوری طرح مطمئن ہو؟"

"پوری طرح سے بھی کچھ زیادہ۔ لیکن کیا وہ شخص، جس نے تم سے گفتگو کی تھی، ہم سے ملاقات کے لئے بے چین تھا؟"

"بری طرح۔ بہر حال! ہم، شام کو اُسے رِنگ کریں گے۔ اور اس وقت صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ آؤ! اب چلیں۔" میں نے جواب دیا اور فلیکس نے گردن ہلا دی۔

شام کو ٹھیک چھ بجے، ہم دونوں نے پھر ایک جگہ کا انتخاب کر لیا۔ یہ ایک ریلوے سٹیشن تھا، جہاں پر کافی گہما گہمی تھی۔ یہاں بے شمار ٹیلی فون بوتھ تھے، جن میں سے ایک دُور دراز ٹیلی فون بوتھ کا ہم نے انتخاب کر لیا۔ پھر میں اور فلیکس، بوتھ میں داخل ہو گئے۔ چھ بجنے میں بیس سیکنڈ تھے۔ میں نے مسٹر ہائم کا دیا ہوا نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف جیسے ہمارے فون کا شدت سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ فوراً ہی فون ریسیو کیا گیا۔ اور مسٹر ہائم کی آواز سنائی دی۔ "ہائم بول رہا ہے۔"

"چھ بجے ہیں جناب!" میں نے کہا۔

"اوہ...... میرے نامعلوم دوست! ہم، تمہارے فون کا انتظار ہی کر رہے تھے۔"

"شکریہ...... میرا خیال ہے کہ ہمیں کسی تمہید کے بغیر گفتگو شروع کر دینی چاہئے۔"

"ہاں...... بے شک۔ لیکن اس گفتگو کے لئے ہمیں کسی مناسب جگہ کا انتخاب کرنا ضروری ہے۔ میری ایک پیشکش ہے آپ کے لئے۔"

"جی......؟" میں نے کہا۔

"آپ نے سوئٹزر لینڈ کے جس مسئلے کے بارے میں اشارہ کیا تھا، اس میں بھی بنیادی خامی یہی رہ گئی تھی کہ آپ نے کسی پر اعتماد نہیں کیا۔ میرا خیال ہے، اس بار اپنی حفاظت کے ضروری اقدامات کرنے کے بعد آپ کو ہم پر اعتماد بھی کرنا چاہئے۔"

"آپ کا خیال غلط نہیں ہے۔"

"بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ، بالمشافہ گفتگو کریں۔ ہم، ہر وہ ضمانت دینے کے لئے تیار ہیں، جو آپ طلب کریں۔ آپ ایک بار ہم پر اعتماد ضرور کریں۔"

"ضرور مسٹر ہائم! ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ تو پھر، آپ سے ملاقات کہاں کی جائے؟"

"میرا خیال ہے، اپنی پسند کی جگہ کا انتخاب خود کر لیں۔"

"بات اعتماد کی ہے، تو یہ انتخاب آپ پر۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر کانسرٹ ہال کے عقب میں امریکی سفیر کی رہائش گاہ مناسب ترین جگہ ہے۔ بشرطیکہ آپ پسند کریں۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ ہاں! کیا آپ نے مسٹر آئن ڈونالڈ سے اس بارے میں گفتگو کی ہے؟" میں نے امریکی سفیر کے بارے میں پوچھا۔

"جی ہاں...... مسٹر ڈونالڈ بھی آپ سے ملاقات کے لئے بے چین ہیں۔"

''کس وقت ملاقات پسند کریں گے آپ لوگ؟''

''ہماری طرف سے تو اجازت ہے۔ اگر آپ، ابھی تشریف لانا چاہیں تو ہم، آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔ لیکن وقت کا تعین آپ ہی کر دیں تو بہتر ہے۔''

''ٹھیک آٹھ بجے میں، آپ سے ملاقات کروں گا۔'' میں نے کہا۔

''ہم، چشم براہ رہیں گے۔ جگہ آپ نے سمجھ لی ہے......؟''

''جی ہاں......!''

''بہت بہتر...... آپ پورے اعتماد کے ساتھ تشریف لائیں۔ آپ کے ساتھ پورا تعاون کیا جائے گا۔'' مسٹر ہائم نے کہا اور میں نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ اور اس کے بعد ہم نے جگہ چھوڑ دی۔ سٹیشن کے سامنے والی سڑک عبور کر کے ہم سینٹرل پُل پر آ گئے۔ آخری حصے سے سٹاک ہوم کے ٹاؤن ہال کو سیڑھیاں اُترتی تھیں۔ سٹاک ہوم کا شہر بھی وینس کی طرح جزیروں کا مجموعہ ہے، جنہیں اطالوی طرز کے پُل آپس میں ملاتے ہیں۔ ٹاؤن ہال سے گزر کر پھر شہر کی مشہور سڑک کنگز گاٹن پر آ گئے۔ اور پھر اس سڑک کے ایک اوپن ایئر ریستوران میں آ بیٹھے۔ ایک مشروب طلب کر کے اُس کی چسکیاں لیتے ہوئے میں نے فلیکس کی طرف دیکھا۔

''خاموش ہو فلیکس؟''

''تمہاری طرح......!'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرے اس اقدام پر تمہیں اعتراض ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بالکل نہیں...... لیکن پروگرام کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''ہاں...... میں خود بھی تمہیں بتانے کا خواہش مند تھا۔ میں، امریکی سفیر کی رہائش گاہ پر جاؤں گا اور اُن لوگوں سے ملاقات کروں گا۔ اس دوران تم میک اَپ میں کسی دوسرے ہوٹل میں قیام کرو گے۔ اوّل تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مرحلے پر ہمیں کسی بددیانتی کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اگر کچھ محسوس کرو تو دوبارہ مسٹر ہائم سے رابطہ قائم کرنا۔ اور اس بات کی دھمکی دینا کہ تم یہ راز، جرمنوں کو واپس کر دو گے۔''

''مناسب!'' فلیکس نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا خیال ہے اس تجویز کے بارے میں؟''

''میرا خیال ہے، بالکل مناسب ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی آسان طریقہ تو ہم سوچ

ہی نہیں سکتے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ اس کے بعد دیر تک ہم دونوں وہیں بیٹھے اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے، پھر واپس چل پڑے۔

ٹھیک پونے آٹھ بجے ہم نے اپنا ہوٹل چھوڑ دیا۔ چہرے پر فوراً ہی میک اَپ چڑھا لیا۔ اس کے بعد میں، فلیکس کے ساتھ اُس کے نئے ہوٹل تک گیا۔ اُس کا فون نمبر ذہن نشین کرنے کے بعد میں، وہاں سے نکل آیا۔ اور اب میری منزل، کانسرٹ ہال تھی۔

کانسرٹ ہال کے عقب میں امریکی سفر کی رہائش گاہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ امریکی فلیگ، اُس عمارت پر لہرا رہا تھا۔ عمارت کے دروازے پر دو امریکی فوجی، پہرہ دے رہے تھے۔ میں اُن کے سامنے پہنچ گیا۔ لیکن مجھے اُن سے کوئی گفتگو نہیں کرنی پڑی۔ کیونکہ سامنے ہی چوڑے شانوں اور پستہ قد والا ایک شخص سوٹ پہنے ہوئے کھڑا تھا، جو فوراً مجھے دیکھ کر آگے بڑھ آیا۔

''مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ آپ مسٹر ہائم ہیں۔'' میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

''تشریف لائیے!'' ہائم نے دوستانہ انداز میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ ''میرا خیال ہے، اب آپ اپنا نام بتا دیں۔ فرضی ہی سہی۔ آپ کو کسی نہ کسی نام سے تو مخاطب کرنا ہی ہوگا۔''

''ضرور...... تو بہتر یہ ہے کہ میرے نام کا انتخاب بھی آپ ہی کریں۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

ہم دونوں، عمارت میں داخل ہو گئے۔ ایک بڑے کشادہ اور قیمتی فرنیچر سے آراستہ ہال میں ہمارا خیر مقدم تین افراد نے کیا۔ اُن میں گنجے سر کا ایک طویل القامت اور پُر رعب شخص تھا۔ ایک خوبصورت عورت، جس کی عمر اٹھائیس کے لگ بھگ ہو گی۔ اور ایک نوجوان شخص۔ گنجے سر والا امریکی سفیر تھا یعنی مسٹر ڈونالڈ۔ اور دوسرا اُس کا اتاشی تھا۔ عورت کا نام آرسی [illegible] تھا۔ ان تمام لوگوں نے دوستانہ انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔

''ہمیں اس بات پر شک نہیں کرنا چاہئے کہ ہم، مسٹر فلیکس سے ہی مخاطب ہیں۔'' امریکی سفیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں، مسٹر ہائم کو اجازت دے چکا ہوں کہ وہ جس نام سے چاہیں، مجھے مخاطب کریں۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے...... ناموں میں کیا رکھا ہے؟ ہمیں تو کام زیادہ عزیز ہے۔ تشریف''
مسٹر ڈونالڈ نے کہا اور میں اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''سوئٹزرلینڈ کے تجربات، مجھے یاد ہیں۔ دراصل آپ نے وہاں کافی لوگ
تھے مسٹر فلیکس! بلا شبہ، آپ کا یہ خیال درست تھا کہ وہاں، جو آپ کو راز کی قیمت
کرے، آپ وہ راز اُسے فروخت کر دیں۔ لیکن ہمیں، اس سے تھوڑا سا اختلاف

''وہ کیا جناب؟''

''بہتر یہ ہوتا کہ آپ اس راز کی قیمت کا تعین کر لیتے۔ ہم سے زیادہ ادائیگی
تھا؟...... کیا رُوسی......؟ ہرگز نہیں......! اور آپ یہ بات جانتے ہیں۔''

''گزری ہوئی باتوں کا بھولنا ہی بہتر ہے مسٹر ڈونالڈ!''

''ہاں...... آپ نے درست کہا۔ ہم، آج سے ابتداء کرتے ہیں۔''

''پچھلے تجربات کی بناء پر ہی آپ کے ملک کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اور اس بار
حال وہ نہیں ہے، جو پہلے تھی۔'' میں نے کہا۔

''یقیناً...... آپ نے اپنے طور پر کچھ انتظامات کئے ہوں گے۔ بہر حال! ہماری
ہے کہ آپ کم از کم اس وقت تک ہمارے اوپر اعتماد کریں، جب تک ہماری طرف
گڑبڑ نہ ہو۔ دراصل! ہماری حکومت کو مدت سے آپ کی تلاش تھی۔ اور اس سلسلے
دنیا کے سفارت خانوں کو ہدایات دی گئی ہیں کہ جہاں بھی آپ سے رابطہ قائم
جائے۔'' سفیر نے کہا۔

''خوب...... بہر حال! ہم، آپ سے سودا کرنے کے لئے تیار ہیں۔''

''میری درخواست ہے مسٹر فلیکس! کہ اس سلسلے میں دیر نہ کی جائے۔ ایسا نہ ہو
راز سے کوئی فائدہ اُٹھانے کے قابل ہی نہ رہیں۔''

''میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب میری رائے ہے کہ آپ فوری طور پر واشنگٹن کے سفر کی تیاریاں کر
طرف سے چند افراد، آپ کے ساتھ جائیں گے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں
سے مخلصانہ سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہر وہ ضمانت، آپ کو فراہم کر سکتے ہیں، جو
کریں۔''

''میں تیار ہوں...... میں آپ کے ساتھ سفر کروں گا۔ لیکن اس کے لئے چند

''جی...... وہ کیا؟''

''کیا سودا، میری مرضی کے مطابق ہو گا......؟''

''ہاں...... ہم ہر قیمت پر وہ راز خریدنے کے لئے تیار ہیں۔''

''تب مجھے آپ سے ایک تحریر درکار ہو گی۔ اس تحریر میں فلیکس کی زندگی کی ضمانت ہو گی
اور مسٹر فلیکس کی حیثیت ایک سرکاری مہمان کی سی ہو گی۔ اور سودا ہو جانے کے بعد آپ،
اسے واپس، جہاں وہ جانا چاہے، بھیجنے کے پابند ہوں گے۔''

''میرا خیال ہے، ہماری حکومت کو اعتراض نہیں ہو گا۔''

''روانگی کے لئے مجھے کم از کم چار دن درکار ہوں گے۔''

''یہ بھی مناسب ہے۔''

''تحریر مجھے کب تک مل جائے گی......؟''

''کل دوپہر تک...... لیکن ایک جوابی تحریر بھی درکار ہو گی۔''

''فرمایئے......؟''

''آپ امریکی محکمہ خاص کے ایک رُکن کی حیثیت سے حلف اُٹھائیں گے۔ اور خود کو ایک
راز کا امین تسلیم کریں گے، جو ہماری ملکیت ہو گا۔ یعنی آپ اُس وقت تک یہ راز کسی اور کو
نہیں دیں گے، جب تک آپ کو ہم سے سودے میں نقصان نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ
آپ، اس راز کو فروخت کرنے کے بعد ایک مخصوص عرصے تک ہمارے مہمان رہیں گے۔ یہ
صرف اس لئے ہو گا کہ جب تک ہم اس راز سے فائدہ نہ اُٹھا لیں، کوئی دوسرا اس سے
واقف نہ ہو سکے۔''

''مجھے منظور ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ یہ تجویز تو خود میرے دل کی آواز تھی۔

مسٹر ڈونالڈ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''یوں لگتا ہے مسٹر فلیکس! جیسے سارے
مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ بہر حال! ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد قائم کرنا چاہئے۔ پھر
کل آپ سے کہاں ملاقات ہو گی؟''

''جہاں آپ پسند فرمائیں۔''

''میرا خیال ہے، کل کی ملاقات بھی یہیں رکھی جائے۔ آپ کو، کوئی اعتراض تو نہیں
ہے؟''

"جی نہیں...... میں پوری طرح مطمئن ہوں۔"

"بس! میری رائے میں اب کاروباری معاملات ختم۔" ڈونالڈ نے کہا۔ اور ا
رسمی باتیں شروع ہوگئیں۔ اور پھر میں نے رُخصت کی اِجازت طلب کی۔ م
رہائش گاہ سے نکل کر میں رات کو گیارہ بجے تک سٹاک ہوم کے مختلف علاقوں میں گ
مقصد یہی تھا کہ کسی تعاقب کا اندازہ کرسکوں۔ لیکن پوری کوشش کے بعد میں
بات نہ تلاش کرسکا۔ تب میں نے ایک تاریک علاقے میں جاکر میک اپ ختم کیا
کے ہوٹل چل پڑا۔

فلیکس اپنے کمرے ہی میں تھا اور بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس
کی سانس لی اور مسکراتا ہوا بولا۔ "انتظار، دنیا کی شدید ترین اذیت ہے۔"

"ہاں، شاید! ویسے میرا اس سے واسطہ نہیں پڑا۔ اب تم، مجھے عمدہ سی کافی پلواؤ
بعد میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں بتاؤں گا۔"

"ابھی لو!" فلیکس نے کہا اور پھر کافی منگوانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ہم
وقت تک خاموش رہے جب تک کافی نہ آگئی۔ ویٹر کے جانے کے بعد فلیکس نے
کیا اور متجسس انداز میں مجھے دیکھتا ہوا، میرے سامنے آ بیٹھا۔

میں نے اپنی کافی کی پیالی سے چند گھونٹ لئے اور پھر فلیکس کو اُن لوگوں سے
تفصیل بتانے لگا۔ میں نے کوئی بات اُس سے نہیں چھپائی تھی۔ ساری تفصیل سُن
فلیکس، کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ اور پھر شانے ہلاتا ہوا بولا۔ "بظاہر تو مجھے اس
میں کوئی خامی نظر نہیں آتی۔ یوں لگتا ہے، جیسے وہ لوگ واقعی مخلص ہوں۔ لیکن واشنگٹن
بات ذرا پریشان کن نظر آتی ہے۔"

"کیوں میرے دوست......؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ واشنگٹن میں ہم بہرصورت! امریکی حکومت کے زیر اثر ہوں گے۔
ہم پر ہر طرح کا دباؤ ڈال سکتے ہیں۔"

"اس کا مسئلہ اس تحریر سے حل ہو جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں...... یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس تحریر کو تم دنیا کی کون سی عدالت میں چیلنج
امریکہ میں داخل ہونے کے بعد کیا ہم لوگ، اُن کے ہاتھوں قید نہیں ہو جائیں گے؟"

"اوہ، نہیں میرے دوست فلیکس! ہمیں اس سلسلے میں بھی اپنے پروگرام ترتیب

گے۔"

"کیسے پروگرام؟ میں یہی تو جاننا چاہتا ہوں کہ خود تمہاری کیا رائے ہے؟"

"میں، اُن کے ساتھ واشنگٹن جانے کو تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب...... اور میں نے جن خطرات کی نشاندہی کی ہے، اُن کے بارے میں تمہارا
کیا خیال ہے؟" فلیکس نے سوال کیا۔

"ڈیئر فلیکس! آخر تم کس مرض کی دوا ہو؟"

"کیا مطلب؟" فلیکس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"یا تمہارے خیال میں ہم دونوں ایک ساتھ، میرا مطلب ہے، ان لوگوں کے ساتھ یکجا
ہوکر جائیں گے؟"

"نہیں...... میں یہی تو سب کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" فلیکس نے کہا۔

"تو سنو، میرے دوست! میں اُن لوگوں سے مکمل تعاون کروں گا۔ یعنی اُن کے ساتھ
جاؤں گا۔ میں اپنی تحریر اُنہیں دے دُوں گا اور اُن کی تحریر میں تمہارے حوالے کر دُوں گا۔
اس کے بعد فلیکس! تم در پردہ ہمارا تعاقب کرو گے۔ اوّل تو میں، اُن لوگوں کے کسی فریب
میں نہیں آؤں گا۔ اور اُن کے چکر میں نہیں پھنسوں گا۔ لیکن اگر میں نے کبھی حالات خراب
دیکھے تو میں تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔ ورنہ تم دُور دُور سے تماشہ دیکھتے رہنا۔
جب سارے معاملات طے ہو جائیں گے، تب میں تمہیں اطلاع دُوں گا۔ اور اُس وقت میں،
اُنہیں یہ بھی بتا دُوں گا کہ میں اصلی فلیکس نہیں ہوں۔ یا پھر کیا ضروری ہے کہ ہم، اُن پر یہ
بات واضح کریں کہ ہم دو ہم شکل ہیں، اور اس طرح کام کرتے ہیں؟ بہتر یہی ہے کہ اگر
ہمارا پروگرام مکمل طور پر کامیاب ہو جائے تو ہم دونوں، خود کو الگ الگ ظاہر نہیں کریں گے،
بلکہ مختلف ضروریات کے لئے ایک کو پوشیدہ رکھا جائے۔"

"بالکل ٹھیک......!" فلیکس نے کہا۔

"تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر ہمارے سارے معاملات بخیر وخوبی انجام پا جاتے ہیں تو پھر
میں، تم سے رابطہ قائم کر کے یہ راز اُن کے حوالے کر دُوں گا۔"

"اوہ...... میرا خیال ہے، یہ فلمیں تم اپنے پاس رکھو!" فلیمس نے کہا اور میرے ہونٹوں
پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"معصوم آدمی ہو فلیکس! بعض اوقات بہت معصوم باتوں پر اُتر آتے ہو۔ تمہارے خیال

میں، میں تمہاری نیت پر شبہ کروں گا؟''

''ہرگز نہیں...... ہمارے دلوں سے شبہ نکل گیا ہے ڈن! اس لفظ کو درمیان میں نہ کرو۔''

''ٹھیک ہے...... بہرحال! اس پروگرام میں کوئی خامی ہو تو مجھے بتاؤ؟''

''قطعی نہیں...... سوائے اِس کے کہ واشنگٹن روانگی کے لئے تم، مجھے کتنا وقت دو
کوئی خاص چکر چلانا پڑے گا؟ ورنہ روانگی کے انتظامات آسان نہیں ہوں گے۔''

''میں جانتا ہوں۔ بہرحال! میں کم از کم تین چار دن تک اُنہیں ٹالوں گا۔ اس دوران ظاہر ہے، اُن کا ہم سے رابطہ تو رہے گا۔ اگر میں مصروف ہو جاؤں، تب بھی تمہیں اس میں رِنگ کروں گا۔ اور مجھے اس میں دقت بھی نہیں ہو گی۔ ہاں! میں تمہیں مسٹر ایکس کہہ کر مخاطب کروں گا۔''

''میں نہیں سمجھا......؟''

''میں نے اُن لوگوں کو اپنے بارے میں تو یہی بتایا ہے کہ میں، مسٹر فلیکس کا نمائندہ ہوں۔ گو، وہ اِس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے اگر میں، تمہیں رِنگ کروں گا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہو گی۔''

''ہاں...... یہ تو ٹھیک ہے۔''

''اس کے باوجود فلیکس! اگر اِس پوری کہانی میں تمہیں کوئی جھول نظر آ رہا ہو تو کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔''

''نہیں ڈن! واقعی، خلوص سے کہہ رہا ہوں۔ جتنی آسانی سے تم نے حالات پر قابو پایا ہے، وہ تعجب خیز ہے۔ بہرحال! تم تو ہمیشہ ہی تعجب خیز ثابت ہوئے ہو۔''

فلیکس سے ضروری گفتگو ختم ہو گئی...... اور پھر میں نے اُس کے پاس ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہاں! رات کو اپنے لئے پارٹنر تلاش کرنا نہیں بھولا تھا......

دوسرے دن فلیکس سے فون پر گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں پورا دن
سے ملاقات نہیں کروں گا۔ وہ اپنی تیاریاں شروع کر دے۔ اور فلیکس نے کہا، کہ وہ
ہوٹل سے نکل رہا ہے۔ فون بند کر کے میں آج کے پروگرام پر غور کرنے لگا۔

بظاہر اِس پروگرام میں کوئی خامی نہیں تھی۔ اور اگر کچھ غلط حالات پیش بھی آئے
سے نمٹنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہو گی۔ زندگی اور موت کا کھیل تو قدم قدم پر موجود

میں، جس لائن میں تھا، اس میں ان ساری چیزوں کا خوف بے معنی تھا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر میں، امریکی سفیر کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ حسب معمول، ہائم نے میرا استقبال کیا۔ اُس کے چہرے پر پُرتپاک مسکراہٹ تھی۔

ایک بار پھر مجھے اُسی نشست گاہ میں لے جایا گیا، جس میں، میں پہلے بیٹھا تھا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ آرسی گینی بھی موجود تھی۔ وہ عورت، بظاہر ایک عام سی عورت لگتی تھی۔ لیکن مجھے اُس کے چہرے پر ایک خاص بات محسوس ہوئی۔ ایک ایسا احساس جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

امریکی سفیر ڈونالڈ نے مجھ سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے یقیناً اِس دوران میں بہت سی باتیں سوچی ہوں گی مسٹر فلیکس! میرا خیال ہے، ایک مناسب وقت، ہم دونوں کو مل گیا ہے۔ کیا آپ، ہماری پیش کردہ تجاویز سے متفق ہیں؟''

''جی ہاں...... مجھے کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔''

''خوب...... گویا آپ، ہمارے ساتھ واشنگٹن چلنے کو تیار ہیں؟''

''جی...... میں نہ کہا نا! کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''بس! تو پھر آپ، ہماری طرف سے بھی یہی خوشخبری سنیں۔ چند مخصوص ذرائع سے حکومت امریکہ سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ اور آپ کے بارے میں مکمل اطلاع دے کر یہ اجازت لے لی گئی ہے کہ ہم، آپ کے ساتھ وہاں تک پہنچ جائیں۔ وہاں ہمارا استقبال کیا جائے گا۔''

''ٹھیک ہے جناب! میں نے آپ پر مکمل اعتماد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور اس کی اجازت مجھے، مسٹر فلیکس نے دے دی ہے۔'' میں نے کہا اور امریکی سفیر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''یہ تسلیم کر لینے میں کیا حرج ہے کہ آپ ہی مسٹر فلیکس ہیں......؟'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں چند ساعت خاموش رہا۔ پھر میں ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''میں نے دراصل! آپ کے الفاظ کی تردید کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور اس سلسلے میں کسی شدت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ مسٹر فلیکس نے مجھے مکمل اختیارات دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اپنے طور پر میں ہر بات کا فیصلہ بھی کر سکتا ہوں۔ ان حالات میں اگر

آپ، مجھے فلیکس سمجھنے پر مُصر ہیں تو میں دوستانہ انداز میں آپ سے عرض کر دوں کہ م
فلیکس نہیں ہوں۔''

''اچھا......!'' امریکی سفیر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بہرصورت! ہمیں اس سے
خاص غرض نہیں ہے۔ البتہ ایک سوال آپ سے ضرور کیا جا سکتا ہے مسٹر...... افسوس! کہ ہم
آپ کا نام بھی نہیں لے سکتے۔''

''آپ مجھے کین کے نام سے پکار سکتے ہیں۔''

''خوب......تو مسٹر کین! جو بات، ہم آپ سے پوچھنا چاہتے تھے، وہ یہ ہے کہ وہ راز
جس کی جو بھی شکل ہو، ہمیں فی الوقت اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یعنی پوچھنا یہ ہے کہ اگر
ہمارے معاملات طے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ راز آپ ہی کے ذریعے سے ہمیں مل سکتا ہے؟''

''جی ہاں...... یقیناً! اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسٹر فلیکس اور اُن کے ساتھیوں سے برا
رابطہ بدستور قائم ہے اور رہے گا۔ چنانچہ جس وقت بھی ہم لوگ، اس معاملے کی تکمیل کر لیں
گے، فوری طور پر وہ راز آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے۔''

امریکی چند ساعت تک سوچتا رہا۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''میرا مقصد یہی ہے کہ
یہاں بد دیانتی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہم آپ سے بہتر شرائط پر معاملات طے کریں گے
اس کے بعد وہ راز آپ سے خرید لیں گے۔ چنانچہ جو بھی صورت حال ہو، اس سے ہمیں کوئی
غرض نہیں ہے۔ ہاں! تو چلنے کا پروگرام کب تک ہے؟''

''اس سلسلے میں آپ کا کیا اِرادہ ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''بھئی ہماری طرف سے تو مکمل آزادی ہے۔ میں خود تو جا نہیں سکتا۔ البتہ چند افرا
آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اور میرا خیال ہے، جس قدر جلد ہو سکے، یہاں سے روا
مناسب ہے۔ چونکہ وہاں آپ کا انتظار ہو رہا ہوگا۔''

''مجھے چند روز کی مہلت درکار ہوگی۔''

''ہاں، ہاں...... یقیناً! اس بات سے تو سبھی واقف ہیں۔ ظاہر ہے، آپ کو بھی
تیاریاں کرنا ہوں گی۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ایک درخواست ضرور ہے۔''

''وہ کیا جناب......؟'' میں نے پوچھا اور امریکی سفیر چند ساعت تک سوچتا رہا۔
کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر جھلکنے لگا تھا۔ پھر اُس نے میری آنکھوں میں دیکھتے
کہا۔

''بات دراصل یہ ہے مسٹر کین! کہ اب تو میں نے اپنی حکومت کو بھی اس بارے میں
اطلاع دے دی ہے۔ اور میری حکومت، شدت سے آپ کی آمد کی منتظر ہے۔ ان حالات
میں اگر آپ کسی اور کے ہاتھ لگ گئے تو نہ صرف میری حکومت کو مایوسی ہوگی بلکہ اس سے خود
میری پوزیشن بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہم مکمل طور پر
صرف آپ کی حفاظت کریں۔''

''ٹھیک ہے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں اِس سلسلے میں مسٹر فلیکس سے بھی اظہار کر
دوں گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ مجھے اس بات سے منع نہیں کریں گے۔''

''ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔'' مسٹر ڈونالڈ نے دوستانہ انداز میں کہا۔ اور پھر خاموشی چھا
گئی۔ چند ساعت ہم دونوں ہی خاموش رہے۔ دوسرے لوگ بھی ہماری وجہ سے خاموش
تھے۔ پھر ڈونالڈ نے ان تحریروں کا ذکر کیا جن کا تبادلہ ہونا تھا۔ پھر اُنہوں نے خود ہی پیشکش
کر دی کہ چند ساعت کے بعد مجھے وہ دونوں تحریریں پیش کر دیں گے۔ ایک پر مجھے دستخط کرنا
ہوں گے اور دوسری پر اپنے دستخط کرنے کے بعد وہ میرے حوالے کر دیں گے۔ میں نے اِس
بات پر خوشی کا اظہار کیا اور مسٹر ڈونالڈ نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے دیں۔ چنانچہ ہم
دونوں میں تحریروں کا تبادلہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد ہلکی سی ضیافت ہوئی اور پھر میں نے
اجازت چاہی۔

''میں اب جاؤں گا۔ صبح تقریباً گیارہ بجے میں اپنی عمارت میں آپ کا خیر مقدم کروں
گا۔'' مسٹر ڈونالڈ نے کہا۔

''بہتر ہے...... میں پہنچ جاؤں گا۔'' میں نے جواب دیا اور امریکی سفیر مطمئن ہو گیا۔
لیکن بہرصورت! وہاں سے روانگی کے وقت میں اس قدر مطمئن نہیں ہوا تھا کہ تعاقب کے
خیال کو نظر انداز ہی کر دیتا۔ لیکن کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا اور میں خیریت سے فلیکس تک
پہنچ گیا۔

فلیکس بھی شاید ابھی کہیں سے واپس آیا تھا۔ پھر وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ ''تو مسٹر ڈن
آج کا دن تو بڑا ہی خوشگوار اور بڑا ہی کار آمد ثابت ہوا ہے۔''

''خوب......!'' میں نے مسکرا کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کیا کر لیا تم نے فلیکس؟''
میں نے سوال کیا۔

''پہلے تم بتاؤ......!'' فلیکس کے انداز میں بچکانہ سی شوخی تھی۔ پھر میں نے وہ تحریر نکال کر

اُس کے سامنے رکھ دی جو مجھے ڈونالڈ نے دی تھی۔ وہ تحریر کا مطالعہ کرتا رہا۔ اور پھر اُس کی آنکھوں میں مسرت کے آثار پھیل گئے۔

''یہ تو واقعی بڑی عمدہ تحریر ہے۔'' اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں! اور اب ہم جلد از جلد روانہ ہو جائیں گے۔''

''میں وہی خوشخبری تمہیں سنانے جا رہا تھا ڈیئر کین! بات یہ ہے کہ میں نے اپنے طور پر بھی کچھ کیا ہے۔ آج میں نے خاصا دوڑ دھوپ میں وقت گزارا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک ایسا آدمی تلاش کر لیا جو مجھے واشنگٹن روانہ کر سکتا ہے۔ گو، اُس کے ذرائع غیر قانونی ہیں۔ لیکن کام بالکل قانونی طور پر ہو گا۔''

''واقعی خوشخبری ہے۔ میرا خیال ہے، میں ان لوگوں سے روانگی کے بارے میں کہہ دُوں۔'' میں نے کہا۔

''ابھی کچھ دیر رُک جاؤ۔ میرا خیال ہے، میں کام ہونے کے بعد تمہیں اطلاع دے دُوں گا۔ لیکن ایک بڑی اُلجھن کی بات ہے۔ وہ یہ کہ تم تو مجھے رِنگ کر سکتے ہو۔ لیکن میں تم سے کیسے رابطہ قائم کروں گا؟''

''واہ! اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ میرا خیال ہے، میں امریکی سفیر کی کوٹھی پر قیام کروں گا۔ اگر میرے لئے کسی دوسری رہائش گاہ کا بھی بندوبست کیا گیا تو اس کا ٹیلی فون نمبر میں تمہیں دے دُوں گا۔ تم مجھے بہ آسانی رِنگ کر سکتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ میں فلیکس نہیں ہوں۔ اور مسٹر فلیکس بہرصورت! یہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ میں نے اُنہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ مسٹر فلیکس، واشنگٹن تک کا سفر ہمارے ساتھ ہی کریں گے۔ اور جس وقت بھی ہمارے معاملات طے ہو گئے، وہ راز ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔''

دوسرے ہی دن میں فلیکس سے رُخصت ہو کر اپنے ہوٹل آ گیا۔ میں نے اپنا مختصر سامان لیا اور پھر وقت مقررہ پر سفیر کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اس وقت مسٹر ڈونالڈ نے میرا استقبال نہیں کیا تھا اور نہ ہی مسٹر ہائم موجود تھے۔ البتہ آرسی گینی اپنے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ سجائے موجود تھی۔ وہ پُر تپاک انداز میں آگے بڑھی اور گردن خم کرتے ہوئے بولی۔ ''مسٹر کین! پلیز، اندر آ جائیے۔'' اور میں اُس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ ''دونوں حضرات مصروف تھے۔ اُنہوں نے میرے سپرد یہ خدمت کی کہ میں یہاں آپ کے قیام کا بندوبست

کروں۔ اور ہر طرح آپ کا خیال رکھوں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ میں یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دُوں گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ خود اپنے طور پر ایک بے تکلف دوست ہونے کا ثبوت دیں گے۔''

''شکریہ مِس گینی! بہرصورت، مجھے یقین ہے کہ آپ کے ساتھ میرا وقت بہت اچھا گزرے گا۔'' آرسی گینی مجھے اس رہائش گاہ تک لے گئی جو میرے لئے درست کی گئی تھی۔ اور جہاں مجھے چند روز اُن کے ساتھ قیام کرنا تھا۔ بہت ہی پُرسکون اور آرام دہ بیڈ رُوم تھا۔ ہر قسم کی ضروریاتِ زندگی سے آراستہ۔ یہاں ہر چیز موجود تھی۔ میں نے اس بیڈ رُوم کے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا اور آرسی گینی نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر وہ چلی گئی۔ ملازم میرا سامان اندر لے آیا تھا۔ اور اُس نے میرے لباس، الماری میں سجا دیئے۔ یوں لگتا تھا جیسے میں یہاں ایک طویل قیام کے لئے آیا ہوں، ایک معزز مہمان کی حیثیت سے۔ اور یہ سوچ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آرسی گینی تھوڑی دیر بعد واپس آ گئی۔ اُس نے میرے لئے ناشتے کا بندوبست کیا تھا۔ حالانکہ اس وقت اس کی حاجت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن یہ ایک استقبالیہ چائے تھی۔ پھر وہ میرے سامنے ہی بیٹھ گئی اور مجھ سے میرے بارے میں گفتگو کرنے لگی۔ اُس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی، جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ میرے بارے میں کرید یا چھان بین کر رہی ہے۔ بلکہ یہ ایک دوستانہ سی گفتگو تھی۔ تھوڑا بہت اپنے بارے میں بھی بتاتی گئی۔ وہ امریکی محکمہ خارجہ کی ملازمہ تھی اور تھوڑے عرصے کے لئے واشنگٹن سے یہاں آئی ہوئی تھی۔ اُس نے بتایا کہ وہ اب واپس جا رہی ہے۔ اور اپنے وطن ہی میں اپنے فرائض انجام دے گی۔

''اوہ..... تو میرا خیال ہے مِس گینی! کہ آپ شاید میرے ساتھ ہی واپس چلیں گی؟''

''جی ہاں..... مسٹر ڈونالڈ نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں، آپ کے ساتھ ہی واپس چلی جاؤں۔''

''یہ تو اچھی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں بھی آپ سے ملاقات رہے گی۔''

''کیوں نہیں؟ میرا تعلق ہی اس محکمہ سے ہے، جس سے آپ کا واسطہ پڑے گا۔''

''بہت خوب تو گویا، وہاں سب سے قریبی انسان آپ ہی رہیں گی میرے لئے۔''

''ہاں، مسٹر کین! کچھ ایسی ہی بات ہے۔'' اُس نے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔ اس کے بعد رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ ویسے گینی کی گفتگو بڑی خوبصورت ہوتی تھی۔ باتیں کرنے میں

وہ بڑی مہارت رکھتی تھی۔ گو، اُس کے چہرے کے تاثرات میں پہلے مجھے ہلکی سی تختی م
ہوئی تھی، جو اُس کی گفتگو کے بعد معدوم ہوتی جا رہی تھی۔

مسٹر ڈونالڈ سے رات کے کھانے پر ملاقات ہوئی۔ ہائم موجود نہیں تھا۔ مسٹر ڈونالڈ
ایک معزز مہمان کی حیثیت سے مجھے خوش آمدید کہا اور پھر کہنے لگے کہ کاروباری باتیں تو
جگہ۔ لیکن بحیثیت ایک مہمان کے وہ میرے یہاں آنے سے بے حد خوش ہیں۔ بظاہر
گفتگو میں کوئی کھوٹ وغیرہ نظر نہیں آتی تھی۔ اسی لئے میں نے بھی ایک بے تکلف مہمان
حیثیت سے یہ بات چیت کی۔ اور پھر دیر تک ہم لوگ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے
جس میں امریکی سیاست بھی زیر بحث رہی۔ میں نے مسٹر ڈونالڈ کو اُس راز کے بارے میں
کوئی ہوا نہیں لگنے دی تھی۔ پھر میں بھی کوئی کچا انسان تو نہیں تھا۔ نہ ہی مسٹر ڈونالڈ نے خاص
طور سے اس سلسلے میں کچھ پوچھنے کی کوشش کی تھی۔ پھر ہم سونے کے لئے چلے گئے۔ میں اپنی
خواب گاہ میں پہنچ کر اس گفتگو پر غور کرنے لگا۔ میں خیالات کی دنیا میں ڈوب گیا اور اس
کے بعد گہری نیند سو گیا۔

دوسرے دن صبح کو ناشتہ مسٹر ڈونالڈ کے ساتھ کیا۔ پھر مسٹر ڈونالڈ کہنے لگے۔ ''مسٹر کین
میں نہیں جانتا کہ آج آپ کی مصروفیات کیا ہوں گی؟ لیکن بہرصورت! آپ جس طرح
دن گزارنا چاہیں، وہ آپ پر منحصر ہوگا۔ میں تو صرف آپ کی روانگی کے بارے میں ارادے
کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ جب بھی مجھے اس سلسلے میں اطلاع دیں گے، چند گھنٹوں کے اندر
انتظامات ہو جائیں گے۔''

''میں آپ سے عرض کر چکا ہوں مسٹر ڈونالڈ! کہ اس سلسلے میں مجھے ہدایات، مسٹر فلیکس
سے ملیں گی۔ مسٹر فلیکس مجھے بتائیں گے کہ وہ کب واشنگٹن جانے کے لئے تیار ہیں؟ اور
خیال ہے، اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔''

''ٹھیک ہے...... مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں نے اپنی حکومت کو اطلاع دے دی ہے
ہم، کسی بھی وقت واشنگٹن پہنچ جائیں گے۔ بہرصورت! مجھے تو آپ اجازت دیجئے۔ باقی
آپ جس طرح گزاریں۔ آر سی گینی کسی دن اگر آپ کی ساتھی بننا چاہیں تو یہ ان کی بھی خوش
قسمتی ہوگی اور ہماری بھی۔ یا پھر اگر، آپ کی کوئی اور مصروفیت ہو تو یہ ضروری نہیں
جیسی سہولت آپ چاہیں، ہم مہیا کر سکتے ہیں۔''

''میں اپنے طور پر آزاد ہوں۔ کوئی خاص مصروفیت تو ہے نہیں۔ بس گینی کے ساتھ

کوئی تفریحی پروگرام بنایا جا سکتا ہے۔'' میں نے مسکرا کر گینی کی جانب دیکھا اور گینی بھی
مسکراتے ہوئے تپاک سے بولی۔

''ضرور، ضرور جناب! یوں بھی آج جون کی تیئس تاریخ ہے۔ اور موسم گرما کا نصف سفر
مکمل ہو چکا ہے۔ نصف گرمیوں کی شب سویڈن کا ثقافتی تہوار ہے۔ جسے اس کے باشندے
کرسمس سے بھی زیادہ دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ چنانچہ ہم بھی اس پروگرام سے لطف
اندوز ہوں گے۔''

''اوہ، ہاں! بہت عمدہ...... واقعی بہت عمدہ...... اگر مسٹر کین! آپ نے کبھی سویڈن میں
مڈسمر نائٹ نہیں دیکھی تو آج دیکھئے۔ دیکھنے کی چیز ہے۔'' مسٹر ڈونالڈ نے کہا۔

''ضرور......!'' میں نے جواب دیا۔ جن دنوں میں فن لینڈ میں رہتا تھا، تو میں نے
سویڈن کی مڈسمر نائٹ کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔

یہ بات طے ہوگئی۔ مسٹر ڈونالڈ تو ہم سے رُخصت ہو گئے۔ لیکن گینی میرے ساتھ رہی
اور مجھ سے حسب دستور گفتگو کرتی رہی۔ سویڈن کے بارے میں، یہاں کی ثقافت کے
بارے میں۔ اور نہ جانے کہاں کہاں کی باتیں...... باتیں کرنے کے معاملے میں وہ صرف
عورت تھی۔ لیکن میں اس کی گفتگو سے محظوظ ہوتا رہا تھا۔

پھر شام ہوگئی اور گینی اُس جھیل کے کنارے جانے کی تیاریاں کرنے لگی جس کے قریب
ایک کھلی فضا میں مڈسمر نائٹ منائی جاتی تھی۔ وقت مقررہ پر گینی ایک خوبصورت لباس میں
میرے ساتھ نکل آئی۔ اور پھر اپنی آسمانی رنگ کی خوبصورت کار میں بیٹھ گئی۔ میں اُس کے
نزدیک بیٹھ گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم سٹاک ہوم کی نواحی بستیوں سے گزر رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے
خوبصورت قصبے گزرنے لگے۔ اور پھر بڑی شاہراہ سے گزر کر ہم ایک پگڈنڈی پر آ گئے جس
کے دونوں جانب صنوبر کے گھنے جنگل تھے۔ جنگل ختم ہوا تو دُور اُفق پر ایک جھیل نظر آنے
لگی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اُس جگہ پہنچ گئے جہاں بے شمار لوگ سویڈن کے روایتی لباس
میں ملبوس اپنی اپنی تفریحات میں مشغول تھے۔

اُس کے بعد ساری رات لوگ جشن مناتے رہے...... مرد اور عورتیں دائروں میں رقص
کرتے رہے۔ میں بھی گینی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ شراب کے دور چل رہے تھے۔ رات
گئے تک یہ ہنگامہ برپا رہا۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ہنگامے میں کمی آنے لگی۔ اور لوگ

تھک کر وہیں پڑ کر سو رہے۔ گینی میرے ساتھ تھی۔ مجھ پر بھی غنودگی سی طاری ہو رہی تھی چنانچہ میں بھی وہیں گھاس پر لیٹ گیا گینی بھی مجھ سے کچھ فاصلے پر لیٹ گئی تھی۔ اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد مجھے بھی نیند نے آلیا......

صبح کو جب آنکھ کھلی تو سورج نکل آیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جسم پر ایک بوجھ احساس بھی ہوا۔ گینی بڑے ہیجان خیز انداز میں مجھ سے لپٹی سو رہی تھی۔ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا۔

جھیل کی سطح خوب چمک رہی تھی۔ کچھ لوگ اب بھی رقص کر رہے تھے۔ اور زیادہ تر ایسے لوگوں کی تھی جو گھاس پر سو رہے تھے۔ ہماری مانند...... اپنا بیڈ روم سمجھ کر...... چنانچہ فکر کی کوئی بات نہیں تھی۔

میں نے دوبارہ گینی کو دیکھا۔ تکلف کے تمام مراحل طے ہو گئے تھے۔ اب کوئی کمی نہ رہ گئی تھی۔ لیکن اُسے بھی تو اس کا یہ انداز دیکھنے دیا جائے۔ چنانچہ میں سونا بن گیا۔ مجھے یقین تھا کہ چمکدار سورج کی تیز کرنیں کسی کو زیادہ دیر نہیں سونے دیں گی۔ اور وہی ہوا...... گینی کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے اس ماحول کو دیکھا، خود کو محسوس کیا اور ایک دم اُٹھ گئی۔ میں نے جنبش نہیں کی تھی۔ اُس نے آہستہ سے خود کو مجھ سے علیحدہ کیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر اُس نے مجھے جگایا۔ ''مسٹر کین...... اُٹھیے! سورج نکل آیا ہے۔''

میں جاگ گیا۔ میں نے چند ساعت اداکاری کی۔ اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

''اوہ...... کیا میں واقعی سو گیا تھا مس گینی؟''

''گہری نیند......''

''اور آپ......؟''

''اتفاق سے میں بھی سو گئی تھی۔ ابھی جاگی ہوں۔'' گینی نے کہا۔ لیکن اُس نے منہ دوسری طرف کر لیا تھا۔ اور میں اُس کی وجہ سمجھ رہا تھا۔ لیکن میں نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ روک لی تھی۔ میں گینی پر یہ نہیں ظاہر ہونے دینا چاہتا تھا کہ میں اُسے اس عالم میں دیکھ چکا ہوں۔ البتہ گینی کے انداز میں جھینپا جھینپا پن موجود تھا۔ اور نہ جانے کیوں یہ مجھے دلکش محسوس ہوئی تھی۔

''کیا خیال ہے مسٹر کین...... اب چلا جائے؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں گینی! ویسے کیا مسٹر ڈونالڈ کو یہ بات معلوم ہو گی کہ ہم رات یہاں قیام کریں گے؟''

''ہاں...... ڈسمر نائٹ کے بارے میں مسٹر ڈونالڈ بھی جانتے ہیں۔ اور ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ ممکن ہے، اُنہوں نے بھی جھیل کے کنارے کسی گوشے میں رات گزاری ہو۔'' گینی نے ہنس کر کہا اور میں نے ہونٹ سکوڑ لئے۔

''واقعی...... کیا یہ ممکن ہے؟''

''آپ کیا سمجھتے ہیں مسٹر کین...... مسٹر ڈونالڈ زیادہ بوڑھے آدمی نہیں ہیں۔'' گینی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور ہم واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ چند ساعت کے بعد ہماری کار واپس جا رہی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم امریکن سفیر کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔

مسٹر ڈونالڈ موجود نہیں تھے، جا چکے تھے۔ چنانچہ گینی نے مجھے آرام کرنے کے لئے کہا۔

''یہ تو یقینی بات ہے کہ بیڈ روم سے باہر کوئی بھی رات، خواہ کسی بھی انداز میں گزرے، تھکا دینے والی ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کچھ دیر آرام کرنا پسند کریں گے مسٹر کین؟''

''خود آپ کا کیا خیال ہے؟'' میں نے پوچھا اور گینی نے ایک بار پھر مجھ سے نگاہیں چرا لیں۔

''اگر آپ سوئیں گے تو میں بھی سو جاؤں گی۔'' اُس نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے...... تو پھر تھوڑی دیر آرام کر لیا جائے۔'' میں نے کہا اور گینی مجھے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔

اپنے بستر پر لیٹ کر میں گزری ہوئی رات کے بارے میں سوچنے لگا۔ واقعی زوردار رات تھی...... بڑی خوشگوار...... ایسی رات کے بعد تھکن کا احساس نہیں رہتا تھا۔ تب مجھے فلیکس کا خیال آیا۔ میرے کمرے میں ٹیلی فون موجود تھا۔

چند ساعت تو تذبذب میں گزرے۔ یہاں سے بے دھڑک فون کرنا مناسب ہے یا نہیں؟ ممکن ہے، ان لوگوں نے فون ٹیپ کرنے کا بندوبست کر رکھا ہو۔ لیکن پھر میں نے ایک ترکیب سوچی اور فون کے قریب پہنچ گیا۔ پہلے میں نے تقریباً چھ دفعہ مختلف فون نمبر ڈائل کئے اور یہ اندازہ لگاتا رہا کہ کوئی آواز سنائی دے جائے۔ لیکن ایسا کوئی احساس نہیں ہوا۔ تب میں نے فلیکس کے فون نمبر ڈائل کئے۔ اور چند ساعت کے بعد آپریٹر نے اُس سے رابطہ قائم کرا دیا۔

''کین بول رہا ہے۔''

''فلیکس......؟''

''کیسے ہیں مسٹر فلیکس......؟''

''بالکل ٹھیک۔''

''کوئی خاص بات......؟''

''کل کھیل مکمل ہو جائے گا...... بالکل مکمل...... اس کے بعد باقی تمہاری اط
فلیکس نے جواب دیا۔

''خوب...... واقعی! جلدی کام ہو گیا۔ تم مطمئن ہو؟''

''پوری طرح۔''

''اور کوئی خاص بات......؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ کون تھی......؟'' فلیکس کی آواز میں شوخی تھی۔

''کیا مطلب...... کس کی بات کر رہے ہو؟''

''جو مڈسمر نائٹ میں تمہاری ساتھی تھی۔''

''واہ...... خوشی ہوئی فلیکس! تم بھی موجود تھے؟''

''ہاں...... لیکن یہ اُمید نہیں تھی کہ تم بھی وہاں مل جاؤ گے۔''

''تنہا تھے......؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں...... اپنی ہم رقص کے ساتھ۔ تم سے تھوڑے فاصلے پر۔ لیکن اسی دائر
جس میں تم اُس امریکہ دوشیزہ کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔''

''واقعی...... تعجب ہوا۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کون تھی وہ......؟''

''گینی...... امریکی محکمہ خاص کی ایک رُکن۔ میرے ساتھ ہی جائے گی۔''

''عمدہ تھی...... بہرحال! کوئی اُلجھن؟''

''ابھی تک بالکل نہیں۔''

''فون کہاں سے کر رہے ہو......؟''

''یہیں سے...... لیکن صورتِ حال ٹھیک ہے۔''

''اس کے علاوہ کوئی خاص بات؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کوئی خاص بات نہیں فلیکس! لیکن بہرصورت! ممکن ہے کہ میں اس کے بعد تم سے رابطہ قائم نہ کر سکوں۔ یہ ذمہ داری اب تم پر عائد ہوتی ہے کہ مجھے مِس نہ کرنا۔ جیسے بھی ممکن ہو، پوری ذمہ داری کے ساتھ مجھ سے رابطہ قائم رکھنا۔ ورنہ تمہیں تلاش کرنا میرے لئے آسان نہ ہو گا۔''

''میں جانتا ہوں۔ لیکن تم، مجھے ایک بات بتاؤ! جب تم نے ان لوگوں پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ تم فلیکس نہیں ہو اور فلیکس اور اس کے ساتھی تمہاری پشت پر ہیں تو پھر تم مجھے ان سے اتنا کیوں چھپاتے ہو؟ مطلب یہ ہے کہ تم کھلم کھلا مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔''

''بالکل ٹھیک ہے فلیکس! لیکن بس...... میں نہیں چاہتا ہوں کہ اگر اُن کے ذہن میں بددیانتی آئے تو کسی طور وہ تم تک پہنچ سکیں۔ میں نے جب بھی تم تک آنے کی کوشش کی ہے، نہ جانے کتنے چکر لگائے ہیں اور نہ جانے کہاں کہاں سے ہوتا ہوا تم تک پہنچا ہوں۔ مقصد یہی تھا کہ تعاقب کا اندازہ ہو جائے اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ اُن کی نیت خراب تو نہیں ہے؟''

''خیر! یہ تو بڑی ذہانت کی بات ہے۔ اور یقیناً ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کیا اس دوران تم نے کوئی ایسی حرکت پائی، میرا مطلب ہے تعاقب وغیرہ ہوا؟''

''نہیں...... قطعی نہیں۔ اس بات سے دو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ہم ان کے ارادے کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ یعنی وہ بددیانتی پر آمادہ نہیں ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی سوچی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے، وہ بہت ہی گہرائی میں پہنچنا چاہتے ہوں۔ لیکن کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ کوئی بھی صورتِ حال پیش آئے، ہم پوری طرح تیار ہیں۔''

''یقیناً......!'' فلیکس نے جواب دیا۔

''بہرصورت! تمہاری جو ڈیوٹی ہے، وہ میں نے تمہارے سپرد کر دی ہے۔ اور اب ہم کسی بھی وقت روانہ ہو سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے تم، ہم پر نگاہ رکھو۔ یا پھر روانہ ہونے سے قبل میں تمہیں فون کر دوں۔''

''بہت بہتر......!'' فلیکس نے جواب دیا۔ کچھ مزید گفتگو کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ پھر میں اطمینان سے اپنے بستر پر لیٹ کر ان تمام معاملات کے بارے میں غور کرنے لگا۔

☆......☆......☆

اب تک صورتِ حال میں کوئی پریشان کن کیفیت نہیں تھی۔ سارے معاملات
طور پر چل رہے تھے۔ فلیکس نے اپنے انتظام کر ہی لئے تھے اس لئے وقت کی کوئی بات
تھی۔ اور یوں لگتا تھا جیسے یہ معاملات اب پُرسکون طور پر انجام پا جائیں گے۔

دوسرے دن میں نے مسٹر ڈونالڈ سے روانگی کے بارے میں آمادگی کا اظہار کر دیا
مسٹر ڈونالڈ بہت خوش ہوئے تھے۔ پھر اُنہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال
آپ کی گفتگو مسٹر فلیکس سے ہو چکی ہے۔''

''جی ہاں مسٹر ڈونالڈ! اِس دوران مسٹر فلیکس اور اُن کے ساتھی واشنگٹن روانگی
تیاریوں میں مصروف ہیں۔ میرا خیال ہے، اُن کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ اُنہوں
اپنے کچھ نمائندے واشنگٹن روانہ کر دیئے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہوں گے، جو ہمارا تعاقب کر
گے۔''

''اوہ...... بہت ہی ذہانت سے کام ہو رہا ہے۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے
اب، جب آپ نے آمادگی کا اظہار کر دیا ہے تو پرسوں تک میں بھی آپ کی روانگی کے
تیاریاں مکمل کر دُوں گا۔ حکومت امریکہ کو آپ کی آمد کی اطلاع پہلے ہی دے دی گئی
اور آپ کا وہاں بہترین استقبال ہوگا۔''

میں نے مسٹر ڈونالڈ کا شکریہ ادا کیا۔ اور باقی دن حسب معمول گینی کے ساتھ گزارا
اُس رات کے بعد سے زیادہ ہی بے تکلف ہوگئی تھی۔ اور بہرصورت! مجھے اُس کی یہ
گراں نہیں گزرتی تھی۔ بہترین ساتھی تھی۔ عمدہ باتیں کر لیا کرتی تھی۔ سب سے بڑی
یہ ہے کہ ذہین تھی اور دنیا کے ہر موضوع پر با آسانی بات کر لیا کرتی تھی۔ اُس کی اپنی
کیا تھی؟ اس کے بارے میں نہ میں نے معلوم کیا، نہ اُس نے مجھے بتانے کی کوشش
نہ ہی میں اس کے لئے بے چین تھا۔

سارے معاملات طے پا گئے اور ہم نے امریکہ کا سفر شروع کر دیا۔ میرے ساتھ

دو مزید آدمی بھی تھے جن کا تعارف، گینی نے مجھ سے کرایا تھا۔ اب تک وہ میرے لئے زیادہ
قابلِ توجہ نہیں تھے اور نہ ہی میں نے اُن کی جانب توجہ دی۔ گینی میرے ساتھ تھی اور قدم قدم
پر میری راہ نما۔ اُس لئے مجھے کسی اور کی فکر بھی نہیں تھی۔ راستے میں دو جگہ قیام کیا گیا۔ اس
دوران گینی نے بڑی اپنائیت کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی دوسرے قیام کے دوران ہم لوگوں کو دو
دن ٹھہرنا پڑا۔ اور یہ قیام ایک ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ گینی نے ہوٹل میں دو رُوم بُک کرائے۔
جس میں سے ایک میں اُس کے دو ساتھی تھے اور دوسرے میں وہ میرے ساتھ تھی۔ میں نے
محسوس کیا کہ گینی کے اُن ساتھیوں نے گینی کے میرے ساتھ قیام کو اچھی نگاہ سے نہیں
دیکھا تھا۔ لیکن گینی نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ وہ نہایت اپنائیت کے ساتھ مجھ سے گفتگو
کرتی رہی تھی۔ اور ہر لمحے میرے ساتھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ ہم واشنگٹن پہنچ گئے......

اس دوران، میں اپنے مضبوط اعصاب سے کام لے کر ہر قسم کے انتشار سے دُور رہا تھا۔
اور یہ انتشار اگر پیدا ہو سکتا تھا تو صرف فلیکس کے سلسلے میں۔ یعنی اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ
انتہائی مہارت سے میرا تعاقب کر رہا تھا تو ذرا سکون ہو جاتا۔ لیکن اس پورے سفر کے
دوران مجھے فلیکس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔

واشنگٹن ایئرپورٹ پر جیسا کہ مسٹر ڈونالڈ نے بتایا تھا، ہمارا استقبال ایک پوری ٹیم نے
کیا۔ اس ٹیم میں نہایت ہی اہم ترین لوگ تھے۔ اور سب ہی نے پُرتپاک انداز میں میرا خیر
مقدم کیا تھا۔ پھر ہمیں ایک لمبی کار میں بٹھا کر سرکاری مہمان خانے میں لے جایا گیا۔ گویا
اُنہوں نے مجھے پورے پورے اعزاز کے ساتھ اپنے ملک میں خوش آمدید کہا تھا۔ اور یہاں
تک بھی صورتِ حال ٹھیک تھی۔ گینی سے چونکہ میں بہت زیادہ بے تکلف ہو گیا تھا۔ اور شاید
ان لوگوں کو بھی اس بات کا علم ہو گیا تھا اس لئے میرے میزبانوں میں گینی کو بھی سرفہرست
رکھا گیا تھا۔ اور میری قیام گاہ میں جو کہ ایک انتہائی خوبصورت کمرے پر مشتمل تھی، گینی
مسکراتی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔

''تو ڈیئر کین......'' اُس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے اپنی ذہنی حالت
کے بارے میں بتاؤ۔''

''کیا مطلب گینی......؟'' میں نے سوال کیا۔

''دیکھو کین! حالانکہ ہم لوگ کاروباری انداز میں ملے تھے۔ لیکن کاروبار میں اتنی بے
تکلفی نہیں ہو جاتی، جتنی میرے اور تمہارے درمیان پیدا ہو گئی ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ

یہاں بھی میں تمہاری میزبان ہوں۔ اور اس کی درخواست میں نے ہی ان سے کی تھی
کی مجھے اجازت مل گئی۔ چنانچہ تم میری کسی بات کو مشتبہ مت سمجھنا۔ بلکہ اسے صرف
دوستانہ انداز سمجھنا۔''

''ٹھیک ہے گینی! میں جانتا ہوں۔'' میں نے اعتماد کے ساتھ کہا۔

''کیا تم اس سلسلے میں اُلجھے ہوئے نہیں ہو؟ کیا تمہارے ذہن میں یہ خیالات نہیں
کین! کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ بد دیانتی بھی کر سکتے ہیں۔ اور پھر یہ امریکہ ہے۔
ملک...... ہمارا وطن۔ یہاں ہم ہر طرح سے ہر قسم کی کارروائی کرنے کے لئے آزاد ہیں۔
پھر پلیز! مجھے بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں کوئی ایسا خیال تو نہیں ہے کہ ہم تمہارے ساتھ
سازش یا کوئی ایسا سلوک کریں گے، جو بظاہر تمہارے لئے ناپسندیدہ ہو؟''

گینی کے اس سوال پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے نہایت نرم لہجے میں
کہا۔ ''گینی! بلاشبہ، ہر انسان کے ذہن میں یہ احساس ایک فطری حیثیت رکھتا ہے۔ میں
خوف زدہ ہوں اور یہ تصور میرے ذہن میں ہے کہ میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ ہو
زیادتی نہ ہو۔ ظاہر ہے، یہ تمہارا وطن ہے۔ میں تمہارے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن
جیسے لوگ جب کوئی کارروائی کرنے کے لئے میدان میں آتے ہیں تو پھر اس کے لئے
طرح سے اپنے آپ کو تیار کر لیتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم اگر کہیں فیل ہو جائیں تو ان
لئے کوئی اور ترکیب نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں تمہارے ہاتھ ایک اہم راز فروخت کرنا ہے
ہمارا سودا ہو جاتا ہے اور ان شرائط پر ہو جاتا ہے: جو تمہارے لئے تکلیف دہ نہ ہوں تو
ہے، تمہیں بھی اس سے کیا فائدہ ہوگا کہ ہمارے خلاف سازشیں کرو۔ اگر ہمارا سودا نہیں
اور سازش ہوتی ہے تب بھی تم ہمیں اتنا کمزور نہ سمجھو! کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ سیدھی
بات ہے کہ کم از کم تم وہ راز نہیں حاصل کر سکتیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ تم مجھے جیل میں
دو گی۔ لیکن میرے تمام ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہو سکتا۔ تم بہر صورت! اپنی
میں ناکام رہو گی۔ دیکھو! میں بے تکلفی سے یہ گفتگو کر رہا ہوں۔ اس سے کوئی برا نتیجہ
کرنا۔'' میں نے کہا۔

گینی مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ ''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے، میں بھی تم سے
اچھا سوال کر رہی ہوں؟ اپنے وطن میں لا کر میں تمہیں ایسے دھمکی آمیز الفاظ سنا رہی
مگر میں صرف یہی کہنا چاہتی ہوں کہ تم یقین کرو! ایک مخلص دوست کی حیثیت سے

بتا رہی ہوں کہ ہم لوگ کسی قسم کی بد دیانتی کا خیال، ذہن میں نہیں رکھتے۔ ہم نہایت ہی
اچھی شرائط پر تم سے سودا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ کیونکہ ہم خود بھی اس راز کو خریدنے
کے لئے اتنے ہی بے چین ہیں، جتنا تم اسے فروخت کرنے کے لئے۔''

''تو ٹھیک ہے گینی! بہتر یہ ہے کہ تم اس سلسلے میں میری معاونت کرو۔ اور جس قدر جلد
ممکن ہو سکے، سودے کی بات چیت کا اہتمام کر لو۔''

''یقیناً...... یقیناً......'' گینی نے کہا۔ اور چند ساعت وہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی
رہی۔ ان نگاہوں کا مفہوم فی الوقت میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے، گینی سنبھل
گئی۔ ''ٹھیک ہے کین! میں فوری طور پر اس کے لئے اعلیٰ افسران سے گفتگو کروں گی۔ اب
تم یہاں قیام کرو۔ ظاہر ہے، ایک مہمان کی حیثیت سے تمہاری ساری ضروریات کا خیال رکھا
جائے گا۔ میں بھی چونکہ تمہاری میزبان ہوں۔ اس لئے تھوڑی دیر کے لئے اگر کہیں چلی
جاؤں تو چلی جاؤں۔ ورنہ عام طور پر تمہارے ساتھ رہوں گی۔ اجازت......؟'' اُس نے کہا
اور میں نے گردن ہلا دی۔

گینی چلی گئی تھی۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے اپنی رہائش گاہ کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ!
ایک حسین ترین جگہ تھی۔ عمارت کا اُوپری حصہ جہاں سے دُور دُور تک کے خوبصورت مناظر
صاف نظر آتے تھے۔ میری رہائش گاہ میں ٹیلی فون بھی تھا۔ اور ہر وہ سہولت تھی جو کسی اعلیٰ
رہائش گاہ میں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں پُرسکون انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ کر خیالات میں گم
ہو گیا۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا، واقعی اس سے بد دیانتی کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ اور اگر کوئی ایسی
بات نہیں تھی تو بلاوجہ خدشات میں پڑ کر کیوں ذہن کو خراب کیا جائے؟ چنانچہ میں نے ہر
خدشے کو ذہن سے نکال دیا تھا۔

دوپہر کو تقریباً بارہ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے چونک کر ٹیلی فون کی جانب
دیکھا۔ ممکن ہے، یہ فون کسی اور کے لئے ہو۔ لیکن دیکھنا تو چاہئے...... میں نے ریسیور اُٹھا
لیا۔

''ہیلو......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''جی......!''

''مسٹر کین بول رہے ہیں......؟'' آواز مردانہ تھی۔

''جی ہاں...... میں کین بول رہا ہوں۔''

''براہِ کرم! مسٹر فلیکس سے گفتگو کیجئے۔'' آپریٹر نے کہا اور میرے بدن میں سرسراہٹ
دوڑ گئی۔ فلیکس نے نہایت دلیری اور ذہانت سے کام لیا تھا۔ بہرصورت! میں خوش ہوا
اور دوسرے لمحے فلیکس کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو کین......!''

''ہیلو فلیکس! میں کین بول رہا ہوں۔ کیسے ہو؟''

''بالکل ٹھیک...... تمہاری آواز سن کر بے حد خوشی ہوئی۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیا خیال تھا تمہارا؟''

''ونڈرفل...... تم واقعی ذہین آدمی ہو فلیکس! کسی قسم کی دقت تو نہیں ہوئی......؟''

''نہیں...... ظاہر ہے بھئی! میں اس دنیا میں کافی عرصے تک زندگی گزارتا رہا ہوں۔''

''بلاشبہ......'' میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر ہم لوگ رسمی گفتگو کرتے رہے۔ فلیکس نے مجھ سے پوچھا کہ کام کی باتیں کب
شروع ہو رہی ہیں تو میں نے جواب دیا کہ شاید بہت جلد۔ میں خود بھی وقت نہیں ضائع
کروں گا۔

''میں تمہیں آج رات کو نو بجے فون کروں گا۔ تم میرا انتظار کرنا۔''

''ٹھیک ہے فلیکس! باقی باتیں کہنا بے سود ہیں۔''

''بلاشبہ...... بلاشبہ......'' فلیکس نے ہنستے ہوئے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

میں بھی ریسیور رکھ کر دوبارہ اپنی جگہ آ گیا۔ اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ گینی پھر میرے
پاس پہنچ گئی۔ اُس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔

''تمہیں عجیب سا محسوس ہو رہا ہو گا۔ لیکن میں تمہارے لئے بڑی تیزی سے کارروائی
کر رہی ہوں۔ میں نے تمہارا مقصد اور تمہارا خیال اُن لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ اور مجھے یقین
ہے کہ شاید آج ہی رات اِس سلسلے میں گفتگو ہو گی۔''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں گینی! دراصل میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے
اس کے بعد سکون سے وقت گزارا جائے۔'' میں نے کہا۔

گینی خاموش ہو گئی۔ پھر چونک کر اُس نے پوچھا۔ ''مسٹر فلیکس کا فون آیا تھا شاید؟''

''ہاں...... تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا۔''

''ہاں...... آپریٹر نے بتایا تھا۔ اور بہرصورت! اس بات کو کافی اہم نگاہوں سے دیکھا جا رہا

ہے۔ کیونکہ ہمارے لوگوں کا خیال تھا کہ تم خود ہی فلیکس ہو۔'' گینی نے کہا اور میں مسکرانے
لگا۔

''کم از کم! میں، تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا گینی! یہ میرا وعدہ ہے۔'' میں نے کہا اور گینی
پھر اُنہی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی جو میں نے ایک بار پہلے بھی محسوس کی تھیں۔ لیکن اُس نے
اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تھا۔

رات کو نو بجے پھر فلیکس کا فون ملا۔ اور میں نے اُسے مختصراً سب کچھ بتا دیا۔ میں نے
اُس سے کہا کہ شاید آج رات گفتگو ہو۔ فلیکس نے مجھ سے دوبارہ فون کا وقت طے کر لیا تھا۔

اور اُس رات ڈنر ٹیبل پر تقریباً آٹھ افراد موجود تھے اور اُنہوں نے میرے اعزاز ہی میں یہ
ڈنر دیا تھا۔ سب کے سب مختلف امریکی محکموں سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ محکمے مخصوص تھے۔
اور جو لوگ اس میں شامل تھے، وہ ایسے تھے، جنہیں مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کرنا تھی۔ اور
گفتگو کا تعین تو میں فلیکس سے کر ہی چکا تھا۔ چنانچہ ڈنر کے بعد ہم اُس کمرے میں پہنچ گئے،
جہاں سودے کی گفتگو کا آغاز ہونا تھا۔ پھر اُن میں سے ایک شخص نے مجھ سے اپنا تعارف
کراتے ہوئے کہا کہ میں اِس میٹنگ میں سربراہ کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اور ہم لوگ جو گفتگو
کریں گے، میں اپنی آواز میں اپنی حکومت کی پوری نمائندگی کروں گا۔''

''بہتر جناب...... میں آپ کی اس حیثیت کو تسلیم کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو سب سے پہلے مسٹر کین! میری طرف سے جو سوال ہے، وہ یہ ہے کہ آپ یعنی مسٹر
فلیکس کے نمائندے کی حیثیت سے کیا اس راز کی نوعیت اور اہمیت سے واقف ہیں جسے آپ
فروخت کرنا چاہتے ہیں......؟''

''جی ہاں...... مکمل طور پر۔''

''خوب...... تو براہِ کرم! کیا آپ اُن لوگوں کی تعداد بتائیں گے جو اِس راز میں شریک
ہیں؟''

''جی نہیں...... ابھی نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مناسب...... لیکن کیا مسٹر کین! آپ اِس ذمہ داری کو تسلیم کریں گے کہ اگر ہمارا اور
آپ کا سودا ہو جائے تو اس کے بعد آپ ہمیں ان تمام لوگوں سے روشناس کرا دیں گے جو
اس راز کو جانتے ہیں۔ آپ یوں بھی سمجھ لیجئے! کہ اس سوال میں ہماری ایک خاص اُلجھن
پوشیدہ ہے۔''

''میں سمجھ رہا ہوں جناب! اور میرا خیال ہے، سارے معاملات خوش اسلوبی سے طے ہونے کے بعد میں اس سلسلے میں آپ سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔''

''شکریہ...... ہم یہی چاہتے ہیں۔ دراصل! آپ یوں سمجھیں! کہ ہم اس راز کو قیمت پر خریدیں گے، یعنی ہر وہ قیمت جو آپ طلب کریں گے۔ تو پھر ہم یہ بات ضرور گے کہ کم از کم! اس وقت تک، جب تک ہم اس سے خود روشناس نہ ہو جائیں، آپ ہماری نگاہوں سے اوجھل نہ ہوں۔ تاکہ ہم اس خطرے کو ذہن سے ہٹا سکیں کہ یہ راز دوسرے کو بھی معلوم ہو جائے گا۔''

''میں، آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ ہم لوگ یعنی میں اور میرے ساتھی طرح آپ سے تعاون کریں گے اور کسی موقع پر یہ احساس آپ کو نہیں ہونے دیں گے ہماری طرف سے عدم تعاون ہوا۔'' میں نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ مسٹر کین! یہ سب سے پہلا اور اہم سوال تھا۔ اس کے بعد کوئی ایسی نہیں رہ جاتی، جس میں آپ کے اور ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہو۔'' سربراہ نے اور پھر ایک دوسرا شخص کہنے لگا۔ ''آپ اس سلسلے میں قیمت کا کیا تعین رکھتے ہیں؟''

میں نے چند ساعت سوچا۔ اور پھر بھاری لہجے میں کہا۔ ''بات دراصل! یہ ہے جناب کہ میں، میرے ساتھی اور مسٹر فلیکس اور ہمارے دوسرے ساتھی کسی ایک ملک سے تعلق رکھتے۔ یہ راز جو ہم نے حاصل کیا ہے، بے شک ہماری زندگی میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہم یہیں سے اپنے مستقبل کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیا کریں گے، اس لئے اگر ضرورت پیش آئی اور اگر آپ نے ہم سے تعاون کیا تو ہم، آپ کو لاعلم نہیں رکھیں گے۔ لیکن اس راز کی قیمت کے طور پر ہم، آپ سے آپ کے ملک میں کوئی ایسی جگہ طلب کرتے ہیں، جہاں ہماری حیثیت مطلق العنان کی سی ہو۔ اور ہم اپنے طور پر وہاں سب کرنے کے لئے آزاد ہوں۔ کم از کم اس کے لئے ہمیں ایک طویل رقبہ درکار ہوگا، جو جزیرے پر مشتمل ہو تو بہتر ہے۔ ہم اس جزیرے پر کوئی ایسی کارروائی نہیں کریں گے، پر آپ کی حکومت کو اعتراض ہو۔ اور اس کے لئے ہم، ہر وقت آپ کی حکومت کو جوابدہ گے۔ یعنی اگر کبھی آپ کی حکومت کو احساس ہو کہ ہماری کوئی کارروائی، اُس کے لئے دہ ہے تو وہ فوری طور پر اس کارروائی کو ختم کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اور ہم حکومت کے لوگوں کو کسی بھی وقت داخل ہونے سے نہیں روکیں گے۔ اس کے علاوہ زندگی گزار

لئے اور جزیرے پر اپنی کارروائیاں عمل میں لانے کے لئے ہمیں کچھ رقم بھی درکار ہوگی۔ اور یہ رقم اتنی ہوگی کہ ہم اس جزیرے کو اپنی مرضی کے مطابق تیار کر سکیں۔ ہم جزیرے پر غیر ملکی لوگوں کو نہیں لائیں گے۔ یا اگر ہم کسی کو یہاں تک لائے تو اس کے لئے آپ کی حکومت کی باقاعدہ اجازت ضروری ہوگی۔ کسی بھی شخص کو اگر آپ کی حکومت ناپسند کرے گی تو ہم اُس شخص کو اس جزیرے پر رکھنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ ان ساری باتوں کا لب لباب یہ ہے کہ یہ جزیرہ کسی طور آپ کی حکومت کے لئے تکلیف دہ نہیں ہوگا۔ اور ہم اپنے طور پر حکومت سے ہر تعاون کریں گے۔''

میری اس گفتگو پر سناٹا چھا گیا تھا۔ تمام لوگ متحیرانہ نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اتنی بڑی سودے بازی کا اُنہیں وہم وگمان بھی نہیں تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی راز کی اتنی بھی قیمت ہو سکتی ہے۔ ساری آنکھیں تعجب سے سکڑی ہوئی تھیں۔ اور میں مطمئن نگاہوں سے اُنہیں دیکھ رہا تھا۔

''کیا آپ کو احساس ہے جناب! کہ دنیا میں کوئی فوجی یا غیر فوجی راز اتنی عظیم شرائط پر خریدا یا فروخت کیا گیا ہو؟''

''جی ہاں...... مجھے علم ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن یہ راز، جس سے میں واقف ہوں، اتنا ہی قیمتی اور اہم ہے کہ اس کے آگے یہ قیمت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔''

''بہرصورت! ہمیں اجازت دی گئی تو آپ اس سلسلے میں جو بھی طلب کریں، آپ سے وعدہ کر لیا جائے گا۔ اور آپ کو پوری طرح مطمئن کر دیا جائے گا۔ لیکن جو کچھ آپ نے طلب کیا ہے جناب! وہ تو شاید ہمارے حکام کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ چنانچہ اس میٹنگ میں، میں یہ قیمت طے نہ کر سکوں گا۔ میں اس سلسلے میں وزیرِ داخلہ سے بات چیت کروں گا اور دوسری نشست، آپ کی وزیرِ داخلہ کے ساتھ ہی رہے گی۔ اس کے لئے ہمیں کل کا دن اور عنایت فرمائیں۔''

''جیسا آپ مناسب سمجھیں۔'' میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی یہ کارروائی ختم ہوگئی۔

نشست برخاست ہونے کے بعد وہ لوگ بھی چلے گئے۔ اور میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔ یہاں گینی ایک کرسی پر بیٹھی کسی کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھی۔ اُس کے جسم پر ایک حسین لباس تھا اور جس انداز میں وہ بیٹھی ہوئی تھی، کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہی

تھی۔ میں دروازے میں ٹھٹھک کر اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے میری آمد کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب میں آگے بڑھا تو اُس نے شاید میرے قدموں کی چاپ سن لی اور مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

''اوہ...... آیئے مسٹر کین! میں آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے کمرے میں آ گئی۔ آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا؟''

''خوب...... اس کا مطلب ہے کہ اتنی بے تکلفی ہونے کے باوجود آپ، اپنے ذہن میں تکلفات رکھتی ہیں۔''

''نہیں...... نہیں...... یہ بات نہیں۔ بس! میں کسی قدر بے چین تھی۔'' گینی نے جواب دیا۔

''کیوں......؟'' میں نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

''بس...... یونہی مسٹر کین! نہ جانے کیوں، آج طبیعت پر کچھ اضمحلال سا ہے۔ بعض اوقات آدمی عجیب سی کیفیات کا شکار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ میں عملی زندگی میں ہوں اور ایک طویل عرصہ گزار چکی ہوں۔ اس دوران نہ جانے کیا کچھ کرنا پڑا ہے؟ اور کیا کیا کرتی رہی ہوں؟ لیکن پہلی بار میرا ذہن کچھ ایسی اُلجھنوں کا شکار ہوا ہے، جنہوں نے مجھ پر اضمحلال طاری کر دیا ہے۔''

''تشریف رکھئے مس گینی! اگر آپ پسند کریں تو ایک دوست کی حیثیت سے مجھے بتائیں۔ کیا اُلجھن ہے آپ کو؟'' میں نے کہا اور گینی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی۔ ''مسٹر کین! یہ سودا مکمل ہو جائے گا۔ اور آپ یہاں سے چلے جائیں گے۔ ظاہر ہے، آپ تو اسی مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں۔ اور پھر کون کہہ سکتا ہے کہ زندگی کے کسی حصے میں ہماری اور آپ کی ملاقات ہو یا نہیں؟'' وہ بکھرے بکھرے لہجے میں بولی اور میں اُسے بغور دیکھنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''مس گینی! آپ کیا چاہتی ہیں؟ کیا آپ کو میری رفاقت پسند آئی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بڑا ہلکا سوال کیا ہے آپ نے۔ جہاں دل اُداس ہو جائیں، وہاں صرف اس معمولی سی پسند کی بات کرتے ہیں آپ۔ میں خود اس کیفیت سے شرمندہ ہوں۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ بہر حال! جانے دیں ان باتوں کو۔ میری حماقت ہے، انا

ے آپ کا کیا تعلق؟ ہاں! یہ بتایئے، کیا گفتگو ہوئی آپ کی؟'' اُس نے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس دوران اُس نے اپنے چہرے اور انداز میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں اُس کی کیفیت پر غور کر رہا تھا۔

تب میں اُس کے نزدیک پہنچ کر بولا۔ ''آپ بات کو ٹالنے کی کوشش کر رہی ہیں مس گینی!''

گینی کھڑی ہو گئی۔ ''نہیں کین! خود کو ٹال رہی ہوں۔'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ اور پھر میرے ہاتھوں کی ہلکی سی گرفت پر میرے سینے سے آ لگی۔ ''ہر انسان زندگی میں ایک بار ضرور ہار جاتا ہے۔'' وہ میرے سینے سے لگی لگی بولی۔ اور یہ کھلا ہوا اظہارِ عشق تھا۔

لیکن میں عشق کے اس انداز سے متاثر تو نہیں ہو سکتا تھا، جس کی وہ خواہش مند تھی۔ بہر صورت! میں نے اُس کی پذیرائی کی اور اُسے اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ ''اگر یہ بات ہے گینی! تو پھر آپ، میری مدد کریں۔'' میں نے اُس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔

''کیسی مدد......؟'' وہ میرے سینے میں چہرہ چھپائے چھپائے بولی۔

''میں نے اُن لوگوں سے جو کچھ طلب کیا ہے، اس سے کم پر میں ان لوگوں سے سودا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اور اگر اِن لوگوں نے یہ بات قبول نہیں کی تو پھر مجھے یہاں سے فرار ہونا پڑے گا۔''

''کیا مانگا ہے تم نے ان سے؟''

''امریکی شہریت، ایک دُور دراز علاقے میں جزیرہ اور اس جزیرے کو انسانی رہائش اور اپنی ضروریات کے لئے تیار کرنے کے لئے دولت۔ ایک بہت بڑی رقم......'' میں نے جواب دیا اور گینی نے اپنا سر، میرے سینے سے ہٹا لیا۔ اُس نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر عجیب سے لہجے میں بولی۔

''اوہ...... اتنا بڑا معاوضہ کیا! کیا دنیا کی تاریخ میں کسی چھوٹے سے راز کا اتنا بڑا معاوضہ طلب کیا گیا ہے؟''

''شاید نہیں گینی! لیکن میں اس راز کی قیمت جانتا ہوں۔ اور اگر امریکی شہریت اس راز کو خریدنے پر آمادہ ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر ہمارے اور اُن کے درمیان تعلقات اچھے نہیں رہیں گے۔ ظاہر ہے، وہ مجھ سے ہر قیمت پر یہ راز حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور میں اپنے طور پر اپنا دفاع کروں گا۔''

"خدا کرے، اس کی نوبت نہ آئے۔ لیکن تم...... تم اس جزیرے کا کیا کرو گے؟" گینی نے پوچھا۔

"بات صرف میری نہیں ہے گینی...... میں نے کہا نا! وہ راز، فلیکس کی ملکیت ہے۔ اُس کی امانت ہے۔ اور اس راز کی اس قیمت کا تعین خود فلیکس نے ہی کیا ہے۔ فلیکس آپ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ کسی بھی صورت اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔"

"میری بات درمیان میں مت کرو کین! میں تو خود اب ایک فریق بن کر رہ گئی ہوں۔ تم یہ بتاؤ! کہ اس جزیرے پر کیا ہو گا؟ تمہارا اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے؟" گینی نے پوچھا۔

"کچھ نہیں گینی! ہم لوگ اپنے انداز میں رہائش اختیار کریں گے۔ اور یہ ساری باتیں تو جزیرہ مل جانے پر ہی طے ہوں گی کہ اس جزیرے کی نوعیت کیا ہو گی؟"

"اوہ...... گینی نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "واقعی بڑا ہی عجیب و غریب معاملہ ہے۔ بہرصورت! جہاں تک تم نے مدد کی بات کی ہے، میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ حکومت امریکہ کے سرکردہ لوگوں کو اس بات کے لئے تیار کر سکوں کہ وہ تم سے معاملہ طے کر لیں۔"

"ٹھیک ہے گینی! یہ تو سب بعد کی باتیں ہیں۔ میں نے اپنی تجویز اور طلب اُن کے سامنے پیش کر دی۔ اور اُنہوں نے کل جواب دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ تم بیٹھو! باتیں کریں گے۔"

اور پھر ہم دونوں نہ جانے کہاں کہاں کی باتیں کرتے رہے۔ گینی جس قدر کھل گئی تھی، اس کے بعد یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ ہر لحاظ سے میری قربت کی خواہش مند ہے۔ اور میں نے اُسے کسی طور مایوس نہیں کیا۔ وہ رات گینی نے میرے ساتھ ہی گزاری۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے پر کھل گئے......

گینی کا گداز قرب، رات کا حسن بڑھا رہا تھا...... اور پھر سورج کی پہلی کرن نے اس پیکر کو میرے سامنے نمایاں کر دیا۔ وہ سو رہی تھی اور میں جاگ گیا تھا۔ لیکن سورج کی اسی کرن نے جو چیز میرے سامنے اُجاگر کی، اُسے دیکھ کر میں حیرت سے اُچھل پڑا تھا...... میرے ذہن میں لاتعداد دھماکے ہوئے تھے۔ جو کچھ میں نے دیکھا تھا، وہ ناقابل یقین تھا۔ اور سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے...... یہ کیسے ممکن ہے......؟"

گینی کے بدن پر سیکرٹ پیلس کی وہ مُہر ثبت تھی، جو سیکرٹ پیلس کے تربیت یافتہ اور

ذریعۂ تحصیل ہو جانے والوں کا شناختی نشان ہوتی تھی۔ یہ لڑکی سیکرٹ پیلس کے عظیم ترین کارکنوں کی نگرانی میں تربیت پا چکی تھی۔ اور ایک ایسی لڑکی کو بلاشبہ! جس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک کہا جائے، کم ہے۔ لیکن اب میں اُس کی طرف سے مشکوک ہو گیا تھا۔

کیا اس قربت کا اظہار اور یہ گزری ہوئی رات، کسی سازش کا نتیجہ ہے؟ وہ کیا چاہتی ہے؟ یا پھر ایک اور بات بھی سوچی جا سکتی تھی۔ ممکن ہے، وہ ابتداء ہی سے حکومت امریکہ کی طرف سے میرے پیچھے ہو اور فلیکس کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ دوسری بات یہ بھی ہو سکتی تھی کہ وہ دولت، جو اس راز کے بدلے مجھے حاصل ہو گی، ممکن ہے وہ گینی کے لئے باعث دلچسپی ہو۔ میں خود، جو کچھ تھا، گینی کسی بھی طور مجھ سے کم نہیں تھی۔

سیکرٹ پیلس میں تربیت پانے والے کسی بھی شخص کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کی تمام فطرت اور شخصیت سے واقف ہے تو اس سے زیادہ حماقت کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں فوراً محتاط ہو گیا۔ گینی پر بھروسہ کرنا سب سے بڑی بے وقوفی تھی۔ چند ساعت کے بعد میں نے اپنا لباس درست کر لیا۔ اور اس وقت میں نہیں تھا جب گینی کی آنکھ کھلی۔ باتھ رُوم سے باہر آیا تو گینی میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں ایک محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو کین......!"

"ہیلو گینی......!" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس نے دونوں ہاتھ میرے سینے پر رکھے اور پنجوں کے بل اُچک کر میری پیشانی چوم لی۔ میں نے بھی اُس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے...... چند ساعت کے بعد گینی مجھ سے جدا ہو کر باتھ رُوم میں چلی گئی اور لباس پہن کر نکل آئی۔

"میرا خیال ہے کین! میں ناشتہ دیکھ لوں۔ میں ابھی آئی۔" گینی باہر چلی گئی۔ میں اس عجیب و غریب اتفاق پر حیران تھا۔ بار بار گینی کی شکل، میری نگاہوں میں آ جاتی۔ وہ ایک معصوم لڑکی ہی ثابت ہوئی تھی۔ مگر اُس کے چہرے پر وہ مخصوص انداز موجود تھا، جس کی بناء پر ابتداء ہی میں، میں نے اُسے ایک تیز اور چالاک لڑکی سمجھا تھا۔ لیکن بعد میں اُس کی شخصیت میں ایک دم تبدیلی سی پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس کے تحت میں نے سوچا تھا کہ عورت خواہ کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو، عورت ہی رہتی ہے۔ لیکن اب یہ عورت جو اس قدر معصوم نظر آتی تھی، جو کچھ ثابت ہوئی تھی، اس پر میں حیران رہ گیا تھا۔ دیر تک میں ایک صوفے پر دراز

اُس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اور پھر گینی واپس آ گئی۔

''اگر تم چاہو کین! تو اپنے طور پر سیر و تفریح کے لئے جا سکتے ہو۔ میں دوپہر تک مصروف
رہوں گی۔ اور شاید دوپہر کا کھانا بھی تمہارے ساتھ نہ کھا سکوں۔ بہرصورت! دوپہر کے بعد
آ کر تمہیں اطلاع دُوں گی کہ ان لوگوں نے اِس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا؟'' میں نے گردن ہلا
دی تھی۔

گینی چلی گئی تو میں بھی تیار ہو کر باہر نکل گیا۔ میرے استعمال کے لئے ایک کار پیش کی
گئی۔ باہر کچھ لوگ موجود تھے۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور کہا۔ ''میں چہل
قدمی کروں گا۔ اگر گاڑی کی ضرورت پیش آئی تو ٹیکسی لے لوں گا۔'' پھر میں باہر نکل آیا۔
میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اُنہی خیالات میں ڈوبا ہوا میں واشنگٹن کے
حسین ترین مقامات کی سیر کرتا رہا۔ اس دوران میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ یہاں
آ کر کوئی تعاقب کا سلسلہ شروع تو نہیں ہو گیا؟ لیکن یہاں بھی ایسی کوئی بات نہیں نظر آ رہی
تھی۔ نہ جانے کب تک میں مارا مارا پھرتا رہا۔ دوپہر کا کھانا بھی میں نے باہر کے ہی ایک
ریسٹورنٹ میں کھایا تھا۔ اس کے بعد میں ٹیکسی لے کر واپس اس جگہ پہنچ گیا جس کے بارے
میں، میں نے چلتے وقت ہی اندازہ لگا لیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں واپس اپنی رہائش گاہ
میں داخل ہو گیا تھا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد میری ملاقات، مسٹر ہائم سے ہوئی۔ مسٹر ہائم
اچانک ہی نظر آئے تھے۔ اور میں ٹھٹھک پڑا تھا۔ لیکن مسٹر ہائم، مسکراتے ہوئے میری جانب
بڑھے اور قریب آ کر بولے۔

''ہیلو کین! مجھے تمہاری وجہ سے اتنی جلد آنا پڑا۔''

''اوہ، مسٹر ہائم...... کوئی خاص بات ہے؟''

''نہیں...... کوئی خاص بات نہیں ہے۔ مسٹر ڈونالڈ کا خیال تھا کہ کہیں کسی بنا پر سودے
بازی میں دقت پیدا نہ ہو۔ چنانچہ اُنہوں نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر یہاں بھیجا۔ اور میرے
ہاتھ حکومت کے لئے یہ پیغام بھی بھیجا کہ حکومت ہر قیمت پر مجھ سے یہ سودا کرے۔''

''میں مسٹر ڈونالڈ کا شکر گزار ہوں۔ لیکن یہ خیال، اُن کے ذہن میں کیسے آیا؟''

''ایک عجیب اتفاق کی وجہ سے مسٹر کین!'' ہائم نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پُر خیال
انداز میں کہا۔

''میں سمجھا نہیں......؟'' میں نے کہا۔

''آپ کے آنے کے دوسرے ہی دن مسٹر ڈونالڈ کو کچھ دھمکی آمیز فون موصول ہوئے۔
اور اُن سے کہا گیا کہ وہ فوری طور پر مسٹر فلیکس کے بارے میں تمام تفصیلات مہیا کریں۔
ورنہ اُنہیں سخت اذیتوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پہلی بار تو مسٹر ڈونالڈ نے کوئی توجہ نہیں دی۔
لیکن دوسرے دن اُن کی رہائش گاہ پر دستی بم پھینکے گئے۔ اور دوبارہ ٹیلی فون پر وہی دھمکیاں
دی گئیں کہ مسٹر ڈونالڈ کے تمام اہل خاندان کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا، اگر مسٹر فلیکس کا پتہ
نہ بتایا گیا۔ اور مسٹر کین، مسٹر ڈونالڈ کے اندازے کے مطابق دھمکیاں دینے والے رُوسی
معلوم ہوتے تھے۔''

''اوہ......'' میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ یہ اطلاع بہرحال! دلچسپ
تھی۔

''تو مسٹر ہائم! آپ نے اپنے اعلیٰ حکام سے ملاقات کی......؟'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں...... آج، آپ سے آخری گفتگو کرنے کی تیاریاں جاری ہیں۔ اور یہ کام بہت
جلد ہی انجام دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔'' مسٹر ہائم نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے مسٹر ہائم! کہ آپ، آنے کے بعد کافی کارروائی کر چکے ہیں۔'' میں
نے کہا۔

''ہاں مسٹر کین! جو معاملات اچانک پیش آئے ہیں، اُن کے تحت یہ کارروائی ضروری
تھی۔ مجھے علم ہو گیا ہے کہ آپ نے حکومت امریکہ سے کیا طلب کیا ہے؟ بہرصورت! یہ آپ
کا ذاتی مسئلہ ہے۔ میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا۔ لیکن میری خواہش ہے کہ آپ بھی کچھ کم
یا زیادہ پر یہ سودا مکمل کر لیں۔ کیونکہ خطرات بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔'' ہائم نے کہا اور ہم،
دیر تک اس مسئلے پر بات چیت کرتے رہے۔

گینی دوپہر کے بعد بھی واپس نہیں آئی تھی۔ شام کی چائے بھی میں نے مسٹر ہائم کے
ساتھ ہی پی۔ اس دوران کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ پھر رات کو مجھے میٹنگ کے لئے
طلب کیا گیا۔ میٹنگ اُسی کمرے میں تھی۔ لیکن آج وزیر داخلہ بھی اس میٹنگ میں شریک
تھے اور اُن لوگوں کی تعداد بھی کم تھی جو کل موجود تھے۔ چند افراد اُن میں سے ضرور تھے، لیکن
باقی غائب تھے۔ میرا تعارف، امریکی وزیر خارجہ سے کرایا گیا۔ اور اس کے بعد وزیر خارجہ
نے مجھ سے گفتگو کا آغاز کر دیا۔ اُنہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں اس جزیرے پر کیا کرنا
چاہتا ہوں؟ چنانچہ میں نے وہی گھسا پٹا جواب دیا۔ اور اُنہیں بتایا کہ میں وہاں صرف ایک

پُرسکون انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کا خواہش مند ہوں۔ تب وزیرِ داخلہ نے کہا۔

''مسٹر کین! امریکی حکومت نے خصوصی طور پر آپ کو یہ آسانیاں فراہم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہم انتہائی جلد بازی میں اور ہنگامی بنیادوں پر اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو ایک جزیرہ دے دیا جائے۔ لیکن چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے، جن کی بنیادوں پر آخری فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''آپ اِس جزیرے پر اپنے طور پر قیام کریں گے۔ جس طرح چاہیں گے، آپ اسے بنا سکتے ہیں اور اس سلسلے میں حکومت آپ کو ساری آسانیاں مہیا کرے گی۔ لیکن وہاں ایسا کوئی غیر قانونی کام نہیں ہوگا، جس پر حکومت کو کوئی اعتراض ہو۔ کسی بھی شبہے پر وہاں فوج اُتاری جا سکتی ہے اور جزیرے کی تلاشی لی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جزیرے پر کوئی سائنسی لیبارٹری قائم نہیں ہوگی۔ آپ جو کچھ کریں گے، اس کے بارے میں سالانہ رپورٹ آپ کو حکومت امریکہ کو دینا ہوگی۔ اس کے علاوہ آپ جزیرہ لینے کے بعد جو ذرائع آمدنی اختیار کریں گے، اس سے بھی آپ حکومت کو مطلع کرتے رہیں گے۔ خصوصی بات یہ ہے مسٹر کین! کہ اگر آپ نے حکومت سے تعاون کیا تو حکومت ضروری معاملات میں آپ سے مدد طلب کر سکتی ہے۔ اور اس کے لئے آپ کو بہتر شہریت کے وسائل فراہم کئے جائیں گے۔ آپ کے لئے باقاعدہ حکومت کی طرف سے وظیفہ بھی جاری کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ صرف آپ کے رویئے کے بعد طے کیا جا سکتا ہے۔ کیا آپ ان شرائط پر متفق ہیں؟''

میں نے چند ساعت سوچا۔ جو کچھ کیا جا رہا تھا، میرے خیال میں نامناسب نہیں تھا۔ ظاہر ہے، ہم اپنے طور پر تو اس جزیرے پر زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ جو جزیرہ کسی ملک کی سرحد میں ہو اور باقاعدہ ہماری ضروریات اسی ملک سے پوری ہوتی ہوں تو پھر کم از کم اتنی ذمہ داریاں تو قبول کرنا ہی ہوں گی۔ چنانچہ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے......'' وزیرِ داخلہ نے کہا۔ ''آپ یہ جزیرہ کون سے علاقے میں لینا پسند کریں گے؟ اس سلسلے میں آپ کی کوئی پسند ہوگی یا ہماری مرضی کے مطابق......؟''

''میرے خیال میں جناب! یہ بعد کی بات ہے۔ بہرحال! ہم لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں گے۔ اور یہ مسئلہ، میرے نزدیک مسئلہ نہیں رہے گا۔''

''بالکل ٹھیک......!''

''باقی ساری تفصیلات میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ میرا خیال ہے، ان پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔''

''جی ہاں...... جی ہاں...... ویسے مجھے حکومت کی طرف سے اجازت دی گئی ہے کہ اس سلسلے کو ختم کر دیا جائے اور آخری گفتگو کرنے کے بعد آپ سے وہ راز حاصل کر لیا جائے۔''

''بہت بہتر...... میں تیار ہوں۔'' میں نے کہا۔

وزیرِ داخلہ نے اپنے ماتحت کو اشارہ کیا۔ ساری کارروائیاں مکمل کر کے وزیرِ داخلہ یہاں آئے تھے۔ اس لئے وہ کاغذات اور ساری چیزیں میرے سامنے رکھ دی گئیں، جو میری خواہش کی تکمیل کے لئے تھیں۔ بالآخر ہم نے متفق ہو کر اس معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ فائل میرے حوالے کر دیا گیا اور پھر وزیرِ داخلہ نے مجھے مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

''امریکی شہری کی حیثیت سے میں، آپ کو اور آپ کے دوستوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ، اپنے دوستوں کو بھی حکومت کے سامنے لے آئیں۔ اور اُن سے کہیں کہ وہ ایک امریکی وفادار شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر لیں۔'' اس کے بعد وزیرِ داخلہ نے میرے ساتھ ایک پرائیویٹ میٹنگ کی۔ اس میٹنگ میں، میں اور طرف وزیرِ داخلہ تھے۔

''ہاں تو مسٹر کین! اب آپ اس راز کے بارے میں مختصراً مجھے بتائیں کہ اس سلسلے میں کیا جانتے ہیں؟''

''جناب! جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ یہ راز جرمنی سے تعلق رکھتا ہے۔ نازی جرمنی نے اپنے ملک کو آہنی پردے کے پیچھے چھپا لیا ہے۔ لیکن دنیا بھر میں ہونے والی چند کارروائیوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہٹلر اپنے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ رکھتا ہے، اس لئے کچھ تیاریوں میں مصروف ہے۔ اُس کا منصوبہ کیا ہے؟ ہمارے پاس موجود فلمیں اور دستاویز اسی بات کی نشاندہی کرتی ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور امریکی وزیرِ داخلہ کے چہرے پر سرخی پھیل گئی۔

''آپ کا خیال درست ہے مسٹر کین! یہ بات طویل عرصے سے حکومت امریکہ کے لئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اور ہمارے لوگ اس سلسلے میں بہت کچھ کر رہے ہیں۔ اب چونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان معاملات طے ہو چکے ہیں، میں آپ سے دوستانہ طور پر بھی گفتگو کرنے کا خواہش مند ہوں۔'' وزیرِ داخلہ نے کہا۔

''جناب!'' میں نے مؤدبانہ انداز اختیار کیا۔

''مسٹر کین! ہماری ایک نمائندہ ہے، جس کا نام آرسی گینی ہے۔ آرسی گینی کا تعلق
سے نہیں ہے۔ لیکن امریکہ میں وہ انتہائی معتبر اور قابل اعتماد شخصیت سمجھی جاتی ہے۔
عہدہ بہت بڑا ہے۔ اور امریکہ کے لئے اہم ترین کام اُس کے سپرد کئے جاتے ہیں۔
کی وجہ آپ جانتے ہیں، کیا ہے؟''

''جی نہیں......!'' میں نے جواب دیا۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

''اس کی بے پناہ صلاحیتیں...... اور خاص بات یہ ہے کہ وہ ایک انتہائی اہم ادارے
تربیت یافتہ لڑکی ہے۔ اس ادارے کا نام سیکرٹ پیلس ہے۔ اور اُس کے نمائندے
کہاں کہاں اور کون کون سی جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی ذہانت بے مثال ہے۔
کی کارکردگی ناقابل یقین...... میں بذاتِ خود بھی اس ادارے کے چند لوگوں سے
چکا ہوں۔ اور میں نے ان کا بھرپور تجزیہ کیا ہے۔ جس شخص کے جسم پر اس ادارے
ہو، اُس کی حیثیت کو تسلیم نہ کرنا بہت بڑی حماقت ہوتی ہے۔ اور اب میں آپ سے
کو زیادہ اُلجھے ہوئے انداز میں نہیں کروں گا۔ آرسی گینی نے مجھے رپورٹ دی ہے
تعلق بھی اسی ادارے سے ہے۔'' وزیر داخلہ نے کہا اور میرے ذہن میں پھلجھڑیاں
چھوٹنے لگیں...... گویا آرسی گینی نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ چند ساعت تو میں خاموش
کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وزیر داخلہ، میری شکل دیکھ رہے تھے
اُنہوں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ''کیا آپ اس بات سے انکار کریں گے مسٹر کین؟''

''جی نہیں...... جب آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی ہے تو میں انکار نہیں کروں گا۔''

''آپ یقین کریں مسٹر کین! کہ ہماری حکومت کو اس سلسلے میں یعنی جو کچھ آپ
راز کی قیمت کے طور پر طلب کیا ہے، اعتراض ہو سکتا تھا۔ اور ممکن تھا کہ اس سلسلے میں
سے کچھ گفت و شنید کی جاتی۔ لیکن جس وقت مس گینی نے اس حقیقت کا انکشاف کیا
بھی سیکرٹ پیلس کے تربیت یافتہ ہیں تو ہماری پوری سوچ میں تبدیلی پیدا ہوگئی اور
بنیادوں پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ آپ کے مطالبات مان لئے جائیں۔ اور اس فیصلے
حکومت کی ایک غرض چھپی ہوئی ہے جس کا اظہار میں، آپ سے مناسب سمجھتا ہوں۔''

''جی......؟'' میں نے سوالیہ انداز میں کہا اور پہلو بدل کر بیٹھ گیا۔ یہ گفتگو انتہائی
تھی۔ جو کچھ ہو گیا تھا، اس کے بارے میں درحقیقت! میں خود بھی نہیں سوچ سکا تھا۔

''حکومت کی غرض یہ ہے مسٹر کین! اور حکومت کی خواہش یہ ہے کہ آپ کو حکومت

کی طرف سے مکمل اعتماد دیا جائے۔ اور آپ کو وہ سب کچھ مہیا کیا جائے، جس کے آپ
خواہشمند ہیں۔ صرف ان بنیادوں پر آپ سے بات کر لی جائے کہ جو کچھ یہاں کریں گے،
حکومت کے مفادات کے خلاف نہیں ہوگا۔ بے شک حکومت ہر معاملے میں ٹانگ نہیں
اڑائے گی۔ لیکن حکومت کے مفادات بھی زخمی نہیں ہونے چاہئیں۔ باقی آپ جو کچھ کریں
ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔ البتہ ایک امریکی شہری کی حیثیت سے آپ کو حکومت
امریکہ کا وفادار بھی رہنا ہوگا۔ یعنی اگر ہمیں کبھی آپ کی ضرورت پیش آئے تو ہمارے لئے
آپ ہر وہ کام انجام دینے کے لئے تیار ہوں گے، جو آپ انجام دے سکتے ہیں۔ اور اس
کے عوض میں آپ کو انتہائی معقول معاوضہ دیا جائے گا۔ یہ ہماری خواہش ہے۔''

''جناب والا! کیا یہ خواہش ایک شرط کی حیثیت رکھتی ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''جی ہاں...... اسے شرط ہی سمجھ لیا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ دوسری صورت میں آپ جیسا
انسان، امریکہ میں خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے اور ہمیں نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں۔'' وزیر
داخلہ نے صاف لہجے میں کہا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے جناب! جب میں اس ملک میں رہائش
اختیار کرنا چاہتا ہوں تو ایک شہری کی حیثیت سے اور اپنے لئے آسانیاں فراہم کرنے کے
لئے میں آپ کی یہ شرط مان لوں گا۔ لیکن کوئی بھی کام ہو، اسے انجام دینے سے پہلے میں خود
اس کے بارے میں سوچوں گا۔ اور کسی کام کی انجام دہی کے لئے میری مصروفیات اگر
اجازت دیں گی، تب میں تیار رہوں گا۔ ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ معاوضہ معقول اور میری
مرضی کے مطابق ہو تو پھر مجھے اعتراض نہ ہوگا۔ کیونکہ میری مصروفیات اپنے آپ کو بہتر بنانے
کے لئے ہوں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ اس پر حکومت کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔'' وزیر داخلہ نے جواب دیا۔ میرے
اور وزیر داخلہ کے درمیان گفتگو، انتہائی صاف اور دوستانہ ماحول میں ہوئی تھی۔ ہم نے بے
شمار معاملات طے کئے اور کافی رات گئے تک وزیر داخلہ میرے ساتھ رہے۔ بہت سے
کاغذات پر دستخط وغیرہ ہوئے اور وزیر داخلہ نے مجھے ایک امریکی شہری ہونے کی مبارکباد
دی۔ یہ کاغذات جو میرے حوالے کئے گئے تھے، انتہائی اہم تھے اور مجھے ان میں کوئی ایسی
بات نظر نہیں آئی تھی، جو مشکوک ہو۔ رخصت ہونے سے قبل میں نے وزیر داخلہ سے
درخواست کی تھی کہ راز اُن کے حوالے کرنے کے لئے مجھے اڑتالیس گھنٹے درکار ہوں گے۔

تاکہ میں اپنے ساتھیوں سے مزید مشورہ کرلوں۔ اور جہاں تک اس راز کی فروخ
ہے، وہ تو مکمل ہو چکا ہے اور اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو گی۔ وزیر داخلہ نے اس
اتفاق کیا۔ اور اس کے بعد چلے گئے۔

اس کے بعد آرسی گینی، میرے پاس نہیں آئی تھی۔ لیکن دیر تک میں اُس کے
سوچتا رہا تھا۔ آرسی گینی نے حکومت کو میرے بارے میں مطلع کر دیا تھا۔ اس سے
ہوتا تھا، اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا مجھے دُشوار ہو رہا تھا۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا
میرے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی ہے۔ البتہ اُس نے اظہارِ محبت کا جو انداز اختیار
اس میں تھوڑی سی چالاکی ضرور پوشیدہ تھی۔ اگر وہ مجھ سے مخلص ہوتی تو پہلے مجھے
سے آگاہ کرتی کہ وہ مجھے پہچان چکی ہے۔ اس کے بعد اگر وہ حکومت کو میرا حوالہ
مشورے سے دیتی تو زیادہ بہتر ہوتا۔ لیکن پہلے اُس نے اپنے فرائض کی ادائیگی کی
اس کے بعد یہ سوچا کہ وہ پورے طور پر مجھ سے متاثر ہے، حماقت کے علاوہ اور کچھ
بہرحال! میں یہ بات بھی جانتا تھا کہ آرسی گینی کا یہ انکشاف میرے لئے نقصان
ثابت ہوا۔ اور اس سلسلے میں کوئی قباحت نہیں ہوئی کہ اگر اس ملک میں رہا جا رہا
اس کے مفادات کے لئے کام نہیں کیا جائے۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں یہ نہیں ہو سکتا
جس ملک کے سینے پر رہوں، اُس کے مفادات کا خیال نہ رکھوں۔ بہت دیر تک
معاملات کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر سونے کی تیاریاں کرنے لگا۔ مجھے انتہائی
اطمینان سے نیند آ گئی۔

دوسرے دن بھی صبح کو ناشتے کی میز پر گینی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ تقریباً دس
فلیکس کا فون موصول ہوا۔ آپریٹر نے مجھے اس ٹیلی فون کی اطلاع دی اور میں نے
اُٹھا لیا۔

''ہیلو...... میں کین بول رہا ہوں۔''

''ڈیئر کین...... میں فلیکس بول رہا ہوں۔''

''کیسے ہو فلیکس......؟''

''بالکل ٹھیک...... تم اپنی مصروفیات کے بارے میں بتاؤ!'' فلیکس کی آواز

''جو کام، تم نے میرے سپرد کیا ہے، اس کی ادائیگی میں مصروف ہوں۔'' میں

''اب کیا پوزیشن ہے؟''

''کھیل ختم ہونے کے قریب ہے۔''

''اوہ...... کیا مطلب......؟'' فلیکس کی آواز میں اضطراب تھا۔

''تمام بات چیت مکمل ہو چکی ہے مسٹر فلیکس! امریکی حکام نے مجھے یقین دلایا ہے کہ ہماری خواہشات، ہماری مرضی کے مطابق پوری کی جائیں گی۔''

''جزیرے کے بارے میں بات چیت ہوئی......؟''

''ہاں...... اس کے لئے مقامی وزارتِ اعلیٰ نے سارے کاغذات مکمل کر کے میرے حوالے کر دیئے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''یہ کارروائی کب ہوئی تھی......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''پچھلی رات...... اور جو کاغذ۔ میرے حوالے کئے گئے ہیں، ان کے تحت حکومت امریکہ ہمیں ضمانت دے چکی ہے۔''

''بہت خوب...... تم پوری طرح مطمئن ہو کین......؟''

''ہاں، ڈیئر فلیکس! اب تم یہاں آ جاؤ۔''

''ہاں...... میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' فلیکس نے کہا اور پھر میں نے اُسے ضروری ہدایات دے کر ٹیلی فون بند کر دیا۔ میں واقعی مطمئن تھا۔ وزیر داخلہ کی شخصیت معمولی نہیں تھی۔ ایک راز کی خریداری کے لئے اتنا بڑا آدمی سامنے آیا تھا۔ حکومت امریکہ اتنے اعلیٰ پیمانے پر اتنی سی بات کے لئے فریب نہیں کر سکتی تھی۔ اور پھر میری شخصیت اُن کی نگاہ میں آ چکی تھی۔

مسائل تو تھے۔ لیکن اُن سے نمٹا جا سکتا تھا۔ یہی زندگی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد فلیکس، میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہلکے سے میک اَپ میں تھا۔ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوا۔

''یار! زندگی پھیکی سی ہو گئی تھی، تم سے دُور رہ کر۔'' اُس نے میرے سینے سے لپٹتے ہوئے کہا۔ میں نے پُرجوش انداز میں اُسے اپنا لیا تھا۔ عمدہ دوست تھا۔

اس کے بعد میں نے اُسے وہ تمام کاغذات دکھائے اور فلیکس کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔ ''اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو......؟'' اُس نے کہا۔

''تم مطمئن ہو فلیکس......؟''

''ہاں یار......! مطمئن نہ ہوں گے تو اور کیا کریں گے؟ میرا خیال ہے، اب ہمیں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہئے۔ بہتر یہی ہو گا۔'' بہت دیر تک ہم گفتگو کرتے

رہے۔ پھر مسٹر ہائم آ گئے۔ اطلاع ملنے پر میں نے اُنہیں بلوا لیا۔

"مجھے آپ کے کسی دوست کے آنے کی اطلاع ملی تھی۔" ہائم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فلیکس سے ملاقات کریں مسٹر ہائم!" میں نے ان دونوں کا تعارف کرایا۔ مسٹر ہائم نے پُرجوش انداز میں فلیکس سے مصافحہ کیا۔

"سچ بات تو یہ ہے کہ آپ سے ملاقات سے قبل نہ صرف میں بلکہ میرے تمام ساتھی مسٹر کین ہی کو فلیکس سمجھتے تھے۔" ہائم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"حالانکہ میں ابتداء ہی سے کہہ رہا تھا کہ میں فلیکس نہیں ہوں۔" میں نے کہا۔

"بہرحال! غلط فہمی دُور ہو گئی۔" مسٹر ہائم کے ساتھ ہلکی شراب کا ایک دور چلا۔ اور پھر مسٹر ہائم نے ہمیں سیر کی پیشکش کی۔ پورا دن بے حد خوشگوار گزرا تھا۔ رات کو پھر ملاقات کی تیاریاں کی گئیں۔

اس خفیہ میٹنگ میں امریکی حکومت کے اہم ترین لوگ شامل تھے۔ گو، افراد بہت مختصر تھے۔ لیکن میٹنگ بے حد اہم تھی۔ سارے معاملات طے ہونے کے بعد بالآخر فلیکس سے درخواست کی گئی کہ وہ راز، حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔ اور فلیکس نے میری طرف سے اجازت پا کر اپنی ناک اُکھاڑ لی......

یہاں موجود تمام لوگ ششدر رہ گئے تھے...... فلیکس کی صورت انتہائی بھیانک نظر آنے لگی تھی۔ اُس نے فلمیں وزیرِ داخلہ کے سپرد کر دیں اور وزیرِ داخلہ نے اُنہیں وزارت داخلہ کے فرسٹ سیکرٹری کو پیش کر دیا۔

"ایک بار پھر ایک پُرخلوص دوستی کی پیشکش کی جاتی ہے مسٹر فلیکس اور مسٹر کین! اگر آپ حکومت امریکہ سے وفادار رہے تو ایک بہترین زندگی کے مالک بنیں گے۔ ہماری طرف سے دوستی کی مبارکباد قبول فرمائیں۔ آپ کے کیس کی فائل متعلقہ محکمے کو دے دی گئی ہے جلد ہی آپ کی پسند کی جگہ کے انتخاب کی تیاریاں کر لی جائیں گی۔ اور اس وقت تک آپ حکومت امریکہ کے ایک معزز دوست کی حیثیت سے قیام کریں گے۔"

"بہت خوب......" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد میٹنگ ختم ہو گئی۔ رات کو فلیکس نے میرے کمرے میں سونا پسند کیا تھا۔ اور کافی رات گئے، ہم دونوں اس موضوع پر باتیں کرتے رہے۔ فلیکس، عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب ہو گیا۔

"کیا یہ سب کچھ اس طرح ہو جائے گا، جس طرح ہم نے کہا ہے؟" وہ تعجب کے لہجے میں بولا۔

"تمہیں اس میں کوئی شک ہے فلیکس......؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں...... بس! میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں۔ اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے ڈن! کہ جو کچھ تم نے کہا ہے، وہ میری سوچ سے باہر تھا۔ بلاشبہ! میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے اس راز کی قیمت اتنی بڑی وصول ہو گی۔ بس! میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ ڈن! تم سے یہ بات کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ تمہاری سوچ مجھ سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ اور تمہاری کارکردگی کا انداز بے حد ذہانت لئے ہوئے ہوتا ہے۔ میں تو سخت حیران ہوں۔ آخر تم کن بنیادوں پر کام کرتے ہو؟ اور تمہاری ذہنی وسعت کہاں تک ہے......؟"

"بس، بس فلیکس! اب ان ساری باتوں کو چھوڑو! میں تو پوری طرح یقین رکھتا ہوں کہ حکومت امریکہ، ہم سے کئے ہوئے وعدے پورے کرے گی۔ چنانچہ تم اس بارے میں سوچو! کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"جزیرے کا تصور تمہارے ذہن میں کیوں اُبھرا تھا ڈن......؟" فلیکس نے سوال کیا۔

"مختصراً میں تمہیں بتا چکا ہوں فلیکس! امریکی حکومت نے ہم پر کچھ شرائط عائد کی ہیں۔ میرا خیال ہے، ان شرائط پر عمل کرنا کوئی بہت زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ یوں بھی ہم، جس جگہ رہتے ہیں، وہاں کی حکومت سے تو دشمنی مول لے کر نہیں رہ سکتے۔ باقی رہا جہاں تک اس بات کا تعلق کہ حکومت ہم پر نگاہ رکھے گی تو رکھے۔ یہ بات تو وہ بھی جانتی ہو گی کہ اگر ہم نے یہ راز فروخت کیا ہے تو اُسے حاصل کرنے کے لئے کچھ تگ و دو بھی کی ہو گی۔ ایسی حالت میں حکومت اگر یہ تصور کرے کہ ہم انتہائی نیک نفس لوگ ہیں اور جزیرے پر صرف عبادت کرنے جا رہے ہیں تو یہ تو حماقت ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ حکومت کے سربرآوردہ افراد نرے احمق نہیں ہیں۔ اس کے باوجود فلیکس! ہم خود پر عائد شدہ پابندیوں کو قبول نہیں کریں گے۔ جو کچھ کرنا ہو گا، اس کے لئے تو ہمارے پاس ابھی وسیع تر میدان ہے۔ ہاں! اگر حکومت امریکہ، ہمیں کسی کام کے لئے استعمال کرنا چاہے گی تو میرے خیال میں یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ ہمیں اس کا معقول معاوضہ ملے گا، جس کی بناء پر ہم یہ کام انجام دیں گے۔"

"اچھا ڈن...... ایک بات بتاؤ! زندگی گزارنے کا کوئی ایسا مقصد تمہارے سامنے ہے،"

جس کی تم تکمیل چاہتے ہو......؟"

"ڈیئر فلیکس! اپنے بارے میں، میں تمہیں خاصی تفصیل بتا چکا ہوں۔ جو مقص...
میں نے پورا کر لیا ہے۔ اب تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ پوری زندگی جدوجہد اور...
ترجیحات کے مطابق ہنگامہ خیزی میں بسر ہو۔ بس! اس سے زیادہ اور کوئی خواہش
ذہن میں نہیں ہے۔ ہاں! سوال تمہارا خاصا دلچسپ تھا۔ اور یہی سوال میں، تم سے پوچ...
ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے......؟" فلیکس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہاں فلیکس! تمہارا سینہ ابھی تک کھل نہیں سکا ہے۔" میں نے کہا اور فلیکس،
میں ڈوب گیا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈن! تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ میں نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے، اپنی
کھول کر تمہارے سامنے رکھ دیا ہے۔ بدبختی سے اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ لیکن
خواہش ضرور ہے دل میں۔"

"کیا......؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بس! یہ کہ لوگوں کے لئے کچھ کروں۔ میں اپنی حیثیت دنیا سے منواؤں۔ اور
احساس اس وقت سے پیدا ہوا ہے، جب سے میں معذور ہوا ہوں۔ میں نہیں چاہتا
مجھ پر رحم کھائیں۔ میری خواہش ہے کہ میری برتری تسلیم کر لی جائے اور میں ہاتھ
والے انسانوں سے زیادہ چست و چالاک نظر آؤں۔"

میں نے گہری سانس لی۔ فلیکس کی خواہش معلوم تھی۔ انسان کیسی کیسی عجیب خصو...
مالک ہوتا ہے؟ خود میری زندگی تھی، بظاہر بے مقصد تھی۔ اپنے خاندان کو اس کا مقام
کے بعد میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں رہ گیا تھا۔ پھر زندگی کے لئے اس قدر جدوجہ...
ہے؟ میں کہیں گوشہ نشین کیوں نہیں ہو جاتا؟

لیکن گوشہ نشینی کے جراثیم، میرے ذہن میں نہیں تھے۔ میں تو سیماب تھا۔ ہر لمحہ
اور رواں دواں رہنے کا خواہش مند۔

حسب معمول سوئے۔ صبح ہوئی اور زندگی جاگ اُٹھی۔ جس طرح ہم نے وہ راز
اعتماد کے ساتھ امریکی حکومت کے حوالے کر دیا تھا، اسی طرح اور اسی جذبے کے تحت
طرف بھی کام ہو رہا تھا۔ اسی دن، دوپہر کو ہمیں وزارتِ داخلہ میں طلب کیا گیا اور

شہریت کے کاغذات پیش کر دیئے گئے۔ ان کاغذات کے علاوہ ایک خطیر رقم کا چیک بھی
پیش کیا گیا اور وزیر داخلہ نے انتہائی دوستانہ انداز میں کہا تھا۔

"امریکہ اب آپ کا وطن ہے مسٹر کین اور مسٹر فلیکس! حکومت آپ سے ہر طرح تعاون
کرے گی۔ متعلقہ محکمے کو آپ کے لئے آپ کی پسند کے جزیرے کا انتخاب کر کے رپورٹ
پیش کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔ اس دوران آپ اپنی پسند کی رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔
آپ امریکہ کے کسی بھی حصے میں جا سکتے ہیں۔ اور یہ ہمارا اعتماد ہے۔"

"ہم دونوں حکومت کے شکر گزار ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر ہم وہاں سے باہر
نکل آئے۔ واشنگٹن کا حسین شہر، ہمیں استقبال کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ ویسے ہم اس عمارت میں
رہنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ سرکاری نوعیت کی عمارت تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے ایک
بینک سے رابطہ قائم کیا گیا اور اتنا بڑا اکاؤنٹ کھلوانے کی وجہ سے بینک کے سارے افسران
ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔ ہمیں یہ سہولت فراہم کرنے کی پیشکش کی گئی۔ یوں ڈن کین، کی
ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا......

لیکن زندگی ابھی تک بہت سست رفتار تھی۔ اور اس کی وجہ تنہائیوں میں پرورش پانے
والے وہ خیالات تھے جو کہ سکون نہ پا سکے تھے۔ آئندہ زندگی کیا ہو گی؟ شہر کی تفریحات سے
بے پناہ محبت گو، ابھی ہم نے ان تفریحات کو محدود کر لیا تھا۔ وقتی طور پر ہم نے ایک اعلیٰ
درجے کے ہوٹل میں قیام کیا تھا اور وزارتِ داخلہ کو ہوٹل کی اس رہائش گاہ سے آگاہ کر دیا گیا
تھا۔

تین دن تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ لیکن چوتھے دن ہمیں اطلاع دی گئی کہ ہم سفر
کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہمیں، ہماری پسند کی جگہ کے انتخاب کے لئے لے جایا جائے گا۔ ہم
نے محکمے کو اپنی تیاریوں سے آگاہ کر دیا تھا۔

چنانچہ پانچویں دن ایک ہیلی کاپٹر ہمیں لے کر روانہ ہو گیا۔ اور تقریباً دس دن کی دوڑ
دھوپ کے بعد بالآخر میں اور فلیکس خلیج الاسکا میں جزائر کوئین شارلٹ کے ایک دُور دراز
جزیرے کے انتخاب پر متفق ہو گئے۔

ہمیں جو، جزائر دکھائے گئے تھے، یہ وہ تھے جنہیں امریکی حکومت ہمارے حوالے کرنے
پر تیار تھی۔ یہ جزیرہ طویل سفر کے ذریعے ہمیں کینیڈا تک بھی پہنچا سکتا تھا۔ اور جزیرہ نیکودو
بھی یہاں سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ جس تک ہوتے ہوئے پھر لاس اینجلز، سالٹ میک سٹی اور،

اورئینٹ لوئس تک پہنچ سکتے تھے۔

ہیلی کاپٹر، جزیرے پر اُتر گیا۔ اور قدرتی حسن سے مالا مال یہ جزیرہ ہمیں اپ
محسوس ہورہا تھا۔ اور بالآخر ضروری کارروائیوں کے بعد یہ جزیرہ ہماری تحویل میں آ
ہم اس کے مالک قرار دے دیئے گئے......

☆......☆......☆

امریکی حکومت کے بھرپور تعاون سے ہمارے سارے کام بخیر و خوبی انجام پا رہے تھے۔ فلیکس نے اپنی محبت اور عقیدت کا ثبوت یوں دیا تھا کہ اُس نے جزیرے کا نام ''کین سٹون'' رکھ دیا تھا۔ بہرحال! ہماری مصروفیات بے پناہ تھیں۔ حکومت امریکہ نے ہمیں ہر طرح نوازا تھا۔ جزیرے کی تعمیرات زور و شور سے جاری تھیں۔ سارے نقشے ہمارے فراہم کردہ تھے۔ اور اُن پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ''کین سٹون'' کی وہ صورت نکل آئی جو ہم چاہتے تھے۔ اب یہ ایک مطلق العنان جزیرہ تھا۔ جہاں حکومت امریکہ براہِ راست کوئی دخل اندازی نہیں کرتی تھی۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جزیرے پر امریکہ کے خلاف کوئی کام نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے حکومت کو اپنے اقدامات کے سلسلے میں تفصیلات مہیا کر دی تھیں۔ اور اعلیٰ حکام نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے مجھے اس کی اجازت دے دی تھی ابھی تک میرے ذہن میں کوئی واضح بات نہیں تھی۔ بس! کچھ خاکے تھے، جن کے بارے میں، میں نے فلیکس سے بات کی۔

''فلیکس! کیا تم موجودہ صورتِ حال سے مطمئن ہو......؟''

''میں...... میں نہیں سمجھا مسٹر کین......؟'' فلیکس نے کہا۔

''میرا مطلب ہے فلیکس! اِس جزیرے کو ہم جو شکل دینا چاہتے تھے، وہ تو دے دی گئی۔ اب اس سلسلے میں یہ سوچنا ہے کہ آئندہ کیا، کیا جائے؟''

''کیا مطلب......؟ میں اب بھی نہیں سمجھا۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''میرا مطلب ہے کہ ہم نے جس مقصد کے لئے اس جزیرے کو حاصل کیا ہے۔ اس میں......''

''اس پروگرام میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں آپ؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''نہیں...... یہ بات نہیں۔ کوئی تبدیلی نہیں چاہتا۔ لیکن اب کوئی ایسا سلسلہ ہونا چاہئے، جو ہمارے لئے آئندہ راہیں متعین کرے۔ ورنہ اس تنہا جزیرے پر رہ کر ہم کیا حاصل کریں

گے؟''

''اوہ...... مسٹر کین! آپ کا خیال تو درست ہے۔ لیکن میں اس سلسلے میں آپ ہی کی
بہتر رائے چاہتا ہوں۔''فلیکس نے کہا۔

''دراصل فلیکس! مقصد تو ایک ہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کی جائے...... اور
متحد رہا جائے۔'' میں نے جواب دیا۔

''مسٹر کین! میں، آپ سے کچھ صاف صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''فلیکس نے کہا۔

''ہاں...... کہو! کوئی خاص بات ہے؟''

''جی ہاں...... آپ کے اِس سوال کی روشنی میں، میرے ذہن میں بھی کچھ سوالات
ہیں۔''فلیکس نے جواب دیا۔

''مثلاً......؟'' میں نے پوچھا۔

''مثلاً یہ مسٹر کین! کہ ہمارے پاس اب اتنی دولت ہے کہ اگر ہم تنہا ایک پُر آسائش
زندگی گزارنا چاہیں تو با آسانی گزار سکتے ہیں۔ لیکن آخر ہماری زندگی کا کوئی مقصد تو ہونا
چاہیے۔''

''میرے سامنے کوئی ایسا مقصد نہیں ہے فلیکس!'' میں نے جواب دیا۔

''تب پھر دولت کمانے کی خواہش میری سمجھ میں نہیں آئی۔''فلیکس بولا۔ اور واقعی میں
اُلجھ گیا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اگر میں تم سے یہ کہوں فلیکس! کہ میں کین فیملی کو پھیلانا چاہتا ہوں تو کیا تم اِس بات پر
مطمئن ہو جاؤ گے؟''

''کیوں نہیں...... بات، وہی مقصد کی آ جاتی ہے۔ خود، میرے سامنے بھی کوئی مقصد نہیں
ہے۔''

''ٹھیک ہے...... ابھی تو ہمیں اتنی دولت اکٹھی کرنی چاہیے کہ ہم دنیا بھر میں اپنے لئے
کوئی مقام حاصل کر سکیں۔'' میں نے کہا۔

''اس سلسلے میں، میں آپ کا ساتھی ہوں مسٹر کین!''فلیکس نے جواب دیا اور میں اُلجھے
ہوئے انداز میں سوچتا رہ گیا۔ لیکن میری اس مشکل کا ایک حل حکومت امریکہ نے بھی
دریافت کر لیا۔

ایک چمکدار دوپہر کو ایک بڑی لانچ، جزیرے کے نزدیک نظر آئی۔ اُس پر حکومت کا

پرچم لگا ہوا تھا۔ میں نے اور فلیکس نے دلچسپی سے اُس لانچ کو دیکھا تھا۔

''غالباً یہ لوگ، ہم سے ملاقات کے لئے آئے ہیں۔''فلیکس نے کہا۔

''غالباً نہیں، یقیناً...... آؤ! اُن کا استقبال کریں۔'' میں نے جواب دیا اور ہم دونوں
ساحل کی جانب بڑھ گئے، جہاں لانچ لنگر انداز ہو گئی تھی۔

لانچ سے اُترنے والے چار افراد تھے اور چاروں عمدہ شخصیت کے مالک نظر آتے تھے۔
ہم نے پُرجوش انداز میں اُن کا استقبال کیا۔ تب اُن میں سے درمیانی عمر کے ایک شخص نے
جو اعلیٰ لباس میں تھا، اپنا کارڈ نکال کر مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔''مسٹر کین! حکومت
امریکہ کی جانب سے ہم، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔''

''تشریف لائیے! آپ سے مل کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔'' میں نے پُرجوش انداز میں
جواب دیا۔

''میرا نام ڈیوڈ نیلسن ہے۔ اور میں حکومت کے خفیہ محکمے کا سربراہ ہوں۔'' ڈیوڈ نیلسن نے
کہا۔ اور پھر اُس نے بقیہ ساتھیوں کا بھی تعارف کرایا۔ میں نے اور فلیکس نے اُن سے بھی
ہاتھ ملائے۔ اور پھر ہم، اُنہیں لئے ہوئے اپنی رہائشی عمارت میں پہنچ گئے، جہاں ایک وسیع
اور خوبصورت ڈرائنگ رُوم میں اُنہیں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ میں اُن کے لئے کچھ خاطر
مدارات کا انتظام کر کے خود بھی اُن کے سامنے آ بیٹھا۔

''فرمائیے مسٹر ڈیوڈ! کیسے تکلیف کی؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں جانتا ہوں مسٹر کین! کہ آپ سے گفتگو کرنے کے لئے کوئی خصوصی احتیاط مدنظر
نہیں رکھی جاتی۔ اور آپ کے دوست مسٹر فلیکس کے بارے میں بھی مجھے مکمل معلومات
حاصل ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ
میں اپنی گفتگو کا آغاز کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہتا۔''

''یقیناً، یقیناً...... اس جزیرے پر فی الحال ہم دو ہی آدمی ہیں۔ لیکن بہت جلد ہم چند
افراد کا اضافہ کرنے والے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بلاشبہ! آپ دونوں تنہا یہاں نہیں رہ سکتے۔ مجھے تو تعجب ہے کہ اتنا وقت، آپ نے
کیسے گزارا؟'' ڈیوڈ نے جواب دیا اور ہم دونوں مسکرانے لگے۔

پھر مسٹر ڈیوڈ اصل موضوع پر آ گئے۔''دراصل! آپ نے جو معلومات، حکومت امریکہ کو
مہیا کی تھیں، ان کے تحت حکومت میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ میرے علم میں یہ بات لائی گئی ہے

کہ آپ خود بھی ان معلومات سے آگاہ تھے۔ چنانچہ میں نہیں سمجھتا کہ مجھے اس سلسلے میں
سے کچھ کہنے کے لئے اُلجھن محسوس کرنی چاہیئے۔

''جو، راز آپ نے حکومت کو پیش کیا، وہ جرمنوں کا فوجی راز تھا۔ اور اُس سے ہمیں معلوم
ہوا کہ نازی جرمنی، ایک عالمگیر جنگ چھیڑنے کا خواہشمند ہے۔ ہٹلر کے خوفناک منصوبے
ایک ملک کے لئے نہیں، بلکہ بے شمار ممالک کے خلاف ہیں۔ اور وہ عالمی پیمانے پر
تیاریاں کر رہا ہے۔ یہ راز جس وقت ہم تک پہنچا، میرا خیال ہے، کافی دیر ہو چکی تھی۔ اگر
پہلے ہی ہمیں مل جاتا تو ہم اس سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ لیکن اندازے کے مطابق
ہمیں بہت کم وقت ملا ہے۔ اور اس مختصر وقت میں ہمیں ہٹلر کے خلاف تیاریاں مکمل کرنی
ہیں۔''

''مسٹر کین! خود حکومت امریکہ کو اس بارے میں شبہ تھا۔ نازی جرمنی نے اپنے آپ کو
ایک آہنی خول میں چھپا لیا تھا۔ اور اس خول کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ یہ معلوم کرنا آسان کام
نہیں تھا۔ لیکن ہمارے خفیہ ایجنٹ بہرصورت! کام کر رہے تھے۔ وہ تفصیل سے تو یہ بات
نہیں معلوم کر سکے۔ لیکن جو بھی معلومات اُنہوں نے ہمیں بھیجیں، اُن سے آپ کی مہیا کی
ہوئی تفصیلات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہماری نگاہوں میں آپ کی پوزیشن مستحکم ہو
گئی ہے۔ اور ہم، آپ کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ بہرحال، مسٹر کین! امریکی مشینری حرکت میں
آ چکی ہے۔ ہٹلر نے ابھی جنگ نہیں شروع کی۔ لیکن اندازہ ہے کہ وہ تھوڑے ہی عرصے میں
اپنا کام شروع کر دے گا۔ اور اُس کی تیاریوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے ایک
سنگین خطرہ ثابت ہو گا۔ حکومت اپنے بہترین ذرائع، اس کام میں استعمال کرنا چاہتی ہے کہ
پوری دنیا میں حکومت امریکہ کے مفادات کی نگرانی کی جائے۔ اور انہی ذرائع میں آپ کو بھی
شمار کیا گیا ہے۔''

''میں، امریکی حکام کا شکر گزار ہوں۔''

''جنرل آئزن ہاور نے بہ نفسِ نفیس آپ کا فائل طلب کیا تھا، اور سفارش کی گئی ہے کہ
آپ کو ہر قیمت پر حکومت کے لئے کام کرنے پر آمادہ کیا جائے۔''

''کیا اِس کام کی ابتداء کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کیا گیا ہے؟''

''ہاں...... اس کی تفصیل ہمیں فوجی ہیڈ کوارٹرز سے موصول ہو گی۔''

''پھر...... اب مجھے کیا کرنا ہے؟''

''پہلے اپنی آمادگی کا اظہار...... اس کے بعد اپنی شرائط۔''

''مسٹر ڈیوڈ! حکومت امریکہ نے جس طرح ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے، اس کے تحت
ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ چنانچہ شرائط اور معاوضے کے تعین میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہو
سکتا۔ اور اب رہا آمادگی کا اظہار، تو حکومت امریکہ کے لئے کام کر کے مجھے خوشی ہو گی۔''

''اوہ...... بہت بہت شکریہ مسٹر کین! ہمارے حکام کا خیال تھا کہ آپ آسانی سے اس
کام پر آمادہ نہ ہوں گے۔ لیکن آپ کے اس پُرخلوص رویئے کو ریکارڈ میں رکھا جائے گا۔''
مسٹر ڈیوڈ نے کہا۔

پھر اس کے بعد کی گفتگو انتہائی دوستانہ فضا میں ہوئی۔ ہم نے مسٹر ڈیوڈ کی خاطر مدارت
کی اور پھر اُنہیں لانچ تک رُخصت کرنے آئے۔

''میں، آپ کو بہت جلد فون پر اطلاع دُوں گا کہ کس وقت، آپ کو فوجی حکام کے سامنے
جانا ہے۔''

''میں انتظار کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور وہ لوگ چلے گئے۔

فلیکس، میرے ساتھ تھا۔ اور دفعتہً مجھے احساس ہوا کہ اس دوران فلیکس کی حیثیت متاثر
ہوئی ہے۔ اُسے کوئی اہمیت نہیں مل سکی۔ چنانچہ عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے
پوچھا۔

''آپ کا اس گفتگو کے بارے میں کیا خیال ہے مسٹر فلیکس......؟''

''نہایت مناسب اور قابل فخر۔'' فلیکس کی پُرخلوص آواز اُبھری۔ بلاشبہ! وہ ایک مخلص
دوست اور بہترین ساتھی تھا۔

اچانک ہی ایک خیال میرے ذہن میں اُبھرا۔ ''فلیکس! میں نے سوچا تھا کہ کہیں تمہیں
میری اس گفتگو سے اختلاف نہ ہو۔''

''پوری گفتگو میں اگر اختلاف کی کوئی بات ہوتی تو میں بے تکلفی سے بول پڑتا۔ حکومت
امریکہ نے ہمیں جو اعزاز بخشا ہے، وہ قابل فخر ہے۔ اور پھر اس سلسلے میں میرا ایک اور خیال
تھا مسٹر کین!'' آخر میں فلیکس مسکرانے لگا۔

''کیا......؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''آپ محسوس تو نہیں کریں گے......؟'' فلیکس بولا۔

''قطعی نہیں......''

''اس پروگرام کی فوری منظوری دے دینے میں آپ کی اپنی فطرت کو بھی دخل ہے مسٹر کین! فطری طور پر آپ مہم جو ہیں۔ اور اسی جزیرے پر محدود نہیں رہ سکتے۔ آپ کو کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ اس لئے آپ نے جلدی سے یہ پروگرام منظور کرلیا۔''

''اوہ...... میرے دوست! شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' میں نے اعترافاً گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں عمارت میں داخل ہو گئے۔ فلیکس نے جام میں شراب اُنڈیل کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میں بھی آپ کو جمود کا شکار نہیں دیکھ سکتا مسٹر کین! آپ کی ہنگامی زندگی اور ہنگامی فطرت مجھے بھی پسند ہے۔''

''شکریہ فلیکس! مجھے تمہاری دوستی پر پورا اعتماد ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور فلیکس مسکرا دیا۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر میں نے شراب کی ایک چسکی لیتے ہوئے کہا۔ ''بہرصورت، فلیکس! تمہاری طرف سے بھی منظوری مل گئی۔ اب ہمیں کچھ اور چیزوں کا تعین کرنا ہے۔''

''مثلاً......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''دراصل میرا خیال ہے کہ جزیرے پر ابتدائی طور پر ہم جو کچھ کرنا چاہتے تھے، وہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد کسی باقاعدہ کام کا آغاز تو ذرا تفصیل سے ہی ہوگا۔''

''یقیناً......!'' فلیکس نے جواب دیا۔

''میں، یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میرے اور حکومت امریکہ کے درمیان معاملات طے ہو گئے، جس میں بظاہر کسی رخنہ اندازی کا کوئی امکان نہیں ہے تو تم اِس سلسلے میں کیا کرو گے؟''

''آپ کی ہدایت کے مطابق مسٹر کین!''

''میرا مطلب نہیں سمجھے فلیکس! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم بذاتِ خود اس کام کی انجام دہی میں میرے ساتھ حصہ لو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے کہا نا! کہ آپ کی ہدایت کے مطابق۔''

''تب، پھر میری ایک رائے ہے۔ وہ یہ کہ جزیرے پر جو منصوبے نامکمل رہ گئے ہیں، انہیں آپ یہاں رہ کر تکمیل تک پہنچائیں۔ میں اس سلسلے میں کام کروں گا۔''

فلیکس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''براہِ کرم! مجھے ان منصوبوں کی تفصیلات سے ضرور آگاہ کر دیں۔''

''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں؟ میرا خیال ہے، آپ یہاں پُرسکون رہ کر اپنا کام انجام دیتے رہیں۔ اور میں حکومت امریکہ کے لئے وفاداری کا ثبوت دُوں۔''

''میں مکمل طور پر تیار ہوں۔ اب آپ دوسری بات سوچیں۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''بس! مجھے اُن کے ٹیلی فون کا انتظار ہے۔ جس وقت بھی وہ مجھے طلب کریں گے، روانہ ہو جاؤں گا۔'' میں نے کہا۔

یہ فون کال مجھے دوسرے دن گیارہ بجے ملی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ میں نیو یارک پہنچ جاؤں۔ مجھے نیو یارک میں اس جگہ سے بھی آگاہ کر دیا گیا، جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ کہا گیا تھا کہ چند افراد، میرا استقبال کریں گے، جن میں مسٹر ڈیوڈ بھی ہوں گے۔ لہٰذا مجھے اس سلسلے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔

دوسرے دن صبح میں اپنے سٹیمر سے ساحل تک پہنچ گیا۔ فلیکس مجھے چھوڑنے آیا تھا۔ اور پھر اُس نے مجھے نیک خواہشات کے ساتھ الوداع کرتے ہوئے پوچھا۔ ''مسٹر کین! کیا روانہ ہونے سے پہلے آپ اس جزیرے پر آئیں گے یا وہیں سے ہی چلے جائیں گے؟''

''اس سلسلے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ڈیئر! ممکن ہے، مجھے وہیں سے چلا جانا پڑے۔ لیکن اگر کوئی بات آپ کے لئے پریشانی کا باعث بنے تو آپ مجھے رِنگ کر سکتے ہیں۔ بہرصورت! آپ کو جانے کی اطلاع ضرور دُوں گا۔'' میں نے کہا۔

''بہتر ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا اور میں خشکی پر اُتر کر آگے بڑھ گیا۔

نیو یارک میں اس مقام پر، جہاں مجھے چند لوگوں سے ملاقات کرنی تھی، مسٹر ڈیوڈ کے علاوہ چار افراد اور نظر آئے۔ اُنہوں نے بڑی گرم جوشی سے مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر میں ایک کار میں اُن کے ساتھ بیٹھ کر چل پڑا۔ جس عمارت میں مجھے لے جایا گیا تھا، وہ نیو یارک کے نواحی علاقے میں تھی۔ اور کافی خوبصورت عمارت تھی، جس میں تا حد نگاہ خاردار تاروں کی باڑ لگی ہوئی تھی۔ اور ایک طویل حصے کا احاطہ کیا گیا تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر مسلح فوجیوں نے ایڑیاں بجائیں۔ کار اُن کے درمیان سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم، اصل عمارت میں داخل ہو گئے۔ یہاں پر بڑے اعلیٰ فوجی افسروں نے میرا استقبال کیا۔ مسٹر ڈیوڈ نے اُن سے میرا تعارف کرایا اور پھر مجھ سے نیک خواہشات کا اظہار

کر کے وہاں سے چلے گئے۔ جس شخص سے میری ملاقات ہوئی تھی، اُس کا نام ہیڈلک تھا۔ مسٹر ہیڈ مجھے ایک کمرے میں لے گئے۔ جو شاید کانفرنس رُوم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ یہاں چند افراد دوسرے افراد بھی موجود تھے۔ جنہوں نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا۔

"میں خاص طور سے آپ کا تعارف مسٹر اینٹ فرینک سے کراؤں گا مسٹر کین!" ہیڈلک نے کہا اور ایک شخص نے آگے بڑھ کر گردن جھکا دی۔

یہ طویل القامت اور انتہائی تیز آنکھوں والا ایک نوجوان شخص تھا۔ اُس نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور میں نے بھی اُس سے پُرتکلف کلمات کہے۔

اس کے بعد چند دوسرے افراد سے میرا تعارف کرایا گیا۔ اور پھر میں کانفرنس ٹیبل کے گرد پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب ہیڈلک نے کہنا شروع کیا۔

"جیسا کہ ہمیں اطلاع ملی تھی مسٹر کین! اور جیسا کہ مسٹر ڈیوڈ نے بتایا تھا کہ آپ بڑے خلوص کے ساتھ حکومت امریکہ کے لئے کام کرنے پر تیار ہو گئے ہیں، ہم نے آپ کے اس خلوص کو اپنے سینے میں محسوس کیا ہے۔ اور اس بات پر یقین کر لیا ہے کہ آپ بلاشبہ! حکومت امریکہ کے وفادار اور اس کے لئے خلوص سے کام کرنے پر تیار ہیں۔ چنانچہ اب آپ کے اور ہمارے درمیان تکلف کی کوئی دیوار باقی نہیں ہے۔ آپ کے فراہم کردہ نقشوں سے ہٹلر کے منصوبوں کا پتہ چلتا ہے۔ گو، ابھی اُس نے اس جنگ کا آغاز نہیں کیا ہے جو اُس کے ذہن میں پرورش پا رہی ہے۔ لیکن ہٹلر جیسی شخصیت کے بارے میں اس بات کا اندازہ کرلینا مشکل نہیں ہے کہ وہ جنگ شروع کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرے گا۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت امریکہ نے کسی ایسے شخص کے انتخاب کا فیصلہ کیا جو ہٹلر کے تمام منصوبوں کو ہم تک پہنچائے۔ اور ایسے ذہین شخص ہماری نگاہ میں صرف آپ تھے۔"

"میں اس اعتماد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہم نے بھی اسی اعتماد سے آپ کو طلب کیا ہے کہ آپ یقیناً وہ کام کر لیں گے، جو ہماری ضرورت ہے۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے......؟" میں نے سوال کیا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ، نازی جرمنی کے آہنی پردے کو توڑ دیں۔"

"وہ کس طرح......؟" میں نے سوال کیا۔

"اس طرح کہ آپ، برلن میں داخل ہو جائیں اور جرمنوں کی تیاریوں کو آنکھوں سے دیکھ

کر ہمیں اُن کے احوال سے آگاہ کریں۔" ہیڈلک نے کہا۔

چند ساعت میں سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "امریکہ کے لئے کام کرنے میں مجھے ذرا بھی عار نہیں ہے۔ لیکن میں اس سلسلے میں مزید تفصیلات کا خواہش مند ہوں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر کین! برلن میں داخلے تک ہم، آپ کی بھرپور مدد کریں گے۔"

"اوہ...... اگر یہ بات ہے تو باقی کوئی مشکل ہی نہیں رہ جاتی۔ برلن میں داخل ہو کر میں مناسب اقدامات کر سکوں گا۔" میں نے جواب دیا اور ہیڈلک نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

پھر وہ اینٹ فرینک کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میں نے مسٹر اینٹ سے آپ کا تعارف کرایا ہے۔ اینٹ ہمارے محکمہ خصوصی کے خاص لوگوں میں شامل ہیں۔ ان کی ذات سے حکومت امریکہ نے بڑی اُمیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ اور اس سلسلے میں طے یہ کیا گیا ہے کہ مسٹر اینٹ، آپ کو اسسٹ کریں گے۔"

"اتنے بڑے شخص کو آپ نے میرے تحت دے کر میرا خیال ہے کہ مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"جی نہیں...... یہ کام اتنا ہی اہم ہے کہ اس کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا...... اور جس کام کے لئے جس شخص کا انتخاب کیا جاتا ہے، اس کی صلاحیتوں کا پہلے اعتراف کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ کام اُس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسٹر اینٹ بخوشی آپ کو اسسٹ کرنے پر تیار ہیں۔"

"ٹھیک ہے جناب! اگر یہ بات ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟" میں نے جواب دیا۔

"اس سلسلے میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے حکومت کو اپنی شرائط سے آگاہ نہیں کیا ہے۔" ہیڈلک بولا۔

"کیا مسٹر اینٹ نے آگاہ کر دیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

ہیڈلک کے چہرے پر پُرمحبت مسکراہٹ پھیل گئی۔ "جی نہیں......" اُس نے جواب دیا۔

"تب براہِ کرم! مجھے اس بات کا احساس نہ دلائیں کہ میں اس ملک میں نو وارد ہوں یا نیا نیا شہری ہوں۔"

"ہم، آپ کے جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ تو طے یہ کیا گیا ہے مسٹر کین! کہ آپ کو

باقاعدگی کے ساتھ ایک اتنی بڑی رقم ہر ماہ ادا کی جائے، جسے آپ کی کاوشوں کا بدل
سکے۔ اور اس سلسلے میں تعین کا مسئلہ حکومت پر چھوڑ دیجئے۔ باقی رہا آپ کا مسئلہ کہ
برلن تک کیسے پہنچایا جائے، تو اس سلسلے میں ساری ذمہ داریاں مسٹر اینٹ فرینک پر
آپ کی روانگی اگر کسی وجہ سے لیٹ ہو جائے تو ہم تعرض نہیں کریں گے۔ لیکن ہماری
سے ساری تیاریاں مکمل ہیں۔''

''ٹھیک ہے...... میں بھی روانگی کے لئے تیار ہوں۔ لیکن مجھے کس راستے سے برلن
ہوگا؟'' میں نے سوال کیا۔

''یہاں سے پہلے آپ ہالینڈ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ کا سفر سویڈن کے لئے
اور سویڈن میں مسٹر اینٹ، آپ کو آخری کارروائی سے آگاہ کر دیں گے۔'' اُس نے
دیا۔

''ٹھیک ہے...... تو روانگی کے انتظامات کب تک مکمل ہو جائیں گے؟'' میں نے
کیا۔

''اگر آپ چاہیں تو فوری طور پر۔'' مسٹر ہیڈلک نے جواب دیا اور میں نے
انداز میں گردن ہلا دی۔

''ٹھیک ہے۔ اگر زیادہ جلدی ہو تو میں جزیرے پر واپس جانا بھی ضروری نہیں سمجھتا

''اس سے عمدہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی مسٹر کین! میرا خیال ہے، آپ کے اور ہمارے
درمیان سارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ فوری طور پر آپ کی رہائش کا بندوبست
ایک فلیٹ میں کیا جا رہا ہے۔'' ہیڈلک نے کہا اور میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔

دو دن میں نیویارک رہا۔ اور اس کے بعد ایک پوری ٹیم کے ساتھ خصوصی طیارے سے
ہالینڈ روانہ ہو گیا۔ اینٹ فرینک میرے ساتھ تھا۔ ہالینڈ میں تین روزہ قیام کے بعد ہم
سویڈن روانہ ہو گئے۔

امریکی حکومت کے اثر و رسوخ کے بارے میں کچھ کہنا فضول ہے۔ سویڈن میں میرے
لئے ایک خوبصورت رہائش گاہ کا بندوبست کر دیا گیا۔ اینٹ اور دسرے ساتھی، اس گھر
میں نہیں ٹھہرے تھے۔ یہاں میرے لئے ہر شے فراہم کر دی گئی تھی۔ اور ہر جگہ گھومنے
پھرنے کی آزادی تھی۔

اسی دوران میں نے جرمنی کے حالات معلوم کئے۔ لیکن اس وقت کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ

جرمنی میں کیا ہو رہا ہے؟ جرمنوں نے واقعی اپنے گرد ایک آہنی دیوار قائم کر لی تھی۔ ان
خوفناک حالات میں برلن میں داخلے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن امریکن محکمہ خفیہ کی
کارکردگی قابل تعریف تھی۔ اُنہوں نے کوئی ترکیب سوچ لی تھی۔

ایک شب، جب میں اپنی رہائش گاہ میں آرام کرسی پر دراز، اخبار پڑھ رہا تھا تو اینٹ
فرینک، اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُسے دیکھ کر اخبار رکھ دیا۔
''انتظامات مکمل ہو چکے ہیں مسٹر کین......!'' اُس نے مسکراتے ہوئے اطلاع دی۔

''خوب...... تو تم نے کوئی ذریعہ تلاش کر ہی لیا......''

''انتہائی محنت کرنی پڑی ہے۔'' اینٹ فرینک نے جواب دیا اور بے تکلفی سے میرے
سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بقیہ دو افراد نے بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ ہم سے کچھ
فاصلے پر کھڑے رہے۔

''کیا انتظام کیا گیا ہے؟''

''جرمنی کی خفیہ تنظیم کا ایک افسر ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ وہ اِن دنوں روسیوں کی قید میں
ہے۔ اور ہم نے شدید محنت کر کے اس کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔''

''خوب...... کیا نام ہے اس کا؟''

''شائیلاک......''

''میں نے یہ نام اس سے قبل نہیں سنا۔ بہرحال! اس شخص سے تم کیا فائدہ اُٹھانا چاہتے
ہو؟''

''ہم اُسے رُوسیوں کی قید سے فرار کرانے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔'' اینٹ فرینک مسکرا کر
بولا۔

''وہ کس طرح......؟''

''یہ ہمارا کام ہوگا...... اور یقین کرو مسٹر کین! یہ کام زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔''

''لیکن اُس کے فرار سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟'' میں نے پوچھا اور اینٹ فرینک نے
اداکاروں کے سے انداز میں آنکھیں بھینچیں اور مسکرا دیا۔

''درحقیقت شائیلاک، رُوسیوں کی قید سے فرار نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اُس کی جگہ تم
شائیلاک بن کر برلن جاؤ گے۔'' اینٹ فرینک نے کہا اور میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔ پلان
بہت عمدہ تھا اور سنسنی خیز بھی...... میں اس پر غور کرتا رہا۔ اور اینٹ، میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر

مسکرا کر بولا۔ ''مجھے یقین ہے کہ تم اس پروگرام کو پسند کرو گے مسٹر کین!''

''ہاں...... پروگرام واقعی شاندار ہے۔'' میں نے اعتراف کیا۔

''تو پھر طے......؟'' اُس نے پوچھا۔

''بلاشبہ......لیکن دیگر کوائف؟''

''میں پوری تیاریاں کر کے ہی تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور اُن کی تفصیل یوں ہے۔ نمبر ایک، شائیلاک کے بارے میں ایک تفصیلی فلم رپورٹ موجود ہے جس میں اُس کی آواز، اس کے چلنے کا انداز، اُس کی مخصوص عادت وغیرہ شامل ہے۔ نمبر دو، ایک فائل، جس میں اس کے حالاتِ زندگی ہیں۔ اُس کے عزیز و اقارب کے بارے میں تفصیل ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے طور پر اُس کی ایک محبوبہ کا پتہ چلایا ہے جو اس وقت فرانس میں ہے۔ اور وہاں جرمنی کے لئے جاسوسی کر رہی ہے۔'' اینٹ فرینک نے کہا اور میں ششدر رہ گیا۔

''گویا آپ میری کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں؟'' اُس نے پوچھا۔

''حیرت کا بھی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ کیوں......؟''

''اس لئے ڈیئر اینٹ! کہ اتنی شاندار صلاحیتوں کا مالک ہوتے ہوئے بھی اس مہم جوئی کے لئے تمہارا انتخاب کیوں نہیں کیا گیا؟''

''اوہ...... میں، آپ کو اپنی حکومت کی توہین کی اجازت نہیں دُوں گا مسٹر کین!'' اینٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیسی توہین؟''

''ظاہر ہے، میری حکومت کا انتخاب غلط نہیں ہو سکتا۔ اُس نے یقیناً کچھ سوچ کر ہی تمہیں اس اہم کام کے لئے منتخب کیا ہوگا'' اینٹ فرینک نے جواب دیا۔

''پھر میری ابتدائی تربیت کب شروع ہو رہی ہے؟''

''آپ تیار ہوں تو چلیں......؟'' اینٹ فرینک نے کہا اور میں کھڑا ہو گیا۔

اینٹ، مجھے جس عمارت میں لایا تھا، وہ بھی بہت خوبصورت تھی۔ اسی عمارت کے ایک پروجیکشن ہال میں مجھے شائیلاک کے بارے میں فلم دکھائی گئی۔ انتخاب، لاجواب تھا۔ شائیلاک کی جسامت اور خدوخال مجھ سے بہت ملتے جلتے تھے۔ گویا معمولی تبدیلیوں کے ساتھ میرا تیسرا اہم شکل موجود تھا، جس پر میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

''حیرت نہ کریں مسٹر کین! بڑی جستجو کے بعد اس شخص کو تلاش کیا گیا ہے۔ اس کے خدوخال، آپ سے ملتے جلتے ہیں اور معمولی میک اپ، آپ کو اس کی شکل میں تبدیل کر سکتا ہے۔'' اینٹ نے جواب دیا۔

اس کے بعد میں، وہ فائل دیکھتا رہا۔ پھر مطمئن ہو کر کہا۔ ''ٹھیک ہے مسٹر فرینک! میرا خیال ہے، میں اس شخص کا رول آسانی سے کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہوگا''

''ظاہر ہے، آپ کو آپ کی ضرورت کے مطابق وقت دیا جائے گا۔''

''یہ فلمیں اور فائلیں میں رکھوں گا۔''

''یہ آپ کی ملکیت ہیں۔'' فرینک نے کہا اور ساری چیزیں میرے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد، میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا۔ پروجیکٹر اور فلمیں میں نے کمرے میں رکھ دیں۔ اور پھر یہ میرا محبوب مشغلہ بن گیا کہ میں، شائیلاک کی فلم دیکھتا رہوں۔

میں نے اُس کے انداز کی نقل کرنے میں بڑی محنت کی اور اپنے طور پر مطمئن ہو گیا۔ اس کے علاوہ میں نے ایک اور کوشش بھی کی تھی۔ سیکرٹ پیلس کی تربیت معمولی نہیں تھی۔ میں نے چند خاص نکات نوٹ کئے تھے اور اُن پر عمل بھی شروع کر دیا۔ اس عمارت کے ایک ملازم کو میں نے ایک کام کے لئے تیار کر لیا۔ لیکن کام کی نوعیت نے ملازم کو حیران کر دیا۔ دیر تک وہ سر کھجاتا رہا، اور پھر تیار ہو گیا۔ لیکن عمل کے وقت اُس کی حالت قابل دید تھی۔

میں نیم برہنہ کھڑا تھا اور ملازم کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ ''مارو......!'' میں نے اُس سے کہا۔

''صاحب...... وہ...... وہ......'' ملازم ڈری ڈری سی آواز میں بولا۔

''مارو......!'' میں دھاڑا اور میں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔

ملازم نے ڈرتے ڈرتے کوڑا، میری پیٹھ پر مارا اور میں نے اُس کے منہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ ''یہ کوڑا مارا ہے تم نے...... اِدھر لاؤ!'' میں نے ہاتھ بڑھایا اور اُس نے چمڑے کا ہنٹر میرے حوالے کر دیا۔ دوسرے لمحے اُس کی دھاڑ، کمرے میں گونج اُٹھی...... میں نے ہنٹر اس کے رسید کر دیا تھا۔

''اس طرح مارا جاتا ہے...... اگر اب تمہارا کوئی ہاتھ، ہلکا پڑا تو میں تمہارے بدن کی کھال اتار دُوں گا۔'' میں نے کہا۔ ملازم کی گھگھی بندھی ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ پوری قوت سے میرے بدن پر کوڑے برسا رہا تھا اور میری پشت کی کھال اُدھڑ رہی تھی۔ کئی کوڑے

کھانے کے بعد، میں نے اُسے روک دیا۔ پھر اُسے لے جا کر ایک کمرے میں بند کر دیا۔

''اگر تم نے چیخنے یا یہاں سے نکلنے کی کوشش کی تو میں تمہاری گردن دبا دُوں گا۔'' میں
نے اُسے وارننگ دی۔

ملازم کی بری حالت تھی۔ اگر چند روز مزید وہ میرے ساتھ رہتا تو شاید اپنا ذہنی توازن
کھو بیٹھتا۔ اُسے کام ہی ایسے کرنے پڑتے تھے۔ اُس کی خدمت میں یہ ڈیوٹی شامل تھی
کوڑے لگانا، سگریٹ سے جگہ جگہ میرا بدن جلانا۔ کئی چھوٹے چھوٹے زخم بھی لگائے
تھے......اور پھر جب اُس کا کام ختم ہوا تو وہ نڈھال تھا۔

اُس شام اینٹ فرینک، چائے پر موجود تھا۔ میں نے اعلان کیا۔ ''میں فرانس جانے
لئے تیار ہوں۔''

''ویری گڈ......تو پھر کب روانگی ہو گی......؟''

''یہ تم پر منحصر ہے۔''

''میری بات نہ کرو! آج رات ہی خصوصی طیارہ تمہیں لے کر فرانس روانہ ہو سکتا ہے۔''

''تو پھر ہم آج ہی چلیں گے۔''

''ویری گڈ......تب مجھے اجازت دو! آخری تیاریاں مکمل کر لوں۔ تھوڑی دیر کے
میک اَپ مین تمہارے پاس آئے گا۔''

''میرا خیال ہے کہ اس کی ضرورت نہیں فرینک!''

''کیوں؟ میرا مطلب ہے، تھوڑی سی تبدیلی تو ضروری ہے۔''

''وہ میں خود کر لوں گا۔''

''اوہ......تو کیا تم میک اَپ کے فن سے واقف ہو......؟''

''پوری طرح......میں نے اپنے جسم پر میک اَپ کیا ہے۔''

''کیا واقعی......؟'' اُس نے سوال کیا اور میں نے اپنی قمیص اُتار دی۔ فرینک مجھے دیکھ
اُچھل پڑا۔ ''میرے خدا......! یہ میک اَپ ہے؟''

''ہاں......کیسا ہے؟''

''بے مثال......لیکن یہ......لیکن یہ......نن......نہیں......یہ میک اَپ نہیں ہے۔''
کے چہرے پر تاسف کے آثار نظر آنے لگے۔

''آؤ! میں تمہیں میک اَپ مین سے ملواؤں۔'' میں نے کہا اور اُسے اُس کمرے

لے گیا جہاں ملازم موجود تھا۔ خوف کا شکار شخص......''یہ میک اَپ اس نے کیا ہے۔'' میں نے
کہا اور ملازم چیخ پڑا۔

''میرا کوئی قصور نہیں ہے......اِنہوں نے مجھے مجبور کیا تھا......مجھے جانے دو......مجھے
آزاد کر دو! میں مر جاؤں گا......''

''فکر مت کرو! تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔'' فرینک نے حالات کو سمجھتے ہوئے اُسے تسلی
دی اور میرے ساتھ باہر آ گیا۔

''کین......یہ کیوں......؟ یہ کیوں مسٹر کین......؟ اوہ! تم نے تو اپنے پورے جسم کو داغدار
کر لیا ہے۔''

''میک اَپ سے کام نہیں چل سکتا تھا فرینک! میرا خیال ہے کہ اس پوزیشن میں کسی شک
شبہے کی گنجائش نہیں رہے گی۔ میں نے چہرے کے میک اَپ کے لئے بھی تمہیں اس لئے منع
کیا ہے کہ میں اپنے چہرے پر بھی چند زخم لگاؤں گا۔ کچھ میرے خدوخال، میری مدد کریں
گے۔ جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔''

اینٹ فرینک کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ وہ بے حد سنجیدہ ہو گیا
تھا۔ پھر اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ ''اور یہ سب کچھ تم نے حکومت امریکہ کے مفاد میں کیا
ہے؟''

''بے شک......کیا یہ بہتر نہیں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''تم نے ہماری پلاننگ کو حقیقی شکل دے دی ہے۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں
گا۔''

''خیر......اب تم چلو فرینک! ہمیں آج رات روانہ ہو جانا چاہئے۔ اور ہاں! اُس ملازم
کو ساتھ لیتے جاؤ۔ لیکن اس کی زبان بند رہنی چاہئے۔''

''ٹھیک ہے......'' اُس نے کہا اور ملازم کو ساتھ لے کر چلا گیا۔

☆

طیارہ، پیرس ایئر پورٹ پر اُتر گیا۔ اینٹ فرینک اور دوسرے لوگ باہر آ گئے۔ ایئر
پورٹ کی عمارت سے باہر آ کر اینٹ فرینک نے مجھ سے آخری ملاقات کی۔ ''بس میرے
دوست! اب میں چلتا ہوں۔ اور ظاہر ہے، اب میں تمہارے قریب نہیں رہ سکوں گا۔''

''مجھے اندازہ ہے فرینک! بہر حال، تم نے میری کافی مدد کی ہے۔ میں اس کے لئے تمہارا

شکر گزار ہوں۔'' میں نے اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم رُخصت ہو گئے۔

اب تک میں نے اپنے طور پر آرام کیا تھا۔ جو کچھ کر رہا تھا، اینٹ فرینک ہی کر رہا تھا۔ لیکن اب میرا کام شروع ہو چکا تھا۔ میرے جسم کے مختلف حصوں میں درد کی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ اور بعض اوقات میں اُن کی وجہ سے پریشان ہو جاتا تھا۔ لیکن ابتدائی طور پر یہ ضروری تھا۔

ایئر پورٹ سے میں نے ٹیکسی لی اور ایک ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ آرام دہ اور خوبصورت ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر میں نے ایک پُرسکون رات گزاری۔ اور دوسری صبح اپنے کام سے نکل پڑا۔

پیشا، ایک سٹور میں سیلز گرل تھی۔ اور میرے پاس اس سٹور کے بارے میں پوری معلومات موجود تھیں۔

دن کو تقریباً پونے بارہ بجے، میں اُس سٹور کے سامنے سے گزرا۔ میں نے پہلی ہی نگاہ میں پیشا کو پہچان لیا تھا۔ اور پھر میں اس طرح سٹور کی طرف بڑھا جیسے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہوں۔

سٹور میں داخل ہو کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس طرح پیشا کی طرف بڑھا جیسے اُس سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

''خاتون! میں کسی کم قیمت......'' اور پھر میں نے پیشا کی طرف دیکھ کر بہت عمدہ اداکاری کی۔ پیشا پہلی نگاہ میں مجھے نہ پہچان سکی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے اُس پر بھی حیرت کا شدید دورہ پڑا اور وہ ساکت ہو گئی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات اسی طرح گزرے۔ پھر پیشا، کی سرسراتی ہوئی آواز اُبھری۔

''آپ کو کیا چاہئے جناب......؟''

''میں کوئی انتہائی کم قیمت لباس چاہتا ہوں مِس پیشا!'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اوہ...... تو یہ میرا شبہ نہیں تھا...... یہ تم ہو شائیلاک؟'' پیشا، کے جسم کی کپکپاہٹ نمایاں تھی۔ وہ فرطِ مسرت و حیرت سے کپکپا رہی تھی۔

''پہچان لیا تم نے مجھے پیشا؟'' میں نے اُداس مسکراہٹ سے کہا۔

''تمہیں نہیں پہچانوں گی شائیلاک! اپنی زندگی کو، اپنی رُوح کو......'' وہ بولی۔ ''تمہارا

قیام کہاں ہے شائی؟''

''البران میں...... رُوم نمبر گیارہ۔''

''اوہ...... وہ نفرت انگیز ہوٹل، جو کسی عربی کا ہے۔'' پیشا، نے کہا۔

''میری حالت بہت خراب ہے پیشا! تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔''

''سب ٹھیک ہو جائے گا ڈارلنگ...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم، یہاں سے اپنے ہوٹل جاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں پہنچ رہی ہوں۔ اس کے بعد باقی گفتگو ہو گی۔''

''ٹھیک ہے پیشا! تمہارا فرانس میں مل جانا، میرے لئے واقعی حیرت انگیز بات ہے۔ اس وقت مجھے کسی سہارے کی شدید ضرورت تھی۔ میری جو حالت ہے پیشا! جب تم ہوٹل آؤ گی، تب ہی معلوم ہو سکے گی۔''

''مجھے اور آزمائش میں مت ڈالو شائیلاک...... بس! میں پہنچ رہی ہوں۔'' پیشا، نے غمگین لہجے میں کہا اور میں پلٹ پڑا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ عقب سے مجھے دیکھ رہی ہو گی۔

تھوڑی دیر بعد میں اپنے ہوٹل میں تھا۔ ہوٹل البران کے بارے میں پیشا، نے جس نفرت کا اظہار کیا تھا، درحقیقت! وہ اتنا نفرت انگیز بھی نہیں تھا۔ صاف ستھرے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ اور اُس کے اخراجات شاید فرانس میں سب سے کم تھے۔ ورنہ پیرس جیسے شہر میں ہوٹلوں کا کرایہ اتنا ہوتا ہے کہ عام آدمی، ان میں قیام کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

میں نے باقاعدہ پروگرام کے تحت ہی اس ہوٹل میں قیام کیا تھا تاکہ میری حیثیت برقرار رہے...... اور اب میں پیشا کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ پھر دروازے پر دستک سنائی دی۔

''آ جاؤ پیشا!'' میں نے پورے وثوق سے کہا۔ ظاہر ہے، پیرس میں میرے پاس اور کون آ سکتا تھا؟ دروازہ کھول کر پیشا اندر آ گئی اور پھر اُس نے بڑے جذباتی انداز میں دروازہ بند کیا تھا...... اس کے بعد دوڑتی ہوئی آئی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اُس کی سسکیاں گونج رہی تھیں اور اُس کا انداز بڑا ہیجان خیز تھا۔ مگر میرے حلق سے کئی بار سی، سی کی آواز نکل گئی۔

پیشا اِس آواز سے بے خبر مجھ سے لپٹی ہوئی مجھے بھینچتی رہی۔ وہ مجھے بری طرح چوم رہی تھی۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ تب میں نے اُس کے دونوں رُخسار اپنے ہاتھوں میں لئے اور اُس کا چہرہ اپنے چہرے سے قریب کر لیا۔ میں بھی اُسے بڑی محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

پیشا کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔ میں نے ہاتھوں سے اُس کے آنسو پونچھے
پہلی بار اُس کی نگاہ میری ہتھیلیوں پر پڑی۔ اُس نے جلدی سے میرے ہاتھ، اپنی آنکھوں
کے سامنے کئے اور اُس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

''یہ...... یہ کیا ہے شاتی...... یہ کیا ہے؟''

''تمہیں معلوم ہے پیشا! کہ میں رُوسیوں کی قید میں تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں...... مجھے معلوم ہے۔''

''تو پھر تم کیا سمجھتی ہو...... کیا رُوسیوں نے مجھے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا ہوگا؟
نہیں پیشا! اُنہوں نے مجھے جاسوس سمجھ کر پکڑا تھا اور ایک جاسوس سے راز اُگلوانے کے لئے
جو کچھ کوششیں کی جا سکتی ہیں، یقیناً اُنہوں نے کی ہوں گی۔ میرا پورا بدن زخموں سے چور ہے
پیشا! میں نے تم سے کہا تھا نا! کہ میری حالت خراب ہے۔'' میں کراہتی ہوئی آواز میں بولا۔

اُس نے مضطربانہ انداز میں میری قمیض کے بٹن کھول دیئے اور پھر میری قمیض کو اُتار کر
دیکھا تو جسم واقعی زخموں سے چور تھا۔ وہ اُنہیں دیکھ کر رونے لگی۔ پھر اُس نے عجیب سے
انداز میں کہا۔'' آہ...... شاتی! تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا...... تم نے پہلے کیوں نہیں
بتایا؟''

''اتنی مختصر سی ملاقات میں تمہیں کیا بتاتا پیشا......؟''

''آہ...... میں کیا کروں؟ کسی ڈاکٹر سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اُس کے ذہن میں
تجسس پیدا ہوگا۔ میں زیرِ زمین ڈیپارٹمنٹ کے کسی ڈاکٹر کو طلب کرتی ہوں۔''

''زیرِ زمین ڈیپارٹمنٹ کے......؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔

''ہاں...... ہمارا یونٹ یہاں کام کر رہا ہے۔'' پیشا، نے بتایا۔

''اوہ...... تو تم اسی سلسلے میں یہاں نظر آ رہی ہو؟''

''ہاں...... تو اور کیا؟ ٹھہرو! میں فون کرتی ہوں۔'' وہ اُٹھنے لگی۔ لیکن میں نے اُس کا بازو
پکڑ لیا۔

''نہیں پیشا! یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اگر تم اتنی ہی مضطرب ہو تو پھر ایسا کرو! کہ بازار جا
کر ایک فرسٹ ایڈ بکس لے آؤ۔ میں تو اب ان زخموں کا عادی ہو گیا ہوں۔ تمہیں کیا معلوم
میری پشت پر کتنے زخم خشک ہوئے ہیں؟ اور ان خشک زخموں پر کتنے نئے زخم لگائے گئے ہیں؟ اب
مناسب یہی ہے کہ تم خود ہی ان زخموں کا علاج کرو۔ کسی ڈاکٹر کو بلانا خطرناک ہو سکتا ہے۔

ظاہر طور سے اس صورت میں جب کہ تمہارا یونٹ یہاں کام کر رہا ہے۔''

''آہ...... کاش! تم اسی وقت مجھے کوئی اشارہ کر دیتے۔ میں وہیں سے کوئی بندوبست کر
کے آتی۔ دیکھو! اس بنڈل میں تمہارے لئے کچھ کپڑے ہیں۔ میں نے تمہارے لباس سے
اندازہ کیا تھا کہ تمہیں ان کی ضرورت ہے۔ لیکن باقی باتیں، بعد میں ہوں گی۔ پہلے میں
تھوڑی دیر کے لئے تم سے اجازت چاہوں گی۔ تاکہ میں تمہارے ان زخموں کے لئے کوئی
بندوبست کر لوں، جو مجھے اپنے سینے پر لگے ہوئے معلوم ہو رہے ہیں۔'' پیشا، نے کہا۔

ظاہر ہے، میں اس محبت بھری لڑکی کو کیسے روک سکتا تھا؟ چنانچہ وہ باہر چلی گئی۔ اب تک
میں نے جو اداکاری کی تھی، اُس سے مطمئن تھا۔ اور محسوس کر رہا تھا کہ آئندہ اس اداکاری کو
کچھ اور جاندار بنا دوں گا تو یقیناً اس سلسلے میں بھی مجھے کامیابی نصیب ہوگی۔

تھوڑی دیر کے بعد پیشا واپس آ گئی۔ دروازہ بند کر کے اُس نے میرا پورا لباس اُتروا
دیا۔ وہ مجھ سے جس قدر بے تکلف تھی، اس کے بارے میں تو مجھے معلومات پہلے سے تھیں۔
بہرصورت! اُس نے میرے زخموں پر دوائیں لگائیں، چند ٹیپ میرے چہرے پر بھی
چپکائے۔ ان تمام زخموں کی ڈریسنگ سے فارغ ہو کر اُس نے بلیک کافی منگوائی۔ ایک پیالی
بنا کر مجھے پیش کی اور دوسری خود لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

''ہاں شائیلاک...... میری جان! اب مجھے بتاؤ، تم رُوسیوں کی قید سے کس طرح آزاد
ہوئے؟'' اُس نے پوچھا۔

''رُوسی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جرمنی کے اندرونی حالات کیا ہیں؟ لیکن میں نے خود کو
جرمن تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ جرمن زبان سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کرتے ہوئے
میں نے اُنہیں بتایا کہ میں ڈنمارک کا باشندہ ہوں۔ جرمنی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بس!
وہ بیوقوف اسی سلسلے میں کوشش کرتے رہے اور میرے جسم کو مختلف طریقوں سے داغدار بناتے
رہے۔ پھر مجھے ایک موقع مل گیا اور شدید جدوجہد کے بعد رُوس کی سرحدیں پار کرنے میں
کامیاب ہو گیا۔ میں نے یہ جدوجہد زندگی کی بازی لگا کر کی تھی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر
مزید چند روز میں رُوسیوں کے ہاتھوں میں رہا تو وہ لوگ مجھے قتل ہی کر دیں گے۔ میں نے
زندگی اور موت کی بازی لگائی تھی پیشا! اور بالآخر زندگی جیت گئی۔''

''آہ...... شائیلاک! تمہارے پیچھے، میری جو ذہنی حالت تھی، اُسے میں بیان نہیں کر
سکتی۔ بس! یوں سمجھو، کہ زندہ تھی لیکن مُردوں کی مانند۔ اپنے وطن کے لئے کام کرنے کی لگن

نہ ہوتی تو شاید میں خودکشی ہی کر لیتی۔ کافی عرصے سے فرانس میں ہوں اور یہاں زیرِ زمین ڈیپارٹمنٹ کی ایک اہم رُکن ہوں۔ ہم لوگ یہاں سے بہت ساری معلومات حاصل کر کے جرمنی روانہ کر چکے ہیں۔ اور ابھی چند روز پہلے ہی اطلاع ملی ہے کہ مجھے واپس جرمنی بلایا رہا ہے۔ لیکن شائیلاک! میرا خیال ہے، بلکہ مجھے یقین ہے کہ ابھی ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو تمہاری رہائی کی خبر نہیں ملی ہوگی۔ ورنہ اس سلسلے میں کوئی بات ضرور ہوتی۔''

''ہاں...... ظاہر ہے پیشا! ابھی تو اطلاع ملنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے بہت ہی عجیب خبریں سنی ہیں۔ مختلف ممالک کا خیال ہے کہ جرمنی نے اپنی سرحدوں پر آہنی پردے ڈال رکھے ہیں۔ اُن کے پیچھے کوئی خاص کام ہو رہا ہے؟''

''ہاں...... ظاہر ہے۔ دوسرے ممالک بھی تو اتنے احمق نہیں ہیں کہ بالکل ہی لاعلم ہوں گے۔ لیکن وہ خاص کام کیا ہے؟ اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا۔ اور ابھی تک میں نے اس کے بارے میں کوئی افواہ بھی نہیں سنی ہے۔ بہرصورت! تم آ گئے ہو۔ میں یہاں سے واپسی پر سب سے پہلے انڈر گراؤنڈ ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کر کے تمہاری آمد کی اطلاع دُوں گی۔ تاکہ وہ تمہارے لئے ہدایات وصول کر لے۔''

''میری خوش قسمتی ہے پیشا! کہ میری عزیز ترین محبوبہ مجھے اس طرح مل گئی۔ اگر تم نہ ملتیں تو بلاشبہ! مجھے بے شمار پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا۔ نہ تو میرے پاس کرنسی تھی اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ کہ میں اپنے آپ کو کسی مخصوص راستے پر لے جاتا۔ اب میں تھکن محسوس کر رہا ہوں پیشا! شدید تھکن......''

''میں تمہارا سہارا ہوں ڈیئر! فکر کیوں کرتے ہو؟'' پیشا، نے بھرپور لہجے میں کہا۔ ''اگر تم پسند کرو تو میں فوری طور پر تمہارے لئے کسی اچھے ہوٹل کا بندوبست کر دوں؟ یہ چند لباس بھی موجود ہیں۔ لیکن اگر تم تھوڑا سا وقت یہاں گزار لو تو میں انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز کو تمہارے لئے سب سے پہلے روانگی کا بندوبست کرنے کے لئے کہہ دُوں؟''

''جیسا تم مناسب سمجھو! میرا خیال ہے کہ فی الحال! مجھے یہیں رہنے دو۔''

''چند گھنٹوں کی بات ہے ڈیئر! میرا خیال ہے، میں شام تک یہ بندوبست کر لوں گی۔''

''ٹھیک ہے...... تم لنچ کرنے کے بعد یہاں سے چلی جانا۔''

''یقیناً...... آہ! ایک طویل عرصے کے بعد تمہارے ساتھ لنچ کروں گی۔ جانتے ہو؟ ہم لوگ ایک دوسرے کے بغیر کھانا بھی نہیں کھاتے تھے؟''

''ہاں......!'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''اور وہ وقت پھر لوٹ آیا ہے۔ میں ان خوفناک لوگوں کے درمیان یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دوبارہ مجھے تمہارا قرب حاصل ہو جائے گا۔''

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور پیشا، میرے بازوؤں میں سما گئی۔ وہ کافی دیر تک میرے سینے پر اپنے رُخسار رگڑتی رہی۔ گویا وہ پوری طرح مطمئن ہو گئی تھی۔ اور اس کا یہ اطمینان میرے لئے بھی بہتر تھا۔ پھر ہم دونوں نے دوپہر کا کھانا کھایا اور اس کے بعد پیشا نے مجھ سے اجازت چاہی۔

''ارے ہاں...... اُس سٹور میں تم کس حیثیت سے ملازم ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''سیلز گرل ہوں۔'' پیشا، نے جواب دیا۔

''کیا وہ سٹور بھی......؟''

''نہیں...... وہ خالصتاً مقامی لوگوں کا ہے۔''

''ٹھیک ہے...... ویسے یہاں انڈر گراؤنڈ ڈیپارٹمنٹ بہتر طور پر کام کر رہا ہے...... میرا مطلب ہے کسی اُلجھن یا پریشانی کا شکار تو نہیں ہے؟''

''نہیں...... فرانس میں یہ ڈیپارٹمنٹ بہت مضبوط ہے۔ بلکہ یوں سمجھو! کہ گسٹاپو کا یہ ڈیپارٹمنٹ، جرمنی کے لئے بہترین اطلاعات فراہم کر رہا ہے اور ہم نے فرانس کے ایک ایک چپے پر نشان لگا دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جب ہماری فوجیں فرانس کی جانب بڑھیں گی تو ہمیں زیادہ دقتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔''

''بہت خوب...... اچھا! پھر ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔'' میں نے کہا اور پیشا میرے کئی بوسے لے کر چلی گئی۔

شام کو تقریباً پانچ بجے پیشا، تین افراد کے ساتھ آئی۔ ''چلو شائیلاک! ساری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ مسٹر ہیگ نیچے ہوٹل کا بل ادا کر دیں گے۔ تم ہمارے ساتھ آؤ!''

پیشا، نے اُن لوگوں سے میرا کوئی تعارف نہیں کرایا تھا۔ غالباً وہ اُنہیں میرے بارے میں تفصیل بتا چکی تھی اور وہ لوگ یقینی طور پر شائیلاک سے ناواقف نہیں تھے۔ چنانچہ ایک لمبی کار ہمیں لے کر چل پڑی۔ کار کی منزل ایک انتہائی خوبصورت اور کشادہ عمارت تھی۔

اس عمارت میں جس طرح میری پذیرائی کی گئی، اس سے مجھے شائیلاک کی حیثیت کا اندازہ ہوا تھا۔ دس بارہ افراد میری تیمارداری میں لگ گئے تھے۔ فوری طور پر ایک ڈاکٹر آیا

اور اُس نے پوری طرح میرے زخموں کا معائنہ کیا اور پھر ان زخموں کا علاج شروع کر دیا
اور مجھے مکمل آرام کا مشورہ دیا گیا۔

"مجھے آرام کی قطعی ضرورت نہیں ڈاکٹر!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یقین کرو!
پوری طرح تندرست ہوں۔ یہ زخم اتنے معمولی ہیں کہ مجھے ان کا احساس بھی نہیں ہے۔
تو ایک طرح سے ان زخموں کا عادی ہو چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

ڈاکٹر تاثر بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "تو
ہے مسٹر شائیلاک! رُوسیوں نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا ہے، اس کا پورا پورا انتقام لیا جا
گا۔"

"اوہ، شکریہ میرے دوست! بہرصورت، میں تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔ یوں
اب مجھے کوئی خاص کام نہیں ہے۔ میں اپنوں میں ہوں۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد تمام لوگ وہاں سے چلے گئے۔ صرف پیشا میرے پاس رہی تھی۔ وہ
تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ میں ان سارے معاملات کے بارے میں اس قدر سن
چکا تھا کہ مجھے کوئی دُشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ اتنے سکون سے میں پیشا، سے اپنے وطن
بات چیت کر رہا تھا جیسے میں اپنے بچپن سے اب تک کا حصہ جرمنی ہی میں گزارتا آیا ہوں
پھر پیشا، سے کچھ اہم گفتگو بھی ہوئی جو ہٹلر کے منصوبے سے متعلق تھی۔

میں نے ان پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور کافی دیر تک پیشا مجھے اس بارے
تفصیلات بتاتی رہی۔ رات کو بھی وہ میرے ساتھ ہی رہی۔ البتہ صبح ناشتے کے بعد اُس
مسکراتے ہوئے کہا۔ "شائیلاک ڈارلنگ! مجھے اب اپنی ڈیوٹی پر جانا ہے۔ گو، جتنی تنخواہ
اُس سٹور سے ملتی ہے، اتنی میں یہاں کے بھکاریوں کو دے دیتی ہوں۔ اس کے باوجود
ملازمت میرے لئے بے حد قیمتی ہے۔ کیا تم مجھے شام پانچ بجے تک اجازت دے سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں پیشا! ظاہر ہے، تمہاری یہ ذمہ داری بھی اہم ہے۔"

"حالانکہ تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن زندہ رہنے
لئے بھی بہت سی باتیں ضروری ہیں۔ ویسے انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز یہاں کام کر رہا ہے
اور ہم دونوں برلن پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس وقت کا انتظار کروں گا۔ اور ہاں! کیا میرے بارے
اطلاعات، جرمنی بھجوا دی گئی ہیں؟"

"میں نے انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز کے سربراہ کو تفصیلات مہیا کر دی ہیں۔ میرا خیال ہے
تم اتنی معمولی شخصیت نہیں ہو کہ تمہاری آمد کے سلسلے میں کسی لاپرواہی کا ثبوت دیا
ئے۔" پیشا، نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی۔

شام پانچ بجے تک کا وقت میں نے تنہا گزارا۔ البتہ اس دوران میری ضروریات کا پورا
را خیال رکھا گیا۔ اس دوران ڈاکٹر بھی مجھے چیک کر کے جا چکا تھا اور اُس نے میری حالت
تسلی بخش قرار دیا تھا۔ میرے خدوخال پر اُن لوگوں کو حیرت نہیں ہوئی تھی اور اس کی وجہ وہ
تم تھے جن پر شبہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس طرح میں اپنے کام کا بہترین آغاز
کر چکا تھا۔

جزیرے پر قیام کے بعد امریکی حکومت کی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے میں نے اپنے
پہلے کام کا آغاز کیا تھا اور اس میں مکمل طور پر مجھے کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ گو، ابھی کچھ
مراحل باقی تھے۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ میں ان مراحل سے بھی کامیابی سے گزر جاؤں گا۔

پانچ بجے پیشا واپس آ گئی۔ اور پھر وہی تفریحات شروع ہو گئیں۔ اس طرح پیرس میں
مجھے پانچ روز گزارنے پڑے۔ ان پانچ روز میں میری حالت کافی بہتر ہو گئی تھی۔ زخم بھی
کافی حد تک ٹھیک ہو گئے تھے۔ چھٹی رات کو اچانک پیشا کو ایک پیغام ملا اور وہ مسکراتی ہوئی
میرے پاس پہنچ گئی۔

"مبارک ہو شائیلاک! ہم وطن چل رہے ہیں۔ تمہیں فوری طور پر طلب کیا گیا ہے۔"
اُس نے کہا اور میں نے اپنے جسم میں ہلکی سی سنسنی محسوس کی۔ بہرحال! پیشا سے میں نے
مسرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد پیشا، نے مجھ سے اجازت مانگی۔

"میرا خیال ہے ہمیں آج رات ہی کسی وقت روانہ ہونا پڑے گا۔ اس لئے میں ضروری
انتظامات کر لوں۔"

"ٹھیک ہے پیشا!" میں نے جواب دیا۔ پیشا چلی گئی اور میرے جسم میں پھر وہی کیفیتیں
اُبھر آئیں۔ میں جرمنی کے آہنی پردے کے پیچھے جا رہا تھا۔ جس کا علم پوری دنیا میں کسی کو
نہیں تھا کہ اس پردے کے پیچھے کیا ہو رہا ہے؟ اور مجھے اس پردے کے پیچھے کی باتیں
حکومت امریکہ کو پہنچانا تھیں۔

پیشا کے ساتھ میرا سفر بڑا پراسرار اور عجیب وغریب تھا۔ سب سے پہلے ہمیں ایک جہاز
سے سفر کرنا پڑا تھا۔ جہاز خصوصی قسم کا تھا اور اس میں صرف سولہ افراد سفر کر رہے تھے جو

دورانِ سفر ایک دوسرے سے قطعی لاتعلق رہے۔ جس ایئر پورٹ پر ہمیں اُتارا گیا، اس
بارے میں بھی میری معلومات محدود رہیں۔ وہاں سے ایک فوجی ٹرک ہمیں لے کر چلا
اور اس فوجی ٹرک کا سفر انتہائی تکلیف دہ تھا۔ وہ ان علاقوں میں سفر کر رہا تھا جو سفر کے قابل
نہیں تھے۔ پھر ایک مخصوص جگہ ہمیں ایک ہیلی کاپٹر ملا۔ اُس ہیلی کاپٹر میں صرف میں اور
پیشا، ہی تھے۔ اور تیسرا فرد ہیلی کاپٹر کا ہوا باز تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر ایک خوبصورت علاقے میں
ایک عمارت کے صحن میں اُترا اور پیشا، نے مجھے بتایا کہ ہم برلن میں داخل ہو چکے ہیں۔
ہمارے ہی وطن کی ایک عمارت ہے۔'' پیشا نے کہا۔ عمارت کے صدر دروازے پر
فوجیوں نے میرا استقبال کیا۔ مجھے انتہائی پُر تپاک انداز میں خوش آمدید کہا گیا۔ ان میں
ہر شخص نے مجھے گلے لگایا اور مجھے میری سلامتی کی مبارکباد دی۔

ابتدائی ایک ہفتہ میں نے ایک اعلیٰ ہسپتال میں گزارا۔ اس عمارت سے مجھے ہسپتال
جایا گیا تھا۔ میرے نگران چند فوجی ڈاکٹر تھے اور میرا دوست کرنل کاربٹ عموماً میرے پاس
رہتا تھا۔ کاربت میرا جگری دوست تھا...... خوش مزاج اور اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک...... اُس کا
تعلق بھی گسٹاپو ہی سے تھا۔ مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں، ان میں گسٹاپو کے بارے
میں زیادہ تفصیلات نہیں تھیں۔ لیکن کرنل کاربٹ سے گفتگو کے دوران میں نے اپنی ذہانت
استعمال زیادہ کیا تھا اور باتوں ہی باتوں میں اُس سے گسٹاپو کے متعلق اتنی معلومات حاصل
کر لی تھیں کہ مجھے مزید معلومات کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ دورانِ گفتگو میں نے کرنل
کاربٹ سے موجودہ حالت کے متعلق کافی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ جن کی تفصیلات
یوں تھیں کہ ہٹلر اپنی تمام جنگی تیاریاں مکمل کر چکا تھا اور زیادہ سے زیادہ ستمبر تک وہ جنگ کا
آغاز کر دینا چاہتا تھا...... یہ اگست کا مہینہ تھا اور ستمبر شروع ہونے میں صرف دس یا گیارہ دن
باقی تھے۔ گویا جو کچھ بھی کرنا تھا، جلد از جلد کرنا تھا۔ ورنہ اس کے بعد میری سرگرمیوں کا کوئی
مقصد نہ ہوتا۔ چنانچہ ابتدائی کوشش کے طور پر میں نے چشم دید باتوں کی تفصیل میں جانے کے
بجائے یہی بہتر سمجھا کہ کاربٹ سے حاصل کردہ معلومات فوری طور پر اپنے دوستوں کے
حوالے کر دوں۔ لیکن اس کے لئے بھی انتظامات کی ضرورت تھی۔ میرے زخم ٹھیک ہو چکے
تھے اور کسی کو یہ شبہ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ یہ زخم، خود ساختہ ہیں۔ گویا آہنی پردے کے
پیچھے آنے کے بعد سے ابھی تک مجھے کسی دُشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

☆......☆......☆

ساتویں روز میں نے اپنے دوست کاربٹ سے کہا کہ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ لہٰذا
میری رہائش گاہ پر جانے دیا جائے۔ تب کاربٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ وقت انتہائی قیمتی ہے۔ میں اپنی مصروفیات میں
سے جو وقت نکال کر تمہارے پاس آتا ہوں، یوں سمجھو! کہ اس وقت بھی مجھے بے شمار کام
کرنے ہیں۔ لیکن میرے دوست! تمہاری رفاقت مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں تمہارے پاس پہنچ
جاؤں، باقی کام بعد میں دیکھوں۔'' کرنل کاربٹ نے کہا۔
''یہ تو ٹھیک کہہ رہے ہو کاربٹ! لیکن اس وقت ہمیں مصروف ہونا چاہئے۔ ورنہ ہمارے
منصوبے کسی طور نامکمل بھی رہ سکتے ہیں۔ اگر انفرادی طور پر ہر شخص ہٹلر کے منصوبوں میں
اپنے آپ کو ایک اہم کارکن نہ سمجھے تو میرا خیال ہے یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔''
''حیرت کی بات ہے ڈیئر شائیلاک! یہی الفاظ ہٹلر کے ہیں۔ حالانکہ یہ تمہارے کانوں
تک نہ پہنچے ہوں گے۔''
''میں سمجھتا ہوں کہ جو بات ہٹلر کے ذہن میں ہو، وہ بات اُس کے ہر فوجی کے ذہن میں
آ جانی چاہئے۔''
''یقیناً...... یقیناً!'' کاربٹ مسکرایا۔ ''تو اب تم کیا چاہتے ہو؟''
''میں چاہتا ہوں کہ مجھے اب ایک صحت مند انسان قرار دیا جائے۔ تاکہ میں اپنی
کارروائیاں شروع کر سکوں۔ اگر میں کسی قسم کی کمزوری محسوس کرتا تو شاید یہ بات کبھی نہیں
کہتا۔''
''بہت مناسب......!'' کاربٹ نے کہا۔ پھر چند ساعت کے بعد اُٹھتا ہوا بولا۔ ''ٹھیک
ہے، میں تمہارے لئے یہ ساری سفارشات کئے دیتا ہوں۔'' کاربٹ چلا گیا اور میں گہری
سوچ میں ڈوب گیا۔ مجھے جتنی تیزی سے اپنی کارروائیاں کرنی تھیں، اس کا مجھے پورا پورا
احساس تھا اور میں اس کے لئے پروگرام ترتیب دے رہا تھا۔ ویسے میری جو حیثیت تھی، اس

کے مطابق مجھے یہ سب کچھ کرنے میں دقت نہ ہوتی۔ کیونکہ میں ان لوگوں کو اپنی ذات سے ہمیشہ مطمئن رکھتا۔ بلکہ بہتر تو یہی تھا کہ دورانِ جنگ بھی میں امریکی حکومت کے لئے کارآمد مہرہ بنا رہتا اور اُسے ہٹلر کے جنگی منصوبوں سے آگاہ کرتا رہتا۔ اور میں اسی پر کاربند رہنا چاہتا تھا۔

اُسی روز شام کو پیشا مسکراتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی۔ اُس نے مجھے صحت کی مبارک دی تھی۔

"شکریہ پیشا! لیکن اب میں اس ہسپتال سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے، ڈاکٹر نے تمہیں ابھی تک چھٹی نہیں دی۔" پیشا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"بڑا معصومانہ سوال ہے۔ اگر چھٹی مل جاتی تو ظاہر ہے میں یہاں نہ ہوتا۔"

"نہیں، نہیں...... میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ بلکہ مجھے ہدایت ملی ہے کہ ہسپتال سے تمہارے ساتھ گھر پہنچوں اور وہاں تمہاری مدد کروں۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میرا تم سے رابطہ ہے۔" پیشا، نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو یہ بات ہے...... اس لئے آئی ہو تم؟"

"ہاں......" پیشا نے کہا۔ اور اسی وقت ڈاکٹروں کا ایک یونٹ میرے پاس پہنچ گیا۔ آخری معائنہ کیا گیا اور پھر ڈاکٹر نے میرا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو مبارک دیتا ہوں مسٹر شائیلاک! اب آپ بالکل تندرست ہیں۔ اور اپنے کام کا آغاز کر سکتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر!" میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ اور پھر ڈاکٹروں سے مصافحہ کر کے پیشا، کے ساتھ باہر آ گیا۔

پیشا، کی خوبصورت کار مجھے لے کر چل پڑی اور میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ خوبصورت رہائش گاہ میری اپنی تھی۔ جہاں میرے ملازمین اس کی نگرانی کرتے تھے۔ بات تو مجھے پہلے ہی معلوم تھی کہ میں ایک تنہا انسان ہوں اور میرے ساتھ کوئی بھی منسلک ہے۔ یہ ساری چیزیں میرے مفاد میں تھیں۔ اس سے کم از کم مجھے یہ آسانی ہو گئی تھی کہ سے لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو پوز کرنے سے بچ گیا۔ پیشا البتہ میرے ساتھ تھی میری گھر واپسی پر بڑی جذباتی نظر آ رہی تھی۔

"اوہ، ڈارلنگ شائیلاک! کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ دوبارہ تم سے اسی جگہ ملاقات

یقین کرو! کہ اگر مجھے وطن سے محبت نہ ہوتی تو تمہاری جدائی مجھے خودکشی پر مجبور کر دیتی۔"

"میں جانتا ہوں پیشا! لیکن ہمارا مشن، ہماری محبت سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہٹلر نے جو منصوبے بنائے ہیں، اُن میں ہمیں شامل رکھا ہے۔ اور جرمن قوم کو ساری دنیا پر فوقیت حاصل ہے۔ ہم اپنا مقام حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں...... اور ہمیں اس کے لئے ایک طویل جدوجہد کرنا پڑے گی۔ تم غور کرو! جس وقت جرمن قوم پوری دنیا پر حکمران ہو گی...... نازی ازم کا پرچار ہو رہا ہو گا۔ اُس وقت اگر ہم زندہ نہ بھی ہوں گے تو ہمارا نام زندہ ہو گا۔ اور آئندہ نسلیں ہمیں برتری ولانے پر مبارکباد پیش کریں گی۔"

پیشا کی آنکھیں فرطِ جذبات سے بھیگ گئیں۔ اُس نے کہا۔ "بے شک ہمیں اپنی محبت اُس وقت تک ترک کرنا ہو گی جب تک ہم اپنا مشن نہ پورا کر لیں۔ تو اب تمہارا کیا اِرادہ ہے شائیلاک؟"

"بس، پیشا! میں نہیں جانتا کہ میرے سپرد کیا خدمت کی جائے گی؟ میں صرف انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ پیشا میرے ساتھ ہی رہی۔ پھر وہ دوسرے دن چلی گئی۔ تقریباً دس بجے مجھے گستاپو ہیڈ کوارٹرز سے بلاوا آ گیا

گستاپو کے سربراہ نے مجھ سے ملاقات کر کے مجھے میری صحت اور تندرستی پر مبارکباد دی اور کہا کہ وہ شدید ترین مصروفیات کے باعث مجھ سے ملنے نہ آ سکا۔ پھر اُس نے مجھ سے سوال کیا کہ آیا اب میں اپنے فرائض انجام دینے کے لئے تیار ہوں؟ میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ میں ایک اعلیٰ پائے کا مکینک بھی ہوں اور باریک سے باریک مشینری میں نمایاں تبدیلی پیدا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ اس فریکوئنسی پر میں نے ایک ایسی اَبرق کی پلیٹ چڑھائی جس کے تحت اس کا رابطہ مقامی فریکوئنسیز سے منقطع ہو جاتا تھا۔ یہ پلیٹ بوقت ضرورت نکالی بھی جا سکتی تھی۔ سلسلہ منقطع کرنے کے بعد اب میں اس کارروائی پر عمل کر سکتا تھا جو امریکی حکومت نے میرے سپرد کی تھی۔

چنانچہ ایک شام دھڑکتے دل کے ساتھ میں نے عمارت کے کشادہ اور کھلے حصے میں بیٹھ کر اپنی فریکوئنسیز کو ٹیسٹ کیا۔ امریکی حکام کی جانب سے میرے لئے تین برانچ ہیڈ کوارٹرز بنائے گئے تھے جن میں سے ایک ہالینڈ میں تھا، دوسرا بیلجیئم میں اور تیسرا فرانس میں۔ یہ تین ہیڈ کوارٹرز بنانے کے بعد مجھے اُن کے نمبروں کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی

اور کہا گیا تھا کہ یکے بعد دیگرے ان سب سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔ جس
رابطہ قائم ہو جائے، وہاں میں اپنا پہلا میسج دے دُوں۔

ہالینڈ فریکوئنسی کو پکڑنے میں میرا یہ ٹرانسمیٹر کامیاب نہیں ہو سکا۔ دوسری کوشش میں
فرانس کے لئے کی تھی...... اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے جواب مل گیا۔ تمام کوڈ ورڈز
تبادلے کے بعد میں نے اُن کے سامنے اپنا نام پیش کر دیا۔

''میں شائیلاک بول رہا ہوں......!'' میں نے کہا اور دوسری طرف تھوڑی دیر کے
سناٹا چھا گیا۔

''براہِ کرم! اپنے کوڈز پھر دُہرایئے!'' دوسری طرف شاید اس بات پر یقین نہیں کیا گیا
کہ میں اتنی آسانی سے اُن لوگوں سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میں
اس بات پر کسی برہمی کا اظہار کئے بغیر اپنے کوڈ ورڈز دُہرا دیئے جس پر مجھے میری کامیابی
مبارکباد پیش کی گئی۔ دوسری طرف بولنے والا شخص مسٹر ڈیکر تھا۔ مسٹر ڈیکر نے مجھ سے میری
خیریت پوچھی اور سوال کیا کہ میں کسی اُلجھن کا شکار تو نہیں ہوا؟

''شکریہ مسٹر ڈیکر! میری حکومت کو میرے اس پیغام سے آگاہ کر دیں کہ میں نے ا
تک اپنے تمام معاملات نمایاں کامیابی سے انجام دیئے ہیں۔

''میں مسٹر فرینک کو اطلاع دے دُوں گا۔ وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔''

''ٹھیک ہے...... تو اب آپ مقامی حالات نوٹ کر لیجئے۔ ممکن ہے، مجھے دوبارہ
موقع نہ ملے۔''

''ہمارا پورا محکمہ تیار ہے۔'' دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور میں نے جرمنی
اندرونی حالات، جو ساری دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ تھے، لکھوانا شروع کر دیئے۔ میں
انتہائی برق رفتاری سے مختصر ترین لفظوں کا سہارا لیتے ہوئے اُن لوگوں کو یہاں کی
کارروائیوں سے آگاہ کر دیا۔

تب مجھ سے گفتگو کرنے والے نے انتہائی سنسنی خیز لہجے میں پوچھا۔ ''کیا آپ کو یقین
ہے مسٹر شائیلاک! کہ آپ کی اطلاعات بالکل درست ہیں؟''

''براہِ کرم! آپ اس قسم کے سوالات کر کے میرا وقت ضائع نہ کریں۔ میں آپ کو
اطلاعات فراہم کر رہا ہوں، اُن میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں ہے۔''

''اوہ...... سوری! ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ......؟''

''بس! مزید ضرورت ہوئی تو دوبارہ آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔''

''میں ایک بار پھر اس کامیابی پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مسٹر شائیلاک! دوبارہ
جب آپ ہم سے رابطہ قائم کریں گے تو ممکن ہے، مسٹر فرینک سے آپ کی ملاقات ہو
جائے۔ اس کے لئے کسی وقت کا تعین کر لیجئے۔''

''نہیں...... میں دوبارہ رابطے کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں کر سکتا۔ مجھے کام کرنے دیا
جائے۔ اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں خود ہی آپ سے رابطہ قائم کر لوں گا۔ رہی بات
مسٹر اینٹ فرینک کی، تو ضروری نہیں ہے کہ اُن سے ملاقات ہو۔ البتہ اُنہیں میرا سلام ضرور
پہنچا دیا جائے۔''

''بہت بہتر......! ویسے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اندازاً آپ کب تک دوبارہ رابطہ قائم
کریں گے؟ وقت کا تعین نہ سہی، لیکن......''

''سوری مسٹر! میں یہ بھی نہیں بتا سکتا۔'' میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ میں اس پہلی
کامیاب کوشش پر بہت خوش تھا اور بڑا سکون محسوس کر رہا تھا۔

پھر میری سرگرمیاں شدید سے شدید تر ہوتی گئیں۔ میں باریک بینی سے تمام معلومات
حاصل کر رہا تھا اور امریکہ پہنچا رہا تھا۔

جرمنی میں میری کارکردگی کی قدر کی جا رہی تھی۔ مجھے ایک ذمہ دار شخص کی حیثیت سے
جنگی کارروائیوں سے آگاہ رکھا جاتا تھا اور اس بات کا تعین کر لیا گیا تھا کہ دورانِ جنگ
گسٹاپو کو کون سے اہم کام انجام دینے ہیں؟

بالآخر میری فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق ستمبر 1939ء کو ہٹلر نے حملے کا آغاز کر
دیا...... اور وہ خوفناک جدوجہد شروع ہو گئی جو چھ سال تک جاری رہی تھی......

ہٹلر کی ابتدائی جنگی کارروائیاں جس انداز میں شروع ہوئی تھیں، اُسے دیکھتے ہوئے اس
بات کا پورا پورا امکان پیدا ہو گیا تھا کہ اس کے یہ خوفناک منصوبے اتحادی دنیا کے لئے
انتہائی تباہ کن ثابت ہوں گے۔

اُس نے بیک وقت کئی ممالک پر حملہ کیا تھا جس میں بہت سے ممالک شامل تھے۔ اُس
کے انوکھے ہتھیار اور طریقہ جنگ سے بیلجیئم، ہالینڈ، فرانس، ناروے اور سویڈن جیسی
حکومتوں کو شدید ترین نقصان پہنچ چکا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہٹلر اپنی جنگی کوششوں
میں شدید تر کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے اُس کی طوفانی فوجوں کے سامنے یہ

حکومتیں ذرا بھی نہ جم سکی ہوں۔ ہٹلر نے اُن کے شہروں اور فوجوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔

ابھی تک حکومت امریکہ نے اِس جنگ سے خود کو لاتعلق رکھا تھا۔ لیکن صحیح معنوں میں میرا تعلق تو حکومت امریکہ ہی سے تھا۔

پھر ایک شام مجھے گستاپو ہیڈکوارٹرز میں طلب کر لیا گیا۔ میرا عہدہ کرنل کا تھا۔ ہیڈکوارٹرز میں میری ملاقات جنرل لائی بوس سے ہوئی۔ جنرل لائی بوس نے پُر تپاک انداز میں میرا استقبال کیا۔ اُس نے کہا۔ ''مسٹر شائیلاک! میں ایک اہم منصوبہ بنا چکا ہوں۔ اس کے لئے مجھے گستاپو کا ایک یونٹ درکار ہے۔''

''میرے لئے کیا خدمت ہے جناب؟''

''وہ یونٹ، جو میں نے ترتیب دیا ہے، وہ بارہ افراد پر مشتمل ہے اور کرنل! میں نے تمہیں اِس کا سربراہ بنایا ہے۔''

''میں، آپ کا شکرگزار ہوں جناب!''

''آپ کے یونٹ کی کارکردگی، ہمارے پیش نظر ہے۔ چنانچہ میں ابتدائی طور پر آپ کو فرانس بھیجنا چاہتا ہوں۔ فرانس کے ایک مخصوص علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد ہم لندن کی جانب پیش قدمی کر سکتے ہیں جو ہمارے منصوبوں میں ایک اہم منصوبہ ہے۔''

''جی...... میں تیار ہوں۔''

''آپ اس یونٹ کے ساتھ فرانس روانہ ہو جائیے۔ راستہ کھول دیا جائے گا...... اور آپ کو روانگی میں دِقت نہیں ہوگی۔ البتہ اس کے بعد آپ کو فرانس کے اُن علاقوں میں جانا پڑے گا جو مضبوط ترین فوجی مرکز ہوں گے۔ وہاں سے آپ ہمیں فرانس کی فوجی قوت کے بارے میں تفصیلات مہیا کریں گے تا کہ ہم، اُن پر کاری ضرب لگا سکیں۔''

''بہت بہتر جنرل!'' میں نے جواب دیا۔

پھر مجھے اس سلسلے میں طریقہ کار بتایا جانے لگا۔ بڑی دلچسپ صورتحال تھی۔ میں امریکہ کے لئے جاسوسی کر رہا تھا اور اب مجھے جرمنی کی طرف سے فرانس کے خلاف جاسوسی کے لئے بھیجا جا رہا تھا۔

اس سلسلے میں بھی مجھے کوئی نہ کوئی کارکردگی تو دِکھانا ہی تھی۔ ورنہ میں اپنی حیثیت برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ ابھی تک تو حالات میرے موافق تھے اور کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔

بہرحال! میں نے اپنی آمادگی کا پورا پورا اظہار کر دیا تھا۔ جنرل لائی بوس مجھے اس بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ اس کے بعد بارہ افراد کے یونٹ کے ساتھ میں نے برلن چھوڑ دیا۔

ایک خصوصی ٹرانسپورٹ طیارہ ہمیں لے کر مقبوضہ علاقے کی جانب روانہ ہو گیا، جہاں کئی جرمن فوجیں پہنچی تھیں۔ محاذِ جنگ سے تھوڑے فاصلے پر ایک عارضی رن وے پر ہمیں اتار دیا گیا۔ وہاں سے فوجی گاڑیاں ہمیں لے کر محاذِ جنگ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ہم سب ہر اقدام کے لئے تیار تھے۔

گستاپو کا یہ خصوصی یونٹ وہاں پر جنرل ٹیرس سے ملا اور جنرل ٹیرس نے ہمیں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ جرمن طیارے پوری شدت سے فرانس کے کچھ علاقوں پر بمباری کر رہے ہیں۔ لیکن عقبی علاقے ابھی تک خالی ہیں۔ اگر ہم جزائر کارسیکا تک پہنچ جائیں اور وہاں سے فرانس کا سفر کریں تو وہ زیادہ بہتر طریقہ ہوگا۔

میں نے جنرل ٹیرس سے اس سلسلے میں خاصی طویل گفتگو کی اور وہ مجھے تفصیلات بتاتا رہا۔ ''جزائر کارسیکا تک پہنچنے کے لئے ہمیں ایک ایسے طیارے سے کام لینا تھا جو ہمیں پیرا شوٹس کے ذریعے وہاں اُتار دے۔ جنرل نے بتایا کہ اتحادیوں کو اس بات کا گمان بھی نہیں ہوگا کہ کوئی جرمن طیارہ، جزائر کارسیکا تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ چونکہ اس طرف کا علاقہ قطعی طور پر محفوظ ہے۔ خصوصی مشن کے لئے ہم اپنے ایک طیارے کو فوری طور پر حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے ذہنوں میں یہ خیال قطعی نہیں تھا کہ ہم سمندری علاقوں کو عبور کر کے کارسیکا تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ چونکہ اس دوران ہمیں ہیوٹرز اور ویانا سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر ہم کامیابی سے کارسیکا تک پہنچ گئے تو پھر وہاں سے آپ لوگوں کا فرانس میں داخلہ مشکل نہیں ہوگا۔''

''مجھے یقین ہے جنرل! کہ آپ نے جو پروگرام ترتیب دیا ہے، وہ بھرپور ہوگا۔ خطرہ صرف یہ ہے کہ ویانا اور ہیوٹرز سے گزرتے ہوئے ہمارے طیارے کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔''

''دراصل! یہ مشن انتہائی خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اگر آپ جیسا ذہین شخص فرانس میں داخل ہو گیا تو ہمارے لئے بے شمار آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔''

''ٹھیک ہے جنرل! ہم تیار ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ اس خطرناک سفر کا جو پروگرام ترتیب دیا گیا تھا، بلاشبہ! اس میں جگہ جگہ موت سے ہمکنار ہونے کے امکانات موجود تھے۔

اس کے علاوہ میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ اپنے برانچ ہیڈ کوارٹرز کو اس نئے پروگرام کے
بارے میں آگاہ کروں۔ یوں بھی برلن میں رہنا اب زیادہ سود مند نہیں تھا۔ ہٹلر کے منصوبے
اب اس جگہ سے شروع ہوتے تھے جہاں وہ پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ کسی نہ کسی طرح جرمنی سے نکل جانا
ہی بہتر تھا۔ مجھے یہ عمدہ موقع ملا تھا۔ اس میں دُہرا فائدہ تھا۔ جرمنی کا اعتماد بھی بحال رہتا اور
مجھے آزاد رہ کر کام کرنے کا بھی موقع ملتا۔

طیارے کا خوفناک سفر شروع ہو گیا۔ یہ انتہائی جدید قسم کا طیارہ تھا جو بلند ترین پرواز کر
سکتا تھا۔ ویانا، ہیوٹرز...... اور اس کے بعد کارسیکا...... گو، یہ سارا سفر سمندر کے راستے طے ہوا
تھا۔ سمندر کے اس طویل حصے کو طے کرتے ہوئے ہم آخر جزائر کارسیکا تک پہنچ گئے۔ اس
سلسلے میں جو نقشہ ترتیب دیا گیا تھا، ہواباز اس سے پوری طرح واقف تھا۔ جزائر کارسیکا کے
عظیم الشان صحرا میں اُس نے طیارے کو نیچے جھکایا اور بولا۔ ''کیا تمام افراد تیار ہیں......؟''

''ہاں...... میرا یونٹ پوری طرح تیار ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب میں طیارے کو نیچے لے جا رہا ہوں۔'' اُس نے کہا اور پھر وہ طیارے کو اتنی بلندی
پر لے آیا، جہاں سے پیراشوٹ آسانی سے نیچے اُتر سکیں۔ اس کے بعد ہم نے طیارہ چھوڑ
دیا......

نیچے کے جغرافیے کے بارے میں ہمیں زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ جو معلومات ہمیں
فراہم کی گئی تھیں، اُن کے تحت ہمیں سرسبز میدانوں میں اُترنا تھا۔ اور اس کے بعد تھوڑا سا
فاصلہ طے کر کے بالآخر ہم کارسیکا تک پہنچ سکتے تھے۔ پیراشوٹ نیچے جا رہے تھے اور میرے
ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی......

میری زندگی کا یہ انداز کافی دلچسپ تھا۔ امریکہ میں ایک مطلق العنان جزیرے کا مالک
ہونا، معمولی بات نہیں تھی۔ اپنے وسائل سے میں کوئی صنعت کار یا اور کوئی شخصیت اختیار کر
سکتا تھا اور اس میں مجھے کوئی دِقت نہ ہوتی۔ میں بھی ہنری فورڈ، اوناسس یا کسی اور بڑے
آدمی کی حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہو سکتا تھا۔ لیکن جو زندگی میرے والدین نے دی تھی
اب وہ میری عادت بن گئی تھی۔

ان ساری چیزوں کے باوجود مجھے اپنے بے وقعت ہونے کا احساس تھا۔ میں نے
فیملی کو زندہ کر دیا تھا۔ لیکن اب خود کو اس کا کوئی رُکن نہیں کہہ سکتا تھا۔

بہرحال! مجھے یہی سب کچھ پسند تھا، جو کچھ میں کر رہا تھا۔ میری شخصیت اُلجھ گئی تھی۔

کو سلجھانا خود میرے بس میں بھی نہیں تھا۔

پیراشوٹ ہمیں زمین تک لے آئے۔ بلاشبہ! یہ زمین سبزہ زار سے مالا مال تھی۔ میرے
ساتھی بھی بخیریت زمین تک پہنچ گئے اور پھر ہم نے اپنے پیراشوٹ جمع کرنے شروع
کر دیئے۔ پھر میری ہدایت کے مطابق سارے پیراشوٹ ایک جگہ جمع کر کے نذرِ آتش کر
دیئے گئے۔ اس کے بعد ہم ایک راستہ منتخب کر کے چل پڑے۔ رات بھر کے سفر کے بعد
بالآخر ہم ایک آبادی تک پہنچ گئے۔ اور یہاں پہنچ کر ہم منتشر ہو گئے۔

اب ہم سب کو بندرگاہ پر اکٹھا ہونا تھا۔ کارسیکا ایک عام جزیرہ تھا۔ یہاں کے رہنے
والے زیادہ تر نمک کی صنعت سے منسلک تھے اور اس سلسلے میں نمک کے سوداگر یہاں آتے
رہتے تھے۔

ہیری فانکو نامی نمک کی ایک فرم کے مالک مسٹر ہینس سے میں نے نمک کے ایک تاجر کی
حیثیت سے ملاقات کی اور خالص فرانسیسی لہجے میں کہا۔ ''میں، آپ کو مشورہ دیتا ہوں مسٹر
ہینس! کہ بڑی سپلائی روک دیں۔ کیونکہ جنگ طویل معلوم ہوتی ہے۔ اور خریداری بڑھ
جائے گی۔ صنعتوں پر گہرا اثر پڑے گا۔ ان حالات میں آپ نمک کو سونا بنا سکتے ہیں۔''

''وہ کیسے......؟'' یہودی نژاد ہینس نے سرخ چہرے اور چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ
پوچھا۔

''مجھ سے معاہدہ کر لیں...... آپ کی فرم جس قدر نمک تیار کرے، آپ کسی اور کو فروخت
نہ کریں۔ فوری طور پر میں، آپ سے ایک ہزار ٹن نمک خریدنے کو تیار ہوں۔ اور اس شرط پر
آپ کو ایک عمدہ پیشکش کرتا ہوں کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو اپنا مال سپلائی نہ کریں۔ یہ
معاہدہ ہے کہ آپ جتنا مال تیار کریں گے، میں خریدوں گا۔ اور آپ کو منڈی کے بڑھتے ہوئے
بھاؤ کی قیمت پیش کروں گا۔ فی الحال میں آپ کو پچیس فیصد زیادہ پیش کرنے کے لئے تیار
ہوں۔''

یہودی کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ اُس کے خیال میں تو نمک کی مارکیٹ بالکل ڈاؤن ہو
چکی تھی۔ فوراً معاہدہ ہو گیا۔ اور اُس کی ساری محبت اور ہمدردیاں میرے ساتھ ہو گئیں۔ اُس
نے مجھے دنیا بھر کی سہولتیں فراہم کر دی تھیں۔ ادائیگی نقد کی گئی تھی اس لئے اُس بے چارے
کو کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ اور پھر نمک کو فرانس کے ساحل تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی اُس
نے قبول کی اور سارے انتظامات مکمل کر لئے گئے۔

یوں فرانسیسی تاجر مسٹر ایڈ نیلر، نمک کا ایک ذخیرہ لے کر ایک بڑی سٹیمر لانچ کے ذریعے اپنے بارہ ساتھیوں کے ساتھ فرانس میں داخل ہو گئے۔ جس حیثیت سے ہم فرانس میں داخل ہوئے تھے، اُس پر کوئی شبہ نہیں کیا گیا۔ البتہ ایک بات ضرور اُنہوں نے نظر انداز کر دی تھی وہ یہ کہ نمک جیسی بے حقیقت چیز کے لئے اتنی بڑی رقم ضائع کی گئی تھی۔

کئی ٹرک نمک کا یہ ذخیرہ لے کر ہم پیرس میں داخل ہو گئے۔ اور اس ذخیرے کو کرائے کے ایک گودام میں منتقل کر دیا گیا اور یہاں سارے کاموں سے فراغت ہو گئی تھی۔

مقامی طور پر گستاپو کے انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز تک پہنچنے کے لئے ہمیں کافی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔ کیونکہ اب حالات سنگین ہو چکے تھے اور ہیڈ کوارٹرز اب زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ لیکن یہاں وہ تمام لوگ موجود تھے جو مجھے پیشا کے ساتھ دیکھ چکے تھے اور میری حیثیت سے واقف تھے۔ چنانچہ مسٹر ڈیلاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''رُوسیوں کی قید میں پھنسے ہوئے شائیلاک کو ہم لوگ بھول تو نہیں سکتے تھے۔ لیکن صبر ضرور کر چکے تھے۔ حالانکہ ہم سب جانتے تھے کہ وہ ہمارا بہترین دماغ ہے۔ اور آج آپ کو پھر جرمنی کے لئے کام کرتے دیکھ کر جس قدر مسرت ہو رہی ہے مسٹر شائیلاک! میں اُسے بیان نہیں کر سکتا۔''

''شکریہ مسٹر ڈیلاس! اب آپ کی کارکردگی کیا ہے؟''

''حملہ شروع ہونے کے بعد مقامی انتظامیہ خاص طور سے مستعد ہو گئی ہے۔ اُنہوں نے اس شبے کو نظر انداز نہیں کیا ہے کہ جرمن جاسوس، فرانس میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جگہ جگہ کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ گو، وہ لوگ ابھی ہم تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ لیکن ہمیں محتاط ہونا پڑ گیا ہے۔''

''بالکل ٹھیک...... ہونا بھی چاہئے۔ میرے ساتھ بارہ افراد کا یونٹ ہے۔ اور کچھ خصوصی کام میرے سپرد کئے گئے ہیں۔ چند روز کے بعد میں اس علاقے کی طرف روانہ ہو جاؤں گا جہاں ہماری فوجیں کارروائیاں کر رہی ہیں۔ چنانچہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بہت سی تفصیلات مہیا کرنی ہیں۔''

''ہمارے لئے جو بھی احکامات ہوں، آپ بے تکلفی سے فرما دیں۔''

''نہیں...... فی الوقت کچھ نہیں۔ لیکن میں ایک مقامی تاجر کی حیثیت سے بازاروں میں جاؤں گا۔ مجھے بہت سے ایسے کام کرنے ہیں، جنہیں میں آپ کو نہیں بتا سکتا مسٹر ڈیلاس!''

میں نے کہا اور ڈیلاس مسکرانے لگا۔

''میں، آپ کی حیثیت سے واقف ہوں مسٹر شائیلاک! چنانچہ کبھی آپ سے یہ سوال نہیں کروں گا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟''

''شکریہ......!'' میں نے جواب دیا اور پھر میں اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مجھے جس انداز میں یہ ساری کامیابیاں نصیب ہوئی تھیں، بعض اوقات تو یہ احساس ہوتا تھا کہ ان ساری کامیابیوں میں کوئی اور قوت کارفرما ہے۔ لیکن بہرصورت! حکومت امریکہ کے لئے میں نے جس کام کا آغاز کیا تھا، میں خود بھی اس میں غیر مخلص نہیں تھا۔ اور چونکہ یہ لوگ میری بہترین پذیرائی کر رہے تھے۔ اس لئے میں یہ کام کرنے میں اُن کے ساتھ مخلص تھا۔

سب سے پہلے چند روز تک میں نے پیرس کے مختلف حصوں میں گھوم پھر کر یہ اندازہ لگایا کہ کہیں میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا...... اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ مجھ سے مطمئن ہیں اور گستاپو کے مقامی لوگ بھی میرے بارے میں کسی شک و شبے کا شکار نہیں۔ تو میں نے اپنے ہیڈ کوارٹرز سے رابطہ قائم کیا۔ اس بار میں نے پیرس ہی میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا تھا، جہاں میری ملاقات ایک ذمہ دار شخص سے ہوئی تھی۔

''اوہ...... اس سے پہلے بھی آپ کا ایک پیغام ہمارے ایک کارکن کو مل چکا ہے جسے ڈی کوڈ کر دیا گیا ہے۔ حکومت امریکہ کی جانب سے آپ کے لئے بہترین خواہشات کے پیغامات ہیں مسٹر کین!'' اُس نے کہا۔ ''فرمائیے! کوئی خاص بات......؟''

''ہاں...... خاص بات ہے۔'' میں نے کہا۔

''جی فرمائیے......!''

''مسٹر اینٹ فرینک کہاں ہیں؟''

''فرانس میں موجود ہیں۔'' اُس شخص نے جواب دیا۔

''کیا اس وقت اُن سے ملاقات ہو سکتی ہے......؟''

''جی اس وقت تو نہیں۔ لیکن آپ جب بھی دوبارہ رابطہ قائم کریں گے تو میں اُنہیں آگاہ رکھوں گا۔ کیا آپ مجھے وقت دے سکتے ہیں؟''

''ہاں...... اُن سے کہہ دو کہ ہیڈ کوارٹرز کی عمارت میں آج شام ٹھیک سات بجے موجود رہیں۔''

''آج شام سات بجے......؟'' اُس شخص نے دُہرایا۔

میں نے تائید کر دی۔

''بہت بہتر...... اُنہیں آپ کے حکم سے آگاہ کر دیا جائے گا۔'' اُس نے کہا اور میں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں ٹھیک سات بجے امریکی محکمہ خفیہ کی عمارت میں داخل ہوا۔ اور وہاں پر موجود ایک رُکن سے مسٹر اینٹ فرینک سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

اُس شخص نے متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ ''آپ کون صاحب ہیں؟ اور مسٹر اینٹ فرینک سے آپ کو کیا کام ہے؟''

''وہ میرے دیرینہ دوست ہیں۔ تم اُن سے کہو کہ ڈن کین آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔'' میں نے کہا۔ اُس نے اِنٹر کام پر یہ اطلاع فرینک کو دی اور فرینک کی آواز میں نے بھی سنی۔

اُس نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''اوہ...... کیا مسٹر کین، تمہارے پاس موجود ہیں......؟''

''جی ہاں جناب......!''

''اُن سے کہو، میں آ رہا ہوں۔''

''او کے سر......!'' اُس نے جواب دیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے اینٹ فرینک نظر آیا۔ اُس کے ساتھ چار افراد اور بھی تھے۔

''اوہ...... میرے دوست کین! کیسے ہو تم؟'' اُس نے پُر جوش انداز میں کہا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر میری جانب بڑھا۔ میں نے بھی اُس سے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے، فرینک نے انتہائی پھرتی کے ساتھ میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور گھوم کر میری پشت پر پہنچ گیا...... ''ہری اَپ......!'' اُس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور اُس کے چاروں ساتھی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔

میری جیب سے ایک ایک چیز نکال لی گئی۔ اُنہوں نے اس احتیاط کے تحت میرا کوٹ بھی اُتار لیا تھا کہ کہیں اس میں کوئی ہتھیار پوشیدہ نہ ہو۔

تب فرینک نے میرے ہاتھ چھوڑ دیئے اور خونخوار انداز میں مجھے دیکھتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔ میں، اس کارروائی کا مقصد بخوبی سمجھ رہا تھا۔ فرینک کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ جرمنی سے گفتگو کرنے والا، سات بجے اُس کے پاس بھی پہنچ سکتا ہے۔ یقیناً وہ مجھے کوئی فرانسیسی جاسوس ہی سمجھ رہا تھا۔

''اب بتاؤ میرے دوست! تم کون ہو؟'' وہ سانپ کی طرح پھنکارا۔

''کین...... ڈن کین۔''

''اصل بات بتاؤ......!''

''وہ تم خود معلوم کر لو۔''

''میک اَپ......'' فرینک نے کہا اور اُس کے ساتھیوں نے کارروائی شروع کر دی۔ میرے چہرے پر جعلی تلاش کی گئی۔ میری گردن اور بال نوچے گئے۔ اس کے بعد طرح طرح کے ایسڈ میرے چہرے پر آزمائے گئے۔ تب فرینک کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش اُبھر آئے۔ ''تم فلیکس تو نہیں ہو......؟''

''بس ڈیئر! اب میرے لئے کافی کا بندوبست کرو۔ میری خاطر مدارت تو اچھی طرح ہو گئی۔''

فرینک کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ پھر وہ ہیجان خیز لہجے میں بولا۔

''لیکن...... لیکن یہ کیسے ممکن ہے......؟''

''کیا ساری گفتگو یہیں کر لو گے؟'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''ایک منٹ......!'' فرینک بولا۔ پھر اُس نے میری قمیص اُتروا دی۔ وہ زخم اُس کے سامنے ہی لگائے گئے تھے اس لئے وہ اُنہیں پہچان گیا۔ ''خدا کی پناہ! تو یہ تم ہی ہو کین......''

''ہاں بھائی! یہ میں ہی ہوں۔''

''اُٹھو! تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ سوری کین! میں نے تو تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔ لیکن میں قابل معافی ہوں۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ تم ہو سکتے ہو...... آہ! تم کب آئے؟ اُٹھو...... آؤ میرے ساتھ!'' وہ مجھے لے کر عمارت کے اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ ''تم خاموش کیوں رہے؟ اُف! مجھے کتنی شرمندگی ہو رہی ہے؟''

''کوئی بات نہیں ہے فرینک! میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ تم کسی قسم کا شبہ اپنے دل میں نہ چھوڑو۔ میرے بارے میں تمہاری تصدیق ایک لازمی چیز تھی، جو تمہیں کرنی ہی چاہئے تھی۔'' میں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور وہ جھینپے ہوئے انداز میں مسکرانے لگا۔

''اس کے باوجود مجھے شرمندگی ہے۔'' اُس نے کہا اور مجھے لئے ہوئے اپنی مخصوص رہائش گاہ میں داخل ہو گیا، جہاں اُس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور میرے لئے کافی وغیرہ کا بندوبست کرنے کے بعد خود بھی میرے سامنے آ بیٹھا۔ اُس کی نگاہیں بار بار میرا جائزہ

لینے لگتی تھیں۔ اور پھر اُس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ ''لیکن میرے دوست! کیا یہ
قابل یقین بات نہیں ہے کہ تم میرے سامنے موجود ہو......؟''

''ہاں...... ایک طرح سے تم اسے نا قابل یقین کہہ سکتے ہو۔''

''مجھے بتاؤ! میرے ذہن میں بڑا تجسّس ہے۔ مجھے بتاؤ! کہ تم جرمنی سے کب وا
آئے؟''

''ایک دن قبل۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن کیسے...... کس طرح......؟'' فرینک نے پوچھا۔

''میں، تمہیں اِس بارے میں پوری تفصیل بتاؤں گا فرینک! پہلے کافی پلواؤ!'' میں
کہا۔

تھوڑی دیر تک میں اُس کی حیرت سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر کافی آ گئی۔ اور کافی پ
ہوئے میں نے اُسے اپنی داستان سنائی۔ ''تمہارے پاس سے رُخصت ہو کر میں اپنی محبو
پیشا کے پاس پہنچ گیا اور اُس سے اس انداز میں ملاقات کی کہ وہ مجھے دیکھ کر ششدر رہ گ
اُس نے مجھے واپس بھیجا اور تھوڑی دیر بعد وہ خود ہوٹل پہنچ گئی۔ اس کے بعد اپنے انڈر گراؤ
ڈیپارٹمنٹ لے گئی۔ جہاں جرمن جاسوس، فرانس کے خلاف جاسوسی کر رہے ہیں۔ سچی با
تو یہ ہے فرینک! کہ میرے جسم پر لگے ہوئے زخموں نے اُنہیں سوچنے سمجھنے سے معذور ک
دیا۔ اگر یہ زخم حقیقی نہ ہوتے تو وہ میرے جال میں آسانی سے نہ پھنستے۔''

''ہاں...... میں نے ان زخموں کو دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ بلاشبہ! یہ تمہارے بہتر
معاون ثابت ہوں گے۔''

''بہرصورت! پیشا نے میرے زخموں کا علاج کرایا اور پھر ایک خصوصی سفر کے ذریعے
میں برلن پہنچ گیا۔ وہاں مکمل طور پر صحت مند ہونے کے بعد رُوسی قید کے بارے میں پو
گچھ کی گئی اور چند روز بعد میں نے اپنا عہدہ سنبھال لیا تو تمہیں پہلی بار برلن کے اندرو
رازوں سے آگاہ کیا۔ کیا میرا یہ پیغام بروقت نہیں تھا؟'' میں نے سوال کیا۔

''بلاشبہ! تم نے انتہائی مناسب وقت پر ہمیں آگاہ کیا تھا۔'' فرینک نے اعتراف کیا۔

''اس کے بعد میں نے باقاعدگی سے اپنا کام شروع کر دیا اور بہت جلد شائیلاک
اصل حیثیت سے پوری طرح مضبوط ہو گیا۔ تب نازی جرمن افسر نے ایک منصوبہ میرے
سامنے پیش کیا۔ یہ منصوبہ فرانس کے بارے میں جاسوسی کا تھا۔'' میں نے بتایا۔

رینک کے چہرے پر سنسنی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ ''اچھا...... پھر؟'' اُس نے بے
ے پوچھا۔

''مجھے فرانس کے خلاف جاسوسی کے لئے بارہ افراد کے یونٹ کے ساتھ یہاں بھیجا گیا
جس کا انچارج میں ہوں۔ یہ یونٹ یہاں پہنچ گیا ہے اور اس نے بڑی خاموشی کے
اپنا کام شروع کر دیا ہے۔''

''خدا کی پناہ! تم نے واقعی جس انداز میں کام کیا ہے، وہ قابل تحسین ہے ڈیئر کین! کیا
پورا اطمینان ہے کہ یہاں آتے ہوئے تمہارا تعاقب نہیں کیا گیا؟''

''تم اِن باتوں کی پرواہ نہ کرو فرینک! یہ ساری ذمہ داری میری ہے۔ میری حیثیت اتنی
ر نہیں ہے کہ وہ لوگ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کریں۔ یعنی جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ مجھ
م عہدے کے ہیں اور میرا عہدہ کرنل کا ہے'' میں نے کہا اور فرینک مسکرانے لگا۔

''کیوں نہ میں ایک جرمن کرنل کو رنگے ہاتھوں پکڑ لوں......؟'' اُس نے پُر مزاح انداز
ہا اور میں ہنسنے لگا۔

''میرا خیال ہے، فرانسیسیوں کے لئے میری گرفتاری خاصا مشکل کام ہو گا۔'' میں نے
ب دیا۔ اور پھر سنجیدہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ ''حکومت کی کیا پوزیشن ہے؟''

''کس بارے میں......؟''

''میرا مطلب ہے، ابھی امریکہ براہِ راست اس جنگ میں ملوث نہیں ہوا ہے۔''

''اور نہ ہونے کا اِرادہ رکھتا ہے۔''

''کیوں......؟''

''ابھی جائزہ لیا جا رہا تھا۔ اور جس وقت امریکی مفادات کو خطرہ ہو گا، امریکہ بھی میدانِ
میں کود پڑے گا۔ ویسے جس پیمانے پر تیاریاں کی جا رہی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے
ریکہ بھی اس جنگ میں پورا پورا حصہ لے گا۔''

''لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہئے فرینک؟'' میں نے سوال کیا۔

''یہ بات تو تم بہتر سمجھتے ہو میرے دوست! لیکن میرا ایک مشورہ ہے۔''

''وہ کیا......؟''

''جرمنوں پر پوری طرح اپنا اعتماد قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اُن کے مفاد
بھی کام کرو۔ اور اُنہیں وہ معلومات بہم پہنچاؤ، جو وہ تم سے چاہتے ہیں۔'' فرینک نے

کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں فرانسیسیوں کے خلاف کام کروں......؟''

''ہاں...... امریکی مفاد کی خاطر تمہیں یہ کام کرنا ہی ہوگا۔''

''تمہارا خیال درست ہے دوست! بہرصورت، میں نے تمہیں اپنی آمد کی اطلاع دی۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اب ہماری ملاقات کہاں ہو؟ لیکن آپ میری طرف سے حکومت امریکہ کو یقین دلا دیں کہ میں اُس کے مفادات کے لئے جو کچھ کر سکتا ہوں، کرتا رہوں گا۔ یہ ہیڈ کوارٹرز قائم رہنے دیئے جائیں۔ میں وقتاً فوقتاً اپنی اطلاعات اُنہیں پہنچاتا رہوں گا۔''

یہ بات طے ہوگئی تھی کہ اب مجھے جرمنی کے مفاد میں بھی کام کرنا تھا۔ فرانسیسی حکومت بھی پوری طرح مستعد تھی اور جاسوسوں کی تلاش تیزی سے جاری تھی۔ لیکن مجھے بہرحال اپنا کام سرانجام دینا تھا۔ البتہ فرینک نے ایک بات کہی تھی کہ اگر میں کبھی فرانسیسی حکومت کے ہتھے چڑھ گیا تو مجھے باآسانی آزاد کرا لیا جائے گا۔ میں زیادہ تردّد نہ کروں۔ خاص طور سے اس وقت، جب تک میں فرانس میں ہوں۔

اینٹ فرینک سے رُخصت ہو کر میں چل پڑا۔ اب میرا ذہن کافی مطمئن تھا۔ فرانسیسی فوجی تیاریوں کے بارے میں اُس کے مضبوط فوجی ٹھکانوں کی نشاندہی کرتے ہوئے میرا دل دُکھتا تھا۔ لیکن عظیم امریکی مفاد کے لئے تو مجھے یہ کام بہرحال! کرنا پڑ رہا تھا۔ میں نے کئی ایسے کارنامے سرانجام دیئے جو میری ذات یعنی شائیلاک سے متوقع کئے جا سکتے تھے۔

فرانس میں چار ماہ گزارنے کے بعد مجھے پولینڈ بھیج دیا گیا۔ وہاں سے ناروے...... پھر بہت سی جگہوں پر میں نے جرمنوں کے لئے اہم ترین کارنامے انجام دیئے۔ جنگ کی آگ بھڑکتی ہی جا رہی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد امریکہ بھی اس جنگ میں براہِ راست شامل ہو گیا......

اس دوران میں نے جرمنوں کے لئے جو خدمات انجام دی تھیں، اُن سے حکومت امریکہ پوری طرح باخبر تھی۔ لیکن پھر میری ذمہ داریوں کا انداز بدل گیا۔ میں اب کئی یونٹوں کا سربراہ تھا اور میرے یونٹ جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن امریکہ جب اس جنگ میں کودا اُس نے گویا اتحادی ملکوں کی کمان سنبھال لی تھی۔

اب گستاپو کی کارروائیوں کو محدود کرنا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ میں ان یونٹوں کی نشاندہی کر دیتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی پوزیشن بھی برقرار رکھنی تھی۔ چنانچہ

بڑی کارروائیوں کا انداز بدل گیا تھا۔ ایک طرف میں جرمنی کے مفاد میں کوئی کام کرتا اور اُن کی اطلاع ہیڈ کوارٹر کو مل جاتی۔ لیکن اس سے فائدہ اُٹھانے سے قبل ہی میں حکومت امریکہ کو آگاہ کر دیتا اور امریکی فوجیں، جرمن منصوبوں کو خاک میں ملا دیتیں۔ میری اس دو رُخی پالیسی سے جرمن فوجوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ رہا تھا۔ لیکن وہ حقیقت حال سے بے خبر تھے اور سخت پریشان تھے۔ میری پوزیشن اُسی طرح مستحکم تھی اور ابھی تک میری ذات پر کوئی آنچ نہیں آئی تھی۔

میری زندگی اس وقت شدید ہنگاموں سے دوچار تھی۔ قدم قدم پر موت سامنے آتی تھی اور زندگی کی حفاظت کے لئے شدید جدوجہد کرنا ہوتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کسی وقت اس جدوجہد میں زندگی ہی کو شکست ہو جاتی۔

البتہ اس دوران امریکہ کے لئے میں نے ناقابلِ یقین خدمات انجام دی تھیں۔ ان دنوں میں مشرقِ وسطیٰ میں جنرل رومیل کے پاس تھا۔ جنگ کے کئی رُخ بدلے تھے۔ ابتداء میں جرمنوں کا پلہ بھاری رہا تھا۔ لیکن اتحادی آہستہ آہستہ سنبھل رہے تھے۔ جنگ میں امریکہ کی شمولیت نے اتحادیوں کی رگوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دی تھی۔ اور اب وہ کئی جگہ جم گئے تھے۔ چنانچہ مختلف علاقوں میں مختلف پوزیشنیں تھیں۔ کہیں جرمن بھاری پڑ رہے تھے تو کہیں اتحادیوں نے اُنہیں ناقابلِ یقین نقصان پہنچایا تھا۔

بہرحال! میں اس وقت میری بونز میں مقیم تھا کہ ایک شام گستاپو کے افسرِ اعلیٰ کا پیغام ملا۔ اس پیغام میں مجھے اٹلی میں طلب کیا گیا تھا۔ ایسے پیغامات میرے لئے کوئی تعجب خیز حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ مجھے مختلف ممالک میں طلب کیا جاتا رہا تھا۔ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور میجر ڈونیک کے ساتھ اٹلی روانہ ہو گیا۔ خلیج سلاتو پر جنگ ہو رہی تھی۔ جنرل منٹگمری نے فینا کے اندر خاموشی سے اپنے دو ڈویژن داخل کر دیئے تھے۔ یہ اٹلی کے دامن کو پھاڑنے کے لئے پہلا قدم تھا۔ وہ نیپلز پر قدم جمانا چاہتے تھے۔ لیکن اُن کا یہ منصوبہ کسی طرح سے پوشیدہ نہ رہ سکا اور جنرل کیرلنگ اٹھارہ ڈویژنوں کے ساتھ وہاں آ موجود ہوا۔ اٹلی کی فوجیں پہلے ہی ہتھیار ڈال چکی تھیں۔

بہرحال! ان معاملات سے میرا کوئی ذاتی تعلق نہیں تھا۔ میں فوراً اٹلی پہنچ گیا اور میرے بارے میں اُوپر اطلاع دے دی گئی۔

جنگ کے ماحول میں دن اور رات کا تو کوئی خاص تصور نہیں تھا۔ چاروں طرف تاریکی

پھیلی ہوئی تھی۔ میری قیام گاہ ایک عارضی عمارت میں بنائی گئی تھی۔ یہ عمارت مقبوضہ اٹلی
کوئی گرجا گھر تھا۔ لیکن اب یہاں فوجی پڑاؤ تھا اور گرجا کے مختلف کمروں کو مختلف مقاصد
لئے استعمال کیا جا رہا تھا۔

اس وقت رات کے تقریباً پونے گیارہ بجے تھے جب ایک میجر، دو فوجی افسروں کے
ساتھ میرے پاس آیا۔ اُس نے مجھے بریگیڈیئر ہینڈرک کا پیغام دیا اور کہا کہ بریگیڈیئر مجھ
سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔

بریگیڈیئر ہینڈرک کے بارے میں مجھے کچھ معلومات نہیں تھیں۔ مجھے ایک وسیع کمرے
میں لے جایا گیا، جسے خاص طور پر ساؤنڈ پروف بنایا گیا تھا اور اس قسم کے انتظامات کئے گئے
تھے کہ روشنی، کمرے سے باہر نہ جا سکے۔ اسی لئے اس وقت وہ کمرہ خاصا روشن تھا۔

اندر بڑا صاف ستھرا ماحول تھا۔ وسیع وعریض کمرے کے درمیان ایک میز پڑی ہوئی
تھی۔ اُس میز کے پیچھے ایک چست و چالاک بدن کا مالک شخص بیٹھا ہوا تھا، جس کے سر کے
بال سفید تھے۔ اُس کے جسم پر بریگیڈیئر کی وردی تھی۔ لیکن اُس کے نزدیک جو شخصیت بیٹھی
ہوئی تھی، اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ یہ پیشا تھی۔

پیشا مجھے دیکھ کر بڑے جاندار انداز میں مسکرائی۔ لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس
نے میرے ذہن پر ضربیں لگانا شروع کر دیں...... پیشا کی اس جاندار مسکراہٹ کے باوجود
اُس کے انداز میں وہ اپنائیت نہیں تھی جو اس سے پہلے میں نے شائیلاک کے لئے محسوس کی
تھی۔

بہرصورت! چند ساعت کے بعد اُس نے پُرتپاک لہجے میں کہا۔ ''ڈیئر شائیلاک! آؤ،
میں تمہیں ایک عظیم دوست سے ملواؤں۔ میں تمہیں اِن کا نام نہیں بتاؤں گی۔ کیونکہ یہ اپنا
تعارف خود ہی کرائیں گے۔ لیکن تم یہ سمجھو! کہ گسٹاپو کی ایسی شخصیت، جو طویل عرصے
رُوپوش تھی، تمہارے سامنے موجود ہے۔''

''بہت خوب پیشا! مجھے واقعی حیرت ہوئی ہے۔ کیونکہ گسٹاپو کی جتنی مقتدر شخصیتیں ہیں
اُن کے بارے میں بخوبی جانتا ہوں۔ مجھے کسی ایسی شخصیت کا تو آج تک علم نہیں ہو سکا، جو
میری نگاہ سے رُوپوش ہو۔''

''اس لحاظ سے میرے دوست کیا ایک دلچسپ شخصیت کے مالک نہیں ہیں؟'' پیشا نے
مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''یقیناً، ہیں......!'' میں نے جواب دیا۔
پیشا اُس شخص کی جانب متوجہ ہو کر بولی۔ ''تو میرے پیارے ساتھی! یہ ہیں مسٹر
شائیلاک، جنہوں نے بلا مبالغہ نازی جرمنی کے لئے ایسے ایسے بیش بہا کارنامے انجام دیئے
کہ حیرت ہوتی ہے۔ ان سے ملاقات اب آپ خود کر لیں۔''
میز کے پیچھے بیٹھا ہوا شخص گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ اُس کا چہرہ سپاٹ
میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور اُس کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔
''آپ کیا سوچ رہے ہیں جناب؟'' پیشا نے اُس شخص کی جانب دیکھ کر سوال کیا۔
''میں، مسٹر شائیلاک کے خدوخال دیکھ رہا ہوں۔ کیا یہ میک اَپ میں ہیں؟''
''ہرگز نہیں...... یہ ان کی اصلی شکل ہے۔'' پیشا بول پڑی۔
''تب تو واقعی حیرت انگیز بات ہے۔'' اُس نے معنی خیز انداز میں کہا۔ اور ایک بار پھر
چھٹی حس مجھے شدید خطرے کا احساس دلانے لگی۔ لیکن میں اس خطرے کو تلاش نہیں کر
کیونکہ میرا ذہن اُس شخص کی جانب متوجہ تھا۔
تب میں نے پُروقار لہجے میں کہا۔ ''بڑی عجیب بات ہے جناب! کہ میری اور آپ کی
ت کے درمیان ایک ڈرامائی کیفیت موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم مصروف لوگوں کو
توں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ آپ اپنا تعارف کرائیں۔ بلاشبہ! آپ کا عہدہ مجھ سے بڑا
لیکن ضروری ہے کہ پہلے ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں۔''
اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''میں نے آپ سے میک اَپ کے بارے میں
کیا تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ میں خود بھی میک اَپ کا بہت بڑا ماہر ہوں۔ اپنے چہروں
تبدیلی کر لینا آسان سی بات ہے۔ لیکن بعض چہرے ایسے سامنے آ جاتے ہیں، جن پر
آپ کا شبہ کرنے کے باوجود اس شبے کی تصدیق نہیں ہوتی۔ جیسے آپ......''
''میں نہیں سمجھا......؟'' میں نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ میرا ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا
گڑبڑ ہو گئی ہے۔ اس بار مجھے کسی مہم پر نہیں بھیجا جا رہا۔ بلکہ شاید......شاید......
''میں، آپ کو بتا رہا تھا کہ میں خود بھی میک اَپ میں ہوں۔ آپ یہ دیکھئے! اس میک
کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' اُس نے کہا اور اپنے کانوں کے نزدیک ٹٹول کر
چہرے پر سے کھینچ لی۔ اُسے دیکھ کر میرا خون، رگوں میں تیزی سے گردش کرنے
ساعت کے لئے مجھ پر ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی......لیکن میں اپنی کیفیات پر قابو

پانے میں ماہر تھا اور اُس شخص کا چہرہ دیکھ کر مرعوب نہیں ہوا تھا...... یہ اصلی شائیلاک تھ
اُس کے خدوخال، مجھ سے پوری طرح ملتے جلتے تھے۔ البتہ معمولی سی تبدیلی تھی
نے اپنے زخمی ہونے کے سلسلے میں چھپا رکھی تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک کامران مسکر
تھی۔

''کیا خیال ہے آپ کا اِس میک اَپ کے بارے میں......؟''

''بہت عمدہ......!'' میں نے جواب دیا۔ میرا ذہن، تیزی سے سوچ رہا تھا کہ
حال پر کیسے قابو پایا جائے؟

''ویسے میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے اور آپ کے خدوخال میں کافی مماثلت
ایسا کیوں ہے مسٹر شائیلاک......؟''

''میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن بہرصورت! میرے لئے بڑی سودمند ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں وہ سب کچھ کرنے میں کامیاب ہو گیا، جو میری دلی خواہش تھی۔'' میرے
ذہن نے فوری طور پر ایک کہانی سوچ لی تھی۔ اب اُس کی کامیابی یا ناکامی کے بارے
کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ معلوم نہیں، اِن لوگوں کا رویہ کیا ہو؟

بہرصورت! میرے ان الفاظ سے اصلی شائیلاک کی پیشانی پر ایک شکن اُبھر آئی۔

''آپ کا شوق؟'' اُس نے سوال کیا۔

''جی ہاں...... میری دیرینہ خواہش...... میری آرزو...... میرا شوق......'' میں نے
انبساط سے کہا۔

''کیا خواہش تھی آپ کی......؟''

''یہ کہ کسی نمایاں مقام پر اپنے آپ کو جرمنی کا وفادار ثابت کر سکوں اور اپنی حیثیت
سکوں مسٹر شائیلاک!'' میں نے اس بار اُسے اُس کے نام سے ہی مخاطب کیا اور پیشا
مسکراہٹ کافور ہو گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شاید میں اُسے شائیلاک تسلیم نہیں کروں گا اور
آپ کو ہی شائیلاک منوانے کی کوشش کروں گا۔ میرے اس اعتراف سے وہ دنگ رہ گئی
اور اُس کی ذہنی کیفیت بھی کسی حد تک بدل گئی تھی۔ لیکن شائیلاک کے لہجے میں اب
گئی تھی۔ اُس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کا اصلی نام کیا ہے؟''

''مونیٹر......'' میں نے جواب دیا۔

''کہاں کے باشندے ہیں؟''

''ہمبرگ سے تعلق رکھتا ہوں اور شروع ہی سے ہٹلر کے پرستاروں میں رہا ہوں۔''

''لیکن آپ نے میری حیثیت کیوں اختیار کی......؟'' شائیلاک نے سوال کیا۔

''یہ ایک طویل داستان ہے مسٹر شائیلاک! اگر آپ کے پاس کچھ وقت ہو تو سن لیں!
رنہ باقی معاملات آپ کے ہاتھ میں ہیں......'' میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ پیشا کی
نکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے اور اب میں اپنے آپ پر پوری طرح قابو پا
کا تھا۔

''میں سننا پسند کروں گا۔'' شائیلاک نے جواب دیا اور میں اطمینان سے کرسی کی پشت
ے ٹک گیا۔ تب میں نے پُرخیال انداز میں کہنا شروع کیا۔

''ہمبرگ کے ایک چھوٹے سے قصبے میں، میں نے جنم لیا۔ شروع ہی سے مجھے فوجی
ندگی پسند تھی۔ لیکن جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا، میرے ذہن میں کچھ تبدیلیاں رُونما ہوئیں۔
ں اپنے آپ کو اعلیٰ کارکردگی کا مالک ایک شخص سمجھتا تھا۔ لیکن میرے وسائل محدود تھے۔
رے اپنے قرب و جوار کے لوگ، جن سے میں نے فوج میں داخل ہونے کا مشورہ مانگا، وہ
ھے یہی مشورہ دیتے تھے کہ میں فوج میں بھرتی ہو جاؤں اور ترقی کر کے اپنا مقام پیدا
روں۔ لیکن میں پہلی سیڑھی سے چڑھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ پہلی سیڑھی
ے لے کر اُس بلندی تک کا سفر بہت عرصے میں طے کروں گا۔ چنانچہ مسٹر شائیلاک! میں
وچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ چھان بین کے نتیجے میں مجھے آپ کے بارے میں معلوم
وا۔ مجھے پتہ چلا کہ آپ رُوسیوں کی قید میں ہیں اور بظاہر آپ کی واپسی کا کوئی امکان نہیں
ہے۔ چنانچہ مسٹر شائیلاک! میں ایک پروگرام کے تحت فرانس میں مِس پیشا سے ملا۔ مِس
پیشا کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ اور اس کے بعد وہی ہوا، جو میری
خواہش تھی۔ لیکن اب آپ واپس آ گئے ہیں تو میں آپ کے نام کو استعمال کرنا ترک کر دیتا
ہوں۔''

شائیلاک، اُلجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُس کا تو خیال تھا کہ اصلیت کھلتے
ی میں بوکھلا جاؤں گا، پریشان ہو جاؤں گا اور اُلٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگوں گا۔

دیر تک دونوں ہی خاموش رہے۔ پھر شائیلاک نے بھاری آواز میں کہا۔ ''آپ نے

جرمنی کے لئے جو کارنامے انجام دیئے ہیں، وہ میرے علم میں ہیں۔ میں آپ کو ایک زیرک انسان کہہ سکتا ہوں۔ لیکن آپ کے پیچھے کیا ہے؟ یہ بات تو ہمیں دیکھنا ہی ہوگی۔''

''اپنے بارے میں مکمل تحقیقات کا اختیار میں، آپ کو دیتا ہوں مسٹر شائیلاک! اس کے بعد اگر میری نیت پر کوئی شبہ ہو تو آپ میری سفارش کریں۔'' میں نے نرم اور دوستانہ لہجے میں کہا۔

''جب تک میں آپ کے بارے میں مطمئن نہ ہو جاؤں، تب تک آپ کو نظر بند رہنا پڑے گا۔''

''میں حاضر ہوں......'' میں نے جواب دیا اور شائیلاک گردن ہلانے لگا۔ پھر اُس نے چند افسروں کو بلا کر مجھے اُن کے حوالے کر دیا اور بالآخر مجھے ایک عمارت میں قید کر دیا گیا۔

یہ انوکھے واقعات جس طرح اچانک پیش آئے تھے، اُن کے تحت میں تھوڑا سا بوکھلا گیا تھا۔ شائیلاک کو دیکھ کر اپنے اعصاب پر قابو رکھنا میرے جیسے ہی کسی انسان کا کام تھا۔ لیکن اس کے بعد، میں فوری طور پر ایسی کوئی ترکیب نہیں سوچ سکا تھا جس سے میری اپنی حیثیت برقرار رہتی اور شائیلاک فنا ہو جاتا۔ چنانچہ جو کچھ ذہن میں آیا، کر گزرا تھا۔ اور اب حالات کا منتظر تھا۔

چنانچہ اپنے اس قید خانے میں، میں نے خود کو پُرسکون کر لیا۔ موجودہ حالات کی بناء پر میں جانتا تھا کہ یہ لوگ فوری طور پر تو فیصلے نہیں کر پائیں گے۔ ممکن ہے، اس قید خانے میں مجھے کچھ زیادہ ہی وقت لگ جائے۔ اور میرا یہ خیال غلط نکلا۔ مجھے صرف دو دن یہاں گزارنے پڑے۔ اور ان دو دنوں میں مجھے وہ تمام مراعات حاصل تھیں جو کسی فوجی افسر کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ گویا ابھی مجھے جرمن فوج کا باغی نہیں قرار دیا گیا تھا اور میرے خلاف تحقیقات مکمل نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن تیسری رات مجھے طلب کر لیا گیا۔ فوجی افسران مجھے ایک جیپ میں بٹھا کر اس عمارت سے دُور لے گئے۔ ایک اور عمارت ہماری منزل تھی۔ جس کے ایک بڑے کمرے میں چند افراد سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کے سب جرمن وردیوں میں ملبوس تھے اور خاصے بڑے بڑے عہدوں کے مالک تھے۔

مجھے تیز روشنیوں میں کھڑا کر دیا گیا۔ بہت ساری روشنیاں میرے چہرے پر پڑ رہی تھیں اور میری آنکھیں کسی حد تک بند ہو گئی تھیں۔ گویا میں اُن لوگوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ تب ایک آواز اُبھری۔

''تمہارا اصلی نام کیا ہے......؟''

''مونیٹر......!'' میں نے جواب دیا۔

''کہاں سے تعلق رکھتے ہو......؟''

''ہیمبرگ سے......'' میں نے جواب دیا۔

''ہیمبرگ میں تمہاری فیملی کے بارے میں کوئی تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں۔ تم نے جو حوالے دیئے تھے، ان کے مطابق وہاں کوئی ایسی فیملی نہیں رہتی جسے تم اپنی فیملی قرار دے سکو۔''

''میں نے یہ بھی بتایا تھا جناب! کہ یہ پرانی بات ہے۔ اور پھر میری فیملی معروف بھی نہیں تھی۔ میرے جو خیالات تھے، وہ میری بساط سے کہیں آگے کے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میری فیملی مجھے ان بلندیوں تک نہیں پہنچا سکتی تھی جس کا میں خواہشمند تھا۔ میرا باپ کارپینٹر تھا۔ اور اتنی معمولی سی زندگی گزار رہا تھا جس کا تذکرہ بھی حماقت ہے۔ اُس کی موت کے بعد میری ماں کا بھی انتقال ہو گیا اور میں تنہا رہ گیا۔ ہم لوگ اتنے غیر معروف تھے کہ ہمارے بارے میں عام لوگوں کا جاننا بھی ناممکن سا ہے۔''

''اس کے باوجود ہیمبرگ آبادی کے کاغذات میں تمہارے نشانات نہیں ملتے۔''

''اس میں میرا کیا قصور ہے......؟''

''نہیں مسٹر مونیٹر! یا جو کوئی بھی تم ہو۔ تمہاری یہ بات ہمیں مطمئن نہیں کر سکتی۔ تمہارے بارے میں اگر تھوڑی سی تفصیلات بھی مل جاتیں تو ہم اس تصور کے ساتھ انہیں قبول کر لیتے کہ تم نے گسٹاپو کے لئے بہترین خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن مسٹر مونیٹر! کچھ اور باتیں بھی ہمارے علم میں آئی ہیں۔ ہم ابھی انہیں تصدیق شدہ نہیں کہیں گے۔ لیکن شبہے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

''وہ کیا باتیں ہیں جناب......؟'' میں نے سوال کیا۔

''ایک مخصوص وقت تک تمہاری کارروائیاں جرمنی حکومت کے لئے بہت ہی منافع بخش رہی ہیں۔ لیکن اس کے بعد اس وقت جب امریکہ اس جنگ میں شریک ہوا، کچھ تبدیلیاں ہمارے علم میں آئیں۔ مثلاً یہ کہ جو کام، تم نے انجام دیا، وہ بظاہر تو انجام تک پہنچ گیا۔ لیکن اس میں کوئی ایسی رخنہ اندازی ہوگئی جس کی وجہ سے ہمارا وہ مشن فیل ہو گیا۔ گویا تمہاری حیثیت بھی محفوظ رہی اور ہم نے وہاں نقصان اُٹھایا۔ اس نکتے پر خاص طور سے غور کیا جا رہا

ہے۔ ہم یہ الزام نہیں لگاتے کہ تم نے درپردہ کوئی ایسی کارروائی شروع کر دی تھی جس کے تحت یہ نقصانات ہمیں اُٹھانا پڑے۔ لیکن اس کے باوجود ہم اِس نکتہ کو اس صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے کہ تم شائیلاک نہیں ہو۔"

"اگر جرمنی کے لئے خدمات انجام دینے والے کے ساتھ یہی سلوک بہتر ہے جناب! تو میں اس پر کوئی احتجاج نہیں کروں گا......" میں نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا۔

"بہرصورت! تمہیں ایک مخصوص وقت قیدیوں کی حیثیت سے گزارنا ہوگا۔ ہم کوشش کریں گے کہ تمہارے بارے میں جو شبہ ہے، اس کی تصدیق یا تردید ہو جائے۔ اس کے بعد ہی تمہارے لئے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا مجھے جنگی کارروائیوں میں حصہ لینے کی اجازت بھی نہیں ملے گی......؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں......ہم کوئی رِسک نہیں لے سکتے۔"

"تب مجھے افسوس ہے کہ میں نے جن بلندیوں پر اپنی محنت سے قدم رکھے تھے، آپ لوگوں نے وہ مجھ سے چھین لیں۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا اور میرے ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں ملا۔

تھوڑی دیر تک مجھے وہاں رکھا گیا، طرح طرح کے سوالات کئے جاتے رہے، جن میں اب میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ اس کے بعد میرے لئے حکم نافذ کر دیا گیا کہ مجھے کیمپ نمبر بائیس میں پہنچا دیا جائے۔

کیمپ نمبر بائیس کے بارے میں میری معلومات محدود تھیں۔ گستاپو کے جتنے اپنے معاملات تھے، ان کے سلسلے میں تو میں نے تفصیلات معلوم کر لی تھیں۔ لیکن بہت سارے معاملات ایسے تھے جن کے بارے میں مجھے علم نہیں ہوا تھا اور نہ ہی ان معاملات میں حکومت امریکہ کے لئے کوئی خاص دلچسپی کا سامان تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے وہاں سے واپس لے آیا گیا۔ مجھے جس عمارت میں قید کیا گیا تھا، وہ خاصی تنگ و تاریک تھی۔ قید کے دوران جو مراعات مجھے پہلے دی گئی تھیں، اب وہ واپس لے لی گئی تھیں۔ گویا جس کوٹھری میں، میں تھا اس میں ضرورت کے سارے سامان مہیا نہیں تھے۔ زمین پر ایک کمبل بچھا ہوا تھا۔ ایک کمبل اوڑھنے کے لئے تھا۔ اس کے علاوہ ساری دیواریں ننگی تھیں۔ اور روشنی کا بھی مناسب بندوبست نہیں تھا۔ گویا میرے لئے خطرناک لمحات کی ابتداء ہو چکی تھی......

افسوس کی بات یہ تھی کہ میں اینٹ فرینک سے بھی رابطہ نہیں قائم کر سکتا تھا۔ اگر کسی طرح انہیں میری اس کیفیت کا علم ہو جاتا تو میں جانتا تھا کہ حکومت امریکہ کے لئے اب میں اتنی بڑی حیثیت اختیار کر چکا ہوں کہ وہ لوگ انتہائی قوت صرف کر کے بھی میری آزادی پسند کریں گے۔ لیکن افسوس! میں اُن سے اتنی دُور اٹلی میں تھا کہ وہ اس بات کو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مجھ پر کوئی ایسا برا وقت آ پڑا ہے۔ بہرصورت! سیکرٹ پیلس کی تربیت میں سہاروں کا کوئی وجود نہیں تھا۔ جو کچھ کرنا ہوتا، اپنے طور پر ہی کرنا ہوتا تھا۔ چنانچہ یہاں بھی مجھے اپنے لئے سب کچھ خود ہی کرنا تھا۔

اب جو کچھ بھی کرنا ہے، اپنے ہی بل بوتے پر کرنا ہے۔ اور اس کے لئے تھوڑا سا انتظار مناسب ہے۔ یہ انتظار مجھے مزید تین روز تک کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک دن مجھے اُس قید خانے سے بھی نکال لیا گیا اور ایک بند گاڑی میں کہیں لے جایا گیا۔ جس جگہ میں اُترا، وہ ایک تاریک ایئرپورٹ تھا۔ روشنیوں کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ اور یقیناً ہونا بھی نہیں چاہئے تھا۔ کیونکہ جنگی حالات تھے۔ اندھیرے ہی میں مجھے ایک طیارے تک لے جایا گیا اور یہ ٹرانسپورٹ طیارہ مجھے لے کر ایک نامعلوم سمت چل پڑا۔ طیارے میں میرے ساتھ سفر کرنے والے بیس بائیس آدمی تھے جو سب کے سب سنجیدہ چہروں اور ایک طرح سے منحوس فطرت کے مالک تھے۔ کسی نے دورانِ سفر مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ البتہ میرے ہاتھ پشت کی طرف کر کے ان میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں جس کا مطلب یہی تھا کہ بہرصورت، میری بات پر غور نہیں کیا گیا۔ یا غور کیا گیا ہے تو مجھے مجرم ہی قرار دیا گیا ہے۔ کافی دیر تک ہم سفر کرتے رہے۔ اور اس کے بعد طیارہ شاید کہیں اُترنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ایک فوجی نے میرے بدن سے بھی بیلٹ باندھ دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد طیارے نے رن وے کو چھو لیا۔ اسی خاموشی کے ساتھ مجھے نیچے اُتارا گیا۔ اور جب وہ لوگ مجھے ایئرپورٹ کے ایک مخصوص حصے کی سمت لے جانے لگے تو میں نے اُن سے سوال کیا۔

"آخر مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ معلومات بھی تو ہونی چاہئیں۔" لیکن میرے سامنے چلنے والے گویا پتھر کے آدمی تھے۔ میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ یہاں سے پھر مجھے ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور کسی ایسے راستے پر لے جایا جانے لگا جو کچا اور ناہموار تھا۔ چھ گھنٹے کا مسلسل سفر خاصا تکلیف دہ تھا۔ اور اس کے بعد گاڑی رُک گئی۔ مجھے نیچے اُتارا گیا اور لانے والوں نے مجھے چند افراد کے حوالے کر دیا۔ یہاں میرے ساتھ کچھ اور

انصاف کیا گیا۔ یعنی میرے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں بھی ڈال دی گئیں اور اُن کے اِس اقدام سے اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ میرے بارے میں ہدایات کافی سخت ہیں۔ اب کچھ پوچھنا فضول تھا۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

چاروں طرف گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ جنگی حالات کی وجہ سے روشنیوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کے بعد پھر مجھے ایک قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ اُس قید خانے میں، میں تنہا نہیں تھا، دس بارہ افراد اور بھی نظر آرہے تھے۔ یہ سب کے سب کمبل بچھائے زمین پر موجود تھے۔ مجھے بھی ایک کمبل بچھانے کے لئے اور ایک اوڑھنے کے لئے دیا گیا اور جو لوگ مجھے لائے تھے، اُن میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

''خاموشی سے یہاں آرام کرو! تم جانتے ہو، کوئی بھی حرکت تمہارے لئے موت کا پیغام بن سکتی ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ زبان جرمن استعمال کی گئی تھی جسے میں بخوبی سمجھتا تھا۔ بہرصورت! قید خانے کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ چلے گئے۔

وہ مجھے امریکی جاسوس ہی قرار دے رہے تھے۔ اور یہ بہت بڑی بات تھی۔ کسی ایسے شخص کے بارے میں، جو ایک اہم عہدے پر ایک طویل عرصے تک کام کر چکا ہو اور آسانیاں فراہم کر چکا ہو، یہ فیصلہ کر لینا کہ بالآخر وہ کسی اور ملک کا ایجنٹ ہے، بڑی ذہانت کی بات تھی۔ گویا اُنہوں نے حقیقت تلاش کر لی تھی۔ لیکن اب اس کے بعد میرے ساتھ کیا ہوگا؟ میں سوچتا رہا۔ کمبل پر لیٹے لیٹے نہ جانے مجھے کب نیند آگئی؟ لیکن جب آنکھ کھلی تو سورج خاصا تیز ہو چکا تھا۔ چاروں طرف روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں میرے اس قید خانے کے دوسرے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کوئی، سوئی سے اپنا پھٹا ہوا لباس سی رہا تھا، کوئی شیو بنا رہا تھا۔ شاید ان لوگوں کو شیو بنانے کا سامان مہیا کر دیا جاتا تھا ویسے یہاں، جتنے افراد بھی موجود تھے، اُن میں سے بیڑیاں کسی کے پیروں میں نہیں تھیں۔ ہاتھ بھی کھلے ہوئے تھے۔ صرف میں تھا، جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں تھیں۔ اور شاید میں ان لوگوں کے لئے باعث حیرت بھی تھا۔ چنانچہ ایک قیدی میرے نزدیک آگیا۔ یہ صورت سے خاصا شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی شاید اُس نے شیو بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''میرا نام ایرو ہے۔ اور میں بھی تمہاری طرح ایک قیدی ہوں۔ کیا میں تم سے تمہارے

بارے میں معلوم کر سکتا ہوں......؟''

''کیا مسٹر ایرو......؟'' میں نے سوال کیا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟ ویسے یہ سب کچھ تعارف کے طور پر ہو رہا ہے۔''

''مونیٹر......!'' میں نے جواب دیا۔

''خوب...... اپنا نام تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں۔ لیکن ڈیئر مونیٹر! تم یہاں جس انداز میں موجود ہو، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ تمہاری جانب سے خاصے خوفزدہ ہیں۔''

''ممکن ہے...... ویسے تمہارا تعلق کہاں سے ہے مسٹر ایرو؟''

''میں گرین لینڈ کا باشندہ ہوں۔''

''اوہو......'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور تم......؟''

''بس! میرا تعلق ہیمبرگ سے ہے۔'' میں یہاں بھی محتاط رہا۔

''گویا تم جرمن ہو......'' ایرو کے انداز میں ایک ہلکی سی نفرت پیدا ہو گئی۔

''ہاں مسٹر ایرو......!''

''لیکن تعجب کی بات ہے ڈیئر مونیٹر! کہ جرمن ہونے کے باوجود تم جرمن قید میں ہو۔''

''ہاں...... بعض اوقات ایسے اتفاقات ہو جاتے ہیں۔ لیکن تمہاری کیا پوزیشن ہے؟'' میں نے ایرو سے سوال کیا

''میں تو جنگی قیدی ہوں۔ مجھے فرانس سے گرفتار کیا گیا تھا اور اس کیمپ میں رکھا گیا ہے۔''

''تو گویا یہ کوئی فوجی کیمپ ہے......؟''

''ہاں...... یہ ایک فوجی کیمپ ہے۔'' ایرو نے جواب دیا اور مجھے یہ سن کر تعجب ہوا۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ لوگ اب میری قومیت کے بارے میں بھی مشکوک ہیں اور اس کیمپ میں رکھنے کا کوئی خاص مقصد بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ یہاں ممکن ہے، کوئی میرا ہم وطن موجود ہو اور میں اُس سے کھل جاؤں۔ پھر یہ لوگ اُس سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ تب میں نے اس تصور کے ساتھ ایرو سے پوچھا۔

''لیکن کیا تم ان باقی لوگوں سے متعارف ہو مسٹر ایرو......؟''

''تمہاری مراد ان قیدیوں سے ہے......؟''

''ہاں......!''

''یہ سب میرے ساتھ ہی گرفتار ہوئے ہیں۔ اور میرے ہی وطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ میری مراد اتحادی فوجوں سے......''

''کیا اِن میں کوئی امریکن بھی ہے......؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں...... وہ مسٹر گریٹ۔ جو اُس کونے میں بیٹھے شیو بنا رہے ہیں، اُن کا تعلق امریکہ سے ہے۔''

''خوب، خوب......'' میں نے دلچسپی سے سوچا۔ اور پھر فیصلہ کیا کہ صرف اُس شخص سے دشمنی رکھی جائے تا کہ وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہو۔ اگر میں نے اُس سے دوستی قائم کی تو یقینی طور پر جرمن اُس سے میرے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور وہ بیچارہ مفت میں مارا جائے گا۔ چنانچہ بہتر یہ ہے کہ اُس سے دوستی کی بجائے دشمنی کا آغاز کیا جائے۔ تا کہ اُس کی زندگی بچ سکے۔

بہرحال! اب تو ایک تکلیف دہ زندگی کا آغاز ہو گیا تھا۔ نہ جانے اس آغاز کا انجام کیا ہو......؟

☆......☆......☆

''میر

جرمن فوجی کیمپ کے قید خانے میں میرا پہلا دن کسی خاص واقعے کا حامل نہیں تھا۔ یہاں موجود قیدیوں سے میری جان پہچان ہو گئی تھی۔ لیکن امریکی قیدی گریٹ کو میں نے جان بوجھ کر لفٹ نہیں دی، بلکہ اُس کی توہین کی۔ جس کی وجہ سے وہ مجھ سے بدظن ہو گیا۔ بات اصل! یہ تھی کہ میں اُس کی قربت نہیں چاہتا تھا۔ ممکن ہے، کوئی ایسی بات زبان سے نکل جاتی جو میرے اور اُس کے لئے مصیبت بن جاتی۔ اس لئے اُس سے دُوری ہی بہتر تھی۔ حالانکہ دل چاہتا تھا کہ اُس سے بہت سی باتیں کی جائیں۔ نہ جانے کیوں میں ذہنی طور پر خود کو امریکی مفادات سے نزدیک تر سمجھنے لگا تھا۔ حکومت امریکہ کا جو رویہ میرے ساتھ تھا، اس کے پیش نظر یہ بات میرے لئے فطری تھی۔ اُنہوں نے مجھے ہر سہولت فراہم کی تھی۔ اور اب مجھے یہ قید بھی بری نہیں لگتی تھی۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ میں خود کو حکومت امریکہ کا وفادار سمجھتا تھا اور اس قید سے یہ احساس ذہن میں اُبھرتا تھا کہ یہ سب کچھ میں نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے کیا ہے۔

لیکن صورتِ حال وہی تھی۔ یہاں صرف چند لوگ تھے جن سے تبادلہ خیال ہوتا تھا۔ ابھی تک ہمارے سپرد کوئی ایسا کام نہیں کیا گیا تھا جو ہمارے لئے پریشانی کا باعث بنتا۔ میں اکثر امریکی قیدی گریٹ کا مذاق اُڑاتا رہتا تھا۔ وہ بے چارہ بس! خونخوار نظروں سے مجھے گھورنے پر اکتفا کرتا۔

لیکن ایک دن وہ میرے مقابل آ ہی گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ شائیلاک نے میری شخصیت جاننے کے لئے کیا کچھ کیا ہے؟ ویسے مجھے یہاں موجود ایک قیدی پر شبہ تھا کہ وہ قیدی نہیں بلکہ شاید جرمن جاسوس ہے جو کسی خاص بنیاد پر یہاں قید کیا گیا ہے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ صرف میری ہی وجہ سے۔ اس شبہ کی وجہ یہ تھی کہ یہاں موجود سیاسی قیدیوں کے ساتھ خاصی زیادتی بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن وہ ایک آزاد فطرت اور ایک آزاد انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا تھا۔

میں خاص طور سے اُس سے محتاط رہتا تھا۔ ویسے میں نے اُس سے دوستی بھی کر لی تھی۔ تب ایک دن اُس نے میرے سامنے ایک منصوبہ پیش کیا۔ امریکی قیدی گریٹ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی اور گریٹ ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ میں نے امریکیوں کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ امریکیوں کو دوسری جنگ میں حصہ نہیں لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہیں۔ اور گریٹ میرے سامنے آ گیا۔

''کیا سمجھتے ہو تم خود...... کیا بگاڑ لو گے؟ تم لکھ لینا اس بات کو کہ ایک دن امریکہ ہی جرمنوں کا قبرستان ترتیب دے گا۔''

''بکواس مت کرو!'' میں خونخوار انداز میں کھڑا ہو گیا۔ گریٹ بھی شدید غصے میں تھا۔ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ جاتی۔ لیکن دوسرے لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ لیکن گریٹ قابو سے باہر ہو گیا تھا۔

''اس سے کہو! اپنی زبان بند رکھا کرے۔'' گریٹ نے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں اپنی زبان کیوں بند رکھوں؟ میں تو فاتح قوم کا فرد ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہنہ، فاتح قوم......'' گریٹ نے کہا اور میں گھونسہ تان کر اُس کی طرف لپکا۔ لیکن لوگ پھر درمیان میں آ گئے۔

''دیکھو! اگر تم نے لڑنے کی کوشش کی تو سب کو سزا ملے گی۔ ہم تمہیں کسی قیمت پر نہیں لڑنے دیں گے۔'' چند قیدیوں نے مجھے اور گریٹ دونوں کو سمجھایا اور گریٹ ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا۔

''تم جرمن قوم...... یعنی فاتح قوم کے فرد ہو۔ اور اس کے باوجود اس قید خانے میں پڑے ہوئے ہو۔'' اُس نے تلخ لہجے میں کہا اور میں خاموشی اختیار کر گیا۔ ویسے میں نے اس قسم کا اظہار کیا تھا جیسے اس بات سے مجھے تکلیف پہنچی ہو۔ اور اُسی رات اُس شخص نے مجھ سے گفتگو کی، جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ جرمن جاسوس ہے۔

رات کا وقت تھا، وہ میرے نزدیک ہی زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ نہ وہ سو سکا تھا، نہ میں۔ تب اُس نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر پکارا۔

''کیا سو گئے مسٹر مونیٹر......؟''

''نہیں...... کیا بات ہے؟''

''نیند نہ آ رہی ہو تو آؤ! گفتگو کریں۔''

''ہاں...... مجھے نیند نہیں آ رہی۔''

''میرے ذہن میں بار بار ایک خیال مچلتا ہے۔'' اُس نے کہا اور میں تاریکی میں اُس کی ...ت دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

''کیا خیال......؟'' میں نے پوچھا۔

''تمہاری قید واقعی عجیب و غریب ہے۔ اس قید خانے میں عام لوگوں کو نہیں رکھا جاتا۔ جاننا چاہتا ہوں کہ جرمن ہونے کے باوجود جرمن افسر، تم سے بدظن کیوں ہیں......؟''

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے شبہے کی کسی حد تک تصدیق ہو رہی تھی۔ ...رت! بھلا میں اس شخص کے چکر میں آ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری ...کہنے لگا۔ ''بدقسمتی ہی کی بات ہے میرے دوست!''

''کیوں......؟''

''میں نے اُونچی اُڑان کی کوشش کی تھی اور جرمن افواج میں ایسے کارنامے انجام دینا ...چاہتا تھا جن سے میرا نام روشن ہو جائے۔ لیکن بدبختی سے ایک غلطی کر گیا۔''

''کیسی غلطی......؟''

''میں نے ایک ایسے کردار کا انتخاب کیا جو رُوسیوں کی قید میں تھا۔ میرا مطلب ہے، مسٹر ...لاک۔'' میں نے کہا اور وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگا۔

''میں نہیں سمجھا۔'' اُس نے بھاری لہجے میں کہا اور میں نے اُسے پوری کہانی سنا دی۔ وہ ...تک میری کہانی پر غور کرتا رہا، پھر بولا۔ ''لیکن تعجب کی بات ہے مسٹر مونیٹر! جرمن ...گورنمنٹ کو تمہارے بارے میں تفصیلات معلوم کرنی چاہئے تھیں۔ اور تمہیں تمہارا صحیح مقام ...چاہئے تھا۔''

''ہاں...... لیکن افسوس! میں کس سے کہوں؟ میرے ہم وطن ہی میرے دشمن ہو گئے ...''

''کاش! میں تمہارے لئے کچھ کر سکتا۔'' اُس نے ہمدردی سے کہا اور میں مسکرا کر ...ش ہو گیا۔

...میں رات کے تیسرے پہر تک جاگتا رہا اور یہ سوچنے کی کوشش کرتا رہا کہ کیا یہ شخص ...میری امداد کرے گا؟ ممکن ہے، یہ اطلاع دے کہ میں واقعی درست آدمی ہوں۔ چنانچہ اس

سے دوستی ہی مناسب ہے۔

دوسری صبح ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا۔ اور بعد میں یہ واقعہ خاصی سنگین نوعیت اختیار کر گیا۔

ایک جرمن افسر قید خانے کا جائزہ لینے آیا تھا۔ اُس نے تمام قیدیوں سے طرح طرح کے سوال کیئے اور پھر میرے سامنے پہنچ گیا۔ ''تمہارا کیا نام ہے......؟''

''مونیٹر۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ......تم وہ شخص ہو، جو جرمن ہونے کے باوجود جرمنوں سے غداری کرتا رہا ہے۔'' جرمن افسر نے کہا۔

''کیا بکواس ہے......؟'' میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور افسر غصے سے سرخ ہوگیا۔

''میں افسر ہوں۔ سمجھے؟ تمیز سے بات کرو! ورنہ زبان باہر نکلوا لوں گا۔'' اُس نے غصے سے بل کھاتے ہوئے کہا۔

''میں بھی اپنی اصل حیثیت سے کم تر، بہت سے لوگوں کی زبانیں باہر نکلوا سکتا ہوں۔ لیکن افسوس! اس جرمن قوم نے میرے لئے کچھ نہیں کیا......اور اب......اب مجھے اس سے نفرت ہے۔''

دوسرے لمحے افسر کا تھپڑ میرے منہ پر پڑا تھا۔ اور بھلا میں اس تھپڑ کو کیسے برداشت کر جاتا؟ میں نے جرمن افسر کی گردن دبوچ لی اور دوسرے ہی لمحے اُسے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔

ایک ہنگامہ ہوگیا...... بہت سے سپاہیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ اور پھر وہ مجھے قید خانے سے باہر لے گئے۔ اس بار مجھے تنہا کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا۔ شاید وہ مجھے یہاں رکھ کر کوئی سزا دینا چاہتے تھے۔

میں انتظار کرتا رہا۔ دو دن اور دو راتیں مجھے اس کوٹھڑی میں رکھا گیا اور اس دوران مجھے بھوک اور پیاس کی سزا دی گئی۔ اس کے علاوہ وہ شاید کوئی اور سزا میرے لئے تجویز نہیں کر سکے تھے۔ بلاشبہ! ایک تنہا قید خانے میں دو دن اور دو راتیں بھوکے پیاسے گزارنا سخت کام تھا۔ لیکن میں اس کٹھن مرحلے سے بھی گزر گیا۔ البتہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر ان لوگوں نے مجھے بھوکا پیاسا رکھ کر ہی مارنے پر کمر باندھ لی تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟

کوٹھڑی کے دروازے کی مضبوطی کا میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا۔ اُسے توڑنا خاصا

ی کام تھا۔ لیکن میں یہ کام اس وقت کرنا چاہتا تھا، جب میں بالکل ہی تنگ آ جاتا۔

لیکن تیسری صبح جب سورج کی کرنیں کوٹھڑی کے رخنوں سے اندر آ گئیں تو دروازہ کھلا سپاہی میرے لئے کھانا وغیرہ لے کر اندر آ گئے۔

''خوب......!'' میں نے اُنہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری قوتِ برداشت ب دے گئی یا پھر میری قوتِ برداشت کا اندازہ لگانے کے لئے آئے ہو؟''

''ہمیں کچھ نہیں معلوم۔'' اُن میں سے ایک سپاہی نے سادگی سے کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ کہ تم نے جو کچھ کہا، اس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم۔ کھانا کھا ور اس کے بعد تیار ہو جاؤ۔''

''کیوں......کیا مجھے گولی ماری جائے گی؟''

''ہم تو یہ بھی نہیں جانتے۔'' سپاہیوں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ تم کچھ بھی نہیں جانتے تو جاؤ! میں کھانا کھا لوں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد آ کر برتن لے جانا۔'' میں نے کہا اور وہ دونوں سپاہی بڑی سعادت مندی سے باہر نکل

ن کی سعادت مندی پر مجھے ہنسی بھی آئی تھی۔ بہرصورت! دو دن کا بھوکا تھا۔ لیکن اس جود اتنا کھایا کہ بالکل ہی ڈل نہ ہو جاؤں۔ اُنہوں نے مجھے کہیں لے جانے کی بات ا۔ نہ جانے کہاں......؟

لیکن اس کا جواب ملنے میں بھی زیادہ دیر نہ لگی۔ ایک بار پھر میرے قید خانے کا دروازہ ور اس بار سپاہیوں کا پورا دستہ اندر گھس آیا۔ مجھے پھر سے کس دیا گیا۔ میرے ہاتھ، ے باندھ دیئے گئے۔ پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ اور وہ لوگ میری آنکھوں پر ے کی ایک پٹی باندھ کر باہر لے آئے۔ سہارا دے کر مجھے شاید کسی ٹرک پر سوار کیا ک کے عقبی حصے میں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے جو یقیناً قیدی تھے۔ شاید اُن سب کی بھی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ سب اِس سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے اور اُن کی ے کانوں میں اُبھر رہی تھی۔ سب ایک دوسرے سے ناواقف تھے۔

صورت! ٹرک کا سفر شروع ہوگیا۔ بڑا ہی تکلیف دہ سفر تھا۔ ہم لوگ کسی ایسے ناہموار ہا رہے تھے جو یقینی طور پر کسی باقاعدہ سڑک کی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ ٹرک

میں بڑے جھٹکے لگ رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے پر گر پڑتے اور پھر سنبھل جاتے۔ اکثر
ایک دوسرے کو گالیاں بھی دینے لگتے تھے۔ لیکن دوسرے قیدی بڑی بے چارگی سے
کا اظہار کرتے اور یہ سمجھاتے کہ وہ بھی تو اُن کی مانند دیکھ نہیں سکتے۔

ہمت ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی۔ مگر سفر ابھی جاری تھا۔ حواس جواب دیتے جارہے
بہت سارے قیدی تو چیخنے چلانے لگے تھے۔ اور کہنے لگے تھے کہ اُن کی پٹیاں کھول دی جائیں
لیکن سننے والا کون تھا؟

بالآخر کئی گھنٹوں کے بعد یہ خوفناک سفر ختم ہوا اور ٹرک رُک گیا۔ ہمیں نیچے اُتارا گیا۔
جب ہماری آنکھوں سے پٹیاں کھولی گئیں تو ہم سب اندھوں کی طرح آنکھیں پھاڑ رہے
تھے۔ بینائی جیسے جاتی رہی ہو۔ یوں بھی چمکدار سورج، سر پر تھا اور آنکھوں کے نیچے
تاریکی پھیل گئی تھی۔

بہت دیر تک ہم سر پکڑے دُھوپ میں بیٹھے رہے۔ صرف میری ہی نہیں، سب کی
حالت تھی۔ بمشکل تمام ہماری آنکھوں میں بینائی آ سکی تھی۔ بینائی آنے کے بعد میں
اِردگرد کے ماحول کو دیکھا۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ بیگار کیمپ تھا۔ شاید کوئی سڑک تعمیر
رہی تھی۔ یا پھر ممکن ہے، کوئی اور کام کیا جا رہا ہو۔ بہرصورت! سامنے ہی چھوٹے چھوٹے
خاردار تاروں سے گھرے ہوئے چند خیمے لگے تھے، جن کے سامنے ایک احاطہ تھا۔ ایک
احاطہ جس میں عام طور سے قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ اور اس احاطے کے اُوپر کوئی سائبان
تھا۔ گویا قیدیوں کے لئے سردی، گرمی، دُھوپ، بارش سب یعنی ہر موسم برداشت کرنے
لئے یہی کھلی ہوئی جگہ تھی۔

میں اُس جگہ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اب مجھے بھی ان مشقت کرنے والے قیدیوں میں
کر دیا گیا ہے، جن سے ہر وہ کام لیا جاتا ہے، جس میں کسی بھی لمحے اُن کی موت کا
لاحق ہو۔

ویسے یوں لگتا تھا جیسے اُن لوگوں نے میرے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا ہو کہ بہرحال
میں ایک غلط انسان ہوں۔ اور میری زندگی یا موت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس حد تک
کے بعد صورتِ حال کے بگڑنے کا احساس کر لینا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ میں بھی
قیدیوں کے ساتھ اُسی احاطے میں پہنچ گیا جس کے چاروں طرف جرمن سپاہیوں کا پہرہ
تھا۔ اب کسی سے کوئی فریاد کرنا حماقت کی بات تھی۔ اپنی حیثیت بتانا اور جرمن

بار ثابت ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں نے اس قسم کی ہر کوشش ترک کر دی اور یہی سوچا کہ
پہنچ سے کچھ عرصہ یہاں رہوں۔ اور اس کے بعد پھر وہی مسئلہ یعنی فرار کی کوشش...... اس
ذہن کبھی بھی باز نہیں رہ سکتا تھا۔

دوسرے دن سے ہمیں کام پر لگا دیا گیا۔ کام وہی تھا، یعنی چٹانیں توڑنا۔ بارُودی سرنگیں
بچھائی جاتی تھیں اور دھماکے کئے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ قیدیوں کو بڑے بڑے ہتھوڑے
دیئے گئے تھے جن سے اُنہیں اپنا کام انجام دینا تھا۔

میرے ہاتھ میں بھی ایک ہتھوڑا تھما دیا گیا اور ڈن کین...... فن لینڈ کی ایک عظیم فیملی کا
بھی اس کام میں مصروف ہو گیا۔ سیکرٹ پیلس کی تربیت ان دنوں بیکار ہو گئی تھی۔ کیونکہ
صورتِ حال ہی ایسی تھی۔ میں کسی بھی ایک انسان یا گروہ سے نبرد آزما نہیں تھا۔ بلکہ اس بار
فوجی حکومت تھی جس کے اور بھی بہت سے قیدی تھے۔ اور ان قیدیوں کو کتے کی موت
مارنا ان سب کے لئے عام سی بات تھی۔ چنانچہ انفرادی کوشش بے مقصد ہی ہو سکتی تھی۔
میری نگاہوں نے کسی ایسے شخص کی تلاش شروع کر دی تھی جو اس بار بھاگنے میں میرا
ثابت ہو سکے۔ اور اس کے لئے میں نے جوڈی ہارپن کا انتخاب کیا۔

جوڈی ہارپن بھی ایک امریکی فوجی تھا۔ اُس کا عہدہ میجر کا تھا۔ لیکن اُسے جنگ کے
دنوں میں ہی گرفتار کر لیا گیا تھا اور وہ اب تک جرمنوں کی قید میں کافی صعوبتیں
برداشت کر چکا تھا۔ میں اُس کے قریب ہو گیا۔ ہم دونوں پتھر کوٹ رہے تھے۔ میں نے اُس
کہا۔ ”میرا خیال ہے، تم امریکن ہو۔“

جوڈی ہارپن نے ایک لمحے کے لئے اپنا ہتھوڑے والا ہاتھ روک کر میری طرف دیکھا
پھر بولا۔ ”ہاں...... میں امریکی ہوں۔ اور تم؟“ اُس نے سوال کیا۔

”میں بھی امریکی ہوں۔“

”اوہ......“ جوڈی کے پھٹے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ دھیمی آواز میں
”لیکن میرے دوست! افسوس، میں کھڑے ہو کر تم سے مصافحہ نہیں کر سکتا۔ جنگی قیدی

”ہاں، ہارپن! یہی سمجھ لو۔“
”کس محاذ پر تھے......؟“
”جس محاذ پر تھا، اس کے بارے میں تمہیں تفصیل بتانا بے مقصد ہو گا۔“ میں نے

کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''امریکی محکمہ جاسوسی کے لئے کام کر رہا تھا۔''

''اوہ......گڈ! تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ کیا نام ہے تمہارا؟''

''یہاں تو مجھے مونیٹر کے نام سے پکارتے ہیں۔ ویسے میرا اصل نام کین ہے۔''

''خوب، خوب......تم سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے مسٹر کین! لیکن براہِ کرم، اپنے ہا
حرکت دیتے رہو۔ ورنہ محافظ کتے فوراً ہی سر پر پہنچ جائیں گے اور ہماری کھال اُتار
گے۔'' اُس نے گردن سے ایک طرف اشارہ کیا اور میں نے تیزی سے ہتھوڑا چلانا شروع
دیا۔ ظاہر ہے، اس سلسلے میں کوتاہی کر کے فضول سے لوگوں سے کوڑے کھانا میرے شایا
شان نہیں تھا۔ اُن لوگوں سے اُلجھنا تو بالکل ہی بے مقصدسی بات تھی۔ چنانچہ ہم دونوں
کوٹتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔

''کیا تم نے کبھی یہاں سے فرار کی کوشش نہیں کی جوڈی......؟'' میں نے پوچھا۔

''فرار......؟'' جوڈی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''دراصل دوست! یہ لوگ
ہے، فرار کے امکانات سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔ چنانچہ پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔

''اس کے باوجود جوڈی! یہ تو کسی طور مناسب نہیں کہ ہم زندگی کی تحریکوں سے منہ مو
سنجیدگی سے کسی کام میں مصروف ہو جائیں۔ فرار کی کوشش تو جاری رکھنی چاہئے۔''

''تم کتنے عرصے سے اِن کے قیدی ہو؟'' جوڈی نے پوچھا۔

''زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔''

''تو اِس دوران تم نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی؟''

''کئی بار......!''

''کیا مطلب......؟'' جوڈی ایک لمحے کے لئے رُکا اور پھر ہتھوڑے سے پتھر کوٹنے

''میں نے کئی بار کوشش کی ہے جوڈی! اور ناکام رہا ہوں۔''

''اوہو...... ہو...... ناکام کوشش۔'' وہ پھر مسکرا پڑا اور بولا۔ ''رات کو کیمپ میں
ہوگی۔ اس وقت تک تم اپنے کام میں مشغول رہو۔ میرے بدن پر اتنے زخم ہیں کہ مزی
کھانے کی تاب نہیں رکھتا۔'' اُس نے کہا اور میں نے بھی گردن ہلا دی۔

سورج ہمارے سروں پر سے گزر کر مغرب میں غروب ہو گیا۔ ہر قیدی سے

جاتی تھی۔ جس کے بعد اُن کے جسموں میں اتنی سکت نہ رہتی تھی کہ وہ کسی اور مشغلے میں
دلچسپی لے سکیں۔ سوائے اس کے کہ کھانا کھائیں اور سو جائیں۔

لیکن میں نے اور جوڈی نے قریب قریب جگہوں کا انتخاب کیا تھا۔ سونے کے لئے کوئی
بستر تو تھا نہیں۔ وہی کھردری زمین، جسے چھوٹے چھوٹے کنکروں سے پاک کر دیا گیا تھا۔
تاکہ قیدیوں کو لیٹنے میں دُشواری نہ ہو۔ اور اسی کھردری زمین پر ہم دونوں نزدیک نزدیک
لیٹ گئے۔ تب جوڈی آہستہ سے بولا۔

''ہاں ڈیئر کین! اب سناؤ۔ کیا، کیا تم نے محکمہ جاسوسی کے لئے؟''

''بہت کچھ جوڈی! تفصیل بیکار ہے۔ اگر کبھی امریکہ میں ملاقات ہوئی تو ہم ایک
دوسرے کو اپنے کارنامے سنائیں گے۔'' میں نے کہا اور جوڈی تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

''بڑے پُراُمید ہو......'' اُس نے کہا۔

''ہاں......کیا خیال ہے، کیا ہمیں اس قید میں دم توڑنا ہوگا؟''

''نہیں...... میں یہ تو نہیں کہتا۔ میں خود بھی اتنا مایوس نہیں ہوں۔ ممکن ہے، اُونٹ کسی
کروٹ بیٹھ جائے۔ لیکن اگر فرار کے اِرادے سے یہ ساری باتیں سوچ رہے ہو میرے
دوست! تو میرا خیال ہے، کہیں تمہیں مایوسی نہ ہو۔''

''اوہ...... جوڈی! میں کتنی بار ناکام ہو چکا ہوں۔ لیکن مایوسی، میرے قریب بھی نہیں
پھٹکی۔ میرا خیال ہے، اس بار تم میرا ساتھ دو۔''

''میں......؟'' جوڈی کے چہرے پر ہلکے سے خوف کے تاثرات اُبھرے۔

''ہاں......تم تندرست و توانا آدمی ہو۔ ویسے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ ہاں! اگر تم
مناسب سمجھو تو ٹھیک ہے۔'' جوڈی میرے کہنے پر کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اُس نے
گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''دل تو میرا بھی چاہتا ہے دوست! لیکن سوچ لو۔ ہم تو اس علاقے کے بارے میں کچھ
بھی نہیں جانتے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں کس جگہ ہوں؟ ان حالات میں سمت کا تعین
بے حد مشکل کام ہوگا۔ اور پھر یہ لوگ اتنے معصوم بھی نہیں ہیں کہ ہمیں آسانی سے فرار ہونے
دیں۔ یہاں کے محافظوں کے دائرۂ اختیار بے حد وسیع ہیں۔ وہ کسی کو مارنے میں دیر نہیں
کرتے۔''

''جوڈی...... میرے دوست! کوئی کام اتنی آسانی سے تو نہیں ہوتا۔ یقیناً، ہمیں کچھ

مشکلات کا سامنا تو کرنا ہی پڑے گا۔ ان مشکلات کے عوض اگر ہمیں آزادی مل جائے تو
وہ مشکلات کوئی اہمیت رکھتی ہیں؟''

''تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔ لیکن میرے دوست! بہرصورت، میں آمادہ ہوں۔
کچھ ہوگا، دیکھا جائے گا۔'' جوڈی نے کہا اور مجھے تھوڑی سی خوشی ہوئی۔

اس بار فرار کے لئے میں نے کچھ تبدیلیاں کی تھیں اور کسی مناسب موقع کا منتظر تھا
جوڈی سے بات مکمل ہو چکی تھی اور یہ بات طے پا چکی تھی کہ میں جس وقت بھی اُس سے چلنے
کے لئے کہوں گا، وہ تیار ہو جائے گا۔

عموماً ایسے کسی کام کے لئے رات کے وقت کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ لیکن خاردار تاروں
کے اس کیمپ میں رات کو بڑی سخت نگرانی کی جاتی ہے۔ اور رات کو ایسی کوئی کوشش، حماقت
کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔ یوں بھی سرچ ٹاور پر ہر وقت روشنیاں رہتی تھیں۔ اور مستعد
محافظ چاروں طرف نگاہ رکھتے تھے۔

میں نے اور جوڈی نے اس مسئلہ پر بھی سوچا تھا۔ اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ رات کو فرار
ہونے کی کوشش بالکل بے مقصد ہوگی۔ ظاہر ہے اس کے بعد دن کا انتخاب ہی مناسب تھا۔
اور کیمپ میں کام کرتے ہوئے ایسے کسی وقت کی تلاش زیادہ مشکل نہیں تھی۔ چنانچہ ایک
دوپہر کو جب میں اور جوڈی قریب قریب ہی اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے ہتھوڑوں سے
پتھر توڑ رہے تھے، اچانک شور وغُل کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ ہوا
اور ہم دونوں چونک گئے۔

پتہ یہ چلا کہ کسی چٹان کے نیچے بارود کا ذخیرہ پھٹ گیا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ اس
حادثے میں چار قیدیوں کے علاوہ دو محافظ بھی دب کر ہلاک ہو گئے تھے۔ چنانچہ چاروں
طرف سے محافظ اکٹھے ہو کر اس جگہ پہنچ گئے۔

میں نے جوڈی کی جانب دیکھا اور جوڈی نے میری طرف...... ہم نے زبان سے کوئی
بات نہیں کہی تھی۔ لیکن نگاہوں سے ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کیا۔

''اس طرف......'' میں نے جوڈی کو اِشارہ کیا۔

''ٹھیک ہے......'' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ اور ہم دونوں اُٹھ کھڑے
ہوئے۔ جائے حادثہ پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے تھے اور طرح طرح کی آوازیں بلند ہو رہی
تھیں۔ ہم دونوں ایک طرف دوڑ پڑے۔

دن کی روشنی میں گو، یہ بے حد مشکل تھا۔ لیکن میرے عزم کے آگے مشکل کا کیا سوال
تھا؟ حالانکہ عقب سے محافظوں کی گولیوں کی باڑھ ہمیں ڈھیر کر سکتی تھی۔ لیکن اس کی کون
پرواہ کرتا؟ کافی فاصلے پر ایک پہاڑی نالہ شور مچاتا ہوا گزرتا تھا اور ہماری کوشش یہی تھی کہ ہم
بس! اُس نالے تک پہنچ جائیں۔ اس سلسلے میں بھی میں نے جوڈی سے بات کی تھی اور طے کر
لیا تھا کہ جب بھی فرار ہونے کا موقع ملے، اس نالے سے مدد لیں گے۔ بات بس! نالے
تک پہنچنے کی تھی۔

میں اور جوڈی جان توڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اور ایک بار بھی ہم نے پلٹ کر دیکھنے کی
کوشش نہیں کی تھی۔ جوں جوں نالہ قریب آتا جا رہا تھا، ہمارے دلوں کی دھڑکن بڑھتی جا رہی
تھی۔ یہاں تک کہ ہم نالے کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہاں ہم نے رُک کر پہلی بار پیچھے دیکھا
اور چونک پڑے...... چند محافظ ہمارے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا......

''جوڈی......!'' میں نے اپنے ساتھی کو پکارا۔

''مسٹر کین......''

''اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے کہ ہم خود کو اِس نالے کے حوالے کر دیں۔''

''ارے مسٹر کین! لیکن اس کا بہاؤ بہت تیز ہے۔'' جوڈی بولا۔

''کچھ بھی ہو جوڈی...... بس! اب جلدی کرو۔ نہ جانے اُن گدھوں نے اب تک گولیاں
کیوں نہیں چلائیں......؟''

''خدا حافظ مسٹر کین!'' جوڈی نے کہا اور ہم دونوں نے بیک وقت نالے میں چھلانگ
لگا دی۔ نالہ کافی گہرا تھا اور اُس کی چوڑائی پندرہ بیس فٹ سے کم نہیں تھی۔ لیکن اُس کے بہنے
کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ پانی دُھواں ہی دُھواں نظر آتا تھا۔

ایک لمحے کے لئے تو ہمارے حواس، ساتھ چھوڑ گئے۔ پھر بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی
مانند آگے بڑھے تھے۔

میں نے دانت بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں اور خود کو بہاؤ پر چھوڑ دیا...... صرف ایک خطرہ تھا
کہ کہیں چٹانوں کا سامنا نہ ہو جائے۔ ورنہ ہمارے چیتھڑے اُڑ سکتے تھے۔ برق رفتار پانی
نے نہ جانے کتنی جلدی ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ پانی کے تھپیڑے اتنے زوردار تھے کہ
کئی بار تو یوں لگا جیسے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے ہوں۔ اس عالم میں بھی مجھے کئی بار جوڈی کا خیال
آیا۔ لیکن آنکھیں کھولنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور ہم بہاؤ میں بہتے رہے۔ خدا کی

پناہ! نہ جانے اس سفر کو کیا کہا جائے؟ پانی کی دھار پر اتنا تیز رفتار سفر کسی ذی رُوح نے نہ ہو گا۔ وقت کا تو کوئی تعین بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

بہر حال! ایک وقت ایسا بھی آیا جب مجھے اپنی رفتار ہلکی ہوتی معلوم ہوئی۔ یہاں نالے پاٹ چوڑا ہونے لگا تھا۔ اور پھر یہ رفتار لحہ بہ لحہ سست ہونے لگی اور اس کے ساتھ ہی احسا ہوا کہ اب نالے کی گہرائی بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ پھر میں بالکل سست ہو گیا۔ اور اب وق آ گیا تھا کہ اپنا جائزہ لوں...... تب میں نے قدم جمانے کی کوشش کی، لیکن کیسے قدم؟ ہا پاؤں تو اس طرح شل تھے جیسے اُن کا وجود ہی ختم ہو گیا ہو۔ میں نے اُنہیں جمانے کی کوش کی لیکن ناکام رہا۔ اور پھر میری رفتار بالکل ختم ہو گئی...... اب میں پانی میں کسی مُردہ مچھلی طرح پڑا تھا۔ کوئی تیز ریلا آ کر مجھے میری جگہ سے چند قدم آگے کھسکا دیتا تھا اور اس کے بع پانی ٹھہر جاتا تھا۔ یہاں بڑے بڑے پتھر بھی تھے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ نوک دار پتھر نہیں تھے۔

بالآخر میں ایک پتھر سے جا لگا اور اِس انداز میں بے سدھ لیٹ گیا جیسے بدن میں جا ہی نہ ہو۔ اتنی ہمت بھی نہیں پڑ رہی تھی کہ گردن اُٹھا کر جوڈی کو دیکھنے کی ہی کوشش کروں نہ جانے کتنی دیر تک میں اسی طرح پڑا رہا؟ ذہن میں سینکڑوں خیالات تھے۔ یہ اندازہ کر مشکل تھا کہ کتنی دُور نکل آیا ہوں؟ بہر صورت! اتنا تو یقینی طور پر سوچ سکتا تھا کہ فاصلہ کم نہ ہے۔ اور اس تیز رفتاری کا مقابلہ کرنے کے لئے اُنہیں صرف ہیلی کاپٹر استعمال کرنا پڑے گ جو میرے خیال میں اس کیمپ میں موجود نہیں تھا۔

دیر تک میں اسی طرح پڑا، ٹھنڈے پانی سے لطف اندوز ہوتا ہوا سوچتا رہا۔ جسم پر کسی ز وغیرہ کا تو کوئی احساس نہیں تھا۔ کافی دیر گزر گئی تو میں نے گردن ہلانے کی کوشش کی۔ ا اب ہاتھ پاؤں کی وہ سنسنی ختم ہو گئی تھی جس کی وجہ سے میں انہیں ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ چنا میں نے ہاتھ ٹکا کر خود کو اُٹھانے کی کوشش کی اور اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا۔ ا پھر یہ دیکھ کر مجھے انتہا سے زیادہ خوشی ہوئی کہ جوڈی، مجھ سے بہت زیادہ دُور نہیں تھا۔ اُ بھی میری ہی مانند پتھر کا سہارا لیا ہوا تھا۔ مجھے اس وقت جوڈی کی موجودگی سے بے حد خو ہوئی۔

''مسٹر جوڈی...... کیا تم زندہ ہو؟'' میں نے چلا کر کہا۔

''اوہ، تم...... تم موجود ہو؟'' جوڈی نے بچوں کی طرح قلقاری لگائی۔

''ہاں...... میں زندہ ہوں۔ تم کیا سوچ رہے تھے جوڈی! کیا میں مر گیا......؟'' میں

سوال کیا۔

''ابھی تو میں اپنے بارے میں سوچ رہا ہوں ڈیئر کین! کہ میں زندہ ہوں یا مر گیا ہوں۔''

''ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے متعلق سوچ رہے تھے جوڈی! لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم دونوں زندہ ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن میرے دوست! مجھے حیرت ہے کہ تم اپنے پیروں پر اتنی آسانی سے کھڑے ہوئے ہو۔''

''کیوں...... تمہاری کیا کیفیت ہے؟''

''مجھے یقین ہے مسٹر کین! کہ اب میں ساری زندگی اپنے طور پیروں پر کھڑا نہ ہو سکوں گا۔''

''نہیں جوڈی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تمہارے ہاتھ پاؤں کی سنسناہٹ بھی دُور ہو جائے گی۔ یہ برق رفتار پانی کے تھپیڑوں کا نتیجہ ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو، پانی میں کتنی قوت ہوتی ہے۔''

''بے پناہ......!'' جوڈی نے جواب دیا۔ پھر میں جھک کر اُسے سہارا دینے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ جوڈی واقعی ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا۔ تب میں نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں۔ نالے کا چوڑا پاٹ جو اَب ایک ہلکی گنگناتی ندی میں تبدیل ہو گیا تھا، کافی وسیع تھا۔ اور اس پاٹ کے دونوں کناروں پر خاصا گھنا جنگل نظر آ رہا تھا۔ یہ ہمارے لئے نیک شگون تھا۔ اس جنگل میں ہم محفوظ رہ سکتے تھے۔ کم از کم اس وقت تک، جب تک کہ وہ کسی اعلیٰ پیمانے پر ہماری گرفتاری کے لئے کوشش نہ کریں۔ میں نے انتہائی قوت اور خود ارادی سے کام لیتے ہوئے جوڈی کو اُٹھا کر اپنے کندھوں پر ڈال لیا...... اور ایک سمت کا انتخاب کر کے اُس طرف چل پڑا۔ گو، میرے قدم خود بھی بوجھل تھے۔ مجھ سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ لیکن بہر صورت! جوڈی کو اُٹھا کر لے جانا بہت ضروری تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں نرم بھوری ریت ہماری منتظر تھی۔ میں نے جوڈی کو اُس نرم ریت پر لٹا دیا۔ اور خود بھی اُس کے نزدیک ہی لیٹ گیا۔ اور پھر نہ جانے کتنی دیر تک ہم اسی طرح چت لیٹے رہے۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ہم دونوں نرم ریت پر لیٹے اپنے حواس بحال کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جوڈی اپنے ہاتھ پاؤں ہلا ہلا کر دیکھ رہا تھا۔ اور جب اُس نے اپنے ہاتھ اور پیروں

میں توانائی محسوس کی تو وہ خوشی سے چلانے لگا۔
''اوہ...... ڈیئر کین! تمہارا خیال درست تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں ہمیشہ کے لئے مفلو
نہیں ہوئے تھے۔'' میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔ پھر جوڈی بھی بیٹھ گیا۔ تب م
نے پُر خیال انداز میں جوڈی کی طرف دیکھ کر کہا۔
''کیا خیال ہے جوڈی! کیا تم خود کو بہتر محسوس کر رہے ہو؟''
''بہت زیادہ مسٹر کین!''
''تو پھر میرا خیال ہے، ہمیں اِن جنگلوں میں آگے بڑھنا چاہئے۔ نالے کے کنار
ہمارے لئے بہت خطرناک ہیں۔ ممکن ہے، وہ اس کے سہارے کسی نہ کسی طور سفر کریں۔ ا
طرح ہم کسی بھی مشکل کا شکار ہو سکتے ہیں۔''
''ٹھیک ہے مسٹر کین! میں تیار ہوں۔ ویسے بھی ہمیں ان جنگلوں میں تلاش کرنا آسا
کام نہ ہوگا۔''
''تم ایک بات بھول رہے ہو جوڈی!'' میں نے کہا۔
''کیا......؟'' جوڈی نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔
''کیمپ میں چند محافظو کے پاس خطرناک کتے موجود ہیں۔ اگر وہ کتے لے کر جنگلو
میں گھس آئے تو کتے ہمیں نہ چھوڑیں گے۔''
''اوہ...... ہاں! تمہارا خیال درست ہے۔''
''چنانچہ جتنی جلد ممکن ہو سکے، ہم جنگلوں میں دُور تک نکل جائیں۔''
''چلو......!'' جوڈی نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ جنگل کافی گھنے تھے۔ یوں لگتا
جیسے وہ کسی بلند پہاڑی سلسلے پر ہوں۔ میں نے فوراً ہی یہ بات محسوس کر لی تھی۔ لیکن جوڈ
اس معاملے میں زیادہ تجربہ نہیں رکھتا تھا۔
دفعتہً ہمارے اُوپر پانی کے چند قطرے پڑے اور میں نے چونک کر اُوپر دیکھا۔ جوڈ
بھی رُک گیا تھا۔ ''اوہ...... شاید بارش شروع ہو گئی ہے۔''
''ہاں...... یہی لگتا ہے۔''
''یہ بارش ہمارے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہے۔''
''وہ کس طرح......؟''
''محافظوں کو جنگلوں میں داخل ہونے میں دُشواری پیش آئے گی۔ اور وہ ہماری تلاش

ا زیادہ سرگرمی نہیں دکھائیں گے۔''
''اوہ...... تم بہت دُور کی بات سوچتے ہو کین!'' جوڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہم
نوں آگے بڑھتے رہے۔ جنگل میں بے پناہ سکوت تھا۔ پرندے بھی بارش کی وجہ سے
ونسلوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔
بارش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کا اندازہ ہمیں بھی بخوبی ہو گیا تھا۔ حالانکہ
بنے درختوں کی وجہ سے بارش کی شدت نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن بہرحال! پھر بھی کافی
نی نیچے آ گیا تھا۔
ہم آگے بڑھتے رہے۔ اور پھر نہ جانے کتنی دیر کے بعد ہم نے وہ جنگل عبور کر لیا۔ جنگل
ے آخری سرے سے چکنی ڈھلوان شروع ہو جاتی تھی۔ عجیب علاقہ تھا۔ حالانکہ ہم نے ہموار
ستوں پر سفر کیا تھا۔ لیکن یہاں آ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب تک ہم کسی بلند و بالا پہاڑ
چلتے رہے ہوں۔ بارش کی خوفناک رفتار کا اندازہ درختوں کے دوسری طرف نکلنے کے بعد
اتھا۔ جوڈی کی ہمت جواب دے گئی اور وہ رُک گیا۔
''کین!'' اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔
''ہوں......!''
''کیا تم سفر جاری رکھو گے......؟''
''تم بتاؤ جوڈی!''
''میرا خیال ہے، اب رُک جاؤ!''
''سوچ لو!'' میں نے کہا۔
''بارش ہو رہی ہے کین! اور یہ ڈھلان...... خدا کی پناہ! کیا اس سے اُترنا انسانی کام ہو
''؟
''انسانی تو نہیں ہے۔''
''پھر......؟''
''جو تمہاری مرضی ہو۔''
''میرا خیال ہے، ہمیں یہاں قیام کرنا چاہئے۔ کھلے علاقوں میں بارش کی رفتار، یکساں
رگی۔ وہ اب ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔''
''ٹھیک ہے...... ہم جنگلوں میں رُک کر بارش ختم ہونے کا انتظار کریں گے۔ اور پھر کل

صبح ان ڈھلوانوں کو عبور کریں گے۔'' میں نے کہا اور جوڈی نے گردن ہلا دی۔ وہ میرے ساتھ نکل تو آیا تھا لیکن ان صعوبتوں سے کافی خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ ہم دونوں نے ایک سرے پر ہی ایک گھنا درخت تلاش کر لیا اور اُس کے نیچے گھاس پھونس بچھا کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ گو، ناہموار جگہ تھی۔ لیکن اتنے تھک چکے تھے کہ چبھنے والی چیزوں کا کوئی احساس نہیں تھا۔ دیر تک ہم گہری گہری سانسیں لیتے رہے۔ پھر جوڈی نے لیٹے لیٹے ہی کہا۔

''مسٹر کین! کیا آپ کو بھوک نہیں لگ رہی؟'' میں ہنس پڑا۔ ''کیوں...... اِس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟'' جوڈی پھر بولا۔

''جوڈی! تم دلچسپ آدمی ہو۔ بھوک، پیاس، تکلیف، تھکن اور اس قسم کی چیزوں کا ہمارے پاس کیا کام ہے؟ ہم نے جو کچھ کیا ہے، اس کے نتیجے میں ہمیں صرف تکالیف کا منتظر ہونا چاہیئے۔ آسائشوں کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مسٹر کین! لیکن کیا ہم اِس حالت میں آگے بڑھ سکیں گے؟''

''ہاں...... بڑھنا ہوگا۔ ظاہر ہے، ہمیں یہاں سہولتیں مہیا کرنے والا تو کوئی نہیں ہے۔''

''لیکن مسٹر کین! مجھے ان مشکلات کا اندازہ نہیں تھا۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ شاید کیمپ سے نکلنے کے بعد ہم باآسانی اپنے علاقے تک پہنچ سکیں گے۔''

''واہ...... کیا خوب بات سوچی آپ نے مسٹر جوڈی! ذرا غور تو کریں۔ کیا ہم اپنے علاقے میں ہیں؟ اور کیا ہم بے شمار دشمن نہیں رکھتے؟ ہمیں اپنی جان بچانے کے لئے جان کی بازی لگانا ہوگی مسٹر جوڈی! ورنہ آپ کو اُسی کیمپ میں دم توڑنا پڑتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے...... لیکن کیمپ میں کم از کم! یہ آسانی تو تھی کہ اگر انسان امن و امان سے رہے تو اُسے زندگی کا خطرہ نہیں رہتا۔ جبکہ یہاں قدم قدم پر موت ہمارے سامنے کھڑی ہے۔ میں تو ان ڈھلوانوں سے اُترنے کے تصور سے ہی خوفزدہ ہوں۔''

''افسوس مسٹر جوڈی! میں اِس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے فرار سے میرا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں تھا۔ اور اگر آپ نے اس فرار کے بعد آسانیوں کے بارے میں سوچا تھا تو اس سلسلے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ سوائے اس کے کہ یہ آپ کی حماقت تھی۔ کاش! پہلے ہی آپ سے اس مسئلے پر گفتگو ہو جاتی تو زیادہ بہتر تھا۔ حالانکہ مسٹر جوڈی! میں فرار کی کئی کوششیں کر چکا ہوں اور ان کوششوں میں ناکام رہا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ مسٹر جوڈی! آپ ایک فوجی ہیں اور کسی

مصائب و آلام کی زیادہ پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ مسٹر جوڈی! آپ ہمت رکھیں۔ ہم یہ آسانی سے طے کر لیں گے۔ اور ڈھلان طے کرنے کے بعد ہمیں کم از کم! یہ یقین ہو گا کہ ہم دشمنوں کے نرغے سے نکل آئے ہیں۔'' جوڈی خاموش ہو گیا۔ میں اُس شخص کی ذہنی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔

جوڈی ایک عام آدمی تھا۔ اُس کے اندر سوائے ایک مضبوط جسم کے اور کوئی خوبی نہیں مضبوط دل اور مضبوط ذہن کا انسان ہوتا تو کم از کم اتنی جلدی ہمت نہ ہارتا۔ جب اُس نالے میں میرے ساتھ سفر کیا تھا تو اُسے دیکھ کر میں نے یہ سوچا تھا کہ بہرصورت! وہ مضبوط انسان ہے۔ لیکن یہاں آ کر مجھے اُس کے ان الفاظ سے بڑی مایوسی ہوئی تھی۔

دیر تک ہم اسی طرح پڑے رہے۔ شام جھک آئی تھی اور درختوں کے درمیان اندھیرا چھا رہا تھا۔ لیکن بارش تھی کہ رُکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اور ہم دونوں پانی میں شرابور ہو چکے تھے۔ پھر یخ بستہ ہواؤں کے تھپیڑوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ ٹھنڈی ہوائیں، بدن میں برچھیوں کی طرح اُتر رہی تھیں۔ جوڈی کے دانت بج رہے تھے۔ اس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ کہیں وہ مر ہی نہ جائے۔ چنانچہ میں نے اوپری بدن کا لباس اُتار کر اُسے دے دیا۔ جوڈی نے احسان مند نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پریشان لہجے میں بولا۔ ''لیکن تم......؟''

''میرا اُوپری بدن سٹیل سے بنا ہوا ہے۔ اور ٹانگیں ربڑ کی ہیں۔ مجھ پر موسم زیادہ اثر نہیں ہوتا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''کاش! میں بھی تمہاری طرح مضبوط اعصاب کا مالک ہوتا۔'' اُس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

پھر رات گہری ہو گئی۔ اور رات ہی کے کسی حصے میں بارش رُک گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ جوڈی کی آنکھ لگ گئی ہے۔ لیکن بارش کا رُکنا اور خطرناک ثابت ہوا۔ جنگل میں زندگی جاگ اُٹھی تھی۔ جنگلی درندوں کی آوازیں ایک دم اُبھری تھیں۔ یقیناً وہ بھوکے ہوں گے...... اب صورتحال تشویش ناک تھی۔ میں نے اپنا ہتھیار یعنی ہتھوڑا سنبھال لیا تھا۔ کسی بھی وقت ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ ان آوازوں سے جوڈی بھی جاگ گیا۔ پھر قریب ہی کسی بندر کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی اور اُس کے ساتھ ہی جوڈی گھگھیائے ہوئے انداز میں چیخ پڑا۔ وہ مسلسل چیخ رہا تھا۔ میں نے لپک کر اُسے دبوچ لیا۔ وہ خطرے کو آواز دے رہا

تھا۔

''جوڈی...... جوڈی! ہوش میں آؤ۔''

''وہ...... وہ...... جنگلی جانور......'' وہ رُکا۔ اسی وقت تیندوے کی آواز پھر سنائی دی۔ اِس بار میں نے اُس کے منہ پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جوڈی باقاعدہ قوت آزمائی کرنے لگا۔ لیکن میری گرفت سے نکلنا اُس کے لئے آسان کام نہیں تھا۔ میں اُسے دبوچے ہوئے تھا اور کسی خطرے کا منتظر بھی تھا۔ لیکن تقدیر اچھی تھی کہ تیندوے کی آواز پھر نہ سنائی دی۔ ورنہ اس بار نہ جانے کیا ہوتا؟ بڑی مشکل سے جوڈی کو قرار آیا۔

''کیا حال ہے تمہارا...... اب تو موت نہیں آرہی؟''

''نہیں کین! میں اس قابل نہیں ہوں...... میں اس قابل نہیں ہوں کہ تمہارا ساتھ دے سکوں...... یقین کرو کین! میں خوف سے مر جاؤں گا۔''

''تم پاگل ہو جوڈی! تم نے موت کو خود پر مسلط کر لیا ہے۔ کہاں کہاں جان بچاؤ گے جوڈی؟ موت تو ہر قدم پر موجود ہے۔ حوصلہ رکھو!''

''کاش...... کاش! میں بھی تمہاری طرح مضبوط ہوتا۔''

''تم نہیں مرو گے جوڈی! بے فکر رہو۔ مصائب کے بعد ہی آرام ملتا ہے۔ ہم آسانی سے نکل جائیں گے۔''

''لیکن...... میں......''

''کچھ نہیں...... سو جاؤ!''

''آہ...... اب تو نیند بھی نہیں آئے گی۔''

''پھر کیا چاہتے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''بس...... میں آگے نہیں جاؤں گا۔''

''پھر کیا کرو گے...... واپس کیمپ میں جاؤ گے؟''

''ہاں...... بس! آگے نہیں جاؤں گا۔ کسی قیمت پر بھی نہیں۔ ان ڈھلوانوں پر اترنے کے تصور ہی سے میری رُوح فنا ہو رہی ہے۔ بارش کی وجہ سے ان پر پھسلن ہو رہی ہوگی۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا جوڈی...... سوچو! واپس کس طرح جاؤ گے؟ جنگل خطرناک ہے۔ اور پھر اس بار تم نالے میں سفر بھی نہ کر سکو گے۔''

''وہ ہماری تلاش میں ضرور آئیں گے۔ اور میں خود کو اُن کے حوالے کر دوں گا۔''

''اور میری نشاندہی کر دو گے۔ کیوں......؟'' میں نے غرا کر کہا۔ اب مجھے غصہ آگیا تھا۔

''ہاں! کر دوں گا...... کر دوں گا۔ بس! مجھے جانے دو۔''

''دن کی روشنی میں جاؤ گے یا اسی وقت...... جب کہ جنگلی جانور بے فکری سے پھر رہے ہیں'' میں نے کہا اور میری اِس بات پر جوڈی سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس کا چہرہ خوف و ہراس کی تصویر نظر آرہا تھا۔ اور میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ ذہنی توازن کھوتا جا رہا ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ وہ ڈھلانوں پر اُترنے سے خوفزدہ ہے۔ حالانکہ اگر ذرا سی احتیاط اور توجہ سے کام کیا جاتا تو زیادہ مشکل نہیں تھا۔ بے شک ڈھلان بہت زیادہ خطرناک تھی اور گہرائیاں بے پناہ تھیں۔ لیکن بہر صورت! موت دونوں طرف تھی۔ چنانچہ ایک طرف کا انتخاب زیادہ مناسب تھا۔ کم از کم اپنی مرضی کی موت تو نصیب ہو۔

لیکن میرے اور جوڈی کے سوچنے میں بڑا فرق تھا۔ وہ متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھے اُس کی بزدلی پر بے حد غصہ آرہا تھا۔ کیسا فوجی جوان تھا؟ جسامت اور توانائی میں کوئی کمی نہیں تھی۔ لیکن سینے میں دل زیادہ مضبوط نہیں تھا۔ نہ جانے کون کون سے مصائب نے اُسے اس حد تک پہنچا دیا تھا؟

میں، جوڈی کو تسلیاں دیتا رہا۔ لیکن میری ہر تسلی اُس کے لئے بیکار ثابت ہوئی، جس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا۔ مجھے یہ فکر لگ گئی تھی کہ اب کہاں قدم قدم پر اُسے سنبھالتا پھروں گا؟ لیکن وہ امریکن تھا...... اور مجھے اُس سے تھوڑی سی ہمدردی بھی ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں اُسے سلانے کی کوشش کرتا رہا۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد جوڈی، سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر سو گیا۔ میں بھی درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا اور اونگھنے لگا۔

دفعتہً تیندوے کی دھاڑ مجھے اتنی نزدیک سنائی دی کہ میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جوڈی پھر اُسی انداز میں چیخا تھا جیسے کسی نے اُس کی گردن پر چھری پھیر دی ہو...... اور اسی وقت تیندوے نے چھلانگ لگا دی...... خاصی لمبی چھلانگ تھی۔ وہ ہم سے کئی فٹ کے فاصلے پر گرا تھا۔ میں ہتھوڑا، ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ جوڈی بے تحاشہ چیخ رہا تھا۔ وہ درخت سے چمٹ گیا تھا۔ دوسرے لمحے تیندوے نے غرا کر ہم پر حملہ کیا۔ لیکن میں ہوشیار تھا۔ میں نے اُس کا وار خالی دیا اور تیندوا درخت سے ٹکرا گیا۔ اس کے بعد جب وہ پلٹا تو میں نے ہتھوڑے کا بھرپور وار اُس کے سر پر کیا اور تیندوے کی کھوپڑی کی ہڈی چٹخ گئی۔ لیکن بے حد مضبوط جانور تھا۔ وہ

زمین پر گرا لیکن فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ گو، اُس کا حملہ اب کسی نتیجے کا حامل نہیں تھا۔ کیونکہ ا
کی کھوپڑی کی ضرب نے اُس کے حواس خراب کر دیئے تھے۔ بہرحال! میں نے پلٹ کر
دوسرا حملہ اُس کے شانے پر کیا اور تیندوے کے حلق سے ایک خوفناک دھاڑ نکلی...... جوڑی
چیختا ہوا ایک طرف بھاگ نکلا۔

''جوڑی...... جوڑی......!'' میں نے اُسے آوازیں دیں۔ لیکن جواب میں جوڑی کی
دلخراش چیخ میری سماعت سے ٹکرائی۔ یقیناً وہ ڈھلانوں تک پہنچ گیا تھا اور وہ وہاں اپنا توازن
برقرار نہیں رکھ سکا تھا۔ دُہری مصیبت تھی۔ تیندوا اَب بھی غرا غرا کر کروٹیں بدل رہا تھا۔ زمین
پر پنجے مار رہا تھا۔ لیکن میں یہ اندازہ کر چکا تھا کہ میری پہلی ضرب ہی اُس پر اتنی کاری پڑی
ہے کہ اب اُس کا جانبر ہونا مشکل ہے۔

تیندوا کوشش کے باوجود دوبارہ نہ اُٹھ سکا۔ لیکن جوڑی کی چیخ اب تک میرے کانوں
میں گونج رہی تھی۔ دوسرے لمحے میں ڈھلوانوں کی طرف بھاگا۔ لیکن بے سود...... سب بے
سود تھا۔ بالآخر اُس کو موت نے اپنا لیا تھا...... موت کے بھیانک سائے، جوڑی کو نگل چکے
تھے۔

میں چند ساعت ڈھلانوں پر کھڑا، تاریک گہرائیوں میں نگاہیں دوڑاتا رہا۔ اور پھر ایک
گہری سانس لے کر واپس چل پڑا۔ تیندوا، تڑپ تڑپ کر دم توڑ چکا تھا۔ لیکن میں بے خوف
تھا۔ جوڑی کی موت کا افسوس ضرور ہوا تھا۔ لیکن اُس نے خود اپنی موت کو آواز دی تھی، کوئی
کیا کرتا؟ اور اچھا ہی ہوا۔ وہ میرے لئے مصیبت بنا ہوا تھا۔

ہونہہ...... بزدل کہیں کا...... میں نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے۔ میں نے غلط آدمی کا
انتخاب کیا تھا۔ بہرحال! بقیہ رات میں نے سو کر گزاری۔ مجھے کیا پڑی تھی کہ جاگتا؟ صبح اُس
وقت جاگا، جب سورج سر پر چمک رہا تھا۔ بھوک، پیاس اور تھکن بے معنی سی چیزیں تھیں۔
نالے کے سفر نے جو حالت کی تھی، وہی ناقابل برداشت تھی۔ پورا جسم جگہ جگہ سے پھٹ گیا
تھا اور اس سے خون رِس رہا تھا۔ لیکن مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔

پھر میں نے ڈھلانوں کا سفر شروع کر دیا۔ جوڑی کی لاش، تلاش کے باوجود نظر نہیں آئی
تھی۔ نہ جانے کس طرف گرا تھا؟ بہرحال! ڈھلانوں کا سفر میں نے خواب کی سی حالت میں
طے کیا تھا۔ میں نے یہ کام اپنے اعضاء کے سپرد کر دیا تھا اور خود ذہنی طور پر سو گیا تھا۔ ہاں
اُس وقت جاگا، جب نیچے پہنچ گیا۔ اور میں نے ان میدانوں میں جو سب سے پہلی چیز

وہ بڑی بڑی چٹانوں کی آڑ میں کھڑے ہوئے جرمن فوجی تھے...... جن کی گنوں کی
میری طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔

میرے حلق سے بے اختیار ایک قہقہہ اُبل پڑا۔ ''پہنچ گئے تم لوگ......؟ چلو! ٹھیک ہے۔
پُرکوشش کروں گا۔'' میں نے خاموشی سے خود کو اُن کے حوالے کر دیا۔ پھر بعد میں معلوم
ہمارے فرار کی خبر، قرب و جوار کی ساری چھاؤنیوں کو دے دی گئی تھی۔ اور ہر ممکن جگہ
تلاش شروع کر دی گئی تھی۔ اگر اس وقت وہ لوگ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور
میں بیڑیاں نہ بھی ڈالتے تو میں فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔

بہرحال! مجھے واپس اُسی کیمپ میں نہیں پہنچایا گیا تھا۔ بلکہ ایک ٹرک مجھے لے کر چل پڑا
بڑی دیر کے بعد مجھے چھاؤنی کی ایک بیرک میں قید کر دیا گیا تھا اور میرے گرد سخت پہرہ
یا گیا تھا۔ لیکن تعجب کی بات تھی کہ اس چھاؤنی میں میرے ساتھ برا سلوک نہیں کیا گیا
کھانے کو بھی دیا گیا تھا اور آرام کرنے کے لئے بھی عمدہ بستر مہیا کیا گیا تھا۔

ین دن اسی عالم میں گزر گئے۔ میری حالت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ بالآخر ایک دن میں
یک لیفٹیننٹ سے گفتگو کی۔

''کیا تم لوگ مجھے یہاں رکھ کر بھول گئے ہو......؟''

''کیوں......؟'' لیفٹیننٹ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بس...... مجھے محسوس ہو رہا ہے۔''

''تمہارا یہ احساس آج ہی ختم کر دیا جائے گا۔''

''آج......؟''

''ہاں...... تمہارے لئے ایک خصوصی عدالت ترتیب دی گئی ہے۔'' لیفٹیننٹ ہنسا۔ ''جو
تمہارے سارے دُکھوں کا مداوا کر دے گی۔ شاید تمہیں گولی ہی مار دی جائے۔ کیونکہ تم
رمن افسروں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔''

''خوب...... میرے بارے میں کافی معلومات حاصل ہیں تمہیں۔'' میں نے کہا اور افسر
ے مجھے دیکھنے لگا۔ اس اطلاع کے بعد شاید اُس کا خیال تھا کہ میں خوف سے سوکھ
گا اور میرے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلے گا۔ اس کے بعد جرمن لیفٹیننٹ نے مجھ سے
گفتگو نہیں کی اور چلا گیا۔

ام کو چند افراد مجھے لے کر چل پڑے۔ مجھے اطلاع دی گئی تھی

میں پیش کیا جائے گا۔ کمرۂ عدالت میں چند کرخت چہروں والے فوجی افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں کہیں بھی رحم کی جھلک نہیں تھی۔ میری حالت ایسی نہیں تھی کہ مجھ پر رحم کیا جاتا۔ پے در پے مصائب نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ میرا جسم جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور خون کے دھبے میرے لباس پر نمایاں تھے۔ زخموں سے خون رس رہا تھا۔ لیکن میں اپنی اس حالت سے بالکل متاثر نہیں تھا۔ اگر اب بھی مجھے موقع مل جاتا تو میں اُن سب کو قتل کر کے یہاں سے نکل جاتا...... لیکن میں اپنی حالت سے یہ ظاہر کر رہا تھا کہ میرے سارے کس بل نکل گئے ہیں اور میں اپنی ٹانگوں پر سیدھا کھڑا بھی نہیں رہ سکتا۔

کمرۂ عدالت میں بیٹھے ہوئے فوجی افسروں نے کرخت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور مجھے لانے والوں میں سے ایک نے میری فائل اُس بڑے افسر کے حوالے کر دیا جسے میری تقدیر کا فیصلہ کرنا تھا۔ افسر نے خاموشی سے فائل کھول لی اور اُس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پھر وہ خشک اور بے رحم نگاہوں سے مجھے گھورتا ہوا بولا۔ ''تو تم ہو مونیٹر! ایک بدنام ترین آدمی۔ جس نے نازی کیمپوں کے استحکام کا مذاق اُڑایا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہماری بندشیں بے جان ہیں۔ کیا تم نے ان بندشوں کو واقعی بے جان پایا؟''

''نہیں جناب!'' میرے پھٹے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھری اور سمٹ گئی۔ کیونکہ ہونٹوں کے زخم اس مسکراہٹ کو پھیلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

''اس کے باوجود تم فرار ہونے کی مسلسل کوشش کرتے رہے۔'' فوجی افسر نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

''بلاشبہ......'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''اور اسی سلسلے میں تم نے کچھ قتل بھی کئے ہیں......؟''

''ہاں...... میں نے اُن لوگوں کو قتل کر دیا جو میری راہ میں رُکاوٹ تھے۔ اور پھر یہ کہ مجھے نازی ازم سے نفرت ہو گئی۔'' میں نے جواب دیا۔

''اس کی وجہ......؟'' جرمن افسر نے پوچھا۔

''وجہ اِس فائل میں درج ہو گی۔''

''میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔'' جرمن افسر نے کرخت لہجے میں کہا۔ اُس کی بھنویں تن گئیں۔

''بہتر ہے......'' میں نے کہا۔ ''ممکن ہے، میرے بارے میں تفصیلات اس فائل میں

ہوں۔ اس لئے میں بتا دُوں کہ ہٹلر کے فوجی منصوبوں کی تکمیل کے لئے میرے بھی جذبات تھے جو تمہارے۔ تم فوج میں باقاعدہ داخل ہوئے لیکن میں نے دوسرا راستہ یہاں تک پہنچنے کے لئے مجھے ایک طویل عرصہ درکار تھا۔ بس! یہی میرا جرم ہے۔ میں نے نازی منصوبوں کے لئے کیا، اس کی تفصیل فوجی ہیڈ کوارٹرز سے معلوم کی جا اس کے بعد اُسی شخص کے جذبات کو روندا جائے جس نے ہمیشہ اپنے وطن سے ہے۔ اسی وجہ سے میں جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا ہوں۔ میرے کارناموں کو سراہنے کی مجھے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ اور جو کچھ میرے ساتھ ہوا، وہ تمہارے سامنے ہے۔ تو بہتر ہے کہ مجھے گولی مار دی جائے۔''

الفاظ نے جرمن افسر کو کسی قدر متاثر کر دیا۔ کیونکہ اُس کی پیشانی سے وہ لکیریں ہو گئی تھیں جو اُس کی فطری تندی کا پتہ دیتی تھیں۔ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے وہ اپنے طرف براجمان ایک جرمن افسر کی طرف جھکا اور دھیمی آواز میں اُس سے کچھ گفتگو لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ میری طرف متوجہ ہوا۔

تمہیں اس لئے یہاں تک لایا گیا تھا کہ تمہیں سزائے موت دی جائے۔ لیکن فائل میں کارناموں کی جو تفصیل ہے، وہ مجھے اس بات سے روک رہی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمیں، تمہارا ماضی نہیں مل سکا۔ اور جو کچھ تم نے مجھے بتایا تھا، اس کی تصدیق ہو گی۔ چنانچہ مجھے افسوس ہے مسٹر مونیٹر! کہ میں، تمہیں آزادی تو نہیں دے سکتا۔ البتہ اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر چند روز کی زندگی ضرور دُوں گا۔ تا کہ میں خود بارے میں تحقیقات کر سکوں۔''

نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش کھڑا رہا۔

افسر نے مجھے قید خانے میں واپس جانے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ جب تک فیصلہ جائے، مجھے وہ تمام سہولتیں فراہم کی جائیں، جن کی ایک آدمی کو ضرورت ہوتی ہے۔

''شکریہ جناب!'' میں نے چلتے چلتے کہا۔ ''مجھے برے سلوک نے بغاوت پر آمادہ کیا ان کیمپوں میں رکھا گیا، جہاں اتحادی قیدی رکھے جاتے تھے۔ اور یہ بات ایک کے لئے جس قدر تکلیف دہ ہو سکتی ہے، اس کا اندازہ آپ خود لگا لیجئے۔''

حکم دیتا ہوں کہ مسٹر مونیٹر کو اتحادی کیمپ سے دُور فوجی بیرک میں رکھا جائے۔ اِن کیا جائے۔ پندرہ دن کے بعد جب میں انہیں دیکھوں تو یہ مجھے تندرست حالت میں

نظر آنے چاہئیں۔ اور مسٹر مونیٹر! آپ سے بھی درخواست ہے کہ ہر بدسلوکی کو بھول کر ہم سے تعاون کریں اور فرار کی کوئی کوشش نہ کریں۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب!" میں نے اُسے اطمینان دلایا۔

افسر نے مجھے واپس لے جانے کی اِجازت دے دی۔ میرے جرمن محافظ، مجھے اِتحادی قیدیوں کے کیمپ کے مخالف سمت اُن بیرکوں کی طرف لے چلے جہاں اب مجھے رہنا تھا۔ اور یہ میرے لئے ایک نیک فال تھی۔ گویا بہت جلد مجھے فرار کا ایک اور موقع ملا تھا۔

☆......☆......☆

جس بیرک میں مجھے رکھا گیا تھا، وہ خاصی طویل اور کشادہ تھی۔ میرے دونوں طرف فوجیوں کی رہائش گاہیں تھیں، جہاں سے اُن کے باتیں کرنے کی آوازیں اور قہقہے سنائی دیتے تھے۔ بیرک کا دروازہ مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا اور فرش پختہ تھا۔ عقب میں بڑی کھڑکی تھی۔ لیکن اُس کھڑکی میں لوہے کی اتنی موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں، اُن کاٹنے یا توڑنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں فرار کے کام میں اتنا ماہر ہو گیا تھا میری باریک نگاہیں اپنے مطلب کے مقاماتِ کا جائزہ لے چکی تھیں۔ آتش دان کے اُوپر والی چمنی، مجھے اپنے مقصد کے لئے کارآمد معلوم ہوئی۔ میں اطمینان سے اُس آرام دہ پر لیٹ گیا جو مجھے فراہم کیا گیا تھا۔

میں چند لمحوں تک لیٹا ذہن کو پُرسکون کرتا رہا۔ پھر میں اپنے قید خانے کا تفصیلی جائزہ کے اِرادے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ رائٹنگ ٹیبل پر پیڈ اور قلم موجود تھا۔ غسل کے لئے ہر چیز موجود تھی۔ اور ایک الماری کے نچلے خانے میں شیو کا سامان بھی موجود تھا۔ اس سامان میں موجود ایک اُسترا، میرے لئے پُرکشش تھا۔ میں نے یہ اُسترا لیا اور اُسے آہنی پائپ میں ڈال تاکہ کسی کی نگاہ اُس پر نہ پڑ سکے۔ اور کوئی چیز قابل ذکر نہیں تھی۔ اس لئے میں دوبارہ بیڈ پر لیٹ گیا اور سونے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

مجھے جگانے والا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ "چائے حاضر ہے مسٹر مونیٹر...... اور کچھ دیر بعد ڈاکٹر، معائنے کے لئے آنے والا ہے۔"

"شکریہ......" میں نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

وہ ناشتہ ایک چھوٹی میز پر رکھ کر چلا گیا۔ اور میں اطمینان سے پلیٹیں صاف کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اور اس کے بعد کیتلی میں جتنی چائے تھی، سب پی گیا۔ تقریباً نصف گھنٹے کے بعد دو سپاہی بیرک میں آئے اور مجھے ڈاکٹری معائنے کے لئے ساتھ لے گئے۔ ڈاکٹر کا کمرہ ضرورت کی ہر چیز سے لیس تھا۔ ڈاکٹر بوڑھا تھا اور خاصا تجربہ کار نظر آ رہا تھا۔ اُس نے گہری

نگاہ سے مجھے دیکھا اور بھاری آواز میں بولا۔ ''کپڑے اُتار دو نوجوان!''

میں نے قدرے ہچکچاہٹ سے خود کو بے لباس کیا اور ڈاکٹر میرے جسم پر موجود زخموں کا معائنہ کرنے لگا۔ ''تمہارے جسم پر جابجا زخم ہیں۔ لیکن کوئی خطرناک زخم نہیں ہے۔ بہرحال! میں مرہم پٹی کر دیتا ہوں۔ ساتھ میں یہ دوا بھی استعمال کرتے رہنا۔ جلد ہی زخم بھر جائیں گے۔''

مرہم پٹی کے بعد میں جرمن فوجیوں کی نگرانی میں واپس آ گیا۔ جو شخص میری ضروریات کی دیکھ بھال کے لئے متعین تھا، میں نے اُس سے شیو کا سامان طلب کیا۔

''سامان تو موجود ہے۔'' اُس نے کہا۔

''کہاں ہے......؟'' میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

وہ، الماری کی طرف بڑھ گیا، اور اُس کے نچلے خانے سے اُس نے شیونگ کریم، برش اور پانی کا برتن نکالا۔ پھر شاید اُسترا تلاش کرنے لگا۔ اوہ...... معاف کرنا! اُسترا موجود نہیں ہے۔ میں ابھی لاتا ہوں۔'' چند ساعت کے بعد اُس نے مجھے نیا اُسترا لا دیا اور میں شیو کرنے کے اِرادے سے بیٹھ گیا۔ اب میرے پاس ایک اُسترا محفوظ ہو گیا تھا۔

پانچ دن میں نے انتہائی سکون سے گزارے۔ اور پھر چھٹی رات مجھے موقع مل گیا...... ان پانچ دنوں میں اتحادیوں کی طرف سے کوئی حملہ نہیں ہوا تھا۔ فضا، پُرسکون تھی۔ لیکن اُس رات خطرے کے سائرن بج اُٹھے......اور مجھے اسی بات کا انتظار تھا۔

چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر نیچے سے شیلنگ شروع ہو گئی اور فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا...... میرے قید خانے کے دروازے سختی سے بند تھے اور بظاہر فرار کی کوئی صورت نہیں تھی۔ لیکن فوجی افسر نے مجھے جو مراعات دی تھیں، میں اُن سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ لوہے کے پائپ سے اُسترا نکال کر جیب میں رکھ لیا اور پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق اُس کارنس پر چڑھ گیا جس کی مدد سے چمنی تک پہنچا جا سکتا تھا۔ اور میں اس کی مشق بھی کر چکا تھا۔ چمنی کے اُوپری حصے سے چند کھپریل ہٹا کر با آسانی نکلا جا سکتا تھا۔ اور میں نے یہی کیا۔

اب میں بیرک کی چھت پر تھا۔ اور اُس سے اس طرح چپکا ہوا تھا کہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے۔ میں چھتوں ہی چھتوں پر زیادہ سفر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا، کیونکہ اس میں خطرہ تھا۔ اس وقت کیمپ کے تمام فوجی یا تو مورچوں پر تھے یا خندقوں میں۔ اتحادی بمباروں نے

تباہی مچا دی تھی۔ اور میں اِسی وقت کا منتظر تھا۔ چنانچہ میں بیرک کی چھت سے اُتر آیا اور تیزی سے ایک طرف دوڑنے لگا۔ مجھے علم تھا کہ بیرکوں کے اطراف میں خاردار تاروں کی باڑ لگی ہوئی ہے۔ اور اس باڑ سے نکلنا سب سے پہلا اور اہم کام تھا۔

چنانچہ میں باڑ کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔ اس باڑ کے درمیان اتنی جگہ نہیں تھی کہ ایک آدمی اُس میں سے گزر سکے۔ میں اُس باڑ کو کاٹ تو نہیں سکتا تھا۔ لیکن انتہائی احتیاط سے میں نے سب سے نچلی تار، اتنی اُونچی کر لی کہ زمین سے چپک کر اُس کے نیچے سے گزر سکوں۔ بہرحال! اندھیرے اور جلدی میں میرے جسم پر چند خراشیں بھی آئیں۔ لیکن میں تاروں کے دوسری طرف نکل گیا۔ اس نئے کیمپ کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ لیکن مجھے اس کی ذرّہ بھر پرواہ نہیں تھی۔ کیونکہ میں تو فرار کا عادی ہو چکا تھا۔ اور دوسری کوششوں کی طرح یہ بھی ایک بھرپور کوشش تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ میں کس حد تک کامیاب ہوتا تھا؟ چنانچہ میں نے ایک طرف دوڑ لگا دی......

اینٹی ایئر کرافٹ گنوں کے شیل، ناکارہ ہو کر نیچے گر رہے تھے اور کسی بھی لمحے کوئی ناکارہ شیل مجھ پر گر سکتا تھا، جس سے میں شدید زخمی ہو سکتا تھا۔ لیکن یوں بھی کون سا زندگی کی طرف جا رہا تھا جو مجھے اس خطرے کی پرواہ ہوتی؟ میں دوڑتا ہوا بھی تو اِس احساس سے بے نیاز تھا کہ کس طرف جا رہا ہوں؟

تھوڑی دیر کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں اب کسی ڈھلان پر ہوں۔ چنانچہ میں نے دوڑنے کی رفتار سست کر دی۔ سب سے پریشان کن بات یہ تھی کہ میں اُس نئے کیمپ کے جائے وقوع سے ناواقف تھا۔ اور یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ ڈھلان کتنے گہرے ہیں۔ رات کی گہری تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

میں نے اتحادی بمباروں کا شکریہ ادا کیا۔ کیونکہ اُنہوں نے ہی مجھے اس معرکے میں مدد دی تھی اور اتنی دیر تک ان لوگوں کو اُلجھائے رکھا تھا کہ مجھے کافی دُور نکل آنے کا وقت مل گیا۔ ڈھلان ختم ہو گئے اور اب کسی قدر ہموار زمین تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک آواز بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی...... اور یہ پانی گرنے کی آواز تھی۔ یقیناً میں کسی آبشار کے نزدیک تھا۔ چنانچہ میں تیزی سے آبشار کی سمت چل پڑا۔ پانی کی آواز میری معاون تھی۔ اور چند لمحوں کے بعد تاریکی میں پانی کی سفید موٹی دھار، نظر آنے لگی۔ پانی کے قریب پہنچ کر میں نے ندی کو دیکھا اور نہ جانے کیوں ٹھنڈے پانی میں دوڑنے کو دل چاہا۔

میں نیچے اُتر گیا۔ ندی زیادہ گہری نہیں تھی۔ لیکن پانی کی رفتار خاصی تیز تھی۔ بڑی مشکل سے قدم جمائے تھے۔ میں پانی کی گہرائی کا اندازہ کرتا رہا اور آہستہ آہستہ آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ پھر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اس ندی کے کنارے کنارے چلتا رہوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ صبح کی روشنی کہاں پہنچاتی ہے؟

خوش قسمتی تھی کہ جرمن فوجی، بمباری میں اُلجھ کر باقی ساری باتوں کو بھول چکے تھے ممکن ہے، صبح تک میرے فرار کا علم کسی کو نہ ہو سکے۔ حالانکہ ان لوگوں کو یہ اندازہ ہونا چاہئے تھا کہ میں فرار ہونے کا ماہر ہوں اور یقینی طور پر پہلی ہی فرصت میں فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ اس سلسلے میں وہ لوگ مجھے مفرور کے نام سے پکارنے لگے تھے۔ اور مضحکہ اُڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں، فرار ہونے کی کوشش تو ضرور کروں گا۔

رات کے آخری حصے تک میں چلتا رہا۔ تھکن سے بدن چور چور ہو گیا تھا۔ جسم پر زخم تو تھے ہی، تکلیف بھی ہونا لازمی امر تھا۔ وہ تو میں اپنی انتہائی قوتوں سے کام لے کر آگے بڑھتا رہا تھا۔ لیکن بہرصورت! ایک نہ ایک وقت تو ایسا آنا ہی تھا جب یہ زخم مجھے آگے بڑھنے سے روک دیتے۔

میں ندی کے کنارے ایک طرف رُک گیا۔ لیکن جس جگہ بس رُکا تھا، وہاں پانی میں ایک خاص چیز دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی...... یہ ایک ڈونگی تھی...... ایک چھوٹی سی کشتی۔ جو عام طور سے ماہی گیری کے کام آتی ہے۔ میں حیرت سے اُچھل پڑا تھا۔

یہ کشتی ممکن ہے، مجھے کچھ مدد دے سکے۔ چنانچہ میں نے یہاں رُکنے کی بجائے کشتی کو کناروں کی جھاڑیوں سے کھولا اور اُس میں لیٹ گیا۔ کشتی میں پتوار رکھے ہوئے تھے۔ لیکن میں نے اس وقت پتواروں پر قوت صرف کرنے کی کوشش نہیں کی اور کشتی کو پانی کے رُخ پر بہنے دیا۔ اب میں کسی حد تک مطمئن تھا۔ بس! ضرورت اس بات کی تھی کہ یہ کشتی کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ کیونکہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ چھوٹی سی ندی آگے جا کر کیا رُخ اختیار کر لیتی ہے؟ بہرصورت! کشتی، پانی کے بہاؤ پر بہتی رہی اور میں پانی کے چھینٹے مار مار کر جاگنے کی کوشش کرتا رہا۔

پھر اچانک کشتی رُک گئی۔ غالباً یہ کوئی کھاڑی تھی۔ لیکن رات بھی تاریک تھی اور میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ اس لئے کشتی کو کسی اور رُخ پر موڑنا میرے لئے سخت مشکل کام تھا۔ میں نے وہیں اُترنا مناسب سمجھا اور کشتی سے زمین پر کود گیا۔

یہ کافی بلند جگہ تھی۔ اور حیرت کی بات یہ تھی کہ ندی اس بلند جگہ سے گزرتی تھی۔ میں آگے بڑھا تو تھوڑے فاصلے پر ڈھلان میں مجھے کوئی سفید سی شے نظر آئی۔ روشنی نہیں تھی۔ لیکن اس کے بارے میں، میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ کوئی عمارت ہے۔ چند لمحات تک تو میں سوچتا رہا، پھر میں نے عمارت کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں عمارت کے قریب تھا۔ عمارت کا آہنی گیٹ خالی پڑا تھا۔ ایک چھلانگ، مجھے اندر لے گئی۔ اس بار میرے پاس اس اُسترے کے علاوہ اور کوئی شے موجود نہیں تھی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ ممکن ہے، اس خالی عمارت میں کوئی کام کی چیز مل جائے۔ اور اسی خیال کے تحت میں اندر گیا تھا۔ لیکن تاریک اور انجان عمارت کی ایک راہداری مُڑنے کے بعد مجھے ٹھٹھک جانا پڑا۔ مجھے اندازہ ہوا تھا کہ عمارت خالی نہیں ہے۔ ایک کمرے کے دروازے کے نیچے سے روشنی جھانک رہی تھی۔ کوئی اندر موجود تھا۔ میں بلی کی طرح دبے پاؤں کمرے کے قریب پہنچ گیا اور پھر میں نے دروازے سے کان لگا دیئے۔ کیونکہ اندر سے باتوں کی آواز آتی محسوس ہو رہی تھی۔

''تم ایک خطرناک آدمی کی دشمنی مول لو گے......؟''

''تمہارے لئے تو ساری دنیا سے دشمنی مول لی جا سکتی ہے۔''

''سوچ لو......!''

''سوچ لیا......''

''کیا تم اس کا انتظار کر رہی تھیں......؟''

''ہاں......بس! وہ پہنچنے والا ہوگا۔'' یہ آواز، عورت کی تھی۔

''ہونا تو یہ چاہئے تھا ڈارلنگ! کہ پہلے میں اس کا انتظار کرتا۔ اور اُسے تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل کر کے پھر عیش کرتا۔ لیکن تم اتنی خوبصورت ہو کہ میں انتظار نہیں کر سکتا۔''

''ذلیل...... چھوڑ دے مجھے...... چھوڑ......'' عورت کی آواز اُبھری اور پھر کوئی دروازے سے ٹکرایا۔ میں اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا اور خاصی تیز روشنی باہر رینگ آئی۔

عورت، باہر نکلی تھی۔ لیکن عقب سے کسی نے اُس کے بال پکڑ لئے اور عورت کی چیخ اُبھری۔ اُسے پھر اندر گھسیٹ لیا گیا تھا۔ لیکن اس سے قبل کہ دروازہ بند ہوتا، میں اندر داخل ہو گیا۔ میری موجودگی فوراً محسوس کر لی گئی تھی۔ جو شخص، عورت کے ساتھ دست درازی کر رہا

تھا، وہ جرمنی وردی میں ملبوس کوئی فوجی تھا۔ روشنی میں ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ اچانک میرے ذہن کے بے شمار اوراق اُلٹ گئے...... میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں۔

سیکرٹ پیلس میں دورانِ تربیت ایک جرمن نوجوان میرا دوست بن گیا تھا اور اتفاق سے میں نے اُس کی شکل دیکھ لی تھی۔ آج وہی نوجوان بدلی ہوئی شکل میں میرے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن وہ مجھے نہیں پہچان سکا۔

''تو تم آ گئے......'' اُس نے کہا۔

''ہاں......'' میں نے جواب دیا۔

''یہ لڑکی تمہاری کون ہے......؟''

''یہ......'' میں نے مسکرا کر لڑکی کی طرف دیکھا۔ لڑکی آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ''کیوں......تم میری کون ہو؟''

''مذاق کر رہے ہو...... مجھے نہیں جانتے؟'' جرمن دھاڑا۔

''اتنا جانتا ہوں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن جرمن افسر نشے میں تھا اور غصے میں بھی۔ اس لئے اُس نے میری بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور بدستور غراتے ہوئے بولا۔ ''تو پھر بھاگ جاؤ! یہ مجھے پسند آئی ہے۔''

''پسند تو یہ مجھے بھی ہے آفیسر!'' میں نے اُس کے قریب ہوتے ہوئے کہا اور آفیسر نے جھلا کر اپنے پستول پر ہاتھ ڈال لیا۔

لیکن میں اُس کے قریب اس لئے ہوا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ اب اُس کا دوسرا قدم یہی ہوگا۔ چنانچہ جونہی اُس کا پستول، ہولسٹر سے باہر آیا، میں نے چھلانگ لگائی اور میری ٹھوکر اُس کے پستول والے ہاتھ پر پڑی۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل کر دُور جا گرا۔ اور میں نے اس پر ایک مزید ٹھوکر ماری۔

جرمن ہکا بکا رہ گیا تھا۔ اور پھر اُس نے خونخوار انداز میں اپنا کوٹ اُتار دیا۔ غالباً اُسے بھی طیش آ گیا تھا۔ پھر وہ سر، جھٹک کر کھڑا ہو گیا۔

''بانک......!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ جلدی سے سیدھا کھڑا ہو گیا۔

''کیا مطلب......؟''

''بدقسمتی سے ہمارے درمیان ایک رشتہ بھی ہے۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تم کون ہو......؟''

''یاد کرو...... کیونکہ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔''

''کیا بکواس ہے......؟''

''سیکرٹ پیلس کا یہ نشان میرے ہاتھ پر بھی موجود ہے مسٹر جرکن!'' میں نے کلائی کھول اُس کے سامنے کر دی اور جرمن افسر کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ وہ غور سے مجھے دیکھ رہا اور ایک بار پھر اُچھل پڑا۔

''تم...... کین......؟''

''شکر ہے...... پہچان تو گئے۔''

''اچھی طرح...... لیکن تم یہاں......؟''

''ہاں......!''

''تم تو فن لینڈ سے تعلق رکھتے ہو۔''

''اس سے میں انحراف نہیں کروں گا۔''

''اوہ...... میں سمجھ گیا۔ اتحادی جاسوس...... یقیناً تم اتحادی جاسوس کی حیثیت سے یہاں ے ہو گے۔ کیسی دلچسپ بات ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''ہاں......اور تم......؟''

''جرمن گسٹاپو کا ایک افسر۔''

''خوب......تو پھر کیا، کیا جائے......؟''

''میں اپنے وطن کے مفادات سے انحراف نہیں کر سکتا۔ اس وقت میں صرف تمہاری وجہ ے اس لڑکی کو چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن تم خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو۔''

''واہ...... کیا یہ دوستانہ مشورہ ہے؟''

''ہاں...... ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' جرمن نے کہا۔

''آؤ...... یہ فیصلہ کر لیتے ہیں۔ میرے خیال میں تمہاری مشق زیادہ نہیں ہے۔ جبکہ میں ل رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے......'' جرمن افسر نے کوٹ ایک طرف ڈال دیا اور ہم دونوں سامنے آ گئے۔ ایک کونے میں سمٹ گئی۔ اُس کے لئے یہ رات تقریباً حیرتوں کی رات ہو گی۔ اور پھر نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔

سیکرٹ پیلس کی تربیت میں اس بات کی بھی سخت ہدایت تھی کہ نشے کے عالم میں جنگ سے گریز کرو۔ اور اس وقت اگر جنگ اس کے اصولوں پر ہو رہی ہوتی تو یقیناً جرکن کو یہ جھگڑا کسی دوسرے مرحلے پر ختم کر لینا چاہئے تھا۔

لیکن وہ مقابلہ پر آمادہ تھا اور مار کھانا ضروری تھا۔ پہلے ہی مرحلے پر میں نے اُسے زمین چٹا دی۔ لیکن وہ پھر ہمت سے کھڑا ہو گیا۔ البتہ اُس کی ٹانگوں میں وہ جان نہیں تھی جو متوقع تھی۔ میں نے اُسے پٹخنی دی اور وہ پھر چت ہو گیا۔ لیکن اُس نے اُلٹ کر میری گردن میں قینچی ڈال دی۔ خطرناک داؤ تھا۔ اس طرح وہ میری گردن توڑ سکتا تھا۔ اب مروّت کا کیا سوال تھا؟ بس! میں بیٹھ گیا اور پھر میں نے ایک دستی قلابازی کھائی۔ ایسے موقع پر وہ خود کو ہاتھوں کی مدد سے بچا سکتا تھا۔ لیکن وہی نشہ۔ اُس کی آخری چیخ بھی نہیں نکل سکی تھی۔

پھر میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ لڑکی آگے بڑھ آئی تھی۔ ''مر گیا......؟'' اُس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''آپ کا کیا خیال ہے محترمہ......؟'' میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

''میرا خیال ہے، مر گیا۔'' لڑکی بے وقوفی سے بولی۔

''ہاں...... اگر کسی آدمی کا سر، کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے تو میرے خیال سے پھر اُسے مر ہی جانا چاہئے۔''

''اوہ...... تمہارا شکریہ!'' لڑکی بولی۔

''کوئی بات نہیں۔ یہ تو میرا فرض تھا۔'' میں نے مسخرے پن سے کہا۔ لڑکی، متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ چونک کر بولی۔

''لیکن تم......؟''

''وہ نہیں ہوں، جس کا تمہیں انتظار تھا۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں...... میرا ساتھی آتا ہو گا۔ لیکن تم......''

''بس! اتفاق سے اِدھر آ نکلا۔''

''لیکن کیسے......؟ یہاں تو کوئی نہیں آ سکتا۔''

''میں یہ بات نہیں مانتا۔'' میں نے اطمینان سے ایک کرسی سے ٹکتے ہوئے کہا اور لڑکی کا چہرہ خشک ہو گیا۔

''کیوں......؟'' چند ساعت کے بعد اُس نے سوال کیا۔

''دیکھو نا! تم یہاں موجود ہو۔ یہ افسر یہاں آ گیا تھا۔ بس! پھر میں پہنچ گیا۔ اور تمہارا ھی یہاں آنے والا ہے۔ پھر تم کس طرح یہ بات کہہ سکتی ہو کہ یہاں کوئی نہیں آ سکتا؟''

نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن اب تم کیا چاہتے ہو؟''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''مم...... میرا مطلب ہے کیا تم بھی...... تم بھی اب مجھے پریشان کرو گے...... میری مراد ہے کہ......''

''ہاں...... وہ تو ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں...... براہِ کرم! نہیں۔'' وہ پریشان لہجے میں بولی۔

''بڑی سنگدل معلوم ہوتی ہیں آپ محترمہ......''

''دیکھو...... وہ میرا محبوب ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے شادی کرنے والے ہیں۔ ر میں...... میں کسی طور پر......''

''تو محترمہ! اپنی شادی کی خوشی میں پلا دیجئے۔''

''کک...... کیا......؟''

''کافی...... صرف ایک کپ کافی۔ بس! اس سے زیادہ تم کو کوئی اور تکلیف نہیں دوں گا نیک دل خاتون!'' میں نے کہا اور وہ بری طرح چونک پڑی۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''اوہ...... تمہارا شکریہ! اگر تم مجھے پریشان نہ کرو تو میں تمہاری بے حد شکرگزار ہوں گی۔''

''یعنی تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا؟ اچھا، ٹھیک ہے۔'' میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں، نہیں...... بیٹھو! پلیز...... میں تمہیں کافی پلا دوں گی۔ لیکن تم کہیں مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے؟''

''بھئی کمال کی بات ہے۔ اب تک جو کچھ کرتا رہا ہوں، مذاق کرتا رہا ہوں۔ اب اتنی بھی سنگدلی کا اظہار مت کریں! اگر وہ نشے میں نہ ہوتا تو مقابلہ خاصا سخت ہو جاتا۔ اور آپ ان ساری باتوں کو مذاق کہہ رہی ہیں۔''

''بیٹھو! میں تمہارے لئے کافی بناتی ہوں۔'' لڑکی نے کہا۔ لیکن اُسی وقت دروازہ کھول کر ایک تندرست و توانا آدمی اندر گھس آیا۔ وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اندر کے ماحول کو دیکھ

رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔

''میں نے تمہاری گفتگو سن لی ہے جین!''

''اوہ...... ڈیئر برٹی! تم آ گئے۔ بڑی دیر سے آئے ہو۔ تم نے مجھے جن مصیبتوں کا شکار کر دیا تھا، تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''تم دونوں کی تھوڑی بہت گفتگو سن چکا ہوں۔ لیکن سمجھنے سے قاصر ہوں۔'' برٹی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میری طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ''میرا خیال ہے میرے دوست! تم نے جین کی مدد کی ہے۔ اور ہاں! یہ کون ہے...... شاید کوئی جرمن افسر۔ یہ جرمن ہوتے ہی کتے ہیں۔ مگر جین! یہ جرمن یہاں گھس کیسے آیا؟''

''اتنے سارے سوالات ایک ساتھ کر دیئے تم نے۔ کہاں سے گھس آیا کیا؟ کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ میں کس مصیبت سے دوچار ہوئی ہوں؟ اگر یہ شخص میری مدد نہ کرتا تو پھر...... تو پھر تمہارا آنا بے کار تھا برٹی!'' لڑکی نے سرد لہجے میں کہا۔

''بہت افسوس ہے مجھے ڈارلنگ...... بس! کیا کروں، کام میں کچھ دیر ہو گئی۔ لیکن اس کے بعد جس حد تک ہو سکا، جلد سے جلد پہنچا ہوں۔ ہاں! تم کب سے میرا انتظار کر رہی تھیں؟'' برٹی نے پوچھا۔

''بس، بس...... مجھ سے بات نہ کرو۔''

''بھئی مسٹر! کیا نام ہے آپ کا؟ آپ ہی میری مدد کریں۔ رُوٹھی ہوئی محبوبہ کو منانا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ کیا آپ کو اس سلسلے میں کوئی تجربہ ہے؟''

''نہیں مسٹر برٹی! مجھے جس قدر تجربہ ہے، وہ آپ کے سامنے موجود ہے۔'' میں نے کہا۔

''ارے ہاں...... کیا یہ بالکل ہی مر گیا؟'' برٹی اس انداز میں جرمن افسر کی طرف متوجہ ہوا، جیسے اُس کی موت، اُس کے لئے کوئی حیثیت نہ رکھتی ہو۔ میں گہری نگاہوں سے اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔ خاصا تندرست و توانا آدمی تھا۔ لیکن شکل و صورت سے جرمن معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بڑی حیرت کی بات تھی اِن دونوں کی یہاں موجودگی۔ نہ جانے کیا قصہ تھا؟

''اچھا...... تم رُکو! میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔ میرے مہمان بلکہ میرے محسن نے مجھ سے کافی طلب کی ہے۔''

''ہاں، ہاں...... میں سن چکا ہوں۔ لیکن جب تک تم کافی نہیں بناؤ گی، میری تسلی نہیں ہو گی۔''

ب تم مسٹر...... ان کا نام مجھے نہیں معلوم۔ شاید اسی شخص نے کین کہا تھا۔ ہاں! تو مسٹر گفتگو کرو۔'' جین نے کہا اور باہر نکل گئی۔

طویل القامت آدمی مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا۔ تھوڑی بہت صورتِ حال میں سمجھ

مسٹر کین! یہ جرمن کتے انتہائی بد اخلاق اور ناقابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ بہر حال!

ر یہ قصہ کیا تھا؟''

فاق سے ادھر نکل آیا تھا مسٹر برٹی! اور پھر یہ عمارت نظر آ گئی۔ یہاں یہ ڈرامہ

رامہ کیا تھا؟''

شخص، آپ کی دوست کو پریشان کر رہا تھا۔ حالانکہ اُس نے کہا بھی کہ اس کا محبوب

الا ہے۔ لیکن اُس نے تسلیم نہ کیا۔''

خوب...... پھر؟''

پھر میں نے سوچا کہ تمہیں دیر نہ ہو جائے۔ چنانچہ تمہارا کام میں نے انجام دے

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

بہت شکریہ...... کین! کیا تم جرمن نہیں ہو؟''

نہیں...... اور یہی سوال میں تم سے کرنا چاہتا ہوں۔''

ہاں...... میں بھی جرمن نہیں ہوں۔''

پھر کون ہو......؟''

نسلاً آسٹریلیا کا باشندہ ہوں۔ لیکن پیدا یہیں ہوا۔ اور یہیں پرورش پائی۔ میرا باپ کے پھانسی گھر میں جلاد تھا۔ یہی کام میرے سپرد کیا گیا۔ اور پھر ان جرمن کتوں نے نفرت انگیز کام میرے سپرد کیا ہے۔ اب اسے انجام دیتا ہوں۔''

خوب...... کیا کام ہے؟''

اتحادی کیمپوں کی صفائی...... صفائی سے مراد جھاڑو دینا نہیں ہے۔'' برٹی نے بتایا۔

پھر......؟''

اتحادی قیدیوں کی موت کے بعد اُن کی لاشیں اُٹھا کر پھینکنی ہوتی ہیں۔ میں اس شعبے کا نہ ہوں۔'' برٹی نے جواب دیا۔

اوہ......'' میں نے تعجب سے اُسے دیکھا۔ اُس نے پھر معمولی انداز میں اس خطرناک

کام کے بارے میں بتایا تھا، جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔

''ہاں یار! بڑی بوریت ہوتی ہے۔ اگر کوئی اور کام کر سکتا تو یقیناً اسے انجام نہ دیتا۔ بڑی مجبوری ہے۔ مگر اب تم اپنے بارے میں تو بتاؤ۔''

''کیا بتاؤں ڈیئر برٹی؟''

''تم کون ہو؟ اگر جرمن نہیں ہو تو اِن کے درمیان کس طرح ہو؟ اوہ.....! میں سمجھ گیا یقیناً وہی ہو۔''

''کون.....؟'' میں نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''اتحادی جاسوس۔ جاسوسی کر رہے ہو گے۔'' اُس نے پھر اسی انداز میں کہا جیسے اس کے نزدیک اس بات کی بھی کوئی اہمیت نہ ہو۔''

''نہیں برٹی! میں جاسوس نہیں ہوں۔''

''پھر کون ہو بھائی!'' برٹی نے بازو پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

''میں قیدی ہوں۔''

''فرار ہوئے ہو.....؟''

''ہاں.....!''

''چلو ٹھیک ہے..... بھاگ جاؤ! ایسے کسی کی قید میں رہنا بھی کوئی زندگی ہے؟ ہونہہ...'' اُس نے اس انداز میں کہا جیسے سارے قیدی اپنی مرضی سے قید ہونے آئے ہوں۔

عجیب آدمی تھا۔ میں نے اُس کی شخصیت کا تجزیہ کیا۔ ہر چیز سے بیزار بیزار۔ یوں لگتا جیسے دنیا کے اس ماحول کے بارے میں وہ کچھ بھی نہ جانتا ہو اور صرف بکواس کرنے کا عادی ہو۔ باہر جانے کے لئے اُس نے اس طرح کہا تھا جیسے باہر جانا بہت ہی آسان ہو۔ بہر حال وہ کافی دیر تک بولتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس کی دوست کافی لے کر آ گئی۔ اُس نے دو پیالیاں ہم دونوں کے سپرد کیں اور تیسری خود لے کر بیٹھ گئی۔

''ہاں بھئی..... کین نے ہمارے اُوپر احسان کیا ہے۔ لیکن جین! تم وقت سے پہلے ہی گئی تھیں۔ بہر صورت! چھوڑو ان باتوں کو۔ جو ہونا تھا، وہ تو ہو گیا۔'' برٹی نے کہا۔

''نہیں برٹی! اب میں تمہارے طلب کرنے پر اس طرح یہاں نہیں آؤں گی۔'' جین نے کہا۔

''ہاں، ہاں..... میں تمہیں طلب ہی نہیں کروں گا۔ میرا خیال تھا کہ جرمن افسر ہمارے ہاں اس انداز سے نہیں سوچیں گے۔ لیکن ان کتوں کا کیا بھروسہ؟ اور ہاں مسٹر کین! ...اپنی۔ تمہارے اس احسان کے صلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟'' برٹی نے

''...اپنے احسان کا صلہ تو نہیں طلب کرتا مسٹر برٹی! لیکن صرف اس تصور کے ساتھ کہ ...جرمن باشندے نہیں ہو، مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔''

''ہاں، ہاں..... فوراً کہو! کوئی حرج نہیں ہے۔''

''...اتحادی قیدی کا کیمپ سے فرار ہونا معمولی کام تو نہیں ہے۔ اتحادی طیاروں نے ...اور اس کے نتیجے میں مجھے نکلنے کا موقع مل گیا۔ میں نجانے کس طرح سے یہاں ...۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جرمنوں کو میرے فرار کا علم ہو جائے گا اور جرمن ...تلاش میں دوڑیں گے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ تم، میری مدد کرو۔''

''بولو! کیا مدد چاہتے ہو.....؟''

''مجھے کسی ایسے مقام پر پہنچا دو! جہاں سے میں با آسانی فرار ہو سکوں۔'' میں نے کہا۔

''دیکھو بھائی! یہ کام میرے لئے بڑا مشکل ہے۔ خاص طور سے اس لئے کہ مجھے دن ...خوف رہنا ہوتا ہے۔ عام طور سے جرمن آفیسر میری نگرانی بھی کرتے ہیں، صرف اس کے ساتھ کہ میں جرمن نہیں ہوں۔ حالانکہ آج تک نہ صرف میں نے بلکہ میرے باپ ...نہایت دیانت داری سے ہر وہ کام انجام دیا ہے جو ہمارے سپرد کیا گیا۔ لیکن اس ...جود جرمن کتے کسی پر بھروسہ نہیں کرتے۔ چنانچہ میں تمہاری کوئی ایسی مدد تو نہیں کر ...ہاں! اس علاقے سے نکالنے کی ذمہ داری میں لے سکتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے برٹی! یہی کر دو۔ مگر کس طرح؟ ظاہر ہے، جرمن چوکی سے گزرنا کوئی آسان ...نہیں ہو گا۔''

''میرے لئے آسان ہے۔'' برٹی نے جواب دیا اور گرم گرم کافی حلق میں اُنڈیلنے لگا۔

''او کس طرح.....؟''

''...معمولی سی بات ہے۔ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں اس جرمن افسر کا کیا کروں گا؟''

...اس کی طرف اشارہ کیا۔ واقعی وہ دونوں ضرورت سے زیادہ لاپرواہ تھے۔ جرمن ...لاش سامنے ہی پڑی ہوئی تھی۔ خون بہہ بہہ کر صاف فرش کو داغدار کر رہا تھا اور اب

جمنے لگا تھا۔ لیکن وہ اس طرح لاپرواہ تھے جیسے یہ بات کوئی حیثیت ہی نہ رکھتی ہو۔

''ہاں...... بس! تمہاری اس لاپرواہی سے حیران ہوں۔''

''حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں لاشیں ڈھوتا ہوں۔ صبح بھی بہت سی لاشیں ٹرک پر ڈال کر لے جاتی ہیں۔ اس کی صورت تو پہلے ہی بگڑ چکی ہے۔ بس! کچھ اور خراب دُوں گا۔ کسی اتحادی قیدی کی وردی پہنا دُوں گا اور اس کے بعد ٹرک میں...... کیا سمجھے؟''

''واہ......'' میں نے خوشی سے کہا۔

''تمہیں بھی اسی انداز میں سفر کرنا ہوگا۔''

''ہاں...... میں سمجھ رہا ہوں۔''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں لاشیں پھینکی جاتی ہیں، وہ جگہ با سنسان ہے۔ تم تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے جنگلوں میں رُوپوش ہو سکتے ہو۔ اور اس کے ب سب کچھ تمہیں خود کرنا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے...... تم مجھے وہاں تک تو پہنچاؤ مسٹر برٹی!'' میں نے گہری سانس لے کر اور برٹی گردن ہلانے لگا۔

کافی دیر تک میں اُس کے ساتھ بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے خود ہی کہا۔ ''اس وقت بارہ ب ہیں۔ تم چار بجے تک آرام کرو۔ اس دوران میں اپنی محبوبہ کے ساتھ رہوں گا۔ چار بجے م تمہاری وجہ سے اُٹھوں گا۔ کیونکہ تمہیں لاش کی شکل میں ترتیب دینا ہے۔ پانچ بجے تک لاشیں، لوڈ ہو جائیں گی۔ اور اسی وقت میں تمہیں بھی...... کیا سمجھے؟ لاشوں میں تم اُوپر ر گے۔ اگر دب گئے تو مصیبت کا شکار ہو جاؤ گے۔''

''او کے برٹی......'' میں نے کہا اور برٹی مجھے عمارت کے ایک کمرے میں چھوڑ گیا۔ تجربہ بھی زندگی کا بھیانک تجربہ ہوگا۔ صبح کو مجھے لاشوں کے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔

رات بھر نیند نہیں آئی۔ چار بجے برٹی نے دروازے پر دستک دی۔ ''جاگ جاؤ مسٹر کین!''

''میں جاگ رہا ہوں مسٹر برٹی!'' میں نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔

برٹی نے قہقہہ لگایا تھا۔ ''میں جانتا تھا۔''

''کیا جانتے تھے......؟''

''یہی کہ تم جاگ رہے ہو گے۔''

''کیوں......؟''

''سڑی ہوئی لاشوں کے ساتھ سفر کرنا انسان کا کام تو نہیں ہے کین! یقین کرو میرے دوست، اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔''

''اوہ...... ٹھیک ہے مسٹر برٹی! لیکن تمہیں ایک اور احسان کرنا ہوگا۔''

''ہاں، ہاں...... کہو!''

''جرمن افسر کا پستول تمہاری کمر میں موجود ہے۔ اس کا ایمونیشن اور پستول مجھے دے دو۔ مجھے اس کی ضرورت پیش آئے گی۔''

''خلوصِ دل سے۔ مجھے اس کا کیا کرنا ہے؟'' برٹی نے کہا اور پھر اُس گندے اور سنگدل انسان نے جرمن افسر کا خون میرے لباس پر جگہ جگہ لگا دیا۔ میری شکل، بھیانک ہوگئی۔ میری آنکھ پر اُس نے ایک جھلی سی چپکا دی تھی۔ غرض مجھے ایک مضروب انسان بنانے میں اُس نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ پھر جرمن افسر کا پستول اور ایمونیشن اُس نے نہایت احتیاط سے میرے بدن پر سجا دیئے۔ جرمن افسر کو پھر اُس نے ایک بوسیدہ وردی پہنا دی تھی۔ پھر اُس نے اپنی محبوبہ کو الوداع کہا اور میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ جرمن افسر کی لاش اُس نے کندھے پر ڈال لی تھی۔ باہر اُس کی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔

''کین! تم اسی وقت سے خود کو مُردہ تصور کر لو۔'' اُس نے کہا اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب......؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''اس جرمن کے ساتھ تمہیں بھی ایک مُردہ انسان کی حیثیت سے سفر کرنا ہوگا۔ میں کسی کو شبے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔''

''ٹھیک ہے......'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور پھر میں جیپ کے پچھلے حصے میں لیٹ گیا۔ یہ بھی ایک خوفناک تجربہ تھا۔ جیپ چل پڑی اور ناہموار راستوں پر اُچھلتی ہوئی آخر ایک جگہ کر رُک گئی۔

ناقابلِ برداشت بو کی ایک لہر، میری ناک سے ٹکرائی اور میں پریشان ہو کر رہ گیا۔ اب مجھے اسی بدبو کے ساتھ سفر کرنا ہوگا...... میں نے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا، ایک جدید ساخت کا ٹرک کھڑا ہوا تھا جس میں بے شمار انسانی اجسام نظر آ رہے تھے۔

''ان دونوں کو بھی ڈال دو!'' برٹی کی آواز اُبھری۔ اور پھر جس طرح ہمیں ٹرک میں

ڈالا گیا، وہ بھی ایک عبرت ناک منظر تھا۔ ٹانگیں اور ہاتھ جھلا کر پہلے جرمن افسر کی لاش کو اور
پھر مجھے دوسری لاشوں پر پھینک دیا گیا۔

اور پھر ٹرک چل پڑا۔ نا قابل برداشت بدبو تھی۔ دنیا کی تمام اذیتوں سے زیادہ اذیت
ناک...... مجھے انسانی بدن چھوڑ رہے تھے۔ میں نے اُن کی جانب دیکھنے کی ہمت نہیں کی اور
جہاں پڑا تھا، پڑا رہا۔ سفر، میرے اندازے کے مطابق ایک گھنٹے تک جاری رہا۔ اس دوران
چیک پوسٹ پر چیکنگ بھی ہوئی تھی۔ لیکن اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ میرا
ذہن اور بھی کچھ سوچ رہا تھا۔

لاشوں کو کہاں ٹھکانے لگایا جاتا ہوگا؟ برٹی نے کس جنگل کے بارے میں بتایا تھا؟ لیکن
کیا لاشیں یوں ہی پھینک دی جاتی ہوں گی......؟'' چند لمحات، میں سوچتا رہا۔ اور پھر جونہی
ٹرک رُکا، میں ہوشیار ہوگیا اور گردن گھما کر اُس جگہ کو دیکھا۔

ٹرک جہاں کھڑا ہوا تھا، وہاں ایک گہرا گڑھا تھا۔ اور اُس عظیم الشان گڑھے میں لاتعداد
انسانی اعضاء نظر آ رہے تھے۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ یہاں وہ بدبو نہیں تھی جو ہونی
چاہئے تھی۔ حالانکہ اس گڑھے میں پڑی ہوئی لاشوں کو نہ جانے کتنا عرصہ بیت گیا ہوگا؟ لیکن
بدبو کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں؟ جبکہ ٹرک کے اندر پڑے ہوئے بے شمار
انسانی جسموں سے تعفن اُٹھ رہا تھا اور اس تعفن نے مجھے ذہنی طور پر تقریباً معطل کر دیا تھا۔

ٹرک کا انجن بند کر دیا گیا۔ اور دونوں طرف کے دروازوں سے دو آدمی نیچے اُتر آئے۔
''چلو...... خالی کرو۔'' اُن میں سے کسی نے جرمن زبان میں کہا اور یہی وقت میری کارکردگی
کا تھا۔

میں تیزی سے ٹرک کے اُس حصے پر چڑھ گیا جس حصے پر انجن تھا۔ اور میں نے آواز پیدا
نہیں ہونے دی تھی۔ وہ دونوں ٹرک کی پچھلی سمت کی جانب گئے۔ اُنہوں نے کسی ذریعے
سے ٹرک کے ایک حصے کو کھول دیا۔ ٹرک کا ایک حصہ اُوپر اُٹھ گیا اور لاشیں اُس سے گر کر
گڑھے میں جانے لگیں...... انسانی اجسام، گہرائیوں میں گر رہے تھے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے
جنہوں نے نہ جانے کیسی کیسی زندگیاں گزاری ہوں گی؟ لیکن اس وقت کس کسمپرسی سے اپنے
آخری سفر پر روانہ ہو رہے تھے۔ اور یہ منظر قابل عبرت تھا۔ پھر ایک خیال میرے ذہن میں
کوندا...... کیوں نہ اب یہ ٹرک میرے استعمال میں رہے؟ برٹی نے جو کچھ کیا تھا، اس کی پرواہ
کون کرے' اگر ٹرک پاس ہوگا تو ممکن ہے، کوئی بات بن سکے۔ چنانچہ میں نے اپنا پستول

نکال لیا۔

دونوں آدمی، کام سے فارغ ہونے کے بعد ٹرک کے پچھلے حصے کو ہموار کرنے لگے۔ اور
اس کے بعد اُنہوں نے عجیب سی نلکیاں اُٹھائیں اور اُن کا رُخ گڑھے کی طرف کر کے کوئی
بٹن دبا دیا۔ کسی سیال کی دھار نکل کر اُن لاشوں پر پڑنے لگی۔ اور مجھے علم ہوگیا کہ لاشوں
سے تعفن کیوں نہیں اُٹھ رہا؟ وہ لوگ کسی کیمیکل کے ذریعے اُن لاشوں کو گلا دیتے تھے۔

پھر جب وہ اپنے آخری کام سے فارغ ہوئے تو میں پستول لے کر اُن کے سامنے پہنچ
گیا۔ مجھے دیکھ کر اُن کی جو حالت ہوئی، وہ نا قابل بیان ہے۔ وہ چیختے ہوئے ایک دوسرے
سے لپٹ گئے تھے اور مسلسل چیخ رہے تھے۔

''سیدھے کھڑے ہو جاؤ!'' میں نے گرج کر کہا۔

''تت تم...... تت تم...... کک کون ہو......؟''

''یہ راستہ کس طرف جاتا ہے......؟''

''سمباوا...... سمباوا......''

''اُدھر کوئی جرمن چوکی ہے......؟''

''نہیں...... کوئی نہیں ہے۔''

''آخری جرمن چکی کہاں ہے......؟''

''سمباوا میں......''

''تمہارے پاس کیا ہے......؟''

''کک...... کچھ نہیں۔''

''کھانے پینے کی کوئی چیز ہے......؟''

''نہیں......!''

''ہتھیار......؟''

''وہ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس ہتھیاروں کا کیا کام؟''

''اے...... تم چلو! اس کی تلاشی لو۔'' میں نے دوسرے سے کہا اور اُس نے با دلِ
ناخواستہ میری ہدایت پر عمل کیا۔ دوسرے لمحے اُس کے لباس سے نکلا ہوا سامان زمین پر پڑا
تھا۔ پھر میں نے دوسرے کو بھی ہدایت کر دی اور دونوں کی جیبیں خالی ہو گئیں۔

''اب تم اپنے لباس بھی اُتار دو......!''

''نہیں، نہیں ہم......ہمیں جانے دو۔''

''جلدی کرو......!'' میں نے ڈانٹ کر کہا اور چند ساعت کے بعد وہ دونوں برہنہ کھڑے تھے۔ ''اور اب تم بھی لاشوں کے اس گڑھے میں چھلانگ لگا دو!''

''مم......مر جائیں گے۔ اس میں گلا دینے والا کیمیکل ہے۔'' دونوں خوفزدہ انداز میں چیخے۔

''جرمن ہو......؟'' میں نے نرم لہجے میں سوال کیا۔

''ہاں......!''

''کتنے دن سے یہ کام کر رہے ہو......؟''

''تین سال سے......''

''ہوں......اب بہت جی لئے۔ جلدی کرو!''

''نہیں، نہیں......ہمیں معاف کر دو۔ ہم اس گڑھے میں نہیں کودیں گے۔''

''میں صرف تین تک گنتی گنوں گا۔''

''نہیں......'' وہ دونوں چیخے۔

''ایک......!'' میں نے گنتی شروع کی اور دوسرے لمحے اُن دونوں نے چھلانگ لگا دی۔ وہ بری طرح بھاگے تھے۔ تب میں نے دو فائر کئے اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ نہ جانے کیوں بس! اُنہیں ہلاک کرنے کو جی چاہا تھا۔ بس! درندگی کی طرف طبیعت مائل تھی۔ چنانچہ میں نے کچھ اور بھی کیا۔ یعنی اُن دونوں کی لاشوں کو اُٹھا کر اُسی گڑھے میں اُچھال دیا۔ پھر اُن میں سے ایک کا لباس پہنا اور اُس کے کاغذات، جیب میں رکھ کر ٹرک کی طرف بڑھا۔ ٹرک سٹارٹ کر کے میں نے ایک سمت کا تعین کیا اور ٹرک آگے بڑھ گیا۔ میرے ذہن میں سینکڑوں خیالات تھے۔ آگے کا سفر نا معلوم تھا۔

یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ کہاں تک پہنچوں؟ بہرصورت! جن جنگلوں کے بارے میں برٹی نے بتایا تھا، وہ بھی سامنے ہی موجود تھے۔ لیکن میں نے جنگلوں کی سمت اختیار نہیں کی اور کچے راستے پر ہی ٹرک کو آگے بڑھاتا رہا۔ میں اُسی سڑک کی تلاش میں تھا جس سے گزر کر ہم لوگ یہاں آئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سڑک کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن اس بار میں نے رُخ بدل دیا تھا۔ میں اُس طرف سے جا رہا تھا جس طرف سے ہم لوگ نہیں آئے تھے۔ ٹرک، برق رفتاری سے سفر کرتا رہا۔ میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ بس! اس

ے اتنی دُور نکل جانا چاہتا تھا کہ آئندہ پروگرام بنانے میں ہمیں آسانی ہو۔

لیکن تقدیر ابھی مجھے آزادی دلانے کی روادار نہیں تھی۔ بہت زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ دُور
طیارے کی گرج سنائی دی۔ اور میں پلٹ کر دیکھنے لگا۔ میں نے گردن نکال کر باہر
طیارہ اسی جانب آ رہا تھا۔

ممکن نہیں تھا کہ میری تلاش میں آیا ہو۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ اتنی جلدی یہاں
نچ جائے گا۔ لیکن پھر بھی میرے ذہن میں ایک ہلکا سا احساس تھا کہ کوئی خطرہ نہ پیش آ
اور اس خطرے کے پیش نگاہ میں نے تیاریاں کر لی تھیں۔

ی، ہوا جس کا خدشہ تھا۔ طیارے کی مشین گنوں سے ایک برسٹ مارا گیا اور گولیاں
اُن بناتی ہوئی سڑک کے نزدیک پیوست ہوگئیں اور میرا ذہن جھنجھنا اُٹھا۔

خطرہ......'' میرے ذہن نے نعرہ لگایا اور دوسرے ہی لمحے میں نے ٹرک سے چھلانگ
ٹرک، برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا تھا۔ طیارہ گھوم کر پھر واپس آیا۔ اور اس بار اُس
ل پر ایک بم چھوڑ دیا تھا۔

ک کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دُور دُور تک بکھر گئے اور میں نے بخوبی دیکھ لیا کہ وہ
طیارہ تھا۔ آہ......کاش! کسی طرح اُسے میرے بارے میں علم ہو جاتا......میں نے
ے سوچا۔

ب میں اس بے آب و گیاہ چوڑے میدان میں ایک تنہا درخت کی مانند تھا اور سوچ رہا
ب ان جنگلوں تک پہنچنا بھی ممکن نہیں ہے جن کے بارے میں برٹی نے کہا تھا۔ کاش!
نا جنگلوں میں داخل ہو جاتا۔ کم از کم اتنی خوفناک صورتحال سے تو واسطہ نہ پڑتا۔ سورج،
طرح بلند ہو گیا تھا اور میں سورج کی وحشت گردی سے پوری طرح واقف تھا۔ بڑی
یش آ گئی تھی۔ سر چھپانے کو کوئی جگہ نہیں تھی۔ چنانچہ میں، مایوس آگے بڑھنے لگا۔

امنے ہی چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے نظر آ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ وہیں تک چلا
ممکن ہے، کوئی غار یا کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے جہاں اس دھوپ سے پناہ لی جا سکے۔
یں اُس طرف بڑھ گیا۔ لیکن ٹیلوں کا فاصلہ جتنا زیادہ تھا، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ
پہنچنا بھی آسان کام نہیں ہے۔ تاہم! میں آگے بڑھتا رہا۔

ر چند لمحوں کے بعد ایک بار پھر میرے کانوں نے کچھ آوازیں سنیں......یہ ہیلی
ں کی آوازیں تھیں اور میں ان آوازوں کو بخوبی پہچان سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر، نجانے کس

طرف جا رہے تھے؟ چھپنے کی کوئی جگہ بھی نہیں تھی۔ لیکن اب میں نے چھپنا مناسب نہ
سمجھا۔ اس طویل صحرا میں مرنے سے بہتر تھا کہ ایک بار پھر ان لوگوں کے شکنجے میں
جاؤں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر خاصی نیچی پرواز کر رہے تھے۔ اور
شاید اُن پر سے مجھے دیکھ لیا گیا......

اب وہ نیچے اُترنے لگے۔ اور چند ساعت کے بعد وہ ہیلی کاپٹر میرے بالکل نزدیک
گئے۔ چار آدمی نیچے اُتر آئے تھے۔ سب کے سب فوجی افسر تھے اور جرمن تھے۔ جرمن
اندازہ اُن کے لباس سے ہوتا تھا۔

''کون ہو تم......؟'' اُن میں سے ایک افسر نے سوال کیا۔

''میرا نام بروجر ہے جناب!''

''کون ہو......؟''

''لاشیں ڈھونے کا کام کرتا ہوں۔'' میں نے جرمن زبان میں جواب دیا۔ میرے لہجے
پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

''کیا تم نے کسی اتحادی طیارے کو اس طرف دیکھا؟''

''اُس نے میرا ٹرک تباہ کر دیا ہے جناب!''

''کس طرف گیا......؟''

''اُدھر......'' میں نے آسمان کی ایک سمت اِشارہ کیا۔

''لیکن تم اس وقت کہاں جا رہے تھے......؟''

''واپس اپنے ٹھکانے پر۔''

''اس طرف......؟'' افسر نے شبہے کی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''تو کیا......تو کیا میرا اندازہ درست تھا؟''

''کیا مطلب......؟''

''مجھے شبہ تھا جناب! کہ میں راستہ بھٹک گیا ہوں۔''

''لیکن کیا تم اکثر یہاں نہیں آتے؟''

''نہیں جناب! آج پہلی بار مسٹر برٹی نے مجھے اس طرف بھیجا تھا۔ اُنہوں نے مجھے
صرف پتہ بتایا تھا۔''

''دوسرے لوگ جو یہ کام کرتے ہیں، کہاں گئے؟''

مجھے نہیں معلوم۔''

ٹھیک ہے ڈک! میں اُس آسٹریلین سور کو جانتا ہوں۔ اسے بٹھا لو!'' ایک دوسرے
نے جرمن لہجے میں کہا۔

کون آسٹریلین سور......؟''

جس کا اس نے حوالہ دیا ہے۔ اس کے سپرد یہی کام کیا ہے۔ ٹھیک ہے، اسے بٹھا لو!''

لیکن ہم تو......''

بعد میں بھجوا دیں گے کسی ذریعے سے۔ اسے یہاں تو نہیں چھوڑ سکتے۔ مر جائے گا۔''
ں نے کہا۔

ہوں......چلو! ٹھیک ہے۔'' دوسرا افسر بھی راضی ہو گیا۔ میرا دل خون ہو رہا تھا۔ ایک
میں اُن کے نرغے میں جا رہا تھا۔ لیکن مجبوری تھی۔ البتہ ایک چیز بڑی خطرناک تھی۔
پاس فوجی ریوالور تھا اور ایمونیشن بھی۔ یہ ریوالور میرے لئے موت کا سامان بن سکتا
نانچہ جب تک میں نے ہیلی کاپٹر میں سفر کیا، خوف کا شکار رہا کہ کہیں ان میں سے کسی
ے مسلح ہونے کا خیال نہ آ جائے۔

رحال! ایسا کوئی واقعہ نہیں پیش آیا اور ہم ایک چھاؤنی میں پہنچ گئے، جہاں ہیلی کاپٹر،
ڈ پر اُتر گئے۔ میرے لئے ایک جگہ کا بندوبست کر لیا گیا۔ عارضی بیرک تھے، جہاں
یام پذیر تھے۔ میں اُنہی بیرکوں میں سے ایک میں پہنچ گیا۔ دوپہر کو کھانے کے لئے
یک میس میں جانا پڑا۔ اور یہیں گڑبڑ ہو گئی......

ک میجر، میس کا معائنہ کرنے آیا تھا۔ وہ میرے سامنے سے بھی گزرا۔ اُس کی نگاہیں
پڑی تھیں۔ پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد وہ واپس آیا اور میرے
آ کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، تب اُس کی آنکھوں میں
کے آثار تھے۔ پھر اُس نے حقارت سے ایک اِشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ میں آگے
ؤں۔ میں نے آگے بڑھ کر اُسے سلیوٹ کیا۔

تم کون ہو......؟'' اُس نے سوال کیا اور میں نے پھر ایک سلیوٹ مار دیا۔

تم کون ہو......؟'' اُس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

بروجر۔'' میں نے جواب دیا۔

اسے میرے پاس لے آؤ!'' جرمن میجر نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میں نے کھانا بھی

نہیں کھایا تھا۔ لیکن میرے قریبی لوگوں نے میرے ساتھ مہربانی کی۔ وہ مجھے کھانے سے قبل میجر کے پاس نہیں لے گئے۔ ویسے پہلی فرصت میں، میں نے اُس پستول سے چھٹکارا پا لیا تھا۔ اور یہ بہتر ہی ہوا تھا۔ ورنہ اسی وقت دھر لئے جانے کے امکانات تھے۔

لیکن اُس کمبخت میجر کو کیا ہوا؟

کھانے کے بعد مجھے میجر کے پاس لے جایا گیا۔ وہ اپنے دفتر میں بیٹھا ایک فائل دیکھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے گردن اُٹھائی اور پھر بغور دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اُس نے فائل بند کر کے ایک طرف سرکا دی، اور اُس کے چہرے پر خوشگوار تاثرات پھیل گئے۔

''ٹھیک ہے...... تم جاؤ!'' اُس نے دوسروں سے کہا اور مجھے لانے والے واپس چلے گئے۔ ''بیٹھو بروجر!'' اُس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں جھجکنے لگا۔

''بیٹھ جاؤ دوست! جھجکنے کی ضرورت نہیں۔'' میجر نے نرم لہجے میں کہا اور میں جھجکتا ہوا اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ میجر نے کرسی سے ٹِک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر وہ شستہ لہجے میں بولا۔ ''اب سے دو سال قبل کی بات ہے۔ میں فرانس میں تھا۔ میری کمپنی سخت مشکلات میں گھر گئی تھی۔ یہاں تک کہ میں اُن سے بچھڑ گیا اور جنگلوں میں بھٹکنے لگا۔ تب ایک ایسے شخص نے میری مدد کی، جو جرمن نہیں تھا۔ لیکن اُس نے میرے لئے اپنی جان دے دی۔ اور جانتے ہو مسٹر بروجر! وہ شخص تمہارا ہم شکل تھا۔ تم نے اتنا ملتا تھا کہ مجھے بال برابر بھی اُس میں اور تم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔''

''اوہ......'' میں نے بلاوجہ دانت نکال دیئے۔

''تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں اُس کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ اور اچانک مجھے یوں لگا تھا جیسے میرا دوست، ڈین میرے سامنے ہو۔'' میجر نے سرد آہ بھر کر کہا۔

''جی ہاں جناب! بعض شکلیں ایک دوسرے سے بڑی ملتی جلتی ہیں۔''

''تمہیں حیرانی ہو گی مسٹر بروجر! کہ ڈین کی صورت تم سے اتنی ملتی جلتی ہے کہ میں تمہیں بھلا نہیں پا رہا۔ میرے دل میں اُس کے لئے بڑی عزت اور بڑی قدر ہے۔ لیکن تم کون ہو؟ اپنی کہانی تو سناؤ۔''

''بس جناب! جرمن فوج میں ایک خدمت سرانجام دیتا ہوں۔ اپنا ٹرک لے کر نکلا تھا کہ ایک اتحادی طیارے نے بمباری کر کے اُسے تباہ کر دیا۔ اور پھر جرمن ہیلی کاپٹر مجھے یہاں لے آئے۔ مجھے واپس پہنچنا ہے۔''

''کیا کام کرتے ہو؟'' میجر نے پوچھا۔

''لاشیں ڈھوتا ہوں۔''

''کسی کیمپ کی صفائی پر متعین ہو......؟''

''جی ہاں جناب!''

''ٹھیک ہے...... تمہیں واپس پہنچا دیا جائے گا۔ بلکہ مین تمہارے بارے میں اطلاع دوں گا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو چند روز میرے ساتھ قیام کرو۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔'' میجر نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا اور میں نے اُس سے مصافحہ کیا۔ میجر کئی لمحے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کسی سوچ میں ڈوبا رہا تھا۔ پھر اُس نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلائی۔

''یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ آرام کے ساتھ قیام کرو!''

''شکریہ جناب! میری خوش نصیبی کہ مجھے عزت حاصل ہوئی۔''

''میں پھر کسی وقت تم سے تفصیلی ملاقات کروں گا۔ اس وقت آرام کرو۔'' میجر نے پُر خلوص لہجے میں کہا اور میں اُٹھ گیا۔ اُس نے گھنٹی بجا کر اپنے اردلی کو بلایا اور کہا۔ ''مسٹر بروجر میرے دوست ہیں۔ میری رہائش گاہ میں انہیں پہنچا دو۔ اور ان کے آرام کا بھی خیال رکھا جائے۔''

''یس سر!'' اردلی نے جواب دیا۔ ''تشریف لایئے جناب!'' اُس نے کہا اور میں اُس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ پھر مجھے میجر کی عارضی رہائش گاہ پر پہنچا دیا گیا۔

اس لمحے گھبرا کر میں نے گہری گہری سانسیں لیں...... میری چھٹی حس یہ کہہ رہی تھی کہ وہ سب غلط ہے، جو ہو رہا ہے۔ کوئی گڑ بڑ ہے...... ضرور کوئی گڑ بڑ ہے۔ میجر جھوٹ بول رہا ہے...... اس خیال کے تحت تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میں نے اس رہائش گاہ سے نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن باہر سخت پہرہ تھا۔

''آپ باہر نہیں جا سکتے جناب!'' ایک افسر نے کہا۔

''کیوں......؟''

''یہی احکامات ہیں۔''

''لیکن میں، میجر کا دوست ہوں۔''

''یہ حکم بھی اُنہی کا ہے۔''

''اوہ......'' میں نے ہونٹ سکوڑے۔ گویا میرا شبہ درست نکلا تھا۔ میجر نے چالاکی سے

کام لیا تھا۔ اور میں اس چوہے دان میں آ پھنسا تھا۔ میں واپس آ گیا۔ ٹھیک ہے ڈیئر کین! اگر اس بار تمہاری شامت آ ہی گئی ہے تو کون روک سکتا ہے؟ میں نے دل ہی دل میں کہا اور واپس اس کمین گاہ میں آ گیا جو قربانی کے بکرے کے لئے تھی۔

میں ناکارہ نہیں ہوا تھا۔ یعنی اگر کوشش کرتا تو کوئی ہنگامہ کر سکتا تھا۔ لیکن فائدہ؟ اور پھر مجھے اس کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ شام کو تقریباً پانچ بجے ایک پورا دستہ مجھے لینے کے لئے میجر کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ دستے کے افسر نے مجھے باہر نکلنے کے لئے کہا۔ اور جونہی میں باہر نکلا، اُس نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں...... میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ کیونکہ میں اپنی پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ اور اس کے بعد کوئی احمقانہ حرکت بے سود تھی۔ مجھے اس عارضی کیمپ کے ایک مخصوص حصے میں لے جایا گیا اور یہاں میں نے دو ہیلی کاپٹر بھی کھڑے دیکھے۔

ہیلی کاپٹروں کی موجودگی کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ لیکن بہرصورت! میں نے اُنہیں غور سے دیکھا تھا۔ اور جس بڑے کیمپ میں مجھے پہنچایا گیا، وہاں سخت پہرہ لگا ہوا تھا۔ اور اندر جس شخص پر میری پہلی نظر پڑی، وہ گستاپو کا اہم ترین فرد شائیلاک تھا...... میرا پیارا دوست......

''بے شک...... بے شک...... بھلا یہ شخص مونیٹر کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جو فرار ہونے میں کسی شیطان کی طرح بدنام تھا۔ بہرصورت مسٹر مونیٹر! آپ کے اور ہمارے ستارے غالباً ایک ہی ہیں۔ شکلیں تو ملتی جلتی ہیں لیکن ستاروں کا مل جانا کتنا حیرت انگیز ہوتا ہے؟ اور غالباً یہ ستارے ہی آپ کو ہم سے دُور کرنا نہیں چاہتے۔'' شائیلاک نے بڑے پیار بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایسا ہی لگتا ہے مسٹر شائیلاک!'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اُس میجر کی آنکھیں پھیل گئیں، جس نے مجھے اپنا مہمان بنایا تھا۔

''گویا میرا خدشہ درست نکلا تھا جناب!'' اُس نے دبی زبان میں کہا۔

''ہاں میجر! اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تم نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ اگر مسٹر مونیٹر کی تقدیر میں ہمیشہ گرفتار ہونا نہ ہوتا تو یقینی طور پر انہوں نے جو کچھ کیا ہے، اس کے تحت یہ کبھی کے نکل گئے ہوتے۔ لیکن ہم بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے......''

''بہت بہتر جناب! میں مسرور ہوں کہ میں یہ خدمت انجام دے سکا۔'' میجر نے کہا اور
[illegible]لاک گردن ہلانے لگا۔

''لیکن اس بار...... اس بار مسٹر مونیٹر! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ آپ کے بارے میں
[illegible]کسی شبہ کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ آپ کی ذہانت اور اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت ہے کہ ہم
[illegible]تک آپ کی اہمیت نہیں معلوم کر سکے۔ آپ روانگی کا بندوبست کریں مسٹر گیٹ!'' اُس
[illegible]اس بار میجر کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

''یس سر!'' میجر نے کہا اور اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ شائیلاک دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔
[illegible]اس بار وہ کچھ بولا نہیں۔ میجر واپس آ گیا۔ ''روانگی کی تیاریاں مکمل ہیں جناب!''

''اوکے...... اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دو!'' شائیلاک نے کہا۔ اور تھوڑی دیر
[illegible]بعد مجھے بڑے اعزاز کے ساتھ ہیلی کاپٹر تک لے جایا گیا۔ ایک ہیلی کاپٹر میں شائیلاک
[illegible]رے چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر میں، میں، دو افسر اور پائلٹ تھے۔
[illegible]دونوں ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر گئے...... میں خاموش بیٹھا تھا۔ اور پھر ہم کافی دُور نکل
[illegible]ئے۔ وہی صحرا تھا، جہاں سے مجھے لے جایا گیا تھا۔ دفعتہً پائلٹ نے اُن دونوں افسروں کی
[illegible]ف دیکھا اور گردن ہلائی۔ اور پھر یکایک ہیلی کاپٹر بلند ہونے لگا۔ اب وہ دوسرے ہیلی
[illegible]پٹر کے اُوپر تھا۔ پھر اُن میں سے ایک افسر نے ہاتھ میں دبی ہوئی سٹین گن سے دوسرے
[illegible]ا کاپٹر پر فائرنگ شروع کر دی...... اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں......

[illegible]دوسرا ہیلی کاپٹر، بھیانک حادثے کا شکار ہوا تھا۔ دوسرے لمحے اُس میں آگ لگ گئی۔
[illegible]اب وہ شعلوں میں گھرا زمین کی طرف جا رہا تھا۔ نیچے گر کر اُس کے پرخچے اُڑ گئے۔ یقیناً
[illegible]ئیلاک بھی ہلاک ہو گیا ہوگا......

☆......☆......☆

اُس وقت میری عقل و ذہانت میرا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ یہ سارے واقعات ایک خواب معلوم ہو رہے تھے۔ شائیلاک جیسا خطرناک انسان، اس طرح مر جائے، یہ کیسے ممکن تھا؟ لیکن یہ لوگ...... یہ لوگ میرے ہمدرد تھے یا دشمن؟

حیرت کچھ اس طرح حملہ آور ہوئی تھی کہ میں کچھ بول بھی نہیں سکا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں موجود دوسرے لوگوں نے بھی کوئی گفتگو نہیں کی۔ وہ شاید میرے بولنے کے منتظر تھے۔ جب کافی دیر ہو گئی تو اچانک اُن میں سے ایک کو خیال آیا اور وہ جلدی سے دوسرے افسر سے بولا۔

''ہتھکڑیاں اور بیڑیاں نکال دو! انہیں تکلیف ہو رہی ہو گی۔'' زبان انگریزی تھی اور لہجہ امریکن...... میں اُچھل پڑا۔ میں نے حیرت سے بولنے والے کی طرف دیکھا۔

''تم...... تم امریکن ہو؟''

''جی ہاں جناب......!''

''لیکن...... لیکن کون ہو؟''

''ہمارا تعلق امریکی تنظیم ایڈلاز سے ہے۔ وہ تنظیم، جسے اس جنگ میں جاسوسی کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔''

''اوہ...... لیکن میں نے اس تنظیم کے بارے میں کبھی نہیں سنا۔'' میں نے اپنی مسرت دباتے ہوئے کہا۔ اس اچانک امداد پر میں دل ہی دل میں مسرور ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

''جی ہاں...... فوری طور پر اس کی ترتیب ہوئی ہے۔ اور اس میں شامل ہونے والے غیر فوجی لیکن تربیت یافتہ لوگ ہیں۔''

''لیکن تم لوگ یہاں تک کیسے پہنچ گئے......؟''

''ہم یہیں مقیم تھے۔ اور ہمیں ہدایات ملی تھیں کہ ہم ایک شخص مسٹر بلیک کے احکامات کے تحت کام کریں۔'' اُس شخص نے جواب دیا جو اَب میری ہتھکڑیاں کھول رہا تھا۔ اس کام سے

فارغ ہو کر وہ میری بیڑیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ اُنہیں بھی میرے پیروں سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن یہ مسٹر بلیک سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ممکن ہے، کوئی امریکی ایجنٹ ہو۔ اور اسے میرے بارے میں معلوم ہو گیا ہو۔ بڑے خوفناک حالات سے دوچار ہوا تھا۔ اس وقت کچھ تھکن سی محسوس ہو رہی تھی اور زبان ہلانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ جس علاقے پر ہم پرواز کر رہے تھے، وہ پوری طرح جرمن کنٹرول میں تھا۔ اور یہ ہیلی کاپٹر بھی جرمن تھا۔ اس لئے کوئی دقت نہیں آئی۔ البتہ پائلٹ کو یہ خطرہ تھا کہ دوسرے ہیلی کاپٹر کی تباہی کا راز نہ کھل جائے۔ یا پھر اُن سے اُس کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے۔

''ہمارا سفر کتنا طویل ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بس جناب! ہم پوائنٹ فور پر پہنچ چکے ہیں۔ وہ کیبن شاید آپ کو نظر آ رہا ہو۔ یہ دراصل ایک اطلاعی چوکی ہے۔ لیکن......'' وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے بھی اُس سے زیادہ تفصیل نہیں پوچھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر اُترنے لگا۔ پھر اس کا انجن بند ہو گیا اور ہم ہیلی کاپٹر سے اُتر آئے۔ قرب و جوار میں سناٹا تھا اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہم کیبن کی طرف بڑھنے لگے۔ اور پھر کیبن کے نزدیک پہنچ کر ہم ٹھٹھک گئے۔ کیبن کے دروازے میں ایک لیفٹیننٹ کھڑا ہوا تھا، جو یقیناً جرمن تھا۔

''کیا یہ مسٹر بلیک ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں جناب! کوئی گڑبڑ ہو گئی...... اور وہ ٹرک...... پہلے یہ ٹرک یہاں موجود نہیں تھا۔'' میرے ایک ساتھی نے سرگوشی میں کہا۔

''کیا مطلب......؟'' میں نے اپنی رفتار سست کرتے ہوئے پوچھا۔

''یہاں چار فوجی موجود تھے۔ مسٹر بلیک کے اشارے پر ہم نے اُنہیں ختم کر دیا تھا۔ اور یہاں صرف مسٹر بلیک رہ گئے تھے۔ اُنہوں نے کہا تھا کہ ہم اپنے مشن کی تکمیل کے بعد یہاں پہنچیں۔ وہ میرا انتظار کریں گے۔ لیکن اس کی موجودگی......''

''چلتے رہو...... تم اُس سے جرمن زبان میں گفتگو کرو گے۔ میرا تعلق گسٹاپو سے ہے۔'' اُس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

ہم کیبن کے دروازے پر پہنچ گئے۔ لیفٹیننٹ نے ایڑیاں بجائی تھیں۔ ''کیا بات ہے لیفٹیننٹ......؟'' میں نے پوچھا۔ ان لوگوں کے لہجے میں لکنت ہو سکتی تھی۔ لیکن میں جرمن لہجے پر قادر تھا۔

''سر...... یہاں ہمارے چار آدمی تعینات تھے۔ لیکن ایک اتحادی جاسوس نے یہاں داخل ہو کر اُنہیں قتل کر دیا...... شاید وہ ہمارے پیغامات نوٹ کرنا چاہتا تھا۔ اتفاق سے ہم پہنچ گئے۔ وہ لاشوں کو ابھی چھپا نہیں پایا تھا کہ ہم نے اُسے گرفتار کر لیا۔''

''اوہ...... تو تم نے اُسے قتل تو نہیں کر دیا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''نہیں جناب! ٹرانسمیٹر میں کچھ خرابی واقع ہو گئی ہے۔ ہمارے آدمی اُسے درست کر رہے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم نزدیکی چھاؤنی کو اطلاع دے دیں۔ تاکہ وہ اس جاسوس کے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکیں۔''

''کہاں ہے وہ......؟''

''ہم نے اُسے باندھ کر ڈال دیا ہے۔'' لیفٹیننٹ نے جواب دیا اور میں تیزی سے اندر پہنچ گیا۔ وہ لوگ مجھ سے مرعوب ہو گئے تھے۔

کیبن کے ایک کونے میں ایک شخص بندھا پڑا تھا۔ وہ بے ہوش تھا اور اُس کے سر کی پشت سے خون بہہ کر اُس کے کالر کو رنگین کر رہا تھا۔ اُن لوگوں نے عقب سے حملہ کر کے اُسے زخمی کیا تھا۔ دوسری طرف ریڈیو ٹرانسمیٹر پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور اُسے درست کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے بے ہوش شخص کا کالر پکڑ کر اُسے سیدھا کر دیا۔ وہ سرخ چہرے والا صحت مند آدمی تھا۔ لیکن اُس کی صورت میرے لئے اجنبی تھی۔ لیفٹیننٹ میرے عقب میں آ کھڑا ہوا۔

''کیا ریڈیو ٹرانسمیٹر درست ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں جناب! نہ جانے کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے؟ کام ہی نہیں کر رہا۔'' اُن دونوں میں سے ایک نے جواب دیا، جو ٹرانسمیٹر درست کر رہے تھے۔

''چھوڑو...... اِن فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کرو۔ میجر!'' میں نے اپنے امریکن ساتھی کو آواز دی اور وہ میرے سامنے آ کر مستعد ہو گیا۔

''اسے ہیلی کاپٹر میں پہنچاؤ۔'' میں نے بے ہوش شخص کی طرف اِشارہ کر کے کہا۔ ''اور تم لوگ چلو! یہاں رُکنا خطرناک ہے۔ لیفٹیننٹ! تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟''

''دس جناب!''

''چلو...... ٹرک میں بیٹھو، اور چھاؤنی چلو۔'' میں نے حکم دیا۔

''یس سر......'' لیفٹیننٹ نے جواب دیا اور تیزی سے کیبن سے نکل گیا۔ دوسرے دونوں آدمی بھی اُس کے پیچھے ہی لپکے تھے۔ تب میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''یہ لوگ ٹرک کے پاس جمع ہوں تو اِنہیں اُڑا دو...... ایک سٹین گن مجھے درکار ہے۔''

''اوہ، جناب! میں نے مرنے والوں کے قریب ایک سٹین گن دیکھی تھی۔''

''پائلٹ...... کیا تمہارے پاس......؟''

''میں غیر مسلح ہوں جناب! لیکن ان دونوں کی سٹین گن میرے بھی کام آئے گی۔'' پائلٹ نے جواب دیا۔

لیفٹیننٹ نے چاروں طرف پھیلے ہوئے لوگوں کو جمع کر لیا۔ دوسری طرف بے ہوش مسٹر بلیک کو میرے دونوں مسلح ساتھی اُٹھا کر باہر لے آئے اور اُسے ہیلی کاپٹر میں ڈال دیا۔ میں، مسلسل سوچ رہا تھا۔ تب میں نے اُن سے کہا۔ ''سنو! میرا خیال ہے ہمیں باقی سفر ٹرک کے ذریعے کرنا چاہئے۔ ہیلی کاپٹر اُن لوگوں کی نظروں میں مشکوک ہو گیا ہو گا۔ ممکن ہے، طیارے اس کی تلاش میں نکل پڑیں۔''

''اوہ...... بالکل درست خیال ہے جناب!'' میرے ساتھی نے جواب دیا۔ پائلٹ کو اور مجھے سٹین گن فراہم کر دی گئی اور ہم ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گئے۔ ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ کر ہم رُک گئے۔ وہ لوگ ہماری طرف پشت کئے ٹرک کی طرف جا رہے تھے۔ جب یکجا ہو گئے تو ہم نے سٹین گنوں سے گولیاں برسانی شروع کر دیں......

پہلی ہی باڑ اتنی زبردست تھی کہ وہ لوگ پلٹ بھی نہ سکے اور وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ہمیں صرف ایک خطرہ تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی زندہ نہ رہ گیا ہو۔ چنانچہ چند ساعت ہم انتظار کرتے رہے۔ نیچے گرنے والے تڑپ تڑپ کر سرد ہو گئے تھے۔ اور جب ہمیں اطمینان ہو گیا کہ ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہا تو ہم ٹرک کی جانب بڑھ گئے۔

ہم نے بغور اُن لاشوں کو دیکھا...... ہر ایک کے چہرے پر اذیت کے آثار تھے۔ لیکن چند ایسے بھی تھے جو ابھی تک سانس لے رہے تھے۔ تب ہم نے اُن کے بیجز وغیرہ نوچ لئے اور تمام کاغذات اپنے قبضے میں کر لئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اِشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے، ان لاشوں کو ایسی جگہ ڈال دو! جہاں سے اُنہیں کم از کم ہوائی جہاز سے

نہ دیکھا جا سکے۔"

"بہت بہتر جناب!" میرے ساتھی مستعدی سے بولے۔ اور پھر وہ اس کام میں مصروف ہو گئے۔ اُنہیں یقین ہو گیا تھا کہ جو شخص اُن کے ساتھ ہے، وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اِس کام سے فارغ ہو گئے۔ اور پھر میرے ہی اشارے پر لیفٹیننٹ کی وردی بھی اُتار لی گئی، جو خون آلود ہو گئی تھی۔ لیکن ان دنوں ایسی باتوں پر توجہ نہیں دی جاتی تھی۔

میں نے لیفٹیننٹ کی وردی پہنی اور میرے ساتھیوں نے باقی فوجیوں کی...... اس طرح ہمارے حلیے بدل گئے۔ مسٹر بلیک، سول ڈریس میں تھا۔ چنانچہ اُس کا لباس بھی اُتار کر اُسے ایک فوجی افسر کی وردی پہنا دی۔ گویا اَب ہم میں سے ایک افسر تھا، ایک لیفٹیننٹ اور دو عام فوجی۔

اس حلیے میں آنے کے بعد ہم نے مسٹر بلیک کو ہیلی کاپٹر سے اُتار کر ٹرک میں احتیاط سے لٹا دیا۔ میں اُس شخص سے قطعی طور پر ناواقف تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ یقینی طور پر وہ امریکی فوج میں کوئی نمایاں مقام رکھتا ہو گا۔

اس کے بعد ہم ٹرک میں سوار ہو گئے...... اور پھر آخری کام رہ گیا، یعنی ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنا۔ چنانچہ اُس پر گولیوں کی باڑ ماری گئی اور چند ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑ گئے۔

اب گویا ہم تمام کاموں سے فارغ تھے۔ چنانچہ ہم نے ٹرک سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ اپنے کاغذات وغیرہ چیک کرنے کے بعد ہم نے اُن چیزوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا جو ہماری نشاندہی کر سکتی تھیں۔ اور ہم چل پڑے۔

ٹرک نامعلوم سمت کی جانب جا رہا تھا۔ ہم میں سے کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں کون سا رُخ اختیار کرنا ہے؟ بس! چلے جا رہے تھے۔ میں پوری طرح مسٹر بلیک کی جانب متوجہ ہو گیا۔ دفعتہً مجھے احساس ہوا کہ اُس کی گردن کے نیچے ایک عجیب سا جوڑ نظر آ رہا تھا۔ ایک ایسا جوڑ، جو میک اَپ کا نتیجہ ہی ہو سکتا تھا۔ اور یہ جوڑ، میرے لئے دلچسپی کا باعث بن گیا۔ میں نے سوچا کہ اس شخص کو اس کی اصل شکل میں نمایاں کروں۔ میں خود بھی جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے؟ اور اگر ہمیں یہاں سے نکلنے کے لئے کچھ وقت صرف کرنا تھا تو یہ طے شدہ امر تھا کہ مسٹر بلیک کو روشنی میں آنا ہی تھا۔

ہیں نے اُس کی گردن کے جوڑ کو ٹٹولا۔ اور چند ساعت کے بعد باریک سی جھلی کا ایک سرا رے ہاتھ آ گیا۔ تب میں نے انتہائی نفاست سے بنا ہوا وہ پتلے سے ربڑ کا ماسک اُتار دیا اُس شخص کے چہرے پر چڑھا ہوا تھا۔ اور جب اُس شخص کا چہرہ سامنے آیا تو میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا...... میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ کہ میرا دوست یکس اس طرح میرے سامنے آئے گا۔

میرے دوسرے ساتھیوں میں سے کسی نے ابھی میرے اس فعل کی طرف توجہ نہیں دی ی۔ اور یہ نہیں دیکھ سکے تھے کہ مسٹر بلیک کی شکل بدل گئی ہے۔ لیکن میری ذہنی کیفیت عجیب ئی تھی۔ میں متحیر نگاہوں سے فلیکس کو دیکھ رہا تھا۔

کیا درحقیقت! یہ میرا دوست فلیکس ہی ہے...... لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ فلیکس، اتنا طویل ر کر کے یہاں پہنچ گیا؟ اُسے کیا کیا دُشواریاں اُٹھانی پڑی ہوں گی...... لیکن...... لیکن...... ے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

بے شمار خیالات میرے ذہن میں رقصاں تھے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے میں گرد و پیش ماحول سے بے خبر ہو گیا تھا...... مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں دشمن کے علاقے میں خطرناک ات سے دوچار ہوں۔ اور اس وقت نہ صرف میری بلکہ میری وجہ سے دوسرے افراد کی گی بھی خطرے میں ہے...... اور اب مجھے، اُن کی ذمہ داری بھی سنبھالنی ہے۔

خود کو مطمئن کرنے کے لئے میں نے فلیکس کے بازو اور ٹانگ کو ٹٹولا...... آہ! وہ میرا ت ہی تھا۔ جس نے نہ جانے کیا کیا تکلیفیں اُٹھا کر مجھے تلاش کیا تھا؟

میں اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اب اُس کوشش میں زیادہ بے چینی تھی۔ ی اُس بے چینی کو دوسروں نے بھی محسوس کر لیا۔ پائلٹ اور ایک امریکن افسر جو میرے ما گئے تھے، میری طرف متوجہ ہو گئے۔ اُن کی نگاہ جیسے ہی مسٹر بلیک پر پڑی، وہ بری چونک پڑے۔

"ارے...... ارے...... یہ...... یہ......" پہلے تو اُنہیں بے ہوش شخص کی بدلی ہوئی شکل پر ت ہوئی۔ اور حیرت کا دوسرا حملہ میری شکل دیکھ کر ہوا۔

"مسٹر...... مسٹر......! یہ...... یہ کون ہے؟"

"مسٹر بلیک......!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن...... یہ تو...... یہ تو......"

"ہاں...... یہ اس کی ماسک ہے۔"
"کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں؟" ایک افسر نے پوچھا اور ایک لمحے کے ہزارویں حصے
میں، میں نے سوچا کہ کہیں یہ لوگ بدظن نہ ہو جائیں، ان کا مطمئن ہونا ضروری ہے۔
"ہاں...... امریکی سیکرٹ کا مایہ ناز ایجنٹ مسٹر فلیکس ہے۔"
"تو یہ میک اَپ میں تھے......؟"
"ہاں......!"
"لیکن کیا اب یہ اپنی اصلی شکل میں ہیں؟" افسر نے تعجب کے ساتھ پوچھا۔
"ہاں...... کیوں، تمہیں شبہ ہے؟"
"تب پھر یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ آپ کے بھائی ہیں۔"
"وہ کیوں......؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"اس لئے کہ آپ دونوں کی صورتوں میں سرِ مو فرق نہیں ہے۔"
"اتفاق سے دوست! ہم دونوں میں ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ لیکن یہ مشابہت ہم دونو
کو ایک دوسرے کے اتنا قریب لے آئی ہے کہ اب ہم ایک دوسرے کے گویا عزیز ہیں۔"
"واقعی...... یہ مشابہت، تعجب خیز ہے۔" ایک افسر نے کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ "اوہ..
مسٹر فلیکس شاید ہوش میں آ رہے ہیں۔"
میں بھی چونک کر فلیکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چند ساعت کے بعد فلیکس نے آنکھ
کھول دیں۔ کچھ دیر تک وہ ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ چو
پڑا۔ اب اُس کے حواس بیدار ہونے لگے......
"کیا...... کیا تم بھی کوئی قیدی ہو؟" اُس نے آواز بدل کر پوچھا۔
"قیدی تو تم بھی نہیں ہو ڈیئر!" میں نے مسکرا کر کہا۔
"کیا مطلب......؟" اُس نے ایک دم اُٹھنے کی کوشش کی اور میں نے اُس کی مدد ک
ویسے اس بات پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی کہ فلیکس، آواز بدل کر بولنے
کوشش کر رہا تھا۔
"مطلب یہ کہ آپ بھی قیدی نہیں ہیں مسٹر بلیک!"
"اوہ...... لیکن اُس کیبن میں...... میرا مطلب ہے اُس کیبن میں......"
"جی ہاں جناب! اُس کیبن میں جرمن فوجیوں کا ایک دستہ گھس آیا تھا اور اُس نے آ

رفتار کر لیا تھا۔"
"ہاں...... تو کیا آپ لوگوں نے...... میرا مطلب ہے......" فلیکس کے ہونٹوں پر خوشی
ایک لکیر نمودار ہوئی۔
"جی ہاں...... ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا۔ اُن کے ٹرک پر قبضہ کیا اور آپ کو لے کر چل
ے۔"
"اوہ، میرے خدا! میں واقعی دھوکہ کھا گیا تھا...... جس کے لئے میں سخت شرمندہ ہوں۔"
س نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔ "آپ، مسٹر کین
نا؟"
"جی ہاں...... میں نے کہا اور اپنی مسکراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔
"کیا مطلب......؟ میں سمجھا نہیں......"
"میرا خیال ہے اس میں نہ سمجھنے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں کین ہی ہوں۔ لیکن کیا
پ اپنا تعارف نہیں کرائیں گے مسٹر بلیک؟"
"یس...... میں امریکی محکمہ خفیہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ اور جیسا کہ آپ کو علم ہے، میرا نام
ہے۔"
"جی نہیں...... مجھے علم نہیں ہے کہ آپ کا نام بلیک ہے۔"
"کیا مطلب......؟" فلیکس نے تعجب سے کہا۔
"میرے علم میں کوئی اور ہی بات لائی گئی ہے"
"وہ کیا......؟" فلیکس نے پوچھا۔
"یہ کہ آپ مسٹر فلیکس ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس چونک کر مجھے دیکھنے
۔ اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ تب میں نے وہ ماسک، جو فلیکس کے چہرے
ے اُتاری تھی، اُس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔ "مسٹر بلیک تو میرے ہاتھ میں
......" اور فلیکس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"میں جانتا تھا کہ ساری دنیا سے چھپ سکتا ہوں، لیکن تم سے نہیں۔" اُس نے مسرور
ے میں کہا اور میرا بازو پکڑ لیا۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم، مجھے مل گئے۔"
"لیکن جناب والا! آپ یہاں تشریف کیسے لے آئے......؟"
"بس، یار! تمہارے بارے میں عجیب وغریب اطلاعات موصول ہو رہی تھیں۔ میں نے

سنا تھا کہ تمہیں ایک انتہائی خفیہ اور اہم مشن پر بھیجا گیا ہے۔ تم نے اس مشن کی تکمیل تو کر لی لیکن اس کے بعد خود پھنس گئے۔ خود حکومت امریکہ تمہارے بارے میں سخت تشویش میں مبتلا ہے۔ بے شمار لوگوں کو صرف تمہاری تلاش پر مامور کیا گیا ہے۔ اور اَن تھک کوشش کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں حاصل کر لیں۔ حکومت امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ تمہارے لئے اگر سینکڑوں لوگوں کو بھی قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے۔ کیونکہ تمہاری زندگی بے حد قیمتی ہے۔ اور تم نہیں جانتے مسٹر کین! کہ تمہاری تلاش میں کس قدر منظم اور مکمل طریقے پر کام کیا جا رہا ہے۔ ایک پورا محکمہ ترتیب دیا گیا ہے، جو صرف تمہاری تلاش پر مامور ہے۔ اور اس میں انتہائی خطرناک لوگوں کو شامل کیا گیا ہے، تاکہ وہ تمہیں ہر قیمت پر تلاش کریں۔''

''خوب...... اس کا مطلب ہے کہ حکومت میرے ساتھ بہترین تعاون کر رہی ہے۔''

''بہرصورت! مجھے خوشی ہے کہ تم مجھے مل گئے۔'' فلیکس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ اور پھر دوسرے لوگوں کی جانب دیکھنے لگا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنا کام بخوبی انجام دیا۔''

''شکریہ جناب! لیکن اب ہم، آپ کو کس نام سے پکاریں؟''

''جو، آپ کا دل چاہے۔'' فلیکس نے جواب دیا

''مسٹر بلیک، اب مسٹر فلیکس بن چکے ہیں۔'' میں نے کہا۔ اور یہ قطعی اتفاق ہے کہ ہم لوگ ابھی تک ایک دوسرے کے ناموں سے واقف نہیں ہیں۔'' میں نے مسکرا کر دوسرے لوگوں سے کہا۔

''کیا مطلب......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''ابھی تک فرصت ہی نہیں مل سکی کہ ہم ایک دوسرے سے متعارف ہوتے...... اب تم یہ خدمت انجام دو!'' میں نے فلیکس سے کہا اور فلیکس اُن کا تعارف کرانے لگا۔ اُن میں پائلٹ کا نام جوگنر تھا، دوسرے دونوں افسر پال، اور ایڈن تھے۔ تینوں کا تعلق اُسی محکمے سے تھا، جس کے بارے میں اُنہوں نے مجھے بتایا تھا۔

پھر فلیکس، مجھ سے اب تک کے حالات پوچھتا رہا، جب سے اُن لوگوں نے مجھے اپنی تحویل میں لیا تھا۔ ''مجھے یقین ہے کہ شروع سے اب تک کے واقعات اتنے طویل ہوں گے کہ ہم اس مختصر سے وقت میں اُنہیں نہیں سن سکتے۔''

''ہاں...... ظاہر ہے۔ بہرحال! مختصر وقت کے واقعات سو فیصدی وہی ہیں جو پروگرام

کے تحت ترتیب دیئے گئے تھے۔ سوائے اس کے کہ اس میں تمہاری آزادی شامل ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہرحال! تم مل گئے کین!''

''لیکن اب کیا پروگرام ہے فلیکس؟''

''پروگرام تو کافی طویل ہے۔ ہمیں ابھی کافی محنت کرنی ہے۔''

''یعنی......؟''

''ایک طویل سفر کر کے ہمیں ایک مخصوص مقام پر پہنچنا ہے۔ میں ایک مکمل پروگرام کے تحت آیا ہوں۔ ہمیں، میڈلن لائن تک جانا ہے، جہاں سے ایک سب میرین ہمیں لے جائے گی۔ سب میرین کا پروگرام بیس روزہ ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''اگر بیس روز کے اندر اندر میں تمہیں لے کر میڈلن لائن نہ پہنچ سکا تو میرے مشن کو فیل سمجھا جائے گا۔ آبدوز اس سے زیادہ وہاں اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتی۔''

''اب تک کتنے دن گزر چکے ہیں......؟''

''آج سولہ تاریخ ہے نا......؟''

''ہاں، شاید......''

''ابھی صرف نو دن گزرے ہیں۔''

''ابھی کافی وقت ہے۔ لیکن افسوس! کہ میں اس علاقے سے بھی واقف نہیں ہوں۔''

''میں تمہیں تفصیل بتا دُوں گا۔ لیکن پہلے یہ یقین ہو جانا چاہئے کہ ہم، کون سے رُخ پر سفر کر رہے ہیں؟''

''یہاں پہنچ کر ہمیں کس طرف چلنا تھا جناب؟'' ڈرائیور پال نے پوچھا۔

''بائیں سمت...... اُس ٹیلے کی جانب، جہاں ہمارے کچھ اور مددگار بھی موجود ہیں۔ اُس ٹیلے کی پہچان یہ ہے کہ دُور سے تین سر نظر آتے ہیں۔''

''تب تو ہم بالکل صحیح سمت میں چل رہے ہیں۔ وہ دیکھئے! سامنے تین سروں والے ٹیلے نظر آ رہے ہیں۔'' پال نے جواب دیا۔

''گڈ...... خوب اتفاق ہے۔''

''اور کوئی زخم تو نہیں ہے فلیکس؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں یار! ویسے وہ لوگ بے حد چالاکی سے آئے تھے۔ معلوم نہیں، اُنہیں کوئی شبہ ہو گیا تھا یا کیا بات تھی؟ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ کوئی میرے قریب پہنچ گیا ہے۔ ٹرک کو بھی میں نے کافی دُور کھڑا کیا تھا تاکہ اُس کی آواز کوئی نہ سن سکے۔ لیکن نہ جانے کہاں سے اُنہوں نے میری پشت پر حملہ کر دیا۔ مجھے تو کچھ ہوش ہی نہ رہا تھا۔''

''خدا کا شکر ہے کہ تم صرف زخمی ہی ہوئے، تمہیں اور کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ورنہ تم یقینی طور پر اُن سے اُلجھ پڑتے اور اس کوشش میں زیادہ زخمی ہو سکتے تھے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں......'' اُس نے سر کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے، خون رُک چکا ہے۔ فرسٹ ایڈ بکس ہم ساتھ لے آئے ہیں۔ لاؤ! پہلے میں تمہاری بینڈیج کر دُوں۔'' میں نے کہا اور ٹرک میں موجود فرسٹ ایڈ بکس اُٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔

''ہاں! جلدی سے کر دو۔ اس کے بعد یہ ماسک مجھے پہنا دو! ورنہ میرے ساتھی بھی مجھے پہچان نہ سکیں گے۔ اور ممکن ہے کہ ہم دونوں کو ہم شکل دیکھ کر اُن لوگوں کو بھی شبہ ہو جائے۔ دو ہم شکلوں پر یوں بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں نے فرسٹ ایڈ بکس کھول کر بینڈیج کا سامان نکالتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' اور پھر اُس کے زخم پر سے خون صاف کر کے بینڈیج کر دی۔ پھر فلیکس نے ماسک پہن لیا۔ لیکن زخم کی جگہ کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔

''میک اَپ تم نے خود تیار کیا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں......'' فلیکس نے جواب دیا۔

''خیر! تمہاری ذہانت کا تو میں پہلے ہی سے قائل ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس بھی مسکرانے لگا۔

''ٹیلے کے قریب کیا کوئی جرمن چھاؤنی ہے......؟''

''ہاں......''

''تو ہمارے لوگ وہیں رُکے ہوئے ہیں؟''

''ہاں...... ظاہر ہے، مجھے کسی نہ کسی جگہ کا انتخاب کر کے ہی آگے بڑھنا تھا۔''

''ویسے تمہاری پوزیشن......؟''

''جرمنوں کی نگاہوں میں کوئی خاص اہمیت اختیار نہیں کی ہے میں نے۔ بس! اپنے کام

سے کام رکھا ہے۔ یعنی اگر میں اس وردی میں بھی جاؤں گا تو میری جانب خصوصی توجہ نہیں دی جائے گی۔ ہاں! البتہ کاغذات کا مسئلہ ہے۔''

''کاغذات، تمہاری جیب میں موجود ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور فلیکس نے وہ کاغذات نکال کر دیکھے۔ پھر مطمئن انداز میں بولا۔

''بہت خوب...... بہت عمدہ...... میرا خیال ہے، یہ کاغذات شناخت کے لئے بھی کافی ہیں۔ اور ان سے کوئی تصویری مسئلہ بھی نہیں پیدا ہوتا۔ کیا تم لوگوں کے پاس بھی اطمینان بخش کاغذات موجود ہیں؟'' اُس نے سوال کیا۔

''ہاں، بالکل...... بے فکر رہو!''

''خیر! تمہارے مل جانے کے بعد تو میں بے فکر ہی ہو گیا ہوں۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیلے کے نزدیک پہنچ گئے، جہاں سے خیمے نظر آ رہے تھے۔ ہم محتاط ہو گئے۔

''وہاں کتنی فوج ہے......؟'' میں نے پوچھا۔

''ایک کمپنی ہے۔ یہاں سے تھوڑی دُور کے فاصلے پر سمندر ہے۔ میرا خیال ہے، یہ کمپنی یہاں سے سمندری سفر کا اِرادہ رکھتی ہے۔ ہمیں بھی اُس کے ساتھ ہی سفر کرنا ہے۔ اور اس کے بعد ہم اس مخصوص جگہ تک پہنچ جائیں گے جہاں سے ہمیں آبدوز مل جائے گی۔''

''نہایت جامع پروگرام ہے۔''

''اب تک تو معاملہ ٹھیک ہی ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ اب ہم ایک عارضی چیک پوسٹ پر پہنچ گئے تھے۔ جہاں ہمارے کاغذات چیک کئے گئے تھے۔ اور پھر ہم چھاؤنی میں داخل ہو گئے۔ یہاں ایک میجر کے سامنے پیش ہو کر ہم نے اُسے تفصیل بتائی۔ یہ تفصیل اس قدر مکمل تھی کہ میجر کو شبہ نہ ہو سکا۔

''تم میں سے کوئی زخمی تو نہیں ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''یس سر...... ایڈی فورس کا سر زخمی ہے۔ لیکن ہم نے اِن کی بینڈیج کر دی ہے۔''

میجر نے اپنے ساتھیوں کو ہمارے لئے خیموں کا بندوبست کرنے کی ہدایت کی۔ گویا وقتی طور پر ہم محفوظ ہو گئے تھے۔ ہمیں تین خیمے دیئے گئے، جن میں سے ایک میں نے اپنے اور فلیکس کے لئے مخصوص کر لیا۔ جو سہولتیں یہاں دوسروں کو مہیا تھیں، وہی ہمیں بھی فراہم کی گئیں۔ رات کو فلیکس کا بستر، میرے بستر کے قریب ہی تھا۔

''مجھے یقین ہے کہ تم میرے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہو گے۔'' میں نے کہا۔

''قدرتی بات ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''داستان واقعی طویل ہے فلیکس! لیکن مختصر یہ ہے کہ میں نے جس شخص کے میک اَپ میں کام شروع کیا تھا، اُس کے آ جانے کے بعد کھیل بگڑ گیا۔''

''اس سے قبل تو تم نے خوب ہنگامے کئے تھے۔''

''تمہیں تفصیل معلوم ہے......؟''

''مکمل...... میں نے حکومت کے خفیہ محکموں سے رابطہ قائم رکھا تھا۔ ظاہر ہے، میں بھی پُرسکون نہیں رہ سکتا تھا۔ بہرحال! تمہارے کارناموں کو نہایت فخر کے ساتھ سنایا جاتا تھا۔ مجھے علم ہوا کہ تم نے جرمن گستاپو کے ایک افسر، شائیلاک کے رُوپ میں حکومت کی خوب مدد کی اور تمہاری ذہانت نے بیش بہا کارنامے انجام دیئے۔ اور اس کے بعد یکایک تم روپوش ہو گئے۔''

''بس! شائیلاک کے پہنچ جانے سے کام بگڑ گیا۔''

''یہ بات طویل عرصے تک معلوم نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن جب حکومت کو اطلاع ملی تو اُس نے سخت اقدامات کئے۔ سب سے پہلے میں نے خود کو پیش کر دیا...... اور تم یقین کرو کین! کہ شدید ہنگاموں کے بعد میں تمہارا سراغ پانے میں کامیاب ہو سکا۔''

''لیکن میں خوش نہیں ہوں فلیکس!''

''کیا مطلب......؟'' فلیکس تعجب سے بولا۔

''کچھ بھی ہو جاتا، لیکن تمہیں اس قدر تکلیف......''

''فضول بات ہے۔ تمہیں کچھ ہو جاتا تو یہ زندگی میرے لئے کتنی کٹھن ہو جاتی؟'' فلیکس نے کہا۔

''اوہ، ڈیئر فلیکس! تم جذباتی ہو رہے ہو۔'' میں نے کہا۔

''ہاں...... میں جذباتی ہو رہا ہوں۔ لیکن یقین کرو! کہ اس سے پہلے میں کسی کے لئے جذباتی نہیں ہوا۔ بہرحال! چھوڑو ان باتوں کو۔ تم اب یہ بتاؤ! کہ تمہارا اگلا پروگرام کیا ہے؟''

''کیا مطلب......؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا مطلب ہے کہ ہم کسی نہ کسی طرح تو آبدوز تک پہنچ ہی جائیں گے۔ اور اس کے بعد ہمیں آزادی بھی مل جائے گی۔ لیکن کیا تم اس کے بعد بھی امریکی مفادات کے لئے بدستور کام کرتے رہو گے؟ میرا مطلب ہے، جنگ میں......''

''ہاں...... اِرادہ تو یہی ہے فلیکس! لیکن تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میں چاہتا ہوں کہ اب تم یہ ذمہ داریاں ختم کر دو۔ تم جو کچھ کر چکے ہو، وہی کافی ہے۔ حکومت اس کا اعتراف بھی کر چکی ہے۔ ہم اِن ذرائع سے دولت کمانے کے خواہش مند نہیں ہیں۔ حالانکہ حکومت امریکہ نے ہمیں وہ مراعات دے رکھی ہیں، جو یہاں کے اُن لوگوں کو بھی حاصل نہیں ہیں جو وہاں کے رؤسا اور اُمراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ تم مزید اُلجھنوں کا شکار ہو۔ یہ حکومتوں کی جنگیں ہیں۔ اور اب تو تقریباً تمام دنیا اس کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔''

''ہاں...... ذرا جنگ کی صورتحال تو بتاؤ!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اُس نے بتایا کہ اب جنگ ایک لامحدود دائرے میں پھیل گئی ہے۔ جاپان بھی جنگ میں شامل ہو گیا ہے۔ اور جاپان کے شامل ہو جانے سے امریکہ کو ایشیاء میں سخت تکالیف کا سامنا ہے۔

''تو ڈیئر فلیکس! یہی موقع ہے، جب ہم اپنی حیثیت مزید کچھ بڑھا سکتے ہیں۔''

''دیکھو کین! اب تم جو بھی کرو گے، میری شمولیت کے بغیر نہیں کر سکتے۔'' اُس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''اوہ...... نہیں فلیکس! میں تمہیں زیادہ اُلجھنوں میں نہیں پھنسانا چاہتا۔''

''کیوں......؟ میں تم سے الگ تو نہیں ہوں کین!'' فلیکس نے کہا۔

''نہیں...... اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں خود سے الگ سمجھتا ہوں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر تم جسمانی طور پر فٹ ہوتے تو یقینی طور پر ہم دونوں مل کر کام کرتے۔ اب تم یوں دیکھو! کہ جسم کے دو حصے یکجا ہو گئے ہیں۔ تم دماغ ہو اور میں جسم...... تم سوچتے ہو اور میں عمل کرتا ہوں...... اور اب تمہارا کام صرف یہ ہے کہ اپنے جزیرے کی ترقی کے بارے میں سوچتے رہو۔''

''ہرگز نہیں...... ہرگز نہیں کین! میں اس وقت تک جزیرے کا رُخ نہیں کروں گا، جب تک تم میرے ساتھ نہیں ہو گے۔'' فلیکس نے سخت لہجے میں کہا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ

پھیل گئی۔ فلیکس کی ضد میں جو خلوص تھا، میں اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

دیر تک ہم آپس میں گفتگو کرتے رہے، اور پھر سو گئے۔

یہ رات سکون سے گزری۔ ہمیں یہاں کوئی خاص دِقت پیش نہیں آئی تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کاغذات میں ہماری ظاہری کیفیت نے اُن لوگوں کو مطمئن کر دیا تھا۔ ہماری جرمن زبان سے واقفیت بھی ہمارے لئے بہتر ثابت ہوئی تھی۔ یقینی طور پر ایسے لوگوں کو یہاں بھیجا گیا ہو گا، جو جرمن زبان پر پوری طرح عبور رکھتے تھے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جرمن زبان پر قادر نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی اُن کی زبان اتنی عمدہ تھی کہ اُن پر شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔

تین روز اِسی طرح گزر گئے۔ فلیکس آج کسی حد تک بے چین تھا۔ میں نے اُس کی بے چینی کی وجہ پوچھی تو وہ بولا۔ ''بظاہر ہمارے لئے کوئی دقت نہیں ہے۔ لیکن ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ابھی تو یہاں سے روانگی کے خاص آثار نہیں ہیں۔ بیس میں سے صرف آٹھ روز رہ گئے ہیں۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ جہاز ہماری منزلِ مقصود پر کب تک پہنچے گا؟ ابھی تو وہ آیا ہی نہیں ہے۔''

''ہاں! یہ تو ہے...... لیکن یہ بات اتنی پریشان کن بھی نہیں ہے۔''

''کیوں......؟''

''یعنی یہاں تک پہنچ گئے ہیں تو آگے بھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔''

''اگر ہم آبدوز تک مقررہ وقت پر نہ پہنچ سکے تو پھر کیا ہو گا؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کوئی اور ذریعہ تلاش کریں گے۔ کیا اس سے قبل، ہم دوسروں پر ہی تکیہ کرتے رہے ہیں؟''

''اوہ! نہیں، نہیں...... میں جانتا ہوں، ڈن کین کیا ہے۔ یار تمہارے جیسی ہمت بڑی مشکل سے کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ میں نے بہت کوشش کی، کبھی خود کو تمہارا ہم پلہ نہیں پایا۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں...... اب کسر نفسی سے کام مت لو۔ مجھے تلاش کرنا اور پوری جرمن قوم کو دھوکہ دینا آسان کام تو نہیں تھا۔''

''یوں تو تم ہمیشہ ہی میرا دل بڑھاتے ہو۔ اور یقین کرو! تمہاری اس ہمت افزائی سے میرے اندر نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔''

''ہم اسی طرح ایک دوسرے کا دل بڑھاتے رہیں گے فلیکس! چلو، اب سو جاؤ۔'' میں نے کہا اور ہم سونے کے لئے لیٹ گئے۔ لیکن صبح ہونے سے پہلے ہی ہمیں جاگنا پڑا۔ ایک ہڑبونگ سی مچی ہوئی تھی۔''

''حملہ......؟'' فلیکس نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا اور میں باہر کی آوازیں سننے لگا۔ لیکن میرے تجربے کار کانوں نے بتا دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بہر حال! ہم بھی خیموں سے باہر آ گئے۔ اور پھر وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ جو جہاز ہمیں لینے کے لئے آنے والا تھا، وہ آ چکا تھا۔

فلیکس نے گرمجوشی سے میرا شانہ دبایا۔ ''کاش! ہم مقررہ وقت پر پہنچ جائیں۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

یہ اعلان کیا گیا کہ فوجی خیمے اُکھاڑ لیں اور تیاریاں مکمل کر لیں۔ سورج نکلنے تک جہاز ساحل پر پہنچا ہے۔ گویا جہاز ساحل سے لگ گیا تھا۔

''رات کو تو آثار نہیں تھے۔'' فلیکس نے پُر خیال انداز میں کہا۔

''آؤ! تیاری کریں۔'' میں نے کہا۔ اور تیاریاں ہی کیا کرنی تھیں؟ خیمے اُکھاڑ لئے گئے اور اپنا سامان پیک کر لیا گیا۔ اس کام سے ہم آدھے گھنٹے میں فارغ ہو گئے۔ پھر ساحل کی طرف مارچ کا حکم ملا اور ہم سب ترتیب سے چل پڑے۔

''فوجی تربیت حاصل کرنی پڑی ہو گی کین......؟''

''یہ تو بہت پرانی بات ہے۔'' میں مسکرا کر بولا اور فلیکس نے گردن ہلا دی۔ فوجی کمپنی ساحل تک پہنچ گئی جہاں سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے ٹب ساحل سے لگے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے کی دیوار گری ہوئی تھی اور فوجی آہنی پُل سے گزر کر ٹب میں جا رہے تھے۔ جو ٹب بھر جاتا، وہ دُور کھڑے ہوئے جہاز کی طرف روانہ ہو جاتا۔

ہم سب کوشش کر کے ایک ہی ٹب میں سوار ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارا ٹب بھی جہاز سے جا لگا۔ جہاز سے لمبی لمبی سیڑھیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ دوسرے فوجیوں کی طرح ہم بھی عظیم الشان جہاز پر پہنچ گئے جس پر بے شمار فوجی لدے ہوئے تھے۔

جنگی جہاز تھا۔ اسلحے سے لیس...... اور اس کا نام پیراڈو تھا۔ جو جرمن زبان میں بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ فوجی، جہاز کے کیبنوں میں موجود تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت فوجیوں کے لئے پسنجر جہاز کا کام کر رہا تھا۔

نئے سوار ہونیوالے فوجیوں کے بارے میں کوئی چھان بین نہیں کی گئی۔ وہ ٹرک وہیں
چھوڑ دیا گیا جو ہم لائے تھے۔ بہرحال! پروگرام کے مطابق جہاز نے ٹھیک دس بجے لنگر اُٹھا
لیا۔ ہم لوگوں کو ایک پُرسکون گوشے میں پناہ مل گئی۔ ویسے یہاں بھی ہم ساتھ ساتھ تھے۔

سورج بلند ہونے لگا۔ فوجیوں کو چائے پیش کی گئی۔ ضرورت کی دوسری چیزیں بھی فراہم
کر دی گئیں۔ بظاہر ہم لوگ مطمئن تھے۔ کوئی ایسی اُلجھن نہیں تھی جو جہاز پر آنے کے بعد
ہمیں پیش آئی ہو۔ ذرا سا اگر کوئی احساس تھا تو یہ کہ جہاز پر بھی ہمارے کاغذات چیک کئے
جائیں گے۔ گو، کاغذات میں کوئی گڑبڑ نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود یہ احساس ضرور تھا کہ
ممکن ہے، کوئی ذہین افسر، ان کاغذات میں کوئی کمی تلاش کر لے۔

لیکن اُن بے شمار فوجیوں کو کسی خاص جگہ پہنچانے کا معاملہ معلوم ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے
جہاز پر زیادہ چھان بین نہیں کی جا رہی تھی۔

جس حصے میں ہم لوگ تھے، وہ سورج کی تپش سے محفوظ نہیں تھا۔ کیونکہ جہاز پر نئے آنے
والوں کے لئے کسی نے اتنی تکلیف نہیں کی تھی کہ وہ اپنی پُرسکون جگہ کو چھوڑ دیتا۔ ویسے یہ
بات ضرور تھی کہ جگہ مل گئی تھی۔ یوں بھی فوجیوں کے لئے دھوپ اور اسی قسم کی تکالیف کوئی
خاص اہمیت نہیں رکھتیں۔ اس لئے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ ہاں! خاص بات یہ تھی
کہ ہم عام فوجیوں میں شامل تھے۔ یعنی ہمارے لئے کوئی خصوصی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔

فلیکس، میں، پال اور ہمارے دوسرے ساتھی اطمینان سے دراز تھے۔ دوپہر کے کھانے
کا وقت ہوا تو کھانا فراہم کر دیا گیا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم دوبارہ اپنی اپنی جگہ پر دراز ہو
گئے۔ فلیکس کے ہونٹوں پر بڑی عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''میں جانتا ہوں ڈیئر کین! کہ اس دوران تم نے بے شمار مصائب اُٹھائے ہوں گے۔
بعض اوقات انسان کی زندگی کتنے عجیب و غریب حالات کا شکار ہو جاتی ہے؟ رُوسیوں کی قید
میں جہاں ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی، تم نے آزادی کے لئے جو مصائب برداشت کئے
تھے، بلاشبہ! وہ انسانی قوت سے باہر تھے۔ خاص طور پر اس شکل میں کہ تم نے میرا بوجھ بھی
اپنے کندھوں پر اُٹھایا ہوا تھا۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو فلیکس؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میں یہی کہنا چاہتا ہوں ڈیئر کین! کہ مشقت کی زندگی کیا ہر شخص کے لئے مناسب نہیں
ہوتی؟ زندگی میں خواہ کتنی ہی آسائشیں کیوں نہ ہوں..... اس کے باوجود انسان کو اس قدر

قت کا عادی ہونا چاہئے کہ وہ کسی بھی وقت خود کو بے بس تصور نہ کرے۔''

''ہاں! مشقت تو انسانی زندگی کے لئے بے حد اہم ہے۔ حالات چونکہ عموماً موافق نہیں
ے اس لئے ہمیں ہر قسم کے مشکل حالات سے نمٹنے کے لئے خود کو تیار رکھنا چاہئے اور اس
ے لئے ضروری ہے کہ انسان مشقت کا عادی ہو۔''

''ہی میں کہہ رہا تھا۔'' فلیکس بولا۔ پال اور جوگنر وغیرہ بھی ہماری گفتگو میں شامل ہو
ے۔ ہم آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اور زبان انگریزی ہی استعمال کی جا رہی تھی۔ لیکن
بات سے ہوشیار تھے کہ جب کوئی جرمن ہمارے نزدیک سے گزرے تو ہماری زبان
ن ہو۔ اور اس سلسلے میں سبھی مستعد تھے۔

''میری تو اس وقت ایک ہی خواہش ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''آبدوز.....؟'' میں نے مسکرا کر اُسے دیکھا اور فلیکس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا
ا۔

''ہاں..... بس! ایک بار تمہیں یہاں سے لے جانا چاہتا ہوں۔ اس سے مجھے دُہرا فائدہ
ا۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں اُسے بغور دیکھنے لگا۔

''دُہرا فائدہ کس طرح.....؟''

''میرے مشن کے دو مقاصد ہیں۔ اوّل تو تمہاری حفاظت اور رفاقت۔ جزیرے پر میں
ہنشاہوں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا۔ لیکن شہنشاہوں کی سی زندگی گزارنے کے لئے بھی
ہاری تلاش ضروری تھی۔''

''نمبر دو.....؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''نمبر دو یہ کہ تم نے حکومت امریکہ کے لئے کئی اہم کارنامے انجام دے کر امریکیوں
ل جیت لئے ہیں۔ میں بھی اپنا ایک الگ مقام حاصل کرنے کے چکر میں ہوں۔ اور
ں نے تمہیں صحیح و سالم امریکیوں کے حوالے کر دیا تو پھر میں بھی ایک نمایاں مقام کا
ہوں گا۔''

''خوب.....'' میں ہنس پڑا۔

''کیوں..... کیا تم نے میری بات پر یقین نہیں کیا؟''

''ہاں، فلیکس..... اس لئے کہ میں، تمہاری شخصیت سے واقف ہوں۔ تمہیں کسی نمایاں
کی ضرورت نہیں ہے۔''

"اب ایک اور خاص بات ہے کین!" فلیکس نے پُر خیال انداز میں کہا۔

"وہ کیا......؟"

"جہاز کی منزل تو ہمیں معلوم ہے۔ گو، جہاز ہماری مطلوبہ جگہ ہی جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود......"

"ہوں...... میرا خیال ہے کہ چند فوجیوں سے گفتگو کر کے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے۔ اور کسی سے دوستی کر لینا کون سا مشکل کام ہے؟"

"لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ جوں جوں سورج چڑھتا جا رہا ہے، یہ لوگ بدحواس ہوتے جا رہے ہیں۔ ویسے دھوپ واقعی تیز ہے۔"

"شام کو سہی۔" میں نے جواب دیا اور فلیکس خاموش ہو گیا۔ سورج اب سروں پر بلند ہو گیا تھا۔ اور اب اس نے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ آگ برسانی شروع کر دی تھی۔ فوجی، ہر چھاؤں کی جگہ پر پناہ لینے لگے تھے۔ عرشہ طرح طرح کے سائبانوں سے ڈھک گیا تھا۔ نیچے کے حصے کھچا کھچ بھر گئے تھے۔ لوگوں نے اپنی وردیاں تک اُتار کر سائبان بنا لئے تھے۔ اور ہم بھی اُن میں شامل تھے۔ اپنے مختصر سائبانوں کے نیچے جسم کا جو حصہ چھپا سکتے تھے، چھپا لیا۔ بڑا تکلیف دہ سفر تھا۔

پھر جب سورج نے اپنی کامرانی کے جھنڈے گاڑ دیئے اور کمزور انسانوں کی بے بسی سے پوری طرح لطف اندوز ہو چکا تو اُس نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا، اور دھوپ کی تمازت کم ہوتی گئی۔ فوجی، زبانیں نکالے کتوں کی طرح ہانپ رہے تھے۔

سورج کی گرمی کم ہوئی تو جہاز پر نئے سرے سے زندگی کا آغاز ہوا۔ "دراصل! اتنی تکلیف نہ اُٹھانی پڑتی۔ لیکن جہاز میں گنجائش سے زیادہ فوجیوں کو ٹھونس دیا گیا ہے۔" پال نے اپنا جھلستا ہوا بدن کھجاتے ہوئے کہا۔

"خدا کی پناہ! یوں لگتا ہے جیسے ہم آگ کے سمندر میں سفر کر رہے ہوں۔" جوگنز گہری گہری سانسیں لے کر بولا۔ دوسرے لوگوں نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ سب کے سب گرمی کا شکار تھے۔ سچ بات تو یہ تھی کہ بولنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں اور فلیکس بھی خاموش تھے۔ گرمی کی شدت نے ہم سب کو نڈھال کر دیا تھا۔ اور یہ کیفیت صرف ہماری ہی نہیں، بلکہ جہاز پر جتنے بھی افراد موجود تھے، سب ہی اس حالت کا شکار تھے۔ حتیٰ کہ شام ہونے لگی۔ دھوپ کم ہو گئی تھی۔ اور اب ٹھنڈی ہوائیں چلنا شروع ہو گئی تھیں۔

"خدا کی پناہ! یوں لگتا تھا جیسے ہم سب جھلس کر ختم ہو جائیں گے۔" جوگنز پھر بول پڑا۔

پھر تھوڑی دیر بعد ہم کھڑے ہو گئے۔ شام کی چائے مل رہی تھی۔

"یار! اس شدید گرمی میں گرم چائے...... کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ کچھ ٹھنڈے مشروبات دیئے جاتے۔" فلیکس بولا اور جوگنز اور پال اُس کی تائید میں سر نے لگے۔

"اپنی خواہش کا اظہار کر دو۔" میں نے طنزیہ لہجہ اختیار کیا۔

"پاگل ہوں کیا، خواہ مخواہ مصیبت کا شکار ہو جاؤں؟" فلیکس جلدی سے بولا اور میں نے لگا۔

شام واقعی خوشگوار تھی۔ دن بھر جھلستے ہوئے فوجی اب پُرسکون ہو گئے تھے اور ایک ہرے سے ہنس بول رہے تھے۔ جہاز سکون سے سفر کر رہا تھا۔ نجانے یہ کون سا علاقہ تھا؟ یے ہواؤں میں اب کافی نمی پیدا ہو گئی تھی۔

نہ جانے ہم کون سے راستے سے گزر رہے تھے؟ اس کے بارے میں ہم نے کوئی رائے نہیں کی۔ لیکن گلیشیئرز قدم قدم پر جہاز کے راستے میں حائل ہو رہے تھے۔

جس موسم میں ہم سفر کر رہے تھے، اس موسم میں گلیشیئرز کی موجودگی حیرت ناک تھی۔ شاید فاصلہ کافی تیز رفتاری سے طے ہوا تھا اور جہاز اتنی دُور نکل آیا تھا کہ موسم ہی بدل تھا۔

رات بھی نہیں ہوئی تھی کہ تیز ہوائیں چلنے لگیں اور سمندری لہریں بلند سے بلند ہونے تھا۔ فوجی ٹولہ ایک بار پھر گھبرا گیا تھا۔ دن بھر تپتی ہوئی دھوپ میں نہ آرام کر سکے تھے اور نہ سکون پا سکے تھے کہ اب رات کو بھی سمندری طوفان سے پالا پڑ گیا تھا۔

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔" فلیکس نے کہا۔

"کیوں......؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یار! یہ سمندری طوفان...... اور پھر یہ گلیشیئرز...... میرا خیال ہے کہ ہم دنیا کے شمالی حصے زر رہے ہیں۔" فلیکس نے پُر خیال انداز میں کہا اور ہم سب خاموش رہے۔ کوئی بھی ت کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ "میرا خیال ہے کہ اب فوجی تھوڑی پی کر مست ہو یں گے۔ ان میں سے کسی کو دوست بنا کر اصل بات اُگلوائی جا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے...... یہ کوشش تم کرو گے؟"

''ہاں...... کیا حرج ہے؟''

''تب پھر ٹھیک ہے۔ کرو!''

''اچھا......''، فلیکس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ پھر کافی دیر تک فلیکس واپس نہیں آیا۔ میں بھی عرشے پر دوسری تفریحات میں مشغول ہو گیا تھا۔ یہ تفریحات، سمندر کو دیکھنے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرنے پر مشتمل تھیں۔ لیکن میں نے اس دوران کسی کو اپنا دوست بنانے کی کوشش نہیں کی اور جہاز کے دوسرے حصوں میں گھومتا رہا۔

کافی دیر کے بعد فلیکس سے میری ملاقات ہوئی۔ وہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ ویسے فلیکس پر جب بھی میری نگاہ پڑتی، ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں جاگزیں ہو جاتا۔ فلیکس کی اپنی ٹانگ نہیں تھیں۔ لیکن لکڑی کی ٹانگ پر چلنے کا اتنا بڑا ماہر تھا کہ اُسے دیکھ کر سخت حیرت ہوتی تھی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایک معذور انسان ہوگا۔

میں نے اُس کے چہرے پر مسرت کے آثار دیکھے تھے۔ ''وقت مہربان ہے۔'' اُس نے قریب پہنچ کر کہا۔

''سناؤ......'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''جہاز، ویو آئی لینڈ کی طرف ہی جا رہا ہے۔''

''اور وہی تمہاری مطلوبہ جگہ ہے؟''

''ہاں......!''، فلیکس نے خوشی کے عالم میں کہا۔

''خوب...... بہرحال! میں خوش ہوں کہ تمہاری خواہش پوری ہو گئی۔''

'یوں تو پورا پروگرام ہی معلومات کے تحت ترتیب دیا گیا تھا، لیکن کوئی کام جب تک مکمل نہ ہو جائے، ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟''

''کسی سے دوستی ہوئی......؟''

''ہاں...... اُس کا نام ڈین برگ تھا۔ سب لیفٹیننٹ...... اُس نے مجھے سگریٹ کا ایک پیکٹ بھی دیا ہے۔''، فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویسے میرے سلسلے میں کسی امریکی افسر نے تمہاری مدد کی تھی......؟''

''سب نے کین! یقین کرو، تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ امریکیوں کے دلوں میں تمہارے لئے کیا جذبات ہیں؟'' میں نے ان میں سے ہر شخص کو تمہارا ممنون اور خیر خواہ پایا ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

''ویسے موسم حیرت انگیز طور پر بدل گیا ہے۔ اور یہ موسم خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔''، فلیکس نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر ہم ویو آئی لینڈ کی طرف جا رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ سارڈینیا سے ہم گزر چکے ہیں۔ دونوں سمندروں میں موسم کی تبدیلی تو ضروری ہے۔''

''لیکن اس قدر تبدیلی......؟''

''ہاں...... دنیا عجائبات سے پُر ہے۔ ویسے جہاز کی رفتار بھی خاصی تیز ہے۔ میرا خیال ہے تمہارے مقررہ وقت تک ہم، ویو آئی لینڈ پہنچ جائیں گے۔''

''امکان اسی بات کا ہے۔''، فلیکس نے مطمئن لہجے میں کہا۔ اُس کے چہرے پر اب تک بے چینی چھائی ہوئی تھی، وہ مٹ رہی تھی اور وہ کافی حد تک مسرور نظر آ رہا تھا۔ ہم کافی دیر تک عرشے پر کھڑے گفتگو کرتے رہے۔ پھر رات کے کھانے کے لئے وہاں سے ہٹ کر کیبن کی طرف چلے گئے۔

جہاز کے سفر کے چوتھے دن موسم بالکل بدل گیا تھا۔ آج تو پورا دن آسمان پر بادل چھائے رہے تھے اور جرمن فوجی خوشی سے عرشے پر ہنگامے برپا کر رہے تھے۔ ہم صرف تماشائیوں میں شامل تھے اور اُن لوگوں کی حرکتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

سمندر میں اب بڑے بڑے گلیشیئر نظر آنے لگے تھے۔ بعض اوقات تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی عظیم الشان پہاڑ، جہاز کے راستے میں حائل ہو۔ ایسے موقع پر کپتانوں کو بڑی مہارت سے کام لینا پڑتا تھا۔ کئی بار جہاز کا رُخ بدلنا پڑا تھا۔ بعض اوقات تو خطرے کی گھنٹیاں بھی بج اٹھی تھیں اور فوجی ہنگامہ بند کر کے خطرہ ٹل جانے کا انتظار کرنے لگتے۔ سفر کے چھٹے دن بارش شروع ہو گئی...... خاصی طوفانی بارش تھی۔ بھیگنے کے سوا چارۂ کار ہی نہیں تھا۔ بچنے کی کوشش بھی کرتے، تو کہاں جاتے؟ ملاح سخت نگرانی کر رہے تھے۔ کیونکہ بارش کی دُھند میں بھٹک کر جہاز کسی گلیشیئر سے بھی ٹکرا سکتا تھا۔ رات ہو گئی۔ لیکن بارش رُکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی بلکہ اُس کی شدت میں مزید کچھ اضافہ ہو گیا تھا......

سب لوگ بے چین ہونے لگے تھے۔ کیونکہ اس شدید بارش میں سونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔ رات کے تقریباً ایک بجے کپتان کی طرف سے اعلان ہوا کہ فوجی ہوشیار رہیں۔ موسم بے حد خراب ہو گیا ہے۔ اور دُھند کی وجہ سے راستہ نظر نہیں آ رہا...... کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔''

''کیا حادثہ ضروری ہے؟'' فلیکس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور میں اُس کی جھلاہٹ پر ہنس پڑا۔

''کیا موسم سے بھی جنگ کرو گے؟''

''تمہارا کیا خیال ہے...... کیا میں خوفزدہ ہوں؟ میں کہتا ہوں، جہاز طوفان میں گھر جائے، غرق ہو جائے۔ لیکن میں تمہیں کسی نہ کسی طرح محفوظ کرلوں۔''

''کیا احمقانہ بات کہی ہے۔'' میں ہنس پڑا اور فلیکس دانت پیس کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس نے بارش میں کئی مکے بھی لہرائے تھے۔ لیکن بارش رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ جہاز کے بے شمار حصوں میں پانی بھر گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کپتان کی طرف سے اعلان ہوا کہ فوجی اپنی اپنی جگہوں سے پانی نکالیں۔ اور بے شمار فوجی اِس کام میں مصروف ہو گئے۔

وہ پانی نکال نکال کر سمندر میں پھینک رہے تھے۔ لیکن بارش کا پانی تھا کہ بھرتا ہی جا رہا تھا۔ اور پھر اچانک ایک خوفناک شور بلند ہوا...... ہم سب چونک پڑے تھے۔

پورے جہاز کے سائرن چیخ اُٹھے تھے۔ فوجی، بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ بارش ابھی تک ہو رہی تھی۔ لیکن خطرے کے سائرن، بارش کی وجہ سے نہیں بجے تھے۔

یوں بھی بارش اتنی خوفناک نہیں تھی کہ جہاز کو اس قسم کے خطرے سے دوچار ہونا پڑتا۔ ہاں! ہم نے عرشے سے سمندر میں جو گلیشیئر دیکھے تھے، وہ ضرور خطرناک ہو سکتے تھے۔ ممکن ہے، جہاز کسی گلیشیئر کے قریب پہنچ گیا ہو۔ اور اب اُسی کی جانب بڑھ رہا ہو......

فلیکس، میں اور ہمارے تمام ساتھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے فلیکس سے کہا۔ ''دیکھو فلیکس! جہاں بھی رہو، ساتھ ہی رہنا۔ اپنے ساتھیوں کو بھی یہی ہدایت کر دو۔ کسی وقت بھی جہاز کو کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں اکٹھے رہنا ہو گا۔''

''بالکل......'' فلیکس نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔

''ٹھیک ہے جناب! ہم جہاں بھی رہیں گے، اکٹھے ہی رہیں گے۔ لیکن یہ سائرن کیسے بج رہے ہیں؟'' ایک فوجی نے پوچھا۔

''ممکن ہے، جہاز کسی بڑے گلیشیئر کی زد میں آ گیا ہو'' میں نے کہا۔

''آؤ......! عرشے سے دیکھیں۔'' فلیکس نے کہا اور ہم سب دوڑتے ہوئے عرشے کی طرف بڑھ گئے۔ ہم عرشے کے اُس حصے میں تھے جو اس وقت پانی کی خطرناک بوچھ

گھرا ہوا تھا۔ پانی سے دوسری جانب دیکھنا ناممکن تھا۔ تاہم میں اور فلیکس، اندھیرے اور ...میں آنکھیں پھاڑے دیکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ پھر میں نے ایک بھاگتے ہوئے ...کو روکا اور نرم لہجے میں پوچھا۔

''کیا بات ہے جناب......؟''

''جہاز کے نیچے اتحادی فوجوں کی آبدوزیں پہنچ گئی ہیں۔'' جہاز کے افسر نے بتایا اور ...ہوا ایک طرف نکل گیا۔ ہم لوگوں نے معنی خیز انداز میں ایک۔ دوسرے کی طرف دیکھا۔

''یہ کیا ہوا......؟'' فلیکس نے پریشانی سے پوچھا۔

''گو، یہ بات بھی تمہارے لئے پریشانی کا باعث ہے؟'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تم تو مفت میں مجھے پریشان کرنے لگ جاتے ہو'' فلیکس کی جھلاہٹ بہت پُر لطف ...تھی۔ میرے لئے اسی وقت تمام آفات کا نازل ہونا ضروری تھا کیپٹن؟''

''فلیکس......!'' میں نے اُس کا بازو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''اتحادی آبدوزوں کو یہ نہیں معلوم ہو گا کہ اِس جہاز پر وہ لوگ بھی سفر کر رہے ہیں، جن کے لئے مشن ترک کیا جا سکتا ہے۔''

''تو میں اور کیا بکواس کر رہا ہوں؟'' فلیکس بولا۔

''تو اس وقت مصلحت کا تقاضا کیا ہے؟'' میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''کیا یہ سوال پوچھنے کا وقت ہے؟'' فلیکس نے کہا۔ اُس کی جھلاہٹ کو میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔

''آؤ......!'' میں نے اُسے اشارہ کیا اور ہم سب ایک طرف بڑھنے لگے۔ چند ساعت کے بعد ہم لوگ ایک لانگ بوٹ کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس وقت تمام جرمن فوجیوں کا مفاد ...کے پیشِ نظر نہیں تھا۔ ورنہ یہ لانگ بوٹ بہت سے لوگوں کی زندگی بچانے کے کام آ سکتی ...فلیکس شاید میرا مقصد سمجھ گیا تھا۔ وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔

''یہی تو میں چاہتا تھا کہ تم میرا مذاق اُڑانے کی بجائے کچھ سوچو۔''

''افسوس! کہ اس افراتفری کے عالم میں ہم کوئی اور بندوبست نہیں کر سکتے۔''

''مثلاً......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کچھ ایسے انتظامات جو کسی نئے ہنگامے کی صورت میں ہمیں مدد دے سکتے۔''

''اوہ...... ٹھہرو، میں......'' فلیکس تیزی سے پلٹا۔

لیکن میں نے لپک کر اُس کا بازو پکڑ لیا۔ ''نہیں فلیکس ...... ہرگز نہیں!''

''یقین کرو! میں بہت جلدی واپس آ جاؤں گا۔'' فلیکس نے بازو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''فلیکس ...... ہرگز نہیں۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا تو فلیکس رُک گیا۔ ''اس انتظام سے کہیں ضروری ہے کہ ہم یکجا رہیں۔''

''او کے سر......!'' فلیکس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

''چلو! ان لوگوں کے ساتھ لانگ بوٹ میں پہنچ جاؤ۔ سب لوگ افراتفری کا شکار ہیں۔ اس وقت کوئی اس طرف توجہ نہیں دے گا۔ لانگ بوٹ پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ اگر جہاز کو حادثہ پیش آ گیا تو پھر جو ہنگامہ ہوگا، اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''ٹھیک ہے...... لیکن ہُک پر کون جائے گا؟''

''میں...... اور ضرورت کے وقت ہُک کھول کر بوٹ میں کود پڑوں گا۔'' میں نے کہا۔

''اوہ، جناب! تھوڑی سی خدمت ہمارے سپرد بھی کر دیں۔'' پال نے کہا۔

''نہیں...... ہُک پر میں چلا جاتا ہوں۔'' ایڈن، جو بہت کم گو تھا، بولا۔

''شکریہ دوست! لیکن یہ ذمہ داری میں نے اپنے سر لی ہے...... براہِ کرم! میری ہدایات پر عمل کرو۔'' اور بالآخر وہ مجبور ہو گئے۔ میں نے اُنہیں بوٹ میں بٹھا دیا اور خود اُوپر چڑھنے لگا۔ اس وقت اگر کوئی میری جانب متوجہ ہو جاتا تو ہم سب کی شامت آ جاتی۔ جرمن کسی طور ہمیں معاف نہ کرتے۔ کیونکہ یہ جہاز کے قانون کی خلاف ورزی تھی۔

☆......☆......☆

میں لانگ بوٹ کے ہُک تک پہنچ گیا۔ اور اسی وقت جنگ شروع ہو گئی...... جہاز سے بیک وقت کئی فائر کئے گئے تھے۔ لیکن نیچے سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ ہم انتظار کرتے رہے۔ ویسے میں نے لانگ بوٹ ہینگر چیک کر لیا تھا۔ ضرور پڑنے پر لانگ بوٹ فوراً سمندر میں پہنچ سکتی تھی۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ کر دوڑتے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اور پھر اس ہنگامے کے تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ایک قیامت خیز دھماکہ ہوا اور پورا جہاز لرز اُٹھا......

میں بری طرح ہینگر پول سے ٹکرایا تھا۔ دوسری جانب بوٹ میں فلیکس اور ہمارے دوسرے ساتھیوں کی چیخیں بھی سنائی دی تھیں...... وہ لوگ بھی شاید بوٹ سے ٹکرائے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے جہاز کی ہر شے اُلٹ پلٹ ہو گئی ہو۔ جہاز، تنکے کی مانند لرز رہا تھا۔

اور پھر دوسرا خوفناک دھماکہ ہوا، اور وہ کچھ ہو گیا جو متوقع تھا...... یقینی طور پر آبدوز سے تارپیڈو فائر کئے گئے تھے۔ اور یہ فائر بالکل نشانے ہی پر لگے تھے......

جہاز کا پچھلا حصہ بیٹھنے لگا۔ اوّل تو بارش ہی کی بناء پر جہاز میں پانی بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف سمندر کا پانی، جہاز کے عقبی حصے میں اتنی تیزی سے داخل ہوا کہ عقبی سمت بیٹھے ہوئے لوگوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ کپتان اپنے کیبن سے نکل آیا اور ملاحوں کے شور وغُل سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جہاز، نیچے کی جانب جھک رہا تھا۔ چنانچہ کپتان نے جہاز کی تباہی کا اعلان کرتے ہوئے حکم دیا کہ بوٹس سنبھال لی جائیں۔

اس کے بعد جو افراتفری مچی تو خدا کی پناہ! بے شمار لوگ اُس لانگ بوٹ کی جانب بھی بھاگے، جس میں صرف چند افراد موجود تھے۔ میں نے برق رفتاری سے لانگ بوٹ کا کنٹرول لیور دبا دیا اور بوٹ تیز رفتاری سے جہاز سے نکل کر سمندر میں پہنچ گئی۔ وہ زنجیر، جو بوٹ سے بندھی ہوئی تھی، اس وقت میرے لئے بے حد کارآمد تھی۔ میں نے زنجیر پکڑ لی اور اتنی پھرتی سے نیچے اُترا کہ اگر ذرا بھی کہیں ہاتھ بہک جاتا تو میں سمندر میں ہوتا۔ میں،

لانگ بوٹ میں پہنچا تو فلیکس نے جلدی سے زنجیر لانگ بوٹ سے الگ کر دی اور بوٹ، جہاز سے دُور ہونے لگی......

پانی کا گرداب، کشتی پر مسلسل دباؤ ڈال رہا تھا۔ ہم سب نے چپو سنبھال لئے اور اُسے گرداب سے نکالنے کی کوشش کرنے لگے۔ جہاز پر قیامت برپا تھی۔ لوگ بری طرح چیخ رہے تھے۔ ہر سو افراتفری کا عالم تھا۔ لوگ اپنی جان بچانے کی خاطر دوسروں کو نظر انداز کر رہے تھے۔

ہم سب کی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جوگنر کا سر، لانگ بوٹ کی سائیڈ سے ٹکرا کر پھٹ گیا اور اُس سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن اب اس خون کو پانی نے خود بخود روک دیا تھا۔ ہم لوگ بارش کی وجہ سے ایک دوسرے کی شکلیں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

پانی کے تھپیڑے اور ڈوبتے ہوئے جہاز سے پیدا ہونے والا گرداب، بوٹ کو ڈبوئے دے رہا تھا۔ چنانچہ پانی نکالنا بھی مقصود تھا اور بوٹ کو جہاز سے دُور لے جانا بھی...... ہم پانچوں آدمی اسی کوشش میں مصروف تھے کہ کشتی کو جہاز سے جتنی دُور ہو سکے، لے جائیں۔ دوسری طرف جہاز کے مناظر بھی بے حد خوفناک تھے۔ گو، دُھندلے نظر آ رہے تھے۔ لیکن آوازیں صاف سنی جا رہی تھیں۔ اور دیکھا بھی جا سکتا تھا۔ بے شمار لوگ، جہاز سے کود کود کر جانیں بچانے میں مصروف تھے۔ حالانکہ یہ ایک احمقانہ کوشش تھی۔ اس بیکراں سمندر میں اُن کی حیثیت کیا تھی کہ وہ جان بچا سکتے؟

آخری بار پانی کا جو ریلا آیا، اُس نے بوٹ کو اُچھال کر بہت دُور پھینک دیا۔ ہم لوگوں نے بمشکل تمام توازن قائم رکھا۔ چوٹیں تو لگی تھیں لیکن کشتی میں بھرے ہوئے پانی کی وجہ سے یہ چوٹیں شدید نہ تھیں۔ پانی نے ہمیں بہت سہارا دیا تھا۔ البتہ اب اس بات کا اندازہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ جہاز، ڈوب چکا ہے۔ گویا، آبدوزیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک کا چہرہ زرد تھا۔ دانتوں کے بجنے کی آوازیں اور خوف کی گہری گہری سانسیں صاف سنی جا سکتی تھیں۔ اس آخری مرحلے میں بڑے خطرات پیش آ سکتے تھے۔ لیکن تقدیر یاور تھی کہ اُس آخری مرحلے سے بھی بخیر وخوبی نکل آئے۔ اب ہم جہاز سے کافی دُور نکل آئے تھے۔

سطح سمندر پر اب بھی ہنگامہ جاری تھا۔ جہاز سے کود کر جان بچانے والوں کی آوازیں ہم تک پہنچ رہی تھیں۔ لیکن ہم کشتی کو زیادہ سے زیادہ دُور لے جانے کی فکر میں کوشاں تھے......

جب ہمیں اطمینان ہو گیا کہ ہم کافی دُور نکل آئے ہیں تو ہم نے دوسری طرف توجہ دی۔ اس وقت ان تھک محنت ہی ہماری زندگی بچا سکتی تھی۔

ہم سب کشتی سے پانی نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ اور جونہی ہم نے ابتداء کی، اچانک فلیکس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔

''کیا بات ہے فلیکس......؟'' میں نے چیخ کر پوچھا۔

''حلق کیوں پھاڑ رہے ہو پیارے بھائی؟'' فلیکس خوشی سے بولا۔

''کیوں...... یہ خوشی کا کون سا موقع ہے؟''

''یہ دیکھو......'' فلیکس نے پانی میں سے ایک ڈبہ نکال لیا۔ یہ غذا کا سربمہر ڈبہ تھا۔ ''یقیناً اس میں غذا کا ذخیرہ موجود ہے۔''

''اوہ...... لانگ بوٹ مکمل ہو گئی۔ دوسروں کو ہدایت کر دو فلیکس! کہیں وہ یہ ڈبے پانی میں دوبارہ نہ پھینک دیں۔'' میں نے کہا اور فلیکس چیخ چیخ کر اُنہیں ہدایات دینے لگا۔

''ادھر خوراک اور پانی کا ذخیرہ موجود ہے۔ گو، بہت تھوڑا ہے۔ لیکن ہم نے اسے سنبھال لیا ہے۔'' پال کی آواز اُبھری۔

صبح تک ہم بوٹ سے پانی نکالتے رہے۔ بے چارہ جوگنر زخمی ہونے کے باوجود ساتھ دے رہا تھا۔ رات کے آخری پہر بارش بند ہو چکی تھی۔ صبح کی پہلی کرن نمودار ہوئی تو ہم، نڈھال ہو کر بوٹ کے تختوں پر لیٹ گئے۔

پھر دن پوری طرح نکل آیا۔ لیکن سورج نہیں نکلا تھا۔ آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا۔ حالانکہ دھوپ، اس وقت ہمارے لئے زندگی کی پیغامبر ہوتی کیونکہ سردی شدید تھی۔ اور ہمیں حرارت کی اشد ضرورت تھی۔

دن کافی چڑھ گیا تو فضا سے خنکی کسی قدر کم ہو گئی۔ پھر میں نے ہلکی سی آہٹ سنی۔ فلیکس کھسک کر میرے نزدیک ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کے چہرے کے تاثرات اچھے نہیں تھے۔ ''اب کس پر پیچ وتاب کھا رہے ہو فلیکس؟''

''ساری دنیا پر...... کیا یہی وقت رہ گیا تھا، جہاز کو تباہ کرنے کا؟ اچھے خاصے ویو آئی لینڈ پہنچ جاتے۔''

''بڑے خودغرض ہو یار! اتحادی آبدوزوں میں موجود لوگوں سے پوچھو! جو اپنے اس کارنامے پر بہت خوش ہوں گے۔''

''مگراب ہمارا کیا ہوگا؟''

''جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔فکر مند کیوں ہو؟''

''اب تو فکر مند ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ سارا پلان ہی فیل ہو گیا۔ چنانچہ ساری فکریں ختم...... اب تو زندہ رہنے کی فکر کرو۔''

''بہر حال! جب تک سانس باقی ہے، کوئی نہ کوئی فکر ضرور رہے گی۔ کیا تم اپنی حالت بہتر محسوس کر رہے ہو؟''

''بالکل ٹھیک ہوں۔ بس! نیند آ رہی ہے۔''

''اتفاق کی بات ہے کہ ہم بالکل بے بس نہیں ہیں۔ ابھی غذا کا جائزہ لیں گے۔ اور اس کے خرچ کا پروگرام بنائیں گے۔ ارے ہاں! بے چارے جوگنز کا کیا حال ہے؟''

''ٹھیک ہے...... میں نے اس کے زخم پر رومال کس دیا ہے۔''

''گڈ...... کام کے آدمی ہو۔ چلو! اب اُٹھو، خوراک کا جائزہ لے کر اس کے خرچ کا پروگرام بنائیں۔ پیارے! اسی کا نام زندگی ہے۔ یقین کرو! شدید ترین مشکلات ہی میں زندگی کا لطف آتا ہے۔ ورنہ انسان اُکتاہٹ کا شکار ہو جائے۔''

فلیکس چند ساعت میری شکل دیکھتا رہا، پھر بے اختیار مسکرا دیا۔ ''اسی لئے تو تم سے عشق ہو گیا ہے۔ تم جو کچھ کہتے ہو، اس کی عملی تصویر پہلے ہی پیش کر چکے ہوتے ہو۔ لیکن میں ایک عام انسان ہوں...... قطعی عام......''

''بکواس...... میں نہیں مان سکتا۔''

''کیوں......؟''

''تم کسی مرحلے پر بھی عام انسان ثابت نہیں ہوئے۔ میں نے ہمیشہ تمہیں غیر معمولی خصوصیات کا حامل پایا ہے۔''

''یہ تمہاری محبت ہے کین! بہر حال، خود تمہاری کیا حالت ہے، ٹھیک ہو......؟''

''بالکل...... اسی طرح، جیسے تم دیکھتے رہے ہو۔''

''بڑے دل گردے کی بات ہے۔ حالانکہ تم ایک طویل جدوجہد اور مشقت سے گزر چکے ہو۔ لیکن تمہارے دم خم وہی ہیں۔''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں فلیکس! زندگی کے خطرناک ترین مراحل کو بھی میں عام زندگی سے مختلف نہیں سمجھتا۔ زندگی کے اقدامات چونکہ ہمارے احکامات اور خواہشات کے تابع نہیں

ے۔ اس لئے ہم ان پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔ اور جو چیز ہماری دسترس سے باہر ہو، ہم ُدر کی چیز سمجھ لیتے ہیں۔ چلو! خوراک کا جائزہ لیں۔ میرا خیال ہے، ہمارے ساتھیوں کو ام کی ضرورت ہے۔ پال، ایڈن! تم کیا محسوس کر رہے ہو؟''

''آپ دونوں کی باتیں سن کر حیران ہیں۔'' پال نے کسی قدر شگفتہ انداز میں مسکراتے ئے کہا۔

''کیوں...... حیران کیوں ہو؟''

''بڑی شخصیت کا مالک ہونے کے لئے بڑے خیالات کا مالک ہونا بھی ضروری ہے۔ اس بھیانک مہم سے بچ گئے تو اِن سنہری اصولوں کے تحت اپنی زندگی کو ترتیب دیں گے۔''

''خوب...... بہر حال! آرام کرو۔ ابھی تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' میں اُٹھ گیا۔

پھر ہم نے اُن تمام چیزوں کا جائزہ لیا جو، جرمن جہاز کے کپتان نے حفظ ماتقدم کے طور ائف بوٹ میں رکھوائی تھیں، اور اس وقت ہمارے لئے زندگی کا پیغام بن گئی تھیں۔

خشک گوشت کے تین درجن ڈبے، پانی کی چالیس بوتلیں جو، سربمہر تھیں۔ اور جن پر ینے کا پانی'' لکھا ہوا تھا، مسرت افزا تعداد تھی۔ ہم پانچ آدمیوں کے درمیان گوشت کے دو بے اور پانی کی دو بوتلیں روزانہ خرچ کے لئے مناسب تھیں۔ اس طرح بیس بائیس روز نکل ئے تھے۔ یہ بات طے ہو گئی۔

اور پھر وقت کے لحاظ سے پہلی خوراک تقسیم کر دی گئی۔ گوشت لذیذ تھا۔ پانی پینے کے د خاصی توانائی محسوس ہوئی اور سب کے چہروں پر بشاشت دوڑ گئی۔

''ہمارے لئے دوسرا مرحلہ سردی کا ہے۔ فلیکس! سمندر کے موسم کے بارے میں کچھ ں کہا جا سکتا۔ ویسے ہمیں خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ کسی بھی وقت سرد ہوائیں چل تی ہیں۔''

''لیکن اس سردی سے بچاؤ کے لئے کیا ہو سکتا ہے؟''

''بظاہر تو کچھ نہیں۔ سوائے اِس کے کہ ہم ہواؤں کا اندازہ لگائیں اور بوٹ کو جنوب کی ب لے چلیں۔ کیونکہ اُدھر موسم قدرے گرم ہوگا۔''

''لیکن ہم، سمت کا تعین کس طرح کریں گے؟''

''اتفاق سے ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ کیا......؟'' سب نے حیرت سے پوچھا۔

''دنیا کو تخلیق کرنے والے نے انسانوں کے لئے اس کائنات کی ہر چیز کا انکشاف کیا ہے۔ سمندر میں چلنے والی ہوائیں، ایک قسم کی نہیں ہوتیں۔ بلکہ اِن ہواؤں کے رُخ سمندر کے مختلف حصوں کا تعین کرتے ہیں۔ ہمیں تھوڑی سی جدوجہد کرنا ہوگی۔ وہ یہ کہ میں جسم کا اُوپری لباس اُتار کر ایک جگہ کھڑا ہو جاؤں گا۔ میرے جسم پر مختلف سمتوں سے ہوائیں ٹکرائیں گی اور اِنہی میں ہوا کا ایک جھونکا ایسا بھی ہوگا، جو گرم ہوگا...... اور یہ گرم ہوا، جس سمت سے میرے جسم سے ٹکرائے گی، اُسی سے تعین کیا جا سکتا ہے کہ گرم سمندر کا رُخ کون سا ہے؟''

''واقعی...... لیکن یہ طریقہ...... یہ طریقہ تو کسی بہت ہی تجربہ کار ملاح کو معلوم ہونا چاہئے۔'' پال نے متحیرانہ لہجے میں کہا اور فلیکس مسکرانے لگا۔

''جب کوئی حادثہ ہوتا ہے مسٹر پال! تو اس کے لئے کچھ خاص لوگ بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ یعنی صورتِ حال کے تقاضوں کے مطابق مطلوبہ افراد بھی قدرت فراہم کر دیتی ہے۔ تم دیکھو گے، میرے ساتھی مسٹر کین، عجیب وغریب خصوصیات کے حامل ہیں۔ ان کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ درحقیقت کیا ہیں؟ بہرصورت! اس مہم کا اختتام سکون کی وادیوں میں ہوگا...... چنانچہ یہ بات سوچنا بے مقصد ہے کہ میرے ساتھی مسٹر کین اِن تمام باتوں کے بارے میں کس طرح جانتے ہیں؟''

''بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ ویسے ہمیں اس بات پر یقین اس لئے ہے کہ ان کے لئے حکومت امریکہ کس قدر پریشان ہے؟ اگر یہ ان اعلیٰ خصوصیات کے حامل نہ ہوتے تو ظاہر ہے، حکومت اتنے بڑے پیمانے پر ان کو تلاش بھی نہ کراتی۔''

''ہاں...... یہ بھی ٹھیک ہے۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر سب خاموش ہو گئے۔

تھکن تو خیر! ابھی اُترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جو مشقت کی تھی، اس کے اثرات اتنی جلدی ختم نہیں ہو سکتے تھے۔ اور معمول پر آنا تو تقریباً ناممکن تھا۔ چنانچہ پیٹ بھرنے کے بعد وہ لیٹ گئے۔ یہ خوش بختی تھی کہ ہم پانچ آدمیوں کے لئے اتنی بڑی کشتی موجود تھی۔ اگر ہم پانچوں بیک وقت آرام کرتے، تب بھی کشتی میں آٹھ دس آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ باقی رہ جاتی تھی۔

یہ بات کسی حد تک سکون بخش تھی۔ چنانچہ جوگنز، پال اور ایڈن لیٹ گئے۔ وہ ہم دونوں کی نسبت ذرا کمزور قوتِ ارادی کے مالک تھے۔ فلیکس اور میں بیٹھے رہے اور کشتی، سمندر

کے سینے پر آگے بڑھتی رہی۔ چھوٹے چھوٹے گلیشیئرز جگہ جگہ نظر آتے تھے۔ اور میرا خیال غلط نہیں تھا۔ جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے تھے، سردی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

کافی دیر اسی طرح خاموشی میں گزر گئی۔ ''کیا خیال ہے مسٹر کین! کیا تم اپنی اس حکمت عملی سے کام نہیں لو گے......؟'' فلیکس نے کہا۔

''گرم علاقے کی تلاش......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں......''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ اب مجھے اپنی کارروائی شروع کر دینی چاہئے۔'' میں نے کہا اور اپنی قمیض اُتار دی۔ سیکرٹ پیلس کی تربیت جگہ جگہ کام آ رہی تھی۔

سمندری سفر کے بارے میں ایک سبق دیتے ہوئے میرے کسی اُستاد نے مجھے یہ ترکیب بتائی تھی۔ لیکن میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی میں کبھی اس ترکیب پر عملی قدم اُٹھانے کی نوبت بھی آ جائے گی۔ بہرصورت! میں نے عمل شروع کر دیا۔

لانگ بوٹ میں ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میں نے خاموشی سے ہواؤں کا تجزیہ شروع کر دیا۔ یخ بستہ ہوائیں، میرے برہنہ جسم سے ٹکرا رہی تھیں اور میرے پورے جسم میں ہلکے ہلکے درد کا احساس جاگ اُٹھا تھا۔ لیکن کام تو بہرصورت! کرنا تھا۔ اس لئے میں نے اپنی قوتِ ارادی کے ذریعے اس درد سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی۔

میں کافی دیر تک ہواؤں کا تجزیہ کرتا رہا۔ اور پھر گرم ہوا کا ایک جھونکا بار بار میرے بائیں شانے سے ٹکرانے لگا...... میرے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ گویا میں نے سمندر کے گرم رُخ کو دریافت کر لیا تھا۔ لیکن مکمل اطمینان کے لئے میں نے مزید کچھ دیر وہاں کھڑے رہنا مناسب سمجھا۔ میرے ساتھیوں کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور مجھے مسکراتا دیکھ کر فلیکس کے انداز میں عجیب سا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔ چند ہی ساعت کے بعد وہ میرے قریب تھا۔ پھر اُس نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''یوں لگتا ہے میرے دوست! جیسے تم نے کچھ کر ڈالا ہے۔''

''ہاں فلیکس! میں نے کہا تھا نا! کہ جو کچھ کہتا ہوں، اس پر عمل ضرور کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے، میں نے گرم سمندر کا رُخ دریافت کر لیا ہے۔''

''آہ...... تو پھر جلدی سے ہمیں بتاؤ! تاکہ ہم کشتی کا رُخ اسی طرف موڑ لیں۔ یہ سردی تو اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے۔''

میں اب سمت سے مطمئن ہو گیا تھا۔ گرم ہوا، بار بار ایک سمت سے میرے جسم سے ٹکرا رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ میرا تجزیہ بالکل درست ہے...... سمندر کے اُوپر ہواؤں کا یہ اشتراک بھی بے حد انوکھا ہوتا ہے۔ حالانکہ ہمارے ذہنوں میں ہواؤں کا یہی تصور ہوتا ہے کہ ہوا ایک سمت سے چلتی ہے اور دوسری سمت جاتی ہے۔ لیکن سمندر پر اس تصور کا اطلاق نہیں ہوتا۔

میں نے اپنے ساتھیوں کو مستعد کیا اور وہ سب چپوؤں کی مدد سے کشتی کا رُخ موڑنے لگے۔ جلد ہی کشتی نے وہ سمت اختیار کر لی۔

''بس دوستو! ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہو چکے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری خواہش ہے کہ اب تم آرام کرو!'' فلیکس بولا۔

''ہاں...... میں بھی اس کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں کہ اپنے اس فرض کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر آرام کر لوں۔'' میں نے کہا اور فلیکس نے میرے لئے جگہ بنا دی۔

یہاں ہمارے تینوں ساتھی بھی بہت معاون ثابت ہو رہے تھے۔ اب وہ کسی حد تک مجھ سے عقیدت محسوس کر رہے تھے۔ کیونکہ اب تک جو کچھ ہوا تھا، اس میں میری نمایاں کارکردگی، اُن کی زندگی بچانے کا باعث بنتی رہی تھی۔

کشتی، لہروں کے دوش پر ہوا کے رُخ بہتی رہی۔ گو، بظاہر ہمیں کوئی دِقت یا اُلجھن نہیں تھی۔ لیکن یہ تصور ہی سوہانِ رُوح تھا کہ ہمارے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔ اپنی گھڑیوں کے حساب سے ہمیں سفر کرتے ہوئے اکیس دن ہو گئے تھے۔ ان اکیس دنوں میں کوئی سمندری حادثہ نہیں ہوا تھا۔

غذا کے ذخیرے کو ہم نے کچھ اور تحفظ دے دیا تھا۔ یوں بھی سمندر کی نمکین زندگی میں کھانے پینے کی کچھ زیادہ خواہش محسوس نہیں ہوتی۔ کشتی میں پڑے پڑے ہم، ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل بھی نہیں رہے تھے۔ ہاں! اگر کبھی جسمانی ورزش کی ضرورت محسوس ہوتی تو تیزی سے چپو چلانے لگتے۔ اس طرح ہمارے جسموں میں حرارت دوڑنے لگتی۔ خاص طور پر اس وقت، جب ہمیں سردی زیادہ محسوس ہونے لگتی، ہم چپو اُٹھا لیتے اور تھوڑی ہی دیر میں ہماری سانسیں پھول جاتیں۔

لانگ بوٹ، سمندر کے بیکراں نیلے پانی پر بھٹک رہی تھی۔ ہم پانچوں ابھی تک عزم و حوصلہ برقرار رکھے ہوئے تھے۔ آپس میں ہنس بول بھی لیتے تھے۔ غذا بھی اتنی تھی کہ ہمیں

ور پر اس کی فکر نہیں تھی۔ لیکن بالآخر اُسے بھی ختم ہونا تھا......

فلیکس کے چہرے پر اب کسی حد تک مُردنی نظر آنے لگی تھی۔ ایک رات، جب وہ ے نزدیک بیٹھا ہوا تھا تو میں نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے فلیکس...... تم یوں اور پریشان نظر آنے لگے ہو؟''

''نہیں کین! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ بس، کچھ سمندری مہمات یاد آ رہی ہیں۔ اکثر ہم ہوں کو عجیب و غریب حادثات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ کیا یہ حادثات ہماری زندگی میں شروع ہونے والے ہیں......؟''

''اگر شروع ہو بھی گئے تو اُن کے لئے ابھی سے فکرمند کیوں ہو؟''

''فکرمند نہ کہو میرے دوست! بس، میں سوچتا رہا ہوں کہ اب وہ ساری اُمیدیں ختم ے والی ہیں، جو ہمیں تھیں۔''

''ہاں! میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے ساتھیوں نے بھی مسکرانا چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں اُن بلہ بڑھانا پڑے گا فلیکس! یہ لوگ میری زندگی بچانے آئے تھے۔ اب ان کی زندگیوں ا ہماری ذمہ داری ہے۔''

یقین کرو کین! میں خود کو بھول کر اُن کی دلجوئی میں مصروف رہتا ہوں۔ لیکن اب اُن کھوں سے مایوسی جھانکنے لگی ہے۔''

کسی بھی طرح فلیکس! انہیں زندگی کی طرف واپس لاؤ۔ مایوسی اس سفر کے لئے بہت ث بن سکتی ہے۔ میں خود بھی کوشش کروں گا۔'' چنانچہ دوسرے دن میں نے اُن لوگوں کو۔ تینوں میری طرف متوجہ ہو گئے۔

کیا بات ہے جوگنز! اب تم اُداس ہونے لگے ہو؟''

مندر پر چند لمحات کی زندگی، اُداسی نہ دے گی تو پھر کیا دے گی مسٹر کین؟'' جوگنز نے کراہٹ کے ساتھ کہا۔

موت کا خوف ہے......؟''

خوف کسی چیز کا نہیں۔ بس! یوں سمجھیں، ایک اُکتاہٹ ہے۔ کیونکہ اب ہم منزل کا بیٹھے ہیں۔''

کیوں......؟''

س لئے کہ ہم اُن راستوں پر نہیں ہیں، جو زندگی کی سمت جاتے ہیں۔ ہم، ہر لمحے

موت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جس کا ہم سب کو احساس ہے۔''

''جوگنر کے الفاظ کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟'' میں نے دوسروں کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر پال بولا۔

''بہر حال! ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں۔ لیکن ہم اس کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ہرگز نہیں ڈال سکتے۔''

''یقین کرو میرے دوست! میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہم لوگ آپ میں ہنستے بولتے رہیں۔ تاکہ کٹھن مراحل سے گزر کر بہتر زندگی کی طرف بڑھتے رہیں۔''

''آپ کے ان پُر محبت اور پُر خلوص الفاظ کا احساس ہمارے دلوں میں موجود ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اپنے ذہنوں سے یہ اُداسی جھٹک دیں۔'' پال نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

سورج ڈوبتا نکلتا رہا...... اب تو ہم دنوں کی گنتی بھی بھول گئے تھے۔ سمندر میں کئی بار طوفان آئے اور ہم گھنٹوں موت و زیست کا شکار رہے۔ لہروں کے ہاتھوں کھلونا بنے رہے..... کوئی لہر ان کھلونوں کو توڑ سکتی تھی۔ ہماری شکلیں بدل گئی تھیں۔ داڑھی، مونچھیں اور سر کے بال اس قدر بڑھ گئے تھے کہ اصلی شکلیں چھپ گئی تھیں۔ سروں میں جوئیں پڑ گئی تھیں۔ شب و روز، کشتی کے اندر پڑے پڑے قویٰ مضمحل ہو گئے تھے۔ بعض اوقات تو ہاتھ پاؤں ہلانے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ سمندر میں شارک مچھلیاں اکثر ہمارا تعاقب کرتیں اور میلوں ہمارے پیچھے چلی آتیں۔ لیکن ابھی تک کوئی حادثہ نہیں ہوا تھا۔

رفتہ رفتہ غذا کا ذخیرہ بالکل ختم ہو گیا اور پھر سمندر کی زندگی کا سب سے خوفناک دور آیا۔ جس نے مجھے بھی پریشان کر دیا۔ میری نگاہیں کسی موہوم سی لکیر کی تلاش میں بھٹکتی رہتیں۔ لیکن سمندر میں کوئی لکیر نمایاں نہ ہوئی......

پانی کے ذخیرے کو میں نے کافی سنبھال کر رکھا تھا۔ خوراک ختم ہو جانے کے بعد اس کی اہمیت اور بڑھ گئی تھی۔ دُھوپ سے بچاؤ کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا۔ سورج، مشرق سے نکلتا تو رات بھر کے ٹھٹھرے ہوئے جسموں میں حرارت کی لہر دوڑ جاتی۔ لیکن جونہی سورج نصف النہار پر آتا، دُھوپ کی شدت ناقابل برداشت ہو جاتی۔ اور یوں محسوس ہوتا جیسے آگ پر سنک رہے ہوں۔ ہمارے بدن، دُھوپ میں جل جل کر سیاہ پڑ گئے تھے...... سیاہ اور سکڑی ہوئی کھال، بے حد کھردری ہو گئی تھی......

ایک رات ہماری اس چھوٹی سی کشتی کے مسافروں میں سے ایک مسافر کو ایک حادثہ پیش ...سرِ شام ہی تیز ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ اور آثار تھے کہ سمندر میں طوفان پیدا ہو جائے ...ہوائیں، شدت اختیار کرتی جا رہی تھیں...... رات کے تقریباً ایک بجے کا وقت تھا، ...کی شدت، طوفان کا رنگ اختیار کر گئیں......

کشتی، لہروں کے دوش پر اُچھلنے لگی تھی۔ اور ہم نے اپنے لئے وہ حفاظتی اقدامات کر لئے ...ہم اکثر ایسے موقعوں پر کر لیا کرتے تھے۔ کشتی کے جھٹکے ہمارے لئے ناقابل برداشت ...ئے تھے۔ کبھی کبھی وہ کسی لہر کے ساتھ اتنی بلند ہو جاتی تھی کہ معلوم ہوتا جیسے کسی پہاڑ پر ...گئی ہو۔ اور اس کے بعد جب نیچے کا سفر شروع ہوتا تو ہمارے کلیجے حلق میں آ کر اٹک ...نے۔ انتہائی کوشش کے ساتھ ہم لوگ اپنے آپ کو سنبھالتے رہے۔ لیکن ایک دفعہ پائلٹ اپنی نشست کھو بیٹھا......

...فضا میں اُچھل گیا تھا...... کئی فٹ اُونچا اُچھلنے کے بعد جب وہ دوبارہ کشتی میں گرا تو ...کشتی کے ایک تختے سے ٹکرایا اور وہ بری طرح زخمی ہو گیا۔ پہلے ہی اُس بدنصیب ...پر چوٹ لگ چکی تھی۔ جوگنر دلخراش انداز میں چیخ پڑا۔

ہم سب اپنی اپنی حفاظتی تدابیر بھول کر جوگنر کے قریب پہنچ گئے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ...نے جلدی سے اپنے لباس سے ایک پٹی پھاڑی اور اُسے جوگنر کے زخم پر کسنے لگا...... اور ...اُس کے زخم پر رکھ کر ساری رات بیٹھا رہا۔ تاکہ خون نہ بہے۔ میری خواہش تھی کہ ...پر پانی نہ پڑے۔ ورنہ سمندر کا پانی، اس زخم کو بگاڑ دیتا۔

...تک اس کوشش میں میرا بدن اینٹھ گیا۔ فلیکس اور دوسرے لوگ بھی میرے ساتھ ...ہے تھے۔ رات کے آخری حصے میں طوفان، تھم گیا اور صبح بالکل پُرسکون تھی۔ لیکن ...حالت کافی خراب تھی۔ اُس کے زخم کا خون تو رُک گیا تھا۔ لیکن وہ مسلسل بے ہوش ...بھی نقاہت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔

...کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ البتہ پانی کے چند قطرے اُس کے حلق میں ٹپکائے گئے۔ دوپہر ...جب اُسے ہوش آیا تو اُس کی حالت، زیادہ بہتر نہیں تھی۔ اُس کی آنکھوں میں وحشت ...تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہو۔

...نے اُسے غور سے دیکھا اور مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ جیسے وہ اب ہوش مند انسان ...کئی دن سے ہمارے پیٹ خالی تھے۔ اس لئے ہم اُس کے لئے کچھ نہ کر سکتے تھے۔

جوگنر اسی طرح لیٹ رہا۔ اُس کے لئے ہم سے جو سہولتیں فراہم ہو سکتی تھیں، کر دی گئیں۔ کئی بار اُسے پانی پلایا گیا۔ گو، ہماری زبانیں خشک تھیں۔ ہمارے پاس اب پانی کا ذخیرہ بھی بہت کم رہ گیا تھا، جسے انتہائی اہم ضرورت کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔

رات ہو گئی...... جوگنر اب کسی قدر پُرسکون تھا اور پہلی بار اُس نے کمزور آواز میں گفتگو کرنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ الفاظ ایسے تھے کہ کوشش کے باوجود ہم چاروں میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ میں، اُس کے اُوپر جھک گیا۔

''کوئی خاص بات ہے جوگنر؟ کیسی طبیعت ہے......؟'' میں نے ہمدردی سے پوچھا اور جوگنر نے وحشت زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''ہاں...... ایک بہت ہی عجیب بات ہے۔'' وہ نقاہت سے بولا۔

''کہو...... کیا بات ہے؟''

''موت اب میرے بالکل نزدیک پہنچ چکی ہے۔ دیکھو! آہستہ آہستہ میرے کان میں کچھ کہہ رہی ہے۔ کیا تم لوگوں میں سے کسی نے موت کو دیکھا ہے؟''

''یہ موت نہیں، بزدلی ہے جوگنر! خود کو سنبھالو!'' میں نے اُس کی ہمت بندھائی۔

''اگر تم نے آئندہ یہ الفاظ کہے تو میں تمہارا دماغ درست کر دوں گا۔ سمجھے؟ میں تمہارا دماغ درست کر دوں گا......'' جوگنر اتنی زور سے دھاڑا کہ اُس کا زخم کھل گیا۔ اور اُس سے دوبارہ خون رِسنے لگا...... پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ ایک بار پھر ہم اُس کے زخم کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔

''اب کیا ہو گیا مسٹر کین......؟'' پال نے غمزدہ آواز میں پوچھا اور میں جھلا گیا۔ اب میں اُن لوگوں کو کیا بتاتا کہ اب کیا ہو گیا؟ بہرحال! میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن اس صورتحال کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

یہ رات بھی گزر گئی۔ دوسری صبح ہم نے جوگنر کو دیکھا۔ وہ بھی اُٹھ بیٹھا تھا۔ جب کہ دوسرے لوگ عموماً لیٹے ہی رہا کرتے تھے۔ اور شاذ و نادر ہی کوئی بغیر ضرورت کے کھڑا ہوتا تھا۔ جوگنر کے چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔ اُس نے مسکرا کر اپنے ساتھی ایڈن کی طرف دیکھا اور بولا۔

''ایڈن! ہم بھوکے ہیں......''

''حوصلہ رکھو جوگنر!'' اُس نے کہا۔

''ہم میں سب سے زیادہ پُرگوشت تم ہو...... دوستو! کیوں نہ ہم اپنے دوست ایڈن کی عمدہ جسامت سے فائدہ اُٹھائیں......؟''

ایڈن بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے دوسروں کو دیکھنے لگا۔ فلیکس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ لیکن میں نے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔''

''لیکن اس طرح تو دوسروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔'' ایڈن بولا۔

''ہاں...... کچھ سوچیں گے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''تم نے جواب نہیں دیا ڈیئر ایڈن...... کیا تم، ہم سب کے لئے اپنی زندگی کی قربانی دو گے......؟'' جوگنر نے پوچھا۔

''تم کیا چاہتے ہو جوگنر......؟''

''میں چاہتا ہوں کہ ہم تمہیں ذبح کر لیں۔ تاکہ تم ہماری خوراک بن جاؤ۔ تمہارا گوشت، ہمیں کئی دن کی زندگی دے سکتا ہے۔''

''اگر میری زندگی تمہارے کام آ جائے جوگنر...... تو خدا کی قسم! میں تیار ہوں۔'' ایڈن نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور جوگنر، خوشی کے عالم میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

''اس نے...... اس نے اجازت دے دی ہے...... اس نے اجازت......'' جوگنر نے پھرتی سے اپنے لباس میں سے ایک لمبا چاقو نکال لیا۔ ''تم میں سے کسی کو اعتراض تو نہیں ہو گا؟ میں جانتا ہوں، سب کے بھلے کی بات ہے...... ایڈن زندہ باد......'' جوگنر نے چاقو کھول کر ایڈن پر چھلانگ لگائی۔

اُسی وقت فلیکس کی لات، اُس کے منہ پر پڑی۔ ٹھوس لکڑی کی ضرب تھی۔ جوگنر اُچھل کر کشتی کے دوسرے حصے میں جا گرا۔ اور پھر نہ اُٹھ سکا۔ سب بے حس و حرکت پڑے رہے تھے۔ تب فلیکس اُٹھا اور جوگنر کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے جوگنر کا چاقو اُٹھا لیا تھا۔ جوگنر پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔

''کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی ہتھیار ہے؟'' فلیکس نے سب سے پوچھا۔

''ہاں......'' ایڈن اور پال نے اپنے اپنے شکاری چاقو نکال کر فلیکس کی طرف بڑھا دیئے۔

''شکریہ...... میری درخواست ہے کہ انسانیت کی حدود سے گزرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہم سب زندہ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ مر جائیں گے۔ یا اس سے بھی بڑی

کوئی بات ہوسکتی ہے؟''

''قصور، جوگنر کا نہیں ہے مسٹر فلیکس!'' ایڈن نے دبی دبی زبان سے کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''اُس کا ذہنی توازن ہی کب درست ہے۔''

''پھر بھی ذہنوں پر قابو پانے کی کوشش کرو دوستو! زندگی میں اکثر ایسے مقامات بھی آتے ہیں، جہاں ہم بے بس ہو جاتے ہیں۔'' پھر اُس نے میری طرف دیکھا اور بولا۔''اس کے لئے کیا، کیا جائے مسٹر کین؟''

''دونوں پاؤں کس دو۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ میرا ذہن اب بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ اس طرح بے بسی کی موت تو مناسب نہیں ہوگی۔ کچھ کرنا ہوگا۔ اور اس کے لئے کچھ سوچنا ضروری ہے۔

رات کو میں نے فلیکس سے کہا۔''کیا خیال ہے فلیکس! غذا کے بارے میں بھی کچھ سوچنا ضروری ہے۔''

''کیا کرنا چاہئے؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''تم نے شارک مچھلیاں دیکھی ہیں......؟''

''ہاں......'' فلیکس کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

''شکار کی کوشش کی جائے......؟''

''لیکن کس طرح...... کیا اُن خوفناک مچھلیوں کا شکار ممکن ہے؟''

''لمبے چپوؤں کو بھالوں کی حیثیت سے استعمال کیا جائے۔ اُن کے سروں پر چاقو باندھ کر ہم مچھلیوں کی تاک میں بیٹھیں گے۔''

''اوہ...... عمدہ خیال ہے۔'' فلیکس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اور پھر ہم اپنی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ میں نے دو مضبوط بھالے تیار کر لئے تھے۔ لیکن شارک مچھلی کے شکار کے لئے جان کی بازی ہی لگانی پڑتی تھی۔

میں نے فلیکس کو ہدایات دیں...... اور پھر کشتی کا ایک سرا میں نے اور دوسرا فلیکس نے سنبھال لیا۔ ہم سطح سمندر پر نگاہیں گاڑے بیٹھے رہے۔

کشتی کے اس سفر کے دوران ہم نے لاتعداد شارک مچھلیوں کو دیکھا تھا، جو اکثر ہماری کشتی کا تعاقب کرتی رہتی تھیں۔

رات کا آخری پہر تھا، جب اچانک میں غنودگی سے چونک پڑا۔ کشتی کے دوسرے سرے پر کچھ ہو رہا تھا...... میں نے برق رفتاری سے اُس طرف چھلانگ لگائی۔ میں نے ایک خوفناک منظر دیکھا...... فلیکس نے اپنے دونوں ہاتھ کشتی کے کنارے میں پھنسائے ہوئے تھے اور اپنی طرف زور لگا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی طاقتور چیز اُسے سمندر میں گھسیٹ رہی ہو۔ وہ اپنی انتہائی قوت صرف کر رہا تھا۔ میں نے جھانک کر دیکھا اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے...... ایک لمبی شارک مچھلی نے فلیکس کی بائیں ٹانگ کو اپنے خون آشام جبڑوں میں دبا رکھا تھا......

ایک لمحے کے لئے میرے جسم میں سنسنی سی پھیل گئی۔ میں نے چند ساعت سوچا اور پھر اپنی پوری قوت سے اپنے بازو، فلیکس کی بغلوں میں پھنسا دیئے۔ نہ جانے مجھ میں اس قدر طاقت کہاں سے آ گئی تھی؟ فلیکس کو میں نے اتنی طاقت سے جھٹکے کے ساتھ گھسیٹا کہ اُس کے ساتھ ہی بیس، بائیس سیر وزنی مچھلی بھی کشتی میں آ گری۔ اُس کے جسم میں چاقو پیوست تھا۔ لیکن فلیکس کی ٹانگ اُس کے جبڑوں میں پھنسی ہوئی تھی اور وہ اپنے آری نما دانتوں سے اُسے کاٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ فلیکس کے چہرے پر تکلیف کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ظاہر ہے، لکڑی کی ٹانگ اُسے کیا تکلیف پہنچا سکتی تھی؟ البتہ مچھلی کے دو چار دانت ضرور ٹوٹ گئے ہوں گے۔

میں نے اپنا بھالا سنبھالا اور پوری قوت سے شارک مچھلی کے سر میں پیوست کر دیا۔ مچھلی کے جبڑے کھل گئے اور فلیکس، اُن کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ اب مچھلی کے جسم میں دو چاقو پیوست تھے۔ میرا چاقو، اُس کے حلق تک اُتر گیا تھا اور وہ کئی کئی فٹ اُونچی اُچھل رہی تھی۔

اس اُچھل کود سے بقیہ لوگ بھی جاگ گئے تھے۔ اور نہ سمجھنے والے انداز میں اس خوفناک منظر کو دیکھنے لگے تھے۔ مچھلی کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا اور اُس کے چھینٹے دُور دُور تک جا رہے تھے۔ بالآخر اُس کی جدوجہد سست ہو گئی۔ اور پھر وہ ساکت ہو گئی...... اُس کا جبڑا کھلا ہوا تھا اور اُس میں سے اُس کے تیز نوکیلے دانتوں کی قطاریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اگر فلیکس کی ٹانگ، مضبوط لکڑی اور انتہائی جدید طریقے سے بنی ہوئی نہ ہوتی تو شاید اب اس ٹانگ کا وجود بھی نہ ہوتا۔

فلیکس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔''کین! قدرت کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔''

''کیا مطلب......؟''

''کیا میری یہ معذوری، آج میری زندگی کی ضامن نہیں بن گئی......؟''

''ہوا کیا تھا......؟''

''بس یار! جھونک سی آ گئی نیند کی۔ مچھلی، کشتی کے بالکل نزدیک تڑپی تھی۔ میں نے جھک کر چپو اُس کے جسم میں پیوست کر دیا لیکن خود کو نہ سنبھال سکا۔ اور کسی طرح میری ٹانگ اُس کے منہ میں آ گئی۔ وہ بے پناہ طاقتور تھی۔ اگر اُس کے جسم میں بھالا پیوست نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ضرور مجھے کھینچ لے جاتی۔ پھر تم بھی پہنچ گئے۔''

''بہر حال، فلیکس! میری طرف سے نئی زندگی کی مبارکباد قبول کرو۔''

''شکریہ......!'' فلیکس نے کہا اور مچھلی کو دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں خوشی کے تاثرات تھے۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہا تھا؟ پھر اُس نے جیب سے چاقو نکالا اور مچھلی پر جھک گیا۔

نہایت چابک دستی سے اُس نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا۔ اُس کے ہاتھ بڑی مہارت سے چل رہے تھے۔ میں خاموشی سے دیکھتا رہا۔ فلیکس نے مچھلی کا کلیجہ نکال لیا تھا۔ کافی بڑا کلیجہ تھا، جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ دوسرے لمحے وہ کلیجہ ہاتھ میں پکڑے آگے بڑھا اور جوگنر کے نزدیک پہنچ گیا۔ جوگنر بھی ہوش میں آ گیا تھا۔ لیکن اُس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ دوسروں کی طرح کھڑا ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ خاموش بیٹھا رہا تھا۔

فلیکس نے چاقو سے کلیجے کا ایک ٹکڑا کاٹا اور جوگنر کی طرف بڑھا دیا...... جوگنر نے ٹکڑا اُچک لیا اور اُسے بری طرح بھنبھوڑنے لگا۔ حالانکہ سب ہی کئی دن کے بھوکے تھے۔ لیکن اس جذباتی منظر نے سب کو اپنے آپ میں گم کر دیا تھا۔ فلیکس نہایت خاموشی سے بیٹھا جوگنر کو کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے دوسرا ٹکڑا بھی جوگنر کو کھلا دیا۔ پھر جوگنر سیر ہو گیا اور اُس نے کشتی کی سائیڈ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

''چلو دوستو! ٹوٹ پڑو اس آدم خور پر......'' فلیکس نے خوشی کے عالم میں کہا اور پھر شارک کے جسم پر چاقو چلنے لگے...... ہم نے اُس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دی۔ کچا بدبودار گوشت تھا۔ جسے ہم عام حالات میں چھونے کے بھی روادار نہیں ہو سکتے تھے، وہ اس وقت ہمارے لئے ایک نعمت سے کم نہ تھا۔

یہ شارک معمولی نہیں تھی۔ ہم سب مل کر اُس کا ایک تہائی گوشت بھی نہ کھا سکے تھے۔

بہر حال! باقی مچھلی کو سنبھال کر ایک طرف رکھ دیا گیا اور ہم کشتی میں لیٹ گئے۔ نیند، پلکوں میں پیوست ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم بے خبر سو گئے......

دوسری صبح آنکھ کھلی تو ایک اور جذباتی منظر ہمارے سامنے تھا۔ جوگنر، فلیکس کے قریب بیٹھا، آہستہ آہستہ اُس کا سر دبا رہا تھا۔ فلیکس کی آنکھ بھی اسی لمس سے کھلی۔ اُس نے جوگنر کو دیکھا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ارے مسٹر جوگنر......'' وہ جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کی اور کیا خدمت کروں مسٹر فلیکس!'' جوگنر کی آواز سے پشیمانی جھلک رہی تھی۔

''تمہاری طبیعت کیسی ہے...... زخم کیسا ہے؟''

''نہ جانے کیوں...... اب یہ تکلیف نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی وحشت اور دیوانگی یاد ہے۔ اور اس عالم میں تمہاری محبت بھی...... میں...... میں سخت شرمندہ ہوں۔''

''نہیں میرے دوست! تمہاری اس کیفیت نے میری رگوں میں نئی زندگی دوڑا دی ہے۔ ہم سب کی زندگی ایک ڈور سے بندھی ہوئی ہے۔ ڈور ٹوٹے گی تو ہم سب ایک ساتھ مریں گے۔ کوئی، کسی کا دُکھ نہیں دیکھ سکتا۔''

''ہرا......'' پال اور ایڈن نے نعرے لگائے۔ ''خدا کی قسم! اس منظر نے جسم کو وہ توانائی بخش دی ہے، جو بڑی سے بڑی غذا بھی نہیں بخش سکتی۔ ہم سب اس مُردہ ماحول سے نکل آئے ہیں۔ آؤ! نئے سرے سے زندگی تلاش کریں۔'' ایڈن بولا۔ اور درحقیقت! جسموں میں نئی توانائی محسوس ہوئی۔ ایک بار پھر ہم زندگی کے قریب پہنچ گئے تھے۔

''میرا تو خیال ہے کہ یہ شارک کے گوشت کی توانائی ہے......'' فلیکس نے اُن سب کو خوش دیکھ کر کہا۔

''جو کچھ بھی ہے، بہر حال! یہ تبدیلی خوشگوار ہے۔''

''بلاشبہ......!'' فلیکس نے کہا۔

شارک کا گوشت کئی دن کے لئے کافی ثابت ہوا۔ لیکن اس دوران ہم مچھلیوں کے شکار کی تیاری کرتے رہے تھے۔ گوشت کی نمی ہی نے پانی کی کسر بھی پوری کر دی تھی ورنہ پانی کی تو کہیں بوند بھی نہیں تھی۔ اب ہم سب پانی کے لئے آسمان پر حسرت بھری نظریں دوڑاتے رہتے تھے۔

......اور پھر ایک دن ہماری نگاہیں ایک لکیر پر جم گئیں...... ایک سرمئی لکیر...... جو اُفق پر اچانک نمودار ہوئی تھی۔

اُس سرمئی لکیر کے بارے میں یقین کرنے کے بعد میں نے فلیکس کو اُس کی نشاندہی کی اور فلیکس نے دوسروں کو بتایا۔ یہ دوسری خوشی تھی، جس نے سب کے جسموں میں توانائی کی لہر دوڑا دی۔ سب اشتیاق آمیز نظروں سے اُس سرمئی لکیر کو دیکھ رہے تھے۔

لہریں معاون تھیں۔ لیکن کامیابی کی خوشی میں چپو سنبھال لئے گئے اور پوری طاقت صرف کر کے کشتی کو اُس لکیر کی طرف لے جایا جانے لگا۔ میں خاموشی سے اُس لکیر پر نگاہ جمائے ہوئے تھے۔

''مسٹر کین!'' اچانک فلیکس نے مجھے مخاطب کیا اور میں، اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ ''کیا سوچ رہے ہو؟'' اُس نے پوچھا۔

''کوئی جذباتی بات نہیں۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''وہ تو میں بھی جانتا ہوں...... لیکن پھر بھی؟''

''اُس سرزمین کے بارے میں۔''

''کیا......؟''

''نہ جانے کیسی ہو؟ ممکن ہے، جرمنوں کے قبضے میں ہو...... اور وہاں کچھ نئی آفتیں ہماری منتظر ہوں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''سمندر کے اِس بھیانک سفر سے تو بہتر ہے کہ جرمنوں کی قید میں چلے جائیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''میں بھی اسی بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

''تم خود بتاؤ! کیا یہ درست نہیں ہے؟''

''لیکن ہم اتنے کچے تو نہیں ہیں...... اگر اتفاق سے وہ جرمنوں کا جزیرہ ثابت ہوا تو کیا ہم جرمن زبان میں اُنہیں جہاز کی تباہی کی داستان نہیں سنائیں گے؟ اور کیا یہ لانگ بوٹ ایک جرمن جہاز کی نہیں ہے؟''

''اوہ...... ہاں! واقعی۔'' فلیکس نے خوش ہو کر کہا۔

''اور اگر اتفاق سے یہ اتحادی جزیرہ ثابت ہوا تو......؟''

''کچھ کہنا ہی فضول ہے۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا اور سنجیدہ ہو گیا۔ ''لیکن اس

کے ساتھ ہی کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں کین!''

''وہ بھی کہو۔''

''تمہاری تخلیق آخر کون سی مٹی سے ہوئی ہے؟''

''کیوں......؟''

''یقین کرو، کین! میں نے ہر لمحے تمہیں ایک ناقابل تسخیر انسان پایا ہے۔ سخت مایوسی کے عالم میں، جب ہر شخص مایوس تھا، تو تم اسی طرح پُرعزم تھے۔ تمہارے قویٰ میں، میں نے کبھی اضمحلال نہیں پایا۔ نہ تمہاری آنکھوں میں پریشانی دیکھی۔''

''خیر! اس مٹی پر ریسرچ پھر کر لینا۔ پہلے تم ان لوگوں کو بتا دو! کہ ساحل پر پہنچ کر اُنہیں کیا کرنا ہے۔''

''پھر فلیکس اُنہیں ہدایات دینے لگا۔ فلیکس کی باتیں، اُنہوں نے گرہ میں باندھ لیں۔ اور ہم امید و بیم کی کیفیت میں تقدیر کے نئے فیصلے کا انتظار کرنے لگے۔

جوں جوں ہم بڑھ رہے تھے، جزیرہ واضح ہوتا جا رہا تھا۔ دُور سے اُونچے اُونچے درختوں کے دُھندلے ہیولے نظر آ رہے تھے۔

''جزیرہ خواہ کیسا بھی ہو...... بس! یہاں پانی مل جائے۔'' پال بولا۔

''اور شکار بھی......'' ایڈن نے کہا۔

''لیکن اگر جزیرہ ویران ہوا تو......؟'' جوگنر بولا۔

''آبادی ہو یا نہ ہو، لیکن جانور ضرور مل جائیں گے۔'' پال نے جوگنر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''چلو! باقی زندگی جانوروں کے ساتھ ہی سہی۔ کم از کم سمندر کی قید سے تو آزادی نصیب ہو جائے گی۔'' ایڈن بولا۔ سب کے سب سمندر سے بری طرح اُکتائے ہوئے تھے۔

جوں جوں جزیرہ نزدیک آتا جا رہا تھا، ہم سب کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ بالآخر کشتی، جزیرے کے کافی نزدیک پہنچ گئی۔ لیکن اس کے گرد اُونچی اُونچی سیاہ مہیب چٹانیں دیکھ کر فلیکس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آنے لگے۔

''کین! یہ صورتحال خوفناک ہے۔''

''ہاں...... میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔''

''تو پھر...... اب کیا، کیا جائے؟ کشتی کی رفتار کسی قدر تیز ہو گئی ہے۔''

''چپو رکھوا دو!'' میں نے آہستہ سے کہا۔

کشتی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اور سمندر کی تند لہریں، چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر جھاگ پیدا کر رہی تھیں۔

''بلاشبہ! ہم کشتی کو حفاظت سے ساحل تک نہیں لے جاسکتے۔'' میں نے کہا۔

''پھر کیا کریں......؟''

''کشتی یہیں چھوڑنی پڑے گی۔''

''تت......تو کیا......؟''

''ہاں......لکڑی کے چپو ہماری حفاظت کریں گے۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد کشتی چھوڑ دو اور چپو لے کر پانی میں اُتر جاؤ۔ ہمیں تیر کر وہاں تک جانا پڑے گا۔''

فلیکس کے چہرے پر کسی قدر حیرت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ میں اس ہچکچاہٹ کی وجہ سمجھتا تھا۔ تاہم اُس نے دوسرے لوگوں کو اپنے خیال سے آگاہ کیا۔ ''کیا تم لوگ تیرنا جانتے ہو؟''

''اچھی طرح...... اور آپ کا خیال درست ہے مسٹر کین! ان طوفانی موجوں میں کشتی کو ساحل تک لے جانا ناممکن ہے۔'' پال نے جواب دیا۔

''تب پھر چپوؤں کو اپنی مدد کے لئے استعمال کرو۔ ان کے سہارے تیرنے کی کوشش کرو۔'' میں نے کہا۔

سب سے پہلے جوگنر ایک چپو لے کر پانی میں اُتر گیا اور چند لمحوں میں دیو پیکر موجوں نے اُسے نگل لیا۔ ہم بغور دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کافی فاصلے پر اُبھرا...... اور ایک اُونچی لہر برق رفتاری سے اُسے ساحل کی طرف لے گئی۔ اب اصل مسئلہ ساحل پر پہنچ کر اُن چٹانوں سے بچنے کا تھا۔

اب کشتی میں رُکے رہنا بھی خطرناک تھا۔ کیونکہ وہ موجوں کا کھلونا بنی ہوئی تھی اور تیزی سے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور کسی وقت بھی ان دیو پیکر چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو سکتی تھی۔

میں نے پال اور ایڈن کو بھی پانی میں اُتار دیا۔ اور پھر ایک چپو خود بھی سنبھال لیا۔ پھر فلیکس کی جانب مُڑ کر بولا۔ ''آ جاؤ میرے دوست! جلدی کرو......''

''کک......کہاں؟'' فلیکس چونک پڑا۔

''پرانی داستان دُہرائیں گے۔''

''اوہ، نہیں......نہیں کین! خدا کی قسم، یہ ممکن نہیں۔ یہ صورتحال بہت خراب ہے۔ تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ میں خود کوشش کرتا ہوں۔''

''تم تیر نہیں سکو گے فلیکس!'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''ہاں......لیکن چپو کے سہارے کوشش کروں گا۔''

''اگر تم نے میری ہدایات پر عمل نہیں کیا فلیکس! تو میں بھی پانی میں نہیں اُتروں گا۔ کشتی اب کسی بھی لمحے چٹانوں سے ٹکرانے والی ہے۔''

''کین، پلیز......دیکھو! میں خودکشی نہیں کروں گا۔ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کروں گا۔ لیکن میں......''

''ٹھیک ہے......'' میں نے کہا اور چپو ایک طرف ڈال دیا۔ کشتی ایک دم اُٹھی اور پھر نیچے بیٹھ گئی۔

فلیکس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور پھر اُس نے چپو اُٹھا کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ ''چلو بھائی! جلدی کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے تنہا مرنے نہیں دو گے۔'' فلیکس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

تب میں نے چپو تھاما اور فلیکس، میری پشت سے چمٹ گیا۔ پھر میں نے بپھری ہوئی موجوں میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد سمندر میں ایک خوفناک جدوجہد کا آغاز ہو گیا......

ایک انتہائی طاقتور لہر ہمیں اُچھال کر چٹانوں کی طرف لے گئی۔ لیکن میں نے چپو کی مدد سے خود کو چٹان سے ٹکرانے سے بچایا اور کافی پیچھے چلا گیا۔ ویسے اس خوفناک جدوجہد میں بھی ایک خیال میرے ذہن میں اُبھرا...... وہ تینوں نہ جانے کس عالم میں اور کہاں ہوں گے؟ اس خوفناک صورتحال میں ان کا زندہ رہنا مشکل ہی تھا۔ پھر ایک خوفناک لہر نے ہم دونوں کو بلند کیا۔ بلند اور بلند تر...... یہاں تک کہ ہم انتہائی حد تک پہنچ گئے۔ اور ایک اُونچی چٹان کی طرف بڑھے...... میں نے چپو سیدھا کر کے اُس چٹان سے بچنے کی کوشش کی۔ لیکن چپو، چٹان کے بالائی حصے سے ٹکرا کر دوسری طرف نکل گیا اور ہم بھی لہر کے زور سے آگے نکل گئے۔ پھر ایک معجزہ ہو گیا۔ جب لہر اپنا زور ختم کر کے واپس ہوئی تو ہم چٹان پر ہی ٹکے رہ گئے۔ پانی نیچے چلا گیا تھا۔

فلیکس نے میرے کندھے چھوڑ دیئے اور اُس کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔ ''اب

کیا خیال ہے ڈیئر کین......؟''

''کاش! اُن لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کوئی اتفاق پیش آیا ہو۔'' میں نے کہا۔

''ہاں......کاش!'' فلیکس نے کہا۔ ''دوسری جانب دیکھو!''

میں نے اُس کے اِشارے پر پلٹ کر دیکھا۔ ہم جس چٹان پر تھے، وہ زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ بس! ایک سل کی طرح اُٹھی ہوئی تھی۔ سمندر کی سمت سے اُس کی اُونچائی زیادہ نہیں تھی۔ لیکن دوسری طرف بے انتہاء گہرائی تھی۔ اور تہہ میں خوفناک نوکیلی چٹانیں سر اُٹھائے ہوئے تھیں۔ دوسری چٹان تقریباً تیرہ فٹ دُور تھی۔ اور اُس تک چھلانگ لگانے کی کوشش، خودکشی کے مترادف تھی۔ جب کہ ہم اُس مختصرسی چٹان پر تھے۔ ہاں! اگر دوڑنے کی جگہ ہوتی تو شاید یہ کوشش کی جاسکتی تھی۔

''اب ہمیں کسی دوسری لہر سے درخواست کرنی پڑے گی کہ وہ ہمیں اُٹھا کر دوسری چٹان پر پہنچا دے۔ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ بصورتِ دیگر ہم اِس چٹان کے قیدی بن زندگی کی بقیہ سانسیں پوری کریں گے۔'' فلیکس نے کہا

''ہرگز نہیں فلیکس! موت، ہم سے قدم قدم پر شکست کھا رہی ہے۔ وہ ہمیں جس قسم کے جال میں پھانستی ہے، ہم اُس کا توڑ کر لیتے ہیں۔'' میں نے کہا

''کیا اِس قید سے نکلنے کی کوئی صورت ہے تمہارے پاس؟''

''ہاں......!'' میں نے وثوق سے کہا۔

''کیا دوسری چٹانوں پر چھلانگ لگانے کی کوشش کرو گے......؟''

''میں نے کہا نا، کہ......'' میرا جملہ ادھورہ رہ گیا۔ ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ ہماری چھوڑی ہوئی لانگ بوٹ، ایک لہر کے دوش پر اُچھل کر دوسری نوک دار چٹان پر اوندھی ہو گئی۔

''اگر ہم اس میں ہوتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا؟'' فلیکس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اور اگر یہ اِس چٹان کا رُخ کر لیتی، جس پر ہم موجود ہیں تو......؟'' میں نے ہنس کر کہا۔

''خدا کی پناہ......'' فلیکس نے جھرجھری سی لی۔

''اور تم اب بھی تسلیم نہیں کرتے کہ موت، ہم سے شکست کھا رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''لیکن دوسری چٹان تک......؟''

''آؤ...... میں بتاتا ہوں۔'' میں نے کہا اور چپو اُٹھا لیا۔ چپو کی لمبائی کسی طرح بیس فٹ سے کم نہیں تھی اور میں اس بات کا اندازہ پہلے ہی لگا چکا تھا۔ اس کے علاوہ وہ انتہائی مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا۔

میں نے چپو سنبھالا اور پھر اُسے اُس دوسری چٹان کی طرف بڑھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چٹان پر اٹک گیا۔ میں نے اُسے مضبوطی سے جما دیا۔ اور پھر میں نے اپنی طرف کا سرا اُٹھایا اور اُسے فلیکس کے لباس میں پرو دیا۔

''ارے......ارے! یہ کیا؟'' فلیکس بوکھلا کر بولا۔

''چلو! اسی طرح، اس میں پھنسے پھنسے ہاتھوں اور پیروں کی مدد سے دوسری طرف چلے جاؤ۔ اور وہاں پہنچ کر خود کو نکال لو۔'' میں نے کہا۔

فلیکس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ معذور تھا، لیکن انتہائی بے جگر انسان تھا۔ اتنی بے خوفی سے اُس نے چودہ فٹ کا فاصلہ طے کیا کہ میں دنگ رہ گیا۔

دوسری طرف پہنچ کر اُس نے خود کو چپو میں سے نکال لیا اور پھر اُسے مضبوطی سے چٹان پر جما دیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ اُس کا خیال تھا کہ میں بھی اُسی کی طرح سفر کروں گا۔ لیکن میں نے اُس کی معذوری کی بناء پر یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے اپنے جسم کو تولا اور سانس روک کر چپو پر چلنے لگا۔ فلیکس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ اُس نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اسی طرح سانس روکے چلتا ہوا دوسرے سرے پر پہنچ گیا۔ فلیکس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ چند لمحے مجھے بے یقینی کے عالم میں دیکھتا رہا۔ پھر جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر میرے ہاتھ تھام لئے۔ کئی منٹ کے بعد وہ پُرسکون ہوا اور ہم نے اُس چٹان کے دوسری طرف دیکھا تو ہماری باچھیں کھل گئیں......دوسری طرف سے چٹان ڈھلواں تھی اور جزیرے تک چلی گئی تھی۔

وہ تینوں یکجا کھڑے، ہماری طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ میں نے چپو اُٹھا لیا اور ہم ڈھلان طے کرنے لگے۔ ان لوگوں کو زندہ سلامت دیکھ کر ہمیں جو خوشی ہوئی تھی، وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔

''میں نے کہا تھا نا! کہ زندگی ہم سے دلچسپ مذاق کر رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''اب پرواہ نہیں ہے۔ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''میرے ذہن میں ایک خیال ہے فلیکس!'' میں نے کہا۔

"کیا......؟"

"میرے اندازے کے مطابق اسے ویران اور غیر آباد ہونا چاہئے۔"

"کیوں......؟"

"ہم نے جو سفر کیا ہے، وہ عام سمندری راستے کا سفر نہیں ہے۔ اس طرف سے تو جہاز بھی نہ گزرتے ہوں گے۔"

"ممکن ہے......" فلیکس نے آہستہ سے کہا۔

پھر ہمارے ساتھی دوڑتے ہوئے ہماری طرف بڑھے۔ اُن کی کہانیاں سنیں تو اُن میں بھی زندگی کی جدوجہد جھلک رہی تھی۔ سمندر کی مہربان لہروں نے اُنہیں بھی ساحل عطا کیا تھا۔

ہوا میں خنکی پھیلتی جا رہی تھی اور ہمارے بھیگے ہوئے جسم اس سے متاثر ہو رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد پال کی کپکپاتی ہوئی آواز اُبھری۔ "سردی زیادہ ہے یا مجھے محسوس ہو رہی ہے؟"

"نہیں......سردی ہے، اور بڑھتی جا رہی ہے۔" ایڈن بولا۔

"تب ہمیں کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش کر لینی چاہئے۔ تھوڑی دیر کے بعد تاریکی پھیل جائے گی۔" جوگنر بولا۔

"ہاں......مناسب تجویز ہے۔" میں نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ "پال، جوگنر اور فلیکس! تم لوگ اپنے اپنے چاقوؤں کی مدد سے اس چپو کے تین ٹکڑے کر لو! ہمارے پاس تین چاقو ہیں۔ ہم انہیں ہتھیار بنا لیں گے۔ میں اور ایڈن پناہ گاہ کی تلاش میں جاتے ہیں۔"

"او کے چیف!" فلیکس مسکرا کر بولا۔

"براہِ کرم! زیادہ دُور نہ جائیں مسٹر کین!" پال بولا۔

"ہاں......زیادہ دُور نہیں جائیں گے۔" میں نے کہا اور ایڈن کو ساتھ لے کر بڑھ گیا۔ "دوڑتے ہوئے چلو ایڈن! اس طرح ہمارے جسموں میں حرارت آ جائے گی اور سردی کا احساس کم ہو جائے گا۔"

"یس سر......" ایڈن نے کہا اور ہم لوگ فوجی انداز میں دوڑنے لگے۔ حالانکہ ہاتھوں پیروں میں جان نہیں تھی۔ لیکن ہم اپنے اعضاء سے بغاوت کر رہے تھے اور اُن کی مرضی پر چلنے کے روادار نہیں تھے۔

چاروں طرف اُونچی اُونچی چٹانیں اور ریتلی زمین پھیلی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک اِدھر اُدھر

دوڑنے کے باوجود کوئی پودا یا پانی کا چشمہ نظر نہیں آیا۔ لمحہ بہ لمحہ مایوسی اور خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں نہ پینے کے لئے پانی تھا اور نہ کھانے کے لئے کوئی چیز...... یوں لگتا تھا جیسے یہاں زندگی کا تصور ہی نہ ہو۔ جزیرہ، ویران اور بے آب و گیاہ تھا۔ بس! چاروں طرف بدصورت اور خشک چٹانیں بکھری ہوئی تھیں......

"سر......!" ایڈن نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں......!" میں نے رُک کر اُس کی طرف دیکھا۔ اُس کی حالت بہتر نہیں تھی۔

"یوں لگتا ہے جیسے یہاں کیڑے مکوڑے بھی نہیں ہیں۔"

"اوہ...... وہ ایڈن......" میری نگاہ ایک گڑھے پر پڑی، جس میں پانی چمک رہا تھا اور ہم دوڑتے ہوئے اُس کے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن یہ بارش کا پانی تھا...... اور اُس سے اس قدر تعفن اُٹھ رہا تھا کہ قریب کھڑا بھی نہ ہوا جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس میں ریت کی آمیزش بھی تھی۔ گڑھے کے بائیں جانب ہمیں ایک غار سا نظر آیا اور ہم اُس کی طرف بڑھ گئے۔

چھوٹا سا غار تھا جو ایک کھوکھلی چٹان میں تھا۔ ہم نے اندر جا کر اُسے دیکھا۔ "سردی سے بچاؤ کے لئے یہ مناسب جگہ ہے۔ آؤ! اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع دیں۔" میں نے کہا اور ہم وہاں سے پلٹ پڑے۔ جزیرہ مل جانے کی جو خوشی ہوئی تھی، وہ اب کافور ہو چکی تھی۔

☆......☆......☆

فلیکس اور اُس کے ساتھی، اپنے کام سے فارغ ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے چاقو کی مدد سے چپو کے تین ٹکڑے کئے تھے اور پھر مضبوطی سے اُن میں چاقو کس دیئے تھے۔ اب اس طرح میرے پاس تین مضبوط بھالے موجود تھے۔

اُن تینوں نے مسرت آمیز نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ لیکن ہمارے پاس اُن کے لئے کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔ میں نے اُنہیں بتایا کہ رات گزارنے اور سردی سے بچنے کے لئے ایک چھوٹا سا غار تو مل گیا ہے لیکن یہ جزیرہ بے آب و گیاہ ہے۔ اور سیاہ چٹانوں کے علاوہ یہاں کچھ نہیں ہے۔

''اوہ......''، فلیکس کے ہونٹ، مایوسی سے سکڑ گئے۔ دیر تک وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا، پھر بولا۔ ''یہ صورت حال تو کافی خطرناک ثابت ہو گی کین!''

''صورتِ حال تو ساری ہی خطرناک ہے...... لیکن تم کس طرف اِشارہ کر رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''سمندری سفر میں تو ہم نے غذا کا حل دریافت کر لیا تھا۔ یعنی شارک مچھلیاں...... گو، اُن کا شکار خاصا مشکل تھا۔ لیکن اس کے باوجود، جان کی بازی لگا کر ہم شکار حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن یہاں کیا کریں گے؟''

''یہاں طوفانی موجوں میں مچھلیاں تلاش کرنا ناممکن ہے۔ لیکن میں نے ابھی جزیرے کا ابتدائی حصہ دیکھا ہے۔ ممکن ہے، اس کے عقب میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہوں۔''

''کم از کم آج تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ چلو! اپنی پناہ گاہ کی طرف چلیں۔ ان لہروں کو دیکھ کر تو یہ احساس ہوتا ہے کہ کسی وقت پورے جزیرے کو گھیر لیں گی۔''، فلیکس نے کہا اور پھر سب اُٹھ گئے۔

فلیکس اور دوسرے ساتھی مایوس نگاہوں سے جزیرے کے خوفناک ماحول کو دیکھ رہے تھے۔ یہ ماحول بے حد بھیانک تھا۔ لیکن ہم پر جو چیز اثر انداز ہو رہی تھی، وہ اُس کی ہیبت

نہیں تھی۔ بلکہ یہ احساس تھا کہ یہاں اِس بے بسی کے عالم میں زندگی گزارنے کے وسائل کہاں سے مہیا ہوں گے؟ نہ تو یہاں پانی ہے اور نہ شکار۔

''یہاں تو حشرات الارض بھی نظر نہیں آتے۔''، فلیکس غار کی دیواروں کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''ہاں...... زمین پر ایک چیونٹی بھی نظر نہیں آتی۔'' میں نے کہا۔

''حیرت کی بات ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی خاص وجہ سے یہاں زندگی کا وجود ختم ہو گیا یہاں تک کہ گھاس وغیرہ بھی نہیں ہے۔''، فلیکس نے کہا۔

''وہ وجہ کیا ہو سکتی ہے؟''

''خدا ہی بہتر جانے......''، فلیکس نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھنے لگا۔

بہر حال! غار میں جگہ بنا لی گئی۔ اتنی زبردست سردی میں یہ جگہ غنیمت تھی۔ جوں جوں سورج غروب ہو رہا تھا، سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سمندر کی جانب سے آنے والی سرد ہوائیں ہمارے جسموں میں بھالوں کی مانند پیوست ہو رہی تھیں۔ ہم غار میں سمٹ گئے۔ پھر رات ہو گئی......

سب خاموش تھے۔ نہ جانے اُونگھنے لگے تھے یا پھر مستقبل کے خیال نے اُن کی زبانیں بند کر دی تھیں؟ گہری تاریکی نے جزیرے کو کسی اژدھے کی مانند نگل لیا تھا۔ اور اب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

جب کافی دیر اسی طرح گزر گئی تو میں نے فلیکس کو پکارا۔ ''غالباً تم بھی سو گئے ہو؟''

فلیکس عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

''کیوں...... ہنسنے کی کیا بات ہے؟''

''کیا تمہارے خیال میں دوسرے لوگ سو رہے ہیں؟'' اُس نے کہا۔

''خاموشی تو ایسی ہی ہے۔''

''کیوں دوستو! کیا تم سو رہے ہو؟''، فلیکس نے بلند آواز سے پوچھا۔

''نہیں مسٹر فلیکس......'' پال کی کپکپاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''پھر اس قدر خاموشی کیوں ہے؟''

''کیا کریں جناب! ماحول اور احساسات نے ہماری زبان بند کر دی ہے۔ اس وقت تو

ہم کسی موہوم سہارے کے بارے میں بھی گفتگو نہیں کر سکتے۔ اس وقت کوئی کسی کو سہارا یا تسلی دے سکتا ہے، اور آنے والے وقت کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہے؟"

"ہاں...... اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جزیرے کا جو رُخ ہمارے سامنے ہے، اُسے دیکھتے ہوئے کوئی اُمید افزا بات کہنا حماقت ہے۔ لیکن پھر بھی ممکن ہے، کوئی بہتر صورت نکل آئے۔"

"جزیرے کے بارے میں کوئی اندازہ ہے کین...... کتنا رقبہ ہوگا اس کا؟" فلیکس نے پوچھا۔

"زیادہ بڑا نہیں ہے۔ یہ صرف میرا اندازہ ہے۔ ممکن ہے، غلط ہو۔ بہرحال! کل صبح ہم اسے دیکھنا شروع کریں گے۔"

ہم لوگ صرف اس لئے گفتگو کر رہے تھے کہ زندگی کا احساس جاگتا رہے۔ ورنہ آواز کی کپکپاہٹ، روکے نہ رُک رہی تھی۔ اور اسی عالم میں سوتے جاگتے صبح ہو گئی۔ ویران صبح میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔ سورج کی کوئی کرن ہمارے لئے زندگی کا پیغام لے کر نہیں آئی تھی۔ ہمیں اپنا انجام معلوم تھا......

بہرحال! ایک موہوم سی اُمید باقی تھی۔ چنانچہ ہم سب زندگی کی تلاش میں چل پڑے۔ جزیرے کے ساحل پر اُونچی اُونچی موجیں چٹانوں سے سر ٹکرا رہی تھیں اور سفید سفید جھاگ فضا میں دُور دُور تک پھیل رہا تھا۔

"کاش! سمندر یہاں اتنا طوفانی نہ ہوتا۔" فلیکس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ میرے ساتھ ہی چل رہا تھا۔

"کیا مطلب...... تم یہ کس خیال کے تحت کہہ رہے ہو؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"اگر یہاں سمندر اتنا طوفانی نہ ہوتا تو ہم اس حصے میں بھی مچھلیاں پکڑ سکتے تھے۔ لیکن اس شدید طوفان میں مچھلیوں کا حصول ناممکن ہے۔"

"ہاں...... یہ تو حقیقت ہے۔ لیکن بہرصورت فلیکس! ابھی نا اُمید ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم جزیرے کا چپہ چپہ چھان ماریں گے۔ اس کے ایک ایک گوشے کو دیکھ ڈالیں گے۔ ممکن ہے یہاں زندگی کے لئے کوئی سہارا مل جائے۔" میں نے کہا اور فلیکس عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا۔ "میں جانتا ہوں فلیکس! تم کیوں ہنس رہے ہو؟"

"تم نہیں جانتے میرے دوست...... تم نہیں جانتے۔" فلیکس نے پورے وثوق سے کہا۔

"بہرصورت! میری سوچ بھی بے جا نہیں ہے۔ کاش! میں تنہا ان حالات سے دوچار ہوا ہوتا، تو یقین کرو! مجھے ذرہ برابر افسوس نہ ہوتا۔ لیکن اب میں بھی پریشانی کا شکار ہوں۔"

"میں نے کہا نا، کین! کہ میں تمہیں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم سوچ رہے ہو گے کہ فلیکس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالا ہے۔ اگر وہ ان جھگڑوں میں نہ پڑتا اور تمہاری تلاش میں نہ نکلتا تو یقینی طور پر اس آفت کا شکار نہ ہوتا۔ کیوں...... سچ بتاؤ! کیا یہ خیال تمہارے ذہن میں نہیں ہے؟" فلیکس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہی تو تمہاری بھول ہے کین! جب ہم، رُوسیوں کی قید میں تھے اور تم نے مجھے ایسی زندگی بخشی تھی، جو میرے لئے ناممکن تھی تو کیا میرے ذہن میں یہ خیال نہ آیا ہوگا؟ اس وقت تو ہمارے درمیان کوئی ذہنی تعلق بھی نہیں تھا۔ ایک دوسرے سے تقریباً اجنبی تھے اور مجھے اس بات کا یقین بھی ہو گیا تھا کہ میرا وہ راز، جو میری امانت ہے، تمہارے لئے غیر دلچسپ ہے۔ اس راز کو حاصل کرنے اور اُس سے فائدہ اُٹھانے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ تم مجھے ٹھکانے لگا دیتے اور اس کے بعد تم اطمینان سے اپنی زندگی کی راہیں تلاش کر سکتے تھے۔ لیکن وہ کون شخص تھا، جس نے ایک معذور انسان کو شانوں پر لاد کر برف کی خوفناک مہم سر کی تھی؟ بتاؤ کین! کیا وہ جذبہ کسی دوسرے سینے میں پرورش نہیں پا سکتا؟"

"کیوں نہیں...... کیوں نہیں؟ مجھے اس بات سے اختلاف نہیں ہے۔ لیکن تم ان بے چاروں کو دیکھو! جو ہماری وجہ سے زندگی کے بوجھ کو گھسیٹ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ فوجی ہیں مسٹر کین! جنگ کرنے کے لئے نکلے تھے۔ کین انہیں یقین ہوگا کہ وہ انتہائی اعتماد کے ساتھ جنگ جیت کر واپس آ جائیں گے؟ کیا کسی محاذ پر دشمن کی کوئی گولی انہیں چاٹ نہیں سکتی تھی؟ موت تو ہر شکل میں ہر جگہ آ سکتی ہے۔ اس سے مفر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ میرے خیال میں ان لوگوں کو بھی ثابت قدم رہنا چاہئے۔ ویسے کیا خیال ہے، ہم ان سے سوالات کریں؟" فلیکس نے پوچھا۔

"کیا سوال کرو گے ان بے چاروں سے؟ ہماری وجہ سے یہ اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔"

"مسٹر ایڈن......!" فلیکس نے ایڈن کو آواز دی اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ لوگ

رُک گئے۔ وہ ہم سے چند گز آگے چل رہے تھے۔ ایڈن سوالیہ نگاہوں سے ہماری جانب دیکھنے لگا۔ چند قدم چل کر ہم اُن کے نزدیک پہنچ گئے۔ تب فلیکس نے مسکراتے ہوئے اُس سے سوال کیا۔

''تم لوگ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو مسٹر ایڈن؟ میں جاننا چاہتا ہوں، اس وقت تمہارے کیا احساسات ہیں؟''

''کیا یہ احساسات، آپ مہذب دنیا میں نشر کریں گے مسٹر فلیکس؟'' ایڈن نے کسی قدر سرد لہجے میں پوچھا۔ جس کا مطلب تھا کہ اُس کا مزاج کسی قدر درست نہیں ہے۔ فلیکس نے اُس کی سرد مہری کو محسوس کیا۔ لیکن اُس کی پیشانی پر کوئی لکیر نمودار نہیں ہوئی۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ بات نہیں ہے مسٹر ایڈن! دراصل، ہم جاننا چاہتے ہیں کہ کیا آپ کے ذہنوں میں یہ خیال ہے کہ یہ ساری مصیبت، جو آپڑی ہے، ہماری وجہ سے ہے؟''

''نہیں...... اگر مسٹر ایڈن کا یہ خیال بھی ہو تو ایسا کوئی خیال ہم دونوں کے جذبات کی نشاندہی تو نہیں کر سکتا۔'' پال نے آگے بڑھ کر کہا۔

''میں بھی مسٹر پال سے متفق ہوں۔'' جوگنر بولا۔ ''مسٹر فلیکس کے لئے اگر اس سے زیادہ تکالیف بھی اُٹھانی پڑیں تو ہم ہنس کر اُٹھائیں گے۔ یہ جس قدر نیک نفس اور شریف الطبع انسان ہیں، میں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔''

''اوہ...... دوستو! تمہارا شکریہ۔ بلاوجہ مجھے اتنی اہمیت دے رہے ہو۔ دراصل میں اور کین گفتگو کر رہے تھے۔ مسٹر کین کا خیال تھا کہ آپ لوگ بد دِل ہو چکے ہیں۔''

''میں اِس بات سے انکار کرتا ہوں۔'' پال نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنا فرض ادا کرتے ہوئے یہاں تک جن حالات میں پہنچے ہیں، وہ کسی دوسری مہم میں بھی پیش آسکتے تھے۔ ہم فوجی ہیں اور ایسے واقعات، فوجی زندگی کا ایک جزو ہوتے ہیں۔ اس کی ذمہ داری کسی ایک شخص پر ڈالنا میرے خیال میں نہایت احمقانہ بات ہوگی۔'' پال نے کہا۔ جوگنر نے اس کی تائید کی تھی۔ لیکن ایڈن، خشک سے انداز میں آگے بڑھ گیا تھا۔ گویا اُسے ہم سے کسی قدر اختلاف تھا۔

مجھے اور فلیکس کو نہایت ہوشیاری سے کام لے کر اُس نازک صورتِ حال کو سنبھالنا تھا۔ ہم آگے بڑھتے گئے۔ چاروں طرف گرم ریت اور ننگی چٹانوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جوں جوں سورج بلند ہو رہا تھا، ریت تپتی جا رہی تھی، اور جھونکوں کی صورت میں اُڑ رہی تھی۔ یہ گرم

ریت، ہمارے چہرے، آنکھوں اور جسم کے دوسرے کھلے حصوں پر پڑتی تو خاصی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم سب گرمی کی اس شدت سے گھبرا گئے اور کوئی ایسی سایہ دار جگہ تلاش کرنے لگے جہاں یہ وقت گزارا جا سکے......

چٹانوں کی کمی نہیں تھی۔ چھوٹی بڑی بلند و بالا...... کہیں کہیں اُنہوں نے جھک کر سائبان کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ایسی ہی ایک بڑی چٹان تلاش کر کے ہم لوگ ہانپتے ہوئے اُس کے نیچے پہنچ گئے۔ دُھوپ سے نجات مل گئی تھی، اس لئے ہمیں یہ جگہ قدرے ٹھنڈی محسوس ہوئی۔ لیکن ریت بدستور اُڑ رہی تھی اور ہمارے حلیے بدلتے جا رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں ایڈن کی ہمت جواب دے گئی۔ اُس نے خونخوار نگاہوں سے ہم چاروں کو گھورا اور بولا۔ ''میں اس خوفناک ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں سمندر کی جانب واپس جا رہا ہوں۔''

''اوہ...... ایڈن! وہاں جا کر کیا کرو گے؟'' میں نے سوال کیا۔

''جو دل چاہے گا، کروں گا...... چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر جان دے دُوں گا۔ لیکن یہ ریت...... خدا کی پناہ!'' اُس نے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے کہا، جو گہری سرخ ہو گئی تھیں۔

''میرا خیال ہے کین! ہمیں مزید نہیں چلنا چاہئے۔ مسٹر ایڈن شاید بہت تھک گئے ہیں۔'' فلیکس نے نرم لہجے میں کہا۔

''ہاں...... اس وقت تک انتظار کیا جا سکتا ہے، جب تک ہم لوگوں کی تھکن دُور نہیں ہو جاتی۔ سورج ابھی تو بہت نیچے ہے۔ اگر ہم نے زیادہ وقت یہیں گزار دیا تو پھر خود کو بے مصرف محسوس کریں گے۔ زندگی کی تلاش میں پھرنا، ایک جگہ رُکے رہنے سے کہیں بہتر ہے۔'' میں نے کہا اور ایڈن مجھے گھورنے لگا۔

''مجھے نہیں چاہئے زندگی...... میں نہیں تلاش کرنا چاہتا زندگی کو۔ تم لوگ مجھے یہاں چھوڑ دو اور خود جزیرے کے آخری سرے تک چلے جاؤ!''

''ہم، تمہیں یہاں چھوڑ دیں گے مسٹر ایڈن! لیکن ایک شرط پر۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیسی شرط پر......؟ میں کوئی شرط ماننے کو تیار نہیں ہوں۔''

''مسٹر ایڈن...... ویسے تو جو آپ کے جی میں آئے، کریں۔ ہم آپ کو، آپ کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتے۔ لیکن اس شرط میں ہی آپ کا فائدہ ہیں۔''

''وہ کیا......؟''

''آپ یہیں رُک کر ہمارا انتظار کریں۔ ہم اپنی دانست میں جہاں تک جا سکتے ہیں، جائیں گے۔ اور پھر واپس اسی جگہ آ جائیں گے۔ اگر کوئی مناسب صورتِ حال سامنے آئی تو آپ کو اس کی اطلاع دے دی جائے گی۔ ورنہ......'' میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے...... تم جاؤ! میں یہیں رہوں گا۔'' ایڈن نے کہا اور میں نے پال اور جوگنر کی طرف دیکھا۔ دونوں کے چہروں پر تاسف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ اپنے طور پر ایڈن کو سمجھانے لگے۔ اور نجانے اُنہوں نے کیا گفتگو کی کہ ایڈن ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا......

میری یہ خواہش تھی کہ اگر ہمیں سمندر کے راستے پر واپس جانا ہی ہے تو کیوں نہ کوئی دوسرا رُخ اختیار کیا جائے؟ ممکن ہے، ہم کوئی بہتر جگہ ہی تلاش کر سکیں۔ چنانچہ اس بار جب ہم نے سفر اختیار کیا تو ہماری رفتار خاصی تیز تھی۔ لیکن ہر طرف وہی کچھ تھا۔ بے آب و گیارہ بنجر زمین اور سیاہ چٹانیں...... بدن جل رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جسم میں آگ لگ جائے گی۔ رات بھر سخت سردی کا شکار رہے تھے۔ موسم کی یہ تبدیلی کسی شدید بیماری کا باعث بھی بن سکتی تھی۔ لیکن مجبوری...... چلتے رہے...... چلتے رہے...... ظاہر ہے، اس کے علاوہ کیا کرتے' یہاں تک کہ سورج، سروں پر سے گزر گیا اور شام جھکنے لگی۔

شام کا احساس بہت سے خوفناک خیالات کو جنم دے رہا تھا۔ تھکن بری طرح سوار تھی۔ اُوپر سے بھوک اور پیاس...... فلیکس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔ ''میرا خیال ہے کین! اب ہمیں بائیں سمت مُڑ جانا چاہئے۔ ان چٹانوں اور ریت میں تو کچھ تلاش کرنے سے رہے۔ کیوں نہ سمندر کا کنارہ ہی پکڑا جائے؟''

''جیسا تم مناسب سمجھو فلیکس! لیکن میرے ذہن میں کچھ اور تھا۔''

''وہ کیا......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''میرا مطلب ہے کہ سمندر کے کنارے کنارے چلنے والی ہوائیں، زیادہ سرد ہوں گی۔ تم محسوس کر رہے ہو گے کہ جونہی سورج جھکا ہے، ہواؤں میں خنکی پیدا ہو گئی ہے۔ دن بھر کی سخت گرمی اور اس کے بعد سخت سردی، ہمارے جسموں کے لئے سود مند ثابت نہیں ہو سکتی۔ اِس بات کا تمہیں یقینی طور پر احساس ہو گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اُس حصے کی طرف چٹانیں نہ ہوں اور ہمیں مچھلیاں مل سکیں؟''

''ہاں...... یہ بات تو ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا۔

''تب پھر آؤ...... کوشش کرتے ہیں۔'' اُس نے کہا اور ہم نے اپنا رُخ بدل لیا اور ساحل کی طرف ہو لئے۔ وہ تینوں بھی ہماری تقلید میں پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ ایڈن کو نہ جانے کیا ہوا تھا کہ اُس نے اختلاف چھوڑ دیا تھا۔ اُس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اُس پر مایوسی کا شدید غلبہ ہے۔ بہرصورت! ہم کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔

پھر جب اُن اُونچی اُونچی چٹانوں کا سلسلہ شروع ہوا اور تھوڑی سی ڈھلان محسوس ہوئی تو دُور ہی سے ہمیں سمندر کا کنارہ نظر آ گیا...... لیکن اُس طرف بھی وہی سیاہ اور خوفناک چٹانیں سر اُٹھائے کھڑی تھیں اور سمندر کا پانی اُن سے پُر شور آواز میں ٹکرا رہا تھا۔

گویا اس طرف بھی مچھلیوں کی موجودگی کا امکان ختم ہو گیا تھا۔ لیکن ایک بڑی چٹان کی آڑ میں ایک عجیب سی چیز دیکھ کر فلیکس چونک پڑا۔ ابھی اتنی روشنی باقی تھی کہ اُس کی تیز نگاہوں نے اُس شے کو دیکھ لیا تھا۔

''کین......!'' اُس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے......؟''

''وہ...... وہ دیکھو! کیا وہ بھی کسی سیاہ پتھر کا ٹکڑا ہے؟''

''کہاں......؟'

''وہ...... اُس سیاہ چٹان کی آڑ میں۔'' فلیکس نے اِشارہ کیا اور میں غور سے اُس طرف دیکھنے لگا۔

''آؤ...... دیکھ کر آتے ہیں۔'' میں نے فلیکس سے کہا اور اُن تینوں کو رُکنے کا اِشارہ کرتا ہوا فلیکس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

چٹان کے نزدیک پہنچ کر ہم نے اُس شے کو دیکھا اور ہماری آنکھوں میں عجیب سے تاثرات لہرا گئے...... یہ ایک سمندری گھوڑا تھا جو غالباً کسی چٹان سے ٹکرا کر مر گیا تھا۔ اُس کا بھیجا پاش پاش ہو گیا تھا اور گلے ہوئے جسم سے تعفن اُٹھ رہا تھا۔ فلیکس کھوئے ہوئے انداز میں خاموش کھڑا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو فلیکس......؟'' میں نے پوچھا۔

''کین! کیا اس بات سے ہم کوئی اُمید کر سکتے ہیں؟''

''مشکل ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ممکن ہے، یہ سمندر میں اس طرف آ

نکلا ہو اور کسی چٹان سے ٹکرا کر مر گیا ہو۔''

''ہاں...... ممکن ہے۔'' فلیکس نے مایوسی سے کہا اور پھر ہم واپس اُسی جگہ پر آ گئے، جہاں وہ تینوں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اب تو اُن تینوں کی حالت خاصی خراب ہو گئی تھی۔ پال اور جوگنر کے چہروں پر بھی مُردنی چھانے لگی تھی۔ ایک چٹان کی آڑ میں ہم نے رات بسر کی۔ اُس جگہ تو کوئی پناہ گاہ بھی تلاش نہیں کی جا سکتی تھی۔

رات انتہائی تاریک تھی۔ سامنے ہی سفید سفید جھاگ اُڑاتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا۔ تند موجوں کا شور، رات بھر کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اُترتا رہا۔ نیند کی یہ کیفیت تھی کہ آتی تھی اور ہم بیدار ہو جاتے تھے۔ رات کے آخری پہر ایڈن کراہنے لگا...... ہم سب ہی اُٹھ بیٹھے۔

''کیا بات ہے ایڈن......؟''

''میرے سینے میں سخت درد ہو رہا ہے۔'' اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ میں نے اُسے چھو کر دیکھا۔ ایڈن کو سخت بخار تھا۔ میں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُس کے جسم پر ڈال دیا۔ میرا اُوپری جسم برہنہ ہو گیا تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہو؟'' فلیکس نے پریشان لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے فلیکس!'' میں نے کہا۔ میں اتنی قوتِ برداشت رکھتا ہوں کہ یہ سردی بے اثر رہے گی۔'' میں نے کہا۔

''نہیں، مسٹر کین! یہ مناسب نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم اِسے گھیر کر بیٹھ جائیں۔ ممکن ہے صبح تک اس کی حالت بہتر ہو جائے۔'' پال نے کہا۔

''نہیں پال! سب ٹھیک ہے۔'' میں نے اُن سب کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور ایڈن کو کوٹ میں اچھی طرح لپیٹ دیا۔

ایڈن، صبح تک کراہتا رہا۔ اور پھر جب روشنی نمودار ہوئی تو اُس کے درد میں کسی قدر افاقہ محسوس ہوا۔ سب سے تکلیف دہ کیفیت بھوک کی تھی۔

یہ پورا دن ہم نے وہیں گزارا۔ دُھوپ سے بچاؤ کے لئے ایک سایہ دار چٹان تلاش کر لی گئی تھی۔ اب مایوسی کا وہ لمحہ شروع ہونے والا تھا جب نگاہوں اور دماغ میں کچھ نہیں رہتا۔ صرف زندگی کا ایک تار ہوتا ہے جسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا...... لیکن میں اتنی آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔ زندگی نے جب ختم ہی ہونا تھا تو جدوجہد کرتے ہوئے

کیوں نہ ختم ہو؟ میں سوچ رہا تھا اور اپنی اس سوچ میں بالآخر میں نے فلیکس کو بھی شامل کر لیا۔

میں، اُسے وہاں سے تھوڑے فاصلے پر لے گیا اور اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''فلیکس! ایک وعدہ کرو۔ میں اگر کوئی اقدام کروں گا تو تم اس میں میرے ساتھ شریک ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔''

''کیا کرنا چاہتے ہو......؟'' فلیکس نے بھڑک کر پوچھا۔

''میں ان چٹانوں کے درمیان مچھلیاں تلاش کروں گا۔ ممکن ہے، سمندر میں بہہ کر آنے والی مچھلیاں یہاں آ کر مر جاتی ہوں۔ اگر زندہ مچھلیاں، ہمارے سامنے چٹانوں سے ٹکرا کر دم توڑتی ہوئی نظر آئیں تو کیوں نہ اُن پر قابو پانے کی کوشش کریں؟''

''آہ...... تو کیا اس کام میں، میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں فلیکس! اگر تم نے ضد کرنے کی کوشش کی تو یقین کرو! میں سمندر سے واپس نہیں آؤں گا۔''

''ارے نہیں...... میں ضد نہیں کروں گا۔ لیکن ان چٹانوں میں جانا کتنا خطرناک ہے؟ اس کا اندازہ تمہیں خود بھی ہوگا۔''

''ہاں...... میں یہ خطرناک قدم اُٹھانا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ میں زندگی کا خواہاں ہوں۔ میں، ان لوگوں کے لئے زندگی تلاش کر کے دم لوں گا۔ ہمیں وہ سب کچھ کرنا چاہئے فلیکس! جو ہمارے لئے زندگی فراہم کر سکے۔''

''اچھا...... تو پھر ایک کام کرو۔'' فلیکس نے کہا۔

''وہ کیا......؟''

''آج اور انتظار کر لو۔ کل صبح کو ہم اس کام کا آغاز کریں گے۔''

''کیوں......؟ کل تک انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''بس...... نہ جانے کیوں......؟ میرا دل کہتا ہے کہ تم وہاں نہ جاؤ!''

''ہوں...... رات کی تاریکی میں تم کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرو گے؟'' میں نے مسکرا کر فلیکس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں میرے دوست! میں ایک معذور انسان ہوں۔ میں کیا گڑبڑ کروں گا؟ یہ ٹھیک ہے کہ میں اپنی قوتِ ارادی اور مشق کی بناء پر خود کو معذور انسان ظاہر نہیں کرتا، لیکن اس کے

باوجود میں سب کچھ اتنی دلیری سے نہیں سوچ سکتا۔''

''لیکن یہ کل کی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''بس! میرا دل کہہ رہا ہے کہ آج کچھ نہ کرو۔''

میں نے فلیکس کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ خاصا معقول آدمی تھا۔ لیکن اس وقت دل کی باتوں پر عمل کرنے لگا تھا۔ لیکن اگر وہ کہہ رہا ہے تو پھر کیا حرج ہے؟ ایک دن اور سہی۔

سورج کی تپش، بھوک اور پیاس سے ہمکنار دن ڈھلنے لگا تو کچھ جان میں جان آئی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد خنک ہوائیں ہمارا استقبال کرنے کو تیار ہوگئیں......

ایڈن، سورج کی تپش کے باعث سنبھل گیا تھا۔ اُس کا بخار بھی اُتر گیا تھا۔ لیکن جونہی سرد ہوائیں چلنا شروع ہوئیں، اُس پر پھر خوف طاری ہوگیا۔

''اب کیا ہوگا......؟'' اُس نے سراسیمہ لہجے میں پوچھا۔

''ہمت کرو......حوصلہ رکھو ایڈن! کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔''

''کاش! مجھے کھانے کو کچھ مل جاتا تو میری قوتِ مدافعت اتنی کمزور نہ ہوتی۔'' اُس نے غمناک لہجے میں کہا اور فلیکس، چپو کے بنائے ہوئے نیزے سے چاقو کھولنے لگا۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک خدشے نے سر اُبھارا اور میں نے فلیکس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''کیوں کھول رہے ہو اسے فلیکس......؟''

''میں اسے کھانے کو کچھ دُوں گا۔'' فلیکس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

''کیا دو گے......؟''

''اپنے جسم کے گوشت کا کوئی ٹکڑا......'' اُس نے کہا اور تمام نگاہیں اُس کی جانب اُٹھ گئیں۔ ایڈن بھی چونک کر فلیکس کی جانب دیکھنے لگا پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''نہیں مسٹر فلیکس! مجھے کھانے کے لئے کچھ نہیں چاہئے۔ آپ جیسے دوستوں کے ساتھ تو موت بھی بڑی دلکش ہوتی ہے۔ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں؟ خواہ مخواہ آپ لوگوں کو پریشان کر رہا ہوں۔ خدا کی قسم! آپ کی اس بات نے مجھے ایک نیا حوصلہ بخشا ہے۔ آپ یقین کریں مسٹر فلیکس! اب آپ میری زبان سے ایسی کوئی بات نہیں سنیں گے، جو آپ کو ناگوار گزرے۔''

''مجھے، تمہاری بات ناگوار نہیں گزری۔ میں تم لوگوں کی زندگی کی خاطر، اپنی جان قربان کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔'' فلیکس نے کہا اور ایڈن پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

''نہیں مسٹر فلیکس......نہیں! اب آپ کو ہم لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ ہمیں، آپ کی زندگی درکار ہے، آپ کی قربانی نہیں۔''

کافی جذباتی منظر ہوگیا تھا۔ میں خاموشی سے چٹان سے ٹیک لگائے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ اُس رات، ہم میں سے کوئی بھی نہ سو سکا۔ سب کی بری حالت تھی۔ گزشتہ چند راتیں بھی ہم سکون سے نہیں سوئے تھے۔ لیکن آج تو نیند، آنکھوں سے بالکل دُور تھی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا، جب جزیرے پر اچانک کچھ عجیب سی آوازیں اُبھریں۔ ایک عجیب سا شور، ہمارے کانوں میں پڑا اور ہم چونک کر اُٹھ بیٹھے...... یہ سمندر کی لہروں کا شور بھی نہیں تھا...... یوں لگتا تھا، جیسے بہت سارے کتے ایک ساتھ مل کر بھونک رہے ہوں......اور اُن کے ساتھ بے شمار گیدڑ بھی رو رہے ہوں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ سب کیا ہے؟

تھوڑی دیر بعد میں نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا......سمندر کے کنارے ایک لمبی سی سیاہ لہر متحرک تھی۔ اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ اور یہ سب آوازیں اُسی لکیر سے بلند ہو رہی تھیں۔

میرا اشتیاق دیکھ کر فلیکس اور اُس کے ساتھی بھی کھڑے ہوگئے۔ اور چند ہی ساعت کے بعد ہمیں اندازہ ہوگیا کہ یہ لہر نہیں، بلکہ کوئی اور ہی چیز ہے۔

''کین...... جانتے ہو، یہ کیا ہے؟'' فلیکس میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

''کیا ہے......؟'' میں نے پوچھا۔

''سمندری گھوڑے...... یقیناً سمندری گھوڑے ہیں۔''

''اوہ......'' میں آہستہ سے بولا۔ فلیکس کی اس بات نے میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس پیدا کر دیا تھا۔ ''لیکن یہ گھوڑے، فلیکس! کیا رات کی تاریکی ہی میں غائب نہیں ہو جائیں گے؟''

''سو فیصد امکان اسی بات کا ہے۔''

''تو پھر......؟'' میں نے آہستہ سے اُس سے پوچھا۔

"کچھ کرنا ہے کین...... کچھ کرنا ہے۔" فلیکس مضطربانہ انداز میں بولا۔ اور پھر اُس نے پلٹ کر وہ چپو اُٹھا لیا جسے ہم نے بھالے کی شکل میں ڈھال لیا تھا۔ میں فلیکس کا مقصد کسی حد تک سمجھ گیا تھا۔ تب میں نے اُن تینوں کو مخاطب کیا۔

"دیکھو! تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہمارے اس کام میں رُکاوٹ ہو گی، جو ہم سرانجام دینے جا رہے ہیں۔"

پال نے میری طرف دیکھ کر تعجب سے کہا۔ "لیکن مسٹر کین! آپ کیا کرنے جا رہے ہیں؟"

میں نے پال کو کوئی جواب نہیں دیا۔

میں اور فلیکس زمین پر رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ہماری کوشش یہ تھی کہ یہ خطرناک جانور ہماری موجودگی سے ہوشیار ہو کر سمندر کی جانب نہ لوٹ جائیں۔

"فلیکس......!" میں نے آہستہ سے اُسے مخاطب کیا۔

"ہاں، کین......؟"

"دیکھو! کسی ایک پر اکتفا کرنے کی کوشش مت کرنا۔ جس قدر قتل عام کر سکتے ہو، کرنا۔ ہمیں کسی قسم کے خوف کو محسوس نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں سمجھتا ہوں...... تم یقین کرو کہ فلیکس بزدل نہیں ہے۔"

"مجھے یقین ہے۔" میں نے کہا۔

ہم دونوں رینگتے ہوئے، گھوڑوں کے اُس عظیم لشکر کے قریب پہنچ گئے۔ پھر ہم نے انتہائی چابکدستی سے اُن پر حملہ کر دیا۔ ہمارے خوفناک بھالے اُن کے جسموں میں پیوست ہو گئے اور مرنے والے پہلے دو جانور انتہائی خوفناک آواز میں چیخے۔

ہم نے برق رفتاری سے بھالوں کو اُن کے جسموں سے کھینچا اور اُن کے نزدیک حیران کھڑے ہوئے دوسرے جانوروں پر حملہ کر دیا۔ ہم انتہائی چابکدستی سے بھالے اُن کے جسموں میں پیوست کر رہے تھے۔ اور اُن میں کئی جانوروں کو زخموں سے اتنا چور کر دیا تھا کہ وہ، واپس سمندر میں نہیں جا سکتے تھے۔

معصوم جانور ہمارے ظلم کا شکار ہو کر گر رہے تھے۔ اور واقعی ہم نے قتل عام شروع کر دیا تھا۔ پھر شاید کسی جانور کو احساس ہو گیا کہ کوئی خطرہ اُن کے درمیان موجود ہے۔ اُس نے رُک کر اپنے گرے ہوئے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر بھیانک آواز میں چیختا ہوا رُخ

بدلنے لگا۔

اُس کا رُخ بدلا تو سب نے اپنے اپنے رُخ بدل لئے اور سمندر کی جانب بھاگے۔ چند ساعت بعد ہی وہ سمندر کی موجوں میں گم ہو چکے تھے۔ لیکن بے شمار سیاہ جانور ریت ہی پر پڑے رہ گئے تھے۔ اُن کے جسم، ریت پر تڑپ رہے تھے۔

ہم آسودہ نگاہوں سے تڑپتے ہوئے جانوروں کو دیکھ رہے تھے جو آہستہ آہستہ سرد ہوتے جا رہے تھے۔ پھر ہم، اُن کے نزدیک پہنچ گئے۔ بھلا انتظار کی تاب، کس میں تھی؟ چنانچہ ہم نے برق رفتاری سے وہ بھالے کھولنے شروع کر دیئے۔ اب ہمیں چاقوؤں کی ضرورت تھی۔

"کیا خیال ہے کین...... میں گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اُن تینوں تک پہنچا دوں؟ اُن کی حالت بہت خراب ہے۔"

"ٹھیک ہے میرے دوست! میرا خیال ہے کہ ان کی بھوک اس قدر شدید ہے کہ وہ کچا گوشت کھانے میں کوئی خاص دقت محسوس نہیں کریں گے۔"

"ہاں...... حالات ایسے ہی ہیں۔" فلیکس نے کہا اور اپنے تیز دھار والے چاقو کو سمندری گھوڑے کے مضبوط جسم پر آزمانے لگا۔ اُس نے تین چار پونڈ کا ایک ٹکڑا اُس جانور کے جسم سے علیحدہ کیا۔ پھر اُس کے تین ٹکڑے کئے اور اُنہیں سنبھالے ہوئے اپنے ساتھیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔

جوگنر، پال اور ایڈن متحیرانہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ "آؤ میرے دوستو! میں تمہارے لئے زندگی کا پیغام لایا ہوں۔" فلیکس کی آواز میں خوشی کا عنصر موجود تھا۔ پھر اُس نے گوشت کے تینوں ٹکڑے اُن کے حوالے کر دیئے۔ اُنہوں نے تعجب سے گوشت کو دیکھا تھا۔

"ارے...... یہ...... یہ تو گوشت ہے۔" جوگنر کا لہجہ انتہائی خوشی سے بھرپور تھا۔

"ہاں...... سمندری گھوڑے، ہمارے لئے زندگی کا پیغام لائے ہیں۔ کھاؤ...... مزے سے کھاؤ۔ بہت گوشت ہے۔" فلیکس نے کہا اور وہ لوگ گوشت پر ٹوٹ پڑے۔

فلیکس میرے پاس واپس پہنچ گیا اور مسکراتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کین! انسانی آبادی سے دُور اس ویران جزیرے پر یہ گوشت ہمارے لئے بہترین نعمت ہے۔" اُس نے جھک کر گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اُسے میرے حوالے کر دیا۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ اُس وقت یہ کچا اور بے مزہ گوشت کس قدر لذیذ معلوم ہوا تھا؟

میں اپنے دوستوں کا حال بھی جانتا تھا۔ ظاہر ہے، مجھ جیسی قوتِ برداشت رکھنے والا شخص بھی بھوک کی اس کیفیت کا شکار تھا کہ کچھ بھی مل جاتا تو اُسے نہ چھوڑتا، تو اُن کی کیا حالت ہوگی؟
بہرصورت! اُس گوشت کو اتنے شوق سے کھایا کہ آج بھی جب اُس کا تصور کرتا ہوں تو خود پر ہنسی آتی ہے۔ اور انسان کی بے ثباتی کا احساس اُجاگر ہو جاتا ہے۔

گوشت کی نمی نے پیاس کی شدت بھی کم کر دی تھی۔ ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ پانی تھا۔ حالانکہ تا حد نگاہ پانی ہی پانی تھا۔ لیکن نمکین پانی کو معدے میں اُتارنا کوئی آسان بات تو نہیں ہے۔ اُسے زبان تک لے جاتے تھے تو حالت بگڑ جاتی تھی۔ البتہ اتنا ضرور کرتے تھے کہ جی کڑا کر کے پانی حلق میں ڈالتے اور کلی کر دیتے۔ زبان کافی دیر تک نمک کی شدت کا شکار رہتی۔ لیکن حلق میں نمی پہنچ جانے کی وجہ سے پیاس کی شدت کم ہو جاتی تھی۔

''کیا خیال ہے کین..... کیا تھوڑا سا گوشت اُنہیں اور دے دُوں؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''دینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے فلیکس! لیکن میرا خیال ہے کہ اتنی طویل بھوک کے بعد اگر اُنہوں نے بہت سارا گوشت ایک ساتھ کھا لیا تو کہیں بیمار نہ ہو جائیں۔

''ٹھیک ہے.....'' فلیکس نے گردن ہلا دی۔ ہم دونوں بھی محتاط ہی رہے تھے۔ اس کے بعد طبیعت پر کچھ ایسی کہولت طاری ہوئی کہ دیر تک ہم ایک دوسرے سے گفتگو بھی نہ کر سکے۔ ہم وہیں بیٹھ گئے۔

''ویسے کین! یوں لگتا ہے جیسے یہ تائیدِ غیبی ہے۔ گھوڑوں کا یہ ریوڑ شاید ہماری زندگی کی حفاظت کے لئے ہی اس طرف نکل آیا تھا۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں..... بعض اوقات جب ہم بہت ساری چیزوں سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ تو پھر کوئی ایسا واقعہ رُونما ہوتا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن وہی واقعہ، ہماری زندگی کے لئے ایک ایسا واقعہ ثابت ہوتا ہے، جسے ہم کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہمیں سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے کین! گو، یہ جزیرہ سمندری راستے سے ہٹ کر ہے۔ اور بظاہر اس کا امکان نہیں ہے کہ اس طرف کوئی جہاز نکل آئے۔ لہٰذا ہمیں یہاں سے نکلنے کے لئے خود ہی جدوجہد کرنی چاہئے۔''

''کیوں نہیں ڈیئر فلیکس؟ ویسے بھی جب تک زندہ ہیں، زندگی کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے۔ ہمیں غذا حاصل ہو گئی ہے، یہ ہماری خوش بختی ہے اور ہمیں اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ ویسے میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے۔''

''وہ کیا.....؟''

''جب میں جزیرے پر پہلی بار کسی مناسب جگہ کی تلاش میں نکلا تھا تو میں نے ایک گڑھے میں پانی دیکھا تھا۔ وہ پانی، سخت بدبودار اور ناقابلِ استعمال تھا، جس میں ریت کی آمیزش تھی۔''

''ٹھیک ہے..... تو پھر.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ جزیرے پر بارش ضرور ہوتی ہوگی۔''

''میرا خیال ذرا مختلف ہے کین!''

''وہ کیوں.....؟''

''اگر جزیرے پر بارش ہوتی تو پھر یہ زمین اس قدر سنگلاخ اور بنجر نہ ہوتی۔ کہیں نہ کہیں چٹانوں میں تو گھاس پھونس وغیرہ ضرور نظر آتی۔'' فلیکس پُرخیال انداز میں بولا۔

''ہاں! بات تعجب خیز ضرور ہے فلیکس! لیکن بعض زمینیں عجیب و غریب خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ کچھ زمینیں ایسی ہوتی ہیں، جن میں نمو کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ زمین بھی ایسی ہی ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو اس گڑھے میں بارش کا پانی موجود نہ ہوتا۔''

''ٹھیک ہے کین! ہم اِس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ لیکن پھر کیا، کیا جائے؟''

''میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے۔'' میں نے کہا۔

''وہ کیا.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''چٹانوں کی بالائی سطح، سخت ہے۔ اگر ہم اِن میں گڑھے بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو گڑھے ہمیں بارش کا پانی فراہم کر سکتے ہیں۔ اور یہ پانی کچھ عرصے تک محفوظ بھی رہ سکتا ہے۔ تو کیوں نہ ہم اس سلسلے میں کام شروع کر دیں؟''

''نہایت مناسب خیال ہے۔ اور میرے خیال کے مطابق ایک بہترین مشغلہ بھی۔'' فلیکس نے کہا۔ ''ہم، کل سے کام شروع کر دیں گے۔''

تھوڑی دیر بعد ہمارے تینوں ساتھی بھی ہمارے پاس پہنچ گئے۔ وہ کافی خوش و خرم نظر آ رہے تھے۔

''اس گوشت نے تو ہم لوگوں میں نئی زندگی پھونک دی ہے۔'' پال نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہمارے نزدیک بیٹھ گیا۔

وہ لوگ تعجب سے اُن سمندری گھوڑوں کو دیکھ رہے تھے جو ہمارے آس پاس مُردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ ''آخر یہ آئے کہاں سے؟'' جوگنر نے سوال کیا۔

''بس! یوں سمجھا جائے، کہ سمندر کی جانب سے یہ ہماری زندگی کے لئے ایک تحفہ ہے تو غلط نہ ہوگا۔'' ایڈن نے کہا۔

''بے شک...... بے شک...... لیکن میرا خیال ہے، کیوں نہ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے انہیں سکھا لیا جائے؟ اس طرح ہم یہ گوشت کافی عرصے تک محفوظ رکھ سکتے ہیں اور سوکھے ہوئے ٹکڑوں کو جب بھی کھانا ہوا، انہیں سمندر کے پانی میں ڈبویا جا سکتا ہے۔ اس طرح وہ نمکین بھی ہو جائیں گے اور تھوڑی سی لذت بھی فراہم کر سکیں گے۔'' جوگنر نے تجویز پیش کی۔

''میں، آپ سے بالکل متفق ہوں۔'' فلیکس جلدی سے بولا۔ ''صبح ہوتے ہی ہم یہ کام بھی کریں گے۔''

صبح ہونے میں زیادہ دیر بھی باقی نہیں رہی تھی۔ کھانے کے بعد تھکن اور نیند کا احساس بھی جاتا رہا تھا۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ سمندری گھوڑوں کے گوشت میں کوئی ایسی خاصیت ہو، جو جسموں کو انتہائی چاق و چوبند کر دیتی ہو۔ بہر حال! صبح کو ہم پانچوں افراد، زندگی کے اتنے قریب تھے، جتنے اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آئے تھے۔

گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا کام اُن تینوں نے سنبھال لیا اور میں اور فلیکس اُن چٹانوں کی تلاش میں نکل گئے جن کے بالائی حصوں میں ہمیں گڑھے بنانے تھے۔

ہمارے ساتھی گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر سمندر کی نرم ریت پر پھیلا رہے تھے۔ ہم نے بھی چند چٹانیں منتخب کر لیں۔ حالانکہ اُن میں گڑھے پیدا کرنا آسان کام نہیں تھا۔ ہمیں ایک چٹان پر ایسا ہی ایک گڑھا نظر آ گیا جس میں بدبودار پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے فلیکس کی طرف دیکھا اور اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ یہ سمندر کا پانی نہیں ہے۔ آؤ! سب سے پہلے تو ہم اس گڑھے کو خالی کریں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا۔ اور پھر ہم ہاتھوں سے گڑھے کا پانی نکال نکال کر پھینکنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے یہ گڑھا خالی کر دیا جو تقریباً تین فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا تھا۔ گڑھا خالی ہو گیا اور نیچے سے صاف چٹان نکل آئی۔

پھر فلیکس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایک کام اور کرنا ہے کین!''

''کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''چٹانوں کا یہ ٹکڑا، اگر کوشش کی جائے تو اُکھڑ سکتا ہے۔'' اُس نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کیوں نہ ہم اِسے اُکھاڑ کر اس گڑھے کو ڈھکنے کے کام میں لائیں؟''

''بالکل مناسب...... بلکہ نہایت مناسب۔'' میں نے کہا۔ اور ہم دونوں اس کوشش میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ہم وہ سِل نما ٹکڑا نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ٹکڑا ہم نے گڑھے کے قریب رکھ دیا۔ ہماری پہلی کوشش ہی کافی کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر ہم نے دوسری چٹانوں کا رُخ کیا۔ کئی چٹانوں پر ہمیں ایسے گڑھے مل گئے جو ہمارے لئے کارآمد تھے۔ ان میں سے بعض خشک تھے اور بعض میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ایسے سات آٹھ گڑھے ہمیں مختلف چٹانوں پر مل گئے تھے جنہیں ہم نے صاف کر کے خشک کر لیا تھا۔ ہم گڑھے کھودنے کی مشقت سے بچ گئے تھے۔ البتہ ہم نے اُس کے ڈھکن باقاعدگی سے بنائے تھے تاکہ پانی خراب ہونے سے محفوظ رہے۔ اس سلسلے میں ہم دوپہر تک مصروف رہے۔

سورج عین سروں پر تھا، جب ہم اپنے اس کام سے فارغ ہو گئے۔ دُھوپ بے پناہ تیز تھی۔ ''کیوں نہ کسی ایسے حصے میں نہایا جائے، جہاں پانی کی تباہ کاریاں کم ہوں......؟'' فلیکس نے کہا۔

''اچھا خیال ہے۔ لیکن احتیاط شرط ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیوں نہیں......'' فلیکس بولا۔

''تو پھر آؤ! واپس چلتے ہیں۔'' میں نے کہا اور ہم دونوں واپس اپنے ساتھیوں کی جانب چل پڑے۔

ہمارے ساتھی بے حد خوش تھے۔ اُنہوں نے گوشت کے ٹکڑے دُور دُور تک پھیلا دیئے تھے۔ سمندری گھوڑوں کا وزن معمولی نہیں ہوتا۔ ہر گھوڑے میں سے اتنا گوشت نکلا تھا کہ ہم اُسے مہینوں کھا سکتے تھے۔ اس طرح ہمارے لئے خوراک کا بہترین بندوبست ہو گیا تھا اور یہ بات خاصی اطمینان بخش تھی۔

جب تک پیٹ نہیں بھرا تھا، کوئی تفریح نہیں سوجھی تھی۔ لیکن اب شدید خواہش ہو رہی تھی

کہ سمندر ہی کے پانی میں نہا کر اپنے بدن کو ہلکا کرلیں۔ حالانکہ یہ پانی جسم کو کسی حد تک چپکا دیتا ہے۔ لیکن بہرصورت! پانی کی نمی، جسم کے لئے بہت ضروری ہے۔

میں اور فلیکس، سمندر کی چٹانوں کے درمیان ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں زیادہ گہرائی یا کسی قسم کے خطرے کا امکان نہ ہو۔ ویسے نہانے کے لئے تو یہ بہترین جگہ تھی۔ چٹانوں سے ٹکرانے والا پانی اُچھل کر چٹانوں پر آتا اور پورے بدن کو اِس طرح بھگو دیتا جیسے شاور کی پھواریں پڑ رہی ہوں۔ ہم نے ایک ایسی جگہ منتخب کی اور بیٹھ گئے۔

چند ساعت کے بعد ہمارے ساتھی بھی ہنستے ہوئے پہنچ گئے۔ اُنہوں نے بھی اپنے لباس اُتارے اور پانی میں کود گئے۔ نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس ویرانے میں بھی، جب کہ اس سے قبل ہم مُردنی کا شکار تھے، اب ہم پانچوں ہی ہشاش بشاش نظر آرہے تھے اور آئندہ زندگی کے بارے میں بہت سے فیصلے کرسکتے تھے۔

نجانے کتنے گھنٹے گزر گئے؟ ہم، سمندر کے پانی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ پھر وہاں سے پلٹ آئے۔ گوشت سوکھ رہا تھا۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کرکے اُن کے سامنے ایک تجویز پیش کی۔

''دوستو! زندگی گزارنے کی خواہش انسان کے ذہن میں ازل سے ہے اور اَبد تک رہے گی۔ نامساعد حالات ہمیں وقتی طور پر پریشان ضرور کردیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم میں سے بہت کم ایسے بزدل ہوتے ہیں جو اِن حالات کے آگے سپر ڈال دیتے ہیں۔ انسان ان ہی نامساعد حالات میں برسوں رہ چکا ہے۔ بالکل اسی طرح، جس طرح ہم آج زندگی بسر کررہے ہیں، قدیم دور کا انسان زندگی بسر کرتا تھا۔ آج ہمارے پاس ذہانت ہے اور ہم ترقی کرچکے ہیں۔ اس لئے یہ خیال ذہن سے نکال دینا چاہئے کہ کل کوئی جہاز آئے گا اور ہمیں یہاں سے نکال لے جائے گا۔ ہمیں اب اسی زندگی کو قبول کرکے اس میں مزید دلچسپیاں پیدا کرنی چاہئیں تاکہ یہ زندگی ہم پر بوجھ نہ بن جائے۔ کیا آپ لوگ میری اس بات سے متفق ہیں؟''

''سوفیصدی مسٹر کین!'' وہ تینوں بیک وقت بولے۔

'تب پھر اس گوشت کو محفوظ رکھنے کے لئے ہمیں کسی ایسی پناہ گاہ کی ضرورت ہے جہاں یہ سوکھنے کے بعد دُھوپ کی تمازت اور سمندری ہواؤں کی نمی سے محفوظ رہ سکے۔ اور اس کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔''

''وہ کیا مسٹر کین؟'' پال نے پوچھا۔

''تجویز یہ ہے کہ کسی چٹان کی آڑ میں چھوٹے چھوٹے پتھر کے ٹکڑوں کو چن کر ایک ایسی پناہ گاہ بنائی جائے، جہاں اس گوشت کو محفوظ رکھ سکیں۔ اس کے لئے آپ کو شدید محنت کی ضرورت ہوگی۔ پہلے تو اِن پتھروں کو ایک جگہ جمع کرلیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی چنائی شروع کردیں گے۔ گوشت کا ذخیرہ محفوظ ہو جانے کے بعد ہم ایسی ہی ایک پناہ گاہ اپنے لئے بھی بنائیں گے تاکہ ہم سردی اور دُھوپ سے محفوظ رہ سکیں۔''

''ہم سب کچھ کرنے کو تیار ہیں مسٹر کین! ہم نے آپ کو اپنا لیڈر تسلیم کرلیا ہے۔ آپ نے ہماری زندگی کے لئے جو کچھ کیا ہے، ہم اس کے لئے آپ کے شکرگزار ہیں۔ ظاہر ہے، ہم یہ بات نہیں سوچ سکتے کہ ہماری موجودہ حالت کے ذمہ دار آپ ہیں۔ یہ سوچنا بھی حماقت ہے۔ چنانچہ ان حالات میں آپ، ہمارے لئے جو کچھ کررہے ہیں، اور مسٹر فلیکس نے جو کچھ کیا ہے، وہ ہمیں، آپ دونوں کا ممنون کرنے کے لئے کافی ہے۔ اب ہم پوری طرح چست و چالاک ہیں۔ آپ ہمیں صرف احکامات دیں۔'' پال نے کہا۔

''اگر یہ بات ہے میرے دوستو! تو یقین کرو، ایک روز پھر ہم اپنی مہذب دنیا میں ہوں گے۔'' میں نے کہا۔

وہ دن ہم نے پتھر جمع کرنے میں صرف کردیا۔ گوشت کے ٹکڑے سوکھ گئے تھے۔ گو، اُن پر ریت کی تہیں جمتی جارہی تھیں لیکن اُنہیں سمندر کے پانی سے دھویا جاسکتا تھا۔

پورا دن ہم پتھر جمع کرتے رہے۔ اور بلاشبہ! ہم نے ان پتھروں کا ایک ٹیلہ بنا دیا۔ دوپہر کو گوشت کے ٹکڑے سمندر کے پانی میں بھگو کر کھائے گئے اور سمندر کے نمک نے بلاشبہ اُن کی لذت دوبالا کردی۔ پھر شام کو بھی یہی گوشت کھایا گیا۔ لیکن پانی کا مسئلہ تھا ہمارے لئے۔

پتھروں کا ذخیرہ ایک جگہ رکھنے کے بعد ہم اپنی متعین کردہ چٹانوں کے نیچے لیٹ گئے۔ یہ چٹانیں ایسے رُخ پر تھیں کہ سرد ہوائیں ہم تک بہت کم پہنچ پاتی تھیں۔

جس وقت ہم آرام کرنے لیٹے تھے، آسمان صاف تھا۔ تارے چمک رہے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد چاند بھی نکل آیا تھا۔ پھر ہم غذا کے نشے میں ڈوب کر سو گئے۔ اور جب جاگے تو ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے چٹانیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں......

بادلوں کی گرج اتنی ہی خوفناک تھی۔ آنکھ کھلی تو پورے جزیرے پر بجلی چمک رہی تھی۔

میں خوشی سے اُچھل پڑا۔ میں نے فلیکس کو آواز دی۔ ''فلیکس ......!''

''جاگ رہا ہوں کین!'' فلیکس کی آواز میں لرزش تھی۔

''کیا ہوا فلیکس ...... کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں کین...... اس وقت عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں۔''

''کیسی......؟'' میں نے سوال کیا۔

''شاید بارش ہونے والی ہے۔''

''ہاں...... میں بھی تمہیں یہی خوشخبری سنانے جا رہا تھا۔''

''میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ جس نے ہمارے لئے غذا کا بندوبست کیا ہے، پانی کا بندوبست بھی وہی کر دے گا؟''

''ہاں فلیکس!''

''بارش ہو رہی ہے۔ دیکھو! آسمان سے چھوٹی چھوٹی بوندیں برسنا شروع ہو گئی ہیں۔'' فلیکس کی آواز میں بے پناہ مسرت تھی۔ پال، جوگنر اور ایڈن بھی جاگ اُٹھے تھے۔ وہ سب کے سب دیوانہ وار اُچھل رہے تھے۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ویرانے میں کوئی جشن منایا جا رہا ہو۔

بارش اب تیز ہونے لگی تھی اور بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی چمک ہمارے دلوں کو روشن کر رہی تھی۔ ہم نے اپنے اپنے لباس اُتار پھینکے تھے اور بارش سے پوری طرح محظوظ ہونے لگے تھے۔

بارش اس قدر تیز اور موسلا دھار تھی کہ چند ہی ساعت میں جل تھل ہو گیا۔ سمندر میں اُٹھتی ہوئی لہریں بھی ست ہو گئی تھیں۔ بارش، خوشی بن کر ہمارے رگ و پے میں سرایت کر رہی تھی۔ ہم نے منہ کھول لئے تھے اور بارش کے قطرے ہمارے حلق کو تر کر رہے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ گڑھے بھی بھر چکے ہوں گے جو ہم نے صاف کئے ہیں۔ اور یہ گڑھے یقینی طور پر کافی عرصے تک ہمارے لئے پینے کا پانی فراہم کر سکتے تھے۔ میں نے فلیکس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''تم نے دیکھا کہ ابھی ہمیں یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا اور یہ پہلی بارش ہے۔ اس کا مطلب ہے، یہاں بارشیں اکثر ہوتی رہتی ہیں۔ تاہم ہمیں نئے گڑھے بنانا ہوں گے تاکہ ہمیں بارش کی کمی نہ محسوس ہو۔ نہانے کے لئے تو پانی موجود ہے، پینے کا پانی ہم اتنا

ذخیرہ کر لیں گے کہ کام چلتا رہے۔''

''بالکل، کین...... بالکل......!'' فلیکس نے خوشی سے کہا اور یہ جشن رات بھر جاری رہا۔ بارش، رُکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اور ہم اس میں نہاتے نہاتے تھک گئے تھے۔ ہم لوگوں کو اپنے جسم اتنے ہلکے محسوس ہو رہے تھے کہ بیان نہیں کر سکتے۔

آخر تھک کر ہم ایک چٹان کے نیچے بیٹھ گئے۔ بارش بدستور جاری تھی اور گوشت بھی بھیگ گیا تھا، جو ہم نے سمندر کے کنارے سوکھنے کے لئے رکھا تھا۔ لیکن اُس کی پرواہ کسے تھی؟ اس وقت تو گوشت نام کی کوئی چیز ہی کافی تھی، خواہ اس کی حالت کچھ بھی ہو۔

دوسرے دن بھی بارش رہی۔ تقریباً گیارہ بجے تھے جب بارش بند ہوئی اور آسمان صاف نظر آنے لگا۔ پھر دُھوپ نکل آئی۔ بارش نے ہمارے جسموں میں نئی زندگی دوڑا دی تھی۔ چنانچہ بارش بند ہونے کے بعد ہم نے گوشت کے ٹکڑے جمع کرنے شروع کر دیئے اور ایک جگہ اُس کا انبار لگا دیا۔ گوشت دُھل گیا تھا۔ اور اب وہ بالکل صاف ستھرا ہو گیا تھا۔ تاہم اُسے سکھانا ضروری تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ گوشت محفوظ رکھنے کے لئے کوئی جگہ بنالی جائے۔ اور میری اس رائے سے سب نے اتفاق کیا۔

ہم اپنے جمع شدہ پتھروں کو انتہائی نفاست سے چننے لگے۔ تقریباً چھ بجے تک ہم ایک ایسی پناہ گاہ بنانے میں کامیاب ہو گئے جس میں ایک دروازہ تھا۔ اور جس میں ہم گوشت کو با آسانی محفوظ کر سکتے تھے۔ پھر ہم نے گوشت کے تمام ٹکڑے اُس پناہ گاہ میں چن دیئے۔

اس سخت مشقت سے ہم تھک گئے تھے۔ لیکن دن رات کی صعوبتوں نے ہمیں اس کا عادی بنا دیا تھا۔ تھکنے کے بعد ہم اطمینان سے سو جاتے تھے۔ رات کو سردی زیادہ ہو جاتی تھی۔ لیکن تھکن، سردی پر غالب آ کر اس کے احساس کو ختم کر دیتی تھی۔ رات کے پچھلے پہر بارش پھر شروع ہو گئی اور ہم بھیگتے رہے۔

''کل سے ہم پناہ گاہ بنانے کا آغاز کر دیں گے۔ زمین، نرم ہو چکی ہے۔ نیزوں سے جگہ بنانا زیادہ مشکل نہ ہوگا۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں...... اس جزیرے پر ہم اپنی زندگی کے لئے جس قدر آسانیاں فراہم کر سکیں، اُن سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔'' میں نے فلیکس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

بارش تیز ہوئی تو ہمارے دوسرے ساتھی بھی اُٹھ بیٹھے۔

''اس کا مطلب ہے کہ یہاں بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''یہ بھی زندگی کی علامت ہے۔ ورنہ موت ہی موت ہے اس جزیرے پر۔''

''لیکن حیرت کی بات ہے کہ یہ سنگلاخ زمین بارش کا کوئی اثر قبول نہیں کرتی۔ ورنہ اس پر ہریالی ضرور ہوتی۔''

''ہاں......''

''آخر کیوں......؟''

''یہ تو کوئی ماہر طبقات الارض ہی بتا سکے گا۔'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

فلیکس پُرخیال انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ہے، کل سے ہمیں پناہ گاہ کی تیاری کا کام شروع کر دینا چاہئے۔''

''ہم تیار ہیں مسٹر فلیکس!''

''شکریہ دوستو! اس تعاون سے ہم ہر مشکل پر قابو پالیں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ایک دن ہم اپنی دنیا میں سانس لیں گے۔'' فلیکس نے کہا اور اُس کے یہ الفاظ اُن لوگوں کی نگاہوں میں زندگی کا پیغام بن گئے۔ وہ وقت کی حسین یادوں میں کھو گئے...... اور پھر صبح ہو گئی۔

صبح کو بارش رُک گئی۔ پھر سورج نکل آیا۔ ہم لوگوں نے خوراک کے ذخیرے سے گوشت کے ٹکڑے نکالے اور اُنہیں اچھی طرح صاف کیا۔ اس وقت یہ خشک گوشت کھانے میں جو لذت ملی، وہ آج بھی یاد ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ہماری مرغوب غذا ہو۔ اس کے بعد پانی پیا اور پانی کے ذخیروں کو احتیاط سے ڈھک دیا گیا۔

اس کے بعد مشقت کا آغاز ہو گیا۔ جوگنر، پال اور ایڈن پتھر حاصل کرنے چلے گئے اور ہم نے اُس پناہ گاہ کی بنیاد ڈال دی...... بڑے بڑے وزنی پتھروں کو مخصوص انداز میں رکھا گیا اور اس کے بعد سمندر کی گیلی ریت سے ان پتھروں کے رخنے بند کر دیئے۔ پھر اُن پر پتھروں کی دوسری تہہ رکھی جانے لگی۔ ہمیں مشقت کا یہ کام اتنا دلچسپ لگا کہ ہم تھوڑی دیر کے لئے ساری کوفت بھول گئے۔ ہمارے تینوں ساتھی اپنا کام بخوبی سرانجام دے رہے تھے۔ اور پتھروں کے انبار لگا رہے تھے۔

پناہ گاہ کی تعمیر تیزی سے جاری تھی۔ لیکن ایک مسئلہ ہم لوگوں کے لئے تشویش کا باعث بنا ہوا تھا، وہ یہ کہ اس پناہ گاہ کی چھت کیسے بنائی جائے؟ اس کے لئے ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں تھا۔

لیکن فلیکس کسی اور خیال میں غرق تھا۔ وہ سمندر کی خوفناک چٹانوں کے درمیان کھڑا ایک طرف دیکھ رہا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو فلیکس......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا اور وہ چونک پڑا۔ وہ عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''پناہ گاہ کے لئے چھت کی ضرورت ہے؟'' اُس نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''ہاں......'' میں نے تعجب سے کہا۔

''وہ کشتی دیکھ رہے ہو کین؟ کتنی بے مصرف ہے۔ سمندر کی اُس نوکیلی چٹان کو بھلا اس کی کیا ضرورت ہے؟ کیا کشتی کے تختے پناہ گاہ کی چھت میں کام نہیں آ سکتے؟''

''ارے......'' میں اُچھل پڑا۔ بڑی عمدہ بات سوچی تھی فلیکس نے۔ ''لیکن اس کشتی کو چٹان سے اُتارنا کوئی آسان کام ہے؟'' میں نے کہا۔

''کوشش تو کی جا سکتی ہے۔''

''تم کوشش کرو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''حالات میرا ساتھ نہیں دیتے۔ ورنہ میں نے تو سوچا تھا کہ خاموشی سے اپنا کام سرانجام دے کر ہی تمہیں اطلاع دُوں۔''

''تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب ہے فلیکس؟''

''ہاں...... اس چٹان پر پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ لمبے چپو کے نیزے کی مدد سے کشتی کو اُس کی جگہ سے نیچے گرانے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ کشتی اس سمت میں گرائی جائے تاکہ یہ ان چٹانوں میں پھنس جائے۔ اور اس کے بعد ہمیں انتظار کرنا ہو گا کہ سمندر کی لہریں اسے اُٹھا کر کم از کم چٹان تک پھینک دیں تو ہم اسے پکڑ لیں گے۔''

''میں سمجھ گیا میرے دوست!'' میں نے پُرجوش انداز میں کہا۔ ''میں کشتی کو نوکیلی چٹان سے نیچے گراؤں گا۔''

''میں جانتا تھا کہ تم آڑے آؤ گے اس سلسلے میں۔''

''دیکھو فلیکس! تم بلاشبہ، اپنی ذات میں مکمل ہو اور محرومیوں کے باوجود تمہارا عزم بلند ہے۔ لیکن میرے دوست! جس کام کے لئے تم، میری نگاہ میں موزوں نہ ہو، میں تمہیں اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟ یہ کام میں کروں گا۔''

''میں تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن تم، مجھے اس کی مہلت ہی نہیں دیتے۔''

فلیکس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''تم میرے لئے زندہ رہو فلیکس! یقین کرو، یہی سب کچھ ہے۔ تو ہمیں یہ کام کب انجام دینا ہے؟''

''میرا خیال ہے، کل صبح۔'' فلیکس نے کہا۔

ہمارے دوسرے ساتھی پہنچ گئے تھے۔ پھر ہم سونے کے لئے لیٹ گئے۔

دوسری صبح میں چٹان پر جانے کی تیاری کر کے میں چل پڑا۔ فلیکس کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں لمبا چپو تھا۔ جس کے ذریعے میں چٹان تک کا سفر بہ آسانی طے کر رہا تھا۔ جہاں پانی کا ریلا آتا، میں چپو کو جما کر اُس کا سہارا لے لیتا۔ اس طرح میں چٹان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

چٹان کے قریب پہنچا ہی تھا کہ میری نگاہ چٹان کے درمیان ایک ایسے حصے پر پڑی جو مجھے اپنی طرف آنے کی دعوت دے رہا تھا۔ بانس سے چھلانگ لگانے کا کھیل میری نگاہوں میں گھوم گیا...... میں نے اپنے عقب میں جائزہ لیا۔ ایک چٹان پر چڑھ کر بانس جمایا جاتا اور پھر چھلانگ لگائی جاتی تو اُس چٹان پر پہنچا جا سکتا تھا، جس پر کشتی موجود تھی۔ لیکن یہ چھلانگ اگر ناکام رہتی تو......؟

لیکن اس وقت مجھے روکنے والا کون تھا؟ میں پلٹا اور دوسری چٹان پر چڑھ گیا۔ چند ساعت میں جگہ کا اندازہ کرتا رہا۔ پھر میں نے چپو کو تولا اور پوری قوت سے چھلانگ لگا دی...... دوسرے ہی لمحے میں کشتی کے قریب تھا۔ تھوڑی دیر تک میں اپنی سانسیں درست کرتا رہا، پھر چپو کو کشتی کے ایک رخنے میں پھنسا کر کشتی کو اُٹھانے کی کوشش کی۔ دوسرے لوگ تعجب خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

میرا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے جسم کی ساری قوت صرف کر کے زور لگایا اور کشتی کا ایک سرا اُٹھ گیا۔ میں نے چپو کو مزید آگے کی طرف دھکیلا تو کشتی نے جگہ چھوڑ دی اور پھسلتی ہوئی چھپاک سے پانی میں جا گری......

میں تو سوچ رہا تھا کہ پانی کی تیز و تند لہریں اُسے آہستہ آہستہ کنارے تک لائیں گی۔ لیکن پانی میں گرنے کے بعد کشتی جس انداز میں اُچھل رہی تھی، اُس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اُسے ساحل تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

اُس نوک دار چٹان پر میں چڑھ تو گیا تھا لیکن جس انداز میں چڑھا تھا، وہ یوں سمجھا

جائے کہ بے پناہ مہارت کا کام تھا۔ اس کی بہ نسبت اُترنا خاصا مشکل کام تھا۔ چپو کو میں نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ کیونکہ یہ چپو اُن تیز و تند لہروں میں میرے ساتھی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ورنہ شاید میں پانی میں قدم بھی نہ جما پاتا اور چٹانوں سے ٹکرا کر میرے چیتھڑے اُڑ جاتے۔

بڑا خوفناک کام تھا، جو اس وقت میں نے سرانجام دیا تھا۔ لیکن یہاں، اس جزیرے پر کوئی کام، کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ زندگی اور موت کا فاصلہ ہی کتنا تھا؟ اور اب تو اس فاصلے کی کوئی حیثیت نہیں رہ گئی تھی۔ چنانچہ میں چٹان سے اُترتا رہا۔ اس پر جگہ جگہ کائی جمی ہوئی تھی اور بعض جگہ تو اتنی پھسلن تھی کہ اُنگلی بھی نہ رکھی جا سکے۔ لیکن بہرصورت! مجھے اُترنا تھا اور اس کے لئے پھر میں نے چپو کی مدد لی تھی۔

نیچے نوکیلی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ اور اُن کی طرف دیکھنے سے خوف محسوس ہوتا تھا۔ میرے ساتھی کنارے پر کھڑے شور مچا رہے تھے۔ اور میری ہمت بندھا رہے تھے۔ اُترتے ہوئے اکثر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔ لیکن اُن کی آوازیں بدستور آتی رہتی تھیں۔

بالآخر میں نیچے پہنچ گیا۔ فلیکس نے آگے بڑھ کر مجھے سہارا دیا لیکن میں نے اُس کا شانہ تھپتھپا کر اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ پھر ہم اُس سمت چل دیئے جہاں کشتی پانی میں ہچکولے کھا رہی تھی اور آہستہ آہستہ کنارے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''بس! یہ کچھ اور نزدیک آ جائے تو پھر ہم چپوؤں کی مدد سے اسے اپنی طرف کھینچ لیں گے۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیوں نہ ہم سب پانی میں اُتر کر اسے نزدیک لانے کی کوشش کریں؟'' جوگنر نے تجویز پیش کی۔

''اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت ہے جوگنر! لانگ بوٹ اس چٹانی جال سے نکل کر کہیں تو رُکے گی۔ ہمیں تھوڑا سا انتظار کر لینا چاہئے۔ اس وقت ہمارے لئے دوسرے کام بھی ہیں۔''

''او کے چیف!'' جوگنر نے جواب دیا۔

شام تک کشتی، کنارے پر آ لگی اور ہم نے اُسے خشکی پر کھینچ لیا۔ ہم سب بے حد خوش تھے۔ انسان بعض اوقات اہم ترین چیزوں سے خوش نہیں ہوتا۔ اور بعض اوقات کوئی معمولی سی چیز بھی اُس کے لئے بے انتہا مسرت کا باعث بن جاتی ہے۔ جزیرے کے شب و روز انہی چھوٹے چھوٹے واقعات سے پُر تھے۔ زندہ رہنے کے لئے ہر لمحے چوکس رہنا پڑتا تھا۔

ہم نے اس قدر انتظامات کئے تھے کہ پانچ آدمیوں سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ کشتی کے تختے علیحدہ کر کے ہم نے اپنی پناہ گاہ کی چھت بنالی تھی اور اُس پر چھوٹے چھوٹے پتھر چن دیئے تھے۔ تا کہ سورج کی تپش سے محفوظ رہ سکیں۔ چٹانوں پر پانی کے ذخیرے محفوظ تھے۔ اس کے علاوہ گوشت کے ذخیرے پر بھی ہماری خاص نظر تھی۔ سمندری گھوڑوں کے غول اکثر ادھر نکل آتے تھے۔ اور اب تو ہم نے طے کرلیا تھا کہ غذا کے ذخیرے میں کمی نہیں آنے دیں گے۔

اور پھر ایک رات، جب کہ ہم اپنی پناہ گاہ میں آرام کر رہے تھے کہ جزیرے پر بادوباراں کا ایک قیامت خیز طوفان نازل ہوا...... یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے پورا جزیرہ خشک پتے کی مانند لرز رہا ہو۔ بادل گرج رہے تھے، بجلی کی کڑک چمک بھی اپنے عروج پر تھی اور سمندری طوفان کا شوران سب پر چھا جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہم نے بڑے بڑے طوفان دیکھے تھے۔ لیکن اس گمنام جزیرے پر اندھیری رات میں آنے والا یہ طوفان سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔

بڑی بڑی چٹانیں ٹوٹ ٹوٹ کر سمندر میں گر رہی تھیں اور ایک قیامت کا شور برپا تھا...... حالانکہ ہماری پناہ گاہ ان طوفانی موجوں کی پہنچ سے دُور تھی۔ لیکن اس کے باوجود ہر لمحے یہی خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ اب جزیرہ سمندر کی تہہ میں بیٹھ جائے گا...... اور یہ تصور جب بھی ہمارے ذہنوں میں آتا تو ہمارے کلیجے منہ کو آنے لگتے......

☆......☆......☆

ہمارے ساتھی بمشکل خود پر قابو پائے ہوئے تھے۔ لیکن کب تک......؟ بالآخر اُن کے جسم بھی سوکھے پتوں کی مانند کانپنے لگے...... چٹانوں کے ٹوٹنے کی آوازوں سے جزیرہ اس طرح لرز رہا تھا جیسے کسی ساعت میں بھی اپنی جگہ چھوڑ دے گا۔

''کین......!'' فلیکس نے مجھے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''ہوں......!''

''یوں معلوم ہوتا ہے جیسے موت اب طوفان کی شکل میں ہمیں نگلنے کے لئے آگے بڑھ رہی ہو۔ یہ جزیرہ سمندر کی تہہ میں بیٹھ رہا ہے۔ میں چاروں طرف موجوں کا شور سن رہا ہوں۔ کیا تم اس شور کو محسوس کر رہے ہو؟''

''شور......'' میں نے غور کیا تو مجھے عجیب سا احساس ہوا...... واقعی شور تھا...... لیکن اُس شور میں انسانی آوازیں نمایاں تھیں۔ ہاں...... زخمیوں کی آوازیں...... یہ آوازیں خوفناک سمندری بلاؤں کی تھیں یا صرف ساعت کا واہمہ تھا؟

سب خاموش تھے۔ طوفان کی بلاخیزی جاری تھی۔

''کین......! کیا یہ آوازیں، انسانی آوازوں سے مشابہ نہیں ہیں؟'' فلیکس نے کہا۔

''تم بھی یہی محسوس کر رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''یوں لگ رہا ہے جیسے بے شمار انسان چیخ رہے ہوں۔'' فلیکس نے کہا۔

''یہ موت کا دھوکہ ہے مسٹر کین...... یہ آوازیں، موت کی آوازیں ہیں۔ یہ موت ہمیں پناہ گاہ سے باہر بلا رہی ہے۔ آہ...... میں موت کے جبڑوں میں نہیں جانا چاہتا۔'' ایڈن نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ہم سب کی عجیب کیفیت تھی۔

ہم سب خوف کا شکار تھے۔ ویران جزیرہ اتھل پتھل ہو گیا تھا۔ جیسے اس کا سرا اُوپر کی جانب اُٹھ گیا ہو...... یوں لگتا تھا، چٹانیں لڑھک رہی ہیں اور یہ لڑھکتی ہوئی دیو پیکر چٹانیں کسی بھی وقت ہماری پناہ گاہ کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی تھیں...... ہم آنکھیں بند کئے موت کا

انتظار کر رہے تھے......

رات کے نہ جانے کون سے وقت میں طوفان کا زور کم ہوا۔ ہواؤں کی چیخیں بھی رُک گئیں تو انسانی چیخیں اور نمایاں ہو گئیں۔ اور ہم سب چونک پڑے۔

''فلیکس! کیا تم ان آوازوں کو سن رہے ہو؟''

''ہاں...... ہوائیں بند ہو چکی ہیں، طوفان تھم چکا ہے۔ لیکن...... یہ آوازیں...... کیا...... کیا......؟'' فلیکس خاموش ہو گیا۔

دل چاہ رہا تھا کہ باہر جا کر ان آوازوں کو سنیں۔ لیکن ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ یوں بھی اس وقت ہمیں باہر کے ماحول کے متعلق بالکل علم نہیں تھا۔ نہ جانے جزیرے پر کیا تغیر رُونما ہوا ہو؟ لیکن اُن چیخوں اور آوازوں نے صبح تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ ہم نے خاص طور پر اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے ان آوازوں سے اجتناب برتا۔

لیکن صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ہم سب باہر آ گئے...... اور باہر آنے کے بعد جو منظر ہم نے دیکھا، اُس نے ہماری آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار پیدا کر دیئے......

بے شمار لوگ تھے...... عورتیں، مرد، بوڑھے، بچے...... کشتیاں چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی تھیں اور اُن کے تختے پانی میں تیر رہے تھے۔ بے شمار لوگ اُن تختوں سے چمٹے ہوئے جان بچانے کی فکر میں اِدھر اُدھر لڑھک رہے تھے۔ بہت سارے ساحل پر پہنچ گئے تھے اور پریشانی اور بے بسی سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ تب ایڈن عجیب سے انداز میں بولا۔

''یہ...... یہ کیا ہے مسٹر فلیکس؟''

''میرا خیال ہے کہ قریب ہی کوئی جہاز تباہ ہو گیا ہے۔ آؤ! انہیں دیکھیں۔'' فلیکس نے کہا اور ایڈن نے گردن ہلا دی۔

''نہ جانے یہ بیچارے کون لوگ ہیں؟'' میں تیزی سے آگے بڑھا اور فلیکس کے منہ سے خوشی کی آواز نکل گئی۔

''آہ...... کم از کم! انسانوں کی صورتیں تو دیکھنے کو ملیں۔'' اُس نے مسرت سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اُنہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے فلیکس!''

''تو چلو......'' فلیکس نے قلقاری لگائی اور ہم اُن کی طرف دوڑ پڑے۔

سہمے ہوئے لوگوں نے غور بھی نہیں کیا تھا کہ ہم اُن میں سے نہیں ہیں۔ ہم اُن تختوں کو کھینچنے کے لئے پانی میں اُتر گئے جن سے لوگ چمٹے ہوئے زندگی کی جدوجہد کر رہے تھے۔ ویسے جزیرے کے ساحل پر یہ انقلاب رُونما ہوا تھا کہ بے شمار دیو پیکر چٹانیں اپنی جگہوں سے غائب ہو گئی تھیں۔ ایسی ایسی چٹانیں جن کے حرکت کرنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

پورا دن ہم شدید محنت کرتے رہے اور سمندر میں پھنسے ہوئے لوگوں کو ساحل تک لاتے رہے۔ اب کئی لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ جب سمندر کا ہر مصیبت زدہ ساحل پر پہنچ گیا تو ہم ساحل پر لیٹ گئے۔ آسمان اب بھی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور یہ اچھی بات تھی۔ ورنہ دُھوپ اُن بے چاروں کی مصیبتوں میں مزید اضافہ کر دیتی۔

ہم لیٹے لیٹے اُن کا جائزہ لے رہے تھے۔ فلیکس، جو میرے قریب ہی لیٹا ہوا تھا، بولا۔

''یہ سب غیر فوجی ہیں۔''

''ہاں...... کوئی مسافر بردار جہاز تباہ ہوا ہے۔''

''اب ان بے چاروں کے پاس سوچوں کے سوا اور کیا رہ گیا ہے؟''

''مایوسی کی باتیں مت کرو فلیکس!'' میں نے اُسے ٹوکا۔

''تو پھر کیا کروں؟ کیا تمہارے خیال میں یہاں اِن لوگوں کی زندگی کی کوئی اُمید ہے؟ غذا، پانی اور دوسری ضروریات...... وہ کس طرح پوری ہوں گی؟''

''جس طرح ہماری ہوئی ہیں۔ یار! زندگی ایک مخصوص جگہ پر آ کر کسی دوسری طاقت کے تابع ہو جاتی ہے۔ تدبیریں اور وسائل ختم ہونے کے بعد ایک نادیدہ طاقت متحرک ہو جاتی ہے اور سمندر سے دریائی گھوڑے نکل آتے ہیں، آسمان سے پانی برسنے لگتا ہے۔''

''اوہ...... ہاں! اس میں تو کوئی شک نہیں ہے۔'' فلیکس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد چند افراد ہمیں اپنی طرف آتے ہوئے نظر آئے اور ہم اُٹھ بیٹھے۔ معمر آدمی سب سے آگے تھے اور دوسرے اُن کے پیچھے......

''ہیلو......!'' آنے والوں میں سے ایک نے ہمیں مخاطب کیا۔

''ہیلو......! ہم آپ کے دُکھوں میں برابر کے شریک ہیں۔ میں نے ہمدردی سے کہا۔

''آپ لوگوں کے ساتھی ہلاک تو نہیں ہوئے؟'' بوڑھے نے پوچھا۔

''جی......؟'' میں اُس کی بات نہیں سمجھا تھا۔

''میرا مطلب ہے، آپ لوگ اس حادثے سے زیادہ متاثر تو نہیں ہوئے۔ ہم، آپ کا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں۔ اس خوفناک حادثے کا شکار ہونے والوں میں کوئی جوان اتنا باہمت نہیں تھا، جس نے آپ لوگوں کی طرح دوسروں کی مدد کی ہو۔ یہاں موجود تمام لوگ، آپ کے شکر گزار ہیں۔''

''اوہ...... مسٹر کین! میرا خیال ہے ان لوگوں کو ہمارے بارے میں غلط فہمی ہو رہی ہے۔ یہ ہمیں بھی اُسی جہاز کا مسافر سمجھ رہے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیا مطلب......؟'' بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

''جناب! ہم، آپ کے جہاز کے مسافر نہیں ہیں۔ بلکہ اس جزیرے کے باشندے ہیں۔'' فلیکس نے کہا اور بوڑھا، اُچھل پڑا۔

''نہیں...... تم مذاق کر رہے ہو...... یہ کیسے ممکن ہے؟''

''یہ مذاق نہیں ہے محترم بزرگ! اور نہ یہ وقت آپ سے مذاق کا ہے۔ ہم طویل عرصے سے اس جزیرے پر مقید ہیں۔ ہم بھی ایک جہاز کی تباہی کے بعد لانگ بوٹ کے ذریعے اس جزیرے تک پہنچے تھے۔'' میں نے حلیمی سے کہا اور وہ لوگ حیرت سے گنگ ہو گئے۔

''خدا کی پناہ! ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے...... تو کیا اس جزیرے پر اور بھی آبادی ہے؟''

''نہیں...... اس جزیرے کی آبادی صرف ہم پانچ افراد پر مشتمل ہے۔''

وہ لوگ دیر تک حیرت کا شکار رہے۔ اور پھر ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ''تم لوگ کب سے یہاں ہو؟''

''اب تو وقت کا تعین بھی مشکل ہے محترم! بہرحال، کافی عرصہ گزر گیا۔''

''کمال ہے...... ویسے کیا اِس جزیرے پر شکار موجود ہے؟''

''کوئی چیز نہیں ہے...... نہ پانی، نہ شکار۔ ویسے وقتی طور پر آپ کو تکلیف نہیں ہو گی۔ ہم نے بارش کے پانی کا ذخیرہ کر لیا ہے۔''

''اوہ...... اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہمارا جہاز یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ کپتان نے نہایت ہوشیاری سے اُس کے تباہ شدہ حصے کو کنٹرول کر لیا ہے۔ جہاز خالی اس لئے کرا لیا گیا تھا کہ ہلکا ہو جائے اور لنگر انداز ہو سکے۔''

''کیا مطلب......؟'' اب ہماری حیرت کی باری تھی۔

''میں، تمہیں پوری بات بتاتا ہوں۔ ہمارے مسافر بردار جہاز کا نام بیٹرلیس ہے۔ تقریباً بارہ سو مسافر اُس میں سفر کر رہے تھے کہ جہاز طوفان کا شکار ہو گیا۔ کپتان نے انجن بند کر دیئے۔ طوفان اِتنا شدید تھا کہ جہاز کے اِنجنوں کو نقصان پہنچ جانے کا خطرہ تھا۔ جہاز کو طوفان کے رُخ پر ڈال دیا گیا اور وہ بھٹک کر اس طرف آ نکلا۔ کپتان کو یقین تھا کہ طوفان زیادہ دیر تک جاری نہیں رہے گا اور جہاز بچ جائے گا۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ جہاز کا نچلا حصہ، سمندر میں ڈوبی ہوئی ایک نوک دار چٹان سے ٹکرا گیا اور اُس میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا۔ دوسری طرف نائب کپتان نے یہ جزیرہ دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ اعلان کیا گیا کہ سارے مسافر، جہاز خالی کر کے اُس جزیرے پر پناہ لے لیں۔ اگر وہ جہاز پر رہے تو جہاز غرق ہو جائے گا۔ کپتان نے یہ بھی بتایا کہ جہاز کے تباہ شدہ حصے کو کنٹرول کر لیا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ وزنی رہا تو جہاز کا بچنا مشکل ہے۔ خوفزدہ لوگ، افراتفری کے عالم میں کشتیاں لے کر سمندر میں اُتر گئے۔ اس ہلڑ بازی میں بے پناہ جانی نقصان ہوا۔ اور جس طرح ہم طوفانی موجوں سے لڑتے ہوئے یہاں تک پہنچے، ہمارا دل ہی جانتا ہے۔''

''تو جہاز کے ٹھیک ہونے کی اُمید ہے......؟'' جوگنر کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔ اُس کی آواز، مسرت سے کانپ رہی تھی۔

''کپتان نے یہی کہا ہے۔'' بوڑھے نے جواب دیا۔ خوشی تو ہم سب کو ہوئی تھی۔ لیکن ہم نے اس کے اظہار میں دیوانگی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔

''بہرحال! ہمیں خوشی ہے کہ آپ لوگوں کی زندگیاں بچ گئیں۔'' میں نے کہا۔

پھر وہ لوگ جزیرے کے جغرافیائی حالات معلوم کرتے رہے۔ اس کے بعد میں نے بوڑھے سے کہا۔ ''میں آپ کا نام جان سکتا ہوں جناب......؟''

''گولڈ فیلڈ...... ہاربر گولڈ فیلڈ۔''

''مسٹر گولڈ...... جنگ کے کیا حالات ہیں؟''

''اوہ...... جنگ ختم ہو گئی ہے۔ امریکہ نے جاپان کے دو شہروں پر ایٹم بم گرا دیئے تھے۔''

''اور ہٹلر......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہٹلر نے خودکشی کر لی۔'' بوڑھے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور ہم سب عجیب سے احساسات کا شکار ہو گئے۔ دیر تک ہم خاموش رہے۔ پھر وہ ہم سے ہمارے بارے میں

پوچھنے لگے۔ اور پھر بوڑھے گولڈ نے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ اس جزیرے کی رات خطرناک نہیں ہے۔ لیکن سردی بڑھتی جا رہی ہے۔''

''رات کو سخت سردی پڑے گی۔ ویسے جزیرے پر درندہ ایک بھی نہیں ہے...... نہ ہی دوسرے کوئی جانور اور حشرات الارض ہیں۔ اس لئے اس سلسلے میں فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔''

''میں یہ بات دوسروں کو بھی بتا دوں۔ ہم نے طے کیا تھا کہ چونکہ تم انسانی ہمدردی کے تحت سرگرم رہے ہو، اس لئے تمہاری سربراہی میں جزیرے پر گزارنے والے وقت کے لئے انتظامات کئے جائیں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ تم پہلے سے ہی اس جزیرے پر موجود ہو؟''

وہ لوگ چلے گئے۔ بوڑھے گولڈ نے دوسرے لوگوں کو ہمارے بارے میں بتایا تو ذرا سی دیر میں ہمارے گرد لوگوں کا ہجوم لگ گیا۔ لوگ ہم سے ہمارے بارے میں پوچھ رہے تھے اور متحیر تھے۔ صبح کا انتظار نہیں کیا گیا۔ ہم نے رات میں ہی اُنہیں اپنی پناہ گاہ اور سمندری گھوڑوں کے گوشت کا ذخیرہ دکھایا۔ سب لوگ اِن کاوشوں سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔

عورتوں کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا اور کچھ لوگ اُن کے محافظ بن گئے۔ اور پھر تھکے ماندے خوفزدہ لوگ، نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا؟ ہم میں سے کسی کو نیند نہیں آئی تھی۔ نئے آنے والے خوف کا شکار تھے۔ لیکن ہم خوف کی منزل سے نکل چکے تھے۔ دفعتہً ایک نسوانی چیخ اُبھری اور ہم سب چونک پڑے۔ ''یہ...... یہ کیا ہوا......؟'' جوگنر نے کہا۔

''اوہ...... وہ سمندر کے کنارے......'' فلیکس نے اشارہ کیا اور میں نے اُس سائے کو دیکھ لیا...... وہ لڑکھڑا رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے، میں نے اُس طرف دوڑ لگائی اور کنارے پر پہنچ گیا۔

وہ لڑکی، ایک تختے کے سہارے بہتی ہوئی ساحل تک آئی تھی۔ یہ سمجھنے میں دقت نہ ہوئی کہ وہ بھی اُسی جہاز کی مسافر ہے۔ میں نے اُسے سہارا دیا۔ اُس کی کیفیت شرابیوں کی سی تھی۔ شدید جدوجہد کے بعد کسی سہارے کے مل جانے کے احساس نے اُس کے اندر مدافعت ختم کر دی۔ دوسرے لمحے میں نے اُسے زمین پر گرنے سے روکا اور بازوؤں میں اُٹھا کر اُن لوگوں کے قریب پہنچ گیا جو میری طرف دیکھ رہے تھے۔

''کون ہے یہ......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''یقیناً اسی جہاز کی کوئی مصیبت زدہ۔'' میں نے جواب دیا، اور لڑکی کو آرام سے لٹا دیا۔ ...ہے، ہم اُسے اور کوئی امداد نہیں دے سکتے تھے۔ لڑکی شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔

صبح کو پہلی کرن کے ساتھ ہی وہ ہوش میں آ گئی اور متوحش انداز میں چاروں طرف ...ھنے لگی۔ اُس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں تھیں۔

''میں کہاں ہوں......؟''

''ساحل پر...... اور محفوظ ہو۔ فکرمند مت ہو۔'' میں نے اُسے تسلی دینے والے انداز میں ...ا۔

''آہ...... میرے ڈیڈی...... میرے ڈیڈی......'' لڑکی کی آواز حلق میں اٹک گئی اور اُس ...آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''کیا نام ہے آپ کے ڈیڈی کا......؟''

''ڈونے ہائم...... وہ سمندر کی نذر ہو گئے۔ آہ! اب میں دنیا میں تنہا رہ گئی ہوں......'' وہ ...ٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''آپ کو صبر سے کام لینا چاہئے مس ہائم یہاں مصیبت زدہ لوگوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ نہ جانے کس کا کون بچھڑ گیا ہے؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے ڈیڈی، اب اس دنیا ...نہیں ہیں؟''

''میں نے اُنہیں خود سمندر میں گرتے دیکھا تھا۔ آہ! میں بھی اُن کے پیچھے ہی سمندر میں ...ر گئی تھی۔''

''ممکن ہے، آپ ہی کی طرح وہ بھی بچ گئے ہوں۔ آپ کو صبر سے کام لینا چاہئے۔ میں ...یں دوسرے لوگوں میں تلاش کروں گا۔''

''بچ جانے والے کہاں ہیں؟ براہِ کرم! مجھے اُن کے درمیان لے چلیں۔ میں اپنے ...ڈی کو تلاش کروں گی۔''

''ہمیں کوشش کر لینے دیں۔ آپ کی حالت درست نہیں ہے۔ ابھی آپ کو آرام کی ...ورت ہے۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا اور لڑکی کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔

بمشکل تمام، سمجھا بجھا کر میں نے اُسے آرام کرنے پر راضی کر لیا۔ اور پھر ایڈن کی ڈیوٹی ...کر ہم سب باہر آ گئے۔

''کین! اگر جہاز درست ہو گیا تو ہم بھی ان کے ساتھ ہی نکل چلیں گے۔'' فلیکس

نے کہا۔

''ہاں......'' میں نے فلیکس کا شانہ تھپتھپایا۔ اور پھر ہم نئے پناہ گزینوں کی جانب چل پڑے۔ لوگ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے...... نوجوانوں کی ٹولیاں جزیرے کی سیر کو نکل گئی تھیں۔ عاقبت اندیش، جہاز کی تلاش میں ساحل پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ سہمی ہوئی عورتیں، بچوں کو سمیٹے دُھوپ سے بچاؤ کی کوشش میں مصروف تھیں۔ ہماری پناہ گاہ اتنی وسیع نہیں تھی کہ ہم، اُن سب کو چھت مہیا کر سکتے۔ لہٰذا اس سلسلے میں مجبور تھے۔ تاہم میں نے ایک بات سوچی اور فلیکس سے مشورہ کر کے اُن عورتوں کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے اُن عورتوں کو چھت کی پیشکش کی، جن کے پاس شیر خوار بچے تھے اور نہ جانے کس طرح وہ اپنے جگر گوشوں کو بچا کر یہاں تک لائی تھیں۔ میری اس پیشکش کو ممنونیت کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔ اور چھوٹے بچے میری اس پناہ گاہ میں آ گئے۔

تب میں نے مسٹر ڈونے کی تلاش شروع کر دی۔ میں نے دو تین آدمیوں سے پوچھا اور ایک شخص مسٹر ڈونے کو آوازیں دینے لگا۔ تب ایک بوڑھے نے گردن اُٹھائی۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے انتہائی اُداس بیٹھا ہوا تھا۔

''کیا بات ہے مسٹر......؟'' اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''ہمیں، مسٹر ڈونے کی تلاش ہے۔'' میں نے اُمید و بیم کی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں، ڈونے ہائم ہوں۔''

''اوہ...... خدا کا شکر ہے مسٹر ڈونے! آپ زندہ ہیں۔'' میں نے خوش ہو کر کہا۔

''نہیں میرے دوست! میں مُردہ ہوں۔ میری زندگی، سمندر میں غرق ہو چکی ہے۔''

''مِس ڈونے، ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ براہِ کرم! آپ چل کر اُن سے ملاقات کر لیں۔''

''کیا......؟'' بوڑھا اچانک زندہ ہو گیا۔

''ہاں...... اُٹھیے!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بوڑھا اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''کہاں ہے میری بچی......؟ کیا وہ واقعی زندہ ہے...... کیا وہ واقعی......؟ آہ! کیا وہ سچ مچ زندہ ہے؟ کہاں ہے وہ......؟ کیا وہ زخمی ہے؟ جلدی چلو...... مجھے اُس کے پاس لے چلو۔''

بوڑھا شدید اضطراب کا شکار تھا۔ مجھے اُس سے بڑی ہمدردی محسوس ہوئی۔ پھر ہم اُسے

لے کر اپنی پناہ گاہ میں پہنچ گئے۔

سارا ہائم کی، اپنے باپ سے ملاقات بہت رِقت آمیز تھی۔ ہم نے یہ جذباتی منظر دیکھا اور ایک عجیب سے تاثر میں ڈوب گئے۔

''بہت بہت شکریہ نوجوانو!'' بوڑھے نے ممنونیت سے کہا۔ ''ہم دونوں ایک دوسرے کو مُردہ سمجھ بیٹھے تھے۔''

''میں بھی آپ لوگوں کی شکر گزار ہوں۔'' لڑکی کھل اُٹھی۔ ''کیا نام ہے آپ کا؟''

''کیا...... ڈن کین......'' میں نے جواب دیا۔

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے......'' بوڑھا جملہ ادھورا چھوڑ کر چونک پڑا۔ ''کیا نام بتایا آپ نے مسٹر......؟''

''ڈن کین......'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں......'' بوڑھا عجیب سے انداز میں بڑبڑایا۔ ''نہیں...... لیکن کیا آپ...... کیا آپ اسی جہاز سے سفر کر رہے تھے؟''

''نہیں جناب! ہم تو طویل عرصے سے اس جزیرے کے قیدی ہیں۔''

''خدا کی پناہ...... آپ وہ ہیں، جس نے سمندر میں بہہ کر آنے والوں کی مدد کی تھی۔ اور آپ اسی جزیرے پر تھے......؟''

''جی......'' میں نے کہا۔

''لیکن مسٹر کین! کیا آپکا تعلق فن لینڈ کی کین فیملی سے ہے؟'' بوڑھے نے پوچھا اور اس بار میرے چونکنے کی باری تھی......

''آپ، مجھے کس طرح جانتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''خدا کی قسم! کیا وہی ہیں آپ......؟''

''جی......'' میں نے مختصر سا جواب دیا۔

''اوہ، میرے خدا...... حکومت امریکہ نے تو آپ کی تلاش کے لئے لاکھوں ڈالر انعام مقرر کیا ہے۔ میرا تعلق امریکی بحریہ سے ہے۔ ایک آبدوز کسی مقام پر آپ کو ریسیو کرنے والی تھی۔ میں اُس سب میرین کا سیکنڈ چیف تھا۔ تو کیا، آپ کے ساتھ آپ کے ہم شکل مسٹر فلیکس بھی ہیں؟''

''میرا نام فلیکس ہے۔'' فلیکس نے آگے بڑھ کر کہا۔

''میرے خدا...... آپ اس جزیرے پر کیسے پہنچ گئے؟''

''طویل داستان ہے مسٹر ہائم! لیکن آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔ جنگ کے خاتمے کے بارے میں ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔''

''کاش! میں اپنے وطن جا سکوں۔ کاش! میں حکومت کو یہ خبر دے سکوں......'' بوڑھے نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ سارا ہائم بڑی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

بوڑھے ہائم سے بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ حکومت امریکہ نے مجھے لارڈ کے خطاب سے نوازا تھا اور میری ایک یادگار تعمیر کرانے پر غور کیا جا رہا تھا۔

فلیکس اور دوسرے لوگ، بوڑھے ہائم کی زبانی یہ تفصیلات سن سن کر مسکرا رہے تھے۔ پھر فلیکس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''کاش! ایک بار ہم اپنی دنیا میں واپس پہنچ سکیں۔''

''تم اتنے مایوس کیوں ہو مسٹر فلیکس؟'' بوڑھے ہائم نے پوچھا۔

''کاش! آپ نے وہ وقت یہاں گزارا ہوتا، جو ہم نے گزارا ہے۔ اس جزیرے پر موت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہاں زندگی کی تلاش جتنی کٹھن ثابت ہوئی ہے، اس کے بارے میں ہم ہی جانتے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں...... نظر آ رہا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ صرف سنگلاخ چٹانوں پر مشتمل ہو۔ سبزہ یا جاندار، کچھ بھی تو نظر نہیں آتا۔''

''ہو تو نظر آئے۔ یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سارا ہائم کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے۔

''ڈیڈی! اگر جہاز ٹھیک نہ ہوا تو ہم یہاں زندہ کیسے رہیں گے؟'' اُس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں بیٹے، نہیں...... جہاز ضرور ٹھیک ہو جائے گا۔ جب قدرت نے ہمیں اس خوفناک ماحول میں زندگی دی ہے تو یقینی طور پر ہماری آئندہ زندگی بھی اس کی نگاہ میں ہوگی۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔'' ہائم نے اُمید افزاء لہجے میں کہا اور اُس کی اس اعتماد بھری آواز نے ہمارے جسموں کو بھی نئے احساسات سے نوازا۔

دوپہر گزر چکی تھی۔ میں نے بڑی فراخدلی سے سمندری گھوڑوں کا گوشت اُن لوگوں کو پیش کر دیا جو شدید بھوکے تھے۔

سورج جھکا ہی تھا کہ ساحل پر کھڑے ہوئے لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ وہ خوشی

سے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ میں نے اور جوگنر نے ایک جگہ سے ساحل کی جانب دیکھا اور ہماری آنکھوں میں عجیب سی کیفیات اُبھر آئیں......

دُور سے کچھ لانچیں، ساحل کی جانب آتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ شاید وہ ان ہی لوگوں کی تلاش میں تھیں۔ جوگنر، خوشی سے مجھ سے لپٹ گیا اور ہم بغور اُن لانچوں کو دیکھنے لگے۔

دو مضبوط لانچیں، ساحل کی جانب آ رہی تھیں۔ لانچیں کافی بڑی تھیں اور اُن پر بہت سے لوگ نظر آ رہے تھے۔ یقینی طور پر وہ ان مسافروں کے لئے آ رہی تھیں......

سمندر اس وقت پُرسکون تھا۔ اس کے علاوہ خوفناک طوفان نے بھی سمندر کے ساحل پر کچھ ایسی تبدیلی کی تھی کہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر یہ تبدیلی پہلے ہو جاتی تو ہمیں یہاں تک آنے میں اس قدر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ چنانچہ لانچیں اتنی گہرائی تک آ گئیں، جہاں تک وہ آ سکتی تھیں۔ پھر اس کے بعد رُک گئیں۔ پھر چھوٹی چھوٹی کشتیاں لانچوں سے اُتاری گئیں اور ان کشتیوں پر سامان بار کیا جانے لگا۔ جزیرے پر موجود تمام لوگ ساحل پر آ کھڑے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد کشتیاں ساحل سے آ لگیں۔ ان میں غذاؤں کے ڈبے، پانی اور ایسی ہی دوسری اشیاء موجود تھیں جو مسافروں کے لئے لائی گئی تھیں۔ ذرا سی دیر میں تمام لوگوں نے کشتیوں کا سامان اُتار کر ساحل پر جمع کر دیا۔

آنے والوں سے جہاز کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے بڑی اُمید افزاء باتیں بتائیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ جہاز کے کپتان کا خیال ہے کہ جہاز کی درستگی میں مزید دو دن لگ جائیں گے۔ اور بہتر یہ ہے کہ آپ یہ دو دن اسی جزیرے پر گزاریں۔ ہمیں ضروریات کی تمام چیزیں فراہم کی جائیں گی۔

فلیکس کی آنکھوں میں خوشی سے نمی آ گئی تھی۔ جوگنر، پال اور ایڈن بھی بے انتہا خوش نظر آ رہے تھے۔ مصیبتوں کے بعد راحت کا دور شروع ہونے والا تھا......

بوڑھے ہائم نے غذاؤں کے کچھ ڈبے ہمیں بھی پیش کئے۔ اور کچھ اپنے لئے حاصل کئے۔ ایک طویل عرصے کے بعد ہم نے پکی پکائی غذا ان ڈبوں کے ذریعے حاصل کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے یہ غذا پہلی بار کھا رہے ہوں۔

سارا ہائم خاص طور سے میری طرف متوجہ نظر آتی تھی۔ اُس نے چند مخصوص چیزیں مجھے بطور تحفہ پیش کیں، جن میں سگریٹ بھی شامل تھے۔ میں نے شکریئے کے ساتھ ان چیزوں کو قبول کر لیا تھا۔

تھوڑی سی تنہائی ملتے ہی سارا ہائم میرے پاس پہنچ گئی اور مسرور کن لہجے میں بولی۔

''آپ کی شخصیت امریکہ کے ہر فرد کے لئے بڑی انوکھی ہے۔ میں نے بھی آپ کے کارنامے سنے تھے اور آپ کے بارے میں اخبارات میں خبریں پڑھی تھیں۔ آپ یقین کریں! کہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ کبھی کسی ایسے حادثے کے تحت آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔''

''ہاں مِس سارا! بعض اوقات حالات، انسان کے لئے عجیب وغریب ماحول تیار کرتے ہیں۔ یقین کریں! آپ لوگ جس آسانی سے یہاں تک پہنچ گئے ہیں، ہم اس طرح یہاں تک نہیں پہنچے تھے۔ آپ یقین کریں! کہ خشکی کے اس ٹکڑے پر قدم جمانے کے لئے ہمیں بار بار اپنی زندگی کو داؤ پر لگانا پڑا تھا۔ ہم یہاں بار بار مرے اور بار بار جئے۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اب دوبارہ کبھی مہذب دنیا سے روشناس ہو سکیں گے۔''

''واقعی...... جس طرح یہاں آپ نے اپنی رہائش گاہ ترتیب دی ہے، اسی سے اندازہ ہوتا ہے۔'' سارا نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ لوگ امریکہ ہی جا رہے تھے؟''

''ہاں...... اور اب آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔'' سارا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہمارے لئے یہ تصور کس قدر عجیب ہے؟''

''یقیناً ہوگا...... آپ خوش ہیں مسٹر کین؟''

''کیوں نہیں مِس سارا! زندگی بڑی حسین شے ہے۔ انسان اسے آسانی سے چھوڑنے پر رضامند نہیں ہوتا۔''

''ویسے آپ کی شخصیت بے حد پراسرار ہے۔ ہم لوگ آپ کی داستانیں اخبارات میں پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کے بارے میں ہم نے بڑے عجیب وغریب نظریات قائم کئے تھے۔''

''اور اب آپ کو مایوسی ہوئی ہوگی۔''

''یہ بات نہیں...... بس! یقین ہی نہیں آتا کہ آپ وہی ہیں۔'' سارا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

ان دو دنوں میں سارا، مجھ سے کافی گھل مل گئی تھی۔ اُس نے مجھ سے بے شمار باتیں کی تھیں اور بہت مسرور نظر آتی تھی۔ ان دو دنوں میں جہاز کی طرف سے مسافروں کے لئے

باقاعدہ غذا اور پانی کا ذخیرہ آتا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی اُمید افزا خبریں بھی۔ جہاز کی مرمت تسلی بخش طور پر ہو رہی تھی اور دن رات کام کیا جا رہا تھا۔

تیسرے دن ہمیں جہاز کے سرخ پھریرے نظر آئے اور مسافروں میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ جہاز درست ہو گیا تھا۔ اور پھر اُس سے مسافروں کو لے جانے کے لئے بڑی بڑی لانچیں اُتاری گئیں۔ ہماری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے تھے......

تیسرے ٹرپ میں جہاز کا کپتان بھی ساحل پر آ گیا اور اُس نے بچ جانے والے مسافروں کو مبارکباد دی تھی۔ اُس نے معذرت کی کہ مسافروں کو طوفان کا شکار ہونا پڑا۔

تب مسٹر ہائم نے اُس سے میرا تعارف کرایا۔ کپتان بھی امریکی باشندہ تھا۔ میرا نام سن کر ہی وہ بے حد متاثر ہوا۔ پھر اُس نے میرے دوسرے ساتھیوں سے بھی ملاقات کی اور ہماری روداد سن کر بولا۔ ''اگر یہ بات ہے تو مجھے اِن مصائب کا شکر گزار ہونا چاہئے جو جہاز کو یہاں تک لانے میں اُٹھانے پڑے ہیں۔ میری مسرت کا کیا ٹھکانا، کہ میں ایک اتنی بڑی شخصیت کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔'' کپتان ہمیں اپنے ساتھ ہی لے گیا اور جہاز پر قدم رکھنے کے بعد ہم، اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ موت کے جزیرے سے ایک بار پھر زندگی کی سرزمین کی جانب چل پڑے تھے......

میرے ساتھیوں کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی۔ پال اور جوگنر تو جہاز پر قدم رکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے تھے۔ ہمارے لئے تین کیبن مخصوص کر دیئے گئے تھے۔ لباس اور دوسری چیزیں بھی مہیا کر دی گئی تھیں۔ زندگی کے اس نئے رُخ پر شدید حیرت ہوتی تھی۔

تمام مسافروں کے جہاز پر آ جانے کے بعد لنگر اُٹھا دیئے گئے۔ فلیکس اور میں ایک ہی کیبن میں تھے۔ اور جب سے جہاز پر آئے تھے، کیبن سے باہر نہیں گئے تھے۔ جی بھر کر سوئے تھے۔ آرام دہ بستر کا تصور ہی ذہن سے نکل گیا تھا۔ اور جب آرام دہ بستر نصیب ہوا تو پھر بھلا کس کا اُٹھنے کو دل چاہتا تھا؟

''اس منحوس جزیرے سے تو نکل ہی آئے ہیں مسٹر کین!'' فلیکس نے کہا۔ ''اور امریکہ بھی پہنچ ہی جائیں گے۔ اس کے بعد تمہارا کیا پروگرام ہے؟''

''زندگی، حادثات کے بغیر بے مزہ ہے فلیکس! جب زندگی کا تعین ہو جائے گا تو پھر موت کی تلاش میں نکلیں گے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم واقعی عظیم ہو ڈن! میں نہیں جانتا کہ تمہاری نشو ونما کس طرح ہوئی ہے؟ میں نے کبھی

تمہیں ہراساں نہیں دیکھا۔ اچھا ڈن! ایک بات بتاؤ؟''

''پوچھو ڈارلنگ!'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیا تمہاری زندگی میں کچھ حسین لمحات کی بھی گنجائش ہے؟''

''میری زندگی کے حسین ترین لمحات یہی ہیں فلیکس! کہ ہم دونوں سکون سے بات چیت کر رہے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب تم مجھے اُڑا رہے ہو۔''

''کیوں......؟''

''میں دوسرے لمحات کی بات کر رہا ہوں۔ یوں تو عورت کا حصول مشکل نہیں ہوتا۔ لیکن وہ عورت جو زندگی میں پاکیزہ لمحات سے وابستہ ہو جاتی ہے، ایک الگ مقام رکھتی ہے۔ کیا کبھی ایسی کوئی عورت تلاش نہیں کرو گے؟''

''نہیں فلیکس......!'' میں نے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں فلیکس کی اس بات سے میں اُداس ہو گیا تھا۔

''آخر کیوں......؟ زندگی کسی مقام پر تو تھک جاتی ہے۔''

''ہاں فلیکس! جب زندگی تھک جائے گی تو میں موت کا انتظار کروں گا۔ بات یہ ہے فلیکس! کہ ہر شخص کی زندگی کسی نہ کسی سے کسی نہ کسی صورت میں وابستہ ہوتی ہے۔ اور اپنا وجود کسی دوسرے کی ذات کی ذمہ داری بنا کر اپنی ذات کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن وہ لوگ میری زندگی سے نکل گئے ہیں جو میرے لئے یہ جذبات رکھتے تھے۔''

''اوہ...... میں سمجھ رہا ہوں کین...... لیکن کیا تم اُنہیں کبھی معاف نہیں کرو گے......؟''

''میں، اُنہیں معاف کر چکا ہوں۔ لیکن اب اُن کی قربت میرے لئے ممکن نہیں ہے...... ارے ہاں، فلیکس! ایک کام ضرور کرنا ہے۔''

''وہ کیا کین......؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''جنگ عظیم نے جو تباہ کاریاں پھیلائی ہیں، اُن کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میرے ذہن میں اُن لوگوں کا خیال آتا ہے، جن سے میرا خون کا رشتہ تھا۔''

''یقیناً آتا ہوگا۔''

''امریکہ پہنچ کر چند روز آرام کرنا، پھر فن لینڈ چلے جانا۔ تاکہ مجھے اُن لوگوں کی خیریت معلوم ہو جائے۔''

''فوراً جاؤں گا۔ بلکہ میرے لئے درمیان ہی میں بندوبست کر دو! میں پہلے فن لینڈ جاؤں گا اور کین فیملی کی خیریت دریافت کر کے واپس تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

''نہیں...... اب اتنی جلدی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا اور ہم خاموش ہو گئے۔

شام ہوئی تو کسی نے کیبن کے دروازے پر دستک دی اور اندر آ گیا۔ یہ سارا ہائم تھی اور بڑی نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔

''ہیلو سارا......!'' میں نے اُسے مخاطب کیا۔

''ہیلو مسٹر کین! کیا یہ ضروری ہے کہ آپ، جہاز کے کیبن میں آرام کرتے رہیں؟'' سارا نے کسی قدر بے تکلفی سے کہا۔

''نہیں......ضروری تو نہیں ہے۔ آپ فرمایئے......''

''آیئے...... باہر چلیں۔ موسم بے حد خوشگوار ہے۔ ہلکی ہلکی بونداباندی ہو رہی ہے۔'' سارا نے کہا اور میں نے گہری سانس لے کر فلیکس کی جانب دیکھا۔ فلیکس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

''آپ بھی آیئے مسٹر فلیکس!'' سارا نے اُسے بھی دعوت دی۔

''نہیں مِس سارا! ہم دونوں کافی حد تک ہم شکل ہیں۔ یکجا رہ کر خواہ مخواہ دوسروں کی توجہ کا نشانہ بن جائیں گے۔ اس لئے آپ، مسٹر کین ہی کو لے جایئے۔'' فلیکس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میں، اُس کے ساتھ باہر آ گیا۔

سارا میرے ساتھ چلتی ہوئی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ ویسے اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم عرشے پر پہنچ گئے اور ریلنگ سے ٹیک لگا کر سمندر کا نظارہ کرنے لگے۔

واقعی، بہت باریک بوندیں برس رہی تھیں اور موسم بے حد خوشگوار تھا۔ حالانکہ اس سے قبل بھی جزیرے پر بارش ہوتی رہی تھی۔ لیکن اس میں ہمارے لئے سوائے اس کے اور کوئی خاص بات نہ تھی کہ وہ ہماری پانی کی ضرورت پوری کرتی تھی۔ لیکن اس وقت معلوم ہو رہا تھا کہ موسم کا حسن کیا چیز ہوتا ہے...... سارا بدستور مسکرا رہی تھی۔ پھر وہ، میری جانب دیکھ کر ہنس پڑی۔

''کیوں......؟'' میں نے پوچھا۔

''امریکہ میں آپ کو آنجہانی سمجھ لیا گیا ہے۔ آپ وہاں پہنچیں گے تو لوگوں کو کتنی حیرت ہوگی؟''

''خوب..... دلچسپ بات ہے یہ بھی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا۔

''ایک بات بتائیں مسٹر کین! آپ ایک جزیرے کے تنہا مالک ہیں۔ مسٹر فلیکس آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ آخر آپ اس جزیرے کا کریں گے کیا؟''

''کچھ نہیں مِس سارا! انسان اپنے لئے کوئی نہ کوئی گھر تو بناتا ہے۔ میرا گھر ذرا کشادہ ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سارا بے اختیار ہنس پڑی۔

''یہ ذرا کشادہ، بھی خوب رہی۔ آپ ساری دنیا سے کٹ کر کیوں رہنا چاہتے ہیں؟'' اُس نے دوسرا سوال کیا۔

''نہیں..... ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے، میرا جزیرہ ان لوگوں کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ اکثر سرکاری حکام وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ بس! میری خواہش تھی کہ کسی تنہا جگہ کا مالک بن جاؤں۔''

''آپ کو اس جزیرے پر اُکتاہٹ نہیں ہوتی؟''

''ابھی تو میں وہاں زیادہ عرصہ رہا بھی نہیں ہوں۔ سارا وقت تو جزیرے کی تعمیر میں صرف ہوا ہے۔ میں نے جو کچھ وہاں بنایا ہے، وہ میرے لئے کافی نہیں ہے۔ ابھی میں نے وہاں بہت کچھ ترتیب دینا ہے۔ لیکن یہ ساری باتیں زندگی سے تعلق رکھتی ہیں مِس سارا! انسان کتنی ساری خواہشات کا مالک ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات انسان، حادثات اور حالات کے ہاتھوں اِس قدر مجبور ہو جاتا ہے کہ سارے خیالات دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اب مجھے ہی دیکھئے! اگر جہاز وہاں نہ پہنچتا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کبھی ہمیں اس جزیرے سے نکلنا نصیب بھی ہوتا یا نہیں؟''

''واقعی..... آپ نے وہاں بڑی کٹھن اور خوفناک زندگی گزاری ہے۔ آپ کو مہذب دنیا یاد تو آتی ہوگی۔''

''ہاں..... ظاہر ہے، میں جنگلوں کا باسی نہیں ہوں۔''

''اچھا، مسٹر کین! ایک خاص بات پوچھ رہی ہوں۔ کیا آپ کا شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے؟'' اُس نے میری طرف شرارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اِرادہ تو نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا ساتھی مل گیا جس نے ذہن تک رسائی حاصل کر

لی تو شاید سوچنے بھی لگوں۔''

''بڑا ہی خوش نصیب ہوگا وہ۔ ایک تنہا جزیرے کا مطلق العنان حکمران۔'' سارا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ کی خواہش نہیں ہے کہ آپ بھی کسی تنہا اور مطلق العنان جزیرے کی حکمران ہوتیں؟'' میں نے کہا۔

سارا کی نگاہیں ایک لمحے کے لئے میری جانب اُٹھیں اور پھر جھک گئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس بے تکلفی سے یہ سوال کردُوں گا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ''اگر مجھے کسی جزیرے کا حکمران بننے کی خواہش بھی ہو تو ظاہر ہے، میری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی۔''

''کیوں.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''بس! نہیں بن سکتی۔'' وہ جھینپ گئی۔

''ہر بات کا کوئی نہ کوئی جواز ہوتا ہے۔ براہِ کرم! دلیل دیں۔''

''کوئی دلیل نہیں ہے میرے پاس۔''

''تو پھر اپنے الفاظ بدل دیں۔''

''خود میں بدل دُوں؟'' اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''پھر کون بدلے گا.....؟''

''جو قدرت رکھتا ہے۔'' سارا نے جواب دیا۔ اُس نے براہِ راست میرے کندھوں پر وزن ڈال دیا اور سنجیدہ ہوگئی۔ میں اُس معصوم سی لڑکی کو فریب نہیں دے سکتا تھا۔ جہاز پر کچھ رنگین لمحات گزارنے کے لئے اگر میں اُسے فریب دُوں تو یہ لڑکی نہ جانے مجھ سے کیا توقعات وابستہ کرلے؟

''آپ خاموش کیوں ہوگئے مسٹر کین؟'' تھوڑی دیر بعد سارا نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کوئی خاص بات نہیں۔''

''پھر بھی.....؟''

''میں سوچ رہا ہوں کہ یہ قدرت کون رکھتا ہے؟''

''خوب آپ.....''

"کیا میرے سوچنے سے یہ بات ممکن ہو سکتی ہے......؟"

"ہاں...... کچھ لوگ ایسا ہی وزن رکھتے ہیں جن کی سوچ تقدیریں بدل دیتی ہے۔ آپ بھی اُن ہی میں سے ایک ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم اس گفتگو کو کسی دوسرے وقت کے لئے اُٹھا رکھیں۔ امریکہ پہنچ کر اس پر بحث کریں گے۔"

"نہایت مناسب خیال ہے...... لیکن ایک شرط پر۔" سارا ہنس کر بولی۔

"کیا شرط ہے......؟"

"امریکہ پہنچ کر سارا کو یاد رکھا جائے۔" اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"شرط منظور ہے......"

"اتنے بڑے آدمی کا وعدہ جھوٹا تو نہیں ہوگا......؟"

"نہیں......" نہ جانے کیوں، لڑکی مجھے پسند آ گئی تھی۔ اُس سے پہلے اس کے بارے میں میرے ذہن میں ایسا کوئی تاثر نہیں تھا...... میں فلیکس کی باتوں پر غور کرنے لگا۔

جہاز کا سفر تقریباً اٹھائیس دن کا تھا۔ پہلے اُس نے راستہ تلاش کیا، اس کے بعد ایک بندرگاہ پر پہنچا۔ پھر ہم سینیگال گئے۔ پھر سینیگال سے بحر اوقیانوس کا سفر کر کے براہِ راست نیو یارک پہنچ گئے......

ہمارے لئے اس سفر کا سارا انتظام مسٹر ہائم نے کیا تھا۔ اور میری شخصیت کو پوشیدہ رکھا تھا۔ "اب تم دونوں یہاں سے میرے گھر چلو گے۔ پھر حکومت کو تمہارے بارے میں اطلاع دی جائے گی۔" مسٹر ہائم نے بزرگانہ شفقت سے کہا۔

"میں انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

چنانچہ پورا ایک ہفتہ میں اور فلیکس نے مسٹر ہائم کے ہاں خاموشی کے ساتھ گزارا۔ پال وغیرہ بھی ہماری وجہ سے اپنے گھر نہ جا سکے تھے۔ ایک ہفتے بعد بے شمار کاریں، مسٹر ہائم کی رہائش گاہ پر پہنچ گئیں...... اُن میں اعلیٰ فوجی اور سول حکام تھے۔ میرے کانوں تک ایک اجنبی آواز پہنچی۔

"کیا یہ حقیقت ہے مسٹر ہائم؟ میرا مطلب ہے جو اطلاع وزارت دفاع کو ملی ہے؟"

ایک اعلیٰ افسر نے متحیرانہ انداز میں مسٹر ہائم سے پوچھا۔

"جی ہاں...... تشریف لائیے۔" ہائم نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ اور چند بڑے افسران

اُس کمرے میں داخل ہو گئے جہاں ہم لوگ موجود تھے۔

افسران گو ابھی مجھ سے متعارف نہیں تھے لیکن بے اختیار لپٹ گئے۔ اُنہوں نے مجھے زندگی کی مبارکباد دی تھی۔ پھر تو وہ ہنگامے ہوئے کہ خدا کی پناہ...... فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ بے شمار سرکاری اور غیر سرکاری دعوتوں میں جانا پڑا۔ اور اس کے بعد ہمارے لئے انعامات کا اعلان کیا گیا۔ لارڈ کا اعزازی خطاب تو مجھے پہلے ہی دیا جا چکا تھا۔ اُس کپتان کو بھی بے شمار اعزازات سے نوازا گیا، جس نے ہماری زندگی بچائی تھی۔

مسٹر اوسوالڈ کو ہمارا نگرانِ خاص مقرر کیا گیا تھا۔ ادھیڑ عمر کا یہ خوش مزاج شخص بڑا ہی دلچسپ انسان تھا۔ اس کے علاوہ میری خصوصی درخواست پر ہر اعزازی پارٹی میں مسٹر ہائم اور سارا ہائم کو ضرور مدعو کیا جاتا تھا۔

فلیکس نے ایک روز مسکراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔ "سارا کیا حیثیت رکھتی ہے؟"

"کیا مطلب......؟"

"بھئی! میں اُس سے اپنے رشتے کا تعین چاہتا ہوں۔"

"کیا رشتہ چاہتے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرے دوست کی بیوی...... میری بھابھی......"

"ٹھیک ہے...... جو تم پسند کرو۔"

"گڈ...... اس کا مطلب ہے کہ جزیرے کی تقدیر جاگ رہی ہے۔"

"جزیرے کی تقدیر سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ اب وہ مکمل طور پر آباد ہو جائے گا۔ ظاہر ہے، مسز ڈن کین اب اس جزیرے پر رہیں گی۔ اور ڈن کین بھی وہیں رہا کریں گے...... اور اس کے بعد جزیرے پر بہت ساری تبدیلیاں رُونما ہوں گی، جو آج تک اس میں نہ ہو سکیں۔ میں بھی اس بات سے مطمئن ہوں۔"

"مثلاً......؟"

"مثلاً یہ کہ ہم بھی عام آدمیوں کی مانند زندگی گزاریں گے، جو دنیا سے کٹے ہوئے نہیں ہوتے۔"

"ہوں...... ٹھیک ہے۔ لیکن پھر میرا مشن ادھورا رہ جائے گا۔ میں نے تو اپنی ساری زندگی کے بارے میں سوچا تھا کہ انہی ہنگاموں میں گزار دوں گا۔"

''ٹھیک ہے کین! ہر انسان کو، خواہ وہ عام ہو یا خاص، پُرسکون زندگی کی خواہش ہوتی ہے۔ تم بھی میری طرح زندگی کے کسی حصے میں اس جزیرے کو محسوس کرو گے کہ تمہیں زندگی کا ایک بہتر ساتھی مل جاتا تو تم خود کو اس میں ضم کر لیتے۔''

''ہاں فلیکس! ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے بعد ایک مسئلہ میرا بھی ہے۔'' میں نے کہا۔

''وہ کیا......؟'' فلیکس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''وہ ہے فلیکس...... میں چاہتا ہوں، جس جزیرے میں ایک شخصیت کا اضافہ ہو تو اُس کے ساتھ ہی دوسری شخصیت بھی وہاں پہنچ جانی چاہئے۔''

''اوہ...... ڈیئر کین! فلیکس کو اِس سلسلے میں معذور ہی سمجھو۔''

''آخر کیوں......؟''

''تم میری جسمانی حالت سے بخوبی واقف ہو۔ کوئی بھی لڑکی اس شکل میں مجھے پسند نہیں کر سکتی۔'' فلیکس نے کہا۔

''دوسری بار اگر تم نے یہ بات کہی فلیکس! تو میں اتنی بڑی قسم کھا لوں گا کہ اس کا توڑ ممکن نہیں ہوگا۔ اور وہ قسم یہ ہوگی کہ میں زندگی بھر اپنی ذات کے ساتھ کسی دوسرے کو منسلک نہیں کروں گا۔''

''ارے، نہیں...... تم ایسی کوئی قسم نہیں کھاؤ گے۔''

''تو پھر وعدہ کرو......''

''چلو! وعدہ کر لیا۔''

''شکریہ......!'' میں نے کہا۔

''لیکن انتخاب تمہیں کرنا ہوگا۔'' فلیکس بولا۔

''یہ میری ذمہ داری ہے۔'' میں نے وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

ایک روز ہم نے مسٹر اوسوالڈ سے کہا۔ ''مسٹر اوسوالڈ! بس، اب ان تقریبات کا سلسلہ منقطع ہو جانا چاہئے۔ ہمیں، ہمارے جزیرے پر جانے کی اجازت دی جائے۔''

''بہتر جناب! میں، آپ کے باقی تمام پروگرام کینسل کئے دیتا ہوں۔'' اوسوالڈ نے کہا۔

''ہاں...... یہ بہتر ہوگا۔ تو پھر آپ کب بندوبست کر رہے ہیں؟''

''ان تمام لوگوں کو اطلاع دے دی جائے گی کہ اب آپ کچھ عرصے کے لئے آرام کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اور اس کے بعد ہم جزیرے پر چلیں گے۔''

''بہت بہتر......''

مسٹر اوسوالڈ کی کوششوں سے ہمیں جلد ہی ان دعوتوں سے نجات مل گئی۔ اور پھر ایک شام ہمیں انتہائی سرکاری اعزازات کے ساتھ ایک سٹیمر دیا گیا، جو ہمیں لے کر جزیرے کی جانب روانہ ہو گیا...... میرے ساتھ سارا اور مسٹر ہائم بھی تھے۔

سارا، اب اکثر میرے ساتھ ہی رہا کرتی تھی۔ اور فلیکس ہم دونوں کو دیکھ کر مسکراتا رہتا تھا۔

کافی عرصے کے بعد ہم نے جزیرے کی اس عمارت میں قدم رکھا، جو ہماری تیار کردہ تھی۔ ہمیں ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا۔ ہمارے ساتھ کچھ سرکاری حکام بھی تھے۔ تب مسٹر اوسوالڈ نے عمارت میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''مسٹر کین! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہاں آپ کو مُردہ تصور کر لیا گیا تھا۔ اور اس سلسلے میں آپ کی ایک یادگار بنائی گئی تھی جو اس عمارت کے ایک کمرے میں موجود ہے۔ آیئے! آپ کو اس سے روشناس کراؤں۔''

''یادگار......؟'' میں نے دلچسپی سے اسوالڈ کی طرف دیکھا۔

''ہاں...... تشریف لایئے!'' اُس نے کہا اور اُس حصے کی طرف چل پڑا، جہاں میں نے آرٹ گیلری بنوائی تھی۔

دوسرے اعلیٰ حکام بھی ہمارے ساتھ تھے۔ آرٹ گیلری میں داخل ہوتے ہی جس چیز پر میری نظر پڑی، وہ میرا مجسمہ تھا۔ قد آدم مجسمہ...... جو نفاست سے ایک فریم میں سجا ہوا تھا۔ مجسمہ غالباً پلاسٹک یا موم سے بنایا گیا تھا۔ میری یہ شبیہہ اتنی جامع اور مکمل تھی کہ میں اُسے دیکھ کر خود حیران رہ گیا۔

''اب براہِ کرم! اُس طرف دیکھئے!'' اوسوالڈ نے کہا۔

تب میں نے اُس طرف دیکھا تو میرا خون منجمد ہو گیا...... یوں لگتا تھا جیسے میرے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔ میں، جن مجسموں کو دیکھ رہا تھا، وہ میرے والد، چچا اور بھائیوں کے تھے۔

تمام مجسمے ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور یوں لگ رہا تھا جیسے میں ایک بار پھر اپنے خاندان کے درمیان موجود ہوں۔ تب مسٹر اوسوالڈ نے کہا۔

''ہم نے ساری کین فیملی کو فن لینڈ سے بلوا کر یہاں جمع کر دیا ہے۔ آپ کیسا محسوس کر

رہے ہیں......؟''

''میرا خیال ہے مسٹر اوسوالڈ! میں اِس بات سے خوش نہیں ہوا۔ آپ نے وہ یادیں پھر سے تازہ کردیں، جنہیں میں ذہن کی گہرائیوں میں دفن کر چکا تھا۔''

''لیکن کیوں......؟ آپ اپنے لوگوں سے اس قدر برگشتہ کیوں ہیں؟'' اوسوالڈ نے پوچھا۔

''یہ میرا ذاتی معاملہ ہے مسٹر اوسوالڈ! میں اس سلسلے میں مزید کچھ نہیں بتانا چاہتا۔''

''اس کے باوجود مسٹر کین! میری، آپ سے درخواست ہے کہ اب آپ اپنے اہل خاندان کو معاف کردیں۔ کین فیملی نے فن لینڈ چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم نے حقیقی طور پر اسے یہاں بلا لیا ہے۔ براہِ کرم! آپ تمام حضرات آگے آئیں۔ باقی تمام معاملات خالصتاً ذاتی ہیں۔ اس لئے میں معافی چاہوں گا۔'' اوسوالڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے اعلیٰ افسران بھی آرٹ گیلری سے باہر نکل گئے۔

اُس وقت میرا دماغ بالکل ہی بیکار ہوگیا، جب میں نے ان تمام مجسموں کو حرکت کرتے دیکھا۔ وہ اپنے اپنے فریموں سے نکل کر میری طرف آرہے تھے۔ یہ جیتے جاگتے لوگ تھے......سوائے اس ایک مجسمے کے، جو میرا تھا......

سب نے اعتراف کرلیا کہ اُنہوں نے میرے ساتھ ناانصافی کی تھی۔ اور جس طرح میں نے اُن کی گری ہوئی ساکھ کو سنبھالا اور جو مقام حاصل کیا، وہ میرا ہی کارنامہ تھا۔

اس کے فوراً بعد فلیکس نے سارا کا مسئلہ بھی حل کردیا۔ اور وہ مسز ڈن کین بن گئی۔ اس کے بعد میں نے فلیکس کو بھی نہ چھوڑا......

یہ ہے میری داستانِ حیات......آج بھی میں اِس جزیرے پر ایک مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہوں۔

(ختم شد)